سلسلہ تصوف نمبر ۳۱

اردو ترجمہ کتاب

جواہر فریدی

یعنی

جملہ حالات بزرگانِ عظام از ابتدائے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

تا زہد الانبیاء سراج الاولیاءٔ

حضرت بابا فرید الدین گنجشکر مسعود رحمۃ اللہ علیہ

سے

اللہ والے کی قومی دکان اور رسالہ اسرار تصوف کے

مالک و ایڈیٹر

ملک چنن الدین خلف الرشید ملک فضل الدین ککےزئی نقشبندی مجددی تاجر کتب

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککےزئیاں — بازار کشمیری

لاہور

بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر نہایت صحت سے چھپوایا
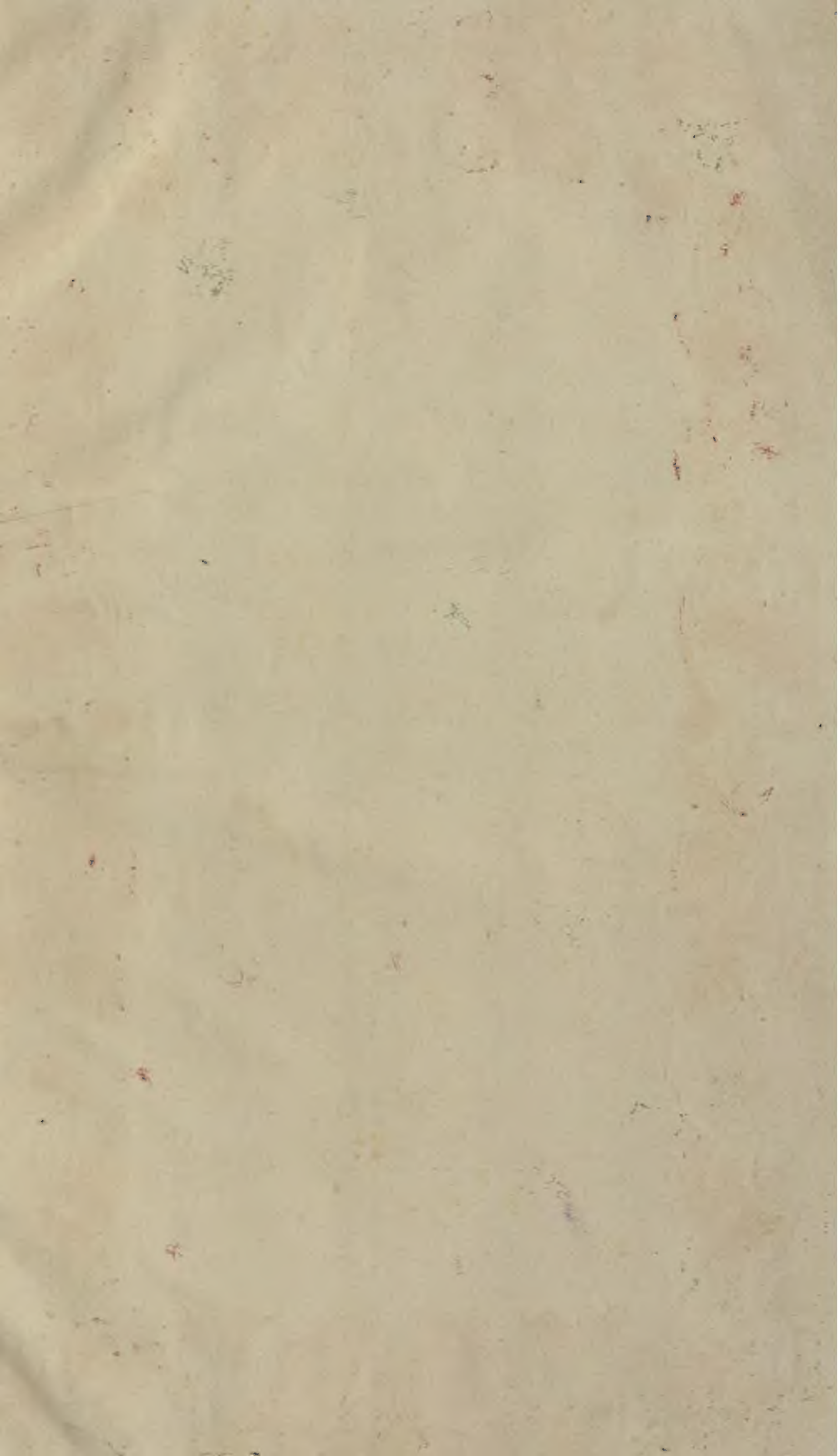
Photo Art Press, Lahore. Price Rs. 2-4-0. Design Regd.

سلسلۂ تصوف نمبر ۱۳۱

اردو ترجمۂ کتاب

جواہر فریدی

یعنی

جملہ حالات بزرگانِ عظام از ابتدائے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

تا زہد الانبیاء سراج الاولیاء

حضرت بابا فرید الدین گنجشکر مسعود

اجودھنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

و

مفصل حالات اولاد پاک و خلفائے عالیمقام حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ

از تصنیف لطیف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا مولوی محمد علی اصغر چشتی علیہ الرحمۃ

جسے

اللہ والے کی قومی دکان

ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین ککے زئی نقشبندی مجددی تاجر کتب قومی

منزل نقشبندیہ، کوچہ ککے زیاں، بازار کشمیری لاہور نے

بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ کرا کر

کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر چھپوایا۔

دوم ——— قیمت فی جلد ——— صرف دو روپے چار آنے (عہ/۲)

تصوف کی سراپا رحمت اور بے نظیر کتابوں کا لاجواب سلسلہ

عین الفقر
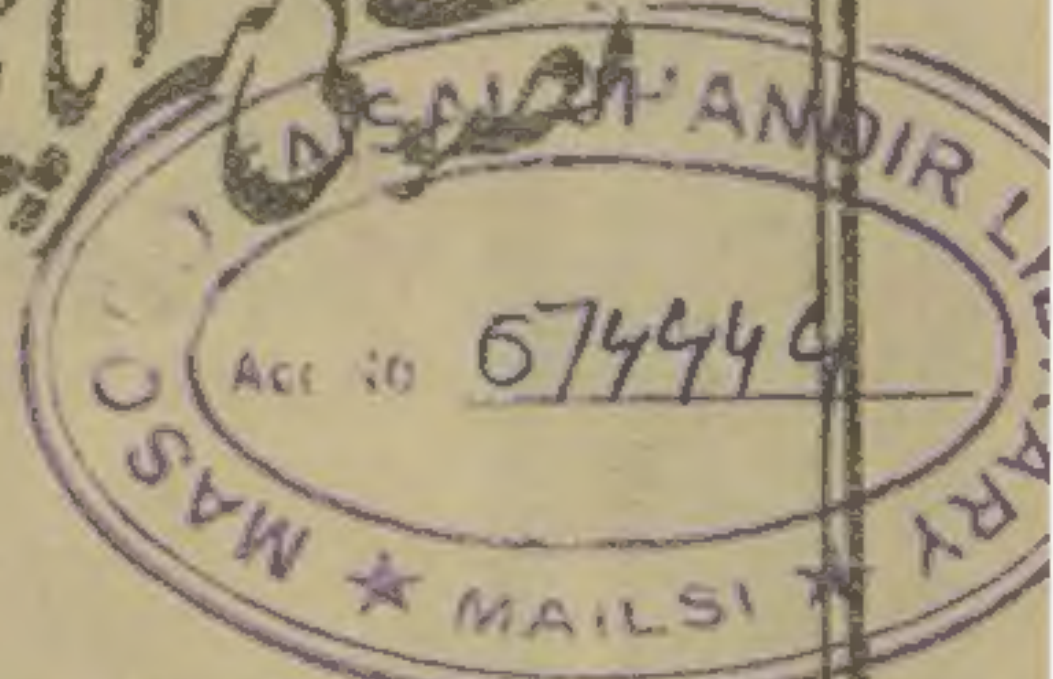
یہ کتاب اسرار الٰہی عاشقوں کی جان صادقوں کا ایمان حضرت سلطان باہوؒ کی اعلےٰ تصنیفات سے ہے اس میں مصنف علیہ الرحمتہ نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل تصوف کو درج فرمایا ہے علم تصوف کے شایق اسے جلد خرید کر سعادت دارین حاصل کریں۔ قیمت ... ... عہ/

مجالستہ النبیؐ

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باہوؒ کی تصنیف لطیف سے ہے جس کا نہایت سلیس اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس میں بھی حضرت نے نہایت عمدگی سے بعض مسائل تصوف کو نہایت خوبی سے بیان فرما کر طالبان خدا اور عاشقان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ قیمت ۲/

گنج الاسرار

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باہوؒ کی تصنیف سے تصوف بے مثل رسالہ ہے جس کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ کیا گیا ہے قیمت ۲/

حجت الاسرار

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باہوؒ کی تصنیف میں سے ہے اور طالبان مولےٰ کی خاطر اس کا بھی فارسی سے اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۳/

کلید التوحید

یہ سراپا برکت حضرت سلطان باہوؒ کی تصنیف میں سے ہے مصنف علیہ الرحمتہ نے اس رسالہ کی نسبت دیباچہ میں لکھا ہے۔ کہ یہ گنجینہ اسرار الٰہی بحکم خدا (الہام) اور منظوری جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام کلید التوحید رکھا گیا ہے۔ قیمت ۲/

فالوذہ بہشتی مصنفہ حضرت زبدۃ العارفین خواجہ عبد اللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ شاہجہان پوری قیمت ۴/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین کتاب جواہر فریدی

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱	تذکرہ فریدیہ	۱
۲	جواہر فریدی	۱
۳	قطعہ حضرت ابوترات	۱
۴	باب اول - حسب و نسب و حلیہ ازواج مطہرات و اولاد وفات حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ذکر خلفائے راشدین	۳
۵	باب دوم - حالات خاندان چشت اہل بہشت و ذکر حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۴
۶	باب سوم - بیان حسب و نسب ازواج مطہرات و تاریخ وفات حضرت قطب العالم سراج المحققین برہان العاشقین حضرت شیخ زین چشتی بہدالوی معہ تعداد اولاد	۵
۷	باب چہارم - تذکرہ عرس حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و بعضے پیغمبران علیہم السلام و حضرات خلفائے راشدین و بعضے مشائخ خاندان وغیرہ	۶
۸	باب پنجم - بیان اولاد حضرت شیخ سعد حاجی چچازاد برادر حضرت فریدالدین گنجشکر قدس سرہ	۷
	باب ۱	
۹	فصل اول - در نسب حضور سرور کائنات خلاصۂ موجودات حضرت احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم	۷
۱۰	ذکر والدہ ماجدہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	۹
۱۱	ذکر در بیان اوصاف و شمائل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم	۱۰

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۲	ذکر دربیان عبادت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم	۲۲
۱۳	عیادت مریضاں	۳۵
۱۴	ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور سری کا۔ اور ہر ایک کا مشرح حال	۳۹
۱۵	ذکر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی سریوں کا	۵۶
۱۶	ذکر اولاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵۷
۱۷	بیان ذکر کیفیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و بعض بیان غرائب جو بوقت ولادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعہ ہوئے۔	۶۷
۱۸	ذکر بعضے حوادثات کا کہ ولادت کی رات واقع ہوئے	۷۳
۱۹	ذکر وقائع سنہ ۱۱ ہجرت سے اور ذکر بیماری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اور جو اُس سے تعلق ہے۔	۷۶
۲۰	ذکر عادات سید السادات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے	۹۱
۲۱	فصل دوم۔ حسب ونسب وحلیہ وازواج اور اولاد اور مدت خلافت اور ولادت اور وفات حضرت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۰۳
۲۲	ذکر بعض آیات قرآنی کا کہ درشان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نازل ہوئیں	۱۰۳
۲۳	ذکر بعض احادیث کا کہ شان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وارد ہوئیں	۱۰۳
۲۴	ذکر حلیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ	۱۰۵
۲۵	ذکر ماکول وملبوس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۰۵
۲۶	ذکر اولاد وازواج اور احفاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ	۱۰۶
۲۷	ذکر مدت خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۷
۲۸	ذکر تاریخ پیدائش اور وفات اور سبب موت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۰۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۹	فصل سوم - در ذکر حسب و نسب اور حلیہ اور ازواج مطہرات اور مدت خلافت اور ولادت اور وفات حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	۱۱۰
۳۰	ذکر بعض آیات قرآن کی - کہ شان میں حضرت عمر فاروق رضؓ کے نازل ہوئیں	۱۱۱
۳۱	ذکر بعض احادیث و آثار کہ فضیلت اور شرف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وارد ہوئیں	۱۱۳
۳۲	ذکر شدت عیش و قلت	۱۱۷
۳۳	ذکر حلیہ فاروق رضی اللہ عنہ	۱۱۸
۳۴	ذکر تعداد ازواج اور کنیزکوں اور اولاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی	۱۱۸
۳۵	ذکر بعض احوال حضرت عبداللہ بن حضرت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۱۱۹
۳۶	ذکر مدت خلافت اور فتوح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۱۱۹
۳۷	ذکر ولادت اور تاریخ وفات اور بیان سن و تقرر دربان اور کاتب اور اعمال اس صاحب کمال کے	۱۲۰
۳۸	ذکر بعض احوال زائدہ جو آپ کی کنیزک تھی	۱۲۱
۳۹	فصل چہارم - در بیان حسب و نسب ازواج اور اولاد اور ولادت و وفات امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۱۲۲
۴۰	ذکر آیات قرآن کا جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں ہیں	۱۲۲
۴۱	ذکر احادیث جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں	۱۲۴
۴۲	ذکر حلیہ اور لباس کا	۱۲۷
۴۳	ذکر تعداد ازواج و اولاد کا	۱۲۸
۴۴	ذکر مدت خلافت اور ذکر قضیوں اور حوادث کا	۱۲۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۵	ذکر وفات امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	۱۳۰
۴۶	فصل پنجم۔ بیان نسب ورحسب ورحلیہ ازواج اوراولاد اور مدت خلافت اور ولادت اور وفات امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ	۱۳۶
۴۷	ذکر ان آیات کا جو شان میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہٗ کے ہیں	۱۳۶
۴۸	ذکر بعض احادیث کا کہ شان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وارد ہوئیں	۱۳۶
۴۹	ذکر اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ	۱۳۸
۵۰	ذکر بعض مشاہیر کا	۱۳۸
۵۱	ذکر اولاد حضرت امام حسن علیہ السلام	۱۳۹
۵۲	ذکر اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام	۱۳۹
۵۳	بیان اولاد امام زین العابدین رض	۱۳۹
۵۴	اولاد امام محمد باقر رض	۱۳۹
۵۵	اولاد امام جعفر صادق رض	۱۳۹
۵۶	اولاد امام موسیٰ کاظم رض	۱۴۰
۵۷	اولاد محمد تقی رض	۱۴۰
۵۸	اولاد محمد عسکری رض	۱۴۰
۵۹	چہاردہ معصوم کا بیان	۱۴۰
۶۰	نسب گرامی حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ	۱۴۱
۶۱	سلسلہ نسب حضرت قطب المحقق معین الدین محمد قدس اللہ سرہٗ العزیز	۱۴۲
۶۲	ذکر خلافت اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ	۱۴۳
۶۳	بیان ولادت ووفات	۱۴۳

صفحہ	مضمون	نمبرشمار
۱۴۹	فصل ششم۔ نسب وحسب اور اولاد اور تاریخ وفات حضرت امام اعظم صوفی ابوحنیفہ کوفی نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اور ان کے دو صاحبوں امام محمد اور امام یوسف رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک بن انس اور حضرت امام حنبل رضی اللہ عنہا کے بیان میں	۶۴
۱۵۰	ذکر نسب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۶۵
۱۵۰	ذکر حسب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۶۶
۱۵۵	ذکر اولاد آنحضرت رضی اللہ عنہ	۶۷
۱۵۷	وفات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۶۸
۱۵۸	ذکر نسب اور وفات امام محمدؒ	۶۹
۱۵۸	ذکر نسب امام ابویوسفؒ	۷۰
۱۵۸	ذکر نسب اور تاریخ وفات حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱
۱۵۸	ذکر نسب اور وفات حضرت امام مالک	۷۲
	باب ۲	
۱۵۹	فصل اوّل۔ بیان نسب اور بعض احوال حضرت سراج المحققین حضرت خواجہ معین الملۃ والشرع والدین حسن قدس سرہٗ العزیز	۷۳
۱۶۸	ذکر حضرت شیخ مشائخ بدرالدین محمود موسوم دوزنجن ہی ..	۷۴
۱۷۰	فصل دوم۔ بیان نسب اور بعضے احوال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ	۷۵
۱۸۳	فصل سوم۔ بیان نسب قطب الاقطاب شیخ فرید الملۃ والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کا	۷۶
۱۸۳	ذکر نسب آنحضرت کا	۷۷
۱۸۴	ذکر سلسلہ عالیہ آنحضرت قدس اللہ سرہٗ العزیز	۷۸
۱۸۴	ذکر سلسلہ چشت اہل بہشت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین	۷۹
۱۸۸	وصیت	۸۰

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۸۱	عرس بزرگان عظام	۱۸۸
۸۲	ذکر نسب آنحضرت کے کرامات آنحضرت و حکایات و حالات ..	۱۸۹
۸۳	تعداد اسامی فرزندان حضرت قطب العالم گنجشکر قدس سرہٗ	۲۵۸
۸۴	ذکر ازواج آنحضرت رضی اللہ عنہ	۲۵۸
۸۵	ذکر اولاد اور احوال بعض فرزندان قطب العالم شکر گنج رحؒ	۲۶۱
۸۶	ذکر شمار خلفاء قطب العالمؒ	۲۶۲
۸۷	ذکر مناقب شیخ المشائخ برہان العاشقین مخدوم شیخ جمال الدین ہانسوی	۲۶۳
۸۸	ذکر مناقب سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الملۃ والدین احمد محمدؒ بدایونی قدس سرہٗ العزیز	۲۶۷
۸۹	ذکر مناقب شیخ المشائخ محمد اودھے چراغ دہلوی	
۹۰	ذکر ولادت اور وفات شیخ الاسلام فریدالدین گنجشکر قدس سرہٗ العزیز	۲۷۹
۹۱	فصل چہارم۔ ذکر حضرت شیخ بدرالدین سلیمان گنج شکر صاحب سجادہ قدس	۲۸۴
۹۲	ذکر آنحضرت قدس سرہٗ العزیز	۲۸۴
۹۳	ذکر اولاد بندگیحضرت علاؤالحق موج دریا	۲۸۹
۹۴	ذکر حسب صاحب سجادہ قدس سرہٗ کا	۲۸۵
۹۵	ذکر حسب اولاد اور تاریخ وفات حضرت شیخ معزالدین بن علاؤالدینؒ	۲۸۹
۹۶	ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت شیخ فضیل قدس سرہٗ	۲۹۰
۹۷	ذکر حسب اور وفات اور مدت خلافت شیخ منور قدس سرہٗ	۲۹۱
۹۸	ذکر اولاد شیخ منور کا	۲۹۱
۹۹	ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ نورالدین صاحب سجادہ قدس سرہٗ العزیز	۲۹۱
۱۰۰	ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ بہاؤالدین ہارون کا	۲۹۲
۱۰۱	ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد بندگی حضرت شیخ احمد قدس سرہٗ	۲۹۲
۱۰۲	ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ	

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	عطاؤ اللہ قدس سرہٗ	۲۹۲
۱۰۳	ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ محمد قدس سرہٗ	۲۹۳
۱۰۴	ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ ابراہیم قدس سرہٗ العزیز کا	۲۹۴
۱۰۵	ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ تاج الدین محمود قدس سرہٗ	۲۹۵
۱۰۶	اکیس نام شیخ تاج الدین محمود چشتی قدس سرہٗ کے	۲۹۷
۱۰۷	ذکر حسب اور تاریخ وفات و ولادت بندگی شیخ شیخ ابراہیمؒ ..	۲۹۸
۱۰۸	ذکر حسب بندگی حضرت شیخ محمد صاحب سجادہ	۲۹۸
۱۰۹	ذکر بعض قوم کھوکھران وغیرہ کا کہ انہوں نے حضرت گنجشکر کی اولاد کو لڑکیاں دی ہیں	۳۰۳
۱۱۰	بیان اولاد بندگی حضرت شیخ محمد عرف ممن شہید ابن شیخ بدرالدین سلیمان بندگی حضرت قطب العالم شیخ فرید الدین گنجشکر قدس سرہٗ العزیز	۳۰۵
۱۱۱	ذکر اولاد شیخ محمود ابن شیخ بدالدین سلیمان بندگی حضرت قطب العالم شیخ فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہٗ	۳۰۸
۱۱۲	ذکر اولاد بندگی حضرت شیخ مودود ابن شیخ بدرالدین سلیمان ابن حضرت گنجشکر قدس سرہٗ	۳۱۱
۱۱۳	بیان اولاد شیخ بدرالدین مہتہ بن شیخ سلیمان چشتی مذکور کا ..	۳۱۱
۱۱۴	ذکر حسب و نسب اور اولاد اور ولادت اور خلفا اور وفات بندگی حضرت قطب العالم شیخ سلیمان مشہور شیخ سلیم ابن بہاؤ الدین چشتی قدس سرہٗ	۳۱۲
۱۱۵	ذکر اولاد بی بی شربت بنت شیخ مہتہ مذکور کا	۳۲۵
۱۱۶	ذکر اولاد جانبین لدھی بنت شیخ مہتہ مسطور کا	۳۲۵
۱۱۷	ذکر اولاد بی بی فاطمہ بنت شیخ بہاؤ الدین ابن شیخ مہتہ کا	۳۲۵

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۱۸	حال والیان اور بعضے قاضیان سے کہ اس سے پہلے تبلہ حضرت قطب العالم شیخ سلیم چشتی سے نسبت کی ہے	۳۲۵
۱۱۹	ذکر اولاد شیخ احمد بن شیخ بدرالدین سلیمان بن حضرت گنجشکر	۳۲۶
۱۲۰	فصل پنجم۔ نسب اور حسب اور اولاد حضرت شیخ شہاب الدین گنج العلم ابن بندگی حضرت قطب العالم شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہما ..	۳۲۷
۱۲۱	بیان اولاد شیخ شہاب الدین گنج العلم کا	۳۲۹
۱۲۲	فصل ششم۔ بیان حسب اور نسب شیخ نظام الدین حضرت گنجشکر قدس سرہٗ کا	۳۳۱
۱۲۳	بیان اولاد شیخ نظام الدین قدس سرہٗ کی	۳۳۲
۱۲۴	فصل ہفتم۔ بیان حسب اور نسب بندگیحضرت شیخ یعقوب بن شیخ فریدالدین قدس سرہٗ	۳۳۲
۱۲۵	ذکر بیان اولاد شیخ یعقوب کی	۳۳۴
۱۲۶	فصل ہشتم۔ بیان احوال شیخ عبداللہ بن گنجشکر کا	۳۳۴
۱۲۷	فصل نہم۔ بیان اولاد و دختران حضرت گنجشکر قدس سرہٗ العزیز کا ..	۳۳۶
۱۲۸	فصل دہم۔ بیان نسب و حسب اور اولاد اور وفات بندگی حضرت سید السادات منبع البرکات آل طٰہٰ و یٰسین بن سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۳۳۸
۱۲۹	ذکر بیان حسب آنحضرت کا	۳۳۸
۱۳۰	ذکر اولاد قطب الاقطاب مولانا بدرالدین اسحاق کا	۳۴۴
۱۳۱	دوسری بی بی شریفہ	۳۴۵
۱۳۲	تیسری بی بی مستورہ	۳۴۵
۱۳۳	فصل یازدہم۔ بیان اولاد شیخ نصر اللہ متبنہ کا	۳۴۶
۱۳۴	فصل دوازدہم۔ بیان حسب و نسب اور وفات حضرت قطب العالم شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ	۳۴۷
۱۳۵	بیان اولاد شیخ نجیب الدین متوکل برادر حقیقی گنجشکر ابن شیخ سلیمان ابن شیخ شعیب فاروقی کا	۳۴۹

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۳۶	ذکر چراغیوں اور چار دب کشوں وغیرہ حضرت قطب عالم شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کا	۳۵۰
	باب ۳	
۱۳۷	فصل اول ـ بیان حسب اور نسب اور ازدواج اور تاریخ وفات حضرت قطب عالم سراج المتقین شیخ زین چشتی بہدالوی ـ قدس اللہ سرہٗ کا	۳۵۲
۱۳۸	ذکر حسب آنحضرت کا	۳۵۲
۱۳۹	ذکر اولاد اور ازدواج آنحضرت کا	۳۵۲
۱۴۰	ذکر تاریخ وفات آنحضرت کا	۳۵۴
۱۴۱	فصل دوم ـ بیان اولاد بندگی حضرت شیخ جہان شاہ ابن مخدوم شیخ زین قدس سرہٗ	۳۵۵
۱۴۲	ذکر حسب اور نسب اور اولاد ملک العلماء شیخ ابو الخیر ابن شیخ حسام الدین ابن شیخ جہان شاہ ابن مخدوم شیخ زین قدس سرہٗ	۳۶۰
۱۴۳	ذکر اولاد ابو الخیر کا	۳۶۱
۱۴۴	ذکر اولاد شیخ بدر الدین ابن جہان شاہ مرقوم کا	۳۶۴
۱۴۵	ذکر اولاد شیخ محمد ابن شیخ جہان شاہ مسطور کا	۳۶۵
۱۴۶	فصل سوم ـ بیان اولاد شیخ سلطان شاہ ابن حضرت شیخ زین قدس سرہٗ مرقوم کا	۳۶۷
۱۴۷	فصل چہارم ـ بیان اولاد شیخ برہان الدین بن شیخ زین العابدین قدس سرہ مرقوم کا	۳۷۰
۱۴۸	فصل پنجم ـ بیان اولاد شیخ معز الدین بن شیخ زین العابدین قدس سرہ مرقوم کا	۳۷۲
۱۴۹	فصل ششم ـ بیان اولاد شیخ تاج الدین بن حضرت شیخ زین العابدین مذکور قدس سرہ العزیز کا	۳۷۳

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
	باب ۴	
۱۵۰	فصل اول۔ بیان تذکرہ عرسوں کا	۳۷۴
۱۵۱	اجازت واسطے کرنے اعراس کے پائی	۳۷۹
۱۵۲	فصل دوم۔ بیان انتساب والا کاتب الحروف کا سلسلہ علیہ چشتیہ اہل بہشت سے	۳۸۰
۱۵۳	سلسلہ والد بزرگوار ابا کی طرف سے	۳۸۱
۱۵۴	نسبت بسلسلہ قادریہ از جہت مرشد	۳۸۲
۱۵۵	ذکر اثبات ونفی	۳۸۳
۱۵۶	نسبت بسلسلہ شطاریہ و اجازت نامہ سلسلہ مدار شاہ بدیع الدین قدس اللہ سرہ العزیز	۳۸۳
۱۵۷	اجازت نامہ سلسلہ شاہ مدار	۳۸۴
	باب ۵	
۱۵۸	فصل اول۔ بیان اولاد شیخ سعد حاجی کا	۳۸۴
۱۵۹	فصل دوم۔ بیان حسب و بعض اولاد و نسب شیخ عبداللہ انصاری المعروف شیخ الاسلام کا	۳۸۶
	ذکر بعض اولاد آنحضرت کا	۳۹۰
	فصل سوم۔ بعض قوموں کے بیان میں کہ قطب العالم شیخ فرید سے پہلے پاک پٹن میں رہتی تھیں	۳۹۳

تمام شد

ناظرین انکیں بعد ملاحظہ فہرست ہذا اپنے احباب کو ضرور دکھائیں

اللہ والے کی قومی دکان

نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	قانون توحید	۲ر
۲	قانون عشق حصہ اول	۴ر
۳	" " دوم	۸ر
۴	" معرفت	۴ر
۵	" سلوک	۵ر
۶	مخزن صوفی لکچر	۵ر
۷	لکچر امام غزالی	۸ر
۸	پوتھی [illegible] الا اللہ	۱ر
۹	تحفۃ المشتقین معہ تحفۃ العارفین	عہ
۱۰	مکمل مجموعہ ابیات علی حیدر رح	۵ر
۱۱	کلید التوحید	۲ر
۱۲	گنج الاسرار	۳ر
۱۳	مقاصد السالکین	عہ
۱۴	عین الفقر کلاں	عہ
۱۵	تحفہ قادریہ	۸ر
۱۶	حجت الاسرار	۳ر
۱۷	مجالستہ النبی	۲ر
۱۸	حیات جاودانی	[illegible]
۱۹	اسرار الطریقت	۴ر
۲۰	جذب الاصفیا اللہ فضائل المصطفےٰ	۶ر
۲۱	مرأۃ العارفین	۴ر
۲۲	قول المقبول فی علم غیب الرسول	۶ر
۲۳	اثبات تصور شیخ	۲ر
۲۴	چہل حدیث کلاں	عہ

نمبر	نام کتاب	قیمت
۲۵	ہشت شرائط	۲ر
۲۶	مکتوبات حضرت علی ہمدانی	۶ر
۲۷	مفتاح اللطائف رسالہ نقشبندیہ	۴ر
۲۸	مجمع الاسرار	۱۰ر
۲۹	تحفۃ القلوب و ہدیۃ الارواح	عہ
۳۰	نفحات الانس جامی رح	[illegible]
۳۱	جواہر فریدی	۴ر
۳۲	دریائے حقیقت اشم شاہ	۳ر
۳۳	مونس الارواح	۴ر
۳۴	انیس الارواح	۴ر
۳۵	مجموعہ دل لگت چشت اہل بہشت	۸ر
۳۶	شمس العارفین	۱۲ر
۳۷	فالودہ بہشتی	۴ر
۳۸	کلید دانش	۳ر
۳۹	سراج العارفین	۴ر
۴۰	آداب الطالبین	۳ر
۴۱	انتباہ المریدین	۲ر
۴۲	مجالس الحسنہ	۳ر
۴۳	خیالات العشاق	۶ر
۴۴	محک الفقر کلاں	[illegible]
۴۵	زبدۃ المقامات	[illegible]
۴۶	ہدایت الطالبین	۳ر
۴۷	سنگ سلوک	عہ

نمبر	نام کتاب
۴۸	چہل مکتوب حضرت عثمان جالندھری
۴۹	حسنات العارفین
۵۰	فوائد السالکین
۵۱	سوانح عمری منصور بن حلاج
۵۲	انیس الطالبین
۵۳	رفیق السالکین
۵۴	سوانح عمری میاں وڈا صاحب رح
۵۵	گلدستہ باغ ارم
۵۶	مونس جان
۵۷	زعفران زار
۵۸	عقائد انوار
۵۹	اربعین انوار
۶۰	سر العارفین
۶۱	امداد المشتقین
۶۲	مقصد الاقصےٰ
۶۳	فلامۃ العارفین
۶۴	مکمل سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت
۶۵	شرح مناجات جامی رح
۶۶	محب الاسرار
۶۷	کشف الاسرار
۶۸	محکم الفقراء
۶۹	نور الہدےٰ
۷۰	دیوان حضرت باہو فارسی

کتب ملنے کا پتہ: اللہ والے کی قومی دکان مالک پسران ملک چنن دین ملک فضل الدین مالک رسالہ اسرار تصوف بازار کشمیری کوچہ بنیاں لاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۂ فریدیہ

مختصر حال برکت اشتمال حریق المحبت برہان العاشقین حضرت خواجہ فرید الحق والملۃ والدین مسعود گنجشکر اجودھنی قدس سرہ العزیز

نام نامی اسم گرامی آپ کا مسعود بن سلیمان ہے۔ آپ قوم سے شیخ فاروقی یعنی خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں کہ سلسلہ نسبی آپ کا سترہ واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور حضرت کی والدہ کا نام بی بی قرسم خاتون بنت مولانا وجیہ الدین خجندی ہے۔ آپ اعظم النساء عارفات سے گذری ہیں۔ ذکر خیر آپ کا اکثر کتب سیر میں بشرح و بسط ہے۔

لقب شریف آپ کا فرید الدین گنجشکر اور حریق المحبت ہے کہ آتش عشق و محبت الٰہی نے آپ کے وجود میں بجز اپنی ذات کے اور کچھ نہ چھوڑا تھا۔

دوسری وجہ فرید الدین لقب آپ کو عطا فرمودہ حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مؤلف تذکرۃ الاولیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لقب آپ کو پردۂ غیب سے حاصل ہوا تھا۔ اور لقب گنجشکر سے ملقب ہونے کی تین وجہ کتب سیر میں مرقوم ہیں۔

اول یہ کہ ایک مرتبہ آپ نے دہلی میں روزہ طی رکھا تھا بعد وقت مقررہ افطار کیا۔ الا کوئی شے ایسی اس وقت آپ کو دستیاب نہیں ہوئی کہ جو باعث تسکین جوع ہوتی لاچار بعد از نصف شب آپ نے غایت گرسنگی سے ہاتھ زمین پر مارا چند سنگریزے اس وقت ہاتھ میں آئے۔ آپ نے ان کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا کہ وہ پتھر کے ٹکڑے آپ کے منہ میں شکر ہو گئے۔ جب یہ خبر آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرید گنجشکر ہے۔

دوم یہ کہ ایک دفعہ آپ خدمت مبارک حضرت خواجہ شہید المحبت قدس سرہ العزیز میں حاضر ہونے کے واسطے جانب اجودھن سے روانہ ہوئے۔ تو راہ میں کسی مقام تک آپ کو کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ ایک روز نہایت ضعیف و گرسنگی سے آپ زمین پر گر پڑے اور جو خاک آپ کے منہ میں پہنچی وہ شکر ہو گئی۔ اور جب یہ خبر سمع مبارک حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچی آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرید الدین گنجشکر ہے۔

سوم یہ کہ ایک روز آپ برسرِراہ تشریف فرما تھے کہ ایک بنجارہ آپکے سامنے سے گذرا جسکے بوروں میں شکر لدی ہوئی تھی۔ آپنے اُس سے دریافت کیا کہ ان بوروں میں کیا ہے؟ اُس نے ازراہِ تمسخر جواب دیا کہ نمک ہے۔ آپ نے فرمایا خیر نمک ہی ہوگا۔ وہ شکر سب اُسی وقت نمک ہوگئی۔ جب منزل مقصود پہنچکر اُس نے بار کشادہ کیئے تو بجائے شکر کے نمک پایا۔ وہ روتا ہوا حضور میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا، غلام سے خطا ہوئی جو شکر کو نمک تبلایا۔ کہ انفاس نفیسہ حضور سے نمک ہوگیا۔ دراصل وہ شکر تھی آپنے فرمایا۔ کہ جا بابا وہ شکر تھی۔ تو شکر ہوگئی جب اُس بنجارہ نے آکر دیکھا۔ تو وہ نمک سب شکر تھی، بیرم خاں خانخاناں مرحوم نے اس تلازمہ میں کیا خوب کہا ہے ؎

کان نمک وجہان شکر شیخ بحر و بر　　　آں کز نمک شکر کند واز نمک شکر

ولِلّٰہ دُرّ قال فی توصیفہ ؎

کان نمک و گنج شکر شیخ فرید　　　کز گنج شکر کان نمک کرد پدید
در کان نمک کرد نظر گشت شکر　　　شیریں تر ازیں کرامتے کس نشنید

ولادت باسعادت آپ کی قصبہ کھوتی وال میں کہ آج کل اسکو شلوکھ کی چاولی کہتے ہیں کہ جو درمیان پاکپٹن و تہاران شریف ضلع ملتان میں واقع ہے۔ آپنے قبل از ارادت ربع مسکون کی سیر فرمائی۔ اور ہر شہر و دیار کے اولیا اللہ سے فیض صحبت پایا چنانچہ یہ امر آپکے ملفوظات سے ظاہر ہے۔ اور جب دہلی میں پہنچے۔ اور آوازہ عظمت و جلال حضرت خواجہ شہید المحبت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی اوشی رضی اللہ عنہ کا سُنا۔ تو آپ حاضر ہوکر مجلس اول ہی میں فرطِ عظمت و کشش شیخ سے مرید ہوئے۔ خواجہ حریق المحبت خود ہی اعتراف فرماتے ہیں کہ میں نے سیر ربع مسکون کی کی اور ہزار ہا اولیاء اللہ دیکھے اور اُن سے شرف فیض پایا۔ مگر جو عظمت و جلال میری نظر نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ کا دیکھا۔ وہ کسی کا نہ دیکھا۔ میں اُنکا مرید ہوا۔ میرے شیخ نے بعنایت دریچہ دروازہ عطائے کرم کا کھولدیا۔ اور مجھے لا مال کر دیا۔ اور فرمایا کہ اے فرید بعد کامل ہونے کے میرے پاس آ لیے،

انتہٰے کلامہ ✦

اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ تحصیل علم میں جب بمقام ملتان مشرف تھے اور ایک نیک رنگ صاحب درس دینی تعلیم دینے والے) سے کتاب نافعہ جو فقہ کی مشہور کتاب ہے پڑھتے تھے۔ کہ ان ہی ایام میں حضرت خواجہ شہید المحبت بمقام اوش سے ملتان تشریف لائے۔ جب آپ کی نظر آپ پر پڑی تو کشف وقائع آئندہ سے حال آپکا معلوم کیا اور نزدیک بلا کر فرمایا کہ اے صاحب کیا پڑھتے ہو۔ آپنے عرض کی کہ کتاب نافعہ پڑھتا ہوں۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ نافعہ سے کچھ نفع پہنچنے کی اُمید ہے؟ آپ نے گذارش کی نافعہ سے خیر، اگر مجھ کو نگاہ کرم حضور سے فائدہ پہنچنے کی زیادہ تر اُمید ہے۔ یہ کہکر قدوم مبارک حضرت خواجہ شہید المحبت رضی اللہ عنہ میں گر پڑے اور معتقد ہوئے اور تعلیم چھوڑ کر ہمراہی حضرت خواجہ شہید المحبت نور اللہ مرقدہ دہلی تشریف لائے اور رشتہ مریدان میں منسلک ہوکر خرقہ

خلافت سے مستفیض ہوئے ۔

کتب سیر میں لکھا ہے کہ وقت بیعت آپ کی عمر پندرہ یا سولہ سال کی تھی اور بعد بیعت آپ اسّی برس تک زندہ رہے چنانچہ عمر شریف آپ کی پچانوے یا چھیانوے سال کی ہوئی ۔

آپ کو فقر و فاقہ و ستر حال نہایت محبوب و مرغوب تھا جب کسی مقام پر آپ تشریف لیجاتے وہاں کے باشندے انوار الٰہی کو جو آپ کے رخ انور میں تاباں تھے، دیکھ کر فوراً حاضر خدمت ہوتے یہ امر آپ کو ناگوار ہوتا تھا۔ آپ اُن سے کنارہ کش ہو کر دوسری جگہ تشریف لیجاتے جب وہاں بھی ایسا معاملہ پیش آتا تو کسی اور جگہ تشریف لیجاتے۔ شدہ شدہ اجودھن میں پہنچے کہ باشندے وہاں کے منکر درویشاں نہایت بدمزاج اور سخت گیر تھے کسی نے آپ کے پہنچنے پر التفات تک نہ کیا اور نہ خاطر و مدارات سے پیش آئے بلکہ برا بھلا کہنا شروع کیا جب آپ نے یہ معاملہ دیکھا بہت خوش ہو کر اپنے نفس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرید یہ تیرے رہنے کی جگہ ہے اور ساکنان اجودھن نے اپنی جبلی عادت کی وجہ سے آپ کو شہر میں بھی رہنے نہ دیا پس آپ شہر کے باہر ایک گھنا وار کیکر درخت کے سایہ میں مقیم ہوئے اور یاد خدا میں مشغول ہوئے ۔

اکثر وقت اپنا مسجد جامع میں آپ بسر فرماتے تھے۔ وہیں آپ کے اولاد ہوئی۔ آپ فاقہ پر فاقہ کرنے اور شدت سے سختی و محنت کی تکلیف اٹھاتے اور وہیں نشو و نما پاتے ۔

چونکہ آپ کی ذات روشن برہان قدسی تھے پوشیدہ طور پر رہنا نہ ملا شہرت آپ کی نزدیک و دور پہنچی اور ہر اطراف و جوانب سے مشائخ اور ائمۂ دین آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور بالآخر اس شہرت نے یہاں تک کثرت پکڑی کہ آمد و رفت و بود و باش صلحاء سے اجودھن کا نام تبدیل ہو کر پاکپٹن ہو گیا ۔

آپ نے بمتابعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار شادیاں کیں اور پانچ فرزند نرینہ اور تین لڑکیاں آپ سے باقی رہیں پوتوں اور نواسوں کا کوئی شمار نہ تھا ۔

آپ کے ذکر اور خوارق عادات سے جملہ کتب سیر معمور ہیں۔ باقی حالات آپ کے اس ترجمہ کتاب جواہر فریدی مصنفہ و مترجمہ مولوی محمد علی اصغر صاحب ابن مخدوم شیخ مودود ابن مخدوم شیخ محمد قریشی چشتی بدلوی ثم فتحپوری از اولاد بندگی حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رضی اللہ عنہ مؤلفہ حضرت مصنف مرحوم قدس سرہ العزیز کو دیکھنا چاہیے ۔

اس نایاب کتاب کا اردو ترجمہ بصرف زر کثیر ملک فضل الدین و ملک چنن الدین و ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی کوچہ ککے زئیاں و بازار کشمیری لاہور نے کرا کر نہایت خوشخط اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر کافہ اسلام کے لئے عموماً اور صوفیائے کرام و درویشان باصفا کے لئے خصوصاً طبع کرا کر شائع

کیا ؛

حضرت باباصاحب علیہ الرحمۃ کی کرامت کی بابت کتب سیر میں لکھا ہے کہ آپ کی ادنےٰ کرامت یہ تھی کہ آپ نے دروازۂ رحمت و بخشائش الٰہی ہر کس و ناکس کے واسطے کھولدیا تھا۔ کیسا ہی خاطی و مذنب اور فاسق و فاجر آپکے حضور میں حاضر ہوتا تھا۔ آپ اس کو شرف بیعت سے مشرف فرما کر مقامات اعلےٰ پر آن واحد میں پہنچا دیتے تھے ؛

آپ کے خلفا کی تعداد پچاس ہزار تین سو بیالیس ہے۔ مریدوں کا اندازہ اس تعداد خلفا سے کرلیا جائے۔ واللہ اعلم کس قدر ہونگے ؛

وفات شریف آپ کی عہد سلطان غیاث الدین بلبن انار اللہ برہانہ میں بروز سہ شنبہ پنجم محرم الحرام ۶۶۶ھ ہجری کو واقع ہوئی۔ مزار مبارک آپ کا پاکپٹن میں زیارت گاہ خلق ہے ؛

التماس مترجم

واضح ہو کہ ہم نے یہ مختصر حالات آپ کے کتب سیر و جواہر فریدی وغیرہ سے منتخب کر کے بطور مقدمہ کے شروع ترجمہ کتاب میں حسب عادت اپنی لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ ناظرین کتاب کو اس امر کی واقفیت ہو جائے کہ یہ کتاب کس بیان اور کن بزرگ کے حالات میں ہے اور مجملاً کچھ حال کتاب بھی معلوم ہو جائیں ؛

خدا کا شکر ہے کہ میں اس ارادہ میں کامیاب ہوا اور باباصاحب کے کچھ مختصر حالات لکھ کر اس مقدمہ کو ختم کیا ؛

دعا ہے کہ

خدائے تعالےٰ مجھ کو اور میرے مکرم مخدوم ملک فضل الدین و ملک جنن الدین و ملک تاج الدین اور ناظرین کتاب کو اس کی جزائے خیر دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ؛

اردو ترجمہ کتاب

جواہر فریدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ کی حمد اور انسان ضعیف البیان کا مُنہ بقول چھوٹا مُنہ اور بڑی بات ہے۔ ہاں وہ حمد جو خدا کی بارگاہ کی نسبت رکھنے والے نہایت فصیح زبان و اچھی گفتگو سے بیان کرتے ہیں ایسے بادشاہ کے واسطے زیبا ہے۔ کہ تمام کائنات کے ذرے جس کی نسبت بہ نسبت اپنی عبودیت کے اُس کی توحید میں زبان کھولے ہوئے ہیں۔ رُباعی

ذرات کائنات زباں برکشادہ ام	اندر ادائے نکتہ توحید یک بیک
برذات بر صفات تو دارد دلالتے	آیات کن فکان ز ماہی تا سمک

اور تحیات زاکیات و نامیات کا تحفہ اور درود شریف کا ہدیہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرِ انور پر پہنچے بحکم فرمانِ واجب الاذعان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو شخص میرے راستہ پر چلا وہ میری اولاد سے ہے۔ اور جس شخص نے کہ اس نسبت باطنی سے عزت پائی۔ اس کے سر پر تاج کرامت رکھا گیا۔ اور سندِ نجات گویا اُس کو مل گئی ہے

نمودم کاز ازل تا ابد ہرچہ ہست	بآرایش نام او ہرچہ ہست
محمد عربی کابروی ہر دو سراست	کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او
نماند بعصیاں کسے در گرو	کہ دارد چنیں سیدے پیش رو
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا	علیک الصلوٰۃ اے نبی الورا
درود ملک بر روان تو باد	بر اصحاب و بر پیروان تو باد
نخستیں ابوبکر پیر مرید	عمر پنجہ بر پیچ دیو مرید
خردمند عثمان شب زندہ دار	چہارم علی شاہ دُلدُل سوار

قطعہ حضرت ابوتراب

نہ در خلافت بوبکر دم زنم بخلاف	نہ در امارت فاروقیم مجالِ نفاق

نہ در نشستن عثمان چو رافضی بدگو | نہ در خلافت حیدر چو خارجی احمق
سر روافض خواہم شگاف ہمچو انار | دل خوارج ملعون کفیدہ چوں جوزق
خدایا بحق بنی فاطمہ | کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول | من و دست و دامان آل رسول

اور آپ کی اولاد عظام اور اصحاب کرام پر درود نازل ہو کہ جن کی شان میں اکرموا اولادی الصالحین للہ والطالحین لی ہے یعنی میری اولاد کی تعظیم اور تکریم کرو۔ اور اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم مبنی یعنے میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے جس کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے پس واضح ہو کہ یہ امر اس بات کی خبر دیتا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سردار تمام نوع بشر ہیں۔ اور تمامی انبیاء و مرسلین میں معظم و مکرم ہیں۔ خداوند نے آپ کے دین کی تعریف فرمائی ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام یعنے خدا کے نزدیک فقط اسلام ہی دین ہے۔ پس جو لوگ اس سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں ان پر اور ازواج مطہرات یعنے امہات المومنین کہ جن کی شان میں خداوند عالم نے لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ فرمایا ہے۔ پس یہ امر ان کی خلوص نیت اور صفائی قلب پر دلالت کرتا ہے پس ان سب پر خدا کی رحمت نازل ہو۔ پس حمد و ثنا کے بعد فقیر حقیر علی اصغر ابن شیخ مودود ابن شیخ چشتی ابن عبد الجلیل بہرادوی ثم فتحپوری عرض کرتا ہے۔ کہ موافق حکم حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم الجمد خیر نبوی النجم صیفوان یعنے عجمیوں نے اپنے نسبوں کو خراب کر ڈالا ہے۔ آدمیوں میں نسبت قرابت کے باب میں بے پرواہی بہت تھی۔ بالخصوص حضرت قطب العالم حضرت فریدالدین گنجشکر رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں کہ آپ کو کثرت اولاد کی وجہ سے لوگ آدم ثانی کہتے تھے۔ بدیں وجہ بعض آدمیوں نے اپنے آپ کو آپ کی اولاد کے سلسلہ میں شامل کر لیا ہے۔ اور حضور کے سلسلہ عالیہ میں منتظم ہو گئے ہیں۔ لہذا میں نے نسب نامہ بموجب حکم حق کے انا خلقنکم من نفس واحدۃ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا یعنی ہم نے تم کو ایک ذات سے پیدا کیا۔ پس ہم نے تم کو قبیلہ قبیلہ و شاخ در شاخ متفرق طور پر کر دیا۔ تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ جنس مراتب کی حفاظت کے واسطے نسب سے۔ پس اصول اور فروع کے طبقات آنحضرت کے ابتدا سے اس وقت تک بہ طاقت بشری کے موافق جو کچھ ملفوظات وغیرہ کی کتابوں سے یا حضرت گنجشکر کی زبان سے جو کچھ ملا بمعرفت حضرت شیخ محمد ولد دیوان شیخ ابراہیم ولد دیوان شیخ فیض الدین حسینی اور حضرت دیوان تاج الدین محمود صاحب سجادہ قدس سرہ العزیز جو کہ حضرت بابا فریدالدین گنجشکر رضی اللہ عنہ کے سجادہ نشین ہیں۔ اور اپنے بزرگوں کی زبان سے سنا۔ اس

کو میں نے سب لکھدیا۔ اور آپ کے خلفا کا ذکر اور ان کا تھوڑا سا حال جہاں تک مجھے مل سکا جمع کر دیا۔ اور شیخ زین الدین چشتی بدالوی کی اولاد اجداد کا ذکر کہ وہ بھی بابا صاحب گنجشکر سے ہیں اور نیز سب عرسوں کا ذکر اور کاتب الحروف کے والد کی نسبت کا بیان بزرگوں کے سلسلہ کے موافق اور شیخ محمد سعد حاجی کی اولاد کا بیان کہ جو بابا فرید الدین گنجشکر کے چچا کے بیٹے ہیں لکھا گیا اور حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری المعروف بہ شیخ الاسلام قدس سرہٗ العزیز کی تھوڑی سی اولاد کا بیان اور ان قوموں کا بیان جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے پہلے پاکپٹن شریف میں رہتے تھے لکھا ہے تاکہ آپ کی اولاد سے ہر شخص اپنی نسبت کا پیوند لگا کر غلطی میں مبتلا نہ ہو۔ اور اپنے اور بیگانے کا ادراک کر سکے۔ چونکہ یہ سلسلہ کبریٰ بطور فرع کے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصل شجرہ طیبہ سے پھیلا ہے اس وجہ سے اس فقیر مؤلف اوراق ہذا نے اپنے اوپر لازم کر لیا۔ کہ بطور تبرک اور نزول رحمت کے واسطے بدیں وجہ کہ نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ تھوڑا ذکر حسب نسب اور ازواج مطہرات کا حلیہ اور اولاد اور ولادت اور وفات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ذکر خلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور ذکر بعضے تابعین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتنا کہ جتنا اس کتاب میں ذکر مبارک سما سکے۔ کتب معتبرہ مثل کتب سیر اور ملفوظ وغیرہ مثل روضۃ الاحباب اور روضۃ الشہداء و تذکرۃ الاولیاء و نفحات الانس و راحت القلوب و خیر المجالس و سراج الہدایت و اسرار الاولیاء و سیر الاولیاء و سیر العارفین و اسرار السالکین و جواہر سالکین و جامع العلوم و جواہر گنج و فوائد السالکین و گلشن اولیاء وغیرہ سے اس کتاب میں جمع کیا۔ اور نام اس کتاب کا جواہر فریدی رکھا۔ اب خدا کی توفیق سے اور اس کتاب جواہر فریدی کے دیکھنے والے اور پڑھنے والے سے مجھے یہ امید ہے کہ اگر مجھ سے اس کتاب کی تحریر میں کہیں کوئی خطا ہو گئی تو اس پر معافی کا دامن ڈال کر دعائے خیر سے یاد کریں ❊

پس اب جاننا چاہیئے۔ کہ یہ کتاب ماہ ربیع الاول کی تیرہ۱۳ تاریخ ۱۰۳۳ھ میں بادشاہ نور الدین محمد جہانگیر کے زمانہ میں تمام ہوئی۔ اور اس کتاب میں پانچ باب ہیں ❊

باب ۱

اس میں نسب و حسب و حلیہ و ازواج مطہرات و اولاد و ولادت و وفات حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ذکر خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہے اور اس باب میں چھ فصلیں ہیں ❊

فصل ۱ میں بیان نسب و حسب و حلیہ و ازواج مطہرات و اولاد امجاد و ولادت

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم +

فصل ۲ میں بیان حسب و نسب و حلیہ و ازواج مطہرات و اولاد و ولادت و وفات و مدت خلافت حضرت امیر المومنین امام المسلمین حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالےٰ عنہ +

فصل ۳ میں بیان حسب و نسب و حلیہ و ازواج مطہرات و اولاد و ولادت و وفات و مدت خلافت حضرت امیر المومنین امام المسلمین حضرت عمر ابن الخطاب خلیفہ دوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ +

فصل ۴ میں بیان حسب و نسب و حلیہ و ازواج مطہرات و ولادت و وفات و مدت خلافت حضرت عثمان خلیفہ سوم رسول اللہ صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ +

فصل ۵ میں بیان حسب و نسب و حلیہ و ازواج مطہرات و اولاد و ولادت و وفات و مدت خلافت امیر المومنین امام الاجمعین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب خلیفہ چہارم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالےٰ عنہ و نیز ذکر حضرات حسنین علیہم السلام و ذکر ولادت و شہادت و ذکر اولاد رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین +

فصل ۶ میں بیان حسب و نسب و اولاد و تاریخ وفات حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی بن ثابت بن نعمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو یوسف قاضی رضی اللہ عنہم کے نسب کا بیان ہے اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور امام مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کا بھی نسب اور تاریخ وفات کا ذکر ہے +

باب ۲

اس میں تمام خاندان چشت اہل بہشت و بعض احوال حضرت سراج المتقین برہان العاشقین قطب الاقطاب حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی رضی اللہ عنہ کے نسب کا تھوڑا سا احوال اور حضور کے فرزندوں کی تعداد جو آپ کی پشت سے پیدا ہوئے۔ اور حضرت خواجہ قطب الملۃ والدین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے اور حسب و نسب و ازواج مطہرات و اولاد و ولادت و تاریخ وفات حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ اور اس باب میں بارہ فصلیں ہیں +

فصل ۱ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کا نسب اور حضور کے فرزندوں کی تعداد اور آپ کا حال ہے +

فصل ۲ میں بیان نسب و بعض احوال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کا ذکر ہے +

فصل ۳ میں حضرت قطب العالم شیخ فریدالدین گنجشکر رضی اللہ عنہ کے حسب و نسب ازواج مطہرات و اولاد امجاد اور آپ کی ولادت و تاریخ وفات اور عرسوں کا ذکر ہے +

فصل ۴ میں بیان نسب و حسب و ازواج مطہرات و اولاد حضرت شیخ بدرالدین سلیمان صاحب سجادہ ابن گنجشکر کا ہے +

فصل ۵ میں بیان حسب و نسب و اولاد حضرت شیخ شہاب الدین گنج العالم ابن حضرت گنجشکر کا بیان ہے +

فصل ۶ میں بیان حسب و نسب و اولاد و تاریخ وفات حضرت شیخ نظام الدین ابن گنجشکر کا ذکر ہے +

فصل ۷ میں بیان حسب و نسب و اولاد حضرت شیخ یعقوب ابن حضرت گنجشکر کا ذکر ہے +

فصل ۸ میں ذکر شیخ عبداللہ ابن حضرت گنج شکر کا ہے +

فصل ۹ میں بیان دختران حضرت گنجشکر کا ذکر ہے جن کا نام مسماۃ بی بی فاطمہ و بی بی شریفہ و بی بی مستورہ اور ان کی اولاد کا بیان ہے +

فصل ۱۰ میں بیان نسب و حسب و اولاد حضرت قطب الاولیا سید السادات مولانا بدرالدین اسحاق قدس سرہٗ ہے +

فصل ۱۱ میں حسب و نسب و اولاد حضرت شیخ نصراللہ متبنیٰ حضرت گنجشکر کا بیان ہے +

فصل ۱۲ میں حسب و نسب و اولاد و تاریخ وفات حضرت شیخ نجیب الدین متوکل خلیفہ حضرت گنجشکر کا بیان ہے +

باب ۳

اس میں بیان حسب و نسب و ازواج مطہرات و تاریخ وفات حضرت قطب العالم سراج المحققین برہان العاشقین حضرت شیخ زین چشتی بہدالوی معہ تعداد اولاد کا بیان ہے۔ اور اس باب میں چھ فصلیں ہیں +

فصل ۱ میں نسب و نسب و ازواج مطہرات و اولاد و تاریخ وفات حضرت شیخ زین چشتی رضی اللہ عنہ +

فصل ۲ میں بیان اولاد حضرت شیخ جہان شاہ ابن شیخ زین قدس سرہٗ جو کہ آپ کے سجادہ پر مشرف ہیں +

فصل ۳ میں بیان اولاد حضرت شیخ سلطان شاہ ابن حضرت شیخ زین قدس سرہٗ +

فصل ۴ میں بیان اولاد حضرت برہان الدین ابن حضرت شیخ زین قدس سرہٗ +

فصل ۵ میں بیان اولاد حضرت شیخ معز الدین ابن حضرت شیخ زین قدس سرہٗ +

فصل ۶ میں بیان اولاد حضرت شیخ تاج الدین ابن حضرت شیخ زین قدس سرہٗ +

باب ۴

اس میں تذکرہ عرس حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم و بعضے پیغمبران علیہم السلام و حضرت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین و بعضے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم و بعضے مشائخ خاندان وغیرہ و بعض از بزرگان کاتب الحروف و بیان انتساب والد کاتب الحروف بسلسلہائے علیہ قدس اللہ اسرارہم ہے۔ اور اس باب میں پانچ فصلیں ہیں +

فصل ۱ میں تذکرہ عرسہائے +

فصل ۲ میں بیان انتساب والد کاتب الحروف بسلسلہ علیہ چشتیہ اہل بہشت جو کہ حضرت قدوۃ المحققین برہان المتقین قطب العالم حاجی الحرمین الشریفین حضرت شیخ تاج الدین محمود سجادہ نشین حضرت گنجشکر کی طرف سے ہے +

فصل ۳ میں کاتب الحروف کے والد کا سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کے ساتھ منسوب ہونے کا بیان جو کہ اباو اجداد کی طرف سے حضرت شیخ زین تک پہنچکر حضرت فرید الدین گنجشکر تک پہنچتا ہے +

فصل ۴ میں کاتب الحروف کے والد کا سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسوب ہونے کا بیان ہے۔ جو کہ اپنے پیر و مرشد کی طرف سے حضرت شیخ محبوب غریب تک پہنچتا ہے اور جو شیخ مودود چشتی نوری کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ان کے بعضے اشغال کا بھی ذکر ہے +

فصل ۵ میں کاتب الحروف کے والد کا سلسلہ شطاریہ میں منسوب ہونے کا بیان اور اجازت سلسلہ حضرت شیخ سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ مکن پوری جو کہ اپنے مرشد بزرگوار کی طرف سے خود سید السادات حضرت میراں سید حسین ساکن محمد آباد سے تذکرہ ہے +

باب ۵

اس میں بیان اولاد حضرت شیخ سید حاجی چچا زاد بھائی حضرت فرید الدین گنجشکر قدس سرہٗ و بیان

حسب و اولاد حضرت شیخ عبداللہ انصاری المعروف بہ شیخ الاسلام قدس سرہٗ اور اس باب میں تین فصلیں ہیں +

فصل ۱ میں بیان اولاد حضرت شیخ سعد حاجی قدس سرہٗ عم زاد حضرت گنجشکر قدس سرہٗ العزیز

فصل ۲ میں بیان حسب و اولاد حضرت شیخ عبداللہ انصاری المعروف بہ شیخ الاسلام قدس سرہٗ +

فصل ۳ میں بیان بعض قوم کہ حضرت بابا فریدالدین گنجشکر کے سامنے پاک پٹن شریف میں موجود تھیں +

وصلے اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ واولیاء امتہٖ اجمعین الیٰ یوم الدین ۞

باب ۱

دربیان نسب وحسب و حلیہ و ازواج مطہرات و اولاد و ولادت و تاریخ وفات حضرت رسالت پناہ محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم و ذکر حضرات خلفائے راشدینؓ ذکر حضرت تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور اس باب میں چھ فصلیں ہیں +

فصل ۱

درنسب حضور سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پس جاننا چاہیئے۔ کہ علامہ گازرونی وصاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں۔ کہ جمہور اہل سیر اور ارباب تواریخ نے لکھا ہے کہ نسب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عدنان سے پہلے آدم علیہ السلام تک مختلف اقوال سے مانا گیا ہے اور بعض لکھتے ہیں کہ مختلف اقوال شخصوں کے مطابق ہے! در عدنان و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان صرف چھ واسطے ہیں۔ اور انتہا چالیس عدد تک ہے اور اسی طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان میں آدم علیہ السلام تک انیس واسطے ہیں۔ اور بعض نے اس سے کم بھی لکھا ہے۔ لیکن حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرافت پر تمام جمہور مورخین کا اتفاق ہے [illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف بھی ہے من [illegible] بنی آدم [illegible] پاس [illegible] پشتوں میں آپ تشریف

لائیے۔ یہ آپ کی شرافت کی بیّن دلیل ہے اور صاحب روضۃ الاحباب نے آدم علیہ السلام تک سب نام اسی طرح سے لکھے ہیں۔ یعنے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم۔ ابن عبدمناف۔ ابن قصی۔ ابن کلاب۔ ابن مرہ۔ ابن عدی۔ ابن کعب۔ ابن لوی۔ ابن غالب۔ ابن فہر۔ ابن مالک۔ ابن نضر۔ ابن کنانہ۔ ابن خزیمہ۔ ابن مدرک۔ ابن الیاس۔ ابن مضر۔ ابن نزار۔ ابن معدکنی۔ ابن عدنان۔ ابن اددہ۔ ابن امسع۔ ابن ہیمنع۔ ابن ثابت۔ ابن بنت۔ ابن المصیح۔ ابن جمیل۔ ابن قیدار۔ ابن قیصان۔ ابن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ ابن حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ ابن آذر بُت تراش۔ ابن تارخ۔ ابن اشنوخ۔ ابن زعران۔ ابن قانع ابن غالب۔ ابن شالح۔ ابن ارفخشد۔ ابن سام۔ ابن حضرت نوح علیہ السلام۔ ابن کمل۔ ابن متوشلح۔ ابن اشنوخ وہو حضرت ادریس علیہ السلام۔ ابن نیرو۔ ابن مہابیل۔ ابن قیضان۔ ابن انوش۔ ابن حضرت شیث علیہ السلام۔ ابن حضرت آدم علیہ السلام صلوٰۃ اللہ علیہ تاکہ وہ سہو رفع ہو جائے ؂

واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ اکثر مؤرخین لکھتے ہیں۔ اور بعض لکھتے ہیں۔ کہ مؤرخان قدیم نے اختلاف کیا ہے اور جو کچھ لکھ گئے ہیں وہ طبقات ناصری و سیرت النبی و عرایس العقص۔ و جوامع الحکایات وغیرہ نے عدنان تک لکھے ہیں۔ اور اوپر تحقیق نسب کے ممانعت فرمائی ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کذب النسابون الی ما فوق عدنان مگر یہ حدیث معتبر ثابت نہیں۔ علامہ سہیلی تو اس کو ابن مسعود کا قول بتاتا ہے ؂

بعض کہتے ہیں۔ کہ شجرہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسند معتبر عدنان تک صحیح ہے اور عدنان سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی غلطی نہیں ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیدار بن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ پس مؤرخ کا فرض ہے کہ وہ تاریخی حالات بہت صحت کے ساتھ لکھے۔ اسی طرح ہم بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ بہت صحت کے ساتھ کتب معتبرہ سیر سے لکھتے ہیں جس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے ؂

صاحب سیرۃ النبی و دیگر کتب سیر میں نسب نامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پر ہے کنیت آپ کی ابو القاسم۔ لقب آپ کا رسول اللہ محبوب کبریا احمد مجتبےٰ اور اسم مبارک آپ کا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (المعروف قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے اور اہل حدیث اور اہل تواریخ کا عدنان تک پورا اتفاق ہے اس میں کچھ کلام نہیں اور یہ صحیح ہے کہ عدنان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں افضل ہیں۔ ان کے

آگے کسی قدر اختلاف ہے اور وہ دو جگہ پر چنانچہ ہم نے اُس اختلاف کو شناخت کیلئے دریکٹ، میں لکھدیا ہے۔ تاکہ ناظرین کو دقت نہ ہو۔ اور عدنان سے اوپر سلسلہ نسب یوں ہے :۔

عدنان بن اُدَد۔ بن اُددادا۔ بن الیسع۔ بن الہمیسع۔ (زید) بن سلمان۔ بن نبیت (برا) بن حمل بن قیدار۔ بن اسمٰعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام۔ اور بموجب مذہب متقدمین نسب نامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں ہے :۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بن آذر بن تارخ۔ بن ناحور۔ بن شاروغ یا شاروخ بن رغو (ارغو) بن قانع بن غابر۔ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے ؛

بمقتضائے توریت شریف نسب نامہ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ ہے۔ نوح بن لامخ (لامک) بن متوشلخ بن خنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام ہے ؛

ذکر والدہ ماجدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب جواہر فریدی والدہ ماجدہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب سیر گازرونی نے لکھا ہے کہ حضور کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی آمنہ اور بعض لغت میں بی بی امینہ لکھا ہے۔ آپ بنت وہب ابن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ تھیں۔ اور زہرہ ایک عورت ہیں کہ ان کے نسب کا بیان آگے آئیگا۔ آپ کا نام قائم مقام تذکیر کے ہے۔ اور امینہ کی والدہ برہ بنت عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہے۔ اور برہ کی ماں ام حبیب بنت اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب ہے۔ اور ان کی ماں برہ بنت عوف بن عبید ابن عویج ابن عدی بن کعب بن لوی ہے۔ اور ان کی ماں قلابہ بنت حارث ہے۔ اور ان کی ماں دب تغلبہ بن حارث بن تمیم بن سعد ہے۔ اور ان کی ماں عاتک بن حاضرہ بنت خطیط بن جشم بن نعیمت ہے۔ اور ان کی ماں لیلی بنت عوف ہے۔ اور نام مادر وہب بن عبد مناف ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں ہیں۔ اور ان کی ماں ہند بنت ابو قبیلہ ہے۔ اور بعضے لوگ کہتے ہیں۔ کہ عمرہ بنت دخیر بن غالب بن حارث بن ملکان ہے۔ اور ان کی ماں سلما بنت لوی بن غالب بن فہر بن مالک ہے۔ اور اُن کی ماں معاویہ بنت کعب ہے۔ اور دخیر بن غالب کی ماں سلافہ بنت وہب ابن البکیرہ ہے اور ان کی ماں بنت قیس بن ربیعہ ہے۔ اور عبد مناف کی ماں زہرہ بن حمل بنت مالک ہے اور زہرہ بنت کلاب کی ماں امہ اخنثی فاطمہ بنت سعد بن سہل تھیں۔ اور دخیر بن غالب جن کا بیان پہلے ہو چکا وہ گذشتہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب وہاں تک

پہنچتا ہے۔ اُس نے بُت پرستی چھوڑ دی تھی۔ برخلاف قریش کے شعری کو پوجتے تھے اور کہتے تھے کہ شعری آسمان کی چوڑائی میں سیر کرتی ہے اور کوئی ستارہ اس قسم کا سیر نہیں کرسکتا ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے خلاف تھے اور دعوت حق کرتے تھے۔ تو وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے۔

محمد بن سعلب یا ثائب نے کہا ہے کہ پانسو عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدات سے ایسی گذری ہیں کہ کوئی زنا اور ناپسندیدہ طریق سے جاہلیت کے زمانہ میں کسی گناہ میں آلودہ نہیں ہوئیں۔ بلکہ ہر طرح سے پاک و صاف رہ کر راہی ملک بقا ہوئیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں آدم علیہ السلام سے اپنی ماں تک جو پیدا ہوا تو پشت در پشت تک نکاح سے پیدا ہوا اور زنا وغیرہ اُس درمیان میں کسی سے واقعہ نہ ہوا۔ بلکہ تمامی ارحام طیبہ و اصلاب طاہرہ میں ہوتا ہوا عین عالم امکان میں آیا۔

ذکر در بیان اوصاف و شمایل صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل دو قسم پر تھے۔ ایک صوری دوسرے معنوی۔ کہ عبارت جمال ظاہری و باطنی سے ہے۔ لیکن آپ کی ظاہری صفت کا بیان جو کیفیت اور شکل اور صورت اور اعضاء اور ہاتھ اور پاؤں وغیرہ سے ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ محدثین اور ارباب سیر اور ارباب خبر نے اپنی معتبر کتابوں میں یہ لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائیش مبارک معتدل تھی۔ اور تمام اعضاء اور ہاتھ پاؤں وغیرہ آپ کے مزاج کے کمال درجہ معتدل ہونے پر دلالت کرتے تھے۔ یہانتک کہ آپ کا قد مبارک متوسط تھا نہ لمبا اور نہ پست اور باوجود اس کے ہر شخص سے بڑا معلوم ہوتا تھا۔ جب آپ چلتے تھے۔ تو ایک بالشت گردن آپکے ہمراہیوں سے اونچی معلوم ہوتی تھی۔ اور جس مجلس میں آپ بیٹھتے تھے۔ سب سے آپ بڑے معلوم ہوتے تھے۔

آپ کا سر مبارک بڑا تھا۔ آپ کے بال خوب سیاہ لیکن چھوٹے نہایت درجہ تھے اور بے انتہا پھیلے ہوئے نہ تھے۔ اور آپکے گیسو عنبر بُو کبھی نصف کان تک اور کبھی کان کی گدی تک اور کبھی کندھے تک پہنچ جاتے تھے اور کبھی کبھی چار گیسو لیکر بھی چھوڑ دیتے تھے۔ اور آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ اور بھویں شریف ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن حقیقت میں ملی ہوئی نہ تھیں۔ اور ان دونوں کے درمیان میں ایک رگ تھی۔ کہ جو غصہ کے وقت بھری اور ظاہر

معلوم ہوتی تھی۔ اور آپ کی چشمان مبارک کی روشنی حالت حسن میں ایسی تھی کہ ان کی سیاہی نہایت
سیاہ اور ان کی سفیدی نہایت سفید معلوم ہوتی تھی۔ اور اس سفیدی اور سیاہی میں سرخ رگیں معلوم
ہوتی تھیں۔ بلکہ آپ بادام چشم تھے۔ اور آپ کی قوت باصرہ اس قدر تیز تھی کہ روشنی اور اندھیرے
میں آپ کو یکساں معلوم ہوتا تھا۔ اور آپ کے دونوں رخسارے منہ کی ہڈی سے بلند نہ تھے۔ اور
آپ کی بینی خود بینی سے پاک و صاف تھی۔ اور اس کا طول اور بلندی پیشانی کے مقابل تھی۔
اور اس پر ایک نور بلند تھا اور جو شخص خواہش کی نظر سے اس کی طرف دیکھتا۔ تو جانتا کہ اشم ہے
یعنی اس کی ہڈی نہایت طویل ہے۔ اور حقیقت میں ایسا نہ تھا۔ اور حضور کا دہن مبارک کشادہ
تھا۔ لیکن نہایت ملیح تھا۔ اور حضور کے دندان مبارک نہایت سفید اور براق تھے۔ اور ان کے
کنارے نہایت تیز اور باریک تھے۔ اور دندان مبارک کے درمیان میں کشادگی اور باتیں کرنے
کے وقت گویا ان میں نور آجاتا تھا۔ اور حضور کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا
تھا۔ اور حضور کے چہرہ مبارک کا رنگ نہایت سفید نہ تھا۔ بلکہ کچھ سرخی تھی۔ لیکن آپ کے
بدن کا رنگ سفید اور نورانی تھا جیسے اس پر چاندی ڈالی ہے۔ بلکہ مثل چاندی کے چمکتا تھا اور
حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک خوب گنجان تھی۔ اور آپ کی گردن شریف کندھے
سے نہایت بلند تھی مثل گردن آہو کے یا جیسے کوئی چاندی کی چیز ڈھلی ہوئی ہو۔ اور روحی فداہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک سے دوسرے تک ہموار تھے۔ اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ تھا۔ بلکہ آپ کے سینہ سے ناف تک ایک خط باریک بالوں
کا کھنچا ہوا تھا۔ اور باقی اجزا آپ کے سینہ اور شکم کے بے بالوں کے تھے۔ اور محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور سینہ اور کندھا کی اعلیٰ جگہ پر بال تھے۔ اور روحی فداہ کے اعضا کی
ہڈیوں کے سرے بڑے بڑے تھے اور کان اور بدن ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ جو بہت
نرم نہ تھے۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی حریر سے بھی زیادہ نرم تھی۔ اور حضرت موجودات
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساق وقت سے خالی نہ تھے۔ اور مخزن علم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ
پاؤں کی انگلیاں درست تھیں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی کم گوشت تھی۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کا تلوا زمین سے اٹھا ہوا تھا۔ اور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پاک اور
چکنی اور نرم اور اس پر کچھ شکستگی وغیرہ نہ تھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نہیں کھڑے ہوتے
تھے۔ چلنے میں بہ ہیبت کہ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعضا نہایت مناسب تھے
اور آپ کا تعریف کرنے والا جو آپ کو دیکھتا تھا۔ تو کہتا تھا کہ آپ سے پہلے اور آپ کے
بعد میں نے آپ کا مثل نہ دیکھا۔

حضرت جابر بن ثمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے چاندنی رات میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سُرخ لباس پہنے ہوئے دیکھا۔ تو کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کو دیکھتا تھا اور کبھی میں چاند کو دیکھتا تھا پس خدا کی قسم ہے کہ مجھے حضور چاند سے زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہ دیکھا۔ گویا کہ آپکی پیشانی نورانی میں آفتاب روشن تھا۔ اور حضرت ربیعہ بنت سعود رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں فرماتی ہیں کہ اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتی ہوں۔ تو گویا چمکتے ہوئے آفتاب کو دیکھتی ہوں +

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی آفتاب کے مقابل کھڑے ہوتے۔ تو آپ کا نور آفتاب کے نور پر غالب آجاتا۔ اور جب کبھی چراغ کے سامنے حضور بیٹھتے تو آپکا نور چراغ کے نور پر غالب ہو جاتا۔ اور مُہر نبوت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان میں تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اُلٹے شانہ کے سر پر تھی۔ اور وہ ایک گوشت کا ٹکڑا تھا۔ کہ جو بقدر ایک مٹھی بھر کے تھا۔ کہ اس کے آس پاس چنے کے برابر تل ظاہر تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مُہر نبوت سیب کے برابر تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کچھ بال اکٹھے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے وتوجہ فانک منصورا لکھا ہوا تھا لیکن یہ دونوں روائتیں ضعیف ہیں حضور کا سینہ نہایت خوشبودار تھا۔ اور حضرت جابر بن ثمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک سینہ پر ملتے تھے تو اس سے میں ایسی خوشبو سونگھتا تھا جیسے ہاتھ کو ابھی طبلہ عطار سے نکالا ہے۔ اور حضرت انس بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا۔ اُس کے بعد جب میرے ہاتھ کو کبھی پسینہ آتا تو اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی اس کو سونگھ کر میں مست ہو جاتا +

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ پانی کا ڈول لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے گئے۔ آپ نے اس ڈول میں سے تھوڑا سا پانی لیکر پیا اور کچھ اپنے منہ کا لعاب اُس ڈول میں ڈالدیا۔ اور وہ پانی پھر اس کنوئیں میں ڈالدیا۔ تو اس کنوئیں سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور حضرت بی ام سلیم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کرتی تھیں اور تھوڑا سا مشک اس میں ملا دیتی تھیں۔ تو وہ خوشبو سب خوشبوؤں سے بہتر اور خوشتر ہو جاتی تھی +

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتا

تھا۔ تو اس شخص نے جہیز کے سامان میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس وقت کچھ نہ تھا جو اس کو دیتے۔ فرمایا کہ ایک شیشہ لاؤ۔ تھوڑا سا اپنا پسینہ حضور نے اس شیشہ میں ڈالدیا۔ فرمایا۔ کہ اس لڑکی سے کہدو کہ اس پسینہ کو اپنے جسم سے مل لے۔ جب اس لڑکی نے اس خوشبو کو اپنے بدن میں ملا۔ تو تمام اہل مدینہ نے اس خوشبو کو سونگھا۔ اور اُس گھر کا نام اہل مدینہ نے بیت المطیب رکھدیا +

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں سے نکلتے تھے۔ تو آدمی اُس سے مشک کی خوشبو سونگھتے تھے۔ اور لوگوں کو معلوم ہوجاتا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اس طرف سے ہوا ہے واللہ اعلم۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات معنوی کہ جس کو خُلق محمدی کہتے ہیں۔ اور یہ منجملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن فضائل سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی تعریف قرآن مجید میں خود خداوند تعالے نے فرائی ہے یعنے وانك لعلی خُلق عظیم +

علما فرماتے ہیں کہ خلق کو عظیم اس وجہ سے کہا کہ آپ میں کمال درجہ اچھی عادتیں جمع تھیں۔ اسی واسطے اللہ تعالے نے سورہ انعام میں اور انبیاء علیہم السلام کو ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے اولئك الذین اٰتینا ھم الکتاب والحکم والنبوت یعنی ہم نے ان لوگوں کو کتاب حکم اور نبوت عنایت کی ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا۔ کہ ان کی عادتوں اور ان کے طریقہ کا اتباع کرو۔ اولئك الذین ھدی اللہ فبھدا ھم اقتدہ۔ اور ان میں سے ہر شخص اپنی عادت کے ساتھ مخصوص تھا یعنی حضرت نوح علیہ السلام شکر کے ساتھ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حلم کے ساتھ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خلاص کے ساتھ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام صدق وعدہ کے ساتھ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام عدل کے ساتھ۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام صبر کے ساتھ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام عذر کے ساتھ اور حضرت سلیمان علیہ السلام تواضع کے ساتھ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زہد کے ساتھ مخصوص تھے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کا حکم تھا لہذا ہر شخص کی صفت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام و کمال حاصل کرلیا۔ پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں سب اچھی عادتیں تھیں۔ اور صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں مکارم اخلاق کے واسطے بھیجا گیا ہوں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق کو عظیم اس وجہ سے کہا گیا کہ دونوں جہان میں خدا کی طرف سے آیا ہے۔ لانہ جاد بالکونین عن الحق اور انما بعثت علی مکارم الاخلاق +

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کیسا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن ہے یعنی قرآن کے احکام اور اوامر و نواہی اور آداب و اخلاق جو قرآن سے معلوم ہوتے ہیں اور اُن پر آپ عمل فرماتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن خُلق اس درجہ تھا کہ کبھی کسی کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یا اُن اور خدمتگاروں کے گروہ سے نہیں لاحق ہوتا تھا +

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں دس برس تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں رہا۔ سفر میں اور حضر میں میں نے جو کچھ کیا۔ آپ نے اس کو یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا۔ اور جو امر نہ کیا اس کو یہ نہ فرمایا کہ اس کو کیوں نہ کیا یعنی شرائط خدمت میں اگر کوئی قصور مجھ سے سرزد ہو گیا۔ تو اس کو میرے منہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر نہ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ مامورات و منہیات میں کمی اور زیادتی نہ کی +

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی شخص دنیا میں نیک خو زیادہ نہ تھا جب آپ کو کوئی شخص بلاتا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں لبیک فرماتے تھے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ میں تمہاری خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یاروں کے ساتھ ہر حال میں موافق رہتے تھے۔ اگر وہ لوگ دنیا کا ذکر کرتے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی دنیا کا ذکر کرتے تھے۔ اور اگر وہ لوگ آخرت کا ذکر کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخرت کا ذکر فرماتے تھے اور اگر وہ طعام اور شراب کا ذکر کرتے تھے تو آپ بھی ان کی موافقت کرتے تھے۔ اور اگر وہ حضور کے سامنے زمانہ جاہیت کی باتیں کرتے ہنستے تو حضور بھی مُسکراتے تھے +

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لائے۔ اور آپ کے ساتھ کچھ آدمی تھے یہاں تک کہ حضور کا سارا گھر بھر گیا۔ اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کی جگہ نہ رہی۔ آپ گھر کے باہر زمین پر جا کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال سے واقف ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کو لپیٹ کر حضرت جریر کی طرف پھینکا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس پر بیٹھو حضرت جریر نے اس کو اٹھا کر اپنے منہ پر ملا۔ اور بہت سا اس کو چوما۔ اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا گیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کس طرح عمل کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ایسا کام کرتے تھے۔ کہ جیسے کوئی آدمی اپنے گھر میں اپنا کام کرتا ہے مثلاً حضور اپنے اونٹ کو پانی پلاتے تھے۔ اور تمام گھر کا کام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ جھاڑو دیتے تھے۔ اور اپنے کپڑے سیتے تھے۔ اور جوتیوں کو اپنے حضور

سی لیتے تھے۔ اور بکریوں کا دُودھ حضور دُوہتے تھے۔ اور خدمتگار کو بہت کاموں میں اپنی مدد دیتے تھے۔ اور اس کے ساتھ کچھ کھالیا کرتے تھے۔ اور بازار سے خود اپنی چیزیں اپنے گھر میں لایا کرتے تھے +

حضرت سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام ابن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اپنے باپ سے پوچھا کرتا تھا۔ کہ حضور علیہ السلام جب اپنے گھر میں تشریف لاتے تھے تو کس طرح کا عمل کیا کرتے تھے۔ حضرت مولائے کائنات نے جواب دیا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لاتے تھے تو اپنے اوقات کی حضور تین قسمیں فرماتے تھے۔ ایک قسم کو تو خداوند تعالےٰ کی عبادت اور طاعت میں صرف فرماتے تھے۔ اور دُوسرے قسم کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ رحمت اور مہانی میں صرف کیا کرتے تھے۔ اور تیسری قسم کو اپنی امت مرحومہ کے حال کی اصلاح میں مشغول رکھتے تھے۔ اور اہل فضل اور خاص لوگ آپ کے فیضان صحبت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور ان کو اسرارات الٰہیہ کے تحفے اور علوم اسلامیہ کے ہدیے عنایت فرماتے تھے۔ تاکہ ان کے وسیلہ سے عوام لوگ ان علوم اور اسرارات الٰہیہ سے کماحقہ حصہ حاصل کریں۔

اور آپ یعنی حضور علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص میری مجلس میں حاضر ہے اس کو چاہیے کہ غائب لوگوں کو بھی خبردار کر دے۔ اور اپنے یاروں سے فرماتے تھے۔ کہ جب کسی کی حاجت برلانے کی اپنے میں طاقت اور قدرت نہ ہو۔ تو اس کو چاہیے کہ بادشاہ تک اُس کی حاجت کو پہنچائے اور اگر خود نہ پہنچا سکے تو دُوسرے شخص کے ذریعہ سے پہنچاوے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کے دونوں قدموں کو قیامت کے دن ثابت رکھیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے یار ایسی حالت میں جاتے تھے کہ وہ کسی علم یا خبر کے طالب ہوتے تو اس وقت تک کہ حضور علیہ السلام باہر رونق افروز نہ ہوتے جب تک کہ وہ لوگ آپ سے کچھ علوم اور ادب حاصل نہ کر لیتے تھے۔ اور دُوسروں کو بھی وہ علم اور ادب سکھلا لیتے +

حضرت امام حسین علیہ السلام ابن حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے تھے۔ تو آپ کا کیا احوال تھا۔ فرمایا کہ حضور اپنی زبان مبارک کو بیکار اور لغو باتوں سے محفوظ رکھتے تھے۔ اور اپنے اصحاب پاک کی تالیف قلوب فرماتے تھے۔ اور ان کو اپنے آپ سے نفرت نہیں دلاتے تھے۔ اور ہر قوم کے سردار کو معظم اور مکرم رکھتے تھے۔ اور اس قوم کے کاموں کو اُن کے سپرد کرتے تھے۔ اور آدمیوں سے اپنے آپ کو نگاہ رکھتے تھے۔ اور نہایت خوش اخلاقی سے اُن لوگوں سے پیش آتے تھے۔ اور حضور اپنے اصحاب کے ساتھ عنایت فرماتے تھے۔ اور ان کے احوال کی تفتیش کرتے

تھے۔ اور نیک کی اچھائی اور بد آدمی کی بُرائی کرتے تھے۔ مگر خوش اخلاقی کے ساتھ معاملات فرمایا کرتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنشین تمام جہان کے آدمیوں سے بہتر تھے۔ اور ان سب میں سے افضل آپکے نزدیک وہ شخص ہوتا جو مسلمانوں کی نیک خواہی زیادہ کرتا تھا۔ اور اس شخص کا مرتبہ عظیم اور برتر ہوتا جو آدمیوں کی مدد زیادہ کرتا تھا +

حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب میں نے حضور علیہ السلام کی مجلس کی حالت اپنے باپ شیر خدا سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی کوئی مجلس مبارک خدا کی یاد سے خالی نہ ہوتی۔ اور جب کسی قوم کے پاس آپ تشریف لے جاتے تھے۔ تو جہاں کہیں اس مجلس کی منتہی ہوتی وہیں پر حضور بیٹھ جاتے تھے اور اپنے یاروں کو اسی طریق کا حکم فرماتے تھے۔ اور ہمنشینوں میں سے ہر شخص کو اس کا حصہ عنایت فرماتے تھے۔ اور ان لوگوں کی حضور علیہ السلام عزت کرتے تھے چنانچہ ہر شخص سمجھتا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زیادہ کسی کی عزت نہیں کرتے ہیں۔ اور جو شخص آنحضرت کے ساتھ مجالسہ یا معاوضہ کسی مہم میں کرتا تھا۔ تو آپ اس کی خبر فرما دیا کرتے تھے تاکہ وہ مجالسہ اور معارضہ کو ترک کر دے۔ اور جو شخص آپ سے کسی حاجت کے واسطے سوال کرتا تھا۔ تو آپ اس کی حاجت کو پورا کر دیتے تھے۔ اور بہت خوش اخلاقی سے حضور علیہ السلام اس سے پیش آتے تھے۔ اور حضور علیہ السلام کا خُلق تمام آدمیوں کے دلوں میں جگہ کئے ہوئے تھا۔ اور آپ کی شفقت تمام آدمیوں کے ساتھ اس درجہ تھی کہ گویا آپ سب کے باپ ہیں۔ اور سب لوگ گویا آپ کے برابر تھے۔ اور آپ کی مجلس علم اور حیا اور صبر اور امانت کی مجلس تھی۔ اور اس مجلس میں کسی کی آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔ اور کسی کی مذمت اور عیب جوئی اور فحش نہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی اُس مجلس میں واقعہ ہو جاتا تھا تو لوگ اس کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ بلکہ پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یار آپ کی مجلس میں عادل تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ تقویٰ اور تواضع سے پیش آتے تھے۔ اور بڑے کی عزت اور چھوٹے پر رحمت کرتے تھے۔ اور صاحب صاحب کی اور غریب غریب کی حفاظت کرتے تھے +

روایت ہے کہ آپ کی ہمت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی۔ کہ جب تمام دنیا کو آپکے سامنے پیش کیا گیا۔ تو آپ نے مطلق اس پر توجہ نہ فرمائی۔ حتیٰ کہ ایک زرہ حضور علیہ السلام کی ایک یہودی کے پاس گرو تھی اور تین روز تک اُس نے تقاضا کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ روز متواتر اُس نے تقاضا کیا۔ اور کبھی جو کی روٹی سے آپ سیر نہ ہوئے۔ اور کبھی ایسا ہوتا تھا۔ کہ ایک ایک مہینہ تک آپ کے گھر میں آگ نہیں جلائی تھی اور خرما کے پانی سے گزر ہوتی تھی۔ اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام رات کو بھوکے سو رہتے تھے۔ اور دوسرے دن روزہ

رکھتے تھے ؛

روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام حضور کی خدمت اقدس میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے۔ کہ آپ اگر چاہیں تو میں آپکے واسطے ان سب پہاڑوں کو سونے اور چاندی کا بنادوں کہ جہاں آپ جائیں۔ یہ بھی آپ کے ساتھ ساتھ جائیں۔ اور آپ جتنا چاہیں ان میں سے خرچ کریں۔ اس امر کو سُن کر تھوڑی دیر حضور نے تامل فرمایا اور کہا کہ اے جبرائیل دنیا اس شخص کا گھر ہے کہ جس کا گھر نہ ہو۔ اور اس شخص کا مال ہے کہ جس کا مال نہ ہو۔ اس کو وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو کچھ عقل نہ ہو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالےٰ نے آپکو قول پر ثابت رکھے ؛

اور دوسری حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو دنیا سے کیا کام۔ میری اور دنیا کی ایسی مثال ہے جیسی کہ ایک سوار گرمی کے موسم میں کسی درخت سایہ دار کے نیچے ظاہر میں آرام لے اور سایہ اچھا سمجھ کر اس جگہ پر اتر پڑے اور تھوڑی دیر اُس کے سایہ میں آرام کر کے پھر سوار ہو کر چلا جاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ایسی تھی۔ کہ اپنے ہمنشینوں کے زانو اپنے زانو سے علیحدہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور جو شخص آپ کے قریب پہنچتا تھا۔ تو سلام کرتا تھا۔ اور پہلے آپ سے مصافحہ کرتا تھا اور کسی کی جگہ تنگ نہیں ہوتی تھی۔ اور جو شخص آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوتا تھا۔ تو حضور اُس کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ اور مسند پر اُسکو بٹھاتے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب پاک کو ان کی کنیت سے یاد فرماتے تھے اور اچھا نام لیکر ان کو بلاتے تھے ؛

اور جب کوئی شخص آپ کے پاس جاتا تھا۔ اور کوئی حاجت اپنی پیش کرتا تھا اگرچہ آپ نماز میں ہوتے تھے۔ تو آپ نماز میں تخفیف فرمادیا کرتے تھے۔ اور اُس کی حاجت کو پورا کر کے نماز میں مشغول ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھ کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو سمجھا۔ میں خدا کا بندہ ہوں میں اُس کا رسول ہوں ؛

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام پر قیاس مت کرو۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ میں یونس بن متیٰ سے اچھا ہوں۔ تو اُس نے جھوٹ کہا۔ اور حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک عورت مدینہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئی۔ اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے میری ایک حاجت ہے۔ فرمایا کہ مدینہ کے جس کوچہ میں تو چاہے بیٹھ جا میں بیٹھوں گا اور تیری حاجت کو پورا کروں گا۔ اور اہل مدینہ کی کوئی لونڈی آپکا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تواضع اور نہایت بے تکلفی سے زمین پر بیٹھ کر

تکیہ بھی سے لگا لیتے تھے اور سو رہتے تھے۔ اور غلام زرخرید کی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے لو دعیت الی کواع لاجبت ولو اھدی الی ذراع لقبلت یعنی اگر میں کرباع کی طرف بلایا جاؤں تو میں قبول کر لوں۔ اور اگر کوئی مجھ کو ایک دست رست بطور ہدیہ کے بھیجے۔ تو میں قبول کر لوں۔ اور کبھی ایسا ہوتا تھا۔ کہ آپ کی دعوت جو کی روٹی وغیرہ سے لوگ کرتے تھے۔ اور آپ قبول فرما لیتے تھے۔ اور آپ کا جود و کرم اور سخاوت اور مروت اس درجہ بڑھا ہوا تھا۔ کہ آپ کسی سائل کو کبھی اپنی درگاہ سے محروم نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ تو آپ نے اس کو اتنی بکریاں دیں کہ وہ بکریاں دو پہاڑوں میں بھر گئیں۔ جب وہ اعرابی اپنی قوم میں پہنچا۔ تو اس نے اپنی قوم سے کہا۔ کہ اے یارو مسلمان ہو جاؤ۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم عجب فیاض شخص ہیں۔ آپ اتنی بخشش فرماتے ہیں کہ فقیری کا خوف اس کے بعد نہیں رہتا ہے +

روایت ہے کہ جنگ حنین کے روز آپ نے آدمیوں میں اتنا مال بخشا کہ لوگ حیران رہ گئے اور بعضے سرداران قریش کا سبب اسلام لانے کا یہی امر ہوا تھا۔ کہ وہ اپنے دلوں میں سمجھے کہ اتنی بخشش وہ شخص کر سکتا ہے کہ جس کو فقیری کا خوف نہ ہو۔ اور اس امر پر اسکو اطمینان کامل ہو کہ اللہ تعالےٰ اس کو کسی حال میں نہ چھوڑے گا۔ اور ہر حالت میں اس کو روزی پہنچیگا۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے اس نے کچھ مانگا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے لیکن تو جو چاہتا ہے خرید لے اور اس کی قیمت میرے ذمہ کر دے جب میرے پاس کچھ ہوگا تو تیری طرف سے اسکو ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس وقت حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے اس کو اس طریقہ سے عطا فرمایا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے ایسی تکلیف اٹھانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خوش نہ آئی۔ اس وقت ایک مرد انصار نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ خوب خرچ کیجئے اور ذی العرش سے ہرگز نہ ڈریئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ اور آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اور فرمایا کہ مجھ کو اس طریقہ سے حکم کیا ہے +

نقل ہے کہ ایک مرتبہ سو ہزار درم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں آئے۔ آپ نے ان کو چٹائی پر ڈالدیا۔ جو اس وقت لوگ حاضر تھے۔ ان میں آپ نے ان کو تقسیم فرما دیا جب آپ اٹھے۔ تو ایک درم بھی آپ کے پاس نہیں تھا۔ اور کسی کہنے والے نے کیا اچھا کہا ہے۔ کہ جو چیز آپ کے ہاتھ میں آتی تھی بانٹ دی جاتی تھی۔ یہ اس شخص کی بخشش ہے کہ جس کو فقیری سے کچھ ڈر نہیں ہے +

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ شعر لبید شاعر نے تصنیف کیا ہے

اخ لی وانا کل شئی سالتہ
فیعطی واما کل ذنب فیغفر

یعنے میرا ایک بھائی ہے۔ کہ جو چیز اُس سے مانگتا ہوں وہ مجھ کو عطا کر دیتا ہے اور گناہ کو بخش دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ واقع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسے ہی تھے ؎

ہرچہ آمدش بدست داشے پیش ازاں
دیں چو واند کسے کہ از فقر عار نیست

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حلم اس درجہ تھا۔ کہ ہر چند اپنے عزیزوں اور غیروں سے حضور ایذا اٹھاتے تھے مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسکو برداشت کرتے تھے۔ اور اُن سے کسی طرح کا بدلہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے تھے +

حضرت عبد الرحمن ابن اسیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب آدمیوں سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ صابر تھے۔ اور سب سے زیادہ غصہ کو ضبط کرنے والے تھے +

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دن ہم مع اپنے اصحاب کے مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے آتے ہوئے دیکھا کہ حضور اپنی چادر منہ پر ڈالے ہوئے تشریف لائے حضور کے پیچھے ایک اعرابی آیا۔ اور اُس نے آپ کی چادر کو پکڑا۔ اور ایسا کھینچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کندھا اعرابی کے سینہ میں جا لگا اور چادر کا کنارہ آپکے سینہ پر پڑا رہا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور فرمایا کہ اے اعرابی تیرا کیا حال ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں نے اس لئے کیا کہ جو کچھ آپ کے پاس مال ہے۔ اس میں سے کچھ مجھے دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ اسکو بھی دیدو۔ اور بعض اہل تحقیق نے یہ کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خلق کی جفا اثر نہیں کرتی تھی۔ اس واسطے کہ آپ کا دیدہ حق میں تھا۔ اور جمال حق پیش نظر ہر وقت رہتا تھا۔ قطعہ

آنکہ جان در روئے او خندہ چو قند | از ترش روئے خلقش چہ گزند
وآنکہ جان بوسہ داد بر چشم او | کے خورد غم از فلک وز خشم او

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وعدہ کی وفا لازم سمجھتے تھے اور تمام عمر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی وعدہ تخلفی نہ ہوئی۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت سے پہلے اپنی کوئی چیز کسی شخص کے ہاتھ فروخت کی تھی۔ اور اس کی کچھ تھوڑی سی قیمت اس

کے پاس رہ گئی تھی۔ کہ اس نے عرض کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھیریں۔ باقی قیمت میں لاتا ہوں۔ اس امر کو وہ شخص جاکر بھول گیا۔ بلکہ دوسرے دن اس کو وہ قیمت یاد آئی۔ وہ شخص باقی قیمت لے کر اسی جگہ دوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ ٹھیرے رہے جب وہ حاضر آیا۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ تو نے ہم کو بڑی مشقت میں ڈال دیا۔ تیرے وعدہ کی وجہ سے میں اسی وقت سے اس جگہ پر ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور دلاوری میں آپ کا کوئی شخص مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ بہادر۔ اور سب سے زیادہ جوان مرد تھے ✤

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ ہم لڑائی کے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علیٰحدہ رہنے کی التجا کرتے تھے لیکن آپ دشمنوں سے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے۔ اور حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب لڑائی میں دشمنوں کی جماعت کے پاس پہنچتے تھے۔ تو سب سے پہلے کفار پر جو شخص حملہ کرتا تھا۔ وہ آپ ہی ہوتے تھے۔ اور غزوۂ حنین میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ تنہا چار ہزار دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ان پر حملہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں جھوٹا نبی نہیں ہوں میں حضرت عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اور یہ بات صحیح ثابت ہے کہ ایک رات چند آدمی مدینہ منورہ میں یہ خبر لائے۔ کہ دشمنوں کی ایک جماعت مسلح اور حملہ ہو کر مدینہ شریف کے لوٹنے کو آتی ہے۔ اس خبر کو سنکر تمام آدمی پریشان اور مضطر ہو گئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تلوار لے کر حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے پر جو کہ کوتل تھا سوار ہوئے اور اہل مدینہ سے آگے تشریف لیگئے تحقیق کے بعد معلوم ہوا۔ کہ اس خبر کی کوئی اصل نہیں تھی۔ جس وقت آپ واپس تشریف لائے۔ اور آپ کے یار جو پیچھے آ رہے تھے۔ ان سے حضور علیہ السلام فرماتے تھے کہ کچھ خوف نہیں ہے اور حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کی بابت ارشاد فرمایا کہ وہ ابو طلحہ کا گھوڑا ایسا تیز چلتا تھا کہ جیسے ہوا تیز چلتی ہے ✤

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حیا اس درجہ تھی کہ راوی آپ کے حیا کے وصف میں کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عذر زیادہ کرنے والے تھے اور اپنے آپ کو حضور بہت بچاتے تھے یعنی کان حضرت محمد رسول اللہ اشد حیاء من عذراء ۔ اور آپ کو حیا اس درجہ تھی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز کسی کی دیکھتے تو اس کو برا سمجھتے تھے اور چہرہ مبارک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا متغیر ہو جاتا تھا لیکن اس کے سامنے حضور کچھ نہ فرماتے تھے ✤

ایک مرتبہ ایک شخص حضور کی مجلس میں گیا۔ کہ اس پر کچھ زردی کا اثر تھا۔ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ جب وہ شخص باہر چلا گیا۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس سے کہدو کہ اس زردی کو دھو ڈالے اور حضرت سہل بن ساعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسے حیادار تھے۔ کہ جب کوئی چیز کوئی شخص آپ سے مانگتا تھا۔ تو اس کو حضور عطا فرمادیا کرتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ایسا تھا۔ کہ آپ کا دل خلائق پر مہربان تھا۔ اور آپ سینہ کشادہ تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خدا کے خوف سے رویا کرتے تھے۔ بلکہ اکثر غمگین رہتے تھے۔ وعظیم الرجا ودائم الذکر وقلیل الاذی ولین الجانب وکریم الوفار وکاتم الراز وبین السماء والوف یعنے کم اذیت دینے والے اور بھید کے چھپانے والے اور امین اور سب پر مہربان اور حلیم اور بہت دوست اور مہمات میں مددگار اور کریم تھے اور خدا تعالیٰ کا حکم پورا کرنے والے اور بندگی وفا کرنے والے اور عبادت میں کوشش کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کے طالب تھے اور حضور علیہ السلام دن میں روزہ رکھنے والے اور خضوع وخشوع کرنے والے اور رات کو قیام کرنے والے اور نیکیوں میں رعایت کرنے والے اور رقیق القلب اور زاہد اور شریف السمت اور لطیف الخصلت اور جمیل العشیرۃ اور سب ذلیلوں کی دلیل اور فقر کو دوست رکھنے والے اور طیب الاغنیا اور تقی الاتقیا اور اولیا کے دوست تھے اور بزرگوں کی تعظیم کرتے تھے۔ ان کے وقار کی وجہ سے اور چھوٹوں کو اپنے نزدیک کرتے تھے بوجہ ان کی دلجوئی کے۔ اور اگرچہ نعمت تھوڑی ہوتی۔ تو اس کا شکر کرتے تھے۔ فقیروں پر مہربانی کرتے تھے اور کم گو اور باوقار اور باحمیت اور کم خندہ اور بسیار تبسم اور کف کشادہ اور تازہ روح اور شیریں سخن اور خوش ترنم اور سخی النفس اور اندک تنعم تھے اور حضور کو دیر میں غصہ آتا تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم جلد صلح کر لیتے تھے۔ اور حضور نہایت عقلمند اور پاکیزہ خیال اور قلیل الملامت اور خلق کے چارہ جو اور عفیف النفس حرام کے شبہ سے اور لطیف طبیعت اور سلام کے زیادہ خرچ کرنے والے تھے اور آپ کی ذات شریف تمام صفات کی جامع تھی۔ حضور بُری عادتوں سے دور رہتے تھے اور سخت عادت اور عیب جوے اور سنگین دل اور فریاد اٹھانے والے اور گالی دینے والے اور سنگسار اور حریص اور مال جمع کرنے والے اور بخیل اور بھلائی کے منع کرنے والے اور مکار اور لالچی اور احسان جتانے والے اور بہت کھانے والے اور سست اور جلد رنجیدہ ہونے والے اور طعنہ کرنے والے اور جلد باز اور نقصان پہنچانے والے اور حاسد اور بے وفائی کرنے والے اور رونے والے اور جھوٹ بولنے والے اور متکبر اور جبر کرنے والے اور چغلخور اور بدی کرنے والے اور سخت خلق اور ذخیرہ جمع کرنے والے اور محتکر اور برائی کرنے والے اور فخر کرنے والے نہ تھے۔ بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی بُری عادت اور خصلت نہ تھی صلواۃ اللہ علیہ وسلم۔

ذکر در بیان عبادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو اور مجھ کو نیک توفیق دے کہ اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے کس طرح عبادت کیا کرتے تھے بعض کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی عبادت فکری تھی۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کی عبادت ذکری تھی۔ اور اس میں بڑا اختلاف ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کس شریعت پر عمل کرتے تھے۔ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی شریعت پر یا حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت پر یا آدم علیہ السلام کے طریقے پر یا سب شریعتوں پر جو آپ سے پہلے تھیں۔ اور اس امر کی دلیلیں اور اقوال کی تفصیل اپنے موقعہ پر لکھی ہوئی ہے +

ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ ہر ایک شریعت میں جو مشکل امر تھا۔ اُس کو آپ نے اختیار فرمایا تھا +

ایک قول اس آیت کریمہ کے مطابق ہے۔ ان اتبع ملتہ ابراھیم حنیفاً یعنے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملت پر آپ نے عمل کیا۔ اور قول مرجح یہ ہے کہ آپ نے اپنی شریعت پر عمل کیا۔ آپ خدا کی عبادت میں کمال درجہ کوشش فرماتے تھے۔ اور چونکہ ایمان کے بعد سب عبادتیں یعنے کل عبادتوں میں افضل نماز ہے۔ اور وہ طہارت پر موقوف ہے تو زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا آغاز وضو اور اس کے مقدمات سے بیان کیا جائے تو بہتر ہے۔ اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت جاتے۔ تو انگوٹھی کو جو انگشت مبارک میں ہے۔ باہر نکال لیتے تھے۔ اور الٹا پاؤں پہلے رکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث۔ اور جب باہر تشریف لاتے تھے تو سیدھا پاؤں پہلے رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ غفرانک اگر جنگل میں جاتے تھے تو آدمیوں کی نظر سے آپ دور تشریف لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو کوئی نہ دیکھے حتیٰ کہ کسی دیوار کے نیچے یا کسی درخت کے نیچے حضور اپنے آپ کو چھپا لیتے تھے۔ اور زمین نرم میں اس کام میں مشغول ہوتے تھے۔ اگر زمین وہاں کی سخت ہوتی تھی۔ تو حضور اُس زمین کو نیزہ کی بھال سے جو ہر وقت حضور کے ہمراہ رہتا تھا نرم کر لیتے تھے۔ تاکہ پیشاب کی چھینٹیں نہ پڑیں۔ اور پھر وہ زمین نرم ہو جاتی تھی۔ اور حضور اپنے کپڑوں کو جسم مبارک سے نہیں اتارتے تھے۔ اور استنجہ ڈھیلوں اور پانی سے کرتے تھے۔ اور آتے وقت فرماتے تھے کہ ڈھیلوں کو استنجہ کے

واسطے وضو بار رکھو۔ اور اکثر اوقات حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے واسطے وضو کرتے تھے۔ اور کبھی ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرتے تھے۔ اور حضور وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔ اور کلی اور ناک میں پانی دیتے تھے اور کبھی بغیر کلی کئے ناک میں پانی دیتے تھے اور بغیر کلی اور ناک میں پانی دئیے ہوئے وضو نہیں کرتے تھے۔ اور ان دونوں سنتوں کی نسبت مختلف روایات ہیں۔ کہ کبھی ایک چلو سے کلی کرتے تھے۔ اور ناک میں پانی لیتے تھے اور کبھی دو چلو سے اور کبھی تین چلو سے۔ اور تینوں صورتوں میں پانی کم صرف فرماتے تھے اور احادیث صحیحہ صریح اس امر میں واقع ہوئی ہیں۔ اور ایک ضعیف روایت ہے کہ ایک مرتبہ درمیان کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کے آپ نے فصل کیا ہے۔ یعنی کلی سیدھے ہاتھ سے آپ کیا کرتے تھے۔ اور الٹے ہاتھ سے آپ ناک کو صاف کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات وضو کے اعضاء کو تین مرتبہ دھوتے تھے۔ یا دو مرتبہ دھوتے تھے۔ اور تمام سر کا ایک بار مسح کرتے تھے۔ اور کبھی چہارم سر کے مسح پر آپ اکتفا کرتے تھے اور عمامہ کا تکیہ لگاتے تھے۔ اور کان کے اندر انگشت سبابہ سے مسح کرتے تھے اور اس کے ظاہر کا انگوٹھے سے مسح کرتے تھے اور مسح گردن کے بیان میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی میں خلال کرتے تھے۔ اور کبھی انگلیوں میں خلال کرتے تھے اور اگر انگشتری ہاتھ میں ہوتی تو حضور اسے بھی ہلا لیتے تھے اور ابتدائے وضو میں آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آخر میں یہ دعا پڑھتے تھے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔ اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین واجعلنی من عبادک الصالحین۔ سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔ اور کبھی حضور یہ دعا پڑھتے اللہم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی۔ اور ضعیف حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ہر عضو کے دھونے میں حضور کوئی نہ کوئی دعا پڑھتے تھے۔ اور وضو کا پانی کبھی اپنے ہاتھ پر نہ ڈالتے تھے۔ اور کبھی دوسرا شخص بھی حضور کو وضو کرا دیتا تھا۔ مگر اور حدیث صحیح نہیں ہے کہ وضو کے اعضاء کو کسی کپڑے سے خشک نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی چیز پونچھنے کے واسطے دیتا تھا تو حضور اس کو نہیں لیتے تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی ایک مد اور غسل کا پانی ایک صاع ہوتا تھا۔ اور وضو اور غسل میں بے جا پانی صرف کرنے سے حضور منع فرماتے تھے۔ اور غسل کے وقت سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو حضور دھوتے تھے [illegible]
[illegible]

یہ ہے کہ مسح موزہ کے اوپر کرتے تھے۔ اور مسح اور غسل میں کچھ تکلف نہ تھا۔ بلکہ اگر موزہ مسح کی شرطوں کے موافق پہنے ہوئے ہوتے تھے تو مسح کرتے تھے۔ ورنہ پاؤں دھوتے تھے۔ اور موزہ خاص مسح کے واسطے نہیں پہنتے تھے۔ اور اگر پانی نہیں ہوتا تھا اور تیمم کی شرطیں پائی جاتی تھیں۔ تو تیمم کرتے تھے۔ اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارتے تھے۔ اور منہ پر ملتے تھے اور یہ بات صحیح ثابت نہیں ہوئی کہ دو بار تیمم کے واسطے زمین پر ہاتھ مارتے ہوں۔ اور ہاتھ کا کہنیوں تک مسح کیا ہے۔ اور نماز کے صحیح ہونے کی انتہا درجہ کی شرطیں یہ ہیں۔ یعنی قبلہ کی طرف منہ کرنا اور ستر عورت کا چھپانا۔ اس کا حکم نہایت درجے کا فرماتے تھے۔ اور کبھی ایک کپڑے میں نماز ادا فرماتے تھے۔ لیکن اس کے کناروں کو کندھے پر ڈال لیتے تھے۔ اور فرض نماز مسجد میں ادا کرتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کے امام بنتے تھے۔ اور مقتدیوں کی رعایت نماز کی تخفیف اور طول کرنے میں کرتے تھے۔ اور جب آپ مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ تو سیدھا پاؤں پہلے رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے اعوذ باللہ العظیم وبوجھہ الکریم و سلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ مسجد میں تشریف لاتے تو فرماتے بسم اللہ الرحمن الرحیم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک۔ اور جب حضور نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تھے۔ تو ہاتھوں کو دونوں کانوں کے برابر اور کبھی دونوں کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے اور سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو کھلا ہوا رکھتے تھے۔ اور اللہ اکبر کہکر نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور نماز کی نیت تکبیر سے پہلے فرماتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک نماز کی نیت تکبیر سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔ اور تکبیر تحریمہ کے بعد سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھتے تھے۔ پھر دعائے استفتاح پڑھتے تھے۔ اور وہ کئی طرح سے صحیح طور پر مروی ہے اور اس کا آغاز وجہت وجہی الی آخر اور مذہب مختار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک ہے اور یہی مذہب مختار امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور جیسے روایتیں اور بھی ہیں۔ ان کی تفصیل اور تحقیق ان کے الفاظ کی کتب حدیث کی اور کتابوں سے کرلینی چاہیے۔ اور بعد ثنائے استفتاح کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتے تھے۔ اور اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ اور کبھی بسم اللہ جہر کر پڑھتے تھے اور اسی سبب سے اس میں علماء کا اختلاف ہے اور بعد سورہ فاتحہ کے نماز جہری میں لفظ آمین جہر کر کہتے تھے۔ اور نماز سری میں آہستہ فرماتے تھے۔ اور مقتدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں آمین کہتے تھے۔ اور نماز میں دو

سکتہ کی رعایت کرتے تھے۔ ایک تکبیر اور قرأت کے درمیان میں۔ اور دوسری فاتحہ اور قرأت کے درمیان میں بھی تھوڑا سا رکھتے تھے۔ اور صبح کی نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد بمقدار ساٹ آیتوں کے دوسری سورۃ پڑھتے تھے۔ اور کبھی بمقدار سو آیتوں کے پڑھتے تھے۔ اور کبھی سورہ روم پڑھتے تھے۔ اور کبھی سورۂ قاف پڑھتے تھے۔ اور کبھی نماز میں تخفیف کرتے تھے۔ یعنی بعد سورہ فاتحہ کے سورہ اذا زلزلت الارض پڑھتے تھے۔ اور سفر میں کبھی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پر ہی اکتفا فرماتے تھے۔ اور جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الٓمٓ سجدہ پہلی رکعت میں اور سورہ ھل اتی علی الانسان دوسری رکعت میں پڑھتے تھے۔ اور ظہر کی نماز کو کبھی طول کرتے تھے اور کبھی دو رکعت میں بقدر الٓمٓ سجدہ کی دوسری رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ یا سورہ بروج یا سورہ واللیل یا سورہ والسماء والطارق اور اس کی مثل پڑھتے تھے۔ اور کبھی اس سے بھی کم اور شام کی نماز کبھی طویل فرماتے تھے اس حیثیت سے کہ سورہ اعراف پہلی دو رکعتوں میں پڑھتے تھے اور کبھی والصافات اور کبھی حٰمٓ سورہ دخان اور کبھی سورہ والتین اور کبھی سورہ والطور اور سورہ مرسلات اور کبھی سورہ سبح اسم اور کبھی قل اعوذ برب الناس اور کبھی قصار مفصل اس نماز میں پڑھتے تھے۔ اور عشاء کی نماز میں عصر کی نماز کے قریب قریب قرأت کرتے تھے اور کبھی سورہ والتین پڑھتے تھے اور یہ امر صحیح طور پر ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی گئی کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ اور آپ نماز میں سورہ بقر پڑھتے تھے۔ تو حضور کو بہت غصہ آیا۔ کہ تم کو چاہیے کہ کمی کر دیا کرو کیونکہ مقتدی ضعیف اور قوی ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں +

ایک روایت میں ہے معاذ سے کہ کہا کہ تم کیا فتنہ برپا کرنے والے ہو۔ اور یہ لفظ حضور نے تین مرتبہ فرمایا اور ان کو منع کیا۔ اور رکھنے کا۔ اور سورہ والشمس اور سبح اسم اور واللیل اور اس کے مثل اور سورتوں کے پڑھنے کا حکم کیا۔ اور نماز وتر میں کبھی تین رکعت آپ پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے اور جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون ایک ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور کبھی سبح اسم ربک اور سورہ ہل اتی پڑھتے تھے اور عید کی نماز میں سورہ قٓ اور سورہ اقتربت الساعۃ پڑھتے تھے۔ اور کبھی سبح اسم ربک اور سورہ غاشیہ پڑھتے تھے۔ اور اکثر اوقات سورہ پوری پڑھتے تھے اور کبھی تھوڑی سی پر ہی اکتفا فرماتے تھے۔ اور پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے ہمیشہ طویل پڑھتے تھے۔ اور قرأت ترتیل اور ترتیب اور تجوید سے فرماتے

تھے اور ہر آیت کے آخر پر وقف کرتے تھے۔ اور آواز کو دراز کرتے تھے۔ اور جب قرأت سے فارغ ہوتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور ہاتھوں کو نکالتے تھے۔ اور رکوع میں جاتے تھے۔ اور دونوں ہاتھوں سے زانوں کو پکڑتے تھے اور کہنیوں کو پہلو سے دُور کرتے تھے اور پیٹھ کو سیدھا کرتے تھے اور سر مبارک پشت کے برابر رکھتے تھے۔ نہ بہت نیچا اور نہ بہت اونچا اور رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم اور سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی ملاتے تھے اور رکوع میں سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح کہتے تھے اور نیز رکوع میں اللھم لک رکعت وبک امنت وعلیک توکلت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی فرماتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے۔ تو ہاتھوں کو نکالتے تھے اور کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ اور سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور کبھی ربنا لک الحمد کہتے تھے اور کبھی اللھم ربنا لک الحمد کہتے تھے اور اکثر اس رکن کو رکوع کے برابر طول فرماتے تھے اور جو دعائیں اس رکن میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں وہ سب کتب حدیث میں لکھی ہوئی ہیں اور جب سجدہ میں جاتے تھے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور زانوؤں کو پہلے زمین پر رکھتے تھے اس کے بعد ہاتھوں کو۔ پھر انگلیوں کو۔ پھر پیشانی اور ناک اور پگڑی کے پیچ پر کبھی سجدہ نہیں کرتے تھے۔ اور کبھی پیشانی کو خاک پر اور کبھی پانی اور کیچڑ پر اور کبھی چٹائی کے سجادہ پر اور بنائے ہوئے چمڑے پر رکھ کر سجدہ کرتے تھے اور ہاتھوں کو پہلوؤں سے علیحدہ کرتے تھے۔ اور کندھے کے برابر زمین پر رکھتے تھے۔ اور انگلیوں کو رکوع میں کھلا ہوا اور سجدہ میں ملا ہوا رکھتے تھے۔ اور ہر سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلی کہتے تھے اور بعض اوقات کبھی زیادہ فرماتے تھے اور جب سر اپنے سجدہ سے اٹھاتے تھے تو جس قدر سجدہ کرنے میں دیر لگتی تھی۔ اسی قدر دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھتے تھے اور فرماتے رب اغفرلی رب اغفرلی اور دوسری دعائیں و ذکر جو سجدہ میں اور دونوں سجدوں کے درمیان میں پڑھتے تھے۔ ان سب کی تفصیل کتب حدیث میں مشرح و مفصل موجود ہے۔ اور دوسرے سجدہ کے بعد جب تک زمین پر حضور نہ بیٹھ لیتے تھے نہیں اٹھتے تھے اور اس بیٹھنے کو اہل فقہ جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں مستحب ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب نہیں ہے۔ اور وہ حدیث کو اس امر پر محمول کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ سبب ضعف بدن کے بیٹھ جایا کرتے تھے اور جب دوسری رکعت کیواسطے کھڑے ہوتے تو بے توقف قرأت میں مشغول ہو جاتے تھے اور جب التحیات صلے اللہ علیہ وسلم پڑھنے کے واسطے بیٹھتے تھے تو سیدھے پاؤں کو کھڑا کر لیتے تھے اور سیدھا ہاتھ سیدھی ران پر رکھتے تھے اور پہلے التحیات میں تخفیف کرتے تھے۔ اور جب اٹھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور تکبیر کہتے تھے۔ اور قرأت میں مشغول ہو جاتے تھے۔

اور اکثر تیسری اور چوتھی رکعت صرف سورہ فاتحہ سے پڑھتے تھے۔ اور کبھی کوئی مختصر سورہ پڑھتے تھے۔ اور دوسرے التحیات میں اپنے پاؤں کو سیدھے پاؤں سے نکالتے تھے۔ اور نشستگاہ زمین پر رکھتے تھے۔ اور صبح کی نماز میں کبھی دعائے قنوت پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے اور ظہر اور عصر کی نماز میں آہستہ پڑھتے تھے اور کبھی مقتدیوں کے لئے ایک آیت پڑھتے تھے۔ اور نماز میں الٹی اور سیدھی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ اسی باب میں فرماتے ہیں کہ یہ شیطان کی طرف سے ایک لغزش ہے بندہ کی نماز میں۔ اور کہتے تھے کہ تم نماز میں ادھر اور ادھر دیکھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کیونکہ وہ ہلاکت میں ڈالنے والی چیز ہے۔ اگرچہ نماز نفل ہی کیوں نہ ہو۔

کتاب ترمذی شریف میں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ چشم سے الٹی اور سیدھی طرف دیکھتے تھے۔ محققین کے نزدیک یہ بات ثابت نہیں ہے۔ حضور دونوں رکعتوں میں بیٹھ کر التحیات کو پڑھتے تھے۔ اور التحیات میں درود بھیجتے تھے۔ اور بعد التحیات پڑھنے کے وہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں پڑھتے تھے اور التحیات کے پڑھنے کی کیفیت میں مختلف روایتیں وارد ہیں۔ اور ہر امام نے ایک ایک امر کے واسطے ایک روایت اختیار کی ہے۔ یہ کتاب ان کی تحقیق اور تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتی ہے اور جب حضور التحیات اور دعاؤں سے فارغ ہوتے تھے۔ تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے تھے۔ اور جب سیدھی طرف کو منہ پھیرتے تھے۔ تو اس طرف کی جماعت آپ کے رخسارہ کو دیکھتی تھی۔ اور الٹی طرف بھی اسی طریقہ سے حضور سلام کرتے تھے۔ بعد سلام کے تین بار استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ فرماتے تھے۔ اور اس کے بعد آپ فرماتے تھے اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام۔

یہ بات بھی صحیح ثابت ہوئی ہے۔ کہ بعد نماز کے حضور لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد وھو یحیی و یمیت وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد اور دوسری دعائیں نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ اور کبھی بعض نماز کے ترک کر دیتے تھے۔ یا اس پر زیادتی سے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بمنزلہ سہو کے واقع ہوا ہے۔ تو اس کی اصلاح کے واسطے سجدہ سہو فرماتے تھے اور سجدہ سہو سلام سے پہلے اور بعد سلام کے دونوں طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ لیکن مذہب مختار حنیفہ کا سلام کے بعد ہے اور سلام سے پہلے مذہب مختار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اس کے بعد نفل ادا کرتے تھے۔ اور سنتیں دو رکعتیں صبح کے فرضوں سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے فرضوں سے پہلے اور دو دو رکعتیں اس کے بعد اور دو رکعتیں شام کے فرضوں کے بعد اور

عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں آپ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ اور ہمیشہ نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ اور اکثر دفعہ تہجد معہ وتر کے پندرہ رکعت اور کبھی تیرہ رکعت ادا کرتے تھے۔ اور اس نماز میں قرأت اور رکوع اور سجدہ نہایت طول کرتے تھے۔ اور کبھی سورہ بقرہ اور آل عمران اور سورہ النساء اور سورہ مائدہ اور سورہ انعام رات کی نماز میں پڑھتے تھے۔ اور کبھی اس نماز میں ایک آیت پر حضور اکتفا کرتے تھے اور اس کو بار بار پڑھتے تھے۔ اور وہ آیت شریف یہ تھی۔ ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم اور اگر اتفاق سے آپ کی تہجد کبھی فوت ہو جاتا۔ تو دوسرے دن چاشت کے وقت بارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ اور رات کی نماز میں کبھی آہستہ قرأت کرتے تھے اور کبھی چلا کے پڑھتے تھے۔ آخر چپکا کر ہمیشہ پڑھنے لگے اور وتر کو آغاز چاشت میں اور آدھی رات کو یا آخر شب میں ادا کرتے تھے لیکن اکثر آدھی رات کو پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ تم اپنی آخری نماز کو رات میں ادا کرو۔ اور وتر کی کبھی سات رکعتیں اور کبھی پانچ اور کبھی ایک ادا کرتے تھے۔ اور یہ روایت ضعیف ہے۔ اور کبھی تین رکعت ایک سلام سے ادا کرتے تھے ✦

یہ بات صحیح ثابت ہوئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ اور بعضے یاروں کو حکم کرتے تھے۔ اور صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی پڑھتے تھے۔ اور یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ نماز وتر سفر میں سواری پر پڑھتے تھے۔ اور وتر ادا فرمانے کے بعد تین بار سبحان الملك القدوس آخر میں بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے آخر میں یہ اور زیادہ کرتے تھے۔ ربنا ورب الملائکۃ والروح اور چاشت کی نماز کبھی پڑھتے تھے اور کبھی ترک فرما دیتے تھے۔ اور دو رکعت سے آٹھ رکعت تک تحت وفات میں ادا کرتے تھے ✦

جو روایت صحیح میں وارد ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ اور بعضی کتابوں میں مروی ہے۔ کہ کبھی بارہ رکعت بھی پڑھی ہیں۔ اور اکثر نوافل اور سنن کو گھر میں ادا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ سب سے بہتر اس شخص کا گھر ہے۔ کہ جو اپنے گھر میں سوائے فرضوں کے سب نماز ادا کرے۔ اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نئی نعمت حاصل ہوتی تھی۔ یا کوئی بلا دفع ہوتی تھی۔ تو حضور شکر کا سجدہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں بجا لاتے تھے ✦

روایت ہے کہ ایک بار آپ نے ایک شخص بصورت حقیر الجثہ۔ ناقص الخلق کو دیکھا تو حضور نے شکر کا سجدہ ادا کیا۔ اور دوسرے باب میں بیان ہو چکا ہے کہ جب ابوجہل لعین کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو حضور نے شکر کا سجدہ ادا فرمایا ✦

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مسیلمہ کذاب کے قتل ہونے کی خبر سنی

تو شکر کا سجدہ کیا۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے جب ذوالثدیہ جو کہ تمام خارجیوں کا سردار تھا مارا گیا تو شکر کا سجدہ ادا کیا +

پس جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے نماز کے ہر روز ایک مقدار معین قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کی قرأت خوب روشن اور ایک ایک حرف کی تفسیر اور ترتیب اور تجوید اور خشوع اور تدبیر اور تامل کے ساتھ سب آیتوں کے معنی میں ہوتی تھی۔ اور آخر آیات میں توقف کرتے تھے۔ اور حرف مد کو پوری طرح سے کھینچتے تھے۔ اور شروع قرأت میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتے تھے۔ اور سب وقتوں میں قرآن پڑھتے تھے۔ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور سو کر اور باوضو اور بے وضو لیکن جنابت کی حالت میں نہیں پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی قرآن کے پڑھنے کی حالت میں کسی نعمت کا شکر ادا کرتے تھے۔ اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے جس طرح کہ خوش آواز حافظ لوگ پڑھتے ہیں۔ اور مکہ کی فتح کے دن سورہ فتح کو ترجیع کے ساتھ پڑھا۔ اور فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبیؐ کو قرآن میں تغنی کی اجازت نہیں دی ہے۔ اور تغنی سے یہ مراد ہے۔ کہ قرآن مجید کو لحن کے ساتھ پڑھے۔ تکلف سے جو پڑھا جائے وہ منع ہے اور تین دن رات سے کم میں ختم نہیں کرتے تھے۔ اور قرآن کو دوسروں سے سنتے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ اور راتوں کو الف لام میم سجدہ اور سورہ تبارک الذی اور بہت سی سورتیں کہ سُبحان الذی اسریٰ اور سبح اسم اور لسبح جن کے اول میں واقع ہے پڑھتے تھے۔ اور سجدہ تلاوت کو ترک نہیں کرتے تھے۔ اور جب سجدہ کی آیت پر پہنچتے تھے۔ تو تکبیر کہکر سجدہ میں جاتے تھے اور یہ کہتے تھے۔ وجھی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ اور کبھی اس دعا کے سوائے دوسری دعا پڑھتے تھے اور یہ روایت نہیں ہے کہ جب سر سجدہ سے اٹھاتے تو تکبیر کہتے تھے یا التحیات پڑھی ہو یا سلام کہا ہو اور ادعیتیں اور سورتیں اور وغیرہ اور اذکار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جو نمازوں کے بعد اور صبح شام اور دوسرے کاموں کے واسطے اور تمام اوقات اور احوال میں پڑھتے تھے اور دوسروں کو حکم کرتے تھے۔ اور اس کا ثواب اور خواص بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب اُن کی تفصیل کی نہیں ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے عمر میں مہلت بخشی۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک کتاب اس باب میں خاص طور پر لکھی جائے گی جس سے تمام مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچے۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا۔ کہ سفر میں جب نماز فرض پر اکتفا کرتے تھے۔ اور سنتوں کو اکثر اوقات ترک فرمادیا کرتے تھے۔ مگر صبح کی سنتیں اور وتر کو ترک نہیں فرماتے تھے۔ اور چار رکعت والی نماز کو قصر کرتے تھے۔ اور سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کو پورا پڑھنا ثابت نہیں ہے +

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی قصر اور کبھی پوری نماز پڑھی ہے وہ ضعف سے خالی نہیں ہے ÷

ایک روایت یہ ہے کہ دو رکعت بعد نماز ظہر کے اور دو رکعت بعد نماز مغرب کے ادا کرتے تھے۔ اور بعضی روایت میں وارد ہے کہ جس وقت آفتاب کو زوال ہوتا تھا تو دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سنت کو سفر میں نہیں چھوڑا ہے۔ وہ اس امر پر محمول ہے کہ ان کو اطلاع نہ تھی۔ اور چار رکعت والی نماز کو قصر کرتے تھے۔ اور نماز کا پورا پڑھنا سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے ÷ حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور تہجد کی نماز سواری پر بھی ادا کرتے تھے۔ اور جس طرف وہ سواری جاتی تھی خواہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔ اور رکوع اور سجدہ کے وقت اشارہ کرتے تھے۔ اور حدیث میں وارد ہے۔ کہ تکبیرۃ الاحرام کے وقت سواری کا منہ قبلہ کی طرف کرتے تھے۔ اور باقی نماز کے اجزا کو جس طرف سفر کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اور سواری جاتی تھی ادا کرتے تھے ÷

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مینہ کے سبب سے سواری کی پیٹھ پر نماز فرض ادا کی۔ اور یاروں نے سواری کی حالت میں اقتدا کی اور نماز ادا کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی۔ کہ منزل سے اگر آفتاب کے زوال سے پہلے کوچ کرتے تھے۔ تو ظہر کی نماز میں تاخیر کرتے تھے۔ اور جب آتے تھے تو نماز ظہر کے ساتھ جمع کرتے تھے۔ اور اگر ظہر کے وقت کے بعد کوچ کرتے تھے تو کبھی ظہر کی نماز کو تنہا ادا کرتے تھے اور کبھی عصر کی نماز کے پہلے پڑھ لیتے تھے یا ظہر کے ساتھ جمع کرتے تھے۔ اور مغرب اور عشا میں اسی طریق پر عمل کرتے تھے۔ لیکن نزول اور قرار کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جمع کرنا ثابت نہیں ہے۔ اور جمعہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے۔ اور طرح طرح کی عبادات اس روز بجا لاتے تھے۔ اور پاکی اور خوشبو کا استعمال کرتے تھے۔ اور جمعہ کے دن نہانے کی رغبت فرماتے تھے۔ اور آدمی حاضر ہوتے تھے۔ تو مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ اور حاضرین کو سلام کہتے تھے۔ اور جب منبر پر بیٹھتے تھے تو دوبارہ سلام کر کے بیٹھتے تھے ÷ پس بلال رضی اللہ عنہ اذان شروع کرتے تھے۔ اور جب فارغ ہوتے تھے تو کھڑے ہو کر نہایت فصاحت اور بلاغت سے حضور خطبہ پڑھتے تھے۔ اور اس خطبہ میں خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا ہوتی تھی۔ اور شہادتین اور مومنوں کو توبہ کا حکم اور ان کو تقویٰ اور طاعت کی وصیت اور دنیا سے نفرت دلانا اور اس کی بے اعتباری اور نفرت کی طرف ترغیب اور کوئی قرآن شریف کی آیت اور مومنین اور مومنات کو دعا پڑھتے تھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں جلسہ خفیفہ فرماتے تھے۔ اور خطبہ پڑھتے وقت کمان یا لاٹھی پر تکیہ لگاتے تھے۔ اور تلوار اور نیزہ پر تکیہ نہیں لگاتے تھے۔ اور یہ بات منبر پر بیٹھنے سے

پہلے تھی۔ اور بعد منبر بننے کے کسی چیز پر تکیہ لگانا ثابت نہیں ہے۔ اور خطبہ پڑھنے کی حالت میں آدمیوں کو امام کے نزدیک رہنے کا اور خاموشی کا حکم کرتے تھے۔ اور یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں جمعہ کی نماز کی سنتیں ادا کی ہوں۔ لیکن جمعہ کی نماز کے بعد جب گھر کو واپس ہوتے تھے۔ تو چار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اگر مسجد میں ادا کرتے تھے تو دو رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ لیکن آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جمعہ کے دن ایک ساعت نہایت تھوڑی سی ہے کہ بندہ جب اس ساعت کو پائے اور جو حاجت خدا سے چاہے مقبول ہوئے اور قول صحیح یہ ہے کہ وہ ساعت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی مخصوص نہ تھی۔ بلکہ اب بھی وہ ساعت باقی ہے۔ اور قیامت تک باقی رہے گی۔ اور اُس ساعت کی خصوصیت میں مختلف روایتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی ہیں۔ اور علماء امت کے اس امر میں گیارہ قول ہیں۔ بعضے امام یہ فرماتے ہیں کہ دو قول سب سے زیادہ بہتر ہیں۔ ایک وہ ہے۔ کہ قبولیت کا وقت اس وقت سے شروع ہوتا ہے۔ کہ جب سے امام منبر پر بیٹھے نماز کے تمام ہونے تک ہے۔ دُوسرا قول یہ ہے کہ وہ ساعت عصر کی نماز کے بعد سے آفتاب کے غروب ہونے تک ہے۔ اور یہ دونوں قول زیادہ غالب ہیں اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ جمعہ کی ساعت کو ایام جماعت میں اثر ہے۔ اور وہ ساعت جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص فرمائی ہے۔ اس میں ایک جمعہ میں امام کے منبر پر بیٹھنے سے آخر نماز تک ہے اور دُوسرے جمعہ میں نماز کی اقامت سے سلام تک ہے۔ اور تیسرے جمعہ میں نماز کے بعد غروب آفتاب تک ہے۔ اس ساعت کی خصوصیت حدیث صحیح میں وارد ہے لیکن بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ قبولیت کی ساعتیں پوشیدہ ہیں۔ جمعہ کے تمام دن میں اسواسطے رکھا گیا ہے۔ کہ آدمی تمام دن اطاعت میں مشغول رہے ۔

چنانچہ شب قدر، و صلوٰۃ وسطیٰ اور اسم اعظم کی یہی کیفیت ہے اور قبولیت کی ساعت رات میں جو بیان کی گئی ہے۔ یہ قول ضعیف ہے۔ اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ اسواسطے کہ اس کی خصوصیت صحیح حدیثوں میں واقع ہوئی ہے۔ واللہ اعلم ۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے چند جگہ مثل غزوہ ذات الرقیع اور بطن النخلہ اور عسفان اور ذیرمیہ کے مقام میں نماز خوف ادا کی ہے اور ہر مرتبہ دوسری طرح سے اس کی تحقیق حدیث اور فقہ کی کتابوں سے معلوم ہوتی ہے۔ اور عید کی نماز مصلے پر مدینہ کے باہر ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مینہ کے سبب سے حضور باہر نہ جا سکے تھے حضور نے نماز مسجد میں ادا فرمائی تھی۔ اور سب سے اچھے کپڑے جو آپ کے پاس تھے وہ عید کے دن حضور پہنتے تھے۔ اور کبھی وہ چادر جس پر سبز یا سُرخ خط کھینچے ہوئے تھے وہ پہنتے تھے اور عید الفطر کو اس سے پہلے کہ عیدگاہ کو تشریف لے جاویں چند خرمے

افطار فرماتے تھے۔ اور وہ چھوہارے طاق عدد ہوتے تھے۔ اور پھر لوٹتے وقت تک کھانا کھاتے تھے اور عید قربان میں بعد نماز عید کے کھاتے تھے اور اس کے بعد قربانی کرتے تھے اور غسل کرکے عید گاہ کو جاتے تھے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ حضور عید گاہ کو پیدل جاتے تھے۔ اور نیزہ آپ کے آگے ہوتا تھا اور حضور راستہ میں چلاکر تکبیر کہتے جاتے تھے۔ اور جب مصلے میں پہنچتے تھے تو ان کے سامنے نیزہ کھڑا کرلیتے تھے۔ اس واسطے کہ مصلے اس زمانہ میں جنگل تھا۔ اور کوئی دیوار اور محراب اس میں نہ تھی اور عید کی نماز کے واسطے اذان اور اقامت اور الصلوٰۃ جامعتہ کچھ نہ تھا۔ بلکہ حضور جب مصلے میں پہنچتے تھے تو نماز شروع کردیتے تھے۔ اور پہلی رکعت میں سات تکبیر متواتر کہتے تھے۔ اور دونوں تکبیروں کے درمیان میں تھوڑی دیر خاموش رہتے تھے۔ اور ذکر اور تسبیح خاص تکبیرات عید کے درمیان میں روایت نہیں ہے اور جب دوسری رکعت کے سجدہ سے اُٹھتے تھے تو تکبیر شروع کرتے تھے اور پانچ تکبیریں متواتر کہتے تھے۔ اور اس کے بعد قرأت میں مشغول ہوتے تھے۔ اور دوسری حدیث میں وارد ہے کہ دوسری رکعت کی تکبیرات قرأت کے بعد کہتے تھے۔ اور جب نماز سے فارغ ہوکر اُٹھتے تھے تو آدمیوں کے سامنے کھڑے ہوکر حضور خطبہ پڑھتے تھے۔ اور خطبہ کے شروع میں خدا کی حمد مع تکبیر کے کرتے تھے اور یاروں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور صدقہ کا حکم فرماتے تھے۔ اور اگر چاہتے تھے کہ لشکر کہیں بھیجیں تو وہاں ہی مقرر فرماتے تھے۔ اگر چاہتے تھے کہ ان کو کچھ حکم کریں تو ویسا ہی ارشاد فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ کی عورتیں مدینہ کے مصلے میں حاضر نہیں ہوتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاکر ان کو علیحدہ وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ صدقہ کا حکم فرماتے تھے۔ اور عید الفطر کی نماز تاخیر کے ساتھ پڑھتے تھے اور عید الضحیٰ کی نماز قربانی کے واسطے جلدی سے پڑھتے تھے۔ اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ دو بکرے خصی جن کے ہاتھ پاؤں اور گرد اگرد چشم سیاہ ہوتا تھا۔ عید کی نماز کے بعد قربانی کرتے تھے۔ اور جب اُن کے منہ کو قبلہ کی طرف کرتے تھے تو حضور ارشاد فرماتے تھے انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین اللهم منک ولک عن محمد وامته بسم اللہ اللہ اکبر اور دوسری روایت میں ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا عنی وعن من لم یضح من امتی اور ایک روایت میں ہے۔ اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن امة محمد۔

آپ نے فرمایا ہے جو شخص عید کی نماز سے پہلے ذبح کرے۔ چاہئے کہ وہ شخص پھر ذبح

کرے اس واسطے کہ وہ قربانی میں محسوب نہیں ہے۔ بلکہ اس نے اپنے اہل وعیال کے واسطے گوشت تیار کیا ہے۔ اور یہ بھی حکم فرماتے تھے کہ قربانی کے واسطے خوب موٹے اور ہاتھ پاؤں کے تندرست اور سب عیبوں سے پاک تلاش کرے۔ اور جس کا کان چرا ہوا یا کٹ ہوا یا سوراخ کیا ہوا یا سینگ ٹوٹا ہوا یا آنکھ پھوٹی ہوئی ہو وہ ذبح نہ کرے۔ اور جو جانور مریض ہو اسکو بھی ذبح نہ کرے۔ اور فرمایا ہے کہ بھیڑ ایک برس کی اور سوائے بھیڑ کے اور چیز دو برس کی جائز ہے۔ اور اونٹ اور گائے میں سات حصے کر لینے جائز ہیں۔ اور عید کے دن اور ایام تشریق میں قربانی کرنی جائز ہے۔ اور مصلے سے لوٹنے کی حالت میں دوسرے راستے سے لوٹتے تھے۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ اس بات میں یہ نکتہ ہے کہ کئی جگہ پر لوگ شفاعت کے گواہ ہو جائیں۔ اور منافقین اسلام کی عزت اور نعمت کو دیکھ کر خوار اور ذلیل ہو جائیں۔ اور دونوں راستے والوں کی حاجتیں حضور پوری کریں اور اسلام کے طریقوں کو دونوں راستوں میں ظاہر کریں۔ اور دونوں راستوں والوں کو سلام کریں۔ اور حضور کے قدم کی برکت دونوں زمینوں میں پہنچے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقا بھی پڑھی ہے جس کا ذکر ہم نے پہلے باب میں لکھا ہے۔ اور کبھی مدینہ کی مسجد میں غیر جمعہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھ کر استسقا کی دعا پڑھی ہے اور اسی پر اکتفا کیا ہے۔ اور کبھی بغیر منبر ہاتھ اٹھا کر دعائے استسقا کی ہے اور کسی میں دعا نہیں فرمائی ہے۔ اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ اس دعا میں حضور نے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگی ہے۔ اور جب مینہ برستا تھا۔ تو فرماتے تھے اللھم صیبا نافعاً اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مینہ برسا اور ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے اپنے کپڑوں کو اتارا۔ تاکہ مینہ آپ کے بدن پر پڑے پس میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس بات میں کیا حکمت ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس واسطے کہ یہ اپنے رب کے ساتھ نیا ہے۔ اور جب ہوا اور بادل دیکھتے تو آپ کے روئے مبارک پر کراہت ظاہر ہوتی تھی۔ اور باہر جاتے تھے۔ اور حضور اندر آتے تھے اور جب مینہ برستا تھا تو وہ حالت زائل ہو جاتی تھی۔ اور حضور خوش ہوتے تھے +

حضرت عائشہ صدیقہ محبوبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ اے عائشہ کہیں قوم عاد کی طرح نہ ہو۔ جیسے کہ قوم عاد کہتی تھی کہ جب جنگلوں کے کناروں سے بادل کو دیکھتے تھے کہ یہ بادل ہے اور مینہ برسیگا۔ حالانکہ یہ ایک ہوا تھی۔ اس میں بڑا عذاب تھا۔ فرماتے تھے۔ الریح من روح اللہ یاتی بالرحمۃ ویاتی بالعذاب فلا تسبوھا یعنی ہوا خدا کی رحمت کا اثر ہے اور رحمت لاتی ہے یعنی دوستوں پر رحمت کرتی ہے اور دشمنوں پر عذاب لاتی ہے پس گالی دینا یا برا بھلا کہنا نہ چاہئے۔ بلکہ خدا سے خیر کا طلبگار رہو

اور اس کے شر سے پناہ مانگے ÷

روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوا کو لعنت سے یاد کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہوا پر لعنت مت کرو۔ اس واسطے کہ اُس کو خدا کا حکم ایسا ہی ہے۔ اس واسطے کہ جو چیز لعنت کے قابل نہیں ہے۔ اس پر لعنت کرنے سے وہ لعنت اپنی طرف عود کرتی ہے ÷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہوا چلتی تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو زانو بیٹھ کر فرماتے تھے اللھم اجعلنا رحمۃ ولا تجعلھا عذابا لھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا اور جب حضور رعد کی آواز کو سنتے تھے تو فرماتے تھے۔ لھم لا تقتلنا بغضبك ولا تھلکنا بعذابك وعافنا قبل ذالك اور ایک روایت میں ہے کہ فرماتے تھے سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ اور جب سُورج گرہن ہوتا تھا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز سُورج گرہن کی ادا کرتے تھے۔ اور اس نماز کی کیفیت چند طریق پر روایت میں ہے۔ ایک کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سُورج گرہن پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمیوں کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد بہت دیر تک قیام کیا یعنی بقدر قرأت سورہ بقر کے۔ اس کے بعد رکوع طویل کیا۔ پھر قیام کیا۔ مگر پہلے قیام سے یہ کم تھا اُس کے بعد رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے یہ رکوع کم تھا۔ اس کے بعد اعتدال کی حالت میں واپس تشریف لاتے۔ پھر سجدہ کیا۔ اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح سے کیا۔ جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو آفتاب روشن ہو جاتا تھا۔ فرمایا کہ سُورج اور چاند یہ دونوں موت اور زندگی کے واسطے خدا کی نشانیاں ہیں۔ جب تم دیکھو کہ چاند گرہن یا سُورج گرہن ہوا تو خدا کا ذکر کرو ÷

اس پر حضور کے یاروں نے فرمایا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم نے آپ کو نماز میں دیکھا کہ کسی چیز کو آپ لینا چاہتے ہیں لیکن آپ پیچھے رہ گئے۔ فرمایا کہ میں نے بہشت کو دیکھا۔ اور یہ چاہا کہ بہشت کے انگور کی شاخ سے انگور توڑوں لیکن اگر میں اس سے انگور لے کر کھا لیتا۔ تو جب تک دُنیا باقی رہتی سب لوگ اُسے کھاتے۔ اور دوزخ کو میں نے دیکھا۔ کہ وہ ایسی چیز تھی۔ کہ آج تک میں نے ایسی چیز ہولناک کبھی نہیں دیکھی! ور اہل دوزخ عورتیں زیادہ تھیں صحابہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوزخ میں عورتیں کس وجہ سے زیادہ تھیں۔ فرمایا اس وجہ سے کہ شوہر کی نعمت کی وہ زیادہ ناشکری کرتی ہیں ÷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور سجدہ کا

بہت کچھ وصف بیان کیا ہے۔ اور ان کی حدیث میں ایک یہ بھی زیادتی ہے کہ جب سورج گرہن اور چاند گرہن کو حضور دیکھتے تو خدا کو یاد کرتے تھے۔ اور تکبیر کہتے اور نماز پڑھتے اور صدقہ دیتے۔ پھر فرمایا کہ اے امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اللہ سے بڑھ کر کوئی غیور نہیں ہے اپنے بندہ پر یا اپنی امت پر۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قسم خدا کی جو کچھ میں جانتا ہوں۔ اگر اس کو تم لوگ جانوں تو بہت روؤ اور بہت کم ہنسو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے دو رکعت نماز سورج گرہن ادا کی۔ اس میں چھ رکوع اور چار سجدہ تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز ادا کی جس میں دو رکعت اور چار سجدہ تھے۔

چوتھی حضرت عبد الرحمٰن بن حمزہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن پڑا۔ تو حضور نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور ہاتھوں کو اٹھایا اور تکبیر اور تحمید کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو گیا۔ پھر دو سورتیں پڑھیں۔ اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اور چاند گرہن کی بھی حضور نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اس نماز میں قرأت چلا کر کرتے تھے۔

عیادت مریض

عیادت مریض کے واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔ اور اپنے یاروں کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔ اور جب حضور بیمار کے پاس جاتے تھے تو یہ فرماتے تھے لاباس طہوراً انشاء اللہ تعالیٰ اور کبھی فرماتے تھے۔ کفارۃ و طہورا۔ اور اس کے سرہانے بیٹھتے تھے۔ کہ تم اپنی کیسی حالت پاتے ہو۔ اور جو خبر کہ بیمار پوچھتا تھا۔ اس کو حضور فرماتے تھے۔ اور جس چیز کی اس کو خواہش ہوتی تھی۔ اور اس کو میسر نہ آتی تھی وہ چیز اس کو دیتے تھے۔ اور سیدھا ہاتھ مریض کے جسم پر رکھتے تھے اذھب الباس رب الناس واشف وانت الشافی لا شفاء لا یغادر سقما اور اگر کسی کے زخم ہوتا تھا۔ تو انگشت سبابہ سے یا سبابہ کو خاک پر رکھ کر اٹھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ بسم اللہ تربت ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا اور عیادت کیلئے کوئی دن اور کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ بلکہ تمام اوقات میں عیادت کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جب کوئی مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو بہشت میں جگہ پائے اور جب اس کے پاس بیٹھے تو خدا کی رحمت اس پر نازل ہو۔ کہ وہ اس میں غرق ہو جائے۔ اگر صبح ہو تو ستر ہزار فرشتے

رات تک اُس پر درود بھیجتے ہیں۔ اور اگر رات ہو تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس پر درود بھیجتے ہیں ؎

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری آنکھ کے درد میں عیادت کیواسطے تشریف لائے۔ جب مریض میں موت کے آثار دیکھتے تھے۔ تو اس کو آخرت یاد دلاتے تھے۔ توبہ کی وصیت اُس سے فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اپنے مردہ کو لا الٰہ الا اللہ پڑھاؤ کہ مردہ کا آخر کلام کلمۂ توحید ہو ۔ اور جاہلیت کے زمانہ کی عادت سے جیسے رونا اور کپڑے پھاڑنا اور منہ پر طمانچے مارنا اس قسم کے امور سے منع کرتے تھے اور صبر و شکر کرنے کا حکم کرتے تھے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کا کہنا اور خدا کی قضا پر راضی رہنا۔ اور آنسو ول سے رونا۔ اور دل میں رنج و غم کرنا اس کو منع نہیں کرتے تھے۔ اور مردہ کی تجہیز و تکفین اور غسل اور خوشبو لگانا اور دفن میں جلدی کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مردہ کو تین بار اور پانچ بار یا زیادہ رائے کے موافق غسل دینے والا دھوئے اور آخر میں تھوڑا سا کافور اس پر ملے اور فرماتے تھے۔ کہ شہید کو غسل نہ دو۔ اور جوشن اور ہتھیار سے علیحدہ کر لو۔ اور احرام والے کو اسی احرام کے کپڑے میں دفن کر دو۔ کیونکہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے۔ اور اگر کفن کم ہوتا تھا تو فرماتے تھے کہ سر کو چھپا دو۔ اور تھوڑی سی گھاس میت پر رکھ دو۔ اور سفید کپڑوں کا کفن کرتے تھے۔ اور اسی کا حکم کرتے تھے۔ اور نماز جنازہ اور شب اور مرد اور عورت اور بالغ اور نابالغ ہر قسم کی میت پر چار تکبیریں اور کبھی پانچ تکبیریں اور چھ تکبیریں ادا کرتے تھے۔ اور جب نماز شروع کرتے تھے تو پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ اور باقی تکبیرات میں مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے تھے۔ اور سب تکبیروں کے واسطے ہاتھ اٹھاتے تھے ؎

لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ آخر نماز جنازہ کی جو آپ نے پڑھی۔ اس میں چار تکبیریں کہی ہیں۔ اسی وجہ سے جمہور علماء نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب ملائکہ نے آدم علیہ السلام پر نماز پڑھی تو چار تکبیریں کہیں۔ یہ طریقہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا ہے۔ اور نماز جنازہ سے دونوں طرف سلام پھیر کر فارغ ہو جاتے تھے اور کبھی ایک سلام پر اکتفا فرماتے تھے۔ اور اگر نماز جنازہ کسی کا فوت ہو جاتی تھی۔ تو قبر میت پر ادا فرماتے تھے۔ اور جنازہ کے پیچھے چلتے تھے۔ اور جنازہ کے چلنے میں تعجیل فرماتے تھے۔ اور حکمت امر تعجیل میں یہ تھی۔ کہ اگر میت نیک ہے تو جلد اپنے دار السرور میں پہنچے۔ اور اگر بد ہے تو اس کے شر سے اہل جلد سبکدوش ہوں ؎

روایت ہے کہ سعد بن معاذ کے جنازہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لکڑوں پر

اٹھایا۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی جنازہ کے ساتھ چلنے میں تین بار کاندھا دے۔ تو اُس نے حق ادا کر دیا ✦

زکوٰۃ اور صدقات میں رعایت فقراء اور صاحب کمال کی نہایت خوبی سے فرمائی ہے۔ اور اقسام مال سے چار قسموں پر حصر فرمایا۔ اوّل اونٹ اور بیل اور بکری کو۔ دوسری سونا اور چاندی کو تیسری کھیتی اور پھل کو چوتھی تجارت کا مال اور متحقق ہے۔ کہ مال زکوٰۃ اغنیاء سے لیکر مستحقوں کو مرحمت فرماتے تھے۔ اور صدقہ کے اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے داغ فرماتے تھے۔ غالباً وہ داغ قریب کان کے تھا۔ اور باکمال رحمت جو شخص مال زکوٰۃ میں پیش کرتا۔ تو اس کے حق میں دعائے خیر فرماتے تھے۔ اور حصول زکوٰۃ کے واسطے تمام قبائل عرب میں عامل مقرر فرماتے تھے۔ اور اگر مال زکوٰۃ کسی خاص مقام کے مستحقین سے زیادہ ہوتا تھا تو مدینہ شریف کو بھیج دیتے تھے اور صدقہ دینے سے خوش ہوتے تھے۔ اور اصحاب پاک کو اس کی رغبت دلاتے تھے۔ اور عید کے دن ملنے کے واسطے خوشبو لگاتے تھے۔ اور عطا فرماتے تھے۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے میں اہتمام فرماتے تھے۔ اور اس کے فضائل ارشاد فرماتے تھے۔ اور روزہ رمضان کے بعد رویت بچشم مبارک یا بشہادت عدل رکھتے تھے۔ اور تیس تاریخ اگر شعبان کی ہوتی تھی۔ تو خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے۔ کہ نہایت بزرگ مہینہ آتا ہے۔ کہ جس کی ایک رات ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ اور روزہ اُس مہینے میں فرض و شب بیداری اس مہینہ میں سنّت ہے۔ اور اس ماہ مبارک کے نفل ثواب میں فرض کے برابر ہیں جو اور مہینے میں ہو۔ اور اُس مہینہ اور اس مہینے کا ایک فرض دوسرے مہینے کے ستّر فرضوں کے برابر ہے۔ اور یہ مہینہ صبر کا ہے جس کا اجر بہشت ہے۔ اور یہ مہینہ عالی ہمتی اور مہمانی کرنے کا ہے۔ اس واسطے کہ خدا تعالےٰ مومنوں کے رزق کو اس مہینے میں وسعت دیتا ہے اور اس مہینہ میں جو شخص کسی کا روزہ کھلواتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ اور جہنم سے اُسے آزاد کر دیتا ہے۔ اور دونوں کو برابر ثواب ملتا ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ اگر طاقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانے کی نہ ہو۔ تو فرمایا کہ ایک خرمہ کی ہی ہو۔ اور ایک قطرہ دودھ کے دینے کا بھی وہی ثواب ہے کہ جو شکم سیر کھانا کھلانے کا ثواب ہے۔ اور جو کسی کو شکم سیر کر کے کھلائے گا۔ تو خدا تعالےٰ اُس کو حوض کوثر سے سیراب کریگا اور اس ماہ کے اول میں رحمت اور وسط میں مغفرت اور آخر میں جہنم سے نجات ہے۔ اور اس مہینہ میں جو شخص اپنے زیردستوں پر نرمی کرتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ اس کو جہنم سے بچاتا ہے ✦

اس مہینہ میں آسمان اور رحمت اور بہشت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دوزخ مقفل کئے جاتے ہیں شیاطین بستہ کئے جاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کبھی ماہِ رمضان میں صوم وصال رکھتے لیکن کمال رحمت صحابہ کو صوم وصال سے منع فرمایا۔ اور فرمایا لست کاحدکم ابیت عند ابی یطعمنی ویسقینی یعنے میں تمہاری طرح سے نہیں ہوں۔ بلکہ خدا کے پاس رہتا ہوں۔ اور وہی مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے۔ اور افطار روزہ میں بعد غروب امر تعجیل فرماتے۔ اور قبل نماز مغرب چند چھوہارے یا کھجوریں یا جرعۂ آب جو کچھ ہوتا نوش فرماتے۔ اور ایسا ہی صحابہ کو حکم دیتے اور وقت افطار یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ اور جب کسی دوسرے گھر روزہ افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے۔ دعاء عسی اکل الطعم کم الابرار افطر عند کم الصائمون وصلت علیکم الملائکۃ۔ اور سحری کو حضور تناول فرماتے تھے۔ اور اس میں تاخیر فرماتے تھے۔ اور حکم تاخیر کا فرماتے تھے۔ اور حدیث میں ہے تسحروا فان فی السحور برکۃ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کا فرق ہے وعرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سحری نوش فرماتے تھے۔ اور بڑی دعوت سحری فرمائی۔ اور نیز یہ روزہ میں مبالغہ فرماتے تھے۔ اور روزہ میں اپنی ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے تھے اور پچھنا لگاتے تھے اور سُرمہ لگاتے تھے۔ اور حسب عادت مسواک کرتے تھے۔ لیکن کلی کرنے میں اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہیں کرتے تھے اور حالت غسل میں قبل فجر غسل فرماتے تھے۔ اور احیاناً بعد طلوع آفتاب بھی۔ اور مسافرت میں کبھی روزہ رکھتے تھے اور کبھی افطار فرماتے تھے۔ اور ایسا ہی دوسروں کو ارشاد فرماتے تھے۔ اور روزہ نفل بھی رکھتے تھے۔ اور کبھی متواتر اور کبھی فصل سے؛

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کبھی آپ متواتر روزہ رکھتے تھے جس سے ہم خیال کرتے تھے۔ کہ ہمیشہ آپ روزہ رکھا کریں گے۔ اور کبھی چند روز تک روزہ نہیں رکھتے تھے جس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے عادت روزہ داری کی ترک فرمائی اور پورے مہینے متصل روزے انکے رکھنا ثابت نہیں ہے۔ اور عاشورہ کے روز روزہ رکھتے تھے اور عرفے کے روز اگر حج میں ہوتے تو افطار فرماتے ورنہ روزہ رکھتے۔ اور دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اکثر روزہ رکھتے۔ اور فرماتے کہ یہ روز عرض اعمال کے ہیں۔ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں روزہ دار رہوں۔ اور کبھی پیر اور اتوار کو بھی روزہ رکھتے تھے۔ اور ہر مہینے میں ایام بیض کے روزے رکھتے تھے اور روز جمعہ اکثر روزہ فرماتے تھے۔ اور اکثر پنجشنبہ یا شنبہ کو روز جمعہ کے ساتھ فرماتے۔ اور تنہا روزے جمعہ کو منع فرمایا ہے اور کسی مہینے کے شنبہ اور یکشنبہ کو روزے اور کبھی سہ شنبہ اور چہار شنبہ اور پنجشنبہ کو روزے رکھتے تھے۔ اور شش عید کے

روزہ رمضان شریف

روزے۔ اور بقرعید کے روزے کی رغبت دلاتے تھے! اور عید الفطر اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت فرماتے۔ اور جب کبھی دولت سرا میں کچھ کھانے کو نہ ہوتا۔ تو فرماتے میں روزہ دار ہوں! اور نیت روزے کی فرماتے۔ اور آخر عشرہ رمضان میں اعتکاف فرماتے تھے۔ اور کثرت تلاوت قرآن پاک کی کرتے تھے۔ اور لوگوں سے کم اختلاط فرماتے تھے۔ اور اوّل اور آخر عشروں میں بھی اعتکاف فرمایا ہے۔ اور اعتکاف بعد نماز صبح شروع فرماتے۔ اور مسجد میں خیمہ کے اندر اعتکاف فرماتے اور کبھی بحالت اعتکاف مسجد سے حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ میں تشریف لاتے اور حضرت صدیقہ سر مبارک کو کنگھا کرتیں۔ اور دُوسری ازواج مطہرات رات کو زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے واسطے مسجد میں تشریف لیجاتی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج و عمرہ ایک بار حجتہ الوداع میں ایک ساتھ فرمایا۔ اور چار عمرے ادا فرمائے۔ اور حدیبیہ کا عمرہ جس کو منکرین نے منع کیا۔ اور عمرہ قضا اور جعرانتہ جو کہ آٹھویں سال جنگ حنین سے لوٹتے وقت واقع ہوا۔ اور وہ عمرہ جو حج کے ساتھ ادا کیا وہ سب ادا کئے اور بعثت سے پہلے چند حج اور بھی قریش کے طریقے پر ادا کئے۔ مگر اس کے عدد یاد نہیں ہیں +

ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہّرات اور سری کا اور ہر ایک کا مشرح حال

صاحب روضۃ الاحباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا۔ اور میں نے اپنی لڑکیوں میں سے کسی شخص کی زوجیت میں نہیں دیا۔ مگر اس وقت کہ جب جبرائیل علیہ السلام میرے پروردگار کے پاس سے آئے! ور مجھ کو اس کا حکم کیا۔ اور ارباب سیر رحمتہ اللہ علیہم نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ ازواج مطہرات تھیں جن سے آپ نے صحبت فرمائی ہے۔ ان سب میں سے گیارہ پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ایک میں اختلاف ہے۔ کہ آیا وہ زوجہ تھیں یا سری چنانچہ اسی فصل میں مفصل حال معلوم ہو جائیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ +

سب سے پہلے حرم حضرت خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب سے تھیں۔ کہ ان کا نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے قصی پر جا ملتا ہے۔ اور قصی کی اولاد سے سوائے حضرت بی بی خدیجہ رضؓ اور ام حبیبہ کی دُوسری عورت کے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے۔ اور کنیت ان کی ام ہند ہے اور ان کی ماں فاطمہ بنت زائد بن الاصم تھیں۔ بنی عامر سے بنی کا بیٹا تھا۔ اور

حضرت خدیجہ پہلے عتیق بن حامد بن عبد اللہ مخزومی کی بی بی تھیں۔ اور اُن سے ایک لڑکی اور ایک
لڑکا تھا۔ اور اس کے بعد ابوہالہ بن النباش زرارہ تمیمی نے اُن سے نکاح کیا۔ اور ابوہالہ کا نام
مالک تھا۔ اور ایک قول کے موافق زرارہ تھا۔ اور ایک قول کے موافق ہند تھا۔ اور حضرت خدیجہؓ
کے ان سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ ایک ہالہ اور دوسرا ہند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن
سے نکاح کیا۔ تو ہند کی پرورش فرماتے تھے۔ چنانچہ ہند سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے۔ کہ میں
باپ اور ماں اور بھائی اور بہن کو تمام لوگوں سے بزرگ رکھتا ہوں۔ یعنے میرے باپ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں۔ اور میری ماں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور میرے بھائی حضرت قاسم
ہیں۔ اور میری بہن حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور ارباب سیر کہتے ہیں کہ حضرت
خدیجۃ الکبرےٰ تمام قبائل عرب میں نہایت عقیلہ اور فاضلہ عورت تھیں۔ اور جاہلیت کے زمانہ میں
تمام اہل عرب ان کو طاہرہ کہتے تھے۔ آپ بہت عالی نسب اور والا حسب بی بی تھیں۔ آپ مال بہت
رکھتی تھیں۔ اور قریش کے اشراف اور سردار ابوہالہ کے بعد چاہتے تھے۔ کہ آپ سے نکاح کریں لیکن
آپ نے کسی کو قبول نہیں کیا۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس وجہ سے قبول نہیں کرتی تھیں۔ کہ ابوہالہ کے
بعد انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ اُن کے گھر میں آسمان سے آفتاب اُتر آیا۔ اور اس کا
نور تمام گھر میں پھیل گیا۔ بلکہ مکہ شریف کے تمام گھروں میں اُس کے نور سے روشنی ہوگئی ہے۔ جب آپ بیدار
ہوئیں۔ تو آپ نے اس خواب کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کیا۔
ورقہ بڑے تعبیر کرنے والے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پیغمبر آخرالزمان تمہارے شوہر ہونگے
حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ پیغمبر آخرالزمان کس شہر میں ہونگے۔ کہا کہ مکہ شریف میں۔ پوچھا کہ کس قبیلہ
سے ہونگے۔ کہا قریش سے۔ پوچھا کس بطن سے ہونگے۔ کہا بنی ہاشم سے۔ کہا اُن کا نام کیا
ہوگا۔ جواب دیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ بس ہمیشہ حضرت خدیجہؓ منتظر رہتی تھیں۔ کہ وہ آفتاب کہاں
سے نکلیگا۔ یہاں تک کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کے دسترخوان پر
بیٹھے ہوئے کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اور حضرت ابوطالب کی بہن عاتکہ بھی وہاں حاضر تھیں
اور یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ادب اور استقامت پر نظر کرتی تھیں۔ جب کھانا
سے فارغ ہوئے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوطالب نے عاتکہ
سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوگئے۔ اور ان کی شادی کا وقت آگیا لیکن وہ ہم سے
اس قسم کی گفتگو کچھ نہیں کرتے۔ معلوم نہیں اس میں کیا مصلحت ہے۔ عاتکہ نے کہا کہ خدیجہؓ ایک
عورت نہایت مالدار اور حسب نسب سے ہے۔ اور ان دنوں ایک قافلہ ملک شام کو بھیجتی
ہیں۔ اس سے بہتر کچھ نہیں ہے۔ تھوڑا سا مال بغرض تجارت کے ہمراہ اس کے لیکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کو تجارت کے واسطے بھیج دیں۔ اور جو نفع کہ حاصل ہووے۔ اُس نفع کو انکی شادی میں صرف کریں۔ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس امر کا مشورہ کیا گیا۔ آپ نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔ اور یہ مژدہ سُنکر نا تکہ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ کے پاس تشریف لے گئیں۔ اور تمام یہ قصہ ان سے بیان کیا۔ اس وقت خدیجۃ الکبرےٰ نے اپنے دل میں سوچا۔ کہ میری خواب کی یہی تعبیر ہے۔ کیونکہ یہ مرد عربی مکی قریشی الہاشمی ہے اور اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو نہایت نیک خو۔ اور خوبصورت اور صادق القول اور امین ہے۔ گویا کہ یہ پیغمبر موعود ہے پس اُنہوں نے اس امر کو قبول کر لیا۔ اور سید المرسلین شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراش سے مشرف ہوئیں۔ پس سب سے پہلے آپ کا نکاح انہیں کے ساتھ ہوا۔ اس وقت عمر شریف حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی چالیس سال کی تھی۔ اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس برس کی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ذکور اور اناث سب انہیں سیدہ کے بطن سے پیدا ہوئی۔ لیکن حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ان کی رعایت کے اور ان کے مقابل کوئی عورت آپ نے نہ چاہی۔ اور حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ عنہا کے بہت سے مناقب اور فضائل ہیں اور سب سے پہلے جو شخص کہ مشرف باسلام ہوئے وہ عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق رسالت کی اور اپنے مال کو حضور کی رضا میں صرف کیا۔

حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر عورتوں میں حضرت مریم بنت عمران علیہم السلام ہیں۔ اور پھر سب سے تمام عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل بہشت کی تمام عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہیں۔ اور فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت آسیہ بنت مزاحم فرعون کی عورت اور حضرت خدیجہ بنت خویلد کو فرمایا ہے اور اہل سیر کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سال وفات میں اختلاف رہا ہے۔ زیادہ صحیح یہ امر ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں بعثت کے دسویں سال واقع ہوئی۔ اور حجون کے قریب دفن ہوئیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر پر تشریف لائے اور ان کے واسطے دعائے خیر فرمائی۔ اور نماز جنازہ اس وقت تک فرض نہ ہوئی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ کی عمر شریف اس وقت ۶۵ سال کی تھی۔ آنحضرت ان کے مرنے سے بہت غمگین اور رنجیدہ ہوئے۔ اور دوسری بیوی حضور علیہ السلام کی حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود

بن نضر بن مالک بن جہل بن عامر بن لوی بن غالب القرشی العامریہ تھیں۔ ان کا نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے ساتھ لوی پر جا کر ملتا ہے۔ اور ان کی کنیت ام الاسود ہے۔ اور ان کی ماں شموس بنت قیس بن عمر بن زید بن لبید بن خداش تھیں۔ اور سودہ مکہ شریف میں آغاز بعثت کے زمانہ میں مسلمان ہوئیں تھیں۔ اور پہلے اپنے چچا کے لڑکے سکران بن عمر بن عبد شمس کے نکاح میں تھیں اور ان سے ایک لڑکا بھی تھا جس کا نام عبد الرحمٰن تھا۔ اور جنگ جلولا میں جو شہید ہو گیا۔ اور جلولا ایک گاؤں کا نام ہے فارس کے دیہات سے کہ وہاں لڑائی ہوئی تھی۔ اور سکران کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے سکران کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ اور ایک مدت کے بعد مکے شریف کو لوٹے تو خواب میں دیکھا کہ پیغمبر علیہ السلام ان کی طرف تشریف لائے۔ اور انکی گردن پر پاؤں رکھا۔ جب وہ بیدار ہوئیں۔ تو انہوں نے اس خواب کو اپنے خاوند سکران سے کہا سکران نے کہا۔ کہ اگر تو سچ کہتی ہے تو میں مر جاؤں گا۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیرے ساتھ نکاح کرینگے اس کے بعد پھر خواب میں دیکھا۔ کہ وہ تکیہ لگائے ہوئے ہوں اور آسمان سے چاند مجھ پر گرا ہے۔ اس خواب کو بھی اپنے شوہر سکران سے کہا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اگر تو سچ کہتی ہے تو میں جلد مر جاؤں گا۔ اور تو دوسرا شوہر کریگی۔ یہاں تک کہ سکران یکایک بیمار ہو گئے۔ اور چند روز کے بعد وفات پائی۔ اور حضرت سودہ نے نبوت کے دسویں سال حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے پہلے موافق قول صحیح کے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر لیا اور اوران کا مہر چار سو درم قرار پایا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بڑی عمر کا پایا۔ اس وجہ سے ہجرت کے آٹھویں سال موافق قول بعض کے طلاق دیدی۔ اور موافق قول صحیح کے طلاق کا ارادہ کیا۔ ایک مرتبہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں جبکہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لئے جاتے تھے بیٹھ گئیں اور کہا یا رسول اللہ مجھ کو طلاق نہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ رہنے کر کہ میں تجھ سے کچھ خواہش نہیں کرتا ہوں۔ سنے مانا مجھ کو دنیا داری کی آرزو مجھ سے کچھ ہے لیکن میں چاہتی ہوں۔ کہ قیامت کے دن آپ کے ازواج میں اٹھائی جاؤں۔ اور میں نے اپنی نوبت کو آپ کی محبوبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بخشدیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر طلاق کا ارادہ نہ فرمایا۔ یا ان سے رجوع کر لیا۔ اور ان کی وفات حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر زمانہ میں ہوئی۔ اور بعض روایت میں ہے کہ وہ طویل القامت اور بہت موٹی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ان کو رات میں دفن کرو۔

حضرت اسماء بنت عمیس کہتی ہیں۔ کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورتوں کے واسطے نعش بناتے ہیں۔ پس ان کے لئے ایک نعش بنایا۔ اور سودہ کے جنازہ کو اس پر رکھ کر لے گئے اور سب سے

پہلے انہیں کے واسطے نعش بنایا گیا۔ جب حضرت عمرؓ نے نعش کو دیکھا۔ تو اسماء بنت عمیس کے لئے دُعا کی اور کہا کہ جیسا تو نے ان کو چھپایا۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی تجھ کو چھپائے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش کے واسطے نعش تیار کیا گیا تھا نہ حضرت سودہ کے واسطے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ اور حضرت علامہ واقدی نے دوسرے قول پر عمل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور تیسری بی بی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی +

روایت میں ہے کہ ایک روز آپ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب عورتوں کی کنیت ہے میری کنیت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے بھانجے کے نام کے ساتھ اپنی کنیت رکھ لو آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر تھے رضی اللہ عنہ۔ ان کی والدہ ام رومان بنت عمیر بن عامر بن دہمان بن غنم بن مالک بن کنانہ کی اولاد سے تھیں۔ اور ان کے نکاح اور زفاف کا بیان ان کے بعضے فضائل اور کمالات میں ذکر کیا جائیگا۔ آپ بڑی فقیہہ اور مجتہدہ اور عالمہ اور فصیحہ اور بلیغہ تمام صحابہ میں تھیں۔ یہانتک کہ بعضے علماء سلف سے منقول ہے کہ چہارم احکام شریعت اُن سے معلوم ہوئے اور حدیث میں وارد ہے کہ تم اپنے تہائی حصہ دین کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو اور عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ جاننے والا قرآن کے معنے اور فرائض اور احکام اور حلال و حرام اور شعر عرب اور علم نسب کا کسی کو نہ دیکھا۔ اور یہ دو بیت انہیں کے اشعار سے ہیں۔ کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہے تھے ؎

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خدہ ۔۔۔ لما بذلوا فی سعر یوسف من نقد

ترجمہ۔ اگر آپ کے رخساروں کے اوصاف لوگ مصر میں سُن لیتے۔ تو یوسفؑ کی خریداری میں وہ کچھ بھی خرچ نہ کرتے +

لواحی زلیخا لو راین جبینہ ۔۔۔ لآثرن بالقطع القلوب علی الایدی

ترجمہ۔ زلیخا کی ملامت کرنے والی عورتیں اگر آپ کی پیشانی دیکھ پاتیں تو ہاتھ کاٹنے کی جگہ پر اپنے دلوں کو کاٹ ڈالتیں +

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتیوں میں پیوند لگاتے تھے اور میں چرخہ کاتتی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہے اور اس پسینہ سے انوار روشن ہیں۔ میں آپ کے جمال کو دیکھ

کر حیران رہ گئی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نگاہ کی۔ اور فرمایا کہ تجھ کو حیرانی کیوں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ دیکھ کر میرے دل میں آیا کہ اگر آپ کو ابو کبیر ہذلی دیکھتا۔ تو یہ جانتا کہ شعر کہنے کے لائق آپ زیادہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کونسا شعر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ شعر ہے ؎

ومبرء من کل غبر حیضۃ　　وفساد مرضعۃ وداء مغیل

واذا نظرت الی اسرۃ وجہہ　　برقت کبرق العارض المتہلل

اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتیاں ہاتھ سے رکھدیں اور اٹھ کر میرے پاس تشریف لائے۔ اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان میں حضور نے بوسہ دیا اور فرمایا کہ جزاك الله یا عایشۃ خیراً ما سررت منی سروری منك اور انہیں سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ مجھ کو کل عورتوں پر فضیلت دی ہے اور وہ فضیلت دس چیز میں ہے۔ پہلے یہ کہ حضور علیہ السلام نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا ہے۔ دوسری یہ کہ کوئی عورت ایسی حضور نے نہ کی جس کے ماں باپ نے خدا کی راہ میں ہجرت کی ہو۔ سوائے میرے۔ تیسری یہ کہ میری برأت آسمان سے نازل ہوئی۔ اور چوتھی یہ کہ میرے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میری صورت حریر کے کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی اور کہا کہ اس عورت سے نکاح کر لو۔ پانچویں یہ کہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل کرتے تھے۔ اور دوسری کسی عورت سے یہ امر نہیں کرتے تھے چھٹی یہ کہ آپ کے نماز پڑھنے کی حالت میں آپکے سامنے کروٹ سے لیٹی رہتی تھی۔ اور یہ امر میرے ساتھ مخصوص تھا۔ ساتویں یہ کہ کسی عورت کے جامہ خواب میں وحی نہیں آئی ہے مگر میرے جامہ خواب میں وحی آتی آئی تھی۔ آٹھویں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ایسے وقت میں قبض کیا۔ کہ آپ میرے سینے اور کمر کے درمیان میں سر رکھے ہوئے تھے۔ نویں یہ کہ میری نوبت کے دن وفات پائی۔ اور دسویں یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں دفن ہوئے ہیں۔ اور یہ امور اس امر پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ کے ساتھ نہایت درجہ محبت اور الفت تھی۔ اور جو باقی عورتوں کے ساتھ نہ تھی *

یہ بات باتفاق ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپکے نزدیک سب آدمیوں میں زیادہ دوست کون ہے فرمایا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ عرض کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ کون دوست ہے فرمایا۔ اس کا باپ۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو دوستی اسلام میں پیدا ہوئی۔ وہ آنحضرت کی عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی ✦

چوتھی بی بی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی ماں زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن خزافہ کی لڑکی تھیں۔ اور حضرت حفصہ اول زوجہ خنیس بن خذافہ بن قیس بن سہمی کی تھیں۔ اور خنیس حبشہ کے مہاجرین سے تھے اور غزوہ بدر میں حاضر تھے۔ اور واقعہ بدر کے بعد اور ایک قول کے موافق جنگ اُحد کے بعد خنیس نے وفات پائی۔ اور ان کی عدت گزر جانے کے بعد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تیسرے سال میں اور ایک قول کے مطابق سال ہجری میں اُن سے نکاح کیا ✦

روایت ہے کہ حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں۔ تو حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے اُن کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ حالانکہ اس زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت بی بی رقیہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں اس امر میں ذرا دیر کے بعد جواب دوں گا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زیادہ عمر کے ہو گئے۔ اور کہا کہ میری رائے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح نہ کروں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ کہ حضرت حفصہ کو میں نے ان کے سامنے پیش کیا۔ مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کوئی عورت تیری لڑکی سے۔ اور تیری لڑکی کو عثمان سے بہتر شوہر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے حضرت بی بی حفصہ سے نکاح کر لیا۔ اور حضرت ام کلثوم کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قبول نہ فرمایا اور نہ جواب میں کچھ فرمایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن سے خفا ہو گئے۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور کہا کہ شاید تم میرے اُس روز کے جواب نہ دینے سے خفا ہو گئے ہو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں بیشک۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو اس کے قبول کرنے سے کسی چیز نے منع نہ کیا۔ مگر یہ کہ میں نے جان لیا تھا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کا ذکر کیا تھا۔ اور اس روز میں نے اس وجہ سے ظاہر نہیں کیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھید کا ظاہر کرنا اچھا نہیں ہے ✦

پانچویں بیوی حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد المناف بن

ہلال بن عامر بن ضعیفہ تھیں اور وہ پہلے فضل الحارث بن عبد المطلب کی زوجہ تھیں پس انہوں نے ان کو طلاق دیدی تھی۔ اور ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔ اور عبیدہ غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن جحش اسدی نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔ اور بعضے اہل سیر نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے پس رمضان المبارک میں ہجرت کے تیسرے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور آپ کے گھر آٹھ مہینے تک رہیں۔ اور ربیع الآخر ۴ھ ہجری میں وفات پائی۔ اور بعضے علماء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین ماہ رہیں اور ان کو ام المساکین کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ مساکین کے ساتھ بہت کچھ احسانات اور اُن پر مرحمت اور شفقت فرمایا کرتی تھیں۔ اور ان کو کھانا کھلایا کرتی تھیں +

چھٹی بیوی حضرت ام سلمہ اور ان کا نام ہند بنت امیہ تھا اور ابو امیہ کا نام حذیفہ اور بعضے کہتے ہیں کہ سہیل اور بعضے کہتے ہیں کہ ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن تغیظ ابن مرۃ بن کعب بن بنی غالب تھا۔ اور وہ قبیلہ بنی مخزوم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کی لڑکی عاتکہ بنت عبد المطلب ہیں۔ اور پہلے ابو سلمہ عبداللہ بن عبد الاسد بن عبد ہلال جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی لڑکی مرہ بن عبد المطلب ہیں۔ اُن کی زوجہ تھیں۔ اور ام سلمہ کے اُن سے چار فرزند تھے یعنے زینب اور سلمہ اور عمر اور زرارہ اور یہ دونوں مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ اور دونوں مرتبہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے چلے آئے تھے۔ اور ابو سلمہ کے جنگ اُحد میں ایک زخم لگا تھا۔ مدت تک اس کا علاج کرتے رہے۔ یہانتک کہ وہ زخم اچھا ہوگیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سریہ میں بھیجا۔ اور جب وہاں سے لوٹے تو اُن کا زخم پھر تازہ ہوگیا۔ اور اُس زخم کی وجہ سے انہوں نے وفات پائی +

روایت ہے کہ جب ابو سلمہ نے وفات پائی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور اُن کی تعزیت ادا فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے اللہ ان کو تسکین دے اور ان کی مصیبت دُور کر دے۔ اور اس سے اچھا ان کو عوض دے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جب ان کی عدت گذر گئی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُن سے نکاح کرنا چاہا لیکن انہوں نے کسی کو قبول نہیں کیا۔ اُس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیام بھیجا۔ اور کہا کہ مرحبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عورت ہوں زیادہ عمر والی اور میرے فرزند یتیم ہیں۔ میں غیرت بہت کچھ رکھتی ہوں۔ اور دُوسرے یہ کہ میرے ولی حاضر نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

نے فرمایا کہ تم نے جو کہا کہ میں بڑی عمر والی ہوں۔ تو میری عمر تم سے زیادہ ہے۔ عورت کو اس میں کوئی عیب نہیں ہے کہ اپنے آپ سے زیادہ عمر والے مرد کے ساتھ نکاح کرلے۔ اور یہ جو تم نے کہا کہ میں غیرت بہت رکھتی ہوں۔ تو میں تمہارے واسطے خدا تعالٰے سے دعا کروں گا۔ اور جو تم نے یہ کہا کہ میرے ولی موجود نہیں ہیں۔ تو تمہارے ولی مجھ کو حاضر و غائب برا نہ سمجھیں گے اور میرے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہونگے۔ پس ام سلمہ نے اپنے لڑکے سے کہا کہ اے عمر اٹھ اور میرا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح کردے۔ پس عمر نے اپنی ماں کا نکاح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا۔ حالانکہ وہ ابھی بالغ نہ ہوئے تھے۔ اور یہ واقع بماہ شوال المعظم ۴ھ ہجری میں واقع ہؤا۔ اور ان کا مہر ایک اسباب دس درہم کی قیمت کا تھا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تیری فلاں بہن کو جو دیا ہے اس سے کم نہ کروں گا۔

ساتویں بیوی حضرت زینب بنت جحش بن ربان بن الحمرہ بن حرہ بن مرہ بن کثیر بن رودام بن سد بن خذیمہ بن مدرک تغلبی۔ ان کا نام پہلے برہ تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ان کا زینب رکھا۔ اس واسطے کہ برہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ صاحب اسم پاک ہے۔ اور قرآن شریف کی آیت میں اس بات سے منع کیا گیا ہے لاتزکوا انفسکم یعنے اپنے نفسوں کو پاک نہ سمجھو۔ ان کی کنیت ام الحکم تھی۔ اور ان کی ماں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ عبدالمطلب کی دختر تھیں۔ روایت ہے کہ پہلے حضرت زینب بن حضرت زید بن حارثہ کی زوجہ تھیں۔ مگر حضرت زید نے ان کو طلاق دیدی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بماہ ذوالقعدہ ۵ھ ہجری میں ان سے نکاح کرلیا۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کے واسطے زینب کو چاہا تھا۔ مگر حضرت زینب نے یہ گمان کیا کہ حضور اپنے واسطے چاہتے ہیں۔ اس بات کو قبول کرلیا۔ اور جب یہ جانا کہ زید کے واسطے چاہا تھا۔ تو انکار کیا۔ اس واسطے کہ زینب صاحب جمال عورت تھیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچی کی لڑکی تھیں۔ اور ان کے مزاج میں تیزی اور حدت تھی اس وجہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں زید کو نہیں چاہتی ہوں۔ اس واسطے کہ وہ آزاد کیا ہؤا ہے۔ اور حضرت زینب کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش بھی بہن کے ساتھ انکار میں متفق تھے۔ حالانکہ نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا تھا۔ اور آزاد کردیا تھا۔ اور اپنا فرزند بنالیا تھا۔ پس پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اس پیام کو قبول کرلینا چاہئے۔ تو حضرت زینب نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو مہلت دیجئے

تاکہ میں اس معاملہ میں غور اور فکر کر لوں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اس وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ پس حضرت زینب اور عبداللہ ان کے دونوں بھائیوں نے کہا کہ ہم راضی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا دل یہ چاہتا ہے۔ کہ زید میرا شوہر ہوئے۔ فرمایا۔ کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ جب یہ بات ہے تو میں رسول خدا کی نافرمانی نہیں چاہتی ہوں۔ میں نے قبول کیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا زید کے ساتھ نکاح کر دیا۔ اور دس دینار سرخ مہر مقرر کیا۔ اور ایک درم اور چار پیراہن اور پچاس سیر گیہوں اور تیس صاع جھو ہارے حضرت زینب کے واسطے بھیجے۔ اور ایک سال سے زائد حضرت زینب حضرت زید کے ساتھ رہیں۔ القصہ ان کے نکاح کے بعد اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ کہ ہمارے علم قدیم میں یہ بات مقرر ہو چکی ہے۔ کہ زینب تمہاری بی بیوں میں داخل ہوں پس زید اور زینب میں کچھ ناموافقت پیدا ہوئی جس طرح کہ بعض زن وشوہر میں ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ زید ان سے تنگ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت پاک میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت زینب کی شکایت کی۔ اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ زینب کو طلاق دیدوں۔ کیونکہ وہ میرے ساتھ تندخوئی کرتی ہے۔ اور اس کی زبان مجھ پر دراز ہو گئی ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عورت کو نکاح میں رکھ اور خدا سے ڈر لیکن چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی۔ کہ زینب آپ کی ازواج مطہرات میں داخل ہونگی۔ اس وجہ سے آپ کی خاطر مبارک میں یہ تھا کہ زید ان کو طلاق دیدے۔ لیکن آپ کو طلاق کا حکم دینے سے شرم آتی تھی۔ اور حضرت زینب بھی اس سے اندیشہ کرتی تھیں کہ لوگ کہینگے کہ حضور اپنے متبنےٰ کی زوجہ کو خود چاہتے ہیں۔ حالانکہ زمانہ جاہلیت میں متبنیٰ کی زوجہ کو حرام جانتے تھے۔ اور مثل اپنے فرزندوں کی بہو کو جانتے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ زینب کا مقصود زید کے یہاں سے ہٹنے سے یہ تھا۔ کہ گویا کہ زید اُن کے پسند ہے ورنہ دل سے زینب زید کو چاہتی ہیں۔ پھر زید دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زینب کو طلاق دیدی ؎

با تو پرداختم خانہ دہر چہ اندر ہست
ہرچہ مراد شما ہست بہ ہمہ عالم حرام

القصہ جب حضرت زینب کی عدت گذر گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے کہا کہ جاؤ اور حضرت زینب کے پاس ہمارا پیغام لے جاؤ۔ اور اس امر میں زید کو خاص کرنے میں یہ حکمت تھی۔ کہ تمام آدمی یہ گمان کریں کہ یہ امر زید کی رضامندی سے واقع ہوا ہے۔ اور یہ معلوم ہو جائے۔ کہ زید کے دل میں زینب کی محبت باقی نہیں ہے۔ بلکہ اس امر سے وہ خوش ہے ❊

روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زینب کے گھر میں بے اجازت چلے گئے۔ وہ اس وقت ننگے سر تھیں۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بے گواہ اور بغیر پیام کے چلے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ منگنی کرنے والا ہے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام گواہ ہیں۔ آپ نے ولیمہ کا کھانا ترتیب دیا۔ اور لوگوں کو گوشت اور روٹی خوب کھلائی ❊

آٹھویں بی بی حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عابد بن مالک بن خزیمہ خزاعیہ تھیں۔ اور وہ پہلے اپنے چچا کے بیٹے شعر بن منافع بن صفوان کی زوجہ تھیں۔ اور وہ غزوہ مریسیع میں مارے گئے۔ اور اس غزوہ سے پلٹنے کی حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے بماہ شعبان ۵ھ ہجری میں نکاح کیا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کا نکاح ۶ھ ہجری میں ہوا۔ اور ان کا نام اصل میں برّہ تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا۔ راوی کہتا ہے کہ برّہ کے کہنے کو آپ مکروہ جانتے تھے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے باہر تشریف لائے۔ اور وہ اپنے مصلے پر رہیں۔ اور جب چاشت کے وقت آپ پھر تشریف لے لئے۔ تو وہ اسی طرح مصلے پر تسبیح اور ذکر میں مشغول تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں جس وقت باہر گیا ہوں۔ اس وقت سے اب تک تم اسی حال میں ہو۔ فرمایا کہ ہاں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں جس وقت سے تمہارے پاس سے گیا ہوں تین مرتبہ چار کلمے کہے ہیں۔ اگر مقابلہ کیا جائے۔ تو وہ چار کلمے تمہارے اس وقت سے اب تک کی عبادت پر غالب ہیں۔ اور وہ کلمات یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ وزنۃ عرشہ ورضا نفسہ ومداد کلماتہ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے پاس آئے اور آپ کا روزہ تھا۔ فرمایا کہ تم نے روزہ رکھا ہے کہا ہاں۔ فرمایا کہ کل روزہ رکھو گی۔ کہا نہیں۔ کہا پس افطار کرو۔ اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے۔ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ ان کی وفات شریف مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔ اس وقت عمر شریف آپ کی پینسٹھ برس کی تھی۔ اور مروان بن حکم نے جو کہ معاویہ کی طرف سے مدینہ میں حاکم تھا۔ ان پر نماز پڑھی۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ❊

نویں بی بی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب بن

آئمہ بن عبد الشمس بن عبد مناف تھیں اور ان کا نام رملہ تھا۔ اور ایک قول کے موافق ہند تھا۔ اور ان کی ماں صفیہ بنت ابی العاص بن آئمہ بن عبد الشمس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت ام حبیبہ پہلے عبید اللہ بن جحش اسدی کی زوجہ تھیں اور آغاز سال میں مسلمان ہوئی تھیں۔ اور حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور عبید اللہ سے ان کی ایک لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی تھی۔ اسی کے باعث سے ان کی کنیت رکھدی گئی۔ انہیں ام حبیبہ سے روایت ہے کہ ایک رات حبشہ میں میں نے عبید اللہ کو خواب میں دیکھا کہ نہایت بری صورت میں ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوئی۔ اور اپنے دل میں ڈر کر خیال کیا۔ کہ اس کا دین متغیر ہو جائیگا۔ جب صبح ہوئی۔ تو عبید اللہ نے کہا۔ اے ام حبیبہ میں نے سب دینوں کی طرف نظر کی لیکن کوئی دین اس دین سے بہتر نہ پایا۔ اور پہلے اس نے اس دین کو اختیار کیا تھا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اختیار کیا۔ اب میں دین نصرانی کی طرف رجوع کرتا ہوں میں نے کہا ایسا نہ کر۔ اے عبید اللہ آج کی رات میں نے تیرے متعلق ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ میں نے وہ رات کا خواب اس کے سامنے بیان کیا۔ اس نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور مرتد ہوگیا۔ اور نصرانیت اختیار کرلی۔ اور ہمیشہ شراب پیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں مرگیا۔ نعوذ باللہ منہا۔ اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ کوئی شخص مجھے پکارتا ہے۔ یا ام المومنین۔ میں بیدار ہوگئی۔ اور میں نے اپنی خواب کی یہ تعبیر سوچی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ نکاح کریں گے۔ جب میری عدت گذر گئی۔ تو میں ایک دن گھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ یکایک ایک شخص نے دروازہ پر آ کر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دیدی۔ وہ ایک لونڈی ابرہہ نام آئی اور نجاشی کے پاس سے پیغام لائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خط لکھا ہے کہ میں تم کو ان کے واسطے چاہتی ہوں۔ اس وقت میں بہت خوش ہوئی۔ اور دو جوڑے خلخال اور چند انگشتری چاندی کی جو میرے پاس تھیں۔ اس خوشی میں میں نے ابرہہ کو دیدیں اور میں نے ابرہہ سے کہا۔ بشرک اللہ بخیر۔ اس نے کہا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ ایک وکیل کر لیجئے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں۔ میں نے کہا کہ خالد بن سعید بن العاص کو میں نے اپنا وکیل کیا۔ پس نجاشی اور جعفر بن ابی طالب اور مہاجرین حبشہ کی ایک جماعت کو حاضر کیا اور نکاح ہوگیا۔ اور چار سو دینار زر سرخ مہر مقرر ہوا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ چار لاکھ چاندی کے درم مقرر ہوئے اور سنہ ہجری میں جس روز کہ ان کو مدینہ منورہ میں لائے ان کی عمر تیس برس سے کچھ زیادہ تھی۔ اور ام حبیبہؓ کی وفات معاویہ کے زمانہ میں سنہ ۴۲ ہجری میں یا سنہ ۴۴ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور مروان بن حکم نے ان پر نماز پڑھی۔ اور ایک قول میں ہے کہ ملک شام میں ان کی وفات ہوئی ✦

دسویں زوجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت بی بی صفیہ بن حیی بن اخطب بن نضیر کا سردار تھا۔ آپ قوم بنی اسرئیل سے اولاد ہارون بن عمران پیغمبر علیہ السلام سے تھیں۔ اور ان کی ماں خرہ کا باپ سموال بنی قریظہ کا سردار تھا۔ یہ نہایت خوبصورت صاحب جمال تھیں۔ جیسا کہ اعلیٰ درجہ کے لوگ سُرخ و سفید ہوتے ہیں اور صاف رنگ کی عورتیں ہوسکتی ہیں۔ اور حضرت سودہ اور حضرت جویریہ کی طرح سے یہ بھی بشارت پاچکی تھیں۔ حضرت صفیہ پہلے سلام بن مشکم قرظی کی زوجہ تھیں۔ ان دونوں میں جدائی ہوگئی۔ پھر کنانہ بن ابی الحقیق سے نکاح ہوا۔ اور کنانہ جنگ خیبر میں قتل ہوگئے اور فتح خیبر کے بعد حضرت صفیہ رضؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرلیا +

نقل ہے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لائے۔ اور آپ نے فرمایا کہ ان کو خیمہ میں لے جاؤ۔ پھر آپ خود اس خیمہ میں تشریف لے گئے۔ تو جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کھڑی ہوگئیں اور جو شے پہنے ہوئے تھیں اس کا فرش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے بچھا دیا۔ اور خود زمین پر بیٹھ گئیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے بی بی صفیہ تیرا باپ ہمیشہ مجھ سے عداوت رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ خدا تعالےٰ نے اس کو ہلاک کردیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کسی بندہ کو دوسرے کے گناہ کی عوض نہیں پکڑتا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیدیا۔ کہ وہ چاہیں تو آزاد ہوکر رہیں یا اپنی قوم میں ملجائیں یا مسلمان ہوجائیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے مصالحت کی۔ حضرت صفیہ بہت حلیمہ اور عاقلہ عورت تھیں۔ انہوں نے کہا۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہونے کی آرزو رکھتی ہوں۔ اور میں نے آپ کی دعوت سے پہلے آپ کی تصدیق کی ہے۔ اب میں آپ کے گھر آئی ہوں۔ اور قوم یہود سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ مجھ کو کفر اور اسلام میں اختیار دیتے ہیں۔ خدا کی قسم ہے کہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک اپنی قوم سے زیادہ محبوب ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات اچھی معلوم ہوئی۔ اور ان کو اپنے واسطے رکھ لیا۔ اور آزاد کردیا۔ اور ان کے آزاد ہونے کو ان کا مہر سمجھا۔ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۳۶ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور ایک قول میں ہے کہ ان کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی ÷

گیارھویں زوجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن حزن بن الجبیر بن الہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہلالیہ تھیں۔ اور ان کی ماں ہند

بنت عوف بن زہیر بن الحرث قبیلہ حمیر سے تھیں اور ایک قول یہ ہے۔ کہ قبیلہ کنانہ سے تھیں
میمونہ کا نام برّہ تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھا از لفظ میمونہ یُمن سے
مشتق ہے جس کے معنی برکت کے ہیں پس میمونہ کے مبارک معنے ہیں ؛

روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں ہند سب داماد گرامی رکھتی تھیں یہاں
تک کہ ان کی شان میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ بہت بزرگ بوڑھی عورت تھیں جس نے زمین پر
داماں گرامی جمع کئے گئے ہیں۔ اس واسطے کہ ان کی ایک لڑکی حضرت میمونہ کا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔ اور دوسری لڑکی ام الفضل حضرت عباس بن عبد المطلب کے نکاح میں
تھیں۔ اور ہند کے سوائے حارث میمونہ کی ماں کے ایک شوہر اور بھی تھے۔ کہ اُن کا نام عمیس خثعمی
تھا۔ اور ان سے بھی کئی لڑکیاں تھیں۔ ان کی ہر ایک لڑکی حضرت اسمار بنت عمیس سے حضرت جعفر
بن ابی طالب سے نکاح ہوا۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ نے اُن سے نکاح کر لیا۔ اور بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فراش
سے مشرف ہوئیں۔ اور ان سب شوہروں سے اسمار کے ایک فرزند پیدا ہوا۔ اور دوسری
لڑکی حضرت زینب کو حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے اپنے نکاح میں اختیار کیا۔ اور تیسری
لڑکی سلمار بنت عمیس سے شداد بن الحرث نے نکاح کر لیا۔ یہ سب ان کے داماد ہیں۔ کوئی عورت
مثل ان کے داماد نہیں رکھتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمرو ثقفی کی زوجہ تھیں۔ پھر ان سے
جدائی ہوگئی۔ اس کے بعد ابو درہم بن عبد العزٰہ یا خویطب بن عبد العزٰہ کی زوجہ ہوئیں یا سبرہ
بن ابی درہم یا عبد الجلیل بن عمر کی زوجہ ہوئیں۔ اور دوسرے شوہر نے وفات پائی۔ اس کے
بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ ہجری میں غزوۂ قضا سے لوٹتے وقت ان سے
نکاح کر لیا۔ اور زفاف کی جگہ منزل شرف جو کہ اطراف مکہ شریف سے ہے واقع ہوا۔ اور
تاریخ میں یہ بھی ہے کہ اسی منزل میں وفات پائی۔ اور جہاں زفاف واقع ہوا تھا۔ وہیں پر دفن
ہوئیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کے وقت حلال
ہو گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ احرام کی حالت میں تھے۔ اور بیان کرتے ہیں کہ حضرت
میمونہ وہ عورت تھیں۔ کہ جنہوں نے اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بخشدیا
تھا جب ان کو اس بات کی خبر ہوئی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں
تو اس وقت وہ اونٹ پر سوار تھیں کہا کہ اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے۔ وہ سب خدا
و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات موافق
قول صحیح کے ۵۱ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۶۳ھ ہجری میں یا ۶۶ھ

میں ہے اور ان سب قولوں کے موافق سب سے آخر ازواج مطہرات سے جس نے وفات پائی۔ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ یا ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ اور ان کے بھانجے ابن عباس اور یزید ابن اصم اور عبداللہ ابن شداد بن الہاد نے ان کو قبر میں اتارا۔ اور دفن کیا+

یہ گیارہ عورتیں وہ ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا ہے۔ اور زفاف واقع ہوا ہے۔ اس میں اہل سیر کا کچھ بھی اختلاف نہیں ہے۔ اور ان سب میں سے حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دُنیا سے رحلت فرما گئیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں کہ نو بیبیاں باقی تھیں وفات پائی اور تیس عورتیں وہ تھیں کہ جن میں سے بعض کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔ اور زفاف کی نوبت نہ پہنچی۔ اور بعض کو پیام بھیجا تھا مگر نکاح کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اور ان سب میں سے جن سے نکاح فرمایا یہ تھیں:۔

ایک فاطمہ ضحاک کلابیہ کی لڑکی تھیں۔ اور زفاف سے پہلے یہ آیت تخیر نازل ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا۔ اُس نے دُنیا کو اختیار کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے نکل گئیں۔ آخر کار اُس کا یہ حال ہوا کہ گوبر تھوپتی پھرتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھ ایسی بدبخت عورت سے عبرت پکڑو۔ کہ خدا و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر میں نے دنیا کو اختیار کیا+

دُوسری اسماء بنت صلت سلیمہ تھی۔ روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیام بھیجا اور یہ خبر اس کو پہنچی تو وہ مارے خوشی کے مرگئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص قبیلہ بنی سلیم سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری لڑکی بڑی عاقلہ اور صاحب جمال ہے مجھ کو شرم آتی ہے کہ وہ سوائے آپ کے دُوسرے کے پاس جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا یا نکاح کر لیا۔ وہ مرگئی۔ اور اس شخص نے یہ کہا کہ اس میں ایک اور وصف بھی ہے وہ یہ . . . . کہ اس کو کبھی کوئی مرض اور کوئی تکلیف نہیں پہنچا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہم کو تیری لڑکی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور جس مال میں کچھ بھلائی نہیں ہے جس کو تکلیف نہ پہنچی ہو+

تیسری ملکیہ بن کعب اور ایک قول میں ہے کہ کسی اور کی لڑکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس سے خلوت کی تو اس کی ران پر ایک سفیدی دیکھ کر نفرت کی۔ اور فرمایا کہ

اپنے کپڑے پہن لو۔ اور اپنے قبیلہ میں چلی جاؤ +

چوتھی۔ اسمار بنت النعمان بن ابی الجون الکندیہ تھیں۔ روایت ہے کہ ان کا باپ کندہ کا پیشوا تھا۔ اور اپنے قبیلہ سے نکلکر ایمان لایا۔ اور کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری ایک لڑکی ہے کہ تمام عرب کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت اور بے شوہر ہے اور یہ خواہش رکھتی ہے کہ آپ کے فراش سے مشرف ہووے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے مہر پر نکاح کر لیا۔ نعمان نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس کا مہر زیادہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی عورت کا اس سے زیادہ مہر مقرر نہیں کیا ہے اور کسی لڑکی کا مہر اس سے زیادہ کسی شخص سے نہیں باندھا ہے۔ کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو میرے ہمراہ کر دیجئے تاکہ آپ کی بی بی کو آپ کے پاس وہ لے آئے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو اسید ساعدی کو روانہ کیا۔ تاکہ اسمار کو مدینہ منورہ میں لائے۔ اور اس کے جمال کا شہرہ تمام مدینہ منورہ میں ہوگیا۔ اور عورتیں اس کے دیکھنے کے واسطے آئیں۔ اور امہات المومنین نے ایک عورت کو سکھا دیا تھا کہ اس سے یہ کہو کہ تو بادشاہ کی لڑکی ہے۔ اگر تو چاہتی ہے کہ میں اس شوہر کے سامنے عزیز اور سربلند رہوں۔ تو جب تجھ سے وہ خلوت کریں تو تو یہ کہنا اعوذ باللہ منک وہ تجھ کو بہت دوست رکھیں گے +

اور ایک روایت میں ہے کہ جب اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو امہات المومنین کو بہت رشک ہوا۔ اور ظاہر میں شفقت اور مہربان اس پر رہیں۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ تم اس کو مہندی لگانا۔ اور میں اس کے سر کے بالوں میں کنگھی کرونگی۔ اس وقت ان دونوں میں سے ایک نے اس بیچاری سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس عورت کو دوست رکھتے ہیں کہ جو خلوت کے وقت یہ کہے اعوذ باللہ منک جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ گھر میں تشریف لائے تو پردہ اٹھا دیا۔ اور اپنی گود میں ان کو بٹھایا اور چاہا کہ اُن سے بوس وکنار کریں۔ اس بےعقل عورت نے اعوذ باللہ منک کہا فوراً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے علٰحدہ ہو گئے اور کہا تونے بڑے پناہ دینے والے سے پناہ مانگی ساتھ اور اپنی قوم میں جا۔ اور ابو اسید ساعدی سے فرمایا کہ اس کو اس کے قبیلہ میں پہنچا دو۔ اُس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی کہ عورتوں نے ایسا مکر کیا تھا۔ تب آپ نے فرمایا کہ یہ سب عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کی مصاحب ہیں۔ اور ان کا مکر بہت بڑا ہے +

پانچویں لیلیٰ بنت خطیم تھیں۔ روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب کو

پشت کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ کہ لیلی آپ کے پیچھے سے آئی۔ اور ایک گھونسا آپ کی پشت مبارک پر مارا فرمایا تو کون ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ وہ ہے کہ جس کو بھیڑیا نہ کھائے۔ اور کہا۔ کہ میں خطیم کی لڑکی ہوں۔ اور اپنے باپ کی بہت تعریف کی۔ اور کہا کہ میں اس لئے آئی ہوں کہ میں اپنے نفس کو آپ کو دیدوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو قبول کر لیا پس لیلے اپنی قوم میں لوٹ گئیں اور ان سب کو اس کی خبر کی۔ تو لوگوں نے کہا کہ تو نے بُرا کیا ہے۔ تو بڑی غیرت دار عورت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت عورتیں ہیں تو رشک کریگی اور وہ تجھ سے ایسی باتیں کرینگی جس سے تجھے غصہ آئیگا۔ پھر تجھ کو بددعا کرینگی اور اُن کی دعا قبول ہو جاتی ہے جاکر اپنا نکاح فسخ کرالے۔ پس وہ لوٹ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی۔ اور اپنا فسخ نکاح چاہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کا فسخ نکاح قرار دیا۔ اُس نے دُوسرا شوہر کر لیا اس سے اولاد ہوئی پس ایک دن مدینہ منورہ کے باغ میں وہ نہا رہی تھی۔ کہ یکایک ایک بھیڑیا آیا اور اس کے ٹکڑے کر ڈالے۔

ان سب میں سے جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیام نکاح بھیجا تھا۔ مگر نکاح کی نوبت نہیں آئی تھی۔ ایک اُمہانی فاختہ بنت ابو طالب تھیں۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت میں بی بی اُمہانی کو ابو طالب سے چاہا تھا۔ اور ہبیرہ بن ابی لہب نے بھی چاہا تھا۔ مگر حضرت ابو طالب نے اُن کو ہبیرہ بن ابی لہب کے ساتھ نکاح کر دیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ اے میرے چچا ابو طالب اپنی لڑکی کو تم نے مجھ کو چھوڑ کر ہبیرہ بن ابی لہب کو دیدیا۔ حالانکہ تم سے مجھ کو ایسی امید نہ تھی۔ ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے ہم نے ان کے ساتھ سسرا ئیت کی تھی۔ اور لڑکی اس سے مانگی تھی اس واسطے بھتیجے کو لائق ہے کہ بدلہ کرے۔ اور تیری طرف سے دل جمع ہے کہ میری صلاح سے باہر نہ جاؤ گے۔ بعد ازاں اُمہانی مسلمان ہوئی اور اسلام نے ان کے اور ہبیرہ کے درمیان میں جدائی ڈالی۔ اس وقت ان کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہت کی اُمہانی نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قسم ہے خدا کی۔ کہ میں تم کو جاہلیت کے زمانہ میں دوست رکھتی تھی۔ پس اسلام میں کیوں نہ دوست رکھوں۔ قسم ہے اللہ تعالےٰ کی۔ کہ تم میرے کان اور آنکھ سے مجھ کو دوست ہو۔ اور میں وہ عورت ہوں۔ کہ بچے رکھتی ہوں میں ڈرتی ہوں۔ کہ میں اگر ان کے حال کی طرف مشغول ہوئی اور تمہاری خدمت کا حق بجا نہ لائی۔ اور اگر جیسا کہ شرط ہے تمہاری خدمت میں قیام کروں اور ان کے حال کی رعایت نہ کر سکی اور ضائع ہوئے اور شرم کرتی ہوں اس وقت سے کہ جب جامہ خواب میں تم آئے ایک بچے کو تم نے تکیہ کئے ہوئے دیکھا اور دُوسرے کو دودھ پیتے تو بہت بُرا ہو گا۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ خیر النساء وہ عورت ہے کہ جمیع امورات کو مساوی

رکھتی ہے +

دُوسری خولیہ بنت حکیم کہ مشہور ہے ام شریک سلیمہ اور کہتے ہیں کہ اپنے نفس کو آنحضرتؐ کو بخشا۔ اور دولت نکاح کو نہ پایا۔ دوسری جمرہ بنت حرث عطفانیہ تھی۔ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ سے ان کو چاہا۔ اس نے کہا اُس کو مرض ہے۔ حالانکہ وہ کوئی بیماری نہیں رکھتی تھی۔ اور وہ جب گھر میں آئے اُس کی لڑکی پیش ہوئی تھی۔ اور باقی کے نام کی تعداد میں فائدہ معتبر نہیں ہے پس انہیں کے ذکر پر اختصار کیا۔ واللہ اعلم +

ذکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سریوں کا

اول۔ ماریہ بنت شمعون قبطیہ ہے کہ جس کو مقوقس مالک اسکندریہ نے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ کی رسم پر بھیجا تھا نقل ہے کہ وہ کنیزک گوری اور صاحب جمال تھی اور مسلمان ہوئی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل عورت کے رکھا۔ در ملک یمین کے طور پر ان میں تصرف کرتے تھے اور ان کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ ابراہیم ان سے پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہ کی وفات عمر خطاب رضؓ کے زمانہ میں سنہ ۱۶ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں +

دوسری ریحانہ زید ابن عمر کی لڑکی تھی۔ اور بعض نے بنت شمعون کو کہا ہے۔ کہ وہ بنی نضیر کے قیدیوں سے اور دوسرے قول پر بنی قریظہ سے تھیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیدیوں میں سے اپنے واسطے اختیار فرمایا تھا۔ اور ان کو درمیان دین اسلام کے مخیر کیا۔ لیکن وہ اسلام لائیں۔ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور ملک یمین کے ان میں تصرف کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت نے ان کو آزاد کیا اور چاہا محرم سنہ ۶ ہجری میں حالانکہ واقدی نے اس قول کی ترجیح کی ہے اور ابن عبد اللہ وغیرہ نے ان کو جملہ سریہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شمار کیا ہے اور ان کی وفات سال حجۃ الوداع میں تھی بقیع میں دفن ہوئیں۔ اور ایک قول یہ ہے۔ کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وفات پائی اور یہ زیادہ صحیح قول ہے +

تیسری کنیزک جمیلہ کہ سبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھی +

چوتھی کنیزک وہ ہے کہ زینب بنت جحش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا تھا +

ذکر اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

روضۃ الاحباب میں بیان کرتے ہیں۔ جان کہ توفیق دے تجھ کو اور ہم کو اللہ تعالیٰ کہ تمام
اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہؓ بنت خویلد سے تھی۔ سوائے ابراہیمؓ کے کہ ماریہ سے پیدا
ہوئے۔ اور بہت صحیح یہ ہے کہ حضرت کے ۳ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں لیکن آپ کے لڑکے
قاسمؓ اور عبد اللہؓ اور ابراہیمؓ اور طاہر اور طیب لقب عبد اللہ کا ہے۔ اس واسطے کہ زمانہ
اسلام میں پیدا ہوئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ طاہر اور طیب دونوں لڑکے اور تھے۔ پانچ لڑکے
تھے۔ قاسم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں بڑے تھے۔ حضرت نے اسی واسطے اپنی کنیت
ابو القاسم رکھی۔ ان کی پیدائش جاہلیت کے زمانہ میں مکہ میں ہوئی۔ اور بچپن میں فوت
ہو گئے۔ اور عاص بن وائل نے کہا ہے۔ محمد کے لڑکے مر گئے۔ وہ ابتر ہوگا جس پر یہ آیت نازل
ہوئی۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ بعض مفسروں نے آیہ کریمہ کی تفسیر میں المال والبنون زینۃ
الحیوۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثواباً وخیر املا۔ بیان کیا ہے
کہ جب حضرت کے لڑکے نے وفات پائی تب مشرکوں نے کہا کہ ہمارے لڑکے ہیں کہ ہمارا نام ان
سے باقی رہیگا۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ رہنے سے ان کا نام مٹ جاویگا۔ تو یہ آیت مذکورہ نازل
ہوئی۔ اس تقدیر پر مراد باقیات صالحات سے لڑکیاں صلاح کے ساتھ ہیں۔ اور ابراہیمؓ نے
مدینہ میں ذی الحجہ ۸ھ ہجری میں تولد کیا۔ قابلہ سلمیٰ آزاد کردہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے
شوہر کو کہ ابو رافع ہے خبر دی کہ ماریہؓ کے لڑکا پیدا ہوا۔

ابو رافع نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی۔ آنحضرتؐ نے اس خوشی میں ایک
غلام اس کو بخشا۔ اسی رات ان کا نام ابراہیم رکھا۔ اور جبرئیلؑ آئے۔ اور کہا کہ السلام علیک یا ابراہیمؑ
و حضرت اس لقب سے خوش ہوئے۔ ساتویں روز ان کے واسطے دو گوسفند عقیقہ کیے۔ اور ان کا
سر منڈوایا اور ان کے بالوں کے برابر چاندی مساکین کو صدقہ فرمائی۔ اور بال دفن کر دیئے۔ اور
ایک قول یہ ہے کہ ساتویں روز نام رکھا لیکن اول قول بہت صحیح ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ انصار
کی عورات نے جھگڑا کیا۔ ابراہیم کی دائی اور دودھ پلانے میں۔ اور ان کا مقصود یہ تھا۔ کہ ماریہ
فراغت کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں مشغول رہیں کیونکہ وہ جانتی تھیں۔ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
ان کو بہت دوست رکھتے تھے۔ اور ابراہیم کے مرضعہ کے تقرر میں بہت روایات مختلف
گذری ہیں۔ ایک یہ کہ ام بردہ بنت المنذر بن زید انصاری براء ابن اوس کی زوجہ تھی۔ دوسری
یہ کہ ام سیف ابو یوسف لوہار کی عورت تھی۔ اور یہ روایت صحیح ہے۔ صحیح حدیثوں سے ثبوت ملا

کہ حضرتؐ ابراہیمؓ کے دیکھنے کو ابو یوسف لوہار کے گھر میں تشریف لاتے تھے۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ ابو یوسف بھٹی میں آگ جلاتے تھے۔ اور دھواں ان کے گھر میں جاتا تھا۔ جب کبھی آنحضرتؐ ابراہیمؓ کی محبت سے ان کے گھر میں جاتے میں پہلے جاتا تھا۔ اور اُن کو خبردار کرتا تھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم آتے ہیں۔ تاکہ وہ کام چھوڑ دیں۔ اور روایت آدمی کی صحت کی تقدیر جمع متعین پر محتمل ہے یعنے ام سیف اور ام بردہ نے ابراہیم کو دُودھ پلایا۔ اور روایت وسفیین فی بخته اس جمع کی تائید کرتی ہے۔ اور قاضی عباس مالکی نے کہا کہ ام بردہ اور ام سیف ایک ہے اور نام ابو یوسف براد ابن اوس کا اور نام بردہ خولہ بنت فندر کا ہے اور شیخ ابن حجر نے صحیح بخاری میں کہا ہے کہ یہ جمع قاضی عیاض کی غیر مستند ہے لیکن اسمار جال کے آئمہ سے کسی سے تصریح واقع نہوئی یا یہ کہ کنیت براد روس اور ابو یوسف اور نام ابو یوسف برر بن اوس کا تھا۔ فقیر حقیر کہتا ہے۔ ابن عبد اللہ مالکی کہ صاحب کتاب استعانت اور فن اسمار الرجال میں سمار معروفہ صحابہ امام ہے۔ اور ایک رکن نے کہا۔ کہ ابو یوسف کا نام براد ابن اوس ہے۔ اور اسماء میں کہا کہ برار بن اوس کی کنیت ابو یوسف ہے۔ اور وہ مددگار ابراہیم ہے اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اسماء میں۔ کہا کہ اس کا نام برار ابن اوس اور وہ ابو یوسف مددگار۔ ابراہیم بیٹا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ اسکی بی بی ام بردہ نے ان کو دودھ پلایا وہ بھی امام ہے پس سخن قاضی عیاض کا بقول ان دو امام کے ہماری تقویت میں گیا۔ واللہ اعلم +

ابراہیم قریب ایک سال کے جئے اور سنہ میں وفات پائی۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم انکی موت سے بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے۔ اور روئے۔ یہ صحت کو پہنچا ہے۔ کہ جب آنحضرت کو خبر دی گئی کہ ابراہیم سکرات میں ہیں۔ تو عبد الرحمٰن بن عوف ان کے پاس تھے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ اور ابو یوسف کے گھر میں آئے۔ ابراہیم ماں کی گود میں تھے۔ ان کو اپنی گود میں لیا۔ اور جب ان کو اُس حال میں دیکھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے میت پر رونے سے منع فرمایا تھا۔ تو فرمایا اے پسر عوف یہ حال جو تو مجھ پر دیکھتا ہے رحمت وقت میں ہے میت پر کہ پیدا ہوتی ہے تحمل سے اس حال میں کہ اس کو پیش آیا۔ ایک روایت اس وقت فرمائی۔ کہ میں نے منع نہیں کیا ہے۔ مگر دو آواز وں سے ایک وہ آواز کہ وقت نغمہ لہولعب کے اور شیطان کے مزامیر سے ہو۔ دوسری وہ آواز کہ وقت منیت کے ہو۔ بال اکھاڑنے اور منہ پیٹنے اور کپڑے کو پھاڑنے کے ساتھ لیکن یہ رونا رحمت کے اثر سے ہے۔ اور جو شخص کہ رحم نہ کرے خدا بھی اس پر رحم نہ کرے۔ اس وقت فرمایا اے ابراہیم کہ اگر یہ نہ ہوتا کہ موت ایک امر ہے حق کا اور ایک وعدہ ہے سچا۔ آخر ہمارا کہ عنقریب اولیاً

کے ساتھ مرگیا۔ تو یہ تحقیق سب سے زیادہ میں حزین ہوتا۔ اور فرمایا العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے۔ اور ہم وہ نہیں کہتے۔ مگر جس میں ہمارا رب راضی ہو۔ اور ہم تیرے فراق میں اے ابراہیم البتہ غمگین ہیں۔ عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت اپنی ماں سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے سرہانے موجود تھی جب میں نے اور میری بہن ماریہ نے فریاد کی حضرت ہم کو منع نہیں کرتے تھے۔ جب قبض روح کیا ہم کو فریاد کرنے سے منع فرمایا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب رسول علیہ السلام روئے۔ اسامہ بن زید فریاد برلائے حضرت نے اُن کو منع کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو روتے دیکھا۔ فرمایا البکاء من الرحمۃ والصراخ من الشیطان۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم کی دایہ نے ان کو نہلایا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ فضل ابن عباس نے غسل دیا۔ اور عبدالرحمن بن عوف پانی ڈالتے تھے۔ اور حضرت غسل کے وقت حاضر تھے۔ اور صحیح روایت یہ ہے کہ ان پر نماز پڑھی اور قبر پر کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ اُن کو دفن کیا۔ اسامہ بن زید اور فضل ابن عباس نے قبر میں اتارا۔ اور بعد فراغ دفن کے صورت قبر کی درست کی۔ اور پانی چھڑکا اور اول قبر کہ جو اسلام میں اس کو بنایا وہی تھی۔

منقول ہے کہ حضرت نے ابراہیم کی وفات میں فرمایا۔ کہ اگر وہ زندہ رہتے تو میں سب اقربا کو مع ان کی ماں کے آزاد کر دیتا۔ اور قبطیوں سے جزیہ وضع کر لیتا۔ اور صحیح میں اختیار نبوت میں ملا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابراہیم میرے لڑکے نے مدت رضاع تمام نہ کی اور دنیا سے گیا بہ تحقیق اس کو ایک مرضعہ اور ایک روایت میں دو مرضعہ بہشت میں پا ہے کہ ایام رضاعت کی تکمیل کریں۔

فائدہ۔ بعض سلف سے جو منقول ہے کہ ابراہیم پسر صلے اللہ علیہ وسلم نے حالت صغر میں وفات پائی۔ اگر زندہ رہتے تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے پایا تھا۔ یہ صحت کو نہ پہنچا۔ اور اعتبار نہیں رکھتا۔ اور دلیری علم غیب پر ہے۔ اور یہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ اس سخن کے کیا معنے ہیں۔ نوح کے لڑکے تھے۔ اور نبی نہ تھے اور جیسا کہ غیر نبی سے ہو سکتے ہیں کہ نبی وجود میں آئے ایسا ہی نبی سے ہو سکتا ہے کہ غیر نبی وجود میں آئے۔ اگر نبی سے غیر نبی ممکن نہ ہوتا تو چاہیئے تھا کہ ہر کوئی نبی ہوتا۔ اس واسطے کہ سب نوح کی اولاد ہیں۔ اور آدم نبی مسلم تھے۔ ان کی پشت سے معلوم نہیں کہ سوائے چھ بیٹے کے ہوئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

لڑکیاں۔ زینب بڑی بیٹی آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کی بقول صحیح ہیں۔ اور ان کی پیدائش جاہلیت میں تیسویں سال واقعہ فیل سے تھی۔ ان کا نکاح آپ نے اپنی خالہ کے لڑکے ابوالعاص

ابن ربیع ابن عبد العزیٰ ابن عبد الشمس ابن عبد مناف کے ساتھ کیا۔ اور ابوالعاص کی ماں ہالہ بنت خویلد تھی ÷

جنگ بدر کے دن جب ابوالعاص قیدی ہوا۔ زینب مکہ میں تھیں۔ ابوالعاص کے چھوڑانے کو ایک ہار جو خدیجہؓ نے برات کے دن ان کو دیا تھا بھیجا تھا۔ جب رسول علیہ السلام نے اس کو دیکھا تو خدیجہؓ کو یاد کیا اور بہت روئے اور اصحاب سے فرمایا کہ اگر چاہو کہ زینب کے قیدی کو چھوڑ دو۔ اور اس کا ہار پھیر دو۔ تو ایسا کر لو۔ سب نے کہا بہت اچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس ابو عاص کو چھوڑ دیا۔ اور ہار واپس کر دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے کہا کہ تم جب مکہ میں پہنچو۔ تو میری لڑکی کو بھیجدو۔ کہ اس کے اسلام نے اور تمہارے کفر نے تمہارے درمیان جدائی ڈالدی۔ اُس نے قبول کیا۔ اور اپنی شرط پوری کی۔ اور زینب کو مدینہ بھیجدیا اور اس زمانہ تک کہ ابوالعاص تجارت سے جو مکہ کی طرف لوٹتا۔ سریہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس طرف پہنچا۔ ابوالعاص بھاگ گیا اور اس کا مال اہل اسلام کے ہاتھ آیا۔ اس کو مدینہ میں لائے۔ ابوالعاص نے خفیہ اپنے کو مدینہ پہنچایا۔ اور زینب سے امان طلب کی۔ زینب نے اُس کو امان دی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی امان کو قبول کیا۔ اور زینب سے فرمایا کہ اس سے نزدیکی نہ کرنا کہ حلال نہیں ہے۔ اس کو اور اس سریہ کے اہل سے کہا کہ اگر احسان کرو تو اس کا مال واپس دو۔ اور اگر انکار کرو تو وہ مال لوٹ کا ہے اور اس کے تم حقدار ہو۔ سب نے کہا یا رسول اللہ اس کا مال ہم پھیر دینگے۔ پس اس کا مال اس کے سپرد کر دیا۔ ابوالعاص مکہ کو گیا اور جو کچھ امانت کسی کی اُس کے پاس تھی۔ سب کو دیدی۔ اور کہا اے گروہ قریش تمہاری کوئی چیز میرے پاس نہ رہی۔ سب نے کہا نہیں۔ پس کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ایک ہے۔ اور محمد بندہ اور رسول اس کا ہے۔ قسم ہے خدا کی۔ کہ کوئی غیر مجھ کو مدینہ میں مانع نہ ہوئے کہ اُس کے آگے مسلمان ہوتا۔ مگر اس کا ڈر کہ تم گمان کروگے کہ ہمارا مال لینا چاہا۔ پھر مکہ سے باہر آیا۔ اور اپنے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملازمت میں پہنچایا۔ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب کو اسی اول نکاح سے اُس کو دیا۔ اور ایک روایت ہے کہ نکاح کی تجدید کی ÷

نقل ہے کہ زینب کے ابوالعاص سے ایک لڑکا علی نام اور ایک لڑکی امامہ نام تھی لڑکا قریب بلوغ کے پہنچا تھا۔ کہ دنیا سے سفر کر گیا۔ اور امامہ کو حضرت دوست رکھتے تھے۔ چنانچہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ ایک وقت نماز ادا کرتے تھے۔ اور امامہ کو اپنے کندھے پر بٹھایا تھا جب رکوع کو جاتے تو زمین پر اتارتے اور جب سر سجدہ سے اٹھاتے قیام کے واسطے۔ تو اس کو اٹھاتے اور علی ابن ابی طالب نے بعد فاطمہ زہرا کے بموجب ان کی وصیت کے امامہ کو چاہا۔

وفات زینب کی حضرت کی زندگی میں شمہ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور سودہ بنت زمعہ و ام سلمہ اور
ام ایمن اور ام عطیہ انصاری نے غسل دیا۔ اور صحت کو پہنچا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳ بار
یا ۵ بار اور زیادہ ان کو بیری کے پانی سے نہلاؤ۔ اور آخر میں کافور کے پانی سے دھوؤ۔ اور سیدھی
طرف سے ابتدا کرو۔ اور جب غسل سے فارغ ہو تو وضو کی جگہوں پر مجھ کو خبر کرو۔ جب فارغ ہوئیں
تو کہا آپ نے اپنی چادر دیدیا۔ کہ اس کو اس کا شعار بناؤ۔ اور بعد غسل اور تجہیز و تکفین اور نماز
کے دفن کیا۔ اور حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر آئے۔ رضی اللہ عنہا ؛

دوسری رقیہ۔ ان کی ولادت جاہلیت میں ۳۳ ہجری میں واقعہ فیل سے ہوئی۔ ظہور نبوت
سے پہلے حضرت نے ان کو عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں دیا۔ اور ایک روایت ہے کہ عتبہ کی
زوجہ ام کلثوم تھی۔ اور مشہور زیادہ یہ ہے۔ کہ ان کے ساتھ عتبہ کے زفاف سے پہلے سورہ تبت
ابولہب کی شان میں نازل ہوئی۔ اس نے اپنے لڑکے عتبہ سے کہا کہ اگر محمدؐ کی لڑکی کو طلاق نہ دیگا
تو میں تجھ سے بیزار ہونگا اور روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور قریش نے
آپ سے دشمنی اختیار کی ابوالعاص و عتبہ سے کہا۔ کہ تم نے محمدؐ کے دل کو فارغ کیا ہے۔ اگر ہماری خاطر
منظور ہے۔ تو ان کی لڑکیوں کو طلاق دو۔ تاکہ ان کے شغل میں دوسری بات نہ کر سکیں۔ اور جو لڑکی
تم چاہو ہم اس کو دیں۔ ابوالعاص نے کہا قسم ہے خدا کی کہ میں محمدؐ کی لڑکی سے مفارقت نہ کرونگا۔
اور نہ دوست رکھونگا۔ کہ اس کی عوض قریش کی کوئی عورت ہو لیکن عتبہ ابی لہب کے بیٹے نے
کہا۔ اگر سعید ابن ابی العاص کی لڑکی مجھ کو دو تو رقیہ کو طلاق دوں۔ پس قریش نے ایسا ہی کیا۔ اس
زمانہ میں عتبہ اپنے باپ کے ساتھ تجارت کو شام کی طرف جاتا تھا۔ اس نے کہا محمدؐ کے پاس جاتا
ہوں۔ اور ان کو ان کے خدا کی شان میں ایذا پہنچاتا ہوں۔ پس حضرت کے پاس آیا اور کہا اے محمد
ھو یکفر بالذی دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی یعنی وہ کفر کرتا ہے اس
ذات پاک کے ساتھ۔ کہ جس نے نزدیک کیا۔ پس تم نزدیک ہوئے پس ہوگیا فرق دو کمانوں
کے قاب کا یا اس سے بھی کم۔ اور اس ملعون نے بے ادبی کی۔ اور اپنی تھوک کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف ڈالا ؎

دریا بدہان سگ نگردد بد رنگ

اور کہا کہ میں نے رقیہ کو طلاق دی حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] علیہ
کلبا من کلابک یعنی اے اللہ اس پر کوئی کتا اپنے کتوں میں سے مسلط کر۔ ابو طالب مجلس
میں حاضر تھے۔ عتبہ سے کہا کہ کیا چیز محمدؐ کی دعا کو تجھ سے دفع کرے۔ عتبہ ابی طالب کے پاس آیا
اور سارا قصہ بیان کیا۔ پھر شام کو چلا گیا۔ اور راہ میں ایک منزل پر اترا۔ اسکو زرقا کہتے تھے۔ اور

وہ ایک تبخانہ کے پاس تھی۔ جو راہب کہ وہاں رہتا تھا۔ اُس نے اُن سے کہا کہ تم واقف ہو کہ یہ منزل درندوں کی ہے۔ بولہب نے قافلہ سے کہا کہ آج کی رات ہماری مدد کرو۔ میں ڈرتا ہوں کہ محمدؐ کی دُعا آج کی رات میرے لڑکے پر تاثیر کرے پس اپنے یاروں کو جمع کیا۔ اور بہت اسباب سونے کی جگہ راست کی اور اس کے آس پاس تکیہ بنایا یہ سب نگہبانی بجا لائے لیکن خدا تعالیٰ کی حفاظت جوان کے ساتھ نہ تھی کچھ نتیجہ نہ ہوا۔

بے عنایات حق وخاصان حق
گر ملک باشند سیاہش شد ورق

حق تعالیٰ نے نیندان پر غالب کی۔ ایک شیر آیا۔ اور ایک ایک کو سونگھا اور کسی کو تعرض نہ کیا اور اوپر جاکر ایک حربہ اپنے ہاتھ کا عتبہ پر مارا۔ اور اس کا پیٹ چیر ڈالا۔

بس تجربہ کردیم دریں دہر مکافات
باآلِ نبی ہر کہ درافتاد برافتاد

عتبہ جاگا اور کہا کہ شیر نے مجھ کو مار ڈالا۔ اور فوراً جان اپنے مالک دوزخ کے سپرد کردی۔

صحت کو پہنچا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رقیہ کو اس کے بعد عثمان ابن عفانؓ کو دیا اور انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اور حضرتؐ نے دونوں ہجرت میں ان کی شان میں فرمایا۔ انھما الاول من ھاجر الی اللّٰہ بعد لوطِ پہلی حضرت کی ہجرت میں رقیہ حاملہ تھی۔ اس کا حمل گر گیا۔ اور کہتے ہیں کہ بعد اُس کے عثمانؓ سے رقیہ کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا اور اسلام کے زمانہ میں ابو عبداللہ کے ساتھ کنیت کے وہ لڑکا دو برس کا ہوا مُرغ نے اُس کی آنکھ میں چونچ ماری۔ اس کے صدمہ سے وفات پائی۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحقنی بسلفنا الخیر عثمان بن مظعون۔ عورات روئیں۔ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے کوڑے مارے کہ کیوں روتی ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا اُن کو چھوڑ دو۔ اس وقت فرمایا۔ کہ رؤو۔ ولیکن نوحہ گری سے بچی رہو۔ کہ جو دل اور آنکھ سے ہے۔ اور اللہ کی رحمت کا اثر ہے۔ اور جو زبان اور ہاتھ سے ہے۔ شیطان کی طرف سے ہے فاطمہ زہرا رقیہ کی قبر کے سرہانے سیدھے پہلو پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھیں تھیں۔ اور روتی تھیں۔ اور رسول علیہ السلام اپنی چادر مبارک کے گوشہ سے ان کی آنکھ سے آنسو پونچھتے تھے

تنبیہ۔ جو کہ صحت کو پہنچا۔ اور شہرت اکثر روایات سے پائی یہ ہے کہ حضرت رقیہؓ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے جیسا کہ پہلے گذرا۔ پس غالب گمان یہ ہے کہ جو قصہ کہ مروی ہوا ابن عباسؓ سے زینبؓ یا ام کلثومؓ کی وفات میں تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اور اگر رقیہ کی شان میں

ہوتا تو یہ امر احتمال رکھتا ہے کہ بعد آنے آنسرورِ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ بدر سے رقیہ کی قبر پر آئے اور امور مذکورہ وقوع ہوئے +

تیسری ام کلثوم۔ اُن کا نام آمنہ تھا۔ ان کو اول عتبہ ابن ابی لہب کے نکاح میں دیا۔ اور بعد نزول سورہ تبت کے ابی لہب نے اسکو طلاق دلائی۔ بعد وفات رقیہ کے تیسرے سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو عثمانؓ کو دیا۔ ایک مدت عثمانؓ کے ساتھ رہیں۔ فرزند پیدا نہ ہوا۔ اور بعض روایات میں وارد ہوا کہ ان کی لڑکی تھی لیکن بالغ نہ ہوئی کہ دنیا سے سفر کر گئی وفات ام کلثوم کی ۹ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور اسما بنت عمیس اور صفیہ بنت عبد المطلب اور ام عطیہ نے اُن کو غسل دیا حضرت ان کی قبر پر حاضر ہوئے۔ اور روئے۔ اور صحت سے معلوم ہوا کہ جب ان کے جنازہ کو قبر کے کنارہ پر رکھا۔ حاضرین سے فرمایا ھل منکم رجل لم یقارف اللیلۃ اھلہ ابو طلحہ انصاری نے کہا یا رسول اللہ میں نے آج کی رات اس کی مفارقت نہ کی فرمایا قبر میں آؤ۔ اور اس کو دفن کرو +

نقل ہے کہ جب ام کلثومؓ کو قبر میں اتارا حضرتؐ نے فرمایا منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اُخری اور بعد ازاں فرمایا بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلےٰ ملۃ رسول اللہ اور فرمایا کہ درز ہائے خشت اٹھا لو۔ اور جان لو کہ اس سے میت کو نفع نہیں پہنچتا ہے لیکن دوستوں کا دل خوش ہوتا ہے اور مروی ہے کہ اگر میری دس لڑکیاں ہوتیں عثمانؓ کو ایک کے بعد ایک دیتا +

چوتھی سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا ان کی کنیت ام محمد اور ان کا لقب مبارکہ طاہرہ زکیہ۔ راضیہ۔ مرضیہ۔ بتول۔ عذرا ہیں۔ ان کی ولادت ۳۵ھ میں واقع نبوت سے پانچ سال پہلے ثبوت سے۔ اور ایک قول ہے ۴۱ھ میں واقع ہوئی۔ اور سب سے چھوٹی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑکیوں میں بقول صحیح آپ تھیں۔ اور ایک قول سے رقیہ اور ایک قول سے ام کلثوم اور علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے رمضان میں ۲ھ میں بعد مراجعت بدر سے ان کو بیاہا۔ اور ذی الحجہ میں ان کے ساتھ زفاف کیا ایک قول سے ماہ رجب میں اور ایک قول سے صفر میں ان کو بیاہا۔ اُس وقت فاطمہ زہرا پندرہ برس یا اٹھارہ برس کی تھیں۔ اور جو کہ زینب کی ولادت اور تزویج میں ذکر کیا ہے کہ وہ نکاح کے وقت بیس سال کی ہوئی تھیں۔ اور حضرت فاطمہ کی وفات ۱۱ھ کے وقائع کے ذکر میں گذرے گا۔ اور فاطمہ کے تین پسر اور تین لڑکیاں تھیں۔ یعنی حسن و حسین ومحسن۔ و زینب و ام کلثوم و رقیہ محسن اور رقیہ نے بچپن میں وفات پائی۔ اور زینب کو عبد اللہ بن جعفر کو اور ام کلثوم کو عمر ابن خطاب کو دیا۔ ان سے نسل نہ چلی۔ جب عائشہ صدیقہ سے پوچھا کہ

آدمیوں سے کون دوست تر تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا فاطمہ۔ کہا مردوں سے کون تھے۔ کہا اس کا شوہر۔ اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ حذیفہ ابن الیمان رضی نے کہا۔ ایک دن میری ماں نے مجھ سے پوچھا کہ کب سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو تو نے نہیں دیکھا ہے۔ میں نے کہا اتنے وقت سے کہ میری خواری کی اور گالیاں دیں۔ میں نے کہا معاف کرو۔ میں جاتا ہوں۔ اور ان کے ساتھ شام کی نماز پڑھوں گا۔ اور تیرے اور اپنے واسطے عرض کروں گا کہ بخشش کی دعا فرمایئے۔ تو مجھ کو اجازت دی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور شام اور عشاء کی نماز ادا کی جب نماز سے فارغ ہوئے اٹھے اور گھر کی طرف جاتے تھے میں پیچھے آپ کے رواں ہوا میں نے دیکھا کہ راہ میں ایک شخص ان کے آگے آیا۔ اور بطریق بشارت کے بات کی اور غائب ہوگیا۔ میں پیچھے جاتا تھا۔ میری آواز سنی۔ فرمایا تو ابن حذیفہ ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ پوچھا کہ تیری حاجت کیا ہے غفر اللہ لک ولامک یہ شخص جو میرے آگے آیا تو نے دیکھا۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا فرشتہ تھا کہ اس سے پہلے ہرگز زمین پر نہ آیا۔ اپنے پروردگار سے اجازت چاہی کہ مجھ پر سلام کرے اور خوشخبری دے۔ کہ فاطمہ رضی اہل بہشت کی عورات کی سردار ہے۔ اور حسن رضی اور حسین رضی جوانان بہشت کے سردار ہونگے ✤

انس ابن مالک رضی روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت صلعم نے فرمایا حسبک اللہ من نساء العالمین مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور آسیہ بنت مزاحیم فرعون کی بی بی۔ اور حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن ابغضہا فقد ابغضنی یعنی فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ایذا دی۔ اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے اس سے بغض کیا پس تحقیق مجھ سے بغض کیا۔ اور بعض خبروں میں وارد ہوا ہے ان اللہ یغضب بغضب فاطمۃ ویرضی برضاھا یعنی اللہ تعالٰے فاطمہ کے غصہ سے غصہ کرتا ہے اور فاطمہ کی رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دن حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مجمع میں فرمایا۔ کہتے ہیں کہ عورتوں کو کیا چیز بہتر ہے یاروں نے جواب دیا۔ علی ابن ابی طالب گھر میں آئے اور جو کچھ مجلس نبوی میں گذرا تھا۔ فاطمہ رضی سے پوچھا۔ فاطمہ رضی نے کیوں نہ کہا کہ عورتوں کو یہ بہتر ہے کہ مرداں کو نہ دیکھیں۔ اور مرداں کو نہ دیکھیں۔ پس حضرت امیر علیہ السلام نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں مراجعت کی۔ یہاں تک کہ یہ جواب آنسرور سے کہا۔ فرمایا کس سے سیکھا۔ امیر علیہ السلام نے کہا کہ فاطمہ رضی سے۔ فرمایا کہ انما الفاطمہ بضعۃ منی۔ کہتے ہیں کہ ایک بار پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے علی اور فاطمہ کے ساتھ ملاقات فرمائی۔ اور دونوں سے محبت کرتے تھے۔ علی نے کہا یا رسول اللہ وہ دوست تر ہے آپ

کے ساتھ مجھ سے یا میں۔ حضرت نے فرمایا وہ مجھے احب الی منک وانت علی اعز منہا اور صحت کے ساتھ ملا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ باہر گئے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم در پشمینہ کی ردا اوڑھے ہوئے تھے۔ کہ حسینؓ ابن علیؓ ان کے آگے آ گئے۔ ان کو ردائے مبارک میں لے لیا۔ پھر حسنؓ ابن علیؓ آئے۔ پھر علیؓ اور فاطمہؓ آئے۔ ان کو بھی لے لیا۔ پھر فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ یعنے اللہ تعالے چاہتا ہے کہ تم سے برائی دور کرے اور تم کو خوب پاک کرے۔ اور ان چاروں کی شان میں فرمایا انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم۔ یعنے میں لڑنے والا ہوں اس سے جو ان سے لڑائی کرے۔ اور سلامت رکھنے والا ہوں اس سے جو ان کو سلامت رکھے۔ اور ایک بار فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے دیکھ کہ وہ موٹا جامہ اونٹ کے بالوں کا پہنے ہوئے ہیں۔ آپ آنسو بھر لائے اور کہا اے فاطمہ آج مشقت اور دنیا کی تنگی پر صبر کر۔ کل قیامت کے دن بہشت کی نعمتیں تیرے واسطے ہیں۔ اور شیخ نجم الدین عمر رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر فاتحہ میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ دیکھا کہ فاطمہؓ ملول اور محزون ہوئے روتی ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیوں غمگین ہو۔ فرمایا یا رسول اللہ بر سبیل حکایت نہ شکایت کہتی ہوں تین دن ہو گئے کہ میرے گھر میں کھانا نہیں ہے اور حسنؓ اور حسینؓ کو صبر نہ رہا۔ وہ شدت بھوک سے روتے ہیں۔ مجھ کو بھی ان کے رونے سے رونا آتا ہے اور علیؓ بھی روتے تھے۔ میں آپ سے پوشیدہ رکھتی تھی لیکن آج حسنؓ اور حسینؓ سے کچھ میں نے وہ سنا کہ مجھ میں طاقت نہ رہی۔ کہا کہ کوئی بچہ ایسا روتا ہو گا۔ کہ ہم پر جہاں تاریک ہوا۔ اے پدر کیا فرماتے ہو۔ اگر بندہ حق تعالے کے ساتھ گستاخی کرے، مناجات میں عیب نہیں ہے فرمایا اے فرزند خداوند تعالے بندوں کی گستاخی دوست رکھتا ہے۔ فاطمہؓ گئیں اور غسل کیا۔ اور گھر کے گوشہ میں نماز کو کھڑی ہوئیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئیں مناجات کی اور ہاتھ اٹھائے اور کہا الٰہی اور کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ عورتوں کو طاقت بھوک کی نہیں ہے یا مجھ کو بھی ایسی طاقت دے۔ یا اس بلا سے راحت بخش یہ کہا اور ہوش سے نہیں۔ فوراً جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہوں نے فرمایا کیا ہے کہ فاطمہ نے فرشتوں کو شور میں ڈالا ہے ان کو دیکھو۔ خواجہ عالم صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور فاطمہ کو دیکھا کہ بیہوش ہے۔ ان کا سر زمین سے اٹھایا۔ اور گود میں لیا تو حضرت فاطمہؓ ہوش میں آئیں دیکھیں اور شرمندہ ہو کر دل کی مثل سر ڈال لیا حضرتؐ نے فرمایا اے فاطمۃ الزہرا نحن قسمنا۔ خدا تعالے کو قسم ہے جان تا کہ مشقتیں تجھ سے آسان ہوں۔ پھر دست مبارک ان کے سینہ پر رکھا اور کہا۔ خدایا اس کو بھوک سے نڈر کر۔ فاطمہؓ کہتی ہیں یہاں تک کہ میں روتی تھی ہرگز اپنے دل میں سختی بھوک کی نہ پائی

ثوبان غلام آزاد کردہ رسول علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب سفر کو جاتے تھے۔ آخر جو کوئی رخصت کرتا۔ وہ فاطمہ زہرارضہ تھیں۔ اور جب مراجعت فرماتے۔ اور اول اہلبیت میں سے جس سے ملاقات کرتے وہ فاطمہ زہرارضہ تھیں۔ پھر ازواج کے حجرہ میں تشریف لیجاتے تھے +

مروی ہے کہ حضرت علیؑ اور فاطمہ رضہ کے دروازہ پر آتے اور کھڑے ہوتے اور فرماتے۔ السلام علیکم یا اهل البیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا امیر المومنین حسن ابن علی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی ماں فاطمہ رضہ کو دیکھا۔ کہ جمعہ کی رات میں اپنے گھر کی مسجد میں نماز پڑھتی تھیں۔ اس وقت تک کہ صبح طلوع ہوتی میں نے سنا کہ مومن مرد اور عورت کو بہت دعائے خیر فرماتی تھیں اور اپنے واسطے کچھ دعا نہ کرتی تھیں۔ میں نے کہا اے مادر مہربان کس لئے اپنے نفس کے واسطے دعا نہیں کرتی ہو۔ فرمایا اے بیٹے من الجار ثم الدار +

نقل ہے کہ چند روز بیمار رہیں اور جس روز کہ دنیا سے کوچ کیا علی مرتضےٰ ایک مہم پر گھر سے باہر تھے سلمیٰ آزاد کردہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ میرے واسطے پانی گرم کرتا کہ غسل کروں سلمیٰ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا غسل اچھی طرح بجالائیں۔ پھر آپ نے پاک کپڑے مانگے اور پہنے اور فرمایا۔ کہ ان کے بستر کو اندر گھر کے میں نے بچھا دیا۔ وہاں قبلہ رو ہوئیں۔ اور سیدھا ہاتھ اپنے منہ کے نیچے تکیہ کیا۔ فرمایا اے سلمیٰ میں ابھی اس عالم سے جاتی ہوں۔ اور میں نے غسل کیا ہے۔ چاہیئے کہ کوئی مجھ کو برہنہ نہ کرے۔ یہ فرمایا اور روح پاک قبض ہوگئی۔ جب علیؑ آئے دیکھا کہ ہم روتے تھے۔ پوچھا کہ کیا ہوا۔ ہم نے کیفیت واقعہ کی ان سے کہی۔ اور ان کی میت بجا لائے۔ اور اسی غسل سے ان کو اٹھایا۔ اس قصہ کو اسی طریق سے محمد ابن سعد واقدی کے کاتب نے اپنی کتاب طبقات میں بیان کیا ہے اور کتاب النعمہ میں مسند امام محمد حنبل سے نقل کیا ہے باوجود اس کے کہ حکم فقہی اس کے خلاف ہے اور اگر صحت کو پہنچے۔ فاطمہ رضہ کے مخصوصات سے رکھنا چاہیئے لیکن مشہور یہ ہے۔ کہ جب وفات پائی بموجب ان کی وصیت کی۔ اسما بنت عمیس نے ان کو غسل دیا۔ اور حسنؑ اور حسینؑ نے پانی ڈالا۔ اور مادر کی موت پر روتے تھے +

نقل ہے کہ علی مرتضیٰ آئے اور کہا اے بنت رسولؐ اپنے دل کو میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تجھ سے تسکین دیتا تھا بعد تیرے کس طرح تسکین دونگا۔ اور ان کی مفارقت پر بہت روتے اور یہ بیت انشا فرماتے ؎

لکل اجتماع من خلیلین فرقة ۔۔۔ وکل الذی دون الفراق قلیل

وان افتقادی فاطمه بعد احمد ۔۔۔ دلیل علی ان لا یدوم خلیل

ہر دو دوست کے ملنے پر جدائی ہے۔ وہ آدمی کم ہیں کہ جن میں جدائی نہ ہو۔ افتتاد فاطمہ کا دلیل ہے اس امر کی کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا"۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات منگل کی رات میں تیسری رمضان کو واقع ہوئی۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ اور بقولے ۳ ماہ اور بقولے ۷۰ روز بعد اور اول قول بہت صحیح ہے۔ در عمر شریف ان کی اٹھائیس سال کی تھی۔ اور بقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ اور ان پر نماز حضرت علیؓ نے اور بقولے عباس نے ادا کی۔ دوسرے روز ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور تمام اشراف قریش کے رضی اللہ عنہ علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہٗ کے ساتھ معاتبت کرتے تھے کہ ہم کو کیوں خبر نہ کی۔ تاکہ شرف نماز کا پاتے۔ علی کرم اللہ وجہٗ عذر فرماتے تھے کہ اُن کی وصیت کے مطابق میں نے ایسا کیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جب وفات کا وقت آیا تو علیؓ کو بلایا اور کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ ایک وصیت تم سے کروں اگر بجا لاؤ۔ ورنہ دوسرے سے کروں کہ وہ بجا لاوے گا۔ علیؓ نے کہا میں نے قبول کیا کہ جو کہو گی ویسا کروں گا۔ فرمایا کہ جب میں دنیا سے جاؤں مجھ کو رات میں دفن کرنا۔ کہ نامحرم کی آنکھ میرے جنازہ پر نہ پڑے۔ بعد وفات کے حضرت علی نے ایسا ہی کیا جیسا کہ وصیت تھی۔

میں نے حاشیہ شرح مطالع میں دیکھا ہے کہ آل میں پانچ مذہب ہیں۔ ایک معنے پیچھے چلنے والے کے ہیں۔ مذہب جعفر بن عبداللہ انصاری کا ہے۔ اور سفیان ثوری کا اور مختار بعض اصحاب امام شافعی کا ہے۔ دوسرے امام شافعی کے نزدیک آل مطلب اور بنو ہاشم تیسرے آل بنو ہاشم فقط۔ چوتھے امام مالک کے نزدیک حضرت رسالت پناہ سے لے کر غالب بن فہر تک۔ پانچویں ذریت حضرت نبی کی اور ازواج مطہرات آنحضرت علیہ السلام ہے۔ اور بعض اس پر ہیں کہ بنو ہاشم اور نیز آل حضرت امیر المومنین علیؓ اور آل حضرت عباس اور جعفر اور عقیل اور حارث ابن عبد المطلب اور علم اللہ کے نزدیک ہے۔

بیان ذکر کیفیت ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیان غرایب کہ اسی ولادت میں ظہور میں آیا اور جو اس کے متعلق ہے

روضۃ الاحباب میں مروی ہے کہ عثمان ابن العاص نے اپنی ماں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ سے روایت کی ہے کہ میں آمنہ کے پاس موجود تھی جس وقت کہ وضع حمل کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا کہ ستارے زمین کی طرف میل کرتے تھے۔ اس میں یہاں تک کہ میں نے جانا کہ زمین پر گر پڑیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس وقت ایسے نزدیک ہوتے تھے کہ مجھ گمان لے گئی کہ

مجھ پر گر پڑینگے اور جب آمنہ کو وضع حمل واقع ہوا۔ تو اُن سے ایک نور جدا ہوا کہ اُن کا حجرہ اور گھر سب نورانی ہوگیا۔ اس حیثیت سے کہ میں نے سوائے نور کے کوئی چیز نہ دیکھی۔ اور عبدالرحمن ابن عوف روایت کرتے ہیں کہ اپنی ماں شفا بنت عوف سے کہ میں آمنہ کی قابلہ تھی۔ اور اس رات کہ ان کی درد زاوت کا ہوا جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاتھ میں آئے۔ اور آواز میرے ہاتھ سے پہنچی میں نے سُنا کہ کہتے تھے یرحمک ربک تیرا رب تجھ پر رحم کرے۔ اور مشرق سے مغرب تک زمین نورانی ہوگئی۔ چنانچہ بعض محل شام کے اُس نور سے میں نے دیکھے۔ اس وقت میں نے تکیہ کیا۔ تھوڑی دیر نہ ہوئی کہ ایک ظلمت اور ڈر اور لرزہ مجھ پر طاری ہوا۔ بعد ازاں میری سیدھی طرف سے روشنی پیدا ہوئی۔ میں نے سُنا کہ کہنے والا کہتا تھا کہ ان کو کہاں لے جائے گا۔ دُوسرے نے اُس کے جواب میں کہا مغرب کی طرف۔ بعد تھوڑی دیر کے وہ لرزہ اور خوف مجھ سے جاتا رہا۔ اور شفا کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کچھ آوازیں میرے کان میں اور آتیں ہیں۔ اور میری جانب چپ سے ایک روشنی پیدا ہوئی اور کہنے والا کہتا تھا کہ ان کو کہاں لے گیا تھا۔ دُوسرے نے جواب میں کہا مشرق کی طرف۔ تمام جگہوں متبرکہ میں پہنچایا۔ اور ابراہیم خلیلؑ کے روبرو پیش کیا۔ کہ ان کو انہوں نے اپنے سینہ سے لگایا۔ اور طہارت اور برکت کی دُعا کی۔ شفا کہتی ہیں پھر کہا کہ بشارت ہو تم کو اے محمد دنیا کی عزت اور شرف کی تحقیق تو تھامنے والا ہے ایک مضبوط رسی کا جو کوئی تیری سنت اور دین کے درخت کی ٹہنی کی ڈالی سے متعلق ہوگا۔ اور تیری بات پر عمل کریگا۔ کل قیامت کے روز تیری اُمت میں محشور ہوگا۔ شفا کہتی ہیں ہمیشہ یہ بات میرے دل میں رہی یہانتک کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور میں سب سے پیشتر اسلام لائی +

نقل ہے کہ ایک گروہ ملائکہ کا درگاہ خداوند تعالےٰ سے اس رات زمین پر بھیجا گیا کہ آمنہ کی حفاظت کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شیاطین کی آنکھ سے بچائے۔ آپ کی والدہ آمنہ روایت کرتی ہیں کہ اس رات جب میرے درد زہ پیدا ہوا۔ ایک آواز عظیم میں نے سنی کہ اُس سے میں خوفناک ہوئی میں نے دیکھا کہ ایک مرغ سفید نے بازو میرے سینہ پر ملے کہ وہ خوف اور ڈر جاتا رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک طرف میرے آگے شربت سفید کا بھرا ہوا پیالہ رکھا ہے میں نے جانا کہ دُودھ ہے۔ اس وقت میں پیاسی تھی۔ اس کو میں نے پیا کہ مجھ کو تسلی حاصل ہوئی۔ اور نیز آمنہ سے منقول ہے کہ اس رات میں نے دیکھا کہ ایک گروہ مرغوں کا میرے گھر کیطرف آیا۔ اس حیثیت سے کہ سارا گھر میرا چھپا لیا۔ منقاریں ان کی زمرد کی اور پاؤں یاقوت کے تھے۔ خداوند تعالےٰ نے حجاب میرے آگے سے اٹھا دیا۔ اس وقت میں نے تمام مشارق اور مغارب کا مشاہدہ کیا۔ اور میں نے دیکھا کہ تین علم نصب کئے تھے۔ ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں ا

اور ایک خانہ کعبہ پر۔ اور نیز آمنہؓ سے روایت ہے کہ جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا۔ اور سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور دو زانو بیٹھے اور اپنی انگلیاں لے کر انگشت شہادت سے اشارہ کرتے تھے جیسے کوئی تسبیح پڑہتا ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ انگوٹھا چوستے تھے کہ شیر اس سے جاری تھا۔ بعد ازاں ایک مشت خاک زمین سے اٹھائی۔ اور کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور سجدہ کیا اور ان سے ایک نور ظاہر ہوا۔ کہ تمام محل بصرہ اور شام کے اس نور سے میں نے دیکھے اور ایک روایت آمنہ سے یہ ہے۔ کہ جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ایک سفید ابر کا ٹکڑا آسمان سے اُترا۔ اور میرے پاس آیا۔ اور اُن کو اٹھا کر میری آنکھ سے غائب ہوگیا میں نے سنا کہ منادی کہتا تھا کہ ان کو تمام مشرق اور مغرب میں پھراؤ۔ اور مقامات انبیا میں لاؤ۔ تاکہ دُعا برکت کی اُن کے واسطے کریں۔ اور ان کو ملت حنیف کا لباس پہناؤ اور اُن کے باپ ابراہیمؑ کے آگے لیجاؤ۔ اور تمام دریاؤں میں لاؤ تاکہ سب اہل دریا ان کو نام اور صفت اور صورت سے پہچانیں بہ تحقیق ان کا نام دریا میں ماحی ہے۔ کوئی مقدار شرک سے روئے زمین میں باقی نہ رہی ہوگی۔ مگر ان کے وقت میں محو ہوگی۔ بعد ایک لحظہ کے اُن کو پھر لاتے اور ایک ٹکڑے میں سفید صوف کے رکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو حریر سبز کے ٹکڑے میں رکھا اور چند کنجیاں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ اور کہنے والا کہتا تھا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم لو کلید نبوت اور کلید نصرت اور کلید خزانہ باد کو۔ بعد ازاں دُوسرا ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ جو نہایت بڑا اور پہلے سے زیادہ نورانی تھا۔ اور آواز اُس کی بڑی تھی۔ اور مرغوں کے پر کی اور باتوں کی آدمیوں کی اس سے آواز میں سنتی تھی۔ اس ابر نے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا اور میری نظر سے غائب کیا اوّل بار سے زیادہ دیر تک۔ اور میں نے سنا کہ منادی کہتا تھا لے جاؤ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام اطراف زمین میں پھراؤ اور تمام روحانیوں انس اور جن میں پیش کرو۔ اور ان کو صفوت آدم اور رقت نوح اور خلت ابراہیم اور لسان اسمٰعیل اور شدت اور قوت لوح اور ملت ابراہیمؑ اور سنت اسحٰقؑ۔ اور ایک روایت ہے کہ صبر ایوبؑ بجائے سنت اسحٰق کی اور فصاحت اسمٰعیلؑ اور بشارت یعقوبؑ اور جمال یوسفؑ اور آواز داؤدؑ اور زہد یحییٰؑ اور کرم عیسیٰؑ سپرد کرو۔ اور ایک روایت ہے کہ ان کو انبیا اور رسل کے اخلاق کے دریا میں غوطہ دو۔ اسی سبب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہا ہے۔

ے
وارث اخلاق دہ پیغمبر است
جامع اوصاف مجموعہ رسل

آمنہ کہتی ہیں کہ بہت تھوڑی دیر کے بعد پھر لائے۔ ایک سبز ریشم کا ٹکڑا لپٹا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ کہ قطرے آب زلال کے اس سے ٹپکتے تھے اور کہنے والا کہتا تھا بخ بخ

محمدؐ نے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا۔ کوئی مخلوق اہل دنیا سے باقی نہ رہی کہ ان کے قبضۂ تسخیر میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے عاجزی کے ساتھ نہ آئی ہو۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

روایت ہے کہ آمنہ نے فرمایا کہ جب محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تین شخص مجھ پر ظاہر ہوئے جو نہایت حسین گویا اُن کے چہرہ سے آفتاب چمکتا تھا۔ ایک کے ہاتھ میں ایک ابریق چاندی کی کہ جس سے مشک کی بُو آتی تھی۔ اور دُوسرے کے ہاتھ میں ایک طشت زمرد سبز کا کہ چہار گوشہ رکھتا تھا۔ ہر ایک گوشہ میں سفید موتی تھے۔ اور کہنے والا کہتا تھا یہ دنیائے شرق اور غرب اور برو بحر اس کا۔ اے اللہ کے حبیب جو گوشہ چاہو اس کا لے لو۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک طشت کے درمیان رکھا۔ غیب سے آواز آئی کہ قسم رب کعبہ کی کہ انہوں نے کعبہ کو اختیار کیا۔ اور خبردار ہو۔ کہ حق تعالےٰ نے اسجگہ کو ان کا قبلہ بنا دیا۔ اور ان کا مسکن مبارک کیا۔ اور تیسرے شخص کے ہاتھ میں سفید حریر کا ٹکڑا تھا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طشت میں سات بار نہلا کر اس چاندی کے آفتابہ سے اُس حریر کے ٹکڑے میں لپیٹا اور ایک بند کہ مشک اذفر سے معلوم ہوتا تھا اس پر باندھا۔ بعد ازاں وہ حریر کا مالک ایک ساعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروں میں دبائے رہا۔ ابن عباسؓ یہ خبر جب کہتے تھے تو کہا کہ وہ شخص رضوان خازن بہشت تھا۔ آمنہ آپ کی والدہ فرماتی ہیں۔ کہ بعد ایک لحظہ کے آپ کو اپنے پروں سے اس نے نکالا۔ اور آپ کے کان میں بہت باتیں کیں کہ میں ان کو نہ سمجھ سکی۔ پھر اس نے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کہا بشارت ہو تم کو اے محمد کہ علم تمام پیغمبروں کا تم کو سپرد کیا۔ علم اور شجاعت تمہارا سب سے زیادہ ہوا۔ اور تمہارے ساتھ کنجیاں نصرت کے ہمراہ کیں اور عظمت اور ہیبت تمہارے آدمیوں کے دلوں میں ڈالی کہ کوئی آدمی تمہارا ذکر نہ سنے گا۔ مگر دل اُس کا لرزاں اور ہراساں ہوگا۔ اگرچہ اُس نے تم کو نہ دیکھا ہو اے اللہ کے حبیب۔ آمنہ فرماتی ہیں کہ بعد ازاں میں نے اس شخص کو دیکھا کہ اس نے مُنہ آپ کے منہ پر رکھا جیسا کہ کبوتر اپنے بچہ کو کچھ دیتا ہے۔ اور اس نے آپ کو کچھ دیا۔ اور میں اس کو دیکھتی تھی۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت سے اشارہ فرماتے تھے اور زیادہ طلب کرتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ جس رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ تمام بُت اوندھے ہو کر گر پڑے شیطان اور اس کا لشکر قید کیا تھا۔ حالانکہ وہ فریاد اور نالۂ عظیم کرتا تھا ان ابلیس العنہ اللہ من اربع رنات رنتحین العیط ورن نتحین ولد النبی ورنت حین انزل الفاتحہ۔ ور جمہور اہل سیر اور تواریخ اس پر ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ کردہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ علماء نے کہا ہے کہ حکمت اس میں یہ تھی۔ کہ کوئی مخلوق آپ کی تکمیل میں دخل نہ رکھے۔ دُوسری یہ کہ کوئی عیب لاحق نہ ہو۔ کوئی آنست نہ کہے تیسری یہ کہ کوئی مرد آپ کو

ننگا نہ دیکھے ۔

اور انس رضہ سے روایت ہے کہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال وعن کرامتی انی ولدت مختونا ولم یراحد سواتی یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک میری کرامت یہ ہے کہ میں مختون پیدا کیا گیا۔ تاکہ مجھ کو کوئی ننگا نہ دیکھے ! اور اس حدیث کو ابن جوزی وفاشع زرندی نے اعلام میں بیان کیا ہے لیکن بعض متاخرین نے اس حدیث کے اسناد میں طعنہ کیا ہے اور کہا ہے محدث کا محاسبہ کریگی فردائے قیامت کو۔ اس حدیث کی روایت سے اگر اس کا ضعف بیان نہ کریں اور بعض اہل سیر اور تواریخ متاخرین سے لائے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ختنہ کیا۔ اس وقت کہ آپ کی نظر قلب بجالائے حالت صغر سنی میں۔ اور ایک قول ہے کہ عبد المطلب نے ساتویں روز ولادت سے ختنہ کیا۔ واللہ اعلم ۔

نقل ہے کہ عبد المطلب نے کہا کہ میں اس رات کعبہ میں تھا جب آدھی رات ہوئی کہ چاروں دیواریں کعبہ کی مقام ابراہیم علیہ السلام پر مائل ہوئیں اور مقام کے نزدیک سجدہ میں گئیں۔ اور پھر اصلی حالت پر عود کیا۔ اور عجب تکبیر اس سے میں سنتا تھا۔ اور آواز آتی تھی اللہ اکبر اللہ اکبر رب محمد مصطفے کان قد طہرنی ربی عن انجاس الاصنام وانجاس المشرکین یعنے میرے رب نے مجھ کو بتوں کی نجاست اور مشرکین کی پلیدی سے پاک کیا۔ اور جس قدر کہ بت کعبہ کے آس پاس تھے مثل کپڑے کے پارہ پارہ ہو گئے۔ اور بڑا بت کہ اس کا نام ہبل تھا اوندھے منہ گرا میں نے سنا کہ منادی ندا کرتا تھا کہ اب آمنہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور ایک رحمت کا بادل اترا اور ایک طشت فردوس سے اور ایک روایت ہے قدس سے نازل ہوا۔ تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہلا دیں۔ عبد المطلب آپ کے دادا فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے خانہ کعبہ کو اور بتوں کو اس احوال میں دیکھا۔ اور آواز سنی تو میں نے نہ جانا کہ کیا کہوں۔ آنکھیں ملتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ آیا سوتا ہوں یا جاگتا ہوں۔ پھر میں نے کہا میں بیدار ہوں میں اٹھا اور آمنہ کے گھر گیا جب ان کے دروازہ پر پہنچا۔ تو میں نے اس کو طرح طرح کے انوار اور خوشبوؤں سے مزین پایا میں نے دستک دی۔ آمنہ نے آہستہ سے جواب دیا میں نے کہا افسوس تجھ پر جلد دروازہ کھول۔ ورنہ میرا پتہ پھٹ جاویگا۔ آمنہ نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ اول میری آنکھ نور محمدی کی جگہ پر آمنہ کے منہ پر پڑی۔ اس کو میں نے دیکھا اور بے طاقت ہوا۔ اور میں نے کہا واغوثاہ لے آمنہ نور کیا ہوا۔ آمنہ نے کہا میں نے وضع حمل کیا۔ میں نے کہا ان کو لاؤ تاکہ میں دیکھوں۔ آمنہ نے کہا ابھی نہیں دیکھ سکتے ہو میں نے کہ کیوں نہیں دیکھ سکتا۔ جواب دیا کہ جس گھڑی وہ پیدا ہوئے۔ ایک شخص میرے پاس آیا

کہ اس کا قد مثل درخت خرما کے تھا۔ اور کہا کہ اس بچے کو گھر سے مت نکال اور کسی کو آدم کی اولاد سے مت دکھا۔ جب تک تیس روز نہ گزر جاویں۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے تلوار کھینچی اور آمنہ سے کہا کہ جلد لڑکے کو باہر لاؤ تاکہ اُس کو دیکھوں۔ ورنہ تجھ کو یا آپ کو ہلاک کروں گا۔ آمنہ نے جب یہ حال دیکھا۔ کہا کہ لڑکا فلاں گھر میں ہے۔ جاؤ۔ اس کو دیکھو میں نے قصد کیا کہ اس گھر میں آؤں۔ اندر سے ایک شخص باعظمت اور ہیبت مجھ پر ظاہر ہُوا کہ قبل اس کے ہرگز نہ دیکھا تھا شمشیر برہنہ ہاتھ میں مجھ پر حملہ کیا۔ اور کہا تمکنتک امک کہاں آتا ہے۔ میں نے کہا اس گھر میں آتا ہوں۔ تاکہ میں اپنے فرزند کو دیکھوں۔ اس نے کہا کہ لوٹ جا کسی بنی آدم کو ان کے دیکھنے کی راہ نہیں ہے جب تک کہ ملائکہ تمام زیارت نہ کرلیں۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ مجھ پر لرزہ طاری ہُوا۔ اور تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی اور باہر آیا تاکہ قریش کو خبردار کروں۔ ہرچند میں نے چاہا کہ ان سے کلام کروں اور اس صورت کی تقریر کروں مگر نہ کر سکا +

ایک روایت میں ہے کہ جب عبدالمطلب نے آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بہت خوش ہوئے۔ اور ان کو اٹھایا اور خانہ کعبہ کے دروازہ پر لاکر خداوند تعالےٰ کی پناہ میں سونپا اور محمد نام رکھا۔ اور کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں کھڑے ہوئے اور شکر پروردگار بجا لائے۔ اور یہ شعر پڑھے ؎

الحمد للہ الذی اعطانی	ھذا الغلام الطیب الاردان

یعنے شکر خدا کا کہ جس نے مجھ کو یہ پاک بچہ دیا +

قد ساد فی المہد علی الغلمان	اعیذہ بالبیت ذی الارکان

یعنے ہنڈولے میں بزرگ ہے پناہ مانگتا ہوں میں اس کو گھر صاحب ارکان کے ساتھ +

حتی اراہ انبالغ البنان	اعیذہ من شر ذی شان

یعنے یہاں تک کہ میں اس کو جوان دیکھوں پناہ مانگتا ہوں شر صاحب شان سے +

من حاسد مطرف عنان	دشمن حسد کرنیوالے بےصبرے +

پھر عبدالمطلب آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کو آمنہ کے پاس لائے۔ اور محافظت کی وصیت کرتے تھے۔ اور کہا کہ اس فرزند کی بڑی شان ہے +

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مدینہ میں ہفت سالہ تھا۔ کہ ایک جہودوں میں سے کوٹھے پر آیا۔ اور بلند آواز سے کہا۔ طلع نجمہ احمد آج کی رات ستارہ احمد کا طلوع ہُوا۔ اور وہ وجود میں آئے۔ حسانؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نزول فرمایا۔ میں نے اس رات کو یاد رکھا تھا۔ حساب جو کیا تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی رات

پیدا ہوئے تھے +

ذکر بعضے حوادثات کا کہ ولادت کی رات واقع ہوئے

روضۃ الاحباب میں عروہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت کا بتخانہ میں ایک بت تھا کہ ہر سال میں ایک روز اس بت کے پاس جمع آتے تھے۔ اور اس روز کو عید کا دن جانتے تھے اور وہاں اونٹ ذبح کرتے تھے اور دعوت کرتے تھے۔ اور شراب پیتے تھے۔ اور اس کے دیرہ معتکف ہوتے تھے۔ اتفاقاً ایک شب عید آدھی رات کو وہ اس بت کے پاس گئے۔ دیکھا کہ اپنی جگہ سے اوندھا پڑا ہے۔ یہ حال ان کو نہایت ناگوار معلوم ہوا۔ اس کو لیکر پھر اس جگہ رکھا۔ ایک لحظہ کے بعد پھر اوندھا ہوگیا۔ بمشکل پھر اُسے سیدھا کیا۔ تیسری بار پھر اوندھا ہوگیا۔ اُس جماعت نے جب یہ امر دیکھا۔ بہت غمگین اور ملول ہوئے۔ اور بُت کو پکڑا۔ اور اپنی جگہ پر مضبوط کیا۔ سُنا کہ اس کے جوف سے کوئی یوں کہتا تھا ؎

تردی لمولود اضاءت بنورہ ۔۔۔ جمیع فجاج الارض بالشرق والغرب
وخرت لہ الاوثان طرا وارعدت ۔۔۔ قلوب ملوک الارض من الرعب

یعنے تم بیان کرتے ہو کہ ایک ولادت کے نور سے تمام زمین کے لعد شرق سے غرب تک روشن ہوگئے اور بُت خراب ہوگئے۔ اور رعب سے تمام زمین کے بادشاہوں کے دل کانپنے لگے +

یہ واقعہ شب ولادت آنحضرت کے تھا۔ اور کتاب اعلام شیخ زرندی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ ایک بڑا حادثہ وقت ولادت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسریٰ کے محل کا پھٹ جانا۔ اور اس کا ۷۶۲ سنہ ہجری میں ہمارے زمانہ تک باقی رہنا تھا۔ پھر اللہ اعلم ہے کہ کس مدت تک باقی رہا +

بیان کرتے ہیں کہ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات دریا جو ساوہ زمین میں چلا گیا اور رودخانہ کہ اس کو وادی سماوہ کہتے تھے جاری ہوئی۔ اس سے پہلے ہزار سال سے خشک ہوگئی تھی اور جاری نہ تھی۔ اور کسریٰ کے محل کو لرزہ آیا۔ چودہ کنگرے اس کے گر پڑے اور کسریٰ اس محل سے بہت خائف ہوا۔ اور بدشگون اپنے واسطے لیا۔ اور اظہار تجلد اور دلیری کا نہیں کرتا تھا۔ کچھ عرصہ ڈر اور وسوسہ اپنے دل کا آدمیوں سے چھپایا تھا۔ پھر اس کی رائے نے یہ قرار پکڑا۔ کہ اس صورت کو اپنے وزیروں اور ندیموں سے نہ چھپائے پس تاج سر پر رکھا۔ اور اپنے تخت پر بیٹھا۔ اور خواص کو جمع کیا جب سب جمع ہوگئے ایک خط فارس کی طرف سے پہنچا۔ کہ فلاں رات پارسیوں کا آتشکدہ بجھ گیا۔ اور اس سے پہلے ہزار سال سے نہ بجھا تھا۔ اور وہ صورت بھی کنگروں کے گرنے کی رات میں تھی پس یہ واقعہ زیادہ غموں کسرے کے ہوا۔ اور اسی معنی کا تائید کرنے والا یہ ہے۔ کہ اس کے شہر کے

قاضی القضاۃ نے کہا کہ میں نے بھی اس رات خواب میں تیز اونٹوں اور سرکش گھوڑوں عربی کو دیکھا ہے
یہاں تک کہ دجلہ سے گذر کر اور شہروں میں منتشر ہوئے ہیں۔ کسریٰ نے تعبیر کرنے والوں سے
جو اس واقعہ کو ستا تھا۔ ان سے کہا کہ کیا ہوگا۔ تا کہ اس کا قاضی شہر اُن کے آگے تھا۔ اُس نے کہا
کوئی حادثہ ہوگا کہ نواح عرب میں واقعہ ہوا۔ کسریٰ نے نعمان ابن منذر کو لکھا کہ ایک مرد ہمارے پاس
بھیج کہ دانا ہو۔ اس واسطے کہ ہم اُس سے کچھ سوال کرینگے۔ نعمان بن منذر نے عبدالمسیح بن عمر غسانی کو اور
بعض کہتے ہیں کہ عبدالمسیح بن حسان کو کہ بیٹا بعبد کا تھا۔ اس کے پاس بھیجا۔ کسرےٰ نے اُس سے پوچھا
کہ تم سے ایک خبر پوچھتا ہوں۔ اگر ممکن ہو تو اس کا جواب دے۔ عبدالمسیح نے کہا۔ اگر معلوم ہوگا۔
کہونگا۔ ورنہ جو شخص اس کا جواب جانتا ہو کہ کیا ہے۔ پس کسرےٰ نے اس حالت گذشتہ کو عبدالمسیح
سے کہا اور کہا کہ یہ امور حادثہ پر دلالت کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تجھ کو معلوم ہو کہ وہ حادثہ کیا
ہوگا۔ اس نے کہا کہ عالم اس سوال کے جواب کا میرا ماموں ہے۔ کہ شام میں اس کا مکان ہے
اور اس کا نام سطیح ہے کہتے ہیں کہ وہ کاہن خابی ذئب سے کہ اس کے مفاصل نہ تھے۔ اور قدرت
قیام اور قعود پر نہ رکھتا تھا۔ مگر جب غضب میں ہوتا ہوا پر چلتا اور بیٹھتا۔ اور اس کے اعضا میں کوئی
ہڈی نہ تھی۔ مگر کھوپڑی کی ہڈی اور پورے ہاتھ اور انگلیوں کی گویا سطح تھا۔ گوشت سے جب چاہتے
کہ اس کو کہیں لے جائیں۔ اس کو شال کپڑے کے لپیٹ لیتے تھے۔ اور لے جاتے تھے۔ اور کہتے ہیں
کہ اس کا منہ سینہ میں تھا۔ اور اس کی سر اور گردن نہ تھی۔ اور اہل تاریخ کہتے ہیں کہ وہ رہنے والا یابیہ
کا تھا۔ زمانہ سیل عرم میں وجود میں آیا اور ساتھ گروہ کے دار مارب سے باہر گیا۔ اس زمانہ میں کہ وہ
جماعت وہاں سے متفرق ہوئی۔ اور زمانہ ولادت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک جیا۔ چنانچہ اس کی عمر
قریب چھ سو سال کے ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

کہتے ہیں کہ جب چاہتے کہ کہانت کرے اور غیب کی خبر پائے اُسکو باتے تھے جیسا کہ
دوغ کے مشک ہاتے ہیں پس پھونکتا سر پر تی اور مغیبات سے خبر دیتا تھا۔ اور وہب ابن
منبہ سے منقول ہے۔ کہ سطیح سے پوچھا کہ علم کہانت تم کو کہاں سے حاصل ہوا۔ کہا کہ میرا یک یار ہے
جنوں سے کہ اُس نے آسمان کی خبریں سُنی ہیں۔ اس زمانہ میں کہ حق سبحانہ تعالے موسیٰ علیہ السلام سے
کوہ طور میں کلام فرماتا تھا۔ ان میں سے وہ خبریں مجھ سے کہتا ہے۔ اور میں آدمیوں سے کہتا ہوں
القصہ کسرےٰ نے عبدالمسیح سے کہا کہ ابھی اس کے پاس جا۔ اور میرے سوال کا جواب اُس سے
معلوم کر۔ عبدالمسیح سطیح کے پاس گیا۔ جب اُس کے شہر میں پہنچا اور اُس کے پاس آیا۔ سطیح سکرات
میں مبتلا تھا۔ سلام کیا۔ اور پیغام کسریٰ کی پہنچائی۔ اور اُس سے کچھ جواب نہ سُنا۔ چند بیت کہہ کر
عبدالمسیح کے حال اور اس امر پر کہ اس کو کسریٰ نے سطیح کے پاس بھیجا تھا تاکہ ان مشکلات کا جواب

رائے شائل خیمہ، بعض ان ابیات سے یہ ہیں ے

مسمر مرسیمع غم صریف فی العفن	متا رفانا لمربه یشء والعین
یبن صن منخنبته غیب من ثمہی	وکاشفہ نکربۃ عنی حب العفن
تہ ریتیعز لحق من ابی سنن	الدمن ال ذیب بن حجن

رسول قیل لعجم کسریٰ بالوسن

لایرھب لرعد و لایریب الزمن

یعنے بہرا ہے یا سنتا ہے اور بزرگ سردار یمن آپ مردہ ہے اور موت اس پر طاری اور بمارض ہوئی ہے فضل اور کرم ایک امر عظیم کہ اس نے متحیر کیا ہے ایک جماعت کو یعنی کسریٰ کو اور موبد اور وزرا اور ندما کو۔ ورائے کھولنے والے پردہ کا تب ادر غم کے ما نند اس شخص کے کہ شکستہ خاطر تھے جہت کثرت خون اور غم سے کہ ان کو پہنچا ہوا ہے تیز اور توشیح قبیلہ کہ ان سنن سے ہے۔ کہ اس کی ماں اولاد ذیب بن حجن سے ہے یعنے خویش ذمندیہ اب اور رسول بادشاہ عجم کا ہے یعنے کسریٰ کا راہ دور دراز قطع کی اور نہ ڈرا رعد اور آفات زمانہ سے کہ راہ میں واقع ہوتی ہیں۔ اور سطیح نے جب ابیات سنے۔ سر اٹھایا ورکہا عبد المسیح جاء الی سطیح علی جمل طیح وقد اوفی علی الضریح بعثک تلک بنی سامان لارتجاس الایوان وخمود لنیران ورویا الموبدان رای ابلا صعابا تقود خیلا عرابا قد قطعت دجلۃ وانتشرت فی البلاد فارس یا عبد المسیح اذا ظہرت التلاوۃ وبعث صاحب الہراوۃ وفاض وادی السماوۃ وغاضت بحیرۃ ساوۃ وخمدت نیران فارس لم یکن اھل الفرس مقاما والشام لسطیح شاما یملک منہم ملوک وملکات علی عدد الشرفات لم یکون منذ ت منات وکل ما ھوات ات ثم اضطجع ومات اے عبد المسیح آیا ہے سطیح کی طرف ایک تھکے ہوئے اونٹ پر اور بہ تحقیق سطیح اس شرف پر ہے کہ قبر میں آوے بھیجا ہے بادشاہ ساسان نے یعنے نوشیروان نے واسطے اضطراب اور تزلزل ایوان کے اور گرنے اس کے کنگروں کے اور بجھ جانے پارسیوں کے آتشکدہ کے اور خواب موبدوں کے کہ اونٹ سرکش عربی گھوڑوں کو کھینچے تھے یہانتک کہ دجلہ سے گذار دیا اور بلاد فارس میں منتشر ہوئے۔ اے عبد المسیح ایک وقت پیدا ہووے تلاوت یعنے قرآن خوانی کا۔ اور ظاہر ہووے صاحب عفت یعنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جاری ہووے خانہ سماوہ اور زمین میں چلا جاوے دریاچہ ساوہ اور بجھے آتشکدہ فارس کا بابل مقام فرس اور شام مقام سطیح نہ ہو یعنے حکومت فارس کی زمین سے منقطع ہو۔ اور سطیح حیات کا اسباب سراچہ دنیا سے لیجاوے اور اس کا شم کہانت شام کی زمین میں نہ رہے۔

شاہوں کے موافق شمار کنگروں کے کہ ساقط ہوئے چودہ آدمی حکومت کریں۔ ان کی عورتوں اور دنیا سے بعد ازاں سختیاں اور بڑے امور ظاہر ہوں اور جو کچھ آمدنی ہو نہ آوے۔ سطیح نے یہ کہہ کر تمام کیا۔ در پڑا اور مرگیا۔ اور عبد المسیح لوٹا اور کسریٰ کے پاس آیا اور جو سنا تھا بیان کیا۔ کسریٰ نے کہا اس زمانہ تک کہ ہم سے چودہ آدمی بادشاہوں سے حکومت کریں مدت مدید چاہیئے۔ در تقدیر ربانی سے خبر نہ رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ دس آدمی اُن بادشاہوں سے چار سال کے عرصہ میں مرگئے۔ اور چار کی مدت حکومت زمان خلافت حضرت امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ تک اٹھائی۔ حقتعالے نے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے یزدجرد کی مملکت کو کہ آخر بادشاہ فارس کا تھا فتح فرمایا۔ اور وہ لشکر اسلام سے بھاگ گیا۔ اور بعد اس کے چند بار لشکر جمع کیا اور مسلمانوں سے لڑتا تھا یہانتک کہ نہ وند کی لڑائی سے بھاگا۔ اور خراسان کی طرف گیا اس کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک اسپ بان نے ۳۱ ہجری میں ایک جنگل میں مار ڈالا۔ واللہ اعلم ❖

فن سیر کے محقق تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب سطیح نے وفات پائی علم کہانت اٹھ گیا۔ اور یہ بات اس امر کو شامل ہے کہ مقصود اصلی کاہنوں اور عرافوں کے وجود سے عرب میں یہ تھا کہ خبریں بعثت آنحضرت کی کریں۔ اور جو اخبار میں وارد ہوا ہے لاکہانۃ بعد النبوۃ اس معنی کے موید ہے لیکن کاہن سے مراد حدیث میں آتی ہے کاھنا او عرافا فصدقہ فقد کفر بما انزل علی محمد۔ یہ ادعویٰ کرنے والا کہانت کا بعد نبوت کے جو حقیقت میں کہانت سے موصوف ہو اس واسطے کہ کاہن کامل حقیقی ہے کہ مثل سطیح کے مواد شق اور سوادبن اور قارب وغیرہم کے اور تصدیق صادق کے کفر نہیں ہے۔ لیکن جب علم کو خدا تعالے نے بعد ظہور نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے خلق کے درمیان سے اٹھالیا۔ تو بدلیل حدیث اول جو کوئی بعد اس کے کہانت کا دعویٰ کرے۔ نیز کاذب اور نیز تکذیب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ایسے مدعی کی تصدیق کرنے والا کافر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ❖

ذکر وقائع گیارھویں سال کی ہجرت سے اور قصہ بیماری آنحضرت صلعم کا اور جو اس سے متعلق ہے

روضۃ الاحباب میں بیان کیا ہے۔ کہ ارباب سیر ذکر کرتے ہیں کہ جب رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور بیمار ہوئے سوائے مرض موت کی خبر دیتے آنحضرت

کی اطراف و جوانب میں گئی بعض آدمیوں کو نبوت کا دعوےٰ پیدا ہوا مثل مسیلمہ بن ثمامہ بن کثیر بن حبیب بن الحارث کے بنی حنیفہ سے اور طلیحہ بن خویلد بن الاسدی اور اسود بن کعب عیسیٰ اور ایک عورت کہ اس کا نام سجاح بنت الحارث بن لوید تمیمیہ تھا۔ آخر لشکر اسلام کے ہاتھوں سے مارے گئے اور عاجز آ گئے۔ ان کے قصے کی تفصیل طویل ہے اس واسطے فروگذاشت کی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آخر عمر میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ان کو اس سال میں جوار حضرت ذوالجلال میں انتقال واقع ہوگا۔ ناچار حجتہ الوداع میں اسی معنی کا اشارہ فرمایا۔ بصحت کے ساتھ پہنچا۔ کہ موسم منیٰ میں حجتہ الوداع میں سورہ کریمہ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی حضرت نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ گویا مجھ کو خبردار کرتے ہیں کہ اس عام سے جانا چاہیئے۔ جبریلؑ نے کہا وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ +

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی حضرت بہت کہتے تھے سبحٰنک اللّٰھمّ وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم۔ بعض نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے جو یہ کلمات آپ بہت فرماتے ہیں۔ فرمایا جانو اور خبردار رہو کہ مجھ کو عالم بقا میں بلاتے ہیں۔ اور آپ روئے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ موت سے آپ روتے ہیں۔ حالانکہ بتحقیق خداوند تعالیٰ نے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخشدئے ہیں۔ فرمایا این ھول المطلع واین ضیق القبر وظلمۃ اللحد واین القیامۃ والاھوال اور ابن عباس سے مروی ہے کہ سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح ودع ہے رسول علیہ السلام کو حق تعالےٰ سے اور ودع ہے ان کو دنیا سے اور عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے کہ جب دنیا سے رحلت کا زمانہ قریب ہوا۔ تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ پہلے اپنی وفات سے یعنے ہم کو اپنی موت سے خبر دی یعنے خاص کرام المؤمنین عائشہؓ کے گھر بلایا اور جب نظر مبارک آپکی ہم پر پڑی تو روئے اور وہ گریہ نہایت رحم اور شفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پر اور یہ خیال جدائی کے تھا سچ ہے ؎

وداع یار و یارم چو بگذرد بہ خیال	شود منازلم از آب دیدہ مالا مال
میان آتش سوزندہ ممکن است آرام	ولے در آتش ہجراں قرار و صبر محال

پھر فرمایا مرحبا بکم وحیاکم اللہ بالسلام وجبتکم اللہ رحمکم اللہ حفظکم اللہ خیرکم اللہ نصرکم اللہ رفعکم اللہ وفقکم اللہ قبلکم اللہ ھدٰکم اللہ اداکم اللہ وقاکم اللہ سلمکم اللہ ذکرکم اللہ میں تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور خداتعالےٰ کے ڈر کی اور تم کو خداتعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور حقتعالےٰ کو تم پر میں اپنا خلیفہ کرتا ہوں۔ اور تم کو عتاب خداوند تعالےٰ سے ڈراتا ہوں تحقیق میں نذیر مبین ہوں۔ تم کو چاہیئے۔ کہ علو اور عتو اور تکبر خداوند تعالےٰ پر اس کے شہروں اور

بندوں کے درمیان نہ کرو۔ اس واسطے کہ حقتعالے نے مجھ کو اور تم کو فرمایا تلک الدار الآخرة نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین۔ اور فرمایا الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کی مدت کب ہوگی۔ فرمایا جدائی کا وقت نزدیک پہنچا ہے اور لوٹنے کا زمانہ ہے خدا کی طرف۔ اور سدرة المنتہی اور جنة الماوی اور رفیق اعلیٰ کی طرف میں نے عرض کیا یا رسول اللہ غسل آپ کا کون بجا لاوے۔ فرمایا۔ اہلبیت سے میرے وہ شخص کہ مجھ سے قریب زیادہ ہوگا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کس جامہ میں آپ کو دفن کریں۔ فرمایا ان کپڑوں میں کہ میں پہنے ہوں۔ اگر چاہو یا جامہائے مصری یا حلہ یمنی یا جامہائے سفید۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ پر نماز کون ادا کرے اور ہم رونے لگے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی رونے۔ پھر فرمایا۔ صبر کرو۔ غم مت کرو۔ اللہ تعالے تم پر رحم کرے اور تم کو بخشے اور خیر کا بدلہ دے۔ جب مجھ کو نہلاؤ اور کفن لپیٹ کر قبر کے کنارہ پر رکھو اس گھر میں سے بعد ازاں باہر چلے جاؤ۔ اور تھوڑی دیر مجھ کو تنہا چھوڑ دو۔ اول جو شخص کہ مجھ پر نماز پڑھیگا وہ دوست جبرئیل ہوگا۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل ایک انبوہ کثیر کے ساتھ ملائکہ سے +

ایک روایت ہے کہ فرمایا اول من یصلی علی اذن یعنے اول جو کہ مجھ پر رحمت نازل کرے میرا پروردگار ہے۔ پھر جبرئیل اس ترتیب سے کہ مذکور ہوئی بعد ازاں فوج فوج آویں اور نماز مجھ پر ادا کریں۔ اور چاہیے کہ نماز کی ابتدا میرے اہلبیت کے مرد کریں۔ بعد ازاں ان کی عورتیں پھر تمام صحابہ اور سلام میرا پہنچانا میرے یاروں سے کہ مجھ سے غائب ہیں پہنچانا۔ اور جو میرے دین کی پیروی کرے اور میری سنت کی متابعت روز قیامت تک سلام پہنچا دو +

روزے کہ ز تو سلام باشد مارا	آنروز فلک غلام باشد مارا
از تو نکند توقع پرسیدن	اندیشہ تو تمام باشد مارا

میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو قبر میں کون اتارے۔ فرمایا میری اہلبیت ملائکہ کی جماعت کثیر کے ساتھ ... گئے ... اور آخر وقت میں تم جگہ کئے گئے جو اس سبب سے ... اور عائشہ صدیقہ رضہ سے مروی ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خواب سے کپڑوں سے جدا ہوئے اور اپنے کپڑے پہنے اور باہر گئے میں نے پردہ سے کہا کہ ... اور دیکھا کہاں جاتے ہیں۔ وہ گئی اور حضرت کے لوٹنے سے پہلے آئی اور فرمایا کہ آنحضرت بقیع کے گورستان میں مدت دراز تک ٹھہرے رہے۔ اور اب گھر آئے۔ جب آپ آئے میں نے ان سے کچھ نہ کہا۔ یہانتک کہ صبح ہوئی میں نے عرض کی یا رسول اللہ رات آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا کہ مجھ کو بقیع کے اہل مقبرہ کے پاس

بھیجی تھی تاکہ ان کے واسطے بخشش کی دعا کروں۔ پھر احد میں گئے اور احد کے شہداء کے واسطے دعائے
خیر فرمائی اور وہاں سے لوٹے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درد سر جاری ہوا۔ سر آپ نے پٹی سے
باندھ لیا۔ اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احد کے
شہیدوں پر بعد آٹھ سال کے واقعہ احد سے نماز آپ نے پڑھی یعنے ان کو دعائے خیر کی۔ گویا امانت
رکھی ہے حیات و موات میں بعد ازاں آپ آئے اور فرمایا۔ انی بین یدیکم فرط علیکم وانا علیکم
شہید وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی ھذا وانی لست اخشی علیکم
ان تشرکوا ولکن اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوا فیہا۔ عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتدا میمونہ کے گھر میں تھی۔ اور اس کی نوبت کے دن وہاں سے آپ میرے
گھر میں آئے۔ حالانکہ میرے بھی درد سر جاری ہوا تھا۔ میں نے کہا وارأساہ۔ فرمایا اگر مرجاؤ تم کہ مجھ سے
پہلے دنیا سے جاؤ اور میں تیری تجہیز و تکفین کروں۔ اور تجھ پر نماز ادا کروں۔ عائشہ رضی فرماتی ہیں
از روئے غیرت کے میں نے کہا۔ کہ آپ یہ چاہتے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ اس روز میرے دفن
سے فارغ ہوں دوسرے عورت کے ساتھ میرے گھر میں آپ شادی کریں۔ حضرت نے تبسم فرمایا
اور فرمایا بل انا وارأساہ یعنے تیرا درد سر اچھا ہوگا لیکن میرا درد سر وہ ہے کہ اس سے
نجات مشکل ہے۔ پھر میمونہ کے گھر میں آپ واپس آئے۔ اور مرض نے زیادتی کی پس سب ازواج
مطہرات وہاں جمع ہوئیں۔ فرماتے تھے۔ این انا غداً یعنے کل میں کہاں ہوں گا۔ اور یہ بات مکرر
فرماتے تھے۔ اور مقصود یہ تھا۔ کہ ایام مرض میں عائشہ رض کے گھر میں ہوں۔ امہات المومنین اس معنی کو
سمجھ کر اس پر راضی ہوئیں۔ کہ ان ایام میں عائشہ رض کے گھر میں ہوں۔ اور وہاں رہیں۔ اور ہم حضرت کی
خدمت میں قیام کریں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ص نے صریح زبان مبارک سے فرمایا کہ میں
زمانہ مرض میں تمہارے گھر میں باری قسم کی نہیں کر سکتا۔ چاہو تم مجھ کو اجازت دو تاکہ عائشہ کے
گھر میں جاؤں اور اُنکو تیماردار کروں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ فاطمہ رض نے امہات مومنین سے
کہا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر شاق ہوگا کہ تردد کریں تم میں سے ہر ایک کے گھر میں عائشہ رض کے گھر
میں راضی ہوئے پس میمونہ رض کے گھر میں سے نکلے۔ ایک ہاتھ حضرت عباس رض کے کاندھے پر اور فضل
عباس کے اور دوسرا ہاتھ علی رضی اللہ عنہ کے دوش مبارک پر۔ اور پائے مبارک زمین پر گھسیٹتے تھے
یہاں تک کہ عائشہ رض کے گھر آئے۔ اور کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ بیماری کے دنوں میں تیمارداری کروں اور خدمت کی
شرط بجا لاؤں۔ فرمایا اے ابوبکر میں اس مرض میں [illegible] سوائے [illegible]
[illegible] اور بتحقیق تمہارا اجر [illegible]

مژدہ پاؤ گے پس عائشہ رض کے گھر میں بستر مرض کا ڈالا۔ اور تمام بی بیوں نے وہاں قیام کیا۔ اور مرض نہایت سختی اور شدت پر گذرا۔ عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مرض موت میں بہت اضطراب کرتے تھے اور اپنے بستر پر لوٹتے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ اگر مثل اس حالت کے ہم میں سے کسی وجود میں آئے تحقیق آپ غضب فرمادیں۔ فرمایا اے عائشہ میرا مرض بہت سخت ہے۔ اور تحقیق خدا تعالےٰ نے بلا مومنوں اور صالحوں پر بہت سخت رکھی ہے۔ اور کوئی مومن نہیں ہے کہ اس پر بلا پہنچے۔ یہانتک کہ کانٹا بھی چبھے۔ مگر اللہ تعالےٰ اس سبب سے درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور اس سے خطائیں کم کرتا ہے اور ایک روایت حضرت عائشہ رض سے یہ ہے کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس پر مرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سخت تر ہونا +

ثابت ہوا ہے عبد اللہ بن مسعود رض سے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ کو تپ تھی میں نے ہاتھ رکھا ایسا گرم تھا کہ میرا ہاتھ اس کا تحمل نہ کر سکا میں نے کہا یا رسول اللہ تپ بہت گرم ہے۔ فرمایا ہاں میری تپ اس قدر ہے کہ دو مردوں سے تم کو تپ ہو۔ میں نے کہا۔ آپ کو دو اجر ہونگے۔ فرمایا ہاں بخدا کہ نفس میرا جس کے دست قدرت میں ہے کہ کوئی روئے زمین پر نہیں ہے کہ ایذا مرض سے اور سوائے اس کے اس کو پہنچی ہو۔ مگر یہ کہ اس کے گناہ خدا تعالےٰ دور کرتا ہے۔ جیسا کہ پتے درخت سے۔ مادر بشر کہتی ہیں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مرض موت میں آئی۔ تپ نہایت حرارت رکھتی تھی میں نے کہا یا رسول اللہ علیہ وسلم میں نے ہرگز مثل اس تپ کے کسی پر نہ پائی۔ فرمایا کہ ایسا ہی ہے کہ اس کا اجر دونا ہے۔ اے ام بشر آدمی مرض کے باب میں کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ذات الجنب ہے۔ فرمایا کہ لائق لطف اور کرم خداوند تعالےٰ کے نہیں ہے۔ کہ اس مرض کو اپنے پیغمبر پر مسلط کرے وہ سختی نمرات شیطان سے ہے۔ اور شیطان کو مجھ پر غلبہ نہیں ہے۔ لیکن یہ اثر اس گوشت زہر آلود کا ہے کہ تیرے لڑکے وساوس کے ساتھ کسی چیز میں کھایا تھا۔ ہر وقت اس کا الم مجھ پر تازہ ہوتا ہے اور یہ وقت رگ حیات کے کٹنے کا ہے۔ گویا حکمت اس میں یہ تھی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو مرتبہ شہادت کا نصیب ہو۔ عائشہ رض نے فرمایا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بیماروں کو تعویذ کرتے تھے۔ ان کلمات سے اِذْھَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سُقْمًا +

ایک روایت ہے جب مریض ہوتے۔ اپنے نفس شریف کے لئے تعویذ کرتے۔ ان کلمات کا۔ دردست مبارک بدن اطہر پر ملتے۔ جب مرض موت میں مریض ہوگئے میں نے وہ دعا پڑھی۔ اور چاہا کہ آپ کے ہاتھ کو آپ کے بدن پر ملوں۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور کہا رب اغفرلی

والحقنی بالرفیق الاعلےٰ . ور ایک روایت ہے کہ مجھ کو یہ تعویذ اس سے پہلے نفع پہنچاتا تھا۔
اب یہ کچھ نفع نہیں دیتا۔ اور صحت کو پہنچا ہے۔ عائشہ رضہ سے کہ ایام صحت میں میں نے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ کوئی پیغمبر دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ اُس سے پہلے اس کو اختیار دیتے
ہیں۔ درمیان دنیا اور آخرت کے۔ اور جب مریض ہوئے مرض موت کے ساتھ۔ آپ کو کھانسی
ہوئی۔ فرماتے تھے۔ نعم الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہدآء
والصالحین وحسن اولئٰک رفیقا پھر فرمایا مع الرفیق الاعلیٰ اور ایک روایت میں مع
الرفیق الاعلےٰ مع جبرئیلؑ ومیکائیلؑ واسرافیلؑ میں نے جانا کہ آپ کو اختیار دیا ہے۔
اور آپ نے وہ عالم اختیار فرمایا۔ اور مروی ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام اپنی بیماریوں
میں خداوند تعالےٰ سے آرام اور شفا چاہتی۔ مگر مرض موت میں دعا شفا کی نہ کی۔ اور فرماتے ملے
نفس تجھ کو کیا ہوا ہے کہ پناہ ہر جگہ ڈھونڈھتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام مرض موت میں آئے اور
عرض کی کہ اے محمد تمہارے پروردگار نے مجھ کو بھیجا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اگر چاہو تو شفا دوں۔ اور
اس بیماری سے نجات دوں۔ اور اگر چاہو تو موت بھیجوں۔ اور بخشوں حضرتؐ نے جواب میں
فرمایا اے جبرئیلؑ میں نے اپنے امر کو اپنے پروردگار کے سپرد کیا ہے۔ جو چاہے میرے ساتھ کرے
اور ارباب سیر میں اختلاف ہے کہ آپ کی مدتِ مرض کتنے دنوں تک رہی۔ اکثر اس پر متفق ہیں
کہ ۱۳ روز اور ایک قول یہ ہے۔ کہ چودہ روز اور بعض کے نزدیک بارہ روز۔ ایک گروہ یہ کہتا
ہے کہ دس روز بیمار رہے۔ اور ان ایام میں بہت سے قصے ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ صحت کو
پہنچا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری میں فاطمہؓ کو بلایا جب وہ آئیں تو فرمایا کہ
اے بیٹی اور ان کو سیدھے ہاتھ کی طرف بٹھلایا۔ اور اُن سے بر سبیل مشورہ ایک بات فرمائی۔
فاطمہ رضہ روئیں۔ پھر اُسی طریق سے بات فرمائی اس دفعہ ہنسیں۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی
خوشی غم سے ایسی نزدیک نہ مثل آج کے دن کے نہ دیکھی۔ اور اُن سے پوچھا کہ حضور کیا فرماتے
تھے۔ فاطمہ رضہ نے کہا کہ رسولؐ کے راز کو فاش نہ کرونگی۔ اور وہ بات مجھ سے نہ کہی۔ یہانتک
کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے نقل فرمائی۔ بعد ازاں میں نے اُن سے پوچھا کہ وہ بات
کیا تھی۔ فرمایا جبرئیلؑ میرے ساتھ ہر سال ایک بار درس قرآن کرتے تھے۔ امسال دو بار کیا۔
سوائے اس کے اور کوئی مجھ کو گمان نہیں تھا کہ موت میری قریب ہے۔ اور مجھ کو خبر دی کہ
اول جو شخص کہ میری اہلبیت سے مجھ سے ملیگا تم ہوگی۔ پس میں روئی۔ اور دوسری بار فرمایا
کہ تم راضی نہیں ہو کہ عورات بہشتی کی سردار ہو۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ جبرئیلؑ نے مجھ کو
خبردار کیا کہ کوئی عورت مسلمانوں کی عورات سے نہیں ہے۔ کہ اُس کی ذریت تمہاری ذریت سے

اعظم ہو۔ چاہیئے کہ تمہارا صبر باقی عورتوں سے کمتر نہ ہو۔ اور وہ بات ایک اشارہ تھا اس امر کی آنحضرت کی مفارقت میں گریہ اور غم نہ کریں اور صبر کریں۔ اسواسطے کہ آپ جانتے تھے کہ صبر ملاقات اور مصاحبت سے فاطمہ رضہ پر دشوار ہوگا۔ اور ثابت ہوا ہے کہ ابو سعید خدری رضہ سے کہ ایام بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضہ کے حجرہ سے باہر آئے اور منبر پر تشریف لے گئے۔ اور خطبہ پڑھا۔ آدمیوں کو نصیحت کی اور اس اثنا میں فرمایا تندرستی کہ خداوند تعالےٰ نے اپنے بندہ کو درمیان دنیا کے اور اس چیز کے کہ اسکے پاس ہے مخیر فرمایا ہے یعنی ثواب اور نعمت اور دیدار سے۔ پس اس بندہ نے خدا تعالےٰ کے نزدیک جو تھا اس کو اختیار فرمایا۔ ابو بکر صدیق رضہ روئے۔ ہم سب متعجب ہوئے۔ ان کے رونے سے کہ ان کو اس صورت سے کیوں رونا چاہیئے حالانکہ وہ ہم سب سے زیادہ دانا تھے۔ اور جان لیا کہ مراد اس بندہ مخیر سے آنسرور ہیں پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابی بکر بن ابی قحافہ یعنی جملہ آدمیوں خرچ کرنے والے نفس اور اپنے مال سے ہماری رضا میں ابو بکر قحافہ کے بیٹے ہیں۔ پھر فرمایا اے گروہ مردمان کہ میرا جانا تمہارے درمیان سے نزدیک ہوگیا ہے۔ اور جس شخص کو میں نے ستایا ہو چاہیئے کہ روئے اور بدلہ لے اور اگر اس کا مال لیا ہو چاہیئے کہ اپنا حق مجھ سے لے۔ اور نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر بدلہ لوں گا رسول سے تو میرے اوپر اعتراض کرینگے۔ جانو اور خبردار رہو کہ عداوت میری طبیعت سے نہیں ہے۔ میں اس سے دور ہوں۔ اور دوست ترین تمہارا مجھ پر وہ شخص ہے کہ اگر کوئی حق مجھ پر رکھتا ہو۔ اس کو مجھ سے پورا کرے یا مجھ کو حلال کرے اور منبر سے اترے اور ظہر کی نماز ادا کی اور پھر منبر پر تشریف لیگئے اور اس گفتگو کو لوٹایا ایک مرد اٹھا اور کہا یا رسول اللہ میرے آپ پر ۳ درم ہیں۔ فرمایا کہ ہم تکذیب نہیں کرتے کسی قائل کی قسم نہیں دیتے۔ ولیکن یہ درم کس سبب سے ہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ایک روز ایک مسکین آپ کے پاس آیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ۳ درم اسکو دے۔ آپ نے فرمایا اے فضل ۳ درم اس کو دو۔ پھر فرمایا ایہا الناس جس کسی کا اس پر حق ہو چاہیئے کہ آج اس کو اپنی گردن سے ادا کرے اور نہ کہے کہ فضیحت سے ڈرتا ہوں۔ جانو اور خبردار ہو کہ دنیا کی فضیحت بہتر ہے آخرت کی فضیحت سے پس ایک مرد اٹھا اور کہا کہ ۳ درم لوٹ کے مال سے میں نے خیانت کئے تھے۔ میری گردن پر ہیں۔ فرمایا کیوں خیانت کئے تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں اس کا محتاج تھا۔ فرمایا اے فضل ان کو اس سے لے لو۔

مروی ہے کہ مدت مرض میں ۳ روز آپ باہر نہ آسکے اور ایک روایت ہے کہ ۷ روز جماعت میں حاضر نہ ہو سکے۔ وقت عشاء کی نماز کا تھا۔ کہ بلال رضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے دروازہ پر آئے۔ اور کہا الصلوٰۃ یا رسول اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ثقیل

تھے باہر نہ جا سکے۔ فرمایا کہ ابو بکرؓ کو نماز پڑھا دیں۔ عائشہ رضہ نے عرض کی کہ وہ رقیق القلب اور کثیر الحزن ہیں جب آپ کے مقام پر کھڑے ہونگے اور قرأت کریں گے۔ گریہ اُن پر غلبہ کریگا نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ کیا اچھا ہو کہ عمر رضہ سے کہو کہ نماز ادا کریں۔ عائشہ رضہ نے کہا کہ مقصود میرا اس سے یہ تھا کہ میرے دل میں گزرتا تھا کہ آدمی کسی کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہونا دوست نہ رکھینگے نماز میں۔ اور اُس کو گالیاں دینگے۔ میں چاہتی تھی کہ یہ امر ان سے پھر جاوے۔ القصہ ایک شخص بلال رضہ کے پاس آیا اور کہا کہ حکم نبوی نے اس طرح نفاذ فرمایا کہ ابو بکرؓ امامت قوم کی بجا لاویں۔ بلال رضہ روتے لوٹتے اور ہاتھ سر پر رکھ کر کہا واغوثاہ وانقطع رجاؤا وانکسر ظہراہ کیا اچھا ہوتا کہ ہماری ماں ہم کو نہ جنتی۔ اور کیا اچھا ہوتا کہ اس سے پہلے ہم مرجاتے اور حال کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر نہ دیکھتے۔ پھر بلال رضہ نے ابو بکرؓ کے پاس آکر کہا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم فرمایا ہے کہ نماز پڑھا دو۔ ابو بکر اُٹھے۔ اور جب اُن کی نظر محراب پر پڑی اس مکان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خالی نہ دیکھ سکے اور غم نے ان پر غلبہ کیا۔ اتنا روئے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور شور اور نالہ یاروں سے اٹھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضہ سے پوچھا کہ یہ کیا فریاد ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے اصحاب غم مفارقت سے آپ کے روتے ہیں۔ تو علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ اور ان پر تکیہ لگا کر گھر سے باہر تشریف لے گئے اور نماز ادا کی۔ بعد ازاں فرمایا اے گروہ مسلمانان تم حفظ اور پناہ میں خداوند تعالے کے ہو۔ ابو بکرؓ میرا خلیفہ ہے۔ تم کو چاہئے کہ تقویٰ کی ملازمت اور خدا کا ڈر کرو۔ اور فرمانبرداری بجا لاؤ۔ تحقیق میں دنیا سے مفارقت کروں گا۔

عبد اللہ بن عباس رضہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض کے ایام میں ایک دن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ باہر آئے آدمیوں نے کہا اے ابو الحسن آج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے۔ فرمایا بحمد اللہ آج اچھی ہے اور افاقہ ہے عباس رضہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور بے شبہ اُن سے کہا کہ بعد ۳ روز کے دنیا سے نقل کرینگے۔ اور تم دوسرے امر کے مامور ہوگے اور میں علامت عبد المطلب کی اولاد کی جانتا ہوں۔ جو وقت موت کے ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ علامت آج پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر میں نے دیکھی ہے۔ آؤ تا کہ ان کے پاس چلیں۔ اور پوچھیں کہ امر خلافت بعد کو کس کے واسطے ہے۔ اگر ہم میں سے ہے تو ہمیں اور اگر غیر کوئی ہے تو معلوم ہو کہ کون ہے۔ اور اُن سے عرض کریں تاکہ ہمارے واسطے وصیت فرماویں علی رضہ نے جواب میں کہا قسم ہے خدا کی کہ اگر اُن سے خلافت کا سوال کروں گا۔ اور ہم کو اُس سے آپ منع فرمائینگے۔ تو بعد اس کے آدمی مجھ کو نہ دینگے۔ واللہ میں یہ سوال نہ کروں گا۔ اور دنیا نہ ہوگا اور روایت یہ ہے۔ کہ وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا جانو اور خبردار رہو کہ پہلے تم سے ایک جماعت

تھی۔ کہ اپنے انبیاء اور صلحا کی قبروں کو مساجد بناتے تھے۔ تم کو چاہیئے کہ ایسا نہ کرو۔ پھر صحت کو پہنچ کر
آنسرور کے واسطے چند دینار زر سرخ کے ایک طرف سے لائے تھے۔ سب فقراء کو تقسیم فرمایا مگر
۶ یا ۷ یا ۹ دینار حضرت عائشہؓ کو دیئے۔ بعد ازاں مرض میں آپ پر بیہوشی طاری ہوئی۔ اور سر عائشہؓ
کے سینہ پر رکھا تھا۔ جب پھر ہوش ہوا۔ فرمایا اے عائشہؓ ان دینار کو کیا کیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے
پاس ہیں۔ فرمایا کہ فقراء پر تصدق کر دو۔ اور بیہوش ہوئے۔ پھر جب ہوش آیا۔ فرمایا خرچ کر دئیے۔
کہا نہیں یا رسول اللہ۔ اور کہا کہ ان کے خرچ کرنے میں تاخیر اس سبب سے ہوئی۔ کہ عائشہؓ تیمارداری
اور خدمت میں مشغول تھی۔ فرمایا۔ اُن کو لاؤ۔ حضرتؐ نے وہ دینار کف مبارک پر رکھے اور گنے اور فرمایا
کیا گمان تھا۔ کہ محمدؐ کو اپنے پروردگار کے ساتھ اگر خدا کے پاس پہنچیں تو وہ دینار پاس ہوں۔ پس اُن
کو علی ابن ابیطالب کے پاس بھیجا تاکہ فقراء پر تقسیم کر دیں۔ اور فرمایا کہ اب میں نے آرام پایا۔ اور
یہ مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ۳ روز جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ پروردگار
تمہارا تم پر سلام پہنچاتا ہے اور مجھ کو بھیجا ہے واسطے اکرام اور فضائل خاص کے آپ سے پوچھتا ہے
کہ وہ اعلم ہے اس خبر سے پوچھتا ہے۔ کہ آپ کو کیونکر پاتے ہو۔ فرمایا اے اللہ کے امین میں آپ
کو مکروب اور مغموم اور دردناک پاتا ہوں۔ دُوسرے روز آئے۔ اور ہر روز بدستور اول پرسش
کی اور وہی جواب سُنا۔ تیسرے روز ملک الموت اور ایک فرشتہ اسمٰعیل نام کہ ستر ہزار فرشتوں
پر حاکم ہے ہمراہ تھا۔ آپ نے پوچھا۔ جبرئیل نے کہا یہ فرشتہ ہے دروازہ پر کھڑا ہے اجازت
چاہتا ہے۔ ہرگز کسی آدمی سے قبل آپ کے اجازت نہ مانگی تھی۔ بعد آپ کے نہ مانگیگا۔ فرمایا۔
اجازت دو اے جبرئیلؑ کہ آوے۔ ملک الموت بعد اجازت کے آئے اور سلام کیا۔ اور کہا اے محمدؐ
حق تعالےٰ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ آپ کا فرمان بجا لاؤں۔ اگر حکم ہو تو
قبض رُوح کروں اور عالم بالا کو لیجاؤ۔ ورنہ لوٹ جاؤں۔ حضرتؐ نے جبرئیل کی طرف نگاہ کی۔ جبرئیلؑ
نے کہا اے احمدؐ درست ہے کہ خداوند تعالےٰ آپ کے دیدار کا مشتاق ہے۔ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم
نے ملک الموت سے فرمایا اپنے کام میں مشغول ہو۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ اے احمد علیک
السلام اب میں واسطے سفارت وحی کے ہرگز زمین پر نہ آؤنگا۔ مراد اور مقصود میرا اہل دنیا
سے آپ تھے ؎

چو یوسف تو نباشی مرا بمصر چہ کار
چو ہم وہم تو نباشی سفر چہ سود کند

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ روز وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق تعالےٰ
نے ملک الموت کو حکم فرمایا۔ کہ زمین پر میرے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا۔ اور بہ نیز

کرکہ بلا اجازت وہاں داخل ہووے۔ اور بے اذن قبض روح کرے پس ملک الموت ہزار ہزار
فرشتوں اپنے اعوان کے ساتھ ابلق گھوڑوں پر سوار زرد یاقوت کے بنے ہوئے کپڑے
پہنے ہوئے آنحضرتؐ کے گھر کے دروازہ پر آئے۔ اور ان کے ہاتھ میں نامہ پروردگار
عالمیان کا تھا۔ قابض الارواح گھر کے باہر اعرابی کی صورت پر کھڑے ہوئے اور کہا السلام
علیکم اہل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ اور مختلف الملائکہ ہم کو اجازت دو۔ تاکہ ہم آویں رحمت
خدا تعالےٰ کی تم پر ہو۔ اُس وقت فاطمہ رضہ اپنے باپ کے سرہانے تھیں۔ جواب دیا کہ پیغمبر
صلے اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں مشغول ہیں۔ اب ملاقات میسر نہیں ہے۔ دُوسری بار اجازت چاہی
وہی جواب سُنا تیسری بار اجازت چاہی بلند آواز سے۔ چنانچہ جو آدمی اس گھر میں تھے اُسکے
ڈر سے کانپ گئے حضرت ہوش میں آئے اور آنکھیں کھول دیں۔ اور پوچھا کیا ہوتا ہے صورت
حال کی بیان کی۔ فرمایا اے فاطمہ تم نے جانا کہ کس سے مقابلہ اور مخاطبہ کرتی تھیں۔ انہوں نے عرض
کی۔ اللہ اور اُس کا رسول جانتا ہے۔ فرمایا اے فاطمہ رضہ یہ ملک الموت ہے یہ توڑنے والا لذتوں کا
ہے اور کاٹنے والا آرزوں کا۔ اور جدا کرنے والا جماعتوں کا۔ اور بیوہ کرنے والا عورتوں کا۔ اور
یتیم کرنے والا لڑکیوں کا ہے۔ فاطمہ رضہ روئیں حضرت پیغمبرؐ نے فاطمہ رضہ کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے سینہ بے کینہ
سے لگایا۔ اور آنکھیں کھولدیں۔ تھوڑی دیر ایسا کیا۔ مگر رُوح نامی نے جسم گرامی سے مفارقت
پائی۔ فاطمہ رضہ کا سر آگے تھا۔ کہا یا ابا کچھ جواب نہ سُنا۔ کہا میری جان قربان میری طرف دیکھو
اور ایک بات کہو۔ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھولی۔ اور کہا اے میری نور چشم مت رو۔
کہ تمام عرش تیرے رونے سے روتا ہے۔ اور خود دست مبارک سے آنسو پونچھے۔ اور
دلداری اور خوشخبری دی۔ اور کہا۔ بار خدایا۔ اس کو میری مفارقت سے صبر کرامت فرما۔ اور
اُن سے کہا کہ جب میری روح قبض کریں تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا۔ بعد ازاں عائشہ رضہ
آگے آئیں۔ اور کہا یا رسول اللہ آنکھیں کھولئے۔ اور مجھ کو دیکھئے اور وصیت فرمایئے۔ آپ نے
آنکھ کھولی۔ اور کہا اے عائشہ رضہ کل جو تجھ کو وصیت کی۔ وہی وصیت آج ہے۔ اُس پر عمل کرنا
بعد ازاں حفصہ رضہ آگے آئیں۔ اُن سے بھی کلام فرمایا۔ اور تمام مطہرات پردہ عصمت سے کہا۔ تم
کو چاہیئے کہ اپنے گھر کا گوشہ نگاہ رکھو اور نامحرم کی نظر سے پوشیدہ کرو۔ اس وقت سیدنا
حسن رضہ نے اپنا منہ آپ کے روئے مبارک پر رکھا سیدنا حسین رضہ نے اپنا سر آنحضرتؐ کے سینہ پر
رکھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں کھولدیں۔ اور لطف اور شفقت سے دیکھا۔ اور بوسہ
دیا۔ اور فرمایا میرے بھائی علی رضہ کو بلاؤ۔ علی کرم اللہ وجہہ آگئے اور سرہانے بیٹھے۔ اُن سے بھی وصیت
فرمائی۔ اس کی تفصیل طول ہی بیان کرتے ہیں۔ کہ جب ملک الموت اعرابی کی صورت میں آئے

اور اجازت چاہی۔ حضرتؐ نے اطلاع پائی۔ اور اہلبیت کو خبردار کیا کہ ملک الموت ہیں۔ اور فرمایا نہ آویں پس ملک الموت آئے۔ اور کہا السلام علیک یا ایہا النبی بدرستی کہ خداوند تعالےٰ نے آپ کو سلام پہنچایا ہے۔ اور حکم فرمایا ہے کہ آپ کی رُوح قبض نہ کروں مگر باجازت۔ فرمایا اے ملک الموت تجھ کو تم سے حاجت ہے۔ انہوں نے کہا کیا ہے آنسرورؐ نے فرمایا کہ میری قبض رُوح نہ کرو جب تک کہ جبرئیلؑ نہ آویں۔ پھر حقتعالےٰ نے حکم فرمایا مالکؑ دوزخ سے کہ روح حضور میرے حبیب کی آسمان پر لاویں گے۔ دوزخ کی آگ بجھا دے۔ اور حور عین کو حکم ہوا کہ اپنے کو آراستہ کرو۔ اور ملائکہ ملکوت اور صوامع جبروت کو خطاب ہوا کہ اٹھو اور صف بصف کھڑے ہو۔ اور جبرئیلؑ کو حکم ملا کہ زمین پر جاؤ میرے حبیب کے پاس۔ اور ایک قندیل سندس سفید کا ان کے واسطے لے جاؤ۔ جبرئیلؑ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے آئے آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے دوست اس وقت مجھ کو ایسا تنہا چھوڑتے ہو۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ بشارت لایا ہوں۔ فرمایا کیا۔ کہا تحقیق کہ بہشت حرام ہے تمام انبیاء اور اُمم پر اس وقت تک کہ آپ اور آپ کی امت نہ آویں۔ اور حقتعالےٰ نے چند چیزیں آپ پر ارزانی کیں کہ کسی پیغمبر کو نہ دیں یعنی حوض کوثر اور مقام محمود اور شفاعت مردم گنہگار آپ کو بخش ہر کہ راضی ہو۔ فرمایا کہ اس وقت میں خوشدل ہوا۔ اور آنکھ روشن ہوئی۔ اے ملک الموت آگے آؤ۔ اور جس چیز پر مامور ہو قیام کرو۔ ملک الموت قبض رُوح میں مشغول ہوئے۔ور کہتے ہیں کہ سکرات موت آپ پر ایسی دشوار تھی۔ کہ کبھی سُرخ اور کبھی زرد ہوتے۔ تھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل ہے کہ جب روح مبارک نے بدن سے مفارقت کی میں نے خوشبو سونگھی ایسی کبھی نہ سونگھی تھی۔ پھر آپ کو بردا حبرہ میں نے پہنایا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ نے پہنایا پس اہل مدینہ اور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دل آپ کی موت پر رکھی۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ تعزیت اور تسلی اہلبیت کی بجا لاتے تھے۔ اور کہا کہ امر غسل اور تجہیز اور تکفین آنسرورؐ کی تم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور آپ اکابر اور مہاجر اور انصار کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف گئے۔ تاکہ امر خلافت کو قرار دیں۔ اہلبیت غسل کی کارسازی کرتے تھے۔ یہانتک کہ کسی نے حجرہ کے باہر سے کہا مت نہلاؤ۔ اس واسطے کہ طاہر اور مطہر احتیاج غسل کی نہیں رکھتا۔ ہرچند تلاش کیا مگر کہنے والا نہ پایا۔ بعد ازاں سُنا کہ دُوسرے نے کہا غسل دو۔ وہ شیطان تھا۔ اور میں خضر ہوں پس کمر بردباری سے باندھ۔ عباسؓ اور علیؓ اور فضلؓ اور پسران عباسؓ اور اسامہ بن زید اور صالح حبشی نے آنسرورؐ کو اٹھایا اور اندر تکیہ کے رکھے۔ اتفاق ہوا۔ کہ حضرتؐ کو کپڑوں کے ساتھ غسل دیا۔

سوائے اس کے گوشہ خانہ سے آواز آئی کہ برہنہ مت کرو رسول خدا کو۔ اور پیراہن سمیت غسل دو۔ سب نے جانا کہ کہنے والا غیب سے ہے۔ سب اُٹھے۔ اور غسل میں مشغول ہوئے۔ عباس رضؓ نے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو۔ تاکہ کوئی نہ آوے اور مغسل میں سوائے چھ آدمیوں مذکور کے کوئی نہ آیا انصار نے باہر سے فریاد کی کہ اے اہلبیت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ اور ہمارا اخلاص اسلام میں سب پر روشن ہے ایک آدمی چاہیے کہ ہم سے ہو۔ تاکہ ہم کو شرف حاصل ہو۔ اور دولت دیدار رسول اللہؐ سے محروم نہ رہیں ✤

روایت ہے کہ اوس بن خولی انصاری نے کہا۔ اے علیؓ میں قسم دیتا ہوں تم کو خدا کی کہ مجھ کو آنے کی اجازت دو۔ حیدر نے اُس کو اجازت دی اور آیا لیکن غسل میں کچھ دخل نہ دیا۔ اور روایت ہے کہ وہ سعد چاہ سے پانی کھینچتا تھا۔ اور لاتا تھا۔ اور اہل بیت نہلاتے تھے پھر آنحضرت کو چارپائی پر لٹایا۔ اور سر اطہر آپ کا مشرق کی طرف اور پائے رہنما اُن کے مغرب کی طرف تھے۔ اور علی ابن ابیطالب مباشر غسل کے ہوئے اور ان کو اپنے سینہ پر لیا اور کپڑا ہاتھ پر لپیٹ کر اندر لباس آنحضرتؐ کے لائے اور اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے۔ اور فضل علیحدہ لباس کو نگاہ رکھتے تھے۔ یہاں تک علیؓ نے باسانی جسد اطہر کو دھویا۔ [illegible] آپ کے پھرنے میں ایک طرف سے علیؓ کی مدد کرتے تھے۔ اور غیب سے بھی [illegible] تھی۔ چنانچہ جانتے تھے کہ خود ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر پھرتے تھے۔ اور تین بار بیر کے پتوں کے پانی سے اور خالص پانی سے آپ کو نہلایا۔ جب حمام غسل کی تمام ہوئی اور چند قطرہ پانی کے گوشہ چشم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ناف میں جمع ہوئے۔ علیؓ نے اُن کو پیا۔ اس سبب سے علم اور حفظ زیادہ ہوا۔ پھر سید عالم کو تین سفید کپڑوں سحولی میں کہ کوئی ان میں سے قمیص اور عمامہ نہ تھا کفن کیا۔ اور ایک روایت ہے کہ کفن آپ کا دو جامہ سفید اور ایک بردیمانی [illegible] اور حنوط کفن پر اور سجدہ گاہ پر چھڑکی۔ اور کہتے ہیں کہ جبرئیلؑ آنحضرتؐ کی حنوط بہشت سے لائے تھے ✤

منقول ہے کہ علی بن ابیطالب رضؓ نے وفات کے وقت کچھ [illegible] مشک [illegible] کی اپنے فرزند کو دی۔ اور وصیت فرمائی کہ اس کو میرے کفن [illegible] [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ جب ان امور سے فارغ ہوئے آپ کو [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ [illegible] باہر چلے گئے ✤

حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ کی وفات بروز دو شنبہ تھی۔ [illegible] میں نے سُنا کہ ہاتف آواز دیتا تھا کہ اے گروہ مسلمانان اپنے پیغمبر پر نماز پڑھو [illegible] فوج

فوج آتے۔ اور ہر ایک نے علیحدہ نماز پڑھی۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی آدمی آپ پر امامت نہ کرے۔ کہ آپ اس کے امام ہیں زندگی میں بھی اور بعد مرنے کے بھی +

مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ اسی طریق سے اور اسی واسطے سے آنسرور کے دفن میں تاخیر واقع ہوئی۔ اس واسطے کہ نماز آپ کی قبر پر جائز نہ تھی۔ اور اختلاف کیا ہے کہ پیغمبر کے گھر میں یا مسجد میں یا بقیع کے مقبرہ میں دفن کریں ابوبکر صدیق رضہ نے کہا کہ میں نے سُنا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا۔ دفن کیا نہیں جاتا ہے۔ کوئی پیغمبر مگر جہاں کہ اس کا روح قبض کریں۔ اور ایک روایت ہے کہ علی مرتضے رضہ نے کہا۔ روئے زمین میں کوئی جگہ بزرگ تر اللہ تعالے کے نزدیک اس جگہ سے نہیں ہے کہ روح پیغمبر کی اُس جگہ قبض کی ہو۔ پس آپ کا فرش اٹھایا۔ اور حجرہ میں جگہ معین کی۔ دو گورکن تھے ایک ابوعبیدہ ابن الجراح کہ بطریق پیش کھودتے تھے۔ اور دُوسرے ابوطلحہ انصاری کہ لحد کرتے تھے۔ عباس رضہ نے دو آدمی ان کی طلب میں بھیجے ابوطلحہ کہ صاحب لحد تھے آئے اور آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کھودا۔ اور بدھ کی رات آدھی رات تھی یا صبح تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر کے کنارہ پر رکھا۔ اور بائیں طرف قبر سے لائے۔ علی رضہ و عباس رضہ و فضل رضہ و اسامہ رضہ و شقران رضہ اور ابتوے فضل رضہ و قثم رضہ اور عبدالرحمن بن عوف بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں آئے۔ اور سُرخ چادر کہ خیبر کے روز پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی شقران رضہ نے قبر کی تہ میں ڈالی۔ اور کہا واللہ کہ دُوسرا بعد آپ کے نہ اوڑھے۔ اور ایک روایت ہے کہ آنسرور نے وصیت فرمائی ہے کہ میری چادر میرا بچھونا بنانا قبر میں تحقیق خداوند تعالے زمین کو انبیاء کے جسم پر مسلط نہیں کرتا ہے۔ پس ۹ خشت آپ کی لحد پر چُنی۔ اور ایک روایت ہے کہ جب اینٹوں کو چُنا اُس چادر کو باہر دے۔ اور قبر سے نکال لیا۔ در آخر میں جو شخص کہ قبر سے اوپر آیا قثم تھے اور ایک میں علی رضہ تھے۔ پھر خاک آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ڈالی۔ اور قبر کی صورت مسطح اور ایک روایت ہے مثل کوہان شتر کے اٹھائی۔ ایک بالشت زمین سے بلند کی۔ اور اس پر پانی چھڑکا۔ جب دفن سے فارغ ہوئے۔ اول فاطمہ زہرا رضہ کے دروازہ پر آئے۔ اور تعزیت ادا کی۔ بعد ازاں ازواج طیبات طاہرات پر کہ ہر ایک مفارقت میں بہت غمناک تھے اور ہر ایک۔ کو ان مردوں اور عورتوں سے ایک قیام تھا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کوئی دن مدینہ کا بہتر اور نورانی تر اس دن سے نہ تھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ اور کوئی دن اندھیرا اور تنگ تر اُس روز سے نہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ

وسلم نے وفات پائی۔ اور ہنوز دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہمارے دل ہر ایک کے متغیر ہوئے سے

ہماں زماں کہ جہاں نور چشم خود گم کرد
ہزار فتنہ زہر گوشہ رو بمردم کرد

مروی ہے کہ عبداللہ بن زید انصاری کہ صاحب اذان اور مستجاب الدعوت تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے پروردگار میں اپنی چشم جہان بین بے ملاحظہ جمال باکمال محمدی کے نہیں چاہتا میری آنکھیں لے لے۔ اسی وقت نابینا ہوگئے۔ اور ایک جماعت نے نہ چاہا کہ بلا دیدار آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں رہیں غربت اختیار کی۔ ان میں سے بلال حبشی تھے۔ شام کی طرف سفر کا قصد کر دیا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ نے ہرچند کوشش کی نہ رہے۔ اور شام گئے۔ وہاں ایک مدت ٹھیرے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ اے بلال رضی اللہ عنہ تم نے ہم پر ظلم کیا۔ اور ہماری پرورش سے نکل آیا۔ ہماری زیارت کا قصد کر۔ بلال رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے۔ اور مدینہ کیطرف متوجہ ہوئے۔ اس زمانہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی انتقال فرما چکی تھیں۔ جب مدینہ میں آئے۔ جو ملاقات کرتا تھا اہلبیت کو پوچھتے تھے۔ سب نے جواب دیا۔ کہ علی رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سلامت ہیں۔ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حال سے کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور سلام کیا۔ اور تعظیم اور احترام اُن کی بجالائے۔ اور حال فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پوچھا۔ یہ روئے اور کہا کہ وہ انتقال فرما گئیں۔ بلال رضی اللہ عنہ بھی بہت روئے اور کہا اے جگر گوشہ رسول خدا جلد اپنے پدر بزرگوار سے مل گئیں ❖

کہتے ہیں کہ بعضے دوستوں نے بلال رضی اللہ عنہ سے استدعا کی۔ کہ وقت نماز ظہر کا ہے۔ کیا خوب ہو کہ اگر نسبت اذان کی قیام کرو۔ اور الحاح اور مبالغہ کرو۔ بلال رسول علیہ السلام کی مسجد کی بام آئے تاکہ اذان کہیں۔ جب اللہ اکبر کہا۔ تمام مدینہ کے گھروں میں شور اٹھا۔ اور جب اشہد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے۔ مدینہ میں کوئی باقی نہ رہا۔ کہ نہ روتا ہو۔ اور فریاد نہ کرتا ہو۔ وہ دن مثل وفات پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوا تھا۔ جب اذان تمام کی کہا اے یارو۔ میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ جو آنکھ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم پر روئی وہ دوزخ کی آگ نہ دیکھیگی ❖

پوشیدہ نہ رہے کہ یہ فضیلت مخصوص اُسی وقت کی طرز ان سے نہیں ہے۔ بلکہ امید ہے کہ تمام قیامت تک جو وفات سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متغیر اور متاثر ہوتی ہے اور آپکے فراق میں روتی ہے۔ اسی حکم میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ ثابت ہے کہ آپ کا انتقال فرمانا تمام امت کی مصیبت ہے۔ اور جمہور علما اس پر ہیں۔ کہ زیارت قبر حضور علیہ السلام کی سنت ہے مندوب الیہ

اور فضیلت ہے مرغوب اور بعض علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ حدیث من لم یزر قبری فقد جفانی کی دلیل سے یعنی جس شخص نے میری قبر کی زیارت نہ کی پس تحقیق مجھ پر ظلم کیا۔ زیارت قبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی افضل ہے اور بہت ثواب رکھتی ہے +

مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا جو شخص کہ زیارت نہ کرے میری اور یا میری قبر کی ہیں اُس کا شفیع نہ ہونگا قیامت کے روز۔ اور فرمایا جو شخص میری قبر کی زیارت بعد میرے نقل کے کریگا ایسا ہے کہ میری حیات میں زیارت کی +

فائدہ جمہور اہل سیر اس پر ہیں کہ واقعہ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ۱۲ ربیع الاول کو واقع ہوا۔ اس واسطے کہ بالاتفاق آئمہ تفسیر اور حدیث اور لوگوں کے عرفہ روز جمعہ کا تھا پس غرہ ذی الحجہ کا پنجشنبہ تھا اور اس وقت میں ممکن نہیں ہے۔ کہ پیر کا دن ہو ور ۱۲ ربیع اول کا ہو۔ خواہ تینوں مہینے ماضیہ یعنے ذی الحجہ اور محرم اور صفر تیس روزہ ہوئے ہوں۔ خواہ انتیس روزہ اور خواہ بعضے ۲۹ اور بعضے ۳۰ روز۔ جواب اس کا یہ ہے۔ کہ کہتے ہیں احتمال رکھتا ہے۔ کہ اہل مکہ و مدینہ ذی الحجہ کے ہلال کی رویت میں مختلف ہوئے ہوں بواسطہ کسی مانع کے ابر وغیرہ سے یا نسبت اختلاف مطلع کے پس غرہ ذی الحجہ کا اہل مکہ کے نزدیک پنجشنبہ اور اہل مدینہ کے نزدیک جمعہ ہوگا اور وقوف اہل مکہ کی روایت سے واقع ہوا ہوگا۔ اور جب مدینہ میں مراجعت کی تاریخ کو اہل مدینہ کی روایت سے اعتبار کیا ہو۔ اور تین مہینہ ماضیہ اکمل یعنے تیس روزہ ہوئے ہوں پس اول ربیع پنجشنبہ ہوئی۔ اور دوشنبہ کے دن ۱۲۔ ماہ ربیع الاول کے ہو۔ اور اس قول کے موافق کہ وفات آنحضرت کی دوسری ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ اور ایک جماعت نے متاخرین محدث کے اس قول کی ترجیح دی ہے۔ بسبب وارد ہونے اشکال کے قول پر جمہور علماء کے پس اس قول پر لازم آتا ہے کہ تین مہینہ ذی الحجہ اور محرم اور صفر ناقص یعنے تینوں ۲۹ روز کے آئے ہوں۔ واللہ اعلم +

فائدہ دوسرا۔ ارباب سیر کا عمر شریف میں قول مختلف واقع ہوئے۔ ایک قول ۶۰ سال۔ اور ایک قول ۶۵ سال اور ایک قول ۶۲ سال اور ۶ ماہ اور ہر ایک قول بسبب روایت کے ہے۔ کہ اس باب میں واقع ہوئے ہیں لیکن قول ۶۳ سال کا اس سبب سے ہے کہ انبیاء سے صحت کو پہنچا۔ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ۴۰ برس میں نبوت پر مبعوث ہوئے۔ بعد ازاں ۱۳ سال مکہ میں رہے اور وحی نازل ہوئی اور دس سال مدینہ میں بسر کئے۔ اور ۶۳ سال کے تھے کہ فوت ہوئے۔ اور بخاری نے آئمہ حدیث کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اکثر روایات اس پر ہیں۔ اور امام مسلم نے تصحیح اور ترجیح اس روایت کی کی۔ لیکن قول ۶۵ سال کا اس واسطے ہے کہ ابن عباسؓ سے یہ ثبوت کو پہنچا کہ مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۱۵ سال اقامت کی منجملہ اس کے ۷ سال

وحی کی تھی۔ اور ۱۰ سال مدینہ میں اقامت فرمائی اور ۶۰ سال کے تھے کہ وفات پائی۔ یہ روایت ابن
عباس رضی سے مخالف اکثر راویوں کے اور نیز مخالف اس کے ہے کہ پہلے ان سے مروی ہوئی۔ اسی
واسطے آئمہ حدیث کے نزدیک معتمد نہیں ہے۔ لیکن قول ساٹھ کا اس واسطے ہے کہ انس رضی سے
مروی ہے کہ آنحضرت صلعم ۴۰ سال کے تھے کہ مبعوث ہوئے۔ پھر دس سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ
کی اقامت کی۔ اور ساٹھ برس کے تھے کہ وفات پائی۔ اور مانا کہ انس رضی نے اس روایت میں عقود
عشرات کو اعتبار کیا ہے۔ اور کسر کو چھوڑ دیا یا تین سال خفیہ دعوت کو اعتبار نہ کیا ہو۔ یا بوہم
ایک کے روایت سے اس حدیث کے انس قائل ہوئے۔ اس واسطے ایک روایت انس رضی سے
یہ ہے کہ عمر آنسرور کی ۶۳ سال تھی لیکن قول ۶۲ سال ۶ ماہ کا۔ بنا بر اس حدیث کے ہے۔ کہ
مروی ہوئی کہ عمر ہر پیغمبر کی ہے کہ پہلے اس سے ہوا ہو۔ اور عمر عیسےٰ علیہ السلام کی ایک سو پچاس سال
کی تھی۔ یہ حدیث ضعف سے خالی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر عادات سید السادات رسول اللہ صلعم کے

روضۃ الاحباب میں ہے کہ عادت آداب در طریقہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
لباس پہننے اور کھانے اور شربت پینے میں جان کہ توفیق دے ہم کو اللہ تعالےٰ کہ عادت کریمہ آنسرور
کے لباس میں تکلف نہ تھا۔ بلکہ جو میسر ہوتا لباس اور سراویل اور ردا اور ازار اور جامہ نشانی آ
در سادہ اور قبا اور پوستیں اور موزہ اور نعلین سب پہنتے تھے۔ در بیشتر کپڑا سے تنگی فرماتے
اور جامہ نفیس احباب بھی اسی طریق سے مرعی فرمائی۔ اور کبھی پشمینہ اور کبھی کتان پہنتے۔ اور جس قماش
سے کہ جامہ کرتے برد حبرہ آپ کے پاس دوست ہوتے تھے۔ تمام قماشوں سے اور برد حبرہ برد
یمن ہے۔ اور بعض نے کہا ہے۔ برد مخطط ہے اور کپڑے کی قسم سے لباس دوست رکھتے تھے
در بیشتر رنگ سفید اختیار فرماتے۔ اور فرماتے کہ جامہ سفید پہنو کہ اچھا اور پاک ہے۔ اور اپنے
موتے کو اس میں دفن فرماتے۔ اور اس کپڑے سے کہ سرخ خالص یا زرد خالص ہوتا۔ مردوں کو
انکار فرماتے۔ در جامہ مخلوط سرخ یا سفید سبز یا زرد یا سیاہ پہنتے اور سبز جامہ نادر طور پر آتا
تھا۔ اور جو کپڑا پہنتے اس کا نام تعین فرماتے۔ خواہ عمامہ یا قمیص یا ردا ہوتے بعد ازاں فرماتے۔
اللهم لك الحمد كما كسوتنيه اسألك خيره وخير ما صنع له واعوذ بك من
شره وشر ما صنع له۔ اور کبھی فرماتے الحمد لله الذي كساني ما اواري به عورتي واتجمل
به في الناس ولا اعوذ بك۔ اور فرمایا جو شخص نیا کپڑا پہنے وہ کہے الحمد لله الذي كساني
هذا الثوب من غير حول مني ولا قوة ذرتية من غير حول مني ولا قوة اس

سے گذشتہ اور آئندہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات نیا کپڑا بروز جمعہ پہنتے۔ اور کپڑا پہننے میں
سیدھی طرف سے ابتدا کرتے اور اُتارنے میں الٹی طرف سے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے۔ تو پُرانا کپڑا
مسکین کو دیدیتے اور فرماتے مامن مسلم یکسو مسلما من خلق ثیابہ لایکسوہ الا للہ لا
کان فی ضمان اللہ وحرزہ ما دام حیًا ومیتًا اور سفید عمامہ سر اطہر پر باندھتے۔ اور طرہ
دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔ اور کبھی تحت الحنک باندھتے۔ اور کبھی بے طرہ باندھتے۔
اور اکثر عمامہ کلاہ پر باندھتے۔ اور کبھی بے کلاہ اور کبھی کلاہ بے دستار پر کفایت کرتے اور وہ
جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرق درمیان ہمارے اور مشرکوں کے یہ ہے۔ کہ
ہم دستار کلاہ پر باندھتے ہیں۔ اور وہ بے کلاہ یہ ضعف سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر صحت کو بھی پہنچی
تو ہم کہینگے۔ کہ مقصود یہ ہے کہ ہماری عادت اکثر دستار پہننے کی کلاہ پر ہے اور بخلاف عادت کے
اکثر ہم جمیع اوقات میں بے کلاہ سفید شامی دراز اور کلاہ چیدہ کے سر پر چپکی ہوئی مانند کلاہ کے
پہنتے تھے۔ اور کلاہ دو گوشی رکھتے تھے۔ کہ کبھی سفر میں سر پر رکھتے تھے۔ اور کبھی جب نماز ادا
کرتے۔ تو اس کو اپنے منہ کے برابر رکھتے۔ کبھی سیاہ دستار باندھتے اور مروی ہے کہ روز فتح
مکہ کے دستار سیاہ باندھی تھی۔ اور خطبہ اور بعض علما تاویل کرتے ہیں کہ سیاہی اصلی نہ تھی۔ بلکہ
خود دستار پر یعنے خود سر پر رکھا تھا۔ اور بسبب حرارت ہوا کے دستار نے خود سے رنگ لے لیا
تھا۔ اور خود سر سے اتارا تو اوروں نے جانا کہ سیاہ خالص ہے۔ اور وہ جو بعضی روایات میں
وارد ہوا کہ علیہا صابۃ دسما اس تاویل کی تائید کرتا ہے۔ اور مروی ہے کہ ایک بار ایک دستار کہ
علما رکھتا تھا تحفہ میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے لائے علما رنے اُس کو قطع کیا۔ اور سر سے
ندھا۔ اور طول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دستار کا کتب احادیث اور سیر میں نظر سے
نہیں گزرا لیکن بعضے علماء حنفیہ نے بیان کیا ہے کہ دستار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ہمیشہ ۷ گز کی باندھتے تھے۔ اور جو دستار عید اور جمعہ کو باندھتے تھے ۱۲۔ گز کی ہوتی تھی۔
واللہ اعلم ؂

وقت حرارت ہوا کے کبھی چادر سر مبارک پر ڈالتے۔ اور حضور کے روبرو جب چادر کا
وصل کوئی کرتا تو فرماتے۔ ھذا ثوب لا کسمہ شکرہ یعنے اس کسرے کا شکر ادا نہیں کیا جاتا
اور جب روغن سر پر ملتے۔ ایک رومال سر پر ڈالتے تاکہ اور کپڑے چکنے نہ ہوں۔ اور جو انس سے
مروی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یکثر القناع کان ثوبہ ثوب زیات۔ مراد اس ثوب سے یہی رومال
ہے۔ اور آستین آپ کے پیراہن اور جامہ کے ہاتھوں کے گٹوں تک رہتی اور کبھی انگلیوں کی
اطراف تک اور کشادہ اور بالائی پیراہن اور جامہ اور آزار نصف ساق تک اور کبھی قریب ٹخنوں

کرتی تھی۔ اور طول ردائے آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہار گز اور عرض اُس کا دو گز اور ایک روایت میں
دو گز اور ایک بالشت اور طول ازار کا چہار گز اور ایک بالشت عرض میں دو گز اور ایک بالشت تھا۔
اور کبھی پیراہن تکمہ دار تھی۔ اور تکمہ باندھتے اور بعض روایات میں وارد ہوا۔ کہ کان قمیصہ
مشدود الازرار وربما حل الازرار فی الصلوٰۃ وغیرھا اور کبھی پیراہن چھوٹا کوتاہ
آستین تھی۔ اور کبھی حلہ لمبا اختیار فرمایا۔ اور حلہ عبارت ہے دو جامہ سے اور سفر میں آستین
تنگ کا جامہ تھا۔ اور وقت وضو کے دست مبارک جب آستین سے باہر نہ آتا۔ تو دامن کے
نیچے سے نکال کر اس کو کاندھے پر ڈال کر وضو کرتے اور کبھی جامہائے فاخرہ گراں قیمت اختیار
کرتے خصوصاً عید کے دن اور آنے کے۔ ایک وقت ایک بادشاہ نے کہ ۳۳۔ اونٹ میں ایک
حلہ خریدا تھا حضرت کے واسطے تحفہ کے طور پر بھیجا۔ آپ نے ایک بار اس کو پہنا اور ایک
بار حلہ ۲۹۔ اونٹ کا اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت نے ستائیس دنبہ کا خریدا۔ اور یہی فرماتے تھے
تو آپ کے واسطے جامہ پہنتے تھے۔ اور پہننے میں جلدی کرتے تھے۔ اور صحت کو پہنچا ہے۔ کہ ایک
بار قبائے ابریشمی کی تہنہ سے اس کا چاک کھولا تھا واسطے آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کے بطور
تحفہ بھیجی۔ آپ نے اس کو پہنا اور نماز پڑھی تھی۔ جبرئیل آئے۔ اور خبر اُس کی حرمت کی پہنچائی
پس بشدت آپ نے اس کو دور کیا۔ جیسا کہ اس سے کراہت رکھتا تھا۔ فرمایا لا ینبغی
ھذا للمتقین ای المومنین الذین یحذرون عن الشرک یعنے وہ مومن کہ شرک
سے بچتے ہیں +

انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ کہ روم کے بادشاہ نے ایک مندیل سندس کا کہ آستین
بڑی رکھتا تھا۔ ہدیہ میں آپ کے واسطے بھیجا۔ آپ نے اس کو پہنا۔ صحابہ نے نہایت خوبی سے
اس کی نسبت پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ شاید آسمان سے آپ پر اترا ہے۔ فرمایا
تعجب کیا کرتے ہو۔ اس کی خوبی سے مجھے قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں ہے کہ ایک
مندیل سعد ابن معاذ کی مندیلوں سے کہ جنت میں ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ پھر اس کو جعفر
ابن ابی طالب کے واسطے بھیجا۔ انہوں نے پہنا اور حضرت کی ملازمت میں آئے۔ فرمایا اس کو
تمہیں نہیں دیا ہے کہ تم خود پہنو۔ عرض کیا کہ کیا کروں۔ فرمایا اس کو اپنے بھائی کو بھیج دو۔
یعنے نجاشی کو۔ اور ایک بار ابوجہم بن حذیفہ قرشی عدوی نے گلیم سیاہ مربع کہ اس کے
پرلے دو نشان ہوں رکھتے تھے۔ اور عرب اس کو خمیصہ کہتے تھے۔ واسطے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کے ہدیہ بھیجا۔ آپ اس کو اوڑھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ اور اس کے علم یعنے نقش و نگار پر نگاہ
کی جب نماز سے فارغ ہوئے۔ فرمایا اس خمیصہ کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ۔ اور فرمایا سوتی و بیز

کملی بے نقش ونگار میرے واسطے لاؤ۔ کہ اس کے نقش ونگار نے مجھ کو نماز سے باز رکھا۔ و
ثبوت کو پہنچا ہے۔ کہ سبز جامہ آپ رکھتے تھے۔ اور وقتِ ملاقات کے اس کو پہنتے
تھے۔ بعد ازاں کپڑے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت پرانے ہوگئے تھے۔ اور بعض خلفاءؓ نے
اس کا استر کیا تھا۔ اور تیمناً وتبرکاً بروز عید اسکو پہنتے تھے۔ اور سُرخ حلہ مخطط سُرخ خطوط سے اور
سبز سے اکثر جمعہ اور عید کو پہنتے۔ اور دو جامہ خاصہ واسطے جمعہ کے ترتیب دیتے تھے۔
سوائے ان جاموں کے کہ ہر روز پہنتے۔ اور عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت سیاہ چادر
رکھتے تھے۔ کہ میں نے کہا تھا اچھی معلوم ہوتی ہے سفید رنگ میں سیاہ جامہ ہیں۔ اور چادر سیاہ
رکھتے تھے۔ کہ میں نے کسی کو بخشدی حضرت ام سلمہؓ نے کہا۔ وہ چادر سیاہ کیا ہوئی۔ فرمایا میں نے
وہ کسی کو دیدی۔ کہا میں نے کوئی چیز عمدہ زیادہ سفیدی سے سیاہی میں نہ دیکھی۔ اور ایک چادر
ریشہ دار پہنتے تھے۔ اور کبھی اس کے واسطے بحث فرماتے۔ جیسا کہ ریشہ اسکے چادر قدم مبارک
پر پڑتے تھے۔ اور ایک آپ جبہ خسروانی رکھتے تھے۔ کہ اس کی شگاف فراور بر دیبا کی بنی تھی۔
اور کبھی بُرد اور ردا پہنتے تھے کہ قیمت اس کی ایک دینار زر سُرخ کی تھی ۔

مروی ہے سہیل بن سعد ساعدی سے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے
ایک جبہ پشم سیاہ اور سفید سے سیا۔ اُس کو آپ نے پہنا۔ اور کوئی جامہ اچھا مثل اُس کے
نہ تھا۔ اور دست مبارک سے اس کو مس فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا اچھا ہے یہ جبہ۔ ایک اعرابی
قوم کے درمیان تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو بخشد و یہ جبہ۔ حضور نے فوراً
وہ دیدیا۔ اور صحیح بخاری میں سہیل سے ثابت ہوا۔ کہ ایک عورت ایک شملہ کہ اس کا حاشیہ نیز
اس سے جدا نہ کیا تھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی۔ اور کہا یا رسول اللہ اس کو میں
نے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ آپ پہنیں۔ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو ضعیفہ سے لے
لیا۔ پھر اس کو پہنا۔ اور ہماری طرف آئے ایک مرد نے قوم سے اس کو اپنے ہاتھ سے دیا۔ اور
ایک روایت میں ہے تحسین کی اُس کو۔ اور کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو دیجئے۔ فرمایا
اچھا۔ اور بعد ایک زمانہ کے مجلس سے اُٹھے اور گھر میں تشریف لے گئے۔ اور جامہ لپیٹ کر واسطے
مرد کے بھیجا۔ قوم نے اس سے کہا۔ تم نے اچھا نہ کیا۔ جو اس چادر کو آپ سے لے لیا۔ حالانکہ
آپ نے پہنا۔ اور اُس کے محتاج تھے۔ اور تم جانتے ہو کہ کسی سائل کو رد نہیں کرتے ہیں۔ اس نے
کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ میں نے نہیں مانگا اس کو مگر اس واسطے کہ میرا کفن ہو۔ سہیلؓ کہتے ہیں وہ برد
آخر اس کا کفن ہوا ہوگا۔ اور دوسرے طریق سے وارد ہوا کہ وہ عبدالرحمن بن عوف تھے۔ اور ایک
روایت میں سعد ابن ابی وقاص تھے۔ اور اکثر احوال کپڑے کھدری اور سخت پہنتے تھے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس نہ کپڑے غلیظ اور کھدری تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دونوں
کپڑے آپ کے بہت سخت اور کھدری ہیں۔ جب آپ کو پسینہ آتا ہوگا۔ بھاری ہوتے
ہونگے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت
عائشہ صدیقہ رضہ نے ایک کپڑا تلبید یعنے وصلہ یا اور ایک آزار غلیظ نکالی۔ اور کہا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے روح نے ان دو کپڑوں میں قبض کیا۔ اور آپ انگشتری پہنتے تھے سیدھے
ہاتھ کی خنصر میں اور اُلٹے ہاتھ کی خنصر میں یعنے دونوں میں مروی ہوا ہے۔ اور دونوں سنت
ہیں۔ اور اولے تر حنفیہ کے نزدیک اُلٹے ہاتھ میں ہے۔ اور آئمہ شافعی کے نزدیک سیدھے
میں۔ اور انگشتری کو ایسا پہنتے کہ اس کا نگینہ کف دست کی طرف ہوتا۔ اور جب گھر سے
باہر تشریف لاتے تو انگوٹھے پر ڈورا باندھتے۔ تاکہ فراموش نہ ہووے اور سبب انگشتری پہننے
اور کیفیت اس کے نقش کی باب سابق میں ذکر وقائع سال ششم کے ضمن میں گذری ہے۔ اور
یہ انگشتری بعد کو ابو بکر رضی اللہ عنہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تبرک بنا
لیا تھا۔ اور بعد ان کے وہ عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ اور بعد چھ سال کے اُن کے ہاتھ سے۔ یا
ان کے لڑکے کے ہاتھ سے بیر بیس میں گر پڑی۔ ہر چند پانی نکالا مگر نہ نکلی۔ کہتے ہیں کہ آدمیوں کا
دل اس سبب سے متنفر ہو گیا۔ اور فتنہ کا دروازہ کھولا گیا۔ اور بعض اہل سیر بیان کرتے ہیں
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو انگشتری رکھتے تھے کہ اس کا نگین حبشی یعنے عقیق تھا یا جانب
حبشہ سے لائے تھے یا اس کا بنانے والا اہل حبشہ سے تھا۔ واللہ اعلم۔ اور موزہ پہنتے اور موزہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سادہ اور سیاہ تھا۔ اور وہ موزہ نجاشی نے پیراہن اور سراویل
اور طیلسان کے ساتھ ہدیہ بھیجا تھا۔ اور نعلین پہنتے۔ اور نعلین ان کا پوست گائے کی کھال
کا تھا۔ اور دو دوال تھے اور کبھی پا برہنہ تردد فرماتے تھے۔ اور ایک تصویر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی نعل کی اس حقیر کے پاس ہے۔ کاغذ سے کٹی ہوئی۔ اُس پر خط کھینچے ہوئے گھر میں
ہے۔ نعل کی دوال اور دو انگشت کی جگہ بنصر اور خنصر معین کی ہے۔ اور اس پر خط شریف
سر آمد المحدثین وقدوۃ المحققین برہان العلم والشریعت والدین مشہور بخجندہ ابو نصر قدس سرہ
لکھا ہے۔ اس طریق سے کہ نعلین مبارک: در چند تا ادیے بودہ است بخیہ دار اور اس پر الیے
دوال ہیں۔ اور اس کے بادل نہیں ہیں جیسا کہ قبقاب کے ہوتے ہیں۔ اور نہ [illegible] ان کے
خط شریف سے عربی عبارت میں سے کچھ لکھا ہے۔ اور اُس کی مراد اس نعل سے راجع ہے یعنی
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نعل کے ہے۔ جیسا کہ ثابت ہوا اس کے متعلق اس کی تصحیح ہوئی

هذه صفة المثال الثانى الحاكى لنعال من ورق السبع المثانى

فهذان مثالان ثم معتمدان كما سبق وفى الاقتصار عليهما كفاية ومقنع ولكن كم مريت زيادة

فارغ ہوتے۔ تو فرماتے الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا
مستغنی عنہ ربنا اور کبھی فرماتے الحمد اللہ الذی کفانا واوانا اور کبھی فرماتے اللھم
اطعمت وسقیت واغنیت واقنیت وھدیت واجتبیت فلک الحمد علی ما اعطیت
اور کبھی فرماتے الحمد للہ الذی من علینا وھدانا والذی اشبعنا وارواناو کل
الاحسان اتانا اور فرماتے جو شخص کھانا کھاوے پس کہے الحمد للہ الذی اطعمنی
ھذا الطعام ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ اس کے گذشتہ گناہ بخشے
جاتے ہیں جب کسی قوم کے پاس کھانا کھاتے تو اس قوم کو دعا فرماتے اور کبھی اللھم بارک
لھم فیما رزقتھم واغفر لھم وارحمھم اور کبھی کھانے سے پہلے اور بعد اس
کے دست مطہر دھوتے۔ اور بعد اس کے ہاتھوں کو روئے مبارک پر ساعد پر ملتے۔ اور
فرماتے اس میں برکت طعام کی ہے کہ ہاتھ پہلے کھانے سے اور بعد کو دھوئے +

مروی ہے کہ الوضو قبل الطعام ینفی الفقر وبعدہ ینفی اللمم اور منع فرماتے
تھے کہ الٹے ہاتھ سے کھانا اور پانی کھاویں اور پئیں اس واسطے کہ شیطان الٹے ہاتھ سے
کھاتا پیتا ہے۔ اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو انگلیاں چاٹتے اور رومال سے پاک نہ
کرتے۔ اور امر فرماتے تم نہیں جانتے کہ کون سے جز میں کھانے کے اجزا سے برکت ہے
کہ آپ نے فرمایا۔ جو کوئی کہ پیالہ کھانے کا کھا کر چاٹے۔ تو پیالہ اس کے واسطے استغفار
کرتا ہے۔ اور وقت کھانا کھانے کی بات کرتے۔ اور مکرر طعام مہمان پر پیش کرتے اور
خوان پایہ دار اور اونچی اور نیم کاسہ اور نان تنگ گوشت بلا اور میدہ اور گوشت سوسمار اور تلی
اور گردہ اور لہسن اور پیاز اور گندنا نہ کھاتے۔ اور فرماتے جو کوئی ان بدبودار چیزوں سے کھاوے
کہ بوئے ناخوش آتی ہو۔ چاہئے کہ ہم سے دوری ڈھونڈھے یا اپنے گھر میں بیٹھے۔ اور فرماتے
کہ میں ان سب کو اس سبب سے نہیں کھاتا کہ اس سے راز کہتا ہوں کہ تم نہیں کہتے ہو۔

حضرت عائشہ رض سے مروی ہے۔ کہ آخر طعام جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا
پیاز تھے۔ یہ البتہ یہ صحیح ہونے کی محمول ہے اس امر پر کہ واسطے دوا مرض کے یا واسطے جواز کے
بیان ہے۔ اور شارع اس معنی کی طرف بھی تھا۔ کہ اس کی کراہت تخفیف پاتی ہے۔ اس واسطے
کہ بعض طریقوں طریقوں حدیث سے نفی میراد پیاز سے وارد ہوئی۔ ان کنتم لا بد اکلھا
فامتوھا طبخا درمیان شیر اور ماہی اور درمیان دودھ چیزوں ترش کے۔ اور درمیان حشو
کے اور مطبوخ کے اور درمیان تازہ قدید اور غیر تازہ قدید کے اور درمیان شیر اور انڈے کے
اور درمیان گوشت اور پنیر کے۔ اور درمیان دو غذا گرم کے اور درمیان دو غذا سرد کے اور

درمیان برف کے اور درمیان دو قابض اور دو مسہل کے۔ اور درمیان دو غلیظ اور دو شرقی کے
جمع نہ کیا۔ اور گرم کھانا نہ کھاتے۔ بلکہ ایک لحظہ چھوڑ دیتے۔ تاکہ تیزی حرارت کی تسکین پائے
اور کبھی مباح کھانے کو عیب نہ فرمایا۔ اگر بھوک ہوتی تو کھا لیتے۔ ورنہ کچھ نہ کہتے۔ چنانچہ اکثر
خوانوں پر .... سوسمار کھاتے تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کھاتے تھے۔ پوچھا کہ
حرام ہے؟ فرمایا کہ حکم اسکی حرمت کا نہیں کرتا ہوں۔ ولیکن میری قوم کی زمین میں نہ تھا۔ مجھ کو کراہت
طبعی ہے اس کے کھانے سے ✦

مروی ہے کہ ایک بار سوسمار کا گوشت آپ کے واسطے لائے۔ فرمایا یہ ایک امت تھی
کہ اس صورت پر مسخ ہوئی تھی۔ اور آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کھانا بہت تھوڑا کھاتے تھے۔ اور
فرماتے تھے کثیرۃ الاکل شوم۔ اور فرماتے جب کھانا کھاؤ۔ اس کو نماز اور ذکر پر گذار دو۔ اور
بعد کھانے کے خواب میں مت جاؤ۔ کہ تمہارے دل سخت ہوں۔ اور کھانوں میں سے اکثر جو کی
روٹی کھاتے۔ اور آرد جو کہ حضرت کا ماکول تھا نہیں پکاتے۔ بلکہ اس پر ہوا پھونکتے۔ جو
جانے والا ہوتا جاتا تھا۔ اور جو باقی رہتا اس کو خمیر کرتے۔ اور گوشت گوسفند اور شتر اور اسپ
اور گورخر اور خرگوش اور حباری اور مچھلی کھاتے اور مچھلی قدید تناول فرماتے۔ اور جملہ محبوب
کھانوں سے آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم کو گوشت تھا۔ اور فرمایا کہ گوشت سامعہ کی تقویت کرتا
ہے لیکن اس کے کھانے پر حریص نہ ہو۔ اور اس پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔ اور فرماتے
تھے کہ جو کوئی اس کے کھانے پر مداومت کرتا ہے۔ آسانی سے عادت کو ترک نہیں کرسکتا
اور گوشت دست اور شانہ سے الفت رکھتے تھے۔ اور پشت کے گوشت کی مدح فرماتے
تھے۔ اور فرماتے تھے کہ عمدہ گوشت میں گوشت پشت کا ہے۔ اور جگر گوسفند کا بھون کر
تناول فرماتے۔ اور کبھی ثرید گوشت کے ساتھ کھاتے۔ سخت کو دانتوں سے توڑتے۔ اور
فرماتے گوشت کو چھری سے پارہ نہ کرو۔ [illegible] کی عادت تھی۔ اور دانتوں
کا توڑنا بہتر ہے۔ [illegible] گوشت [illegible]
کی حاجت نہ رکھتے [illegible] ہے کہ گوشت کے ٹکڑے پر چھری [illegible]
جیسا کہ عجم [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم نے شانہ
کا گوشت کباب کیا۔ اور پہلوئے بریاں کو چھری سے پارہ کر کر کھایا۔ اور کبھی [illegible]
سے کھانا چاہتے اور وہ کہتے تھے کہ کوئی چیز حاضر نہیں ہے سوائے سرکہ کے۔ تو فرماتے تھے
کہ لاؤ۔ اور روٹی سے کھاتے تھے۔ اور اس کا نام [illegible] رکھا۔ اور اکثر کھانا آپ کا خرما تھا اور
کبھی دو بار کھاتے [illegible] خرما نہ ہوتا۔ اور فرماتے [illegible]

خرما ہو۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا کہ جس گھر میں خرما نہ ہو اس گھر کے اہل بھوکے ہیں۔ اور عجوہ کی شان میں کہ ایک قسم ہے خرما کی اچھی مدینہ میں سیاہ رنگ ارشاد فرماتے تھے تصبحہ بسبع تمرات عجوة لم یضرہ فی ذالک الیوم سمّ ولا سحر اور جب رطب اور خرما کھاتے۔ اس کی گٹھلی انگشت سبابہ اور وسطیٰ سے پشت کی طرف رکھتے اور ڈالتے اور کبھی گٹھلیوں کو دست چپ سے جمع کرتے +

مروی ہے کہ ایک روز رطب تناول فرماتے تھے اور دانوں کو دست چپ سے نگاہ رکھتے تھے۔ ایک گوسفند آئی۔ کف مبارک کو کھولا۔ اور دانوں کو اس گوسفند کی طرف کیا۔ وہ آئی اور کف دست مبارک سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دانہ خرما کھاتی تھی۔ اور آنحضرت دست راست سے تناول فرماتے تھے۔ اور کبھی نورانی خرما اس کے پاس لاتے تھے۔ کہ کیڑے اس سے نکلتے تھے اور ڈالتے تھے۔ اور خرما کھاتے تھے۔ اور کبھی ٹکڑے جو کی روٹی کے اٹھاتے تھے۔ اور خرما اس پر رکھتے تھے اور فرماتے تھے یہ نان خورش ہے۔ اور تناول فرماتے تھے۔ اور جمار یعنی بیہ درخت خرما کھاتے تھے۔ اور کدو کو دوست رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ میرے بھائی یونس ؑ کا درخت ہے +

عباس رضہ سے روایت ہے کہ حضرت فرماتے تھے۔ کہ جب ہانڈی چولھے پر رکھو چاہئے کہ بہت سے کدو اس ہانڈی میں رکھو۔ کہ خون قلب کو نافع ہے اور انس رضہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کدو آپ بہت تناول فرماتے ہیں۔ اس کا کیا فائدہ ہے۔ فرمایا دماغ کو نافع ہے اور عقل کو زیادہ کرتا ہے اور خورش کہ فلفل اور آرد کرم اور چقندر اس میں ہوتا ہے دوست رکھتے اور جو ایک رنگ پر چیپتا تھا طعام سے بہت میل رکھتے تھے +

مروی ہے کہ ایک بار عثمان بن عفان رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے پالودہ لائے اس میں سے کھایا اور کہا اے ابو عبد اللہ کیا ہے۔ عثمان رضہ نے اس کی اجزا اور کیفیت عرض کی۔ فرمایا کہ بدرستیکہ یہ کھانا اچھا ہے۔ اور چنگالی خرما اور قروت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس محبوب تر طعام سے تھا۔ اور کبھی روٹی روغن سے کھاتے اور غزوہ تبوک میں پنیر خشک کا ٹکڑا حضرت کے پاس لائے۔ چھری طلب کی اور پارہ کیا اور تناول فرمایا۔ شاید تھی اس کو لے بادے اور یہ بی کو لے جاوے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ خربزہ خرما سے کھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے ہما الطیبان۔ اور بعض علما نے خربزہ کو روایت اولیٰ میں تملی ترمز کہا ہے۔ اور مروی ہے۔ کہ ترمز کبھی روٹی سے اور کبھی شکر سے کھاتے اور بعض کتب میں ہے کہ محبوب تر میوہ ان کے نزدیک ترمز اور انگور تھا۔ اور خوشہ انگور کو منہ میں لے جاتے اور دانہ پکڑتے۔ اور خوشہ تنہا دہن شریف سے نکالتے +

مروی ہے کہ ککڑی کو نمک سے کھاتے۔ اور نمک کی شان میں وارد ہوا ہے کہ سید
ادامکم الملح اور جب میوہ نو واسطے حضرت کے آتا۔ فرماتے تھے اللھم بارک لنا فی مدنا
ومدنا وصاعنا واجعل مع البرکۃ۔ میوہ کو بعد اس کے بہت چھوٹے بچے کو کہ موجود ہوتا دیتے
اور دودھ سے محبت تمام رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے خداوند تعالےٰ نے اس کا طعام کیا۔ چاہئے
کہ اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ اور فرماتے تھے میں نہیں جانتا ہوں اس چیز کو۔ کہ کام
طعام اور شراب کا کرے سوائے دودھ کے اور کبھی جب دودھ کھاتے مضمضہ کرتے۔ اور
فرماتے کہ اس میں چکنائی ہے۔ اور جب پانی پیتے تین سانس سے پیتے۔ اور ہر ایک کے اول میں
بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہتے اور سانس لینے سے اس وقت میں کہ پانی کا ظرف منہ میں ہو
منع فرماتے تھے۔ اور ہر روز ایک بار پیالہ شربت کا شہد سے پیتے۔ اور کبھی گیہوں اور جو بھونے
ہوئے بلغورہ کرکر پانی ڈال کر پیتے تھے۔ اور بواسطہ اس کے کہ پانی مدینہ کا کھاری ہوتا تھا چھوہارے
پانی میں ڈالتے تاکہ شیریں ہو۔ اور یونہی فرماتے تھے۔ اور اکثر اوقات بیٹھ کر پانی پیتے تھے اور
کبھی کھڑے ہو کر پیتے۔ اور اگر آنحضرت کی مجلس میں جماعت ہوتی۔ اور ان کو پانی یا شربت دیتے
تو پینے میں ان کو مقدم رکھتے تھے۔ بعد ازاں آپ نوش فرماتے تھے۔ صحت کو پہنچا ہے۔ کہ فرمایا
ساقی القوم آخرھم شربا۔ اور کبھی اول خود پیتے تھے اور پھر کسی کو دیتے تھے۔ مگر جو دست
راست پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوتا۔ اور صحاح میں وارد ہوا کہ ایک بار ایک پیالہ
دودھ کا کہ پانی سے مخلوط کیا تھا حضرت کے پاس لائے۔ آپ نے لیا اور قدح کو پیا۔ بائیں
ہاتھ پر آپ کے ابوبکر صدیق رضہ تھے اور ان کی سیدھی طرف ایک اعرابی تھا۔ عمر خطاب رضہ نے
کہا یا رسول اللہ ابوبکر کو دیجئے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو کہ ان کی سیدھی طرف تھا۔
دیا۔ اور کہا الایمن فالایمن اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا الا یمنون فالا یمنون
اور دوسری حدیث میں وارد ہوا کہ ایک پیالہ آپ کے پاس لائے۔ اور سیدھی طرف آپ کے
ایک جوان تھا خوردترین قوم کا۔ اور بوڑھے اور بڑے الٹی طرف تھے۔ جب وہ پیالہ پیا۔
اس جوان سے کہا تم اجازت دیتے ہو تاکہ بوڑھوں کو دوں۔ اس نے کہا میں ایسا نہ کروں گا آپ کے
پس خوردہ کو۔ پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اس کو دیا۔ اور اس پانی سے پیا۔ اور پانی
پینے سے مشک کے منہ سے اور ثلمہ قدح سے منع فرمایا۔ اور غالباً یہ بھی تنزیہی ہے۔ اس واسطے
کہ صحت کو پہنچا ہے۔ کبشہ انصاری سے کہ کہا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مجھ پر آئے اور پانی پیا
دہن مشک سے کہ لٹکتی تھی کھڑے ہو کر۔ پس میں اٹھا اور منہ اس مشک کا اس سے قطع کیا۔ اس
واسطے کہ تیمناً و تبرکاً اس کو نگاہ رکھیں۔ اور سرد پانی شیریں بہت دوست تھا۔ اور آپ کے پاس

اس مدینہ سے کوئی آیا اور کہنہ مشک میں پانی لایا سرپا یہ میں۔ ٹھنڈا کرتا تھا۔ اور موضع سقیا سے۔ کہ وہاں سے مدینہ تک ۱۲ روز کی راہ ہے۔ آپ کے واسطے آب شیریں لاتے تھے۔ اور آپ فرماتے تھے۔ کہ جب رات آوے بسم اللہ کہے اور سر طعام اور سر آپ کے برتن کو ڈھانک دے اگرچہ اس طرح ہو کہ بطریق عرض کے اس ظرف کے سر پر رکھو۔ واللہ اعلم بالصواب ❊

فصل ۲

روضۃ الاحباب میں آپ کی نسب اور حسب اور حلیہ اور ازواج اور اولاد اور مدت خلافت میں اور ولادت اور وفات امیر المومنین وامام الاصدقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن قحافہ ابن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن غنان بن عامر ابن مرہ بن کعب ابن لوی میں ❊

ذکر بعض آیات قرآنی کا کہ شان میں صدیق اکبر رضؓ کے نازل ہوئیں

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مفسروں کا اتفاق ہے کہ مراد صاحب ثانی اثنین سے اس آیہ کریمہ میں ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی بعض مفسر کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ ابو المعالی کہ خاصان اصحاب تفسیر سے ہیں۔ کہا ہے کہ مراد الذی جاء بالصدق سے رسول صلعم ہیں۔ اور مراد صدق سے ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ وَمِنْ دُوْنِهِمَا عِنْدَ اللّٰهِ تَقِیَّةٌ یہ دونوں آیتیں بعض اہل تفسیر کے قول پر ابوبکرؓ کی شان میں ہیں۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ یَسْتَوٗنَ بعض مفسر کہتے ہیں کہ مراد عبد مملوک سے ابو جہل بن ہشام اور مراد من رزقنا منا رزقا حسنا سے ابوبکر صدیق رضؓ ہیں ❊

مروی ہے کہ جب آیہ یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اتری ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ ما احسن هذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ خبردار ہو کہ فرشتہ وقت تیری موت کی یہ آیت تجھ پر پڑھیگا ❊

ذکر بعض احادیث کا کہ شان میں صدیق اکبر رضؓ کے وارد ہوئیں

عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے ثبوت کو پہنچا ہے۔ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکنه اخی وصاحبی وقد اتخذ الله

صَاحِبُکُمْ خَلِیْلًا۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا البتہ ابو بکرؓ کو خلیل بناتا۔ لیکن وہ میرا بھائی اور صاحب ہے اور تحقیق اللہ کو صاحب تمہارا خلیل بناتا ہے ✦

صحائح الاخبار میں ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ کہا میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ ناگاہ ابو بکر صدیقؓ ظاہر ہوئے اپنے جامہ کا دامن اٹھائے ہوئے چنانچہ زانوان کے ظاہر تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا صاحب تمہارے یعنے ابو بکر نے کسی کے ساتھ بڑی خصومت کی پس ابو بکرؓ نے سلام کیا۔ اور کہا یا رسول اللہ میرے درمیان اور پسر خطاب کے یعنی عمرؓ کے گفتگو واقع ہوئی۔ اور میں نے مبادرت کی اور اس پر زیادتی کی بعد اس کے اس امر سے پشیمان ہوا۔ اور ان کے دروازہ پر گیا۔ اور عذر خواہی کی تاکہ مجھ سے درگذریں قبول نہ کیا۔ اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا آنسرورؐ نے تین بار فرمایا یغفر اللہ یا ابا بکر بعد ازاں عمرؓ بھی پشیمان ہو کر ابو بکر کے گھر میں گئے۔ ان کو گھر میں نہ پایا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے۔ حضرتؐ نے جب ان کو دیکھا۔ رنگ روئے مبارک کا متغیر ہوا۔ اتنا کہ ابو بکر ڈرے۔ دروازہ تک دو زانو آئے۔ اور کہا یا رسول اللہ واللہ کہ اس قصہ میں میں اظلم ہوں عمر سے دو بار یہ بات فرمائی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ عمرؓ مجلس میں حضرتؐ کے بیٹھے حضرت نے منہ ان کی طرف سے پھیر لیا۔ عمرؓ روئے اور پھر منہ کے آگے بیٹھے حضرتؐ نے پھر منہ ان سے پھیر لیا۔ اور عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں گمان نہیں لیجاتا ہوں۔ اس روگردانی کا آپ سے مگر اس امر کے واسطے۔ کہ آپ تک پہنچا ہے۔ عمر کی کیا زندگانی ہے۔ کہ جب آپ ان سے روگردانی کریں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم وہ ہو کہ ابو بکرؓ عذر خواہی کریں۔ اور تم ان سے قبول نہ کرو۔ تحقیق خداوند تعالےٰ نے مجھ کو تمہارے ساتھ پیغمبری پر بھیجا ہے۔ تو تم تکذیب کرتے تھے۔ اور ابو بکرؓ نے میری تصدیق کی۔ اور مجھ سے مروت کی اپنے مال اور نفس سے پس تم میری خاطر سے نہیں۔ ممکن ہے کہ میرے یار کی ایذا ترک کرو۔ ابو درداء کہتے ہیں بعد اس کے پھر ابو بکرؓ کو کسی نے ایذا نہ دی ✦

مروی ہے ابو ہریرہؓ سے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی کا ہم پر کوئی حق ہو اس کے حق کا بدلہ دیا۔ مگر ابو بکرؓ کہ اس کا حق ہمارے اوپر ایسا ہے۔ کہ اس کا بدلہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز فرمائیگا۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض کہ تم میرے صاحب غار میں بھی ہو۔ اور حوض کوثر پر بھی ہو۔ اور نیز منقول ہے کہ ایک روز ابو بکرؓ کے دست راست اور عمرؓ دست چپ پر تھے۔ آنسرورؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ اور فرمایا۔ کہ قیامت کے دن اسی طرح اٹھیں گے ✦

انس بن مالکؓ کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی شان میں فرمایا
هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ
یہ دونوں سردار ہیں جنت کے ادھیڑ عمر والوں کے اولین اور آخرین میں سوائے نبی اور مرسلین
کے اور چند حدیث ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اشارہ ان کی خلافت کا واقعہ ہوا۔ بعد
حضرت کے ایک یہ کہ ایام مرض میں بواسطہ شدت درد کے۔ اور جب نماز کو جماعت کے واسطے
نہ جا سکے فرمایا مروا ابوبکر فلیصل بالناس۔ اس واقعہ کی تفصیل اول مقصد میں کتاب کے تحریر
آئی۔ اور اس قصہ میں اشارہ تو یہ ان کی خلافت کا ہے۔ اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس روز کہ بیعت
ان کے ساتھ کرتے تھے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا۔ ہمارے دین میں یعنی نماز میں
پسند کیا۔ نیز امر دنیا میں یعنے خلافت میں پسند کرتا ہوں۔ دوسری یہ کہ فرمایا اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ
مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ یعنے میرے بعد اقتدا کرو دین میں ابابکرؓ اور عمرؓ کی۔ دوسری یہ
کہ ایک ضعیفہ ایک روز حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اور کچھ آپ سے چاہا۔ آپ نے
فرمایا کہ پھر آنا تیرا سوال پورا ہوگا۔ اس ضعیفہ نے کہا یا رسول اللہ اگر آؤں اور آپ نہ ملیں تو
کیا کروں۔ فرمایا ابوبکرؓ کے پاس جا۔ اور عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت کی ہے کہ معلوم ہوا۔ کہ پیغمبر
نے مرض موت میں مجھ سے فرمایا۔ دعوا ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی
اخاف ان یتمنی تمھن ویقول قائل انا اولٰی ویابی اللہ والمومنین الا ابابکرؓ +

ذکر حلیہ ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ثابت ہوا۔ کہ ابوبکرؓ آدمی دراز قد اور سفید تمائل بزردی اور خفیف العارض اور
آنکھیں غائر اور پیشانی اُبھری ہوئی تھی۔ اور وارد ہے وکان معروق الوجہ عاری
الاشاجع الاستمسک اور بعض روایت میں وارد ہے کہ ریش مبارک پر حنا اور وسمہ
کا رنگ کرتے تھے +

ذکر ماکول وملبوس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بیت المال سے اور بیان کاتب اور تختی اور دربان اور کار پردازوں کا اور سفر کرنا
نقش خاتم کا واللہ اعلم +

ثابت ہوا کہ جب امر خلافت کا حضرت ابوبکرؓ پر قرار پایا۔ دوسرے روز صبح کو
بازار تشریف لے گئے۔ تاکہ موافق عادت کے تجارت اور خرید و فروخت کریں۔ عمرؓ اور

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما اُن کے پاس پہنچے۔ اور کہا یا خلیفہ رسول اللہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ کہا بازار کو۔ انہوں نے کہا کیا کرو گے۔ ابھی آپ مسلمانوں کے امر کے والی ہوئے ہیں۔ آپ کے منصب کے قابل نہیں ہے۔ کہ بدستور . . . . مقررہ تردد اور بازار اور تجارت کریں۔ فرمایا پس عیال کے ساتھ کیا کروں۔ انہوں نے کہا مراجعت فرمائیے تاکہ کچھ بیت المال سے آپ کیواسطے مقرر کریں۔ صدیق لوٹے اور بالاتفاق تمام اصحاب کے ہر روز ان کے اور ان کے عیال کے واسطے نیم گوسفند اور اس کے حوائج اور ہر سال اسی مقدار سے کہ ان کا اور ان کے عیال کا ملبوس ہو۔ اور سواری اور خادم ملتا تھا۔ اور ایک روایت ہے کہ ایک سال ان کے واسطے دو ہزار درم یا دو ہزار پانسو یا زیادہ مقرر کئے۔ اور آپ کا گھر مسلخ میں تھا۔ اور مسلخ مکان بنی حارث بن الجراح سے ہے۔ حوالی مدینہ کی طرف اور وہاں سے مسجد نبوی تک ایک میل راہ ہے۔ بعد بیعت کے ایک ماہ اس جگہ بسر کی بروز سوار مدینہ سے آتے تھے اور پانچوں نماز کو جماعت کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں امامت کرتے تھے۔ اور بعد نماز عشا کے محلہ مسلخ میں جاتے تھے۔ اور کبھی جب موجود نہ ہوتے۔ عمرؓ اُن کی نیابت میں اصحاب کی امامت بجالاتے تھے۔ اور مسجد حضرت نبوی میں تشریف لاتے تھے اور جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ منصب قضا کا عمر خطاب رضؓ کے سپرد کیا تھا۔ اور عثمان بن عفانؓ اور زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن ارقم کو رضی اللہ عنہم اپنا کاتب مقرر کیا تھا۔ اور ان کا حاجب مولائی سابق عامل مکہ پر عتاب بن رسیدا اور طائف پر عثمان بن ابو العاص اور صنعا پر مہاجر بن ابی امیہ اور حضرموت پر زیاد بن لبید اور جوان پر یعلی بن امیہ اور خدید معاذ بن جبل اور بحرین پر علا بن الحضرمی تھے۔ اور اپنے خاتم پر نعم القادر اللہ نقش کیا تھا۔ اور ایک قول ہے عبد ذلیل لرب جلیل تھا۔ واللہ اعلم +

ذکر ازواج اور اولاد اور احفاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

جاہلیت میں دو عورت سے نکاح کیا تھا۔ ایک قتیلہ۔ کہتے ہیں کہ تیہ بیٹی عبد العزیٰ کی تھی۔ اور عبداللہ اور اسما کہ ذات النطاقین سے ملقب ہیں۔ اس سے پیدا ہوئے۔ دوسری ام رومان بیٹی عامر کی کہ والدہ عبد الرحمن اور عائشہ رضہ کی ہیں۔ اور اسلام میں بھی دو عورت سے نکاح کیا ایک اسما بنت عمیس کہ اول زوجہ جعفر طیار کی تھی اور محمد بن ابو بکرؓ پیدا ہوئے۔ اور ام حبیبہ بنت خارجہ بن زید انصاری اور وہ ابو بکر سے حاملہ تھی۔ کہ صدیق نے وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ +

ذکر مدت خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

صحیح تر قول کے موافق ڈھائی سال۔ اور بعض نے کہا ہے جو کہ اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہیں کہ دلالت اس قول کی صحت پر کرتی ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ دو برس اور دو ماہ اور پچیس روز۔ ایک قول دو برس اور تین ماہ اور بیس روز۔ اور ایک قول ہے کہ دو سال اور چار ماہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب +

ذکر تاریخ پیدائش اور وفات اور سبب موت امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ

واقعہ فیل کے دو برس اور چار مہینہ بعد پیدا ہوئے۔ آخر روز پیر کے اور بقول منگل کی رات ہیں۔ اور یہ بہت صحیح ہے اور ایک قول کے موافق جمعہ کے روز بائیسویں یا تیسویں ماہ دی الآخر کو اور تیرھویں سال ہجرت کے وفات پائی۔ اور مدت عمر کی تقریباً ۶۳ سال ہے۔ اور ایک قول کے موافق ۶۵ سال۔ اور موت کے سبب میں بیان کیا ہے کہ سُمان والہ یہود ان کو مہمانی میں لے گیا تھا۔ اُس نے زہر کھانے میں دیا۔ اور حارث بن کلاہ طبیب دونوں نے کھایا۔ ناگاہ حارث نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کھانے میں زہر یکسالہ ہے اور میں اور آپ ایک روز وفات پائیں گے۔ پس اس کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اسی روز بیمار ہوئے اور ایک سال بیمار رہے۔ بعد ازاں دونوں نے ایک روز طرف عالم آخرت کے انتقال فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ امیر المومنین صدیق رضی کی موت کا سبب یہ تھا۔ کہ ان کے پاؤں میں درد پیدا ہوا جیسے کہ سانپ کاٹتا ہے۔ کہ شب غار میں پیدا ہوا تھا۔ اُس سختی سے دنیا سے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ سبب وفات کا یہ تھا۔ کہ ایک روز ہوا میں نہایت خشکی تھی غسل کیا اور بیمار ہوئے۔ تپ پیدا ہوئی۔ پندرہ روز رہی۔ اور کہتے ہیں کہ سل کی سختی منتظم ہوئی۔ آپ سے کہا گیا کہ طبیب کو بلا دیں۔ فرمایا۔ کہ حکیم نے مجھ کو دیکھا۔ پوچھا گیا۔ کیا جواب دیا کہ اُس نے کہا انی فعال لما یرید ولقد اجاد من انادہ

اشک خونی بنمودم بطبیباں گفتند
درد عشق است جگر سوز دوائے دارد

مروی ہے کہ ایام مرض میں بمشورہ ایک جماعت کے کبار صحابہؓ سے مثل عثمانؓ بن عفان و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو عمر خطابؓ کے سپرد کیا۔ اور کہتے ہیں کہ عثمانؓ کو کہ آپ کے زمانہ خلافت میں کاتب تھے بلایا۔ اور فرمایا کہ لکھو ھذا ما عھد ابوبکر ابن ابی قحافہ

الی المسلمین اما بعد فانی قد استخلفت سے یہ فرمایا اور بیہوش ہوئے پس عثمانؓ نے
جو کچھ کہ ابو بکرؓ نے کہا تھا لکھا تھا اپنی جانب سے کہ عمر خطابؓ نے کیا۔ ابو بکرؓ سے اس سے
پہلے اس معنی کو معلوم کیا تھا بعد اس کے ابو بکرؓ نے بیہوشی سے افاقہ پایا۔ عثمان سے کہا کیا تھا
عثمان نے جو لکھا تھا پڑھا۔ وہاں تک کہ اپنی طرف سے ذکر عمرؓ کا کیا تھا۔ ابو بکرؓ نے کہا اے
عثمان خدا تجھ کو اسلام سے خیر دے۔ پھر فرمایا یہاں تک کہ لکھا فاسمعوا له واطیعوا فان عدل
فذلك ظنی به علمی فیه فان جار فلكل امرء ما اكتسبت والخیرا ردت فلا
اعلم الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون والسلام علیكم
ورحمۃ الله وبركاته بعد ازاں ابو بکرؓ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا خدایا اس کو مسلمانوں پر
خلیفہ بناتا ہوں۔ اور اس امر میں میں نے اُن کی اصلاح کے سوا اور نہ چاہا ہے۔ اور وہ کام بجا
لاتا ہوں کہ تو اس کا زیادہ جاننے والا ہے۔ اور میں نے اجتہاد کیا ان سے بہتر ان پر میں نے
والی کیا۔ اور اس قصہ میں عمرؓ کی حمایت میں نے نہیں چاہی ہے۔ اور میں دنیا سے آخرت کی طرف
جاتا ہوں۔ تو ان پر خلیفہ رہ۔ اس واسطے کہ تیرے بندے ہیں۔ ان کے والی کی اُن پر صلاح کر
یعنی عمرؓ کو اور اس کو خلفائے راشدین سے کر۔ کہ تابعداری کرے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کی خصلت کی۔ اور صالحوں کی سیرت کی کہ بعد پیغمبر کے ہوئے ہیں۔ اور رعیت کا کام اس کی صلح
کے ساتھ لا۔ پس فرمایا کہ عہد نامہ پر مہر کی امراء قریش جیوش کی طرف کہ اطراف اور جوانب میں
تھی مثل اس عہد نامہ کے لکھا اور مہر کی۔ بعد ازاں عمرؓ کو بلایا اور ان کو خبر کی کہ اصحاب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر میں نے تم کو خلیفہ کیا۔ عمرؓ نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ اس بختی کو مجھ سے دور رکھ
کہ مجھ کو خلافت کی حاجت نہیں ہے۔ صدیقؓ نے کہا۔ اگر تم کو اس کی حاجت نہیں ہے۔ تو اس کو
تمہاری حاجت ہے تم کو پوچھیں گے ؎

کسے کو مہیا بود دولتے را　　　　اگر او نجوید بجوید دولت او را

الغرض صدیقؓ نے فاروقؓ کو حقوق اللہ اور حقوق مسلمین میں خوب وصیتیں اور مواعظ اور
نصائح مرغوب فرمائے اور وصیت اس بات پر ختم کی۔ کہ اگر میری نصیحت کو نگاہ رکھو گے۔ تو
موت کے وقت کوئی چیز اس سے زیادہ دوست نہ ہوگی اور اگر ضائع کرو گے تو کوئی چیز موت
کے وقت اس سے زیادہ مکروہ نہ ہوگی۔ حالانکہ موت کو عاجز نہیں کر سکتے ہو۔ اور مروی ہے
معقب بن ابی فاطمہ سے کہ کہا میں ابو بکرؓ کے خرچ کا وکیل تھا۔ جب مرض اُس پر غالب ہوا۔
تو ان کے پاس میں آیا۔ اور میں نے سلام کیا۔ وہ امر استخلاف میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوئے
فرمایا اے معقب تو نے سدا میرے خرچ کا تھا۔ میرے تیرے درمیان جو کم بیش خرچ ہو بیان

کہ میں نے کی تجھ پہ ہمارے پچیس درہم ہیں۔ ان کو میں نے تجہیز پر صرف کیا۔ کہ خاموش رہ اور زاد راہ میری آخرت کا دنیا سے مت کر۔ میں نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ میں اس مجلس کو گم نہیں کرتا۔ مگر آخر یہی صحبت میرے اور آپ کے درمیان میں رہی ہے اور اللہ تعالےٰ پر بدلا اس شخص کا ہے۔ کہ اس نے کہا ہے غزل

وداع چو تو نگاری نہ کار آسان است   ہلاک عاشق مسکین فراق جانان است
ز وصل خود نفسے پیش از آنکہ دور شویم   اگر بجاں بفروشی ہنوز ارزان است
مجال دیدن رویت نماند چشم مرا   کہ شکل مردمکش زیر اشک پنہان است
بگوئے تو نشود کار واں رواں امروز   کہ آبدیدہ اصحاب او زباران است
بہر طرف کہ نگاہ میکنم برابر چشم   ہزار سینہ نالاں و چشم گریان است
نظر بجانب زلف تو میکنم زاں تیز   بجائے خاطر سرگشتگاں پریشان است

ز ہم بریدن یاراں ز تیغ ناکامی
چو ہست عادت گردوں مرا چہ تاوانست

معشوق کے رخصت آسان کام نہیں ہے۔ محبوب کا فراق عاشق غریب کی موت ہے۔ اپنے وصال یک نفس پہلے ہماری دور ہونے سے اگر جان سے مجھ کو بیچ لے تو سستا ہے میری آنکھ کو تیرے منہ کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ کیونکہ پتلی تو آنکھوں کے نیچے پوشیدہ ہو گئی ہے۔ تیری گلی میں قافلہ آج رواں نہیں ہے کہ یاروں کے دیدہ کا آج مینہ برس رہا ہے۔ میں آنکھ کے برابر جس طرف نگاہ کرتا ہوں ہزار دل سینہ نالاں اور آنکھیں گریاں ہیں۔ تیری زلف کی طرف اس سبب سے نظر تیز کرتا ہوں کہ خاطر عاشقوں کی پریشان ہے۔ یاروں کا تیغ ناکامی سے باہم کٹ جانا آسمان کی عادت ہے۔ مجھ کو کیا تاوان ہے۔ ابوبکر رضی نے معقب سے کہا غم اور رنج مت کر۔ صبر کو طریق پکڑ کہ میں اپنی جگہ پر جانے کا امیدوار ہوں۔ اور مجھ کو وہ جگہ بہتر اور پاک تر ہے۔ اس خاکدان دنیا سے یعنی ہر چند کہ بظاہر میرا بدن خاک کے نیچے ہوگا لیکن حقیقت میں میری روح پاک عالم افلاک پر پہنچے گی۔ کیا اچھا کہا ہے ؎

گرچہ تن من ہمچو تنہا خفتہ است   ہشت جنت در دلم بشگفتہ است
جاں چو خفتہ در گل نسرین بود   چہ غم است از تن دراں سرگین بود
جان خفتہ چہ خبر دارد ز تن   کو بگلشن خفتہ یا در گولخن
میرد و جاں در جہان ابکوں   نعرہ یا لیت قومی یعلمون
گر نخواہد زیست جان ایں بدن   پس فلک ایوان کے خواہد بدن

گر تخواہ بے بدن جان تو زیست فی اسماء زنگم روزے کیست

محقق کہتے ہیں کہ صدیق رضی نے ابوہریرہ کو بلایا۔ اور حضرت عائشہ رض کے پاس بھیجا تاکہ پچیس درم لادیں۔ اور مجھ کو دیں۔ اور ثابت ہوا کہ عائشہ رض نے کہا۔ ابوبکر رض آخر روز مرض موت کی بیہوش ہوئے اور میں روتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ عجب سخت مرض میرے باپ پر طاری ہوا۔ اور جب پھر ہوش میں آئے اور یہ بات مجھ سے سنی۔ کہتے تھے اے بیٹی ایسا نہیں ہے جیسا کہ تو کہتی ہے لیکن سکرات موت حق کی طرف سے آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس کو میں پاتا ہوں۔ پوچھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کس قدر کپڑے میں کفن کیا۔ میں نے کہا تین کپڑوں میں سفید پہنتے کہ اس میں سہ جامہ پیراہن اور عمامہ نہ تھا۔ پھر کہا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کس روز دنیا سے نقل فرمائی۔ میں نے کہا پیر کے روز۔ تو کہا آج کیا دن ہے۔ میں نے کہا پیر ہے۔ تو کہا کہ میں خدا تعالٰے سے امیدوار ہوں کہ میری موت آج کے دن یا آج کی رات ہووے۔ پس جو کپڑے کہ پہنے تھے اور جن میں بیماری کی تھی فرمایا۔ اور حالانکہ اس میں اثر زعفران کا تھا۔ کہا یہ جامہ میرا دھوؤ۔ اور اس پر دو کپڑے اور زیادہ کرو۔ اور میرا کفن اس میں کرو۔ میں نے کہا یہ پورانا ہے۔ تو کہا ان الحی احق بالجدید یعنے زندہ کو نیا لائق ہے۔ وما الیت انما یصیر الی السبیل السدید اور کاش سوائے اس کے نہیں ہے کہ راہ راست کی طرف رجوع ہوتا۔ پھر اپنی زوجہ اسما بنت عمیس کو وصیت کی کہ ان کو غسل دے اور عبدالرحمن۔ اور ایک روایت میں عبداللہ اس کی مدد کرے اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ سوائے ان کے مجھ کو برہنہ دیکھے رات کے وقت دنیا سے نقل کی۔ اور بعد تجہیز و تکفین کے جس دستور سے کہ وصیت کی تھی عمر رض نے ان پر نماز ادا کی۔ اور عائشہ رض کے حجرہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پہلو میں قبر کھودی۔ اور ان کے لڑکے عبدالرحمن اور عمر بن الخطاب رض اور عثمان بن عفان رض اور طلحہ رض ان کی قبر پر آئے۔ اور رات ہی میں ان کو دفن کیا۔ جزاہ اللہ عن المسلمین احسن الجزاء خدا تعالٰے مسلمانوں سے اچھا بدلہ ان کو دے ؞

نقل ہے کہ جب خبر ان کی موت کی ان کے باپ ابو قحافہ کو پہنچی کچھ غم نہ کیا۔ اور کچھ تغیر ان میں پیدا ہوا۔ اور کہا لِلّٰہِ اخذ ولہ ما اعطی اللہ تعالٰے کا مال ہے جس نے دیا تھا لے لیا ؞

فصل ۳

ذکر حسب اور نسب اور حلیہ اور ازواج مطہرات اور اولاد اور مدت خلافت اور وفات اور وقائع حضرت امیر المومنین امام المتقین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

روضۃ الاحباب میں بیان کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین عمر خطاب ابن نفیل ابن عبد العزیٰ ابن ریاح ابن عبداللہ ابن قرط ابن رزاح ابن عدی ابن کعب ابن لوی تھے۔ اور لوی بیٹے غالب ابن فہر ابن مالک ابن نضر کے تھے۔ کہ لقب ان کا قریش ہے [illegible]۔

ذکر بعض آیات قرآنی کہ شان میں حضرت عمر فاروقؓ کے نازل ہوئیں

ومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس ضحاک مفسر کا قول ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے شان میں ہے یعنے وہ مردہ تھا اسکو ہم نے زندہ کیا۔ اور اس کو انوار کرتا اس سے آدمیوں میں چلتا ہے۔ وقل للذین امنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام اللہ لیجزی قوما بما کانوا یکسبون ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرد نے بنی غفار سے عمرؓ کو گالیاں دیں۔ عمرؓ نے چاہا کہ اس کو ماریں تب یہ آیہ مذکور نازل ہوئی۔ یعنے کہہ دو تم ان لوگوں سے کہ ایمان لائے مغفرت چاہیں ان لوگوں کے واسطے کہ امید نہیں رکھتے ایام اللہ کی تاکہ قوم کو کسب کا بدلہ دیوے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد اشداء علی الکفار سے عمر بن الخطاب ہیں۔ والذین آتیناہم الکتاب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق۔ عطا ابن ابی رباح کہتے ہیں کہ ازانجملہ عمر فاروقؓ ہے یعنے جس کو کہ ہم نے کتاب دی ہے وہ رب کی طرف سے اس کو سمجھتے ہیں حق کے ساتھ۔ واولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین عکرمہؓ کہتے ہیں کہ مراد شہداء سے عمر و عثمان اور علی ہیں رضی اللہ عنہم یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم عکرمہؓ کہتے ہیں کہ مراد اولی الامر سے ابوبکر اور عمر ہیں۔ ام یحسدون الناس علی ما اتاہم اللہ من فضلہ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے میں نے سنا کہ فرمایا حسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وشاورہم فی الامر حسد کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمرؓ پر اور مشورہ کیا [illegible]۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا یعنے وہم ابوبکر و عمر ہیں۔ روایت پہنچی ہے کہ چند آیت قرآن موافق رائے اور قول عمر کے نازل ہوئیں۔ اور ایک جماعت نے سے بسبیل اجمال کہا ہے کہ پندرہ قضیہ میں قرآن موافق رائے اور قول عمرؓ کے نازل ہوا۔ اور فقیر نے تتبع کیا۔ اور کتب تفاسیر اور احادیث میں دس آیتیں پائیں۔ قولہ تعالیٰ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراہیم کو [illegible]

عمرؓ آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔ کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ مقام ہمارے پدر ابراہیمؑ کا نہیں ہے؟ فرمایا ہاں۔ کہا پھر اس کو کیوں نہ مصلے بناویں حضرتؐ نے فرمایا میں مامور نہیں ہوں۔ ہنوز آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ آیہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی نازل ہوئی +

دوم آیہ حجاب یعنے بیبیوں کی ہے عورات کے واسطے۔

تیسرے عسیٰ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا۔ لیکن ایلا کے قضیہ میں۔

چوتھی ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض۔ قیدیوں کے قضیہ میں +

پانچویں۔ ولا تصل علے احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ عبداللہ ابن ابی منافق پر نماز کے قضیہ میں +

چھٹی آیہ تحریم شراب کی شرح اس پانچوں قضیہ کے مقصد اول روضۃ الاحباب میں مذکور ہوئے +

ساتویں احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نساءکم +

بیان کرتے ہیں کہ قبل از نزول آیہ مذکور کے ماہ رمضان کی رات میں عشاء کی نماز ادا کرنے تھے۔ اور کھانا پینا اور جماع کرنا حرام تھا۔ حضرت عمرؓ ہمیشہ دل میں یہ آرزو رکھتے تھے کہ یہ امر طلوع صبح تک مباح ہو۔ ایک رات ان کو بعد نماز عشا کے اپنی اہل کے ساتھ اتفاق مجامعت کا ہوا۔ اور وہ صورت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر عرض کی اور رخصت چاہی آیہ نازل ہوئی +

آٹھویں ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین بعض مفسروں نے کہا کہ جب یہ آیہ نازل ہوئی عمرؓ روئے اور کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لاویں خدا کے اور اس کے رسول کے ساتھ اور اسکی کلام کی تصدیق کریں۔ اور جو کہ ہم سے نجات پاوے تھوڑا ہو پس یہ آیہ نازل ہوئی حضرتؐ نے عمرؓ کو بلایا اور فرمایا بتحقیق جو بات تم نے کہی تھی۔ اے ابن خطاب اس میں اللہ تعالےٰ نے آیہ نازل فرمادی۔ اور گردان دیا۔ ایک گروہ کو اولین سے۔ اور ایک گروہ کو آخرین سے +

نویں۔ من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین ایک جماعت نے اخبار یہود سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جبرئیل تمہارے پاس آتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے دشمن ہیں۔ اور ہم ان کے دشمن ہیں۔ اگر میکائیل آتے تو ہم تم پر ایمان لاتے امیر المومنینؓ نے کہا جو جبرئیل کا دشمن ہے وہ میکائیل کا بھی دشمن ہے اور جو میکائیل کا ہے جبرئیل کا ہے۔ اور جو ان دونوں کا دشمن ہو وہ خدا تعالیٰ کا دشمن ہے پس آیہ مذکور نازل ہوئی عمرؓ کے قول کی تصدیق میں +

دسیں فتبارک اللہ احسن الخالقین جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ وخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشأناہ خلقا آخر یہ آیہ جب عمرؓ کے روبرو پڑھی تو انہوں نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین اور ابھی بقیہ آیہ کو نہ سنا تھا قبل اس حکایت کے عبداللہ بن سعید ابن ابی سرح سے منقول ہے۔ اور عجیب ہے کہ اس کلام کا پڑھنا سبب اُس کے عجب اور ارتداد کا ہوا اور دین سے اور سبب زیادتی شرف اور کمال الیقین امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا ہوا۔ اور نیز مضمون آیہ کریمہ یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا۔ اس قصہ میں ظہور سے ملی +

ذکر بعض احادیث اور آثار کے کہ فضیلت اور شرف میں حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارد ہوئیں

ابو ہریرہ رضہ سے صحت کو پہنچا ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق بنی اسرائیل میں آدمی محدث ہوئے ہیں۔ اگر میری اس اُمت میں وہ ہونگے تو عمر پسر خطاب ہیں اور علماء کو محدثوں کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ اور بہت سے قول ہیں +

قول مراد محدثوں سے ایک جماعت ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک سے مامور اور ملہم ہوئے ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ جماعت ہے کہ ان کا گمان قضایا میں مطابق واقع کے ہو تیسرے وہ گروہ مراد ہیں کہ وقائع میں ملائکہ ان کے ساتھ بات کہتے ہیں۔ اور راہ راست بتاتے ہیں۔ چوتھے وہ گروہ ہیں کہ صواب ان کی زبان پر جاری ہو +

ابو سعید خدری رضہ سے مروی ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا میرے روبرو آدمی پیش کیے ہیں۔ اور ان پر لباس ہیں۔ بعضوں کے لباس سینہ تک اور بعضوں کے اس کے نیچے عمر خطاب کو پیش کیا۔ ان پر لباس تھا کہ زمین میں گھسٹتا تھا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا تعبیر آپ نے فرمائی۔ فرمایا دین سے۔ اور صحاح اخبار میں ابن عمرؓ سے روایت ہوا۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک پیالہ دودھ کا ہے میں نے اس میں سے پیا اس قدر کہ میرے ناخنوں سے دودھ ٹپکنے لگا۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر خطاب کو دیا۔ اصحاب نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ آپ نے کیا تعبیر کی۔ فرمایا علم سے علماء نے کہا ہے کہ وجہ تعبیر شیر کے علم سے یہ ہے کہ دونوں کثرت نفع میں سیر کر دیتے ہیں۔

اس واسطے جیسے کہ شیر غذا اور شراب جسمانی ہے اور سبب صلاح اور قوت بدن کا ہے علم بھی بمنزلہ غذا اور شراب روحانی کے ہے۔ اور سبب صلاح امور دنیوی کا اور اخروی کا ہے
سعد بن وقاص رض روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر خطاب سے کہا کہ قسم اُس پروردگار کی کہ میرا نفس جسکے دست قدرت میں ہے کہ تیرے ساتھ شیطان ملاقات نہیں کرتا ہے کسی راہ میں مگر یہ کہ راہ پھرتا ہے اور دوسرے راستہ کو چلنا اختیار کرتا ہے۔ کہ جو غیر اُس راستہ کا ہے کہ جس میں تو چلتا ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا ان الشیطان لیفر من عمر یعنے شیطان عمر سے بھاگتا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا انی لانظر الی شیاطین الجن والانس قد فروامن عمر یعنے البتہ میں دیکھتا ہوں طرف شیاطین جن اور انس کی کہ عمر رض سے بھاگتے ہیں ✦
جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے آپ کو بہشت میں دیکھا۔ اور وہاں ایک محل کہ اُس میں ایک حور بیٹھی ہے۔ اور وضو کرتی تھی میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے۔ اُس نے کہا عمر رض کا میں نے چاہا وہاں جاؤں پس تیری غیرت کو یاد کیا اور نہ گیا عمر رض نے کہا بابی انت وامی یارسول اللہ علیک یعنے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یارسول اللہ میں غیرت کرتا ہوں ✦
احادیث صحیح میں وارد ہوا انس بن مالک رض سے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور کوہ احد پر آئے۔ اور ابوبکر رض اور عمر رض اور عثمان رض اور علی رض آپ کے ہمراہ تھے اور کوہ احد کانپا حضرت نے فرمایا ساکن اور ثابت رہ اے احد کہ تجھ پر کوئی نہیں ہے۔ مگر پیغمبر اور صدیق اور شہید۔ اور ابوہریرہ رض سے صحت سے معلوم ہوا کہ حضرت نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک چاہ پر کھڑا تھا۔ اور پانی چاہ سے کھینچتا تھا۔ اور آدمی کو پلاتا تھا۔ ابوبکر میری طرف آئے اور ڈول میرے ہاتھ سے لیا۔ ایک ڈول یا دو ڈول پانی کھینچا۔ اور اس کے کھینچنے میں کمزوری تھی واللہ یغفرلہ پھر عمر رض آئے اور ڈول ابوبکر رض سے لیا۔ ان کے ہاتھ میں ڈول بڑا ہو گیا۔ پانی کھینچتے تھے اور زمیوں کو سیراب کرتے تھے۔ اور ایک روایت ہے کہ فرمایا کوئی پہلوان میں نے نہ دیکھا کہ اُس نے اُن کی مانند کھینچا ہو اس قدر پانی کھینچا کہ آدمی سیراب ہو گئے۔ اور چاہ سے لوٹ گئے اور ابوذر رض کہتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان وضع الحق علے لسان عمر یقول بہ تحقیق طریق حق کا عمر کی زبان پر ہے کہ بس کو وہ کہتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے ینزل الحق علی لسان عمر و قلبہ یعنے عمر کی زبان سے حق نکلتا ہے اور دل سے اور منقول ہے کہ عقبہ بن عامر رض نے کہا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوکان بعدی نبیا لکان عمر بن الخطاب اگر

میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے +

عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تاکہ خانہ کعبہ کی
زیارت کروں اور عمرہ بجالاؤں۔ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اور فرمایا اشرکنا یا اخی
فی دعائک ولا تنسنی یعنے اے عمر اپنی دعا میں ہم کو شریک کرلینا اور نہ بھولنا۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ
وہ بات ہے کہ خوش نہیں کرتا ہے مجھ کو یہ کہ اس کے عوض اور مقابلہ میں تمام دنیا حاصل ہو مجھ کو۔ عبد اللہ
بن عمر روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا انی اول من تنشق عنہ الارض
ثم ابوبکر ثم عمر یعنے میں اول اس شخص کا ہوں کہ کھلیگا زمین سے پھر ابوبکر پھر عمر اور انہیں سے روایت ہے
کہ ایک بار حضرت صلعم نے دیکھا کہ عمر سفید جامہ دھلا ہوا پہنے ہیں آپ نے پوچھا یہ جامہ دھلا ہوا
ہے یا نیا ہے۔ عمرؓ نے کہا دھلا ہوا۔ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البس جدیدا
وعش حمیدا ومت شہیدا یعنے نیا پہن اور اچھی طرح عیش کر اور شہید مر۔ ویرزقک
اللہ قرۃ العین فی الدنیا والآخرۃ اور زیادہ کرے اللہ تعالے تیری آنکھ کی ٹھنڈک دنیا اور
آخرت میں۔ عمرؓ نے کہا وایاک یا رسول اللہ یعنے اور آپ کو بھی یا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم +

نقل ہے کہ حضرت صلعم نے ان کی تعریف میں فرمایا ہے وھو قرن من حدید لا
تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم یعنے عمر لوہے کا سینگ ہے اللہ تعالے کے دین کے مقدمہ میں ملامت
کرنے والے کی ملامت ان پر اثر نہیں کرتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک حبر یعنی عالم اہل
کتاب کے احبار سے کہا کہ کتب آسمانی میں کچھ میرا وصف ہے اس نے کہا ہاں۔ پوچھا کیا ہے تو
اس نے کہا وھو قرن من حدید امیر شدید لا تاخذہ فی اللہ لومۃ
لائم۔ اس پر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص کہ میرے بعد ہوگا۔ حبر نے
اس نے کہا کہ خلیفہ نیکو کار لیکن ایسا کہ اس سے تو خود قرابت کرنا چاہیگا۔ اور ظالموں کا فتنہ ان
کے قتل پر اقدام کرے گا۔ عمرؓ نے کہا رحم کرے اللہ تعالے عثمانؓ پر۔ پھر پوچھا کہ بعد ان کے
کیونکر ہوگا۔ تو اس نے کہا ثم یکون بعدہ اور ایک روایت میں ہے کہ عمرؓ نے پوچھا جو شخص
کہ بعد ان کے خلیفہ ہوگا اس کا وصف تو کس طرح پاتا ہے اس نے کہا کہ [illegible]
اور یہ بات تجربہ شدہ ہے [illegible] کی کثرت سے خلیفہ کے زمانہ میں۔ عمرؓ نے [illegible]
[illegible] کہا یا امیر المومنین وہ خلیفہ راست گفتار خوب کردار ہوگا۔ لیکن اس
وقت میں خلافت اس کو پہنچی کہ تلوار ننگی اور خون بہتا ہوگا۔ اور اخبار میں وارد ہوا کہ
اول من تسلم علیہ الرب یوم القیمۃ عمر بن الخطاب یعنے اول اللہ تعالی جس

پر قیامت کے دن سلام بھیجیگا۔ وہ عمر رض ہیں۔ خلاصہ یہ کہ احادیث میں بہت فضیلت اس خلیفہ بزرگ کی وارد ہوئی ہیں۔ طول سے بچنے کے لئے اس قدر پر اختصار کیا۔ اور صحابہ کرام سے اس عالیمقام کی شان میں بہت فضل اور علو مرتبہ ثبوت کو پہنچا ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب امیر المومنین عثمان رض خلافت کے ساتھ مقرر ہوئے اور چند وقت اس پر مقرر ہوئے تو اُن سے کہا کہ مثل عمر رض کے کیوں نہیں سلوک کرتے۔ تو انہوں نے کہا کہ لا یستطیع ایتکون مثل لقمان حکیم میں لقمان ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور مروی ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے کہا خیر الناس بعد الرسول ابوبکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالثالث یعنے بہتر آدمیوں کا بعد رسول کے ابوبکر ہے۔ پھر عمر پھر اللہ تعالےٰ تیسرے کا جاننے والا ہے۔ اور نیز انہیں سے کرم اللہ وجہہ منقول ہے کہ فرمایا کان ابوبکر اواھا وکان عمر مخلصا ناصحا للہ فنصحہ وان کنا نری ان الشیطان عمر یسائلہ ان یامر بالخطبۃ اور کہتے ہیں کہ زمانہ خلافت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ میں اہل نجران مدینہ میں آئے اور کہا یا امیر المومنین جان لو کہ عمر رض نے ہم کو ہمارے وطن سے نکال دیا۔ اور جلا وطن کیا۔ کیا اچھا ہو کہ اگر آپ ہم کو ہمارے وطن میں بھیجیں امیر علیہ السلام نے فرمایا کان عمر رشید الامر فلا اغیر شیأ صنعہ یعنے عمر سخت حکم والے تھے میں اُن کے حکم کو کسی طرح ہرگز نہیں بدل سکتا ہوں۔

نقل ہے کہ سعید بن زید رض عمر رض کی موت کے روز بہت روتے تھے۔ ان سے پوچھا کہ اس طرح کیوں روتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اسلام پر روتا ہوں۔ اس واسطے کہ عمر کی موت اسلام کی موت ہے۔ اذا مات ذو علم وتقوی فقد ثلمت من الاسلام ثلمۃ وموت مت عدل المولی بحکم الحق منقصۃ ونقمۃ۔ زید بن وہب کہتے ہیں۔ کہ میں عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا۔ انہوں نے اپنے اثنائے کلام میں عمر رض کو یاد کیا۔ اور روئے اس حیثیت سے کہ زمین کے سنگریزہ ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ پھر کہا کہ عمر اسلام کا مضبوط قلعہ تھے مسلمان اس قلعہ میں آتے تھے۔ اور باہر نہیں جاتے تھے۔ اور موت سے ان کی اسلام میں رخنہ پڑ گیا کہ آدمی اس رخنہ سے نکلتے ہیں اور پھر نہیں آتے۔ اور مثل اس کلام کے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے۔ ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی صاحب ایسا مسلمان نہیں ہے کہ عمر رض کی موت سے خلل اس کے دین یا دنیا میں نہ پیدا ہوا ہو۔ اور مغیرہ بن شعبان کہتے ہیں کہ واللہ عمر افضل تھے یعنے واللہ من کان عمر فضل من یخشی عروا عقل من یخشی بہتم عروۃ بن زبیر حضرت عائشہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا زینو بحب نسئکم بالمسعودۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم وبینا کر عمر بن الخطاب فرمایا کہ مجالس

کی زینت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے اور عمر کے ذکر سے کرو۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مرتبہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کا رسولِ خدا کے نزدیک کیسا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مثل اُن کے مرتبہ کے اب وہی دو صحیفے ہیں ✤

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں بیزار ہوں اُس شخص سے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کو سوائے نیکی کے یاد کرے۔ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ عمرؓ بن خطاب کو بہت یاد کرو۔ اس واسطے کہ اُن کا یاد کرنا عدل کا یاد کرنا ہے حق سبحانہ تعالےٰ کو یاد کرتے رہو گے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ہم آپس میں کہتے تھے کہ شیاطین عمرؓ کے زمانہ میں مصفد اور مقید تھے۔ جب وہ شہید ہوئے۔ روئے زمین پر پھیل گئے ✤

ذکرِ شدّتِ عیش و قلت

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بار بر سم تفقد حضرت حفصہؓ کے گھر آئے اور بقاعدہ مشہور کہ جو جہاں ہے اور جو گھر میں ہے عمل کیا انہوں نے کاسہ آش کو سرد فرمایا۔ اور قدرے روغن زیت اضافہ کر کے ضیافت کی اور جب اُس کی نظر اس پر پڑی۔ فرمایا دو دام کیا تم نے اس میں خرچ کیا ہے پس فرمایا حضرت عمرؓ نے کیونکر اس کھانے کو تناول کروں اُمیدوار ہوں کہ مجھ کو حق سبحانہ تعالیٰ اس قسم کے تنعم سے نگاہ رکھے اس وقت تک کہ میں خدا تعالیٰ کے پاس پہنچوں۔ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر روز کھانا امیرالمومنین عمرؓ کا زیادہ گیارہ لقمہ سے نہ تھا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک بار ایک اقارب کی جماعت نے حفظہ سے کہا۔ کیا خوب ہو۔ اگر اپنے باپ کی عرض میں پہنچا دے کہ اب شدت عیش اور الزام مشقت اختیار نہ کریں اور کبھی کبھی عمدہ کھانوں سے آپ کو متمتع اور خوش کریں حفظہؓ نے اس جماعت کے کہنے کے موافق کہا عمرؓ نے کہا عشیت ایاك ونصیحت نفومك تو غش کرا اور میں تیری قوم کو نصیحت کرتا ہوں ؎

برون از خوردن و خفتن خیالے ہست مردم را
سبحاناں زندگانی کن کہ وصل دوست جاں دارد

انس ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ عمرؓ کو میں نے دیکھا کہ لباس پہنے ہوئے تھے چار پیوند اُس پر لگے ہوئے۔ اور ایک روایت ہے کہ ان کے لباس میں چار پیوند درمیان دو شانہ کے تھے اور کہتے ہیں کہ جب بد شام کو اپنے قدم کی عزت سے زیب اور زینت دی۔ تو وہاں کے امیروں اور رئیسوں نے آپ کا استقبال کیا۔ حالانکہ آپ اونٹ اور اپنے راحلہ پر سوار تھے۔ خواص نے

عرض کی یا امیرالمؤمنین اس جگہ اکابر اور اشراف شام کے آپ کے شرف ملاقات سے مشرف ہونگے۔ اگر آپ سواری گھوڑے کی اختیار فرماویں خوب ہو تا کہ شوکت اور ہیبت آپ کی ان کی آنکھوں میں پورے طور پر اور کامل تر دکھائی دے۔ فرمایا تم اس مقام میں نہیں پہنچے کہ کام دوسری جگہ سے راست ہوتا ہے اور آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

ذکر حلیہ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ثابت ہوا کہ عمر خطاب رضؓ مرد ضخیم اور لمبے تھے اور نہایت ضخامت اور طول سے جب پیادہ جاتے تو آدمی جانتے تھے کہ سوار ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ آدمیوں سے ایک ذراع بلند تھے جس کے پاس آپ بیٹھتے تھے اُس سے اونچے رہتے تھے۔ اور سیدھے اور الٹے دونوں ہاتھوں سے کام کر سکتے تھے۔ اکثر کہتے ہیں کہ آپ گندم گون تھے اور بعض کہتے ہیں۔ کہ نہایت گورے تھے اور سال رمادہ میں خلافت سے پہلے کہ قحط تھا کبھی نہ چاہا کہ کھانے میں فقرا اور درویشوں سے ممتاز ہوں۔ زیت کا کھانا اختیار کیا۔ اور دودھ اور گھی ترک کیا۔ اس سبب سے گندم گونی پیدا ہو گئی تھی لیکن یہ قول ضعیف ہے اعتماد اول قول پر ہے۔ اور آپ کی آنکھیں نہایت سُرخ تھیں۔ آپ کی ڈاڑھی اور مونچھیں جھنجھوار تھیں جب غصہ ہوتے ان کو مروڑتے۔ اور اکثر کہتے ہیں کہ مہندی بالوں پر لگاتے تھے اور ایک روایت ہے کہ ایک لونڈی نے آپ کی دو لونڈیوں سے چاہا کہ آپ کے بالوں پر رنگ کرے۔ آپنے فرمایا کہ میرا نور بجھانا چاہتی ہے جیسا کہ فلاں نے اپنا نور بجھا دیا۔

کہتے ہیں کہ آپ سے پوچھا کہ آپ اپنے سفید بالوں کو کیوں تبدیل نہیں کرتے کیونکہ ابوبکر رضؓ نے خضاب کیا۔ فرمایا میں نے سُنا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من شاب شیبۃ فی الاسلام کانت لہ نورا یوم القیٰمۃ اس سبب سے بڑھاپے کو میں نہیں بدلتا۔ اب اگر دونوں روائتیں صحت کو پہنچیں تو جمع کا طریق یہ ہے کہ کہیں اول ابوبکرؓ کے اقتدا سے خضاب کرتے تھے اور بعد ازاں جب حدیث کا ملاحظہ فرمایا ترک کیا ہو۔

ذکر تعداد ازواج اور کنیزکوں اور اولاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمؤمنین عمرؓ نے چھ عورتیں جاہلیت میں اپنے نکاح میں لائے ایک زینب مظعون کی بیٹی حبیب بیٹی وہب کی تھی۔ اور آپ کی ایک لڑکی اور دو لڑکے اس عورت سے تھے عبداللہ اور عبدالرحمٰن اور حفصہ دوسری ام کلثوم بنت ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی بیٹی ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس عورت سے پیدا ہوئی۔ زید اور رقیہ رضی اللہ عنہما۔ اور تیسری ام کلثوم بیٹی خرول بن ملک

بن الیسب بن ربیعہ کی دو لڑکے ان سے تھے یعنے زید اصغر اور عبداللہ اصغر۔ اور چوتھی جمیلہ بیٹی عاصم بن ابی الافلح کی۔ ایک لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا۔ عاصم نام اور پانچویں ام حکیم بیٹی حارث بن ہشام کی۔ اس عورت سے ایک لڑکی رکھتی تھی فاطمہ نام چھٹی عاتکہ بیٹی زید بن عمر بن نفیل کی۔ ایک لڑکا اس سے تھا یعنے عیاض اور دو رکھے تھے ایک لہیہ کنیزک اور ایک اس کنیزک سے پیدا ہوا۔ ابوالخیر اسکو عبدالرحمن اوسط کہتے تھے اور دوسری فکیہ کنیزک اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی یعنی عبدالرحمن اصغر اور زینب چنانچہ آپ کی مجموعہ زناں اور کنیزکاں سے ۹ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں ۰

ذکر بعض احوال حضرت عبداللہ بن حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ

شواہد النبوۃ میں بیان کرتے ہیں کہ وہ سب سے بڑے بیٹے میر المومنین عمر رض کے تھے مکہ میں ایمان لائے تھے۔ بلوغ سے پہلے اور اپنے باپ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ اور ان کی وفات مکہ میں ہوئی۔ وقت رمی جمار کے ایک بھیڑ آدمیوں کی آئی اور پاؤں کی دو انگلیوں کے درمیان زخم ہوا کہ ورم کر گیا۔ اس میں فوت ہوئے ۷۲ھ ہجری میں بعض نے کہا ہے ۷۳ھ میں اور اس میں بیان کرتے ہیں کہ سفر میں تھے ایک جماعت کا گروہ آیا تھا پوچھ کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا یہاں شیر ہے کہ آدمیوں کو راہ سے باز رکھتا ہے۔ آپ اپنی سواری سے اترے اور شیر کی طرف گئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو دور کیا۔ اور ایک روایت میں ہے اس کو مارا اور راہ سے دور کیا ۰

ذکر مدت خلافت اور فتوح کی کہ ان ایام میں واقع ہوئی

آپ کی خلافت کی مدت دس برس اور چند ماہ ہے۔ اور ان ایام میں بہت سے قضیوں اور فتوح اور امور کلیہ نے منہ دکھلایا اور صحت کو پہنچا ہے کہ جب ابوبکر صدیق رض کے دفن سے فارغ ہوئے تو دوسرے روز عمر خطاب رض ممبر پر آئے اور خطبہ پڑھا جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر تھا۔ اور اپنی عاجزی اور بندگی کا اظہار بیان کیا تھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اور ان سے لوگ خوش اور راضی تھے۔ اور اس وقت وہ خلافت کے طالب نہ تھے امیر المومنین ابوبکر رض کے سپرد کی لیکن خدا تعالے نے جو مجھ کو خلافت میں مقرر کیا اجر جزیل اور ثواب جمیل سے متحمل اس بار ثقیل اور متصدی اس کہ جلیل کا نہ ہوتا۔ اور کسی دوسرے کو خلافت پر مقرر کرنے اور آپ سے دور کرنے اور اس کا بیان کہ وہ عدل اور انصاف مرعی رکھیگا۔ اور کسی کا منہ نہ دیکھیگا۔ اور حق سے تجاوز نہ کرے گا۔ اور تعظیم

اور تکریم اور غرور آدمیوں پر نہ کریگا۔ اور مردش تمام مسلمان مردوں کے ہوگا۔ کہ اس سے بیخوف باتیں کریں۔ اور آدمیوں کی حاجات کے واسطے موجود رہیگا۔ اور اس طرح سے مرغوب باتیں کہ سبب نرمی قلوب کے تھیں۔ اس خطبہ میں بیان فرمائیں۔ اور آدمیوں کی تحریص کی اور تقوی اور مخالفت نفس اور ہوا اور محافظت حدود اور حرمات خداوند تعالے اور درود محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا۔ اور منبر سے اترے +

ذکر ولادت اور تاریخ وفات اور بیان آنحضرت تقرر دربان اور کاتب اور اعمال اس صاحب کمال کے

جمہور اہل سیر و تواریخ یہ بیان کرتے ہیں کہ عمر خطاب ۱۳ سال بعد واقعہ فیل سے پیدا ہوئے۔ اور عالم کو اپنے وجود فیض آلود سے اتوار کی رات اول محرم کے مہینہ میں تیسویں سال ہجرت سے تھی وہ یگانہ روزگار ثانی اثنین اذ ہما فی الغار و ثالث ثلاثہ عدالت شعار ربیع غنی عمر دسدس جلوۂ داماد حیدر کرار طرف مشمن جنات عالیات کے روانہ ہوئے اور ایک روایت ہے کہ روز بدھ ۲۷۔ ذی الحجہ ۲۳ھ کو شربت ضرب شہادت کا نوش فرمایا۔ اور روز مجرات رخت حیات کا ورطہ مناک سے طرف عالم انہک کے کھینچا۔ اور ایک روایت ہے کہ چار روز ذیقعد کے باقی تھے کہ اس دار شجار غرور سے طرف سرائے بقا کے انتقال فرمایا۔ اور بیعت عثمان بن عفان کے ساتھ دی جمعہ کی چاندرات کو ہاتھ دیا۔ اور سوائے اس کے بھی کہا ہے۔ اور بہت سے قول مختلف عمر میں نظر سے پہنچے ہیں۔ اور جمہور کا یہ قول ہے کہ ۶۳ کی تھی اور ایک قول ہے ۶۰ اور ایک ۵۵ اور ایک ۵۸ سال کا ہے اور طبرانی نے معجم کثیر میں اپنے اسی قول کی ترجیح کی۔ سوائے اس کے کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم +

عامل آپ کے مکہ میں عتاب بن اسید اور بعض بعد حول سے اور بعد اس کے نافع بن عبد الحرث اور یمن پر یعلی بن امیہ اور بحرین پر عثمان بن العاص اور عمان پر حذیفہ بن محصن اور طائف پر سفیان بن عبد ثقفی اور دمشق پر ابو عبیدہ اول اس اور اس اثنا میں یزید بن ابی سفیان اور ان کے آخر یزید معاویہ اور حمص پر عمیر بن سعد اور اردن پر اول میں شرحبیل بن حسنہ اور آخر عمیر بن ... اور کوفہ میں اول سعد بن ابی وقاص اور بعد اس کے آپ کا غلام آزاد کردہ یرفا نام اور کاتب آپ کے زید بن ثابت بن کنانہ بن ربیعہ بن مخزوم تھے اور مہر کا نقش تھا کفی بالموت واعظا یا عمر اس فیقہ نجی شدال وانفصال کا یہ حال تھا کہ فضل اور اجمال کے درمیان کھاگیا۔ اور کمک بریدہ زبان عقدہ

بیان تفاصیل مآثر اور فضائل اور شرح مفاخر اور شمائل اُس جناب معدلت مآب ہے ع
کہ کرد تربیت دین را بعمل معماری

باہر نہیں آسکتا۔ اور آپ کے افضل فضائل میں یہ ہے کہ آپ کے زمانۂ خلافت میں ملک عرب اور عجم اہل اسلام کے زیر رو ہوئی شرق کی طرف سے آپ کا فرمان آب جیحون تک جاری ہوا۔ اور طرف شمال سے نسیم دولت قریب سد سکندر تک روزان تھے اور ناحیہ مغرب سے اقصائے مصر اور اسکندریہ روم تک ستارہ اقبال اور عظمت کا طالع تھا۔ اور جانب جنوب سے سرحد ہندوستان تک برق عزت اور شوکت کی چمکی تھی اور سپاہ علم دین کی پناہ حشمت کا سایہ اکثر ولتوں پر ڈالے تھے۔ اور نیزہ عدل اور انصاف کا ردنے زمین پر آسمان کی بلندی تک بلند تھا۔ گویا کسی شاعر نے اس عالیشان کی زبان سے کہا ہے ؎

انا حزت بالاسیاف مصلیتہ	مالك الروم والعجم والعرب
حتی یکون لنا لدنیا باجمعھا	حجتہ بین موروث یکتب
اکرم الله تعالیٰ منقلبۃ ومابہ	وعطر نسائم المرحمت المغفرت

ذکر بعض احوال زائدہ کا کہ آپ کی کنیزک تھی

شواہد النبوت میں بیان کرتے ہیں کہ زائدہ کنیزک حضرت عمرؓ کی کہتی ہے کہ ایک روز میں رسول علیہ السلام کے پاس آئی۔ اور آپ پر سلام کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زائدہ کیوں میرے پاس دیر دیر آتی ہے تو موفقہ کو اور میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آج ایک تعجب کی بات دیکھی ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے میں نے کہا کہ صبح لکڑیاں لینے جاتی تھی جب میں نے بوجھ باندھ لیا تو ایک پتھر پر رکھ لیا کہ اٹھالونگی۔ اتنے میں میں نے ایک سوار دیکھا کہ آسمان سے زمین پر آیا۔ اور مجھے سلام کیا اور کہا سید کو میری طرف سے سلام کہنا۔ اور کہ کہ رضوان خازن بہشت نے کہا ہے کہ بشارت ہو تم کو کہ بہشت تمہاری امت پر تین حصے کیا گیا ہے۔[۲] ایک گروہ شفاعت سے یہ کہا اور فضل آسمان اور زمین نے مجھ پر التفات کیا۔ مجھ کو دیکھ کہ وہ لکڑیاں میں نہیں اٹھ سکتی۔ اس نے کہا یا زائدہ وہ لکڑیاں پتھر پر چھوڑ دے اور پتھر سے کہا اے پتھر زائدہ کے پاس سے لکڑیاں لیکر عمرؓ کے گھر لے جا۔ پتھر روانہ ہوا۔ اور لکڑیاں لاتا تھا۔ یہانتک کہ عمرؓ کے گھر تک لایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور زائدہ کے ساتھ عمرؓ کے گھر کی طرف آئے۔ پتھر کے آنے کا اثر دیکھا۔ فرمایا کہ الحمد للہ خدا تعالےٰ نے مجھ کو امت کی بخشش کی بشارت دی۔ اور خدا تعالےٰ نے میری امت سے ایک عورت کو

[۲] ایک گروہ بے حساب کے بہشت میں جاویگا اور ایک گروہ کا حساب آسان ہو کر اور

مریم کے درجہ پر پہنچایا۔

فصل ۴

نسب اور حسب ازواج اور اولاد اور مدت خلافت اور ولادت اور وفات امیر المومنین عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف

ذکر آیات قرآن کا جو عثمان بن عفان کے شان میں ہیں

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنے جو لوگ کہ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور نہ احسان اور نہ اذیت اٹھاتے ہیں ان کے واسطے رب کے نزدیک بڑا عوض ہے۔ نہ ان پر خوف ہے نہ وہ محزون ہیں۔ کلی مفسروں نے کہا ہے کہ یہ آیہ عثمان رضہ کے شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور مروی ہے۔ کہ جب غزوہ تبوک میں اس قدر زر اور اونٹ اور گھوڑے وغیرہ دل کی خوشی سے اور نفس کی سماجت سے خرچ کئے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک رات صبح تک دست مبارک اٹھاکر یہ دعا فرمائی کہ یا رب رضیت عن عثمان فارض عنہ یعنے اے پروردگار میں عثمان سے راضی ہوا۔ تو بس راضی ہو۔ پس یہ آیت مذکور نازل ہوئی یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا الآیہ عطا بن رباح اور عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ آیہ شان میں عباس اور عثمان کے نازل ہوئی ایک وقت انہوں نے ایک شخص سے بطریق سلم کے کسی قدر چھوہارے خریدے تھے۔ جب زمانہ ان کی جدائی کا آیا اور اس کے مالک نے ان سے التماس کی۔ کہ اپنا نصف حق آپ لے لو۔ اور دوسرا نصف فلاں میعاد میں زیادتی کے ساتھ بے نقصان ادا کروں گا۔ اگر تمہارا دین اس ہنگامہ میں تمام و کمال ادا کر دوں۔ تو میرے اہل وعیال کو کافی نہ ہوگا۔ انہوں نے اس کی کہنے کو مبذول رکھا۔ اور جب آئے زیادتی مانگی۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ ان کو اس امر سے منع فرمایا اور یہ آیہ مذکورہ نازل ہوئی۔ ومن یطع اللہ ورسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے کہ جن پر اللہ تعالے نے نعمت کی ہے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں سے اور نیک آدمیوں

سے اور یہ اچھے رفیق ہیں بقول عکرمہ مراد شہداء سے عمرؓ اور عثمانؓ ہیں۔ واذاجاءک الذین یومنون بایاتنا فقل سلام علیکم اور جب آتے تمہارے پاس اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ لوگ کہ وہ ایمان لائے ہیں ہماری آیتوں پر پس کہہ سلام تم پر اور عطاء بن رباح کہتے ہیں کہ ان میں سے مراد عثمانؓ ہیں۔ وضرب اللہ مثلا رجلین احدھما ابکم لا یقدر علیٰ شیٔ وھو کل علی مولٰہ اینما یوجہ لا یات بخیر الایہ بقول ابن عباسؓ کے مراد من یامر بالعدل سے عثمان ہیں کہ ان کا ایک غلام آزاد کردہ تھا۔ اور نفقہ میں وہ اس مولائے اسلام کو مکروہ رکھتے تھے اور عثمان کو تصدق اور انفاق سے منع کرتا تھا۔ اور بقول عطاء بن ابی رباح مراد ابکم سے ابی خلق جمحی سے ہے۔ اور مراد من یامر بالعدل سے حمزہ بن عبدالمطلب اور عثمان بن عفان بن مظعون ہے اور محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم بقول حضرت حسن بصری رح مراد رحماء سے عثمان بن عفان ہیں اور افرئیت الذی تولی واعطی قلیلا و اکدی وعندہ علم الغیب فھو یری ام لم ینبا بما فی صحف موسی و ابراھیم الذی وفی الا تزر وازرۃ وزر اخری ابن عباسؓ اور سدی اور کلبی اور جماعت دیگر مفسرین سے منقول ہے کہ یہ آیات شان میں عثمان ابن عفان کے نازل ہوئیں کہ ایک بار بہت مال اپنا حق سبحانہ تعالے کی راہ میں خرچ کیا تھا۔ اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کہ برادر رضاعی تھے خیر کے منع کرنے والے ہوئے ان کو ملامت کی اور کہا کہ جلدی وہ وقت ہے کہ تیرے ہاتھ میں کچھ نہ رہیگا۔ اور تیری امیری فقیری سے بدل جاویگی عثمانؓ نے کہا کہ میرا مقصود اس مال کے پیدا کرنے سے دنیا کا خزانہ اور مال جمع کرنا نہیں ہے میری نظر اچھائی مال اور رضائے خداوند تعالے پر ہے۔ کسی ناظم نے کیا اچھا کہا ہے ؎

تونگری نہ بمال است نزد اہل کمال
کہ مال تا لب گور است بعد ازاں اعمال

عبداللہ ابن سعد بن ابی السرح نے کہا کہ اپنے ناقہ کو اس پر جو محمول ہے اسکے سمیت مجھ کو دیدو تاکہ میں یہ بار کروں چونکہ حضرت عثمانؓ دل صاف رکھتے تھے اس قضیہ کی تصدیق کی۔ اور ناقہ ان کے سپرد کیا۔ اس امر پر ایک جماعت کو راہ سے گواہ کیا۔ اس قسم کا تصدق کہ قبل اس واقعہ کے ان سے صدور پایا تھا ترک کیا۔ آیت مذکورہ نازل ہوئی وربک یخلق ما یشاء ویختار اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے بیشک اللہ تعالے نے میرے اصحاب کو آدمیوں میں سے قبول فرمایا۔ اور فرمایا کہ میرے اصحاب میں سے بیشک چار آدمی قبول فرمائے اور عثمان کو ان میں سے شمار کیا اور والعصر ان الانسان

لفی خسر الا الذین امنوا الخ بعض مفسر اس امر پر ہیں کہ مراد وتواصوا بالحق سے عثمانؓ ہیں اور والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم اور ضحاک مفسر کہتے ہیں کہ اُن میں سے مراد عثمانؓ ہیں۔ ان الذین سبقت لھم منا الحسنی الایہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا عثمانؓ اُن میں سے ہیں امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الاخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ ابن عمر اور ایک جماعت کثیر آئمہ تفسیر سے اس پر ہیں کہ عثمانؓ کی شان میں نازل ہوئی +

ذکر احادیث جو عثمانؓ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں

صحت کے ساتھ معلوم ہوا۔ عائشہؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں تکیہ فرمایا تھا اور پہلوئے مبارک زمین پر رکھا تھا۔ اور آپ کی رانیں پنڈلیوں تک کھولی تھیں اس حالت میں ابوبکرؓ نے اجازت چاہی تاکہ آدیں حضرتؐ نے ان کو اجازت دی اور اس حالت میں ملاقات کی ہیئت کو نہ بدلا۔ عمرؓ نے اجازت چاہی۔ اجازت دی۔ اور اسی ہیئت سے ملاقات واقع ہوا۔ بعد ازاں عثمانؓ نے اجازت چاہی اور اذن ملا حضرت راست ہو کر بیٹھے اور ساق کو یاروں سے پوشیدہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب یہ باہر گئے۔ میں نے کہا کہ یارسول اللہ ابوبکرؓ اور عمرؓ آئے آپ نے شرم نہ کی۔ اور عثمانؓ آئے تو آپ نے اپنی ہیأت کو بدل دیا اور کپڑا اپنے اوپر راست کر لیا کیا حکمت تھی۔ فرمایا کیا کروں جو شرم نہ رکھوں اُن سے کہ ملائکہ شرم رکھتے ہیں۔ اور روایت فرمائی بدرستے کہ عثمان کثیر الحیاء ہے میں نے کہا شاید کہ ان کو مجھ سے کچھ حاجت ہو اور مجھ کو اس ہیئت پر دیکھیں بواسطہ زیادتی حیا کے اپنی حاجت پیش نہ کریں۔ اور جلدی پھر یں۔ اور زمرہ بن کعب سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے بعد تمہارے درمیان حوادث اور فتنہ ظاہر ہونگے۔ اور اس وقت میں ایک مرد پردہ داہنے مجلس میں حضرت کی مرور کیا۔ آنسرور نے فرمایا۔ یہ مرد اس روز بطریق ہدایہ مستقیم کے آویگا میں مجلس سے اٹھا اور بہ تعجیل اُس کی طرف گیا۔ دیکھ کہ عثمان بن عفان تھے۔ اس کا منہ دیکھا اور حضرت کی طرف پھرا۔ میں نے کہا یہ مرد۔ فرمایا ہاں +

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فتنہ تم میں واقع ہوگا اور عثمان کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ یہ مرد اس فتنہ میں تیغ ظلم سے مقتول ہوگا۔ اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز حضرتؐ نے فرمایا۔ میں آرزو رکھتا ہوں کہ ایک صحابہ سے میرے پاس آوے تاکہ وہ شکایت کہ بعضی امت کی سے رکھتا ہوں کہوں۔ اصحاب نے کہا کہ صدیق اکبر کو بلادیں۔ فرمایا نہیں۔ عمر اور علی کا ذکر کیا۔ فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ عثمان کو بلا دیں فرمایا ہاں۔

عثمان کو بلاؤ - یہانتک کہ اطراف گھر میں سے ایک طرف بطریق مشورہ کے باتیں کہتے تھے۔ اور عثمان متلون اور متغیر ہوتے تھے یعنے رنگ بدلتے تھے۔ اور جب دار کے دن کہ اوباش نے اُن کا قتل کیا۔ تو انہوں نے کہ کہ آنسرور صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ عہد کیا۔ اور بطریق مشورہ کے مجھ سے حدیثیں فرمائیں اور کہا کہ ان باتوں کو نگاہ رکھ کر اس خوف اور جھگڑے پر میں صبر کرتا ہوں۔ اور عہد کو نہیں توڑتا ؏

بقیامت برم لہ العہد کہ بستم با او

مروی ہے کہ ایک دن حضرت ؐ نے عثمان رضؓ کے چہرہ پر نظر کی۔ اور آنسوؤں کے قطرے چشم مبارک سے رخساروں پر رواں ہوئے اور فرمایا اے عثمان بدرستے کہ جلد ہے وہ دن کہ تجھ کو مظلوم قتل کریں اور حقتعالےٰ تجھ کو اجر تمام شہدا کا عطا فرمائیگا۔ ہرگز اس روز دشمن کے لباس سے متلبس ہوکر اس خلعت کو کہ بارہ سال پہلے تیرے قد پر راست کیا ہے۔ آدمیوں کے کہنے سے نہ اتارنا۔

ایک روایت ہے کہ فرمایا جلد ہے کہ حق سبحانہ نے قمیص تجھ کو پہنایا۔ آدمی اس کا اتارنا چاہینگے بخدا کہ نفس میرا جسکے دست قدرت میں ہے۔ اگر اس کو تو اتارے گا۔ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ اس وقت کہ اونٹ سوراخ میں سوزن کے رکھے! اور یہ قبیل تعلیق محال سے ہے۔ یعنے ہرگز نہ آویگا ؎

نیست ایں راہ راہ رعنایاں — بروائے خواجہ بندگی آموز
جستجویش بگفت گو نشود — خارش از پابکش دہن بردوز
برسرِ آتشم نہد چو سپند — باز فرماں میدہد کہ بسوز

تو عثمان رضؓ ابن عفان نے کہا۔ مدد خدا سے مانگتا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ اس روز مجھ کو صبر عطا فرمائے۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی استدعا کی آنسرور نے فرمایا اصبر صبرك الله ؎

تردد داء الصبر عند نوائب — ثقل جميل الصبر حسن العواقب
وكنت صاحب الحكم في كل مشهد — فما الحكم الاخير عدل وصاحب

؎

بشکر بساں اول آنکہ بگنج — نخستم صبوری وہ آنگاہ رنج

وہ دن نزدیک ہے کہ تجھ کو شہید کرینگے۔ اس دن کہ تو روزہ دار ہوگا۔ اور میرے پاس افطار کریگا

ابو ہریرہ رضؓ سے منقول ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بتحقیق تم بعد میرے جگہ عرش

اور جاننے کی ہوگئے۔ ایک شخص نے حضار مجلس سے پوچھا کہ اُس فتنہ میں ہم کو کس امر کیواسطے فرماتے ہو۔ فرمایا علیکم بامیر واصحابہ اور اشارہ عثمانؓ کی طرف فرمایا۔ اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز حضرتؐ نے گھر میں آکر دیکھا کہ رقیہ ان کی لڑکی نے ترقیہ کیا۔ اور ان کی صاحبزادی اُن کے بالوں میں شانہ کرتی تھی۔ فرمایا کہ اے دختر گرامی کہ عثمان بن عفانؓ کہ وہ میرے اصحاب میں مجھ سے از روئے خلق کے بہت مشابہ ہے ❖

ایک روایت ہے کہ فرمایا کہ ہمارے باپ ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز ام کلثوم رسول اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ اور کہا فاطمہ کا زوج میرے زوج سے بہتر ہے۔ حضور سرور عالم تھوڑی دیر ساکت ہوئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ تیرا شوہر ان میں سے ہے۔ کہ خدا اور رسول خدا اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور بہشت میں اُس کے واسطے ایک جگہ مقرر ہے کہ کوئی میری اُمت سے اُس سے اوپر جگہ نہیں رکھتا۔ اور منقول ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک نبی کا رفیق ہے جنت میں۔ اور میرا رفیق وہاں عثمان رضی اللہ عنہ ہے ❖

جابر بن عبداللہ انصاریؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک جنازہ حضرتؐ کے پاس لائے۔ تاکہ آپ نماز پڑھاویں۔ فرمایا تم اس پر نماز پڑھو میں نہیں پڑھوں گا۔ حضار نے سبب پوچھا۔ فرمایا یہ عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا ❖

صحت کو پہنچا ہے کہ ایک مرد اہل مصر سے بقصد زیارت کعبہ معظمہ شرفہا اللہ تعالےٰ مکہ میں آیا۔ اور مسجد الحرام میں قدم رکھا۔ ایک جماعت کو اس پاس کعبہ کے بیٹھا دیکھا۔ پوچھا کہ یہ جماعت کس قوم اور قبیلہ کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر ہے مصری اُن کے پاس گیا اور کہا کہ میں تم سے ایک سوال رکھتا ہوں۔ التماس یہ ہے کہ جواب کافی اور شافی پاؤں۔ اور کہا کچھ معلوم ہے کہ عثمان بن عفان احد کی لڑائی میں مسلمانوں کی صف سے جہاد کے وقت بھاگ گئے! اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں میں چھوڑا۔ ابن عمرؓ نے کہا ہاں ایسا ہی تھا۔ پھر پوچھا کہ کچھ معلوم ہے کہ بیعت رضوان میں شرف حضور سے محروم رہے۔ کہا ہاں یونہی ہے۔ مرد مصری نے ان باتوں کے اقرار سے کہا اللہ اکبر میں نے جانا کہ یہ امور مذکورہ سبب نقص و خلل اس صاحب ستودہ خصال کے ہوتے ہیں۔ ابن عمرؓ نے اس معنی کو اُس سے پوچھا۔ اور کہا کہ تیرے سوالوں کا جواب ہوگیا لیکن تجھ کو جاننا چاہیئے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ خداوند تعالےٰ نے احد کے فرار کو اُن سے عفو فرمایا اور قرآن میں اس کا اشارہ ہے۔ ولقد عفا اللہ عنہم کہ احد کے بھاگنے والوں کی شان میں نازل

ہوا ہے۔ لیکن غزوہ بدر سے تخلف اس سبب سے ہوا۔ کہ رقیہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے نکاح میں تھیں۔ اس وقت ان کو مرض طاری ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے توقف کیا۔ آپ نے اس روز ان سے وعدہ فرمایا کہ تم کو اجر ایک مرد کا حضار بدر سے اور اس کا حصہ ملیگا۔ کہ حدیبیہ کے سفر کے اثنار میں آپ کو پہنچی۔ کہ مکہ شریف والوں نے درپے منع اہل اسلام کے خانہ کعبہ کی زیارت سے ہو کر آپ کو مستعد مقابلہ اور لڑائی کا کیا۔ حضرتؐ لڑائی کے قصد سے مدینہ سے نہ آئے تھے۔ بلکہ عمرہ کا قصد رکھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کو مکہ کی طرف بھیجا تاکہ مکہ والوں کے قصد سے حضرتؐ کو مطلع کریں۔ اور خبر صحیح معلوم کر کر حضرت صلے اللہ وسلم کو بھیجیں۔ اگر ان سے زیادہ صحابہ میں سے کوئی معتبر ہوتا۔ تو اس کو بھیجتے۔ اور بیعۃ الرضوان بعد جانے عثمانؓ کے واقع ہوئی یعنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ عثمان رض اس بیعت کے شرف سے کہ آیہ کریمہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور آیہ کریمہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین' جو اسکی ناظر ہے محروم نہ رہیں' اشارہ فرمایا اور کہا کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے اور حضرت عثمان کی طرف سے اپنے ساتھ بیعت فرمائی ؎

چوں کند او تا کند بیعت قبول
بد بجائے دستِ او دست رسول

بعد ازاں ابن عمرؓ نے ان کے کلمات کو تمام فرمایا۔ اور اس مرد مصری سے کہا۔ کہ حضرت عثمانؓ کی مغفرت ہوگئی۔ اور وہ مقبول بارگاہ رب العزۃ ہوگئے۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ لیس علے الذین امنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا واللہ یحب المحسنین اور جناب ولایت مآب سے منقول ہے کہ جس نے عثمان سے تبرا کیا۔ اس نے دین سے تبرا کیا +

ذکر حلیہ اور لباس کا

قد آپ کا طویل اور جمال صورت آپ کا کمال سیرت کے ساتھ۔ بال انبوہ۔ رنگ خاک گندم گوں۔ ڈاڑھی شریف بہت اور ایک روایت میں طویل ہے۔ دونوں کندھوں کے درمیان بڑا گروہ۔ رنگ زردی مائل زوج الرجلین اور اصلع الراس کہتے ہیں کہ پیشانی پر آبلوں کے نشان کا ہجوم۔ اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اگر تم

چاہو کہ نظر انور ایسے آدمی پر پڑے کہ حسن اور جمال میں مشابہ یوسف علیہ السلام کے ہو تو عثمانؓ کو دیکھو یعنے

یوسفِ ثانی لقول مصطفےٰ بحر معنی وحیا کان وفا

مروی ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کے ہاتھ اپنی لڑکی رقیہ کو کہ عثمان کی بیوی تھیں۔ ایک پیالہ آش کا اور ایک ٹکڑا گوشت کا بھیجا۔ اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں ان کے گھر گیا۔ اور وہ ہدیہ پیش کیا۔ میں نے دونوں کو ایک دُوسرے کے پہلو میں بیٹھا دیکھا پس میں نے کسی کو زیادہ حسین اور جمیل ان دونوں سے نہ پایا۔ اور محمُود بن لبید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ عثمانؓ کو میں نے دیکھا کہ آپ بغلہ پر سوار تھے۔ اور گیسو گئر ہوئے اور زرد جامہ پہنے ہوئے اور کہتے ہیں کہ کبھی سیاہ قمیص پہنتے تھے اور کبھی آپ ایسا لباس پہنے ہوئے ہوتے کہ جس کی قیمت دو سو درہم تھی۔ اور کبھی اس سے زائد اور کم ہوتی۔ اور انگوٹھی خنصر میں بہت اختیار فرماتے تھے۔ اور ریش مبارک کو ورس اور زعفران کا خضاب کرتے تھے +

ذکر تعداد ازواج اور اولاد کا

آپ کے سترہ بیٹی بیٹا تھے۔ یعنے آٹھ لڑکے اور نو لڑکیاں اور عبداللہ اکبر کی ماں فاختہ غزوان کی بیٹی اور عبداللہ اصغر کی والدہ رقیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور عمر اور ابان اور خالد اور مریم کی ماں ام عموم بن جند بن عمر بن جبیمہ بن حریث بن اردیہ اور ولید اور سعید اور ام سعید اور ام عثمان کی مادر فاطمہ ولید بن عبدالشمس بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی بیٹی اور عبدالملک کی ماں ام البنین عتبہ بن حصن بن بدر مزاری کی بیٹی اور عائشہ اور ام ابان اور ام عمر اور اُن کی ماں رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی تھین اور ام خالد اور اروی اور ام ابان صغری ان کی ماں نائلہ مراحصہ بن العرض بن عمر بن ثعلبہ بن حارث کی بیٹی تھیں۔ اور ایک روایت مشہور ہے کہ ایک اور لڑکی ام البنین سریہ سے تھی +

ذِکر مدت خلافت کا اور ذِکر قضیوں اور حوادث کا

خلافت آپ کی تقریبًا ۱۲۔ سال تھی۔ اس مدت میں بہت سے قضیہ ہوئے۔ اوّل یہ کہ عبداللہ ابن عمر کو خلافت کی مجلس میں لائے اور قصاص طلب کیا۔ اُس کی شرح یہ ہے کہ جب حضرت عمر خلیفہؓ ابولولو کی تلوار کے زخم سے ہلاک ہوئے۔ تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر کہ

دوست عبداللہ بن عمر کے تھے۔ اُن کو خبر کی کہ کل میرے گذرنے کا ایک گذر گاہ پر اتفاق ہوا۔
کہ وہاں مجمع فیروز بدروز اور خفینہ نصرانی کا تھا اور خفیہ مشورہ اور باتیں کرتے تھے۔ جب مجھ کو
دیکھا تو شرمندہ ہوئے اور متفرق ہو گئے۔ اور ان کے میان سے خنجر ذو راسین کہ اس کا نصاب
وسط میں تھا۔ ساقط ہوا۔ عبداللہ نے جب اس خنجر کو کہ ابولولو کے ہاتھ سے وقت اقدام
اس حرکت کے لیا تھا۔ ویسا ہی دیکھا ان کو گمان ہوا کہ وہ جماعت میرے باپ کے قتل میں
شریک تھی۔ بمجرد اس گمان کے فوراً ہرمزان کے گھر میں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں مسلمان
ہوا تھا دوڑے اور اس کا بدلہ لیا۔ اور وہاں سے خفینہ ترسا کے گھر میں کہ ذمہ مطر سعد بن
ابی وقاص سے تھا گئے۔ اور اس کو بھی قتل کیا۔ اور خفینہ اور ابولولو کو بھی قتل کیا۔ اور ارادہ
رکھتے تھے کہ کسی کو عجم کے قیدیوں میں سے زندہ نہ چھوڑیں کہ رفتہ رفتہ ان سب کو قتل
کر ڈالیں۔ اور بڑے بڑے مہاجرین اور انصار نے جب عبداللہ کے ارادہ پر وقوف
پایا۔ تو بلا توقف ان کے پاس جا کر از روئے نصیحت کے زبان ملامت اور تقریر کی کھولی
اور ان کو بہت جھڑکا۔ تو عبداللہ نے جواب دیا اور کہا۔ امیر المومنین ابولولو کے خنجر
سے مقتول ہوا۔ میں بہت سے آدمیوں کو قتل کروں گا۔ اور ایک جماعت مہاجرین کی
بھی اس کی معترض ہوئی۔ اور اُن کی اور سعد بن ابی وقاص کی باہم گفتگو اور سخت [illegible]
اس قدر ہوئی کہ تمام لوگ متحیر ہو گئے۔ آخر کار وہاں کے حاضرین درمیان میں آئے اور
ہر ایک کو علیحدہ کیا۔ جب عثمان رضہ مسند خلافت پر بیٹھے تو خاص مہاجر اور بڑے انصار
کو طلب فرمایا۔ اور کہا مجھ کو عبداللہ بن عمر کے قضیہ میں مشورہ دو کہ دین محمدی میں فتور
کیا ہے۔ اور فتنہ کا دروازہ امت احمدیہ پر کھولا ہے! اور ایک مرد نماز گزار کو اور دو اور
کو کہ خدا کے ذمہ اور سید ابرار کی پناہ میں تھے۔ ایک بچے کو کہ مرتبہ بلوغ پر نہ پہونچے
تھے بے جرم صرف گمان سے اور بلا دلیل کے قتل کیا ہے۔ اس پر جمہور مہاجرین نے
عثمان رضہ کو عبداللہ کے قتل پر تحریص کی۔ اور ایک جماعت کثیر عبداللہ کی طرف تھی۔
انہوں نے جفینہ ترسا کی مذمت اور ہرمزان کی اور ان کو گالیاں دیکر کہا۔ آدمیوں کو دعویٰ
ہے کہ عبداللہ کو باپ کے بعد دنیا سے نکال کر عالم عقبےٰ کو بھیجیں۔ اور اختلاف الفاظ
اور گفتگو بڑا اور قول سقط سے عثمانؓ کی خلافت کے محکمہ میں تجاوز کیا۔ جب عمرو بن عاص نے
دیکھ کر فتنہ کی آگ بھڑکی۔ اس کے بجھانے کی کوشش کی۔ اور سعی بلیغ پیش پہنچی کر عثمانؓ سے
عرض کیا کہ یہ امر قتل زمان خلافت کے وقوع میں آنا اچھا نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس
قضیہ کے غرض سے علیحدہ ہو جائیے۔ اور اب اس امر میں خوض نہ فرمائیے۔ حضرت

حضرت عثمانؓ کو رائے پسند آئی۔ اور دیت اُن دو مرد کی اپنے پاس سے دی۔

صحت کو پہنچا ہے کہ جماعت اوائل عثمان خلافت کا زمانہ جب آیا اور خطبہ کے واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر آئے۔ تو نہایت ڈرے اور اس مکان کے حول سے اس وقت اُن کی زبان خطبوں کے ارکان اور شرائط کے بیان سے عاجز ہوئی کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایہا الناس یجعلو اللہ بعد عسر یسراً و بعد عسر یسرا انتم الی امام فعال احوج منکم الی امام اقول قولی استغفر اللہ لی ولکم اور ایک روایت ہے کہ کہا ان اول کل مرکب صعب وان ابابکر و عمر کانا یعدان بھذا المقام مقالا وانتم الی امام عادل احوج منکم الی امام قائل وان اعش فانکم بخطبہ علے وجہہ ویعلم اللہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس سال میں بموجب بنیاد وصیت حضرت عمر خطابؓ کی درشان سعد بن ابی وقاص نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کی حکومت سے معزول کیا۔ اور اس ناحیہ کی باگ سعد کے ہاتھ میں دی۔ اور جب آزار کہ اُن سے دل میں تھا بھول گئے۔ ان کو نابود جانا اور اس سال میں جراحت اس امر پر کیا اہالی مدینہ اور اس کے حوالی اور اطراف پر اس طرح غلبہ پایا کہ خون ناک سے جاری ہوا۔ اسی سبب سے اس سال کا نام کثر عاف ہوا۔ اور وہ حادثہ تین ماہ رہا۔ اور اس سال میں بعد چھ ماہ کے قتل عمرؓ سے اہل ہمدان نے اہل ایمان کے ساتھ جو عہد اور پیمان باندھا تھا۔ توڑ دیا۔ اور باغی ہو گئے۔ اور مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھ پر پھر وہ شہر فتح ہوا۔ اور اہل رے نے سخاوت کر کر اطاعت اہل ہمدان کے قبول کی۔ اور بسعی اور اہتمام ابو موسیٰ اشعری اور براء بن عازب اور قرظ بن کعب سے وہ ناحیہ پھر اسلام کے ہاتھ میں آئے۔ اور اس سال میں عبد الرحمٰن بن عوف کو میر حج کیا۔ کہ آدمیوں سے اتمت مناسک حج کی کرے۔ اور ایک قول ہے کہ خود متوجہ مکہ مبارک کے ہوئے۔ اور مراسم رکن خامس ارکان اسلام سے مجدد کیا اور سفرہ کھلانے اور بخشش فقرا اور مساکین کا اس سفر میں جیسا کہ چاہئے ہوا۔

ذکر وفات امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ

ثابت ہوا کہ جمعہ کی صبح کو علی مرتضیٰؓ کے کان میں پہنچا۔ کہ اوباش آج عثمانؓ کے قتل کا داعیہ رکھتے ہیں۔ مولائے کائنات اس کے سننے سے بہت ملول ہوئے۔ اور اس جماعت کو بُرا کہنے لگے۔ اور فوراً حکم فرمایا۔ کہ ریحانین خواجہ عالم صلے اللہ علیہ وسلم یعنے حسنین علیہما الصلوٰۃ والسلام اپنے غلام قنبر کے ساتھ سلاح پہنکر اور تلوار حمائل کر کے آپ کو امیر کے دروازہ پر پہنچ

کہ اس جماعت کو منع کر کے بھیجا ہے۔ اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے التماس کریں
کہ مروان کو ان کے سپرد کر دیں کہ فتنہ تسکین فرو ہو۔ حضرت زبیر رضہ اور طلحہ رضہ اور ایک طائفہ
اور نے بسبب اس کے جو سنا کہ علی مرتضیٰ رضہ نے اپنے جگر گوشوں کو ذی النورین کی امداد اور اعانت
کو بھیجا ہے۔ انہوں نے بھی آپ کی اقتدا کی اور اپنی اولاد کو شاہزادوں کی ملازمت میں روانہ
کیا۔ کہ اس امر میں ان کی موافقت کریں۔ جب اوباش لوگوں نے دیکھا کہ ایک گروہ عثمان رضہ کی
مدد کو پہنچا۔ اپنے پاؤں کو مقام لجاج عناد سے جما کر اور ہاتھ پتھروں کے پھینکنے سے بڑا
کر یک بار ہجوم کیا۔ اور اس غوغا میں امیر المومنین حسن رضہ اور حسین رضہ کا چہرہ مبارک خون آلودہ ہوا۔
اور محمد بن طلحہ نے بھی زخم کھایا۔ اور قنبر کا سر پھوٹا۔ جماعت اوباش نے جب حسن علیہ السلام
کا منہ خون آلودہ دیکھا۔ ڈرے کہ مبادا یہ خبر بنو ہاشم کو پہنچے۔ اور اتفاق کر کر مدد کو آویں۔ اور یہ
حیل ہماری منغص ہو۔ تھوڑی دیر وقت کو داد دی گئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آگ لگا دی
تاکہ آدمی دور ہو جاویں۔ پس اس حالت میں فرصت پا کر اپنے کو بام سے گھر میں ڈالیں۔ اور
کہتے ہیں کہ ایک شخص کے گھر میں کہ عثمان رضہ کے جوار میں رہتا تھا۔ دیوار سے رخنہ کیا اور عثمان رضہ کے
گھر میں آئے۔ اس وقت حضرت عثمان رضہ نماز میں مشغول تھے۔ اور سورہ طٰہٰ نماز میں قرأت فرماتے
تھے۔ اور باوجود اس شور و غوغا کے اس نماز سے شاغل ہوئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے
تو کلام مجید کو گود میں لیا۔ اور جس وقت کھولا یہ آیت نکلی الذین قال لھم الناس ان ال
ناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم
الوکیل اس آیت کو بار بار دیکھتے تھے۔

ایک روایت ہے کہ آدمی سب گھر کے گھر میں تھے۔ کہ اس فرصت میں اوباش نے
پیچھے سے دیوار کاٹی۔ اور اپنی جماعت کو گھر میں پہنچایا۔ کہ عثمان رضہ اپنی زوجہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے
تھے۔ اور گود میں قرآن رکھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے۔ ایک نے ان بدآمدوں میں سے ایک
ضرب آپ کے سر پر ماری کہ سر ٹوٹ گیا۔ اور خون کے قطرے آیت فسیکفیکھم اللہ
وھو السمیع العلیم پر ٹپکے۔ سو ابن حمران اشقی نے تلوار کھینچی اور ان کے حوالہ کی۔ ان کا
کام تمام کرے۔ نائلہ نے آپ کو درمیان میں کیا۔ اور اپنے ننگے ہاتھوں سے مضمون اس
بیت پر عمل کیا ؎

وقت ضرورت چو نماند گریز
دست بگیرد سر شمشیر تیز

اس سبب سے اس کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اور کہتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر آئے اور اقدام میں تھے

یا ناقص تھا۔ اُن سے ان کے اوداج کلٹے اور اُن کو زخمی کیا۔ اور باہر آئے۔ اور اوداج سے خون جاری ہوا۔ اور ایک شخص نے اینٹ منہ پر ماری۔ کہ منہ اس ولایت مآب کا شکستہ ہوگیا پس سودان نے ایک تلوار میں کام تمام کیا۔ اور ایک قول ہے۔ کہ اول جو مرد عثمان رضؓ کے گھر میں آیا۔ وہ محمد بن ابو بکر تھے۔ اور آپ کی داڑھی پکڑی تو عثمان رضؓ نے نرمی سے کہا اے میرے بھائی کے لڑکے میری داڑھی کو قسم ہے خدا کی اگر پدر بزرگوار تیرا زندہ ہوتا تو اس امر نا فرجام کا اقدام تو نہیں کر سکتا تھا۔ اس واسطے کہ وہ اس کا اکرام فرماتے تھے۔ اس دنت محمد بن ابیکر کے دل میں اس بات سے وقت پیدا ہوئی۔ اور شرمندہ اور خجل ہوئے اور چلے گئے۔ بعدہ وہ مرد قبیصرہ نیلی آنکھ زرد مان بن شرحام تلوار کھینچکر آیا۔ اور کہا کس دین پر ہو۔ اس پر حضرت عثمان نے کہا۔ میں وہ نہیں ہوں۔ بلکہ عثمان پسر عفان ہوں۔ اور ملت ابراہیم ؑ اور دین محمد عربی پیغمبر آخر الزمان ؐ پر ہوں۔ اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بلکہ موحدوں سے ہوں اور مخلصوں سے۔ اس بدبخت نے کہا جھوٹ کہتے ہو۔ اور خنجر سے آپ کو شہید کیا۔ اور آپ نے اُس حال میں صبر کیا۔ اور جان عزیز کو پیغمبر صاحب منبر کے سخن پر قربان کیا۔ اور کسی طرح مقابلہ میں نہ آئے۔ اس نظم سے آپکی مدح میں کہا ہے ؎

بشنو حیا و سیرت عثمان کہ بر نکرد	در پیش روئے دشمن قاتل سراز حیا
ایں شرط مہربانی و تحقیق دوستی است	کز بہر دوستاں بری از دشمن جفا
خاصان حق ہمیشہ بلیہ کشیدہ اند	ہم بیشتر عنایت و ہم بیشتر عنا

کہتے ہیں کہ اس حال میں ایک اور آدمی مصریوں سے تلوار کھینچے آیا اور کہا کہ واللہ کہ تیری ناک کاٹونگا۔ اور چاہا کہ اس جناب کو مثلہ کرے نائلہ درمیان میں آگئی۔ اور اپنے آپ کو حائل کیا اور غلام کو پکارا عثمان رضؓ کے غلاموں میں سے کہ اس کا نام ریح تھا کہ میری مدد کر۔ غلام شمشیر کھینچکر آیا اور نائلہ کو سختی سے گھر سے باہر کیا۔ اور غلام اس مرد کے پاس پہنچا۔ اور اس کا تن سے سر جدا کیا اور ایک قول ہے کہ قاتل عثمان کنانہ بن بشر تخشی تھا۔ وصل حضرت عثمان کا جمعہ کے دن ۱۳۔ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری میں ہوا۔

نقل ہے کہ نائلہ کوٹھے پر آئی۔ اور فریاد کی کہ اے لوگو جانو اور آگاہ رہو کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مارے گئے۔ اور گریہ وزاری شروع کی اور زبان حال سے اس شعر کے موافق کہا ؎

پیش کہ از درد کنم سینہ چاک	خاک بفرق افگنم از دست خاک
حال کرا گویم و ہمدرد کو	ہم نفس یار من آں مرد کو

خاک شد آں صورت زیبائے او — اے سر من خاک کف پائے او
ہم نفسے نیست دریں بوستاں — تاکہ تواں گفت غم دوستاں
سخت دلے باشد ازیں سینہ دور — کز چنیں درد بماند صبور
گل کہ دراں مجلس بایں بود — گل نتواں گفت کہ خاراں بود
شہر پر از خلق جہاں پر زیار — جاں خرابم نپذیرد قرار

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حسن اور حسین علیہما السلام اور ایک جماعت صحابہ کی اس خبر کے سنتے ہی اُن کے گھر گئے اندر دوڑ کر عثمان رض کو مذبوح دیکھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون کہکر بہت روئے ؎

برآمد نالہائے آتش آلود — چگاں بر خاک خوں دیدہ بآلود
ز ہر چشم انجمن را خوں برآمد — نفیر از انجمن گردوں برآمد
نہ تنہا مخلصاں و نیک خواہاں — کہ غمگین شد ہمہ کوہ و بیاباں

القصہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر مدینہ میں پھیل گئی۔ عائشہ رض گھر میں سے نکل آئیں اور بہت افسوس کیا۔ اور یہ خبر جب علی مرتضیٰ رض اور طلحہ رض اور زبیر اور سعد رض اور تمام اصحاب کو پہنچی ان کو اس حال پر دیکھ علی مرتضیٰ رض نہایت غصے ہو کر حسن رض اور حسین رض پر خفا ہوئے۔ اور کہا کہ یہ روا ہے کہ عثمان رض سا آدمی اس طریق سے مارا جاوے۔ اور تم اُن کے دروازہ پر کھڑے رہے اور آدمیوں کو اس امر بد سے منع نہ کر سکے اور طمانچہ حسن رض کے منہ پر اور گھونسا حسین رض کے سینہ پر مارا۔ اور محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا۔ اور بہت جھڑکا اور نہایت غضب اور قہر سے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا اور گھر میں واپس آئے اور آپ کا گمان ہوا کہ طلحہ نے اس بات میں مدد کی ہو۔ انہوں نے امیر سے ملاقات کی اور کہا یا ابا الحسن اس قدر غصہ آپ کیوں فرماتے ہیں۔ اور حسن رض حسین رض کو بے جرم کیوں مارا۔ آپ نے فرمایا کیوں قہر اور غضب نہ کروں عثمان رض نے سعادت مصاحبت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اور شرف قرابت قریبہ کا پایا تھا۔ بلا حجت اور ثبوت مظلومانہ مقتول کیا۔ طلحہ رض نے کہا اگر وہ اس جماعت کو سپرد کر دیتے۔ تو ہم یہاں تک نہ پہنچتے۔ جناب ولایت مآب نے فرمایا۔ اگر مردوں کو ان کے سپرد کر دیتے۔ قبل ثابت کرنے کے تو یہ بات ہرگز جائز نہ ہوتی۔ پس امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رض نہایت رنجیدہ ہوئے۔ اور پھر انا للہ کہا۔ اور فرمایا کہ خدایا قاتل عثمان رض سے میں بیزار ہوں۔ اور ان کے قتل کرنے والے کو مستحق قہر اور غضب کا جانتا ہوں ؛

کہتے ہیں۔ کہ آدمی عثمان کا گھر لوٹنے میں مشغول ہوئے۔ اور ابو ہریرہ رض کا گھر کہ چند

گھروں سے قرب وجوار میں تھا لوٹ لیا۔ اور مال متاع ان کا لے گئے۔ اور ایک غرارہ تقویٰ دو غرارت درہم بیت المال سے لوٹ لئے۔ اور عثمان کے خزانہ میں ایک صندوقچہ مقفل پایا کہا کہ بیت المال کی خیانت یہاں ہوگی۔ اُس کو توڑا ایک ڈبہ اس میں تھا۔ گمان ہوا کہ اس میں جواہر پوشیدہ ہونگے۔ کہ چند مملکت کا خراج ہونگے۔ اُس کو بھی توڑا۔ ایک رقعہ نکلا۔ اس پر لکھا تھا۔ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ لشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور علیہ یحیی وعلیہ یموت اور اس کی پشت پر دو بیت نوشتہ تھے ؎

عن النفس یعنی النفس یکفیھا لکانت الامر من بعد یسر
فما عسرت فاصبر لھا ان یقیھا وان منھا حتی یضر بھا القصد

کہتے ہیں کہ اُس روز بقولے تین روز عثمانؓ اسی حال میں پڑے رہے۔ کسی کو مجال اٹھانے کی نہ تھی بعد ازاں بارہ آدمی اور عائشہؓ دختر عثمانؓ نے رات میں اُن کو خفیہ دروازہ کے تختہ پر رکھا۔ اور بقیع میں لے گئے۔ سر مبارک آپ کا تختہ پر طق طق کرتا تھا۔ اور ایک روایت ہے ہاتف نے آواز دی کہ دفن کرو۔ اور نماز پڑھو۔ فرمایا اللہ تعالٰے نے قد صلے علیہ اور ایک روایت ہے کہ حکم بن خرام یا حویطب بن عبدالعزی یا جبیر بن مطعم یا یاسر ابن عوام نے ان پر نماز ادا کی اور دفن کیا۔ اور باختلاف روایات اوائل چاہتے تھے کہ بقیع کے مقبرہ میں ان کو دفن کریں۔ ایک مرد بنی مازن سے مانع ہوا۔ اور کہا اگر یہاں دفن کروگے تو میں اوباش کی جماعت سے کہدوں گا۔ کہ وہ لاش قبر سے نکال ڈالیں اور فضیحت کریں۔ بالضرورت جنازہ اٹھا کر ایک موضع حسن کوکب نام میں لائے اور جسم کو وہاں دفن کیا ؎

لئن عتبوا احیاء یہ لم یقیبو
مکارمہ الا اتی الی الحشر یذکر

کہتے ہیں اس واقعہ سے ایک مدت پہلے ایک شخص حسن کوکب میں آتا تھا اور کہتا تھا جلد اس باغ میں ایک مرد نیکوکار دفن ہوگا +

بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کی روح پاک کو عالم اعلےٰ کی طرف لے گئے ہر طرف گھر سے آواز سنتے تھے۔ یا ابن عفان البشر بجنان ذات ایوان یا ابن عفان البشر بروح وریحان یا ابن عفان البشر بنعم عرفان۔ یا ابن عفان البشر برب غضبان۔

کہتے ہیں کہ نائلہ آپ کی زوجہ نے پیراہن خون آلود آپ کا اپنی مقطوعہ دو انگلیوں کے ساتھ معاویہ کے پاس بھیجدیا معاویہ ان کو منبر پر لے گئے۔ اور اہل شام سے حال تعذیب عثمان کا کہا۔ در بعد رقت بسیار کے بہت جماعۃ انفرات دخواص شام کو قسم دی کہ اپنی عورات سے نزدیکی نہ کرو اور بستر پر نہ سوؤ جبتک کہ عثمانؓ کا بدلہ نہ لے لو۔ اور ایک سال ان کی قمیص کے آس پاس روئے۔ اور صحت سے معلوم ہوا۔ کہ سعدبن زید کہ منجملہ عشرہ مبشرہ کے ہیں عثمانؓ کے قتل کے قصاص کے واسطے روانہ کیا۔ اور کہا قسم اللہ کی۔ اگر کوہ احد تم سب پر گرایا جائے تو بھی قصاص عثمانؓ میں سزاوار ہے +

ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ کہا قسم ہے اللہ کی اگر آسمان گرجائے اور میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو۔ واجب ہے میرے نزدیک اس سے کہ عثمانؓ کے قتل میں شریک ہوؤں۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ کہا اگر مردم بصرہ درپے مطالبہ خون عثمانؓ کے ہوں تو آسمان سے پتھر برسے کیا اچھا شاعر نے کہا ہے ؎

لو ان علی الافلاک یاتی قتوبنا لقد فتت الافلاک منکل جانب[1]

زانچہ شدیماکہ ازاں قوم آید گر بارید فلک سنگ بجے مستبکر

کہتے ہیں جس شخص نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں سعی کی تھی۔ حق تعالے اس کا کیا اُس کے آگے لایا۔ اور بری طرح اس کا سر تن سے جدا کیا۔ پھر پھیپھڑا سوکھ گیا یا جل گیا یا مخنوق ہوگیا۔ یا بلائے عظیم میں مبتلا ہوا۔ اور اشعار جو عثمانؓ کے مرثیہ میں کہے ہیں یہ ہیں ؎

ایعد عثمان ترجوا لخیر نانه قد کان افضل من یمشی علی ساق

یعنی بعد عثمانؓ کے تم خیر کی امید کرتے ہو۔ وہ افضل ازل شخص تھا جو پنڈلیوں پر چلتا ہے +

خلیفۃ اللہ اعطاھم وحولھم کان من وھب حلوا ووافق

وہ اللہ تعالےٰ کے خلیفہ جنہیں اللہ تعالے نے عطا کیا اور سپرد کیا جو چیز کہ تھی بخشش سے شیریں اور موافق +

فلا تکذب لوعد نتہ وثقہ ولا یکونن علی شئ باشفاق

پس تم کیا تکذیب کرتے ہو اللہ تعالےٰ کے مضبوط وعدہ کی۔ وہ نہیں ہونگے کسی شے پر مہربانیوں سے +

ولا یقولن بشئ سوف افعلہ قد قدر اللہ ما کل امری لاق

ہرگز وہ کسی شے کے قائل نہ ہونگے کہ عنقریب اسکو میں کرونگا تحقیق اللہ نے مقرر کردیا ہے

---

[1] ترجمہ: اگر خون بہ جائے دل جلتے تو ہر طرف سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے۔

جو کچھ آدمی پانے والا ہے۔ اور حسان بن ثابت نے فرمایا ہے یہ آپ کے مرثیہ ہیں ؎

وترکتموا غزو الدروب وحتموا القتال توم عند قبر محمدؐ

یعنی چھوڑ دیا قوم نے دُور کی لڑائی کو اور واجب جانا قتال کو نزدیک قبر محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کے ⁂

فلیس هدی الصالحین سدبتم ولیس قتل العابد المهجد

پس نہیں ہے راہ صالحین کی جو چلتے اور نہیں ہے قتل عابد کا اچھا۔

فصل ۵

بیان نسب اور حسب اور حلیہ ازواج اور اولاد اور مدت خلافت اور ولادت اور وفات امیر المؤمنین امام المسلمین حضرت مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ ابن ابیطالب ابن عبد المطلب کے ⁂

ذکر آیتوں کا جو شان میں امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب کے ہیں

قوله تعالیٰ ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا۔ وہ کھانا کھلاتے ہیں اس خدا کی محبت پر غریبوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اور قوله اللہ تعالےٰ کا وحاجك فيه من بعد ماجاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله علی الکافرین اور یوفون بالنذر ويخافون يوما کان شره مستطیرا اور واذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا اور هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئاً مذکورا اور قوله تعالےٰ ان هذا کان لکم جزاء وکان سعیکم مشکورا اور قوله تعالےٰ ولله العزت و لرسوله وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون اور قوله تعالےٰ یقیمون الصلوٰة ویؤتون الزکوٰة وهو راکعون ⁂

ذکر بعض احادیث کا کہ آنحضرت کے حق میں وارد ہوئے ہیں

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری اور حزیمہ بن ثابت انصاری اور ابوایوب انصاری اور زید بن ارقم اور انس بن مالک سے مروی ہے اور ایک روایت ابن عباس سے منقول ہے کہ کہا السابق ثلثه السابق الی موسی علیه السلام یوشع بن نون

والسابق الی عیسیٰ علیہ السلام صاحب یونس والسابق الی محمد صلعم علی ابن ابیطالب یعنی سابق تین ہیں موسیٰ علیہ السلام پر یوشع بن نون اور عیسیٰ علیہ السلام پر یونس اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر علی ابن ابیطالب۔ ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔ یہ اول شخص ہے کہ میرے ساتھ ایمان لایا۔ اور سلمان کہتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ امت جب کوثر پر جاویگی۔ تو اول اسلام لانے والوں میں علی ابن ابیطالب ہوگا +

کتاب کے مقصد اول میں بیان نکاح فاطمہ و علی کے تحریر ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار اور فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابہا یعنے میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازے ہیں حضرت فاطمہ رضہ سے فرمایا تیرا نکاح ایسے مرد سے کروں کہ عرفان میں سب سے زیادہ اور ایمان میں سب سے پہلے ہو۔ اور خزیمہ بن ثابت سے یہ ابیات مدح میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے منقول ہیں ؎

ما کنت احسب ھذا الامر منصرفا عن ھاشم ثم منھا عن ابی حسن
الیس اول من صلی لقبلتھم واعلم الناس بالقرآن والسنن

میں اس امر کو نہیں جانتا سوائے ہاشم و علی کرم اللہ وجہہ کے۔ کیا نہیں ہے اول اس شخص کا کہ نماز پڑھی ان کے قبلہ کی طرف اور زیادہ علم والا اور سنتوں کا قرآن اور حدیث سے اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے ایک بیت مروی ہے کہ دلالت اس مدعا پر رکھتا ہے ؎

تقول ابن الملجم والاقدار غالبۃ ھدمت ویلک للاسلام ارکانا
قتلت افضل من یمشی علی قدم واول الناس ایمانا واسلاما

اہل سیر اور تواریخ کے محققوں کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ اول خدیجۃ الکبریٰ بعد ان کے علی مرتضیٰ بعد اس کے زید بن حارث پھر ابوبکر صدیق رضہ پھر بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں روایت کی۔ کہ محمد بن کعب قرظی سے پوچھا کہ اسلام علی رضہ کا پہلے تھا یا اسلام ابوبکر رضہ کا۔ جواب دیا کہ سبحان اللہ علی اول اس دولت سے مشرف ہوئے لیکن ابوطالب کی شرف کی رعایت کی۔ اور اپنے ایمان کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اسی سبب سے آدمی شبہ میں پڑے۔ اور بعض آئمہ دین کہتے ہیں کہ زیادہ قریب احتیاط اور ورع کی یہ ہے کہ کہیں اول جو عورات سے ایمان لائی خدیجہ کبریٰ تھیں اور لڑکوں میں علی مرتضیٰ اور آدمیوں میں سے بالغ ابوبکر صدیق رضہ اور موالی سے زید بن حارث اور غلاموں سے بلال رضہ تھے۔ رضوان اللہ علیہم ومغفرۃ الی یوم الحساب +

ذکر اولاد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا

روضۃ الشہداء میں بیان کرتے ہیں کہ آنجناب کے بقول مشہور ۳۶ فرزند تھے ۱۰ لڑکے اور ۱۸ لڑکیاں شیخ شرف الدین عبداللہ نے تحقیق فرمایا کہ ۱۹ پسر تھے ۶ حالت حیات میں متوفی ہوئے ہیں محسن یحییٰ عبداللہ علی اور عمران اس سرائے میں تھے اور شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔ اور ۵ لڑکے ان سے بعد کو رہے حسن حسین محمد اکبر کہ جسکو حنفیہ کہتے ہیں اور عباس شہید ہوئے ÷

ذکر بعض مشاہیر کا

عقاب سبطین سیدین ہے سے بر سبیل اختصار کرتے ہیں۔ بزرگان دین سے نقل ہے بیان میں ۱۲ امام رضی اللہ عنہم اور ان کے نام اور کنیت اور القاب اور ان کے قاتل کے۔ اول امام بحکم نص کلام ربانی امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ اسم مبارک علی کنیت ابوالحسن مرتضیٰ لقب ان کو عبدالرحمٰن بن ملجم نے شہید کیا لعنۃ اللہ علیہ +

دوم امام حضرت امیر المومنین حسن بن حضرت علی مرتضیٰ نام نامی حسن ابو محمد کنیت رضا لقب۔ جعدہ جلیل نے زہر دیا۔

سوم۔ امام حضرت امیر المومنین حسین ابن حضرت علی مرتضے حسین نام ابو عبداللہ کنیت امام لقب شمر ملعون ان کا قاتل ہے کربلا میں قبر ہے +

چہارم۔ امام حضرت زین العابدین زین العابدین آپ کا نام ابوابراہیم کنیت امام لقب مدینہ میں قبر ہے +

پنجم امام حضرت امام محمد باقر ابن زین العابدین محمد نام باقر لقب ابوجعفر کنیت خالد قاتل ہے +

ششم امام حضرت امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر جعفر نام ابوعبداللہ کنیت صادق لقب مدینہ میں قبر ہے۔

ہفتم امام حضرت امام موسیٰ کاظم ابن حضرت جعفر صادق موسیٰ نام ابوابراہیم کنیت کاظم لقب ہارون الرشید قاتل بغداد میں قبر ہے ÷

ہشتم امام حضرت امام علی موسیٰ رضا ابن حضرت امام موسیٰ کاظم علی نام ابوالعلی کنیت رضا لقب ماموں قاتل شہر طوس میں قبر ہے +

نہم امام حضرت امام محمد تقی ابن امام علی موسیٰ رضا محمد نام ابوجعفر کنیت تقی لقب ابوالفضل

ابن ماموں قاتل ہے۔ بغداد میں قبر ہے +

دہم امام حضرت امام علی نقی بن امام محمد تقی علی نام ہے۔ ابوالحسن کنیت ہے۔ نقی لقب ابوسعید قاتل ہے۔ مرو میں قبر ہے +

یازدہم امام حسن عسکری بن امام علی نقی حسن نام عسکری لقب ابوالقاسم کنیت متوکل قاتل بصرہ میں قبر ہے +

دوازدہم امام حضرت مہدی ہادی آخرالزمان کہ اب آویں گے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین +

ذکر اولاد حضرت امام حسن علیہ السلام

آپ کے فرزند ۱۲ تھے۔ اول قاسم دوسرے عبداللہ تیسرے علی چوتھے زید پانچویں اسمٰعیل۔ چھٹے احمد۔ ساتویں محمد۔ آٹھویں علی اصغر۔ نویں حسن مثنیٰ۔ دسویں طاہر۔ گیارہویں سلمہ۔ بارھویں کلیمہ +

ذکر اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام

آپ کے سات فرزند تھے۔ امام زین العابدین۔ علی اکبر۔ علی اصغر۔ عبداللہ جعفر۔ ابوزید فاطمہ قومی کہ سید قوم میں ہیں +

بیان اولاد امام زین العابدین

ان کے چودہ فرزند تھے۔ امام محمد باقر۔ عبداللہ باہر۔ عبداللہ ابرج۔ عبداللہ زید حسین اصغر۔ علی النفس۔ عمر۔ طاہر۔ مطہر۔ ہادی۔ مہدی۔ ناصر۔ الغضب الغصا۔ فاطمہ

اولاد امام محمد باقر رض

ہم تین تھے۔ عبدالفتاح۔ علی نقی۔ موسیٰ جعفر۔

اولاد امام جعفر صادق رض

دس تن تھے۔ اسمٰعیل۔ علی۔ محمد۔ اسحاق۔ موسیٰ کاظم۔ صابر۔ مسلم۔ ہادی۔ قربان سکینہ +

اَولادِ امام موسیٰ کاظم

۳۰ فرزند تھے۔ علی۔ حمزہ۔ یحییٰ۔ عبداللہ۔ زید۔ طاہر۔ ابوطالب۔ عبداللہ بزرگ۔ مہدی۔ ذکریا۔ خضر۔ عقیل۔ نوح۔ ابراہیم۔ عریان۔ محمد ہارون۔ یونس۔ محسن۔ موسیٰ صغر۔ جعفر۔ ناصر۔ ہادی۔ حسین۔ افش۔ عیسیٰ۔ ابوالقاسم۔ طیب۔ اسمٰعیل۔ دُوسرے دختران سے فاطمہ۔ رنجہ۔ زاہد۔ عائشہ۔ رضیہ۔ رقیہ۔ حبیبہ۔ ملکی۔ عالمہ۔ ہمنہ۔ عامرہ ❖

اَولادِ محمد نقی رض

۴ تن تھے اور ایک روایت سے ۶ تن تھے۔ امام محمد عسکری۔ حسین۔ جعفر۔ زین۔ علی ان کی ماں کا نام سلمہ تھا۔ ان کا مولود مدینہ میں ہوا ہے۔ دسویں ماہ ربیع آخر وفات پائی۔ قبر ان کی سامرہ میں ہے۔ عمر ۲۷ برس ۶ ماہ کی تھی ❖

اَولادِ محمد عسکری [1]

معلوم نہیں ہے کہ جو لکھی جاوے ❖

چہاردہ معصوم کا بیان

اول علی اکبر ابن امیرالمومنین علی فاطمہ زہرا سے ہیں۔ دو سالگی میں [illegible] ہوگئے گورستان بقیع میں قبر ہے ❖

دُوسرے عبداللہ بن حضرت امام حسین کہ دو سالگی میں طلحہ بن کاہل کے ہاتھ سے مارے گئے قبر گورستان بقیع میں ہے ❖

تیسرے حضرت قاسم ابن حضرت امام حسن دو سالگی میں عبداللہ ازرق کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ان کی قبر دمشق یا کربلا میں ہے ❖

---

[1] صاحب جواہر فریدی امام محمد عسکری کی اولاد کی بابت اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر کتاب تذکرہ خواص [illegible] وغیرہ میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت امام علی عسکری کی اولاد امام حسن نقی سے تھے۔ بلکہ آپ کی چار اولادیں تھیں جن میں سے جناب امام حسن الخالص زیادہ تر مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں جن کا نام سوسن تھا اور آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب الخالص اور السراج و العسکری ہے اور آپ گیارھویں امام تھے۔ آخر ۲۶۰ھ میں مدینہ منورہ [illegible] کی عمر شریف ۲۸ سال کی تھی کہ آپ کو زہر دیا۔ اور آٹھویں تاریخ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔ اور آپ کے پیچھے ایک فرزند ارجمند ابوالقاسم محمد المہدی کے سوا آپ کے اولاد اور کوئی نہیں رہی۔ ۱۲۔ مترجم

چوتھے امام قاسم ابن حضرت امام حسین ہیں کہ دو سالگی میں پیاس سے ہلاک ہوئے قبر کربلا میں ہے +

پانچویں حسین ابن امام زین العابدین ہیں۔ جو چھ سالہ منصور احمد یزید علیہ اللعنۃ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ قبر انکی مقام رہے میں ہے۔

چھٹے قاسم ابن امام زین العابدین ۲ سالہ عدو ابن یزید معاویہ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ قبر ان کی بصرہ میں ہے +

ساتویں علی بن امام محمد باقر چھ سالہ خلید والد نایہ اللعنۃ کے ہاتھ سے مارے گئے قبر انکی مدینہ میں ہے۔

آٹھویں عبداللہ بن امام محمد جعفر صادق سہ سالہ عریان کے ہاتھ سے مارے گئے قبر ان کی بسطام میں ہے۔

نویں یحیٰی بن ہادی بن امام جعفر صادق حضرت عبداللہ کاظم - ابن موسیٰ الکاظم ہیں سہ سالہ بدست ہارون رشید مارے گئے۔ قبر ان کی بغداد میں ہے۔

دسویں حضرت صالح بن محمود بن امام موسیٰ کاظم سات برس کے یوسف بن ابراہیم کے ہاتھ سے مارے گئے۔ قبر اُن کی شیراز میں ہے +

گیارھویں طیب ابن علی موسیٰ کاظم ہفت سالہ تام کے ہاتھ سے کشتہ ہوئے انکی قبر قوم میں ہے +

بارھویں جعفر بن امام محمد تقی ابن امام علی موسیٰ رضا ۲ برس کے ابوالفضل ہاموں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اُن کی قبر بغداد میں ہے۔

تیرھویں جعفر ابن امام محمد حسن عسکری ایک سالہ منصور دمشقی کے ہاتھ سے مارے گئے قبر سامرہ میں ہے۔

چودھویں قاسم ابن امام محمد علی ہادی ایک سالہ متوکل کے ہاتھ سے مارے گئے قبر ان کی بصرہ میں ہے +

نسب گرامی حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

اس طرح سے ہے کہ شاہ اولیا میراں سید محی الدین ابن ابو صالح ابن موسیٰ جنگی دوست ابن

ابی عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد رومی بن داؤد بن موسیٰ ثانی بن عبداللہ الشیخ بن موسیٰ الجول بن عبداللہ محض بن امام حسن مثنیٰ بن حضرت امیرالمؤمنین امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت امیرالمؤمنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ +

نقل ہے حضرت سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی قدس اللہ سرہٗ سے کہ شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کہ کنیت اُن کی ابو محمد ہے علوی تھے حسنی بنیرہ ابو عبداللہ صومعی کے ہیں۔ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۶۱ھ میں گیارھویں ربیع الاول کو وفات پائی ؎

نزولش وجہاں نمود عاشق
سفر افتاد اندر دام معشوق

تاریخ ولادت اور وفات سے آپ کے صلب سے لڑکے سید عبدالوہاب۔ سید عبدالرزاق سید عبدالجبار۔ سید عبدالعزیز۔ سید عیسیٰ۔ سید ابراہیم۔ سید یحییٰ۔ سید عبداللہ۔ سید موسیٰ اور ایک لڑکی ظہور میں آئی۔ اور سید عبدالوہاب اور سید عبدالرزاق کی پشت سے بہت اولاد وجود میں آئی +

سلسلہ نسب حضرت قطب المحقق معین محمد الدین قدس اللہ سرہ العزیز

اس طریق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ خواجہ معین الدین محمد بن سید غیاث الدین حسن سجزی بن سید حسن احمد بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام مہدی بن امام حسن عسکری بن امام تقی بن امام علی نقی بن امام موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین علی اصغر بن امیرالمومنین سیدی و مولائی امام الاولین والآخرین ریحانی رسول الثقلین سیدنا امام حسین شہید دشت کربلا بن حضرت امیرالمومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ ابن عم النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مقبول فرزندان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کہ ہندوستان میں تھے۔ ایک اُن میں سے حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ اور سید خضر رومی اور سلطان المشائخ سید نظام الدین اولیا احمد محمد بدایونی اور مخدوم جہانیاں وشاہ عاشقاں میراں سید علی قوام جونپوری اور میراں سید محمد گیسو دراز اور سید اشرف جہانگیر کچھوچھہ[1] قدس سرہٗ ارواحہم ہیں چند کلمہ اشارت سیادت ستارگان سپہر سعادت بیان ہوئے ؎

آل پیغمبر حریم کبریا را محرم اند	آل پیغمبر ز حرمت فخر آل آدم اند
نسب آلِ نبی باس ز خلق جہاں	گر گنی ضرب المثل بحر محیط ذُشمند

[1] کچھوچھہ مضافات ضلع فیض آباد او دھ میں ہے۔ اور وہیں پر شاہ اشرف کا مزار ہے ۱۲ مترجم

روح الشہداء ارواحہم قدس اللہ بزرگ از افضل اشباہم +

ذکر خلافت اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کا

خلافت آپ کی چار سال ۹ ماہ ۱۴ روز رہی۔ عمر آپ کی ۶۰ برس کی تھی +

بیان ولادت و وفات

شواہد النبوۃ میں ہے کہ امیر المؤمنین علی اول امام ہیں بارہ امام سے۔ اب شمائل و فضائل آپ کے تحریر اور تقریر سے زیادہ ہیں۔ امام احمد حنبل رح نے فرمایا ہے کہ صحابہ میں سے کوئی ان فضائل کو نہیں پہنچا ہے۔ آپ کی ولادت بعد سال فیل کے تین سال جمعہ کے روز ۱۴ ماہ رجب کو مکہ میں ہوئی۔ اور آپ کی شہادت کا بیان بعض کتب معتبرہ میں یوں ہے کہ امیر المؤمنین مسجد میں اذان دیتے تھے۔ اور تین نماجی مسجد کے دروازہ پر آئے۔ اور رات کو وہاں بیٹھے۔ ہر ایک نے ایک طرف سے کہا کہ دونوں تلوار مارو۔ اگر ایک کی خطا کرے تو دوسرے کی کارگر ہو۔ ابن ملجم سے کہا تو مسجد کے باہر جا۔ اگر ہم سے کام نہ ہو۔ تو تو اپنا کام کر۔ لیکن جب امیر اس نماز سے فارغ ہوئے قدم مسجد میں رکھا۔ دونوں نے تلوار ماری مسجد کے طاق پر لگی وہ ٹوٹ گیا۔ اور اس تلوار کی زد دیوار پر آئی۔ یہ دونوں کودے۔ ابن ملجم نے کہا وا فضیحتاہ اسی وقت آدمی پہنچے اور تلوار کھینچی اور محراب کے آگے آئے۔ امیر نماز میں تھے صبر کیا یہاں تک کہ اول سجدہ بجا لائے جونہی سر سجدہ سے اٹھایا وہ شقی تلوار لایا۔ اور اتفاق سے اسی جگہ آیا۔ کہ بروز خندق کی لڑائی کے عمر بن عبدود نے زخم مارا تھا۔ جو اس جگہ ضرب پہنچی۔ مغز سر مبارک کا چر گیا۔ اور آواز آپ کی دہن مبارک سے نکلی کہ فزت برب الکعبہ یعنی فتحمندی میں نے کعبہ کی خدا کے ساتھ پائی۔ ابن ملجم نے آواز سنی مسجد سے نکلا اور بھاگ گیا اور آوازہ پڑا۔ کہ قتل امیر المؤمنین۔ اہل کوفہ پھر مسجد میں آئے اور شاہزادوں نے جب یہ خبر سنی۔ صبر کا جامہ چاک کیا۔ اور پدر بزرگوار کو دیکھا مسجد کے محراب کے آگے پڑا ہوا۔ پاؤں پر گر پڑے اور آنکھوں سے ملتے تھے اور امیر اپنے دست مبارک سے اپنے سر کا خون پونچھتے تھے۔ اور چہرہ پر اور داڑھی پر ملتے تھے۔ اور فرماتے تھے اسی حالت سے آگے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے جاؤنگا۔ اور اسی صفت سے فاطمہ زہرا سے ملوں گا۔ اور اسی ہیئت سے سید الشہداء کو دیکھوں گا۔ اور اسی صورت سے جعفر طیار کو نظر میں لاؤنگا۔ حسن اور حسین رو تے تھے اور اعیان کوفہ وا مصیبتاہ کہتے تھے۔

افغاں کہ راحت دل آرام جاں برفت ۔ شاہ زماں قدر و شاہ جہاں برفت
غم شد محیط مرگ ز عالم بہر طرف ۔ کاں مرکز محیط کرم از میاں برفت

ایک نے کہا اے امیر المومنین آپ کے ساتھ کس نے یہ معاملہ کیا۔ فرمایا صبر کرو۔ اسی وقت دروازہ سے آیا اور اسی سخن میں تھے۔ کہ شخص جس نے اول قصد کیا تھا پریشان اور سرگردان مسجد کے دروازہ سے آیا۔ اُس سے کہا شاید تو نے ضرب ماری چاہا کہ کہے نہیں بے اختیار زبان سے ہاں نکلا۔ آدمیوں نے اُسے گرالیا۔ اور مار پیٹ کی کہ مر گیا۔ ابن ملجم بھاگ کر اپنے چچا کے گھر گیا اور ہتھیار تن سے کھولتا تھا۔ کہ اس کے چچا کا بیٹا آیا۔ اُس کو پریشان دیکھ کہا شاید علی کا قاتل تو ہے۔ اُس نے چاہا کہ انکار کرے زبان سے ہاں نکلا۔ اُس کے چچا کے لڑکے نے اُس کا گریبان پکڑا اور کشاں کشاں مسجد میں لایا۔ ایک قول ہے کہ شبیب پسر عمرو کا مسجد کی طرف لایا۔ اور ایک روایت ہے کہ ابن ملجم بھاگا ہوا جاتا تھا۔ کہ ایک قبیلہ ہمدان سے اس کے پاس پہنچا تلوار کھینچے ہوئے اور وہ آدمی چادر ہاتھ میں رکھتا تھا۔ ابن ملجم کے منہ پر ڈالی اور اُس کو پکڑا۔ اور آدمیوں نے مدد کی۔ ہاتھ اور گردن اُس کی باندھ کر مسجد میں لائے۔ امیر المومنین نے خود امام حسینؑ سے فرمایا کہ آدمیوں کے ساتھ نماز صبح کی پڑھو۔ اول جب ابن ملجم کو مسجد میں لائے امیر کی آنکھ اُس پر پڑی۔ کہا اے بھائی شاید میں بُرا امیر تھا۔ اُس نے کہا معاذ اللہ یا امیر المومنین۔ آپ نے فرمایا پس تجھ کو کس نے آمادہ کیا کہ میرے لڑکوں کو یتیم کیے اور رخنہ میرے خاندان کے کام میں ڈالے میں نے تیرے ساتھ کیا نیکی نہ کی تھی۔ اُس نے کہا ہاں ایسا واقعہ ہوا۔ وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔ امیر نے فرمایا کہ اس کو قید میں لے جاؤ جب تک میں زندہ ہوں کھانے اور پینے سے جو میں کھاؤں اس کو بھی دو۔ پھر اگر میں زندہ رہوں تو جو میری رائے ہوگی اُس کی بابت آپ ہی بجا لاؤنگا۔ اور اگر گزر جاؤں اُس کو ایک ضرب لگا دیں کہ میرے ایک ضرب سے زیادہ نہ ماری ہے۔ پس امیر کو گلی میں سولا دیا۔ اور ایک سر گلی کا امام حسن کے کاندھے پر اور دوسرا امام حسین کے۔ جب مسجد سے باہر لائے صبح ہو گئی تھی اور اوجالا تھا۔ امیر نے فرمایا کہ میرا منہ مشرق کی جانب کر دو۔ ویسے ہی کیا۔ الصبح اذا تنفس اے صبح کے جس خدا نے تجھ کو نکالا۔ اور جس کے حکم سے نفس تو نے مارا جب قیامت کے دن گواہی چاہینگے۔ تم کو چاہئے کہ سچی گواہی دے۔ کہ اس روز سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے اول جوانی میں نماز ادا کی آج تک مجھ کو آج تک تو نے سوتا نہ پایا۔ اور میں نے تجھ کو نہ پایا۔ پھر سجدہ کیا۔ اور کہا بار خدایا گواہ رہیو۔ اور فرشتے اور حمد تیق اور شہید اور عرش ناظر رہیں وکفی باللہ شہیدا۔ اگر کل قیامت کو چار ہزار ایک سو بیس پیغمبر

حاضر ہوں تو گواہی دے کہ اس وقت سے تیرے حبیب کے ہاتھ پر ایمان لایا جو کچھ تو نے
فرمایا بجا لایا۔ اور جس سے منع کیا نہ کیا۔ اور خلاف تیری بات اور خلاف تیرے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کی بات کے میں نے پسند نہ کیا۔ اور دل میں نہ گزرا۔ کوفہ کے بزرگ حاضر تھے۔ ایک
شور پیدا ہوا ؎

دلہا تمام ز آتش حسرت کباب شد — جانہا اسیر سلسلۂ اضطراب شد
لب تشنگان بادیۂ اشتیاق را — دریائے بحر و صبر و سلامت سراب شد

لیکن جب امیر کو گھر میں لائے۔ دختران فاطمہ زہرا اور فرزندان سے ایک شور پیدا ہوا۔ اور نالہ و آہ
کا شور زمین سے آسمان تک پُر کیا ؎

شاید از سوز درون این فغانم — شعلہ در جہانیان فگنم
رستخیزی ز جان برانگیزم — گریہ بر پیر و بر جوان فگنم

یک بیک فرزندان امیر آئے اور باپ کے پاؤں پر گرے اور بوسہ دیا اور کہتے تھے۔ اے پدر یہ
کیا حالت ہے کہ ہم دیکھتے ہیں۔ اے کاش ہماری ماں فاطمہ زہرا زندہ ہوتیں کہ ہم کو درد اور غم
سے تسلی دیتیں۔ اے کاش ہم مدینہ میں اپنی جد بزرگوار کی تربت پر ہوتے۔ تاکہ اپنے درد دل
کی شرح کرتے۔ یہ کیا حالت ہے کہ غریبی اور یتیمی دونوں دردہو گئیں۔
راوی کہتا ہے کہ فرزندان امیر کی گریہ و زاری سے حسرت کی آگ روشن ہو گئی۔ کہ
حاضرین کے دل جل گئے۔ اور جو ان کا نالہ سنتا تھا وہ روتا تھا ؎

ہر کرا بینم ازین سوز و الم سیر گرید
ہر کرا یابم ازین آتش غم میسوزد

امیر نے یک بیک ان کو بغل میں لے لیا اور منہ پر بوسے دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے
صبر کرو۔ کہ میں تمہارے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمہاری ماں فاطمہ زہرا کے پاس جاتا ہوں
اس رات میں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ آستین سے
غبار میرے منہ کا جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے اے علی جو تجھ پر تھا بجا لایا۔ یہ خواب اس بات
پر دلالت کرتی ہے کہ جسم کا نقاب چہرۂ جان سے دور کرتے تھے۔ میری روح کو ایسا کرتے تھے کہ
قدسیوں کی نظر میں جلوہ کناں ہوئے ؎

حجاب چہرۂ جان مے شود غبار تنم
خوشا دمے کہ ازین چہرہ پردہ بر فگنم

تھوڑی دیر بعد عمرو بن نعمان جراح حجرہ کے دروازہ سے آیا۔ جب اس کی آنکھ امیر کے زخم پر پڑی

عمامہ سر سے اتارا اور کپڑے سب چاک کئے۔ اور کہا واویلا اس تلوار کو زہر کا پانی دیا تھا یہ زخم مرہم پذیر نہیں ہے ؎

دریغ چو تو ستون نے و داغ چو تو پیشوائے | و دریغ چو تو عالمے دریغ چو تو حاکمے
دریغ چو تو امیرے و دریغ چو تو امامے | برائے شرع مشیرے برائے ملک نظامے

دوسری بار فریاد امیر کے خاندان سے اٹھی +

ایک روایت ہے کہ جراح کے آنے سے پہلے امیر کے سرہانے پر ام کلثوم گھر کے باہر گئیں کہ ابن ملجم محبوس تھا۔ اور کہا اے شقی تو دام بلا میں پڑا۔ اور امیر کو زخم سے کچھ خوف نہیں ہے ابن ملجم نے کہا اے لڑکی جا رونا شروع کر۔ میں نے وہ تلوار ہزار درہم کو لی تھی۔ اور ہزار دینار اور زہر آب کو دئے۔ اور اگر یہ تلوار تمام اہل کوفہ پر واقعہ ہوتی۔ ایک آدمی جانبر نہ ہوتا۔ آخر ایسے زخم سے مار ڈالا کیا کرے۔ اور یہ صورت شب جمعہ ١٩۔ رمضان میں واقع ہوئی۔ اور امیر شب یکشنبہ ٢١۔ رمضان کو وفات پا گئے۔ اس روز وصیت نامہ لکھا۔ اور فرزندوں کو وداع فرمایا۔ یہاں تک کہ اُن کو حجرہ خاص میں لے گئے۔ اور ام کلثوم سے کہا اے بیٹی دروازہ بند کر دے۔ ام کلثوم کو گھر سے باہر لائے۔ اور در بند کیا۔ حسن حسین رضی بھی باہر بیٹھے۔ ناگاہ ہاتف آیا۔ خمس ینقی فی النار حرام من مالی امنا یوم القیامت سنا کر ہاتف نے آواز دی کہ ھل من یاتی امنا یوم القیامہ +

راوی کہتا ہے کہ جب امیر کو اندر حجرہ کے لے گئے اور در بند کیا۔ ناگاہ آواز لا الہ الا اللہ کی سنی۔ حالانکہ امیر جوار رحمت کبریٰ میں تھے۔

شواہد النبوت میں بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین حسن علیہ السلام نے روایت کی۔ کہ جب حضرت نے وفات پائی۔ میں نے سنا کوئی کہتا ہے باہر جاؤ۔ کہ اس بندہ خدا کو ہمارے پاس چھوڑ دو میں باہر گیا گھر کے دروازہ سے آواز آئی۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم گزرے۔ اور اُن کا بھائی شہید ہوا۔ امت کی نگہبانی کون کر سکتا ہے۔ کہا جو اُن کی سیرت قبول کرے۔ اور پیروی کرے جب آواز ساکن ہوئی ہم آئے۔ اور ان کو غسل دیا ہوا دیکھا۔ اور کفن میں لپٹا ہوا۔ اُن پر نماز پڑھی +

روایت ہے کہ امیر نے فرمایا۔ کہ جب جاتا ہوں گھر کے گوشہ سے ایک تختی ظاہر ہوئی کہ مجھ کو وہاں سلاؤ۔ اور نہلاؤ۔ گھر کے آستانہ سے کفن اور حنوط ظاہر آیا۔ کہ مجھ کو کفن کر دو۔ اور تابوت میں رکھو اور تابوت گھر کے درمیان وضع کرو۔ فرزندوں کو لاؤ۔ تاکہ اپنی طرز سے رخصت کریں۔ اور ایک بار حسن مجھ پہ نماز ادا کرے۔ اور ایک بار حسین اور جب تابوت کا اگلا حصہ اٹھے

تم پچھلا اٹھاؤ۔ اور جہاں سر تابوت کا زمین پر آئے۔ مجھ کو وہاں چھوڑ دو۔ اور کھود و جب تک کہ لوح ساج کا ظاہر ہو اور وہاں دفن کرو +

شواہد النبوۃ میں مذکور ہے۔ امیر نے حسن اور حسین علیہما السلام کو وصیت کی تھی۔ کہ جب میں دنیا سے گذر وں سریر کے برابر رکھو اور باہر چلے جاؤ۔ اور مجھ کو غرنین پہنچاؤ۔ وہاں سفید پتھر پاؤگے۔ کہ اُس سے نور چمکتا ہوگا۔ اُس کو ہٹاؤ کہ وہاں کشادگی پاؤگے۔ وہاں مجھ کو دفن کرنا پس حکم حضرت امیر کی وصیت کا راست ہے کہ اسی جگہ کہ اب نجف مشہور ہے دفن کیا۔ اور قبر مبارک کو منور کیا۔ اور پھر زمین ہموار کی۔ اور کسی کو اس پر اطلاع نہ تھی۔ سوائے جماعت اہلبیت کے۔ اور اسی طرح خلفائے عباسی کے زمانہ تک چھپا رہا۔ ایک روز ہارون الرشید شکار کرتا غرنین یعنے نجف کے میدان میں پہنچا۔ وہاں پشتہ دیکھا۔ آہو اس پشتہ پر پناہ لے گئے۔ ہر چند کوشش کی اور کتے دوڑائے۔ لوٹ آئے اور آہوؤں کے سر پر نہ آئے۔ ہارون نے متعجب ہوکر فرمایا۔ کہ کسی بڈھے آدمی سے یہاں کے پوچھو۔ چنانچہ جب پوچھا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ میں نے بزرگوں سے یوں سُنا ہے۔ کہ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کی قبر وہاں ہے۔ ہارون نے شکار چھوڑ دیا۔ اور وہاں زیارت بنائی۔ جب تک زندہ رہا۔ ہر سال زیارت کو آتا تھا +

القصہ جب شاہزادے امیر کو رات میں اٹھا کر کوفہ سے باہر لے گئے۔ تو جہاں وصیت کی تھی۔ وہاں دفن کیا اور لوٹے۔ ایک جماعت دوستوں نے جب خبر پائی پیچھے سے گئے۔ جب دیکھا کہ شاہزادے آتے ہیں ننگے پاؤں پر گرتے تھے۔ اور کہتے تھے اے مخدوم زادو! امیرالمومنین کو کیا کیا۔ اور امیرالمتقین کو کہاں رکھا۔ صاحب ذوالفقار شاہ دلدل سوار کہاں ہے ~ رباعی

صاحب ذوالفقار کو شاہ دلدل سوار کو | شہر سیت بر حسرت غم شہریار کو
کار سیت بس خراب خداوند کار کو

ــــ

ہفت اختر و چہار گہر در مصیبت اند | واحسرتا خلاصہ ہفت و چہار کو
در روزگار دولت روزے امید بود | از اخوشی کجا شد و آں روز گار کو

آخر اس جماعت نے بہت افسوس کیا۔ ہر چند اس جنگل میں پھرے مگر امیر کی قبر کا نشان نہ پایا راوی کہتا ہے کہ اس وقت میں امام حسن اور حسین علیہما السلام پدر بزرگوار کے دفن سے پھرے در کوفہ کے دروازہ پر پہنچے۔ ویرانوں میں سے زاری اور نالہ سُنا۔ اس کے پیچھے گئے۔

ایک غریب ضعیف نحیف کو دیکھا۔ کہ ویرانہ میں تنہا خاک پر پڑا ہوا نیچے سر کئے روتا تھا۔ اور حسرت کے آنسو برساتا تھا۔ اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے کہ ایسا روتا ہے۔ کہا میں غریب اور رنجور ہوں۔ مدت سے تنہا یہاں رہتا ہوں نہ باپ نہ کوئی اپنا نہ برادر نہ عورت نہ فرزند نہ غمخوار۔ پوچھا تیری تیمارداری کون کیا کرتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک سال سے میں اِس شہر میں ہوں۔ ہر روز ایک مرد آتا تھا۔ اور میرے سرہانے بیٹھتا اور مثل باپ کے تیمار رکھتا۔ اور مثل بھائیوں کے غمخواری کرتا۔ اُس سے پوچھا کہ کسی بار تو نے نام بھی پوچھا تھا اُس نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا تم کو نام سے کیا کام ہے۔ خدا کے واسطے میں تیرا تفقد حال کرتا ہوں نہ مکر اور شہرت کی غرض سے شاہزادوں نے پوچھا۔ کہ اس کا رنگ و رو کیا تھا۔ تو کہا کہ میں نابینا ہوں۔ نشان نہ دے سکا۔ لیکن دو روز سے وہ میرے پاس نہیں آئے۔ اور میرا تفقد حال نہ کیا میں نہیں جانتا کہ کیا افتاد ہوئی۔ شاہزادوں نے پوچھا اے پیر کچھ نشان ان کی بات چیت۔ یا عادت کا دے سکتا ہے۔ تو اُس نے کہا کہ یہ نشان ہے کہ ہمیشہ میں تہلیل و تسبیح سنتا تھا۔ اور جب میرے پاس بیٹھتے تھے تو کہتے تھے مسکین مسکین کے پاس ہے۔ درویش درویش کا ہمنشین ہے۔ غریب غریب کی مجالست کرتا ہے پیر نے کہا وہ کیا ہوئے کہ دو تین روز سے نہیں ہیں۔ شاہزادوں نے کہا اے پیر ایک بدبخت نے تلوار ماری۔ اور دار غرور سے دار سرور کو روانہ ہوئے۔ ابھی ہم اُن کے دفن سے آتے ہیں۔ یہ سنکر بڈھا شور کر اٹھا اور اپنے کو زمین پر مارتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ میں نے کیا جانا کہ امیر المومنین میرا تفقد حال کرتا ہے۔ شاہزادے اس غریب کو تسلی دیتے تھے۔ اور وہ بیقرار کہتا تھا ؎

ندانم چہ کار افتاد ما را — کہ آں دلبر ما را از نگذاشت

دریں ویرانہ آں پیری حزیں را — غریب و تنہا جدا بے یار بگذاشت

پھر کہا اے مخدوم زادو بحق جد بزرگوار صلے اللہ علیہ وسلم تم کو قسم دیتا ہوں۔ کہ مجھ کو امیر کی قبر پر لے چلو تاکہ زیارت کروں۔ امام حسن علیہ السلام اُٹھے اور اس کا سیدھا ہاتھ پکڑا اور امام حسین علیہ السلام نے الٹا ہاتھ امیر کی قبر پر پہنچایا۔ بہت رویا۔ اور کہا۔ الہی طفیل صاحب اس روضہ کے میری جان لے۔ کہ میں اُن کی جدائی کی طاقت نہیں رکھتا۔ فوراً بحکم پروردگار اسی روضہ پر امیر کے جان نکل گئی۔ ذرہ خورشید اور قطرہ دریا سے ملا۔ شاہزادے اس پر بہت روئے۔ اور اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے قیام فرمایا۔ اور حوالی روضہ میں دفن کیا۔ شواہد النبوت میں روایت ہے۔ کہ امیر اس وقت ساٹھ سال کے تھے۔ اور اس سے زیادہ

بھی کہا ہے۔ اس روز امیرالمومنین حسن علیہ السلام کوفہ کی مسجد میں ممبر پر آئے۔ اور خطبہ بلیغ ارشاد فرمایا۔ اور کہا اے آدمیوں جو مجھ کو جانتا ہے جانے اور جو مجھ کو نہیں جانتا وہ جانے کہ میں بیٹا بشیر و نذیر کا ہوں بشارت دینے والے اور خوف دلانے والے یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا پسر ہوں۔ اور فرزند علی کرم اللہ وجہہ کا ہوں۔ میری ماں فاطمہ زہرا ہے۔ میرا جد تم کو راہ راست پر دعوت کرتا تھا۔ اور میرا باپ تم کو خدا کی طرف بلاتا تھا۔ اور نیز میں تم کو بلاتا ہوں پس عبد اللہ بن عباس جو اٹھے۔ اور کہا اے آدمیوں یہ مرد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا پسر ہے اور امام اور تمہارے رہبر کا فرزند اسکے ساتھ بیعت کرو۔ اور اس کی امامت قرار دو۔ اور عہد کرو۔ کہ اس سے نہ پھروگے۔ سب آدمیوں نے کہا سمعنا و اطعنا ہم سنتے ہیں اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ پھر سب نے ہاتھ دیا۔ اور امیرالمومنین سے بیعت کی۔ اور آدمی بھیجا کہ ابن ملجم کو قید سے منبر کے آگے لائے اس وقت آپ نے کہا اے بدبخت ترین امت یہ کیا تھا جو تو نے کیا۔ اور رخنہ دین میں ڈالا۔ ابن ملجم نے سر جھکا لیا کہ اے حسنؓ جو گذرا گذرا۔ اب نالہ و فغاں سے کیا فائدہ مجھ کو مت مار تاکہ حاکم شام کو کہ تیرے باپ کا دشمن تھا اب تیرا دشمن ہے اس کو مار ڈالوں حسنؓ نے اس کو باتوں میں گذارا اور شمشیر کھینچی۔ اور لوگ تلوار کی اس کے سینہ پر لے گئے۔ اور اپنے آگے کھینچا اور ایک ضرب اس کی گردن پر ماری۔ کہ اس کا سر دس قدم تن سے جا پڑا۔ پس آپ کے فرمان سے مسجد کے باہر لے گئے۔ اور بوری میں لپیٹ کر آگ دیدی کہ جل گیا۔ اور شاہزادے تعزیت میں مشغول ہوئے۔ آدمی آتے تھے اور اہلبیت کی تعزیت کرتے تھے اور روتے تھے اور کہتے تھے ؎

زیں مصیبت جائے آنداز کہ چشم آفتاب	دامن گردوں ز اشک گوہر آلاید بخون
لیک با حکم خدا نبود اے افتد رجوع	مرجع دل نیست جز انا الیہ راجعون

فصل

نسب اور حسب اور اولاد اور تاریخ وفات حضرت امام اعظم صوفی ابو حنیفہ کوفی نعمان بن ثابتؓ کے اور ان کے دو صاحبوں امام محمد اور امام یوسف رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے۔ اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک بن انسؓ اور حضرت امام حنبلؓ کے

بیان میں ۰

ذکر نسب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اعظم کوفی نعمان رضا ابن ثابت کے آپ بیٹے ثابت اور وہ بیٹے طاؤس اور وہ بیٹے ہرمزاور وہ بیٹے نوشیروان عادل کے ہیں ۰

ذکر حسب امام اعظم رح

ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت تذکرۃ الاولیا میں بیان کیا ہے۔ آپ ریاضت اور مجاہدہ نہایت رکھتے تھے۔ اور اصول طریقت اور فروغ شریعت میں درجہ رفیع اور نظر نافذ تھے۔ اور بہت مشائخ کو دیکھا تھا۔ اور امام جعفرصادق رضی اللہ عنہ سے صحبت رکھتے تھے۔ اور بہت دعام الفضیل اور ابراہیم ادہم اور بشرحافی اور داؤد طائی کے تھے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر گئے۔ اور کہا السلام علیک یا سید المرسلین جواب آیا علیک السلام یا امام المسلمین اور اول کار میں قصد گوشہ نشینی کا کیا ۰

نقل ہے کہ توجہ قبلہ حقیقی سے رکھتے تھے اور خلق سے منہ پھیر لیا تھا۔ اور کمبل اوڑھتا تھا۔ ایک رات خلوت میں دیکھا۔ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں لحد سے جمع کرتا ہوں۔ اس کی ہیبت سے بیدار ہوئے۔ اور اصحاب میں سے ایک سے یہ بھید پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں اور سنت کی حفاظت میں درجہ بزرگی پر پہنچے۔ اور اس میں متصرف ہوگا۔ اور صحیح سقیم سے علیحدہ کریگا۔ اور ایک بار دوسری دفعہ رسول علیہ السلام کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے ابوحنیفہ تجھ کو میری سنت کے اظہار کے واسطے پیدا کیا ہے۔ گوشہ نشینی کا قصد مت کر۔ اور برکات سے اپنے استاد شعبی کے وجود سے پُر ہوئے تھے۔ خلیفہ نے ایک مجمع کیا تاکہ بنام ہر ایک کے ایک کاغذ جاوے۔ بعض استدلال سے بعض مکر سے اور بعض توقف سے پس ایک خادم اس خط کو شعبی کے آگے لے گیا۔ کہ قاضی تھے اور کہا کہ امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ اپنی گواہی اس پر لکھ۔ شعبی نے اور جملہ فقہا نے لکھی۔ پھر ابوحنیفہ رح کے پاس لائے اور کہا امیرالمومنین رح فرماتا ہے اپنی گواہی اس پر لکھ۔ آپ نے کہا امیرالمومنین کہاں ہے۔ کہا گھر۔ کہ ابوحنیفہ خلیفہ کے یہاں آوے یا میں خدمت میں داخل

تو گواہی درست ہو۔ آپ کے ساتھ سختی کی۔ کہ تو غنی اور دوسرے قضا نے تو بھی
تو فضول مت کر۔ اور گواہی لکھ۔ ابو حنیفہؒ نے کہا۔ لہا ما کسبت اُن کا فعل اُن کے
واسطے ہے۔ یہ بات خلیفہ کے کان تک پہنچی شعبی کو بلایا۔ اور کہا شہادت میں
دیدار شرط ہے۔ کہ فلاں بن فلاں نے کہا تو نے مجھ کو کب دیکھا کہ گواہی دی۔ شعبی
نے کہا میں نے جانا کہ آپ کی نشانی اس پر ہے [illegible] جز دیدار کے سب جان سکتا
ہوں۔ خلیفہ نے کہا۔ اس معنی سے حق دور ہے اور یہ جواں عمر دشمن کو بہت ہے۔
ہے۔ بعد ازاں منصور نے کہ خلیفہ تھا اندیشہ کیا۔ کہ قضا آپ کو سپرد و مشورہ کیا
ہر ایک چہار کس سے کہ فحول علماء تھے۔ اتفاق کیا ہے ایک ابو حنیفہ، دوسرے
سفیان، تیسرے شریح، چوتھے شعب بن خرام چاروں کو لئے تھے۔ راہ میں
ابو حنیفہؒ نے کہا۔ میں تم سے ہر ایک سے دانائی کی بات کہتا ہوں۔ سب سنیں کہ
اگر بہتر ہو کہا میں حیلہ سے عہدہ قضا کو آپ سے دفع کروں گا۔ اور سفیان بھاگ
اور شعب دیوانہ بن جاوے۔ اور شریح قاضی ہو۔ سفیان راہ سے بھاگ گئے اور کشتی میں چھپ
گئے۔ اور کہا مجھ کو چھپ رکھیو کہ شرم سے مارا گیا۔ اس حدیث کی تاویل سے کہ رسول صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین جو قاضی ہوا بغیر چھری کے
ذبح کیا گیا۔ ملاحوں نے اُسے چھپا لیا۔ اور یہ تینوں منصور کے آگے گئے۔ اول ابو حنیفہ
سے کہا کہ تم کو قضا قبول کرنا چاہیئے۔ ابو حنیفہؒ نے کہا اے امیر المومنین ایک مرد ہوں غیر
عرب بلکہ ان کے حوالے سے عرب کے۔ واسطے میرے حکم سے راضی نہ ہونگے جعفر
نے کہا یہ کام تیرا ہے نسب سے تعلق نہیں رکھتا ہے اس کو علم چاہیئے۔ ابو حنیفہؒ نے کہا۔
اس کام کے میں لائق نہیں۔ اور اگر جھوٹ کہا تو جھوٹے کو مسلمانوں کا قاضی نہ ہونا چاہیئے۔
تو خلیفہ خدا ہے۔ روا مت رکھ کہ دروغ گو کو اپنا خلیفہ بناوے اور مسلمانوں کے خون کا [illegible]
اس پر کرے۔ یہ کہہ کر نجات پائی۔ شعب بن خرام آگے گئے اور خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا تو
کیسا ہے اور تیرے بیٹے کیسے ہیں۔ منصور نے کہا اس کو باہر کرو۔ کہ دیوانہ ہے۔ پھر شریح
سے کہا تجھ کو قضا کرنا چاہیئے۔ اس نے کہا سودائی ہوں۔ دماغ میں ضعف ہے منصور نے
کہا معالجہ کر تاکہ عقل کامل ہو۔ قضا کا عہدہ شریح کو دیا۔ اور ابو حنیفہؒ کو غلبہ کیا۔ اور پھر اس
سے کلام نہ کیا۔

نقل ہے کہ ایک لڑکوں کی جماعت گیند بازی کرتی تھی۔ ان کی گیند ابو حنیفہؓ کی جماعت
میں گری۔ کوئی لڑکا نہیں جاتا تھا کہ باہر لاوے۔ ایک لڑکے نے کہا میں جاتا ہوں۔ اور نکال کر

لاتا ہوں پس گستاخانہ گیا۔ اور نکال لایا۔ ابو حنیفہؒ نے کہا۔ شاید یہ حلال زادہ نہیں ہے تلاش کیا۔ تو ویسا ہی تھا۔ لوگوں نے کہا۔ اے امام مسلمانوں کے کس سبب سے تم نے جانا۔ آپ نے فرمایا اگر حلال زادہ ہوتا حیا مانع ہوتی +

نقل ہے کہ آپ کا کسی پر کچھ مال تھا۔ اور اس شخص کے محلہ میں ایک شاگرد نے وفات کی۔ امام اس کے جنازہ کی نماز کو گئے۔ آفتاب عظیم تھا۔ دُوسری جگہ سوائے اس مرد کی دیوار کے سایہ نہ تھا۔ لوگوں نے کہا ایک ساعت اس دیوار کے سایہ میں بیٹھ جایئے۔ آپ نے کہا میرا اس کے مالک پر کچھ مال ہے اور اس کی دیوار سے تمتع حاصل کرنا روا نہیں ہے۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کل قرض جر منفعۃ فہو ربوا۔ اگر نفع لوں گا سود ہو گا +

نقل ہے کہ آپ کو قید کیا۔ ایک طلہ سے آیا۔ اور کہا قلم تراش۔ کہ تراشوں۔ ہر چند کہ فائدہ نہ رکھا۔ اس نے کہا کیوں نہیں تراشتا۔ آپ نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اُس قوم سے نہ ہو جاؤں کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے احشروا الذین ظلموا وازواجہم اٹھاؤ ان لوگوں کو کہ جنہوں نے اور ان کی ازواج نے ظلم کیا ہے۔ اور آپ ہر رات تیرہ رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ ایک روز جاتے تھے۔ ایک عورت نے کہا کہ یہ مرد ہر رات پانسو رکعت نماز ادا کرتا ہے! امام نے سُنا اور نیت کی ہمیشہ پانسو رکعت پڑھوں گا تاکہ اس کا ظن سچا ہو۔ دُوسرے روز گزرے۔ لڑکے آپس میں کہتے تھے۔ یہ آدمی جو جاتا ہے ہزار رکعت نماز ہر رات پڑھتا ہے۔ ابو حنیفہ کوفی نے کہا کہ میں نے نیت کر لی۔ کہ اب ہزار رکعت پڑھونگا۔ ایک روز ایک شاگرد نے آپ سے کہا کہ آدمی کہتے ہیں۔ کہ ابو حنیفہ رات کو نہیں سوتا۔ آپ نے کہا۔ کہ میں نے نیت کر لی کہ رات کو نہ سوؤنگا۔ اس نے کہا کیوں آپ نے کہا حق تعالےٰ فرماتا ہے ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا۔ دوست رکھتے ہیں وہ اپنی تعریف کو اس چیز سے کہ نہیں کرتے۔ اب میں پہلو زمین پر نہ لگاؤں گا۔ تاکہ اسی قوم سے نہ ہوں۔ اور بعد اس کے تیس برس صبح کی نماز عشا کی طہارت سے ادا کی +

نقل ہے کہ ابو حنیفہ کے زانو مثل اونٹ کے زانو کے ہو گئے تھے۔ نماز کی کثرت کی وجہ سے +

نقل ہے کہ امیروں کی تعظیم کی آپ نے ہدایت کے واسطے اور پھر آپ کو گمان ہوا۔ کہ میں نے امیروں کی تعظیم کی ہے۔ اس کے کفارہ کے واسطے ہزار قرآن شریف ختم کئے +

کہتے ہیں کہ کبھی قرآن چالیس بار ختم کرتے تھے۔ تاکہ اس سے مشکل مسئلہ حل ہو جاوے۔ نقل ہے کہ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب جمال تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان کو دیکھ بعد اس کے جو سبق پڑھاتے تھے ایک ستون کے نیچے بٹھلاتے تھے کہ مبادا آنکھ اُن پر نہ پڑے +

نقل ہے کہ داؤد طائی رح نے کہا۔ کہ بیس برس امام ابو حنیفہ رح کے پاس میں رہا اس عرصہ میں میں تنہا ہوں یا بھری ہوں ننگی سر نہ ہوئے اور آرام کے واسطے پاؤں نہ پھیلاتے۔ میں نے کہا۔ اے امامِ دین۔ اگر خلوت کی حالت میں پاؤں دراز کر لو۔ تو کیا ہو۔ آپ نے کہا حق ادب کے ساتھ کوشش کرنا خلوت میں زیادہ بہتر ہے +

نقل ہے کہ ایک روز ایک لڑکا مٹی میں کھیل رہا تھا۔ ابو حنیفہ نے کہا ہوش سے ہو۔ تاکہ گر نہ جائے۔ لڑکے نے کہا میرا گرنا سہل ہے۔ اگر گروں گا تنہا گرونگا۔ لیکن تم ہوش رکھو۔ اگر پاؤں پھسلیگا۔ سب مسلمان تمہارے پیچھے پھنس جاویں گے۔ کہ اُن کو اُٹھنا دشوار ہوگا۔ امام کو اس لڑکے کی جدت طبع سے تعجب آیا اور رو دے اور اصحاب سے کہا۔ اگر تم کو کسی مسئلہ میں دلیل روشن ہو۔ تو اس میں میری متابعت نہ کرو۔ اور میری تقلید اپنی حقیقت کے ساتھ نہ کرو۔ اور یہ کمال انصاف ہے۔ ناچار ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ بہت مختلف مسائل میں اقوال رکھتے ہیں +

نقل ہے کہ ایک مرد مالدار امیر المومنین عثمان رض کو دشمن رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو جہود کہتا تھا۔ یہ بات ابو حنیفہ رح تک پہنچی۔ اُسکو بلایا اور کہ تیری لڑکی میں فلاں جہود کو دوں گا۔ اس نے کہا تم مسلمانوں کے امام ہو مسلمان کی دختر جہود کو دینا روا ہے کیونکر روا ہوگا۔ ابو حنیفہ رح نے کہا جب تو جہود کو لڑکی دینی روا نہیں رکھتا۔ تو کیوں کر روا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی لڑکی جہود کو دیتے۔ وہ مرد اس اعتقاد سے باز رہا۔ اور توبہ کی +

نقل ہے کہ ایک روز حمام میں ایک کو برہنہ دیکھ بعض نے کہا فاسق ہے۔ بعض نے کہا دہری ہے۔ ابو حنیفہ رح نے آنکھ بند کر لی۔ اس مرد نے کہا۔ اے امام تیری آنکھ کی روشنی کب سے گئی۔ آپ نے کہا جس روز سے کہ تجھ سے پردہ اٹھا۔ اور کہا کہ جو قدریہ و جبریہ سے مناظرہ تو کرے۔ تو دو سخن ہیں یا کافر ہووے یا اپنے مذہب سے پھر جاوے۔ اس سے کہہ کہ جس خدا نے چاہا کہ علم اُن پر راست ہو اور معلوم علم سے برابر آوے۔ اگر کہیں نہ کافر ہوا اس سبب سے کہ جو کہیں کہ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ علم اس کو ہو

اور علم معلوم کے برابر آوے یہ کفر ہے۔ اگر کسے خدانخواستہ تسلیم ہو اپنے مذہب سے بیزار ہو۔ کہا میں بخیل کی تعدیل نہیں کر سکتا ہوں اور گواہی نہیں سنتا ہوں کہ بخیل اس کو اس پر رکھے۔ کہ استغفار کرے اور اپنے حق سے زیادہ ہے +

نقل ہے کہ ایک مسجد کی عمارت کرتے تھے۔ اور ابو حنیفہؒ سے واسطے تبرک کے چاہا۔ امام پر گراں گذرا۔ آدمیوں نے کہا تم کو تبرک سے غرض ہے جو چاہے دے۔ درست زر دیا۔ بکراہت تمام۔ شاگردوں نے کہا اے امام تم سخی اور عالم ہو۔ اور سخاوت میں ہمت رکھتے ہو۔ اس قدر زر دینا تم پر کیوں گراں گذرا۔ آپ نے کہا۔ کراہت مال کی جہت سے نہ تھی۔ ولیکن یقین سے میں جانتا ہوں۔ کہ مال حلال ہرگز آب و گل کے خرچ میں نہیں جاتا۔ اور میں اپنے مال کو حلال جانتا ہوں۔ جو مجھ سے کچھ چاہا یہ کراہت تھی۔ کہ میرے حلال کے مال میں شبہ ظاہر آتا ہے۔ اس سبب سے میں بڑا رنجیدہ ہوں۔ جب چند روز گزرے۔ وہ درست لوٹ آئے۔ امام خوش ہوئے +

نقل ہے کہ ایک روز بازار میں جاتے تھے۔ ناخن برابر مٹی آپ کے کپڑے پر لگ گئی۔ دجلہ کے کنارہ پر گئے۔ اور دھویا۔ لوگوں نے کہا اے امام مقدار معین نجاست کی کپڑے پر اجازت ہے۔ اس قدر مٹی کو کیوں دھویا۔ کہا ہاں یہ فتوے ہے اور یہ تقوے ہے جیسا کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے داؤد کو وضو کے لئے فرمایا اور نیز اس کو اجازت نہ دی۔ کہ ذخیرہ کرے۔ اور ایک سال عورتوں کا قوت رکھا +

کہتے ہیں کہ جب داؤد طائی مقتدر ہوا۔ ابو حنیفہؒ نے کہا علم کو کام باندھنا اس واسطے کہ جو علم کہ جس کا ربند نہ ہو مثل جسم بے روح کے ہے اور کہتے ہیں۔ کہ وقت کے خلیفہ نے خواب میں دیکھا ملک الموت کو اس سے پوچھا کہ میری عمر کس قدر رہی ہے۔ پانچ انگشت کا اشارہ کیا۔ اس خواب کی تعبیر بہت آدمیوں سے پوچھی معلوم نہ ہوئی۔ ابو حنیفہؒ کو بُلایا۔ اور اُن سے پوچھی۔ آپ نے کہا پانچ علم اس آیہ میں کہ حقتعالے نے فرمائے ہیں۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر یعنے قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے اور مینہ برسنے کا اور وہی ارحام کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور نہ یہ کہ کونسی زمین میں مریگا تحقیق اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور خبردار ہے۔ شیخ بوعلی بن عثمان جلابی کہتے ہیں۔ کہ میں شام میں تھا۔ بلالؓ کی قبر پر سوتا تھا۔ میں نے آپ کو

کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے آئے اور ایک لڑکے کو گود میں لیا جیسا کہ اطفال کو لیتے ہیں نہایت شفقت سے میں آگے بڑھا اور آپ کے پاؤں مبارک پر بوسہ دیا لیکن میں اس تعجب میں تھا۔ کہ یہ لڑکا کون ہے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم بحکم بشرہ آگاہ ہوئے۔ اور کہا یہ تیرا امام ہے ابو حنیفہ رض اور یونس بن حبان نے کہا۔ ابو حنیفہ رح کے دفن کی میں نے قیامت کو خواب میں دیکھا کہ ہجوم خلائق حساب گاہ میں کھڑی تھی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو حنیفہ رح حوض کوثر پر کھڑے تھے اور ان کی سیدھی طرف اور الٹی طرف مشائخ دیکھے اور ایک پیر میں نے دیکھا خوبصورت اور سردار و سفید رو برو پیغمبر علیہ السلام کے۔ اور امام ابو حنیفہ رح کو دیکھا برابر کھڑا ہوا۔ میں نے سلام کیا۔ اور کہا کہ مجھ کو پانی دو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ اجازت دیجئے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پانی دو۔ جام بھر پانی مجھ کو دیا۔ میں نے اور میرے اصحاب نے وہ پیا اور اس میں سے کم نہ ہوا۔ میں نے پوچھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیدھی طرف یہ پیر کون ہے۔ کہا ابراہیم خلیل علیہ السلام اور الٹی جانب ابو بکر صدیق رض ایسے ہی میں نے پوچھا۔ اور انگلیوں سے گرہ باندھتا گیا سترہ آدمیوں تک۔ میں جاگا سترہ عقد پکڑے تھا۔

یحییٰ معاذ رازی رح نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ اور کہا۔ آپ کو کہاں ڈھونڈوں۔ آپ نے فرمایا عند علم ابو حنیفہ رح مناقب اور مجاہدہ اُن کے پوشیدہ نہیں +

ذکر اولاد آنحضرت رضی اللہ عنہ

جاننا چاہئے کہ اولاد آپ کی عربستان میں بہت ہے۔ اور ہندوستان میں بھی ہند کے شہروں میں رہتی ہے۔ چنانچہ آپ کی اولاد سے انہی میں بندگی حضرت قطب العالم شیخ جمال الدین ہانسوی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں۔ بن خواجہ حمید الدین بن شیخ محمد بن سلطان مظفر کوفی بن خواجہ ابراہیم بن خواجہ ابو بکر بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ عبد الرشید بن خواجہ عبد الصمد بن خواجہ عبد السلام امام زادہ بن حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور پسران شیخ جمال الدین قدس سرہ کے شیخ برہان الدین و شیخ کمال الدین کہ یہ مرد ابدال تھے۔ اور عقب نہیں رکھتے تھے۔ اور شیخ برہان الدین مذکور کے

ایک پسر شیخ قطب الدین منور اور ان بزرگوار کے بھی ایک لڑکا تھا شیخ ابراہیم عرف
نور الدین کہ ان کے چار لڑکے تھے شیخ حمید الدین لاولد اور شیخ جمال اور شیخ برہان الدین
اور شیخ ضیاؤ الدین دیگر اولاد شیخ جمال الدین مذکور کی شیخ نور دین مذکور ہانسی ہیں۔ و اولاد
شیخ برہان الدین کی بھی وہاں ہے۔ شیخ اشرف بن شیخ محمد بن شیخ فرید بن شیخ ابوالفتح
بن شیخ فرید بن شیخ برہان الدین بن شیخ نور الدین بن شیخ قطب الدین منور بن شیخ برہان
الدین بن حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی۔ اور بعض اولاد آنحضرت کی اسد ہالہ میں قریب
بوڑیا کے اور سرہند میں ہے۔ اور دیگر اولاد شیخ ضیاؤ الدین کی شیخ نور الدین چھ کوس
میں اور پانی پت میں حضرت قدوۃ المحققین برہان العاشقین۔ شیخ شرف الدین بو علی
قلندر قدس سرہ العزیز۔ گنگوہ میں حضرت شیخ عبد القدوس قدس سرہٗ کہ ان کے دس
لڑکے تھے۔ از انجملہ چھ لڑکے اولاد رکھتے ہیں۔ شیخ عبد الحمید شیخ رکن الدین شیخ احمد
اور شیخ علی اور شیخ الاسلام اور شیخ محمد اور دوسرے لڑکے شیخ عبد الحمید مذکور کے
شیخ عبد الصمد شیخ مظفر اور شیخ جلال۔ شیخ عبد الصمد مذکور کے ایک لڑکا تھا شیخ فتح
اللہ۔ اور شیخ فتح اللہ کے دو لڑکے تھے۔ شیخ ظاہر محمد اور شیخ صادق محمد۔ اور شیخ
مظفر مذکور کے دو لڑکے تھے۔ شیخ شبلی اور شیخ عبد الرحیم۔ اور شیخ عبد الرحیم کے دو لڑکے
تھے۔ شیخ عبد الحمید اور شیخ بایزید اور شیخ رکن الدین بن شیخ عبد القدوس مسطور کے
چار لڑکے تھے۔ شیخ عزیز اللہ اور شیخ قطب الدین اور شیخ فضل اللہ اور شیخ عبد اللہ۔
اور شیخ قطب الدین مرقوم کے تین لڑکے تھے۔ شیخ نجم الدین ضیاؤ الدین شیخ شرف
الدین۔ شیخ نجم الدین مذکور کے ایک لڑکا تھا۔ شیخ حسن اور شیخ شرف الدین کے
ایک لڑکا تھا شیخ خواجہ محمد۔ اور شیخ فضل اللہ مسطور کے ایک لڑکا تھا شیخ ظاہر
اور شیخ عبد اللہ مسطور کے ایک لڑکا تھا شیخ ابو المعالی۔ اور شیخ احمد بن شیخ عبد القدوس
کے سات پسر تھے۔ شیخ الاسلام اور شیخ عبد النبی صدر الشہید قدس سرہٗ اور شیخ
عبد الغنی اور شیخ قاسم اور شیخ عالم اور میاں شیخ اور صدر الدین اور شیخ یحییٰ اور شیخ
عبد النبی قدس سرہٗ کے ایک لڑکا تھا شیخ غلام محمد۔ اور چار لڑکیاں تھیں کہ ان سے
اولاد ہے۔ اور شیخ مذکور کے ایک لڑکا شیخ نصر اللہ کہ شاہ آباد میں متوطن ہیں۔
اور شیخ مرقوم کے دو لڑکے تھے۔ شیخ صفی اور شیخ مودود اور شیخ مودود کے تین
لڑکے تھے۔ شیخ پیر اور شیخ شریف اور شیخ جان محمد کہ یہ بھی شاہ آباد میں متوطن ہیں۔
و شیخ عالم مذکور کے تین لڑکے تھے شیخ جنید شیخ منجھا اور شیخ نصر الدین اور شیخ

جنید کے ایک لڑکا شیخ تاج محمود اور شیخ تھا کے ایک لڑکا تھا شیخ سلطان اور جہان شیخ کے دو لڑکے تھے شیخ فرید اور شیخ غریب محمد اور شیخ فرید کے تین لڑکے تھے۔ شیخ جمال محمد اور شیخ صادق محمد اور شیخ جان محمد اور شیخ صدر الدین مذکور کے ایک لڑکا شیخ عبداللہ کہ شاہ آباد میں ساکن ہیں۔ اور شیخ علی مذکور کے تین لڑکے تھے شیخ یوسف اور شیخ نور محمد اور شیخ مغیث کے دو لڑکے تھے شیخ عبدالرحمن اور شیخ عبدالواحد اور شیخ عبدالرحمن کے بھی دو لڑکے تھے۔ اور شیخ عبدالواحد کے ایک لڑکا ہے اور شیخ نور محمد مذکور کے دو لڑکے تھے۔ شیخ ابو سعید اور شیخ عبدالرزاق اور شیخ الاسلام مذکور کے دو لڑکے تھے۔ شیخ کبیر مجذوب اور شیخ محمود۔ اور شیخ کبیر مذکور کے چار لڑکے تھے شیخ عبدالرحمن اور شیخ مصطفےٰ اور شیخ عبدالرسول اور شیخ قدسی کہ ایک لڑکا رکھتے تھے شیخ علی اکبر اور شیخ محمود مذکور کے ایک لڑکا تھا شیخ حامد کہ اُس کے دو بیٹے تھے۔ شیخ ابو محمد اور شیخ یوسف محمد اور شیخ محمد بن عبدالقدوس مرقوم کے دو لڑکے تھے شیخ رفیع الدین اور شیخ بدرالدین اور شیخ رفیع الدین کے تین لڑکے تھے شیخ زاہد شیخ مجاہد شیخ عابد اور ایک لڑکا شیخ مجاہد کے تھا شیخ پیر محمد اور شیخ عابد مذکور کے ایک لڑکا تھا شیخ شاہ محمد اور شیخ بدرالدین کے دو لڑکے تھے۔ شیخ حبیب محمد اور شیخ حبیب محمد کے چار لڑکے تھے۔ اور الحمد دو لڑکے زندہ ہیں شیخ فتح محمد اور شیخ عبداللطیف اور دیگر اولاد حضرت امام اعظم کی بہت ہے۔ جو فقیر نے سنی تھی۔ اور نیز جواہر جلالی میں بیان کرتے ہیں ؕ

وفات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

بشر بن ولید سے روایت ہے کہ ابو حنیفہؒ نے خلیفہ منصور کے عہدہ قضا کی نہ قبول کیا تھا خلیفہ نے ان کو مارا اور قید کر دیا اور قید خانہ میں پیر کے روز انتقال فرمایا۔ تب عہدہ قضا پیش کیا۔ آپ نے انکار فرمایا۔ خلیفہ نے قسم کھائی کہ اگر نہ قبول کرینگے۔ تو نہیں چھوڑوں گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ عہدہ قضا قبول نہیں کرونگا۔ خلیفہ کے خواص نے کہا قبول کر لو خلیفہ نے قسم کھائی ہے۔ ابو حنیفہؒ نے کہا کیسے قبول کروں جبکہ میں نے بھی قسم کھائی ہے خلیفہ بنسبت میرے کفارہ دینے پر قادر ہے۔ اور میں نہیں ادا کر سکتا۔ پس خلیفہ نے دیا۔ اور قید کر دیا۔ ہر جمعہ کے روز نکلوا کر دس درے لگائے جاتے تھے اور دروازہ تک لاتا تھا۔ یہانتک کہ قید میں وفات پائی ماہ رجب

سن ۱۸۴ہجری تھی +

ذکر نسب اور وفات امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بیٹے عبداللہ بن طاؤس بن ہرمز بن نوشیروان عادل کے تھے ان کی وفات بتاریخ ۲۷۔ رمضان ۱۸۹ہجری میں ہوئی +

ذکر نسب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

امام القاضی رضہ بیٹے منصور بن محمد بن علی بن حضرت عبداللہ بن حضرت عباس رضہ کے تھے۔ وفات ان کی ۲۷۔ رجب ۱۸۲ہجری میں ہوئی +

ذکر نسب اور تاریخ وفات حضرت امام شافعی رضہ

امام موصوف بیٹے ادریس بن عثمان بن عبید بن یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبد مناف کے تھے۔ وفات ان کی شب جمعہ بتاریخ ۲۶۔ ماہ رجب ۲۰۴ہجری میں مدت عمر آنحضرت کی ۵۴ سال تھی +

ذکر نسب اور وفات حضرت امام مالک رضہ

امام موصوف بن انس بن مالک رضہ ۷ شعبان کو وفات پائی۔ اور امام احمد حنبل کی وفات عزہ ۱۰ شوال ۲۴۱ہجری ہے +

باب ۲

نسب: در بعض احوال حضرت قطب الاقطاب خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہٗ کا اور تعداد اولاد کی کہ پشت آنحضرت سے ظہور میں آئے۔ اور حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کے بیان میں۔ اور نسب اور حسب اور ازداج اور اولاد اور ولادت اور تاریخ وفات حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہ کا بیان۔ اور ذکر خلفائے عظام آنحضرت کا۔ اور ذکر حسب اور اولاد حضرت شیخ نجیب الدین متوکل برادر حقیقی آنحضرت کا۔ اس باب میں بارہ فصلیں ہیں +

فصل ۱

بیان نسب و بعض احوال حضرت سراج المحققین برہان العاشقین خواجہ ثقلین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ معین الملۃ والشرع والدین حسن قدس سرہ العزیز کا۔

نسب آنحضرت کا ۱۷ واسطہ سے حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے اس ترتیب سے کہ حضرت خواجہ معین الدین بن غیاث الدین حسن سنجری بن کمال الدین حسن احمد بن سید طاہر بن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن امام محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام تقی بن امام نقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امیر المومنین امام حسین شہید دشت کربلا بن حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ بن ابیطالب عم نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور بعض احوال آنحضرت میں نقل ہے سیر العارفین سے تصنیف مولینا جمال دہلوی سے

مثنوی

آں شہنشاہ جہان معرفت	ذات او بیروں ز ادراک و صفت
خسرو ملک فنا بے تخت و تاج	از خود و از غیر خود بے احتیاج
غرق بحر صدق از صدق و صفا	از خودی بیگانہ با حق آشنا
کردہ ملک ہمتش ز اوج کمال	بیضۂ افلاک را در زیر بال
اختر برج سر لم یزل	گوہر درج کمال بے بدل
آں معین الدین ملت بے نظیر	فارغ از دنیا بملک دین امیر
در ثنائے او جمالے را چہ حد	فیض او باید کہ فرماید مدد

آپ مشائخ کبار میں مشہور اور معروف تھے اور روز مرہ ابرار میں لعبد عنہ اللہ موصوف۔ پیدائش آپ کی سنجرستان میں ہے۔ اور نشو و نما خراسان میں۔ پدر بزرگوار آپ کے خواجہ غیاث الدین حسن نہایت اصلاح سے آراستہ تھے اور فلاح سے پیراستہ۔ جب وفات پائی آنحضرت قدس سرہ کو ۱۵ سال کا چھوڑا۔ مالک ایک باغ انگوروں کے تھے۔ اس سے تنفیہ حال فرماتے تھے۔ وہاں ایک مجذوب تھے۔ ابراہیم قندزی ناگاہ آپ کے باغ میں آن وارد ہوا۔ آپ درختوں کو پانی دیتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ابراہیم قندزی آتا ہے دوڑے اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور درخت کے نیچے بٹھلایا۔ اور انگور کے خوشے پیش کئے اور آپ با ادب دوبرو بیٹھے۔ ابراہیم مجذوب نے ایک کھلی کا ٹکڑا بغل سے نکالا اور اپنے دانتوں میں چبایا اور منہ سے نکالا۔ اور اپنے ہاتھ سے حضرت کے دہن مبارک میں ڈالا۔

مجرد اس کے کھانے کے نور باطن میں چمکنے لگا۔ چنانچہ آپ کا دل املاک اور گوہر سے سرد ہوگیا۔ بعد دو تین روز کے سب اسباب اور املاک بیچ ڈالا۔ اور درویشوں پر لٹا دیا۔ اور سفر کیا۔ ایک مدت سمرقند اور بخارا میں رہے۔ اور قرآن حفظ کیا۔ اور علم ظاہری پڑھا۔ اور وہاں سے عراق عرب کا قصد کیا۔ جب قصبہ ہارون میں کہ نواحی نیشاپور سے ہے پہنچے حضرت شیخ المشائخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کو پایا۔ ڈھائی برس ان کی خدمت میں رہے اور ریاضت اور مجاہدے کئے۔ جب سرانجام کار انجام کو پہنچا حضرت شیخ عثمان ہارونی سے خلافت پائی۔ اور رخصت لے کر چاہا کہ بغداد جاویں۔ قصبہ سنجار میں آئے۔ اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ وہاں تھے وہ لے ڈھائی ماہ وہاں رہے۔ وہاں سے قصبہ جیال میں آئے اور حضرت شیخ المشائخ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو پایا۔ حضرت اس وقت قصبہ جیال میں تھے۔ جگہ بہت پُرفیض ہے نہایت کمال کے ساتھ اور ہوا نہایت اعتدال کے ساتھ کوہ جودی کے تحت میں واقع ہے۔ جہاں کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی ٹھہری تھی جیسا کہ قرآن میں ہے واستوت علی الجودی۔ یہ درویش بھی وہاں بغداد سے پہنچا ہے۔ وہاں معلوم کیا کہ حضرت سلطان المشائخ والاولیا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی نے قصبہ کی زمین کو خرید کر اولاد کو وقف کیا ہے۔ چنانچہ اولاد پاک ان واد رسا حب پ د۔ اس قصبہ میں رہتے ہیں۔ اور تبرہ مطہرہ حضرت سلطان کا بغداد میں ہے۔ اور قصبہ جیال بغداد سے سات دن کی راہ ہے۔ وہاں حضرت خواجہ علیہ الرحمت نے حضرت پیران پیر کو پایا۔ پانچ دو ساتھ روز صحبت میں رہے۔ اور انواع فیض اور جمعیت باطن نعمت سے آپ کی میسر ہوئی چنانچہ اب تک حجرہ متبرکہ خواجہ معین الدین کا وہاں واقع ہے۔ کہ آدمی وہاں سے فیض لیتے ہیں اور تعمیر کرتے ہیں۔ یہ درویش بھی وہاں مشرف ہوا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ بعد دریافت صحبت کے خواجہ قدس سرہٗ بغداد میں آئے۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ ضیاء الدین قدس سرہٗ شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ کے پیر سے ملاقات کی۔ ایک مدت ان کی صحبت سے خوش ہوئے اس زمانہ میں شیخ اوحدالدین قدس سرہٗ ابتدائی سلوک میں بغداد میں تھے۔ شیخ حسام الدین چلپی سے کہ خلیفہ بزرگ مولانا جلال الدین قدس سرہٗ صاحب مثنوی کے ہیں +

منقول ہے کہ شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ خرقہ خلافت کا حضرت شیخ المشائخ خواجہ معین الدین قدس سرہٗ سے لیا۔ اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین قدس سرہٗ بھی ابتدائے حالت میں ان صاحب کمال کی صحبت میں پہنچے ہیں۔ اور نیز نقل ہے کہ شیخ حسام الدین چلپی

رحمۃ اللہ علیہ سے کہ حضرت شیخ المشائخ خواجہ معین الدین بغداد سے ہمدان میں آئے شیخ یوسف ہمدانی کو پایا۔ وہاں سے تبریز کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت شیخ المشائخ ابو سعید تبریزی کہ پیر حضرت جلال الدین تبریزی کے تھے اُن کو پایا۔ اور وہ ایک شیخ بزرگ اور عالی ہمت اور مجرد و متوکل ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان الاولیا شیخ نظام الدین محمد بدایونی سے منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو سعید تبریزی قدس سرہ کے ستر مرید کامل مثل شیخ جلال الدین تبریزی کے تھے +

نقل ہے کہ حضرت شیخ المشائخ فرید الملۃ والدین قدس سرہ سے کہ اپنے پیر حضرت قطب الملۃ والدین بختیار اوشی سے روایت کرتے ہیں یعنے حضرت ملک المشائخ والاولیا خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ کو عجیب ریاضت اور مجاہدہ تھا۔ کہ بعد سات روز کے ایک ٹکیہ مقدار پانچ مثقال کی پانی سے تر کرکے افطار فرماتے تھے +

نقل ہے کہ سلطان المشائخ والاولیا نظام الدین محمد بدایونی قدس سرہ سے کہ آنحضرت کی پوشش دوہرا کپڑا تھا۔ جیسے زدہ بغل بند اگر کہیں پھٹ جاتا تو پاک للہ جس قسم کا ملتا اس کا پیوند لگا لیتے تھے۔ جب اصفہان میں پہنچے شیخ محمود اصفہانی قدس سرہ کو کہ مشائخ کبار سے تھے پایا۔ اس زمانہ میں خواجہ قطب الدین بن موسیٰ اوشی کہ ایک قصبہ ہے ماوراء النہر سے چاہتے تھے کہ مرید شیخ محمود کے ہوں۔ جب حضرت خواجہ معین الدین کو دیکھا۔ آپ کے مرید ہو گئے۔ اور حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ نے وہی دوہرا کپڑا کہ آپ پہنتے تھے آپ کو دیا۔ چنانچہ انہوں نے یعنے قطب الدین سے وہی دونہیہ رحلت کے وقت شیخ فرید الدین قدس سرہ کو وصیت کی حضرت حمید الدین ناگوری کو دیا۔ کہ اس کو فرید الدین مسعود کے سپرد کر دو +

فوائد الفواد میں بیان کرتے ہیں۔ کہ اس دوتہ مرقع کو کس نے دیکھا۔ شاید آخر الامر انہیں کو پہنچا ہو منقول ہے جب حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ نے خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ سے خرقہ پایا۔ باون سال کے تھے مشغولی اعظم رکھتے تھے۔ تنہا مسافرت کرتے۔ اور بہت پہنچتے زیادہ گورستان میں رہتے تھے۔ اور ہر روز دو کلام اللہ ختم کرتے تھے۔ جہاں ذرا بھی شہرت پاتے۔ یا کوئی ان کے احوال پر مطلع ہوتا۔ وہاں سے ایسے مسافر ہوتے کہ کوئی واقف نہ ہوتا۔ چنانچہ حضرت شیخ ہارونی کو دل سے بہت محبت تھی جس وقت خواجہ معین الدین قدس سرہ نے اُن سے رخصت پا اور بغداد کی طرف متوجہ ہوئے بعد چند سال کے حضرت سلطان المشائخ شیخ عثمان ہارونی فرط محبت سے ان کی طلب میں اپنے مقام سے گئے۔ بعد

چند روز کے جس مقام میں پہنچے اس زمین میں ایک مغاں رہتا تھا اور آتشکدہ اُس نے بنایا تھا اور آگ وہاں جلا رکھی تھی۔ اُس کے اوپر ایک اینٹوں کا گنبد بنایا تھا ہر روز بیس گٹھے لکڑی اُس میں مقرر تھیں جو اس میں ڈالتا تھا۔ جب حضرت شیخ موصوف وہاں پہنچے تعصب سے دُور ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ حضرت شیخ کا ایک خادم فخرالدین نام تھا۔ اس کو بھیجا کہ آگ لا دے تاکہ روٹی افطار کی تیار کریں۔ خادم مذکور وہاں پہنچا۔ آٹا خریدا۔ اور آگ کے واسطے اُس آتشکدہ میں آیا۔ چاہا کہ آگ لے۔ اس جگہ مغاں بہت تھے اس کو آگ کے گرد جانے کی اجازت نہ دی۔ خادم مذکور نے صورت حال شیخ سے بیان کی۔ شیخ نے جس درخت کے نیچے نزول فرمایا تھا۔ وہاں ایک چشمہ تھا۔ اس سے وضو کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اور آتشکدہ کی طرف متوجہ ہوئے جب نزدیک پہنچے دیکھا کہ ایک پیر مغ کرسی کے تختہ پر آتشکدہ کی طرف متوجہ بیٹھا ہے۔ اور ایک لڑکا سات برس کا اس کی گود میں ہے۔ اُس مغ کا مختیا نام تھا۔ جب حضرت شیخ وہاں پہنچے۔ مغ مذکور سے پوچھا کہ یہ آگ کیوں پوجتے ہو؟ اس سے کیا فائدہ ہے؟ خدا کو کیوں نہیں پوجتے؟ آگ جس کی بنائی ہوئی ہے۔ مغ نے جواب دیا کہ ہمارے دین میں آگ کا وجود بڑا ہے کیوں نہ پوجیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اتنی عمر آگ کو کہ ذرا سے پانی سے بجھ جاتی ہے صدق دل سے پوجا ہے یہ کر سکتا ہے کہ ہاتھ پاؤں اس میں تو ڈالے۔ اور وہ نہ جلے مغ نے جواب دیا کہ اس کا کام اور خاصیت جلانے کی ہے کس کو اتنی طاقت ہے کہ اس کے نزدیک جاوے۔ جب حضرت شیخ نے مغ کا جواب سُنا اُس کی گود میں جو لڑکا تھا اس کو لے لیا اور آگ کی طرف دوڑے۔ تمام مغ فریاد کرنے لگے۔ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا۔ اور آیہ قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علیٰ ابراہیم پڑھا اور نیز آتشکدہ کی آگ میں قدم رکھا۔ اور بمقدار چار ساعت بخوبی اس میں رہے کوئی اثر نمودار نہ ہوا۔ اور غلبہ فریاد مغاں سُنے جاتے تھے۔ اور وہاں سے نہیں ہٹتے تھے۔ چند ہزار مغ آتشکدہ کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ بہت دیر کے بعد اس آتشکدہ سے باہر آئے شیخ کے خرقہ پر اور اس طفل پر دھواں بھی نہ پہنچا تھا۔ مغوں نے طفل سے پوچھا کہ وہاں کیا حال تھا۔ طفل نے جواب دیا کہ میں سوائے گل و گلزار کے کچھ نہیں دیکھتا تھا۔ اور میں حضرت شیخ کے قدم کے نیچے خوشی کرتا تھا۔ مغوں نے طفل سے جب یہ بات سُنی اور وہ معاملہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا دیکھا۔ یکبارگی سر قدم پر حضرت شیخ کے رکھا۔ اور پاؤں کی خاک پر گر پڑے۔ اور سب ایمان سے مشرف ہوئے۔ حضرت شیخ نے ایک مدت وہاں اقامت فرمائی۔ اور اس مختیا کو کہ اُن کا پیر تھا تربیت فرمائی۔ اور شیخ عبداللہ نام رکھا۔ چنانچہ شیخ عبداللہ مذکور ایک اولیا سے ہوا۔ اور اس طفل کو کہ

آتشکدہ میں ڈالے گئے تھے ابراہیم نہ رکھے۔ وہیں ایک اہل ولایت سے ہوا چنانچہ
اس آتشکدہ کو گرا دیا۔ اور عمدہ عمارت بنائی۔ مقبرہ شیخ عبداللہ اور شیخ ابراہیم کا وہیں ہے بہت
متبرک اور عظیم گورستان ہے۔ چنانچہ فقیر وہاں پہنچا ہے اور دو ہفتہ رہا۔ اور بہت فیض حاصل کیا
اور وہاں کے آدمیوں سے تحقیق کیا کہ حضرت شیخ عثمان ہارونی ڈھائی برس اس جگہ ساکن رہے
ہیں۔ خانقاہ آپ کی وہاں موجود ہے۔ اور حضرت شیخ معین الدین قدس سرہٗ تبریز سے تمنہ
اور خرقان کی طرف آئے۔ اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ نے اسی سال رحلت فرمائی تھی۔ اور
حضرت شیخ ابوالخیر تمنہ میں تھے۔ اُن سے ملے۔ یوں کہتے ہیں کہ شیخ مذکور دو برس کے قریب
اس نواحی میں رہے اور وہاں سے استرآباد آئے۔ شیخ ناصرالدین استرآبادی کی صحبت سے
مشرف ہوئے۔ وہ بڑے شیخ عظیم القدر اور کامل الذات تھے۔ ایک سو ستر برس کی عمر
تھی۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی اور حضرت ابوسعید ابوالخیر نے حضرت شیخ ناصرالدین قدس سرہٗ
کی صحبت پائی تھی۔ اور شیخ مذکور کی مجالست اور موانست سے تفاخر کرتے تھے۔ اور حضرت
شیخ ناصرالدین استرآبادی کا دو واسطے سے پیوند حضرت سلطان العارفین شیخ طیفور بایزید
بسطامی قدس سرہ السامی سے تھا۔ چنانچہ یہ داعی بھی ان مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی
زیارت کو پہنچا۔ اور اپنا رخسار ان کے آستانہ کے خاک سے ملا۔ بعد دریافت صحبت
شیخ ناصرالدین قدس سرہٗ کے حضرت شیخ معین الدین استرآباد سے ہرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک
مدت وہاں رہے۔ اور حضرت کی عادت تھی۔ ایک جگہ میں کم ٹھیرتے تھے روزانہ سیر تھی۔ اور اکثر
شبوں میں حضرت شیخ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ کی تربت کو آرام کرتے۔ سوائے ایک درویش
کے آپ کی خدمت میں کوئی ملازم نہ ہوتا تھا۔ اغلب فجر کی نماز عشا کے وضو سے ادا کرتے تھے
اور ہمیشہ دن سیر میں رہتے۔ اور وہاں سے جب شہرت ہوئی۔ اور خلق ایکبارگی متوجہ ہوئی۔
سبزوار میں آئے۔ وہاں ایک حاکم تھا۔ محمد یادگار نام بڑا سخت مزاج اور کج طبیعت اور فاسق
اور رفض میں مشہور تھا۔ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا۔ اور جس کو
ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے نام سے پاتا۔ اس کو بڑی ایذا پہنچاتا۔ اور درد اور اس کی ایذا رسانی
کے درپے ہوجاتا تھا۔ اس کا اسی شہر میں ایک باغ تھا۔ وہاں ایک عمدہ حوض اور عمارت
بنائی تھی۔ وہاں آکر شراب اور انواع فسق میں مشغول ہوتا تھا۔ حضرت شیخ معین الدین جب
سبزوار میں پہنچے۔ اول روز اسی باغ میں آئے۔ اور اسی حوض سے غسل کیا۔ اور دوگانہ ادا
فرمایا۔ اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوئے۔ اتفاقاً اسی روز یادگار محمد اس باغ میں متوجہ ہوا۔
جو درویش ہمراہ حضرت شیخ معین الدین قدس سرہ کے تھا۔ اُس نے حضرت شیخ سے عرض کی

کہ فراش باغ کے دروازہ تک پہنچے ہیں۔ اور وہ پیچھے سے آتا ہے مصلحت ہے کہ حضرت
اس باغ سے نکل چلیں کہ وہ مرد قوی اور نالائق ہے۔ حضرت شیخ اُس کے کہنے پر ملتفت نہ ہوئے
اور اُس سے فرمایا۔ کہ سرو کے سایہ میں جو ہمارے قریب ہے بیٹھو۔ اس درمیان فراش یادگار
محمد کے پہنچے۔ اور تعلین خاص اُس کا حوض کے کنارے پہنچایا۔ اور شیخ کی عظمت اور دہشت
سے نہ کہہ سکے کہ حضرت کو اٹھاویں اور منع کریں۔ اسی اثنا میں یادگار محمد پہنچا۔ حضرت شیخ اپنی
جگہ سے نہ ہلے۔ جب اس کی نظر حضرت شیخ پر پڑی کانپنے لگا۔ اور اُس کے چہرہ کا رنگ دگرگوں
ہوا۔ اور حضرت شیخ کی عظمت اور شوکت سے اُس کے تمام نزدیکوں اور مصاحبوں میں دہشت
زیادہ ہوئی اور وہ لرزاں اور ترساں آنحضرت کے پاؤں پر گرے۔ اور دست بستہ مقابل کھڑے
ہوئے۔ حضرت شیخ نے اس کی طرف تیزی سے نظر کی۔ طرفۃ العین میں بے طاقت ہوا۔ اور
گریبان چاک کیا۔ جب حاضران مجلس نے یہ دیکھا۔ سب نے سر زمین پر رکھا۔ اور حضرت شیخ
نے اپنے درویش سے فرمایا کہ تھوڑا پانی حوض سے لے اور ان کے منہ پر مار۔ درویش مذکور
نے حضرت شیخ کے اشارہ سے ویسا ہی کیا۔ بعد تھوڑی دیر کے یادگار محمد ہوش میں آیا۔ اور
سر زمین پر رکھا۔ اور حضرت شیخ نے بلند آواز سے فرمایا کہ تو نے توبہ کی۔ اُس نے بعجز تمام توبہ
کی اور جواب دیا کہ میں نے توبہ کی۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ اپنے خواب غفلت سے
باز آیا۔ اس نے کہا واللہ باللہ ثم باللہ میں نے چھوڑا۔ معلوم نہیں کہ اس نے معنے میں
کیا دیکھا۔ کہ یکبارگی ڈرا اور کانپا اور بیہوش ہوا۔ بعد ازاں حضرت شیخ معین الدین نے
فرمایا کہ وضو کر اور دوگانہ شکرانہ توبہ کا ادا کر۔ اُس نے ویسا ہی کیا اور شیخ کے قدم پر
سر رکھا۔ اور ہاتھ ارادت میں دیا۔ اور مرید ہوا۔ اور سب اُس کے مصاحب تائب ہوئے
کہتے ہیں جس روز کہ یادگار محمد تائب ہوا اور بیعت سے مشرف ہوا۔ جو اسباب اور نقد
کہ اس کے ملک میں تھا حضرت کے آگے تذکرہ کر کر نثار کر دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ
سب دشمنوں کو راضی کر اور جس سے تو نے ظلم سے لیا ہے اس کا دیدے تاکہ حضرت حق تعالیٰ
تجھ کو توبہ میں استقامت دے اور اپنی رحمت کی نظر کرے۔ یادگار محمد نے ویسا
ہی کیا۔ جب حضرت نے اشارہ فرمایا ور تمام لونڈیاں اور غلام آزاد کر دیئے۔ اور جو کچھ اس
کے پاس تھا سب کو بخشدیا۔ اور دو عورتیں رکھتا تھا۔ دونوں کو مطلقہ کیا۔ اور دل و جان
محبت اور مودت و ارادت اور اعتقاد میں حضرت شیخ کے ہاتھ دیا۔ اور یک دم [illegible]
حق سے ہوا ۔

یہ حکایت مولانا محمد بلخی سے ہے کہ ایک بزرگ سبزوار سے ہیں۔ اور مدح ور

تقویٰ میں مشہور ہیں۔ اس حقیر کا جب تک سبزوار میں گزر ہوا سنی گئی۔ بعد ازاں حضرت
زبدۃ المشائخ معین الحق والدین قدس سرہٗ سبزوار سے شادماں سے آئے۔ محمد یادگار بھی
آپ کے ہمراہ تھا۔ اس کو بھی اس مقام میں مقرر کیا۔ چنانچہ قبر اس کی وہیں ہے۔ وہاں سے بلخ
میں حضرت خضرویہ قدس سرہٗ کے مقام میں آئے۔ چند ماہ اقامت فرمائی۔ مولانا ضیاء الدین
حامد حکیم بلخی وہاں موجود تھے۔ مولانا مذکور کو علم تصوف پر ہرگز اعتقاد اور اعتماد نہ تھا چنانچہ
اکثر اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ علم تصوف ہذیان ہے۔ کہ تپ زدے اور مسلوب العقل
اس کو زبان پر لاتے ہیں۔ ہرگز اہل تصوف پر اعتقاد نہ کرتے تھے۔ اور اس قوم پاک فرجام کے
حق میں سخن غیر اور دشنام زبان پر لاتے تھے۔ ان کا نواحی بلخ میں ایک گاؤں تھا۔ وہاں مدرسہ
اور باغ تھا۔ زیادہ اس موضع میں رہتے تھے اور سبق حکمت کا پڑھاتے۔ حضرت زبدۃ المشائخ
معین الحق والدین کے ایک دستہ تیر اور کمان اور چقماق اور نمکدان کہ وہ خادم کے پاس رہتے
تھے۔ جب کبھی آبادی سے گزر بیابان میں ہوتا شکار کرتے اور اس سے بے شبہ افطار کرتے
تھے۔ ناگہاں آپ کا گزر مولانا ضیاء الدین کے موضع میں ہوا۔ اس روز ایک کلنگ تیر سے
مارا تھا۔ چاہا کہ اس کے کباب بنا دیں اور کھا دیں۔ ایک درخت کے نیچے جلوس فرمایا اور
خادم کو اشارہ فرمایا کہ آگ جلاؤ اور کباب بناؤ۔ اور خود دوگانہ میں مشغول ہوئے۔ مولانا
ضیاء الدین حکیم کا وہاں گزر ہوا۔ دیکھا کہ ایک درویش نماز میں مشغول ہے اور خادم کلنگ
کے کباب بناتا ہے۔ مولانا بھوکے تھے۔ چاہا کہ تھوڑی دیر اس درخت کے نیچے کہ
حضرت قدس سرہٗ جہاں مشغول تھے بیٹھیں اور اس کباب سے چند لقمے کھا دیں۔ بعد
تبلیغ اور تصریح نماز اس پاک ذات کے مولانا ضیاء الدین حکیم کو طاقت نہ ہوئی کہ سر آپ کے
قدم مبارک پر نہ لائے ہوں لیکن بہ تکلف تمام آپ کو باز رکھا سلام کیا اور آگے بیٹھے۔
اس وقت خادم حضرت کا کباب لایا۔ اور حضرت شیخ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور
ایک ران اس کلنگ کی جدا کی اور مولانا ضیاء الدین کے آگے رکھی اور دوسری ران سے
گوشت کا ٹکڑا خود تناول فرمایا۔ مولانا ضیاء الدین حکیم نے جو اس سے لقمہ کھایا تو سینہ کے
اندر جو ظلمت فلسفیوں نے استقرار پایا تھا۔ اس کے آثار کل دور ہو گئے۔ اور اس ظلمت
کی جگہ انوار اسرار معرفت کے پیدا ہوئے۔ چنانچہ مولانا مذکور کو اس نور کے ظہور سے کوئی
چیز وجود میں نہ رہی۔ بعد تھوڑی دیر کے حضرت شیخ نے اپنا پس خوردہ ان کے منہ میں ڈالا۔
اور مولانا کو اس حال سے خوشی ہونے لگی۔ اور مولانا ظہیر بلخی سے سنا گیا ہے۔ کہ جب
مولانا ضیاء الدین کو اسرار وحدت کے انوار کی مناسبت حاصل ہوئی تمام کتب فلسفیات

کا پانی میں ڈبو دیا۔ آپ کو اسباب دنیاوی دنیا سے خالی کیا اور آپ کے مرید ہو لئے! اور تمام شاگرد بھی بیعت سے مشرف ہوئے۔ مولنا ضیاؤالدین کو بھی وہاں متعین کیا۔ اور خود قصد غزنی کا فرمایا۔ حضرت شمس العارفین عبدالواحد قدس سرہٗ کہ پیر شیخ نظام الدین ابوالموئد کے ہیں۔ وہاں تھے۔ اُن سے ملاقات کی۔ اور وہاں سے لاہور پہنچے حضرت شیخ المشائخ پیر علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز کہ الفقیر من لیس قلب له ولا رب له ان کا قول ہے۔ اُسی سال رحلت فرما گئے۔ ولیکن حضرت شیخ المشائخ شیخ حسین زنجانی کہ پیر حضرت سعدالدین حمونہ قدس سرہٗ کے ہیں زندہ تھے۔ آپ کے اور ان کے درمیان اتحاد حد سے زیادہ واقع ہوا۔ مگر ان ایام میں شہاب الدین مشہور بسلطان معزالدین محمد طاب ثراہ نے دہلی کو فتح کیا۔ اور سلطان قطب الدین ایبک کو کہ غلام اس کا تھا۔ دہلی کے دارالخلافت میں چھوڑا اور غزنی کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اثنا راہ میں رحمت حق سے جا ملا۔ حضرت معین الدین قدس سرہٗ حضرت شیخ زنجانی سے رخصت لے کر متوجہ دہلی کے ہوئے۔ جب اس مبارک جگہ پہنچے چند ماہ آرام فرمایا۔ وثاق متبرکہ وہاں تھے کہ قبر شیخ رسید مکی کی اب تک وہاں ہے اور ابھی ان کی مسجد کے آثار کی محراب قائم ہے۔ جب اژدہام خاص و عام کا زیادہ ہوا۔ دہلی سے طرف خطہ اجمیر کے متوجہ ہوئے۔ اس مقام نیک فرجام نے اگرچہ رونق اسلام کی پائی تھی لیکن غلبہ کفار نگونسار کا مقدار ایک فرسنگ کے قائم تھا۔ حضرت سلطان قطب الدین ایبک طاب ثراہٗ نے سید السادات حسین مشہدی کو وہاں داروغگی کی خدمت میں چھوڑا تھا۔ سید مذکور نے آپ کا آنا اور آپ کی صحبت کو غنیمت جانا۔ بہت سے کفار نامدار آپ کی برکت سے ایمان لائے۔ اور بہت سے جو ایمان نہ لائے فتوح بیحد اور بیشمار بھیجتے تھے۔ کہ اب تک اولاد اُن کی اسی طرح معتقد ہے۔ ہر سال آتے ہیں اور سر خاک آستانہ پر رکھتے ہیں۔ اور بہت سا روپیہ مجاوروں کو دیتے ہیں۔ اور خدمت کرتے ہیں +

سُنا گیا ہے شمس الدین التمش کے عہد میں دوسری بار بھی آپ دارالخلافہ دہلی میں تشریف لے لئے۔ انشاءاللہ وہ واقعہ ذکر میں سلطان مشائخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ کے لکھا جائیگا۔ اور ذکر دوسرے خلفاء کا مثل شیخ المشائخ سلطان المجددین حمید سوالی کے کہ وہ اسی خطہ میں آسودہ ہیں۔ آرام کیا ہے +

نقل ہے حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہٗ سے کہ بڑے تارک تھے۔ اور موضع سوال میں اجمیر سے دو فرسنگ سکونت رکھتے تھے اور وہ اول حال میں بہت پریشان قدم تھے۔ اور جمال باکمال رکھتے تھے۔ چنانچہ جس عورت کو دیکھتے تھے فریفتہ ہو جاتے تھے۔

جب صحبت حضرت معین الدین کی بانی تائب ہوئے۔ بعد حصول توبہ کے ہم صحبتوں نے ان کو فسق کی طرف راغب کرنا چاہا۔ جواب دیا کہ ایسا آزار بند محکم کیا ہے کہ معلوم نہیں کہ حُور بہشت پر بھی کھولونگا یا نہیں۔ اور شیخ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ یکبارگی ترک اور تجرید کی۔ اور جو ان کے مِلک میں تھا فقرار کا حصہ کیا۔ ایک جریب زمین پانی کے کنارہ تھی وہی کھودتے تھے اور بوتے تھے۔ اور ہر سال اُسی پر قانع تھے۔ گدڑی کے سوا دوسرے لباس پہنا نہ کرتے تھے اور فتوح اور شکرانہ قبول نہ فرماتے۔ ان کی عورت خدیجہ نام تھی۔ زہد اور ورع میں رابع عصر تھی۔ بعد ہفتہ کے تِوں سے ایک بار افطار کرتی تھی۔ درویش نے ایک روز پوچھا کیونکر ہے کہ بعض مشائخ زندگی میں شہرت تمام رکھتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد ان کا کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ اور بعض کو زندگی میں کوئی نہیں جانتا بعد مرنے کے شہرت پاتے ہیں۔ جواب دیا جس نے زندگی میں شہرت کی کوشش کی حقتعالےٰ بعد مرنے کے اُس کا نام و نشان چھپا دیتا ہے۔ اور جس نے زندگی میں چھپایا۔ اس کا ذکر خیر بعد مرنے کے قاف سے قاف تک جوش مارتا ہے +

حضرت شیخ نظام الدین سے نقل ہے کہ نواحی اجمیر میں ایک ہندو تھا حضرت شیخ حمید سوانی اس سے ہمیشہ فرماتے کہ یہ مرد صاحب نعمت اور خدا کا ولی ہے۔ آدمی حیران ہوتے تھے۔ کہ حضرت شیخ کافر کو خدا کا ولی کہتے ہیں۔ آخر وہ ہندو مسلمان ہوا اور ایک اولیاء خدا سے ہوا +

نقل ہے کہ شیخ نجم الدین صغرا کہ جب شیخ الاسلام دہلی نے شیخ جلال الدین تبریزی پر تہمت اٹھائی تھی اور محضر بنایا تھا۔ چنانچہ اس کی کیفیت شیخ جلال الدین تبریزی کے ذکر میں سیر العارفین میں لکھی ہے۔ القصہ اس محضر میں شیخ کبار حاضر تھے۔ شیخ حمید الدین سوانی رحمۃ اللہ نے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا سے سوال کیا کہ اے مخدوم کیا حکمت ہے کہ جہاں مال رکھتے ہیں۔ وہاں سانپ بھی مسکن کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے "گنج با مار است و گل با خار" مال اور مار میں مناسبت صوری ہے نہ معنوی۔ دونوں کی معیت کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین قدس سرہ نے جواب میں فرمایا۔ اگرچہ مناسبت صوری ہے۔ لیکن مناسبت معنوی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ مار بواسطہ زہر کے مہلک ہے۔ مال بھی اکثر آدمیوں کو ہلاکت میں ڈالتا ہے شیخ حمید مذکور نے یہ بھی شان میں حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کے کہی کہ حضرت ان کو دنیا تھی۔ ان کو بنظر جواب دیا کہ مال اگرچہ مناسبت ناسبت ہے۔ جو شخص [illegible]

کو رکھتا ہو۔ اس کو نقصان نہیں کرتا۔ پھر شیخ حمید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں کہا کہ کیا لازم ہے کہ جانور پلید زہر دار کو نگاہ رکھیں محتاج افسوں کے ہوں۔ حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین نے جب مقدمہ شیخ حمید الدین کا مضبوط جانا کہ سوال شیخ حمید الدین سوالی کا تنبیہاً مجھ پر عائد ہے۔ بلکہ میرے پیر شیخ الشیوخ شہاب الدین قدس سرہٗ پر عود کرتا ہے فوراً مراقبہ میں گئے۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین کو حاضر پایا۔ کہ فرماتے ہیں اے درویش بہاؤالدین حمید سے کہدو کہ تمہاری درویشی اس قدر حسن اور جمال نہیں رکھتی کہ نظر بد اس کو پہنچے۔ میری درویشی کا اسقدر حسن اور جمال ہے۔ کہ اگر تھوڑی سیاہی دنیا کی نہ ہو نظر بد کا احتمال ہے جب شیخ الاسلام بہاؤالدین نے یہ جواب دیا۔ وہ ساکت ہوئے ۔

ذکر حضرت شیخ المشائخ بدرالدین محمود موبہ دوز خجندی کا

انہوں نے جوار میں روضہ پُرانوار حضرت سلطان العاشقین قطب الدین نور اللہ مرقدہٗ کے آرام قبول کیا ہے۔ یہ بھی ایک مرد بزرگ اور صاحب کشف اور کرامت تھے۔ اور اکثر مصاحبت میں خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے رہتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین بداؤنی سے نقل ہے کہ جس کا غلام بھاگتا تھا۔ حضرت شیخ محمود موبہ دوز کے پاس آتا تھا۔ اور صورت حال بیان کرتا تھا۔ یہ بعد تامل کے فرماتے تھے کہ فلاں روز یا فلاں وقت تجھ کو ملیگا۔ لیکن جب ملے مجھ کو خبر کر دینا تاکہ اس کی یاد میرے دل سے اتر جائے لوگ بعد پانے کے خبر کر دیتے تھے۔ ایک روز ایک شخص آیا اور عرض کی کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے۔ ہمت فرمایئے کہ ملجاوے۔ حضرت شیخ نے فرمایا فلاں وقت ملیگا لیکن مجھ کو خبر کر دیجئے۔ چنانچہ وہ غلام اسی وقت ملا لیکن شیخ کو خبر نہ کی۔ اتفاقاً بعد دو تین روز کے وہ غلام پھر بھاگ گیا۔ صاحب غلام حضرت کے آگے آیا۔ اور صورت حال بیان کی۔ کہ مجھ کو ملا اور بھاگ گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھ کو تو نے خبر نہ کی۔ مجھ کو ملگیا۔ اب وہ نہیں ملیگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ ان ایام میں اس فقیر کو دولت زیارت مرقد پر طہارت خواجہ معین الدین کے حاصل ہوئی۔ حضرت کی اولاد سے صاحب سجادہ شیخ المشائخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ شیخ عظیم الشان تھے کہتے تھے کہ [illegible] ایک سو بیس سال کی عمر رکھتے تھے۔ خرقہ خلافت کا شیخ بایزید مذکور سے [illegible] اور پیر شیخ نور کے تھے کہ ان کا مزار بنگالہ میں ہے۔ اور خدمت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ملک المشائخ والاولیاء نظام الحق والدین قدس سرہٗ کے ساتھ اعتقاد تھا۔

ور اتحاد رب شدہ تھا۔ اور اس اختر نام سے محبت عظیم تھی راقم سے سنا گیا ہے کہ حضرت زبدۃ المشائخ
معین الدین کو آخر تک تامل نکاح ہوا۔ اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔ جب کہ یہ حقیر زیارت روضۂ منورہ
حضرت زبدۃ المشائخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچا۔ باتفاق معیت خدمت پیر زادہ کہ سجادہ پر
شیخ المشائخ نصیر الدین علیہ رحمت کے تھے۔ ایک نگاہ آنحضرت کی زیارت نصیب ہوئی۔ وہاں ایک
مجاور عظیم القدر مولانا مسعود تھے۔ قریب اسی برس کی عمر رکھتے تھے۔ چنانچہ باپ اور دادے ان
کے مولانا احمد نے شرف خدمت حضور حضرت شیخ مشار الیہ قدس سرہ کا پایا تھا۔ مولانا مسعود
موصوف مدت کے خادم حضرت شیخ کے تھے نقل کرتے تھے کہ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اجمیر
سے اول بار دہلی کی طرف گئے اور پھر آئے۔ ان کو تامل واقع ہوا۔ اور دو ولیوں تھا کہ سید وجیہ الدین
محمد مشہدی کہ چچا سید حسین مشہدی کے داروغہ خطہ مذکور کے تھے ایک لڑکی رکھتے کمال عصمت
اور عفت کے ساتھ اور یہ عجوزہ بلوغ کو پہنچی تھی۔ اس کا باپ چاہتا تھا کہ نکاح میں بزرگ زادہ
کے دے۔ اور حوالہ خاندان شرافت کے کرے۔ کسی کو اپنے نزدیک کامل حال نہ پاتا تھا کہ اس
سے پیوندی کرے۔ اکثر اس میں تامل و تفکر رہتا۔ ناگاہ ایک رات حضرت امام جعفر علیہ السلام
کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ فرزند وجیہ الدین اشارہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے
کہ اس لڑکی کو شیخ معین الدین کے سپرد کرے۔ اور ان کے نکاح میں لائے۔ سید وجیہ الدین
پیوستگی حضرت شیخ سے تھا۔ اس خواب کو حضرت شیخ کے روبرو سے اظہار کیا۔ حضرت
شیخ نے فرمایا کہ میری عمر آخر ہو چکی ہے لیکن جب اشارہ حضرت رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے میں
نے قبول کیا۔ اور حقیقت شریعت کا یہ فرزند ایک نہاد درست اتفاق و زود دان کر ہے۔ اور
خاندان عظام سے ہیں۔ اور تعداد زوجہ اور فرزندان آنحضرت کی چنانچہ دو بیبیاں ان کی
تھیں۔ ایک بی بی عصمت بیٹی سید وجیہ الدین کے عم حقیقی حضرت میراں سید حسین خنگ سوار
کی۔ دوسری بی بی امۃ اللہ بیٹی راجہ کی کہ ملک خطاب رکھتی تھیں۔ اور راجہ اُن کی حکومت میں
تھا۔ آنحضرت کی خطا اثنا سے گذرا تھا۔ بی بی عصمت مذکور سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔
سید ابو سعید اور سید حسام الدین سوختہ اور سید فخر الدین اور بی بی امۃ اللہ سے ایک لڑکی سا
دانشمند جمال وجود میں آئی کہ شیخ رضی الدین کے گھر میں تھی اور اس کنیفہ سے اولاد نہ ہوئی۔ دوسری
و مسند مذکور نے لڑکپن میں وفات پائی۔ اور سید حسام الدین سوختہ مذکور مرتبہ پر ابدال سے
پہنچے تھے۔ اور سوختہ اس سبب سے خطاب ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دہ نشستہ اور
بامدہ سے سپرد کر دیا اور گداز تھے۔ ان سے اولاد نہیں ہے۔ دوسرے سید محمد الدین
مسعود تھے کی وہ حضرت اجمیر میں بنے حضرت میاں خواجہ حسین صاحب سجادہ اور شیخ ابو الخیر

بیٹے شیخ معین الدین بن شیخ بایزید بن شیخ طاہر بن شیخ بایزید بزرگ بن شیخ شہاب الدین بن شیخ محمد بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین بن شیخ حسام الدین بن شیخ فخرالدین مذکور بن شیخ محمد الدین مذکور بن حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ خواجہ حسین مذکو جعفو ہیں۔ عمر شریف ان کی نوّے سال سے زیادہ پہنچی ہے۔ اور شیخ ابوالخیر مذکور کے آٹھ لڑکے معین الدین اور شیخ علم الدین اور شیخ شہاب اور شیخ طاہر اور شیخ شاہ محمد اور شیخ ولی محمد اور شیخ مودود اور شیخ محمود جملہ پسران مذکور سے ۳ آدمی اولاد نہیں رکھتے شیخ مودود و شیخ محمود۔ شیخ طاہر اور جو کہ اولاد رکھتے ہیں یہ ہیں شیخ معین الدین کہ ان کا ایک لڑکا شیخ مبارک اور شیخ علم الدین کہ ان کی اولاد شیخ علاؤالدین اور شیخ حسام الدین اور شیخ ابوالفتح اور شیخ محمد اور شیخ زین العابدین اور شیخ شہاب الدین مذکور کہ ان کے چار لڑکے شیخ عبدالصمد اور شیخ اچھا اور شیخ محی الدین اور شیخ خوبن اور شیخ شاہ محمد مذکور کے دو لڑکے شیخ حسن اور شیخ یوسف اولاد شیخ محمد الدین مذکور سے ہیں۔ اور اکبرآباد عرف آگرہ میں شیخ وجیہہ الدین ابن شیخ نصیہ الدین ابن شیخ عبدالمومن نسل سے حضرت خواجہ جیو کے ہیں۔ اور یاران حضرت خواجہ جیو پانچ آدمی تھے۔ خواجہ شمس حلوائی اور خواجہ محمود کرم پز اور خواجہ محمود قالیزباں اور خواجہ محمود رکن کنز ویز اور خواجہ علی زگر یز اور خواجہ یعقوب کندان اور جو کچھ فقیر نے نقل سے خواجہ بزرگان دین سے دیکھا اسناد قلم میں لایا۔ اور شیخ بعد تاہل کے بموازنہ سانت برس زندہ رہے۔ بعدہٗ جوار رحمت میں تشریف لے گئے۔ رحلت آپکی ۶ ماہ رجب المرجب بروز شنبہ ہے۔ والسلام۔

فصل ۲

بیان نسب اور بعضے احوال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی[1] قدس سرہٗ

آپ بیٹے کمال الدین احمد موسیٰ اوشی بن سید محمد احمد بن سید اسحٰق حسن بن سید معروف بن سید احمد اوشی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن امام محمد جواد بن امام علی موسیٰ رضا بن امام علی موسیٰ کاظم بن امام محمد جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید دشت کربلا بن امیرالمومنین علی مرتضےٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اجمعین کے ہیں۔ جیسا کہ سیرالعارفین سے نقل ہے مثنوی

ان نہنگ محیط لونہ خندا   غرقۂ لجۂ حضور خندا

[1] اوش قصبہ ایست از ماورالنہر۔ ۱۲ منہ

رستہ از امکاں زہستی خویش	کردہ اسرار حق پرستی خویش
شدہ از جان لامکان واصل	کردہ ہر دم ہزار جاں واصل
در خدا محو در خفی وجلی	قطب الدین بختیار شہر دہلی
زندۂ جاوداں زفیض عمیم	کشتۂ زخم خنجر تسلیم
سینۂ عارفاں ازو گلشن	زبدۂ عاشقاں ازو روشن
دائم او را مقام عالی باد	نظرے جانب جمالی باد

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی جب پیدا ہوئے کمال الدین احمد اوشی رحمۃ اللہ علیہ اُن کے پدر بزرگوار نے دنیا سے رحلت فرمائی اور آپ کو ڈیڑھ برس کا چھوڑا۔ آپ کی والدہ نہایت پاک ذات صاحب صفات آپ کی پرورش کرتی تھیں۔ اور احوال کی جویاں رہتی تھیں۔ جب آپ پانچ برس کے ہوئے۔ ایک نیک مرد آپ کی پروش میں رہتا تھا اس کو آپ کی والدہ نے بُلایا۔ اور تھوڑا حلوا طبق میں رکھا اور حضرت خواجہ مشار الیہ کو ان کی معلمی میں بھیجا۔ راستہ میں ایک پیر روشن ضمیر ملا۔ فرمایا کہ اس لڑکے کو کہاں لئے جاتے ہو ہمسایہ نے عرض کیا کہ یہ لڑکا خاندان اہل فلاح سے ہے اس کا باپ گذر گیا والدہ باقی ہے مجھ سے منت کر کے کہا ہے کہ اس کو مکتب میں لیجا اور کسی نیک معلم کے سپرد کر کہ قرآن پڑھا دے۔ جب اُس پیر مرد نے یہ تقریر سُنی فرمایا کہ اس طفل کو چھوڑ دے۔ اور مجھ کو دے۔ تاکہ معلم کے آگے لے جاؤں کہ اس کی برکت اس میں تاثیر بخشے اور بواجبی اس کا تفقد حال کرے۔ ہمسایہ نے جب شفقت اس پیر بے نظیر کی دیکھی راضی ہوگیا۔ اس مقام میں ایک معلم تھا ابو حفص نام کمال عبادت اور سعادت سے منسوب تھا۔ حضرت خواجہ قطب کو اُس کے سپرد کیا۔ اور فرمایا کہ یہ لڑکا ہے مبارک مقبول حق تبارک وتعالےٰ کا ایک اولیائے کبار سے ہوگا۔ اور مشائخ نامدار کے زمرہ میں ہوگا چاہئے کہ اس کو کمال شفقت سے کلام اللہ سکھاؤ معلم مذکور نے دل وجان سے قبول کیا اور وہاں سے لوٹ آیا۔ بعد ازاں شیخ ابو حفص حضرت خواجہ قطب الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جو پیر تجھ کو یہاں لایا ہے جانتے ہو کہ یہ کون تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ میری والدہ نے مجھ کو اس ہمسایہ کے سپرد کیا تھا کہ دوسرے معلم کے آگے لے جاوے۔ اس درمیان میں یہ پیر بابرکت ملا۔ اور مجھ کو آپکی قدمبوسی سے مشرف کیا۔ شیخ ابا حفص نے فرمایا کہ اے فرزند یہ پیر حضرت خضر علیہ السلام تھے کہ تجھ کو یہاں لائے۔ اور میرے سپرد کیا۔ یہ حکایت حضرت شیخ نصیر الملۃ والدین اودھی سے کتب خیر المجالس میں [illegible] ہے [illegible] شیخ ابو حفص کے حضرت خواجہ

سے درود شریف تین ہزار بار فوت ہو گیا تھا۔ جب یہ پیغام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پہنچا فوراً منکوحہ کو طلاق دی۔ اور وہاں سے بغداد کی طرف مسافرت کی۔ بعد چند ایام کے وہاں پہنچے کہ چند عارف وہاں متوطن تھے۔ دریافت کیا۔ چنانچہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ اور شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہٗ اور تمام مشائخ کبار اُس دیار کے آپ کی صحبت سے محفوظ ہوئے۔ اس زمانہ میں شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہٗ دوسری بار خراسان سے مراجعت کر کے وہاں پہنچے تھے۔ حضرت زبدۃ المشائخ قطب الدین بختیار اوشی سے محبت عظیم رکھتے تھے کہ حضرت سلطان المشائخ والاولیا شیخ معین الملۃ والدین قدس سرہٗ نے خراسان کی طرف سے ہندوستان کی طرف بجانب دہلی توجہ فرمائی۔ حضرت خواجہ قطب الدین حضرت کی صحبت کا اشتیاق بے حد اور بے شمار رکھتے تھے بغداد سے دہلی کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت سلطان العارفین و برہان العاشقین شیخ محمد جلال الدین تبریزی آپ کے بلا صحبت بابرکت کے خط بغداد میں نہیں رہ سکتے انہوں نے بھی آپ کی معیت غنیمت جانی اور برابر مسافر ہوئے۔ چند ایام میں ملتان پہنچے وہاں شیخ بہاؤالدین قریشی متوطن تھے۔ وہ دونوں بزرگوار کی صحبت سے خوش ہوئے۔ اکثر ایک جگہ رہتے تھے۔ اس ایام میں ملتان قبض اور تصرف میں قباچہ بیگ برک کے تھا۔ کہ اُس کا ذکر لکھا گیا ہے +

نقل ہے حضرت سلطان الاولیا نظام الدین بدایونی قدس سرہٗ سے کہ جب حضرت شیخ قطب الدین اوشی اور شیخ جلال الدین تبریزی اور بہاؤالدین زکریا قریشی ایک جگہ رہتے تھے یکایک ایک بارگی چند ملاعین خطا اور ختن سے پہنچے اور ملتان کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ قباچہ بیگ نے حضرت قطب الدین بختیار سے عرض کی اور ان کے دفعہ کی دعا چاہی۔ حضرت خواجہ قطب الدین نے ایک تیر مانگا۔ اور قباچہ بیگ کے ہاتھ میں دیا۔ کہ جب شام کی نماز کا وقت آئے قلعہ کے بُرج پر جا اور کفار کی طرف ڈال۔ قباچہ مذکور نے وہ تیر لیا اور بُرج پر آیا اور کمان میں جوڑ کر اس طرف تیر پھینکا۔ اور گھر میں آیا۔ اللہ تعالےٰ کے فرمان سے وہ قوم مشوم راتوں رات اُس نواحی سے ایسی غائب ہوئی۔ کہ اثر بھی ظاہر نہ ہوا۔ بعد چند روز کے حضرت دار الخلافت دہلی میں متوجہ ہوئے۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی نے غزنی کا قصد کیا۔ چنانچہ قباچہ بیگ نے بہت عرض کی کہ چند روز اور سایہ برکت اس مقام میں ارزانی فرمایئے۔ حضرت شیخ ملتفت نہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ مقام حضرت بہاؤالدین ذکریا کے حوالہ ہے۔ اور ہمیشہ اُن کی پناہ میں رہیگا۔ تحقیق کو پہنچا ہے کہ سلطان العارفین شیخ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی قدس سرہٗ ملتان میں حضرت خواجہ قطب الدین کی بیعت سے مشرف ہوئے

انشاء اللہ تعالٰے اُن کے ذکر میں لکھا جاوے گا +

نقل ہے کہ حضرت خواجہ ملتان سے جب دہلی تشریف لائے سلطان شمس الدین بہت شکرانہ حضرت صمدیت کا بجالایا۔ اور استقبال کیا۔ چاہا کہ حضرت کو شہر میں لائے اور شہر لے حضرت نے بسبب استعمال آبِ جمن کے سرحد کیلوکھرے میں قیام اختیار فرمایا وہاں رہتے تھے چنانچہ حضرت شیخ نصیرالدین محمُود اودھے رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب خیرالمجالس میں ذکر فرمایا ہے۔ ان ایام میں دہلی کے شیخ الاسلام شیخ جمال الدین محمد بسطامی تھے۔ چنانچہ اُن کی تعریف حضرت سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہٗ نے کتاب فوائدالفواد میں لکھی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام جمال الدین بسطامی کو حضرت سلطان المشائخ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ کے ساتھ اتحاد بعید اور اعتقاد بے حد ظاہر آیا۔ اور حضرت شیخ عطا معروف بہ حمیدالدین الدین ناگوری قدس سرہٗ کو خطہ بغداد میں سلطان المشائخ کے ساتھ اتحاد و اعتقاد وافر ہوگیا تھا۔ یہاں دوچند ظہور میں آیا اور حضرت حمیدالدین محمد عطا صدق و صفا سے اکثر اوقات حضرت کی صحبت میں رہتے اور حضرت سلطان شمس الدین ہفتہ میں دو بار آپ کی خدمت میں توجہ کرتے اور فیض اور برکت لے جاتے مکان آپ کا شہر سے دُور تھا سلطان شمس الدین مذکور نے بالحاح تمام عرض کی۔ کہ اگر کرم فرما کر شہر کے نزدیک متوطن ہوں تو نہایت خوب ہے۔ حضرت شیخ نے التماس قبول کی۔ اور نزدیکی شہر کے قریب مسجد اعزالدین نزول فرمایا۔ تمام اکابر اور اشراف نے آپ کی طرف توجہ کی۔ اور یکبارگی عاشق اور فریفتہ آپ کی صحبت کے ہوئے۔ انہی ایام میں شیخ بدرالدین غزنوی بشرف بیعت اور خرقہ پاک مشرف ہوئے۔ اور عمر عزیز آپ کی صحبت میں گذاری۔ اور انواع برکتیں حاصل کیں +

نقل ہے۔ جب حضرت خواجہ قطب الدین شہر میں متوطن ہوئے۔ ایک عریضہ متضمن اشتیاق اور احتراق فراق حضرت سلطان الآفاق شیخ معین الحق والدین قدس سرہٗ کی خدمت میں کہ اُس ایام میں آپ خطہ اجمیر میں متوطن تھے ارسال کیا۔ کہ اگر بشارت اشارت سے مسرور فرماویں۔ شرف پابوسی حاصل کی جاوے۔ حضرت معین الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ نے عریضہ کا جواب بدیں مضمون لکھا "مرادالمرء مع من احب معتبر اینست قرب روانی را بعد مکانی مانع نیست اسلاست وصحبت ہمانجا باشند انشاء اللہ تعالٰے بعد چندگاہ بارادت حضرت البیہ ہمدیں طرف توجہ نمودہ خواہد شد"۔ ناچار پیر بزرگوار کے اشارہ سے متوجہ اُس شہر کے ہوئے +

نقل ہے کہ انہیں ایام میں حضرت شیخ الاسلام جمال الدین بسطامی نے دعوت موت کی قبول فرمائی۔ اور دار محنت سے جوار رحمت کی طرف منزل فرمائی حضرت سلطان

شمس الدین نے چاہا۔ کہ شیخ الاسلام شہر اور دیار کے حضرت شیخ المشائخ قطب الدین کے سپرد کرے۔ حضرت ہرگز ملتفت نہ ہوئے۔ بعد ازاں شیخ نجم الدین صغرا علیہ الرحمۃ کو شیخ الاسلام کیا۔ کہ اب اس بزرگوار کے مزار مولانا برہان الدین کے مقبرہ کے جوار میں حوض شمسی پر دہلی میں واقع ہے۔ اور شیخ الاسلام نجم الدین صغرا کو قبل عہدہ شیخ الاسلام کے روشن نیک اخلاق پسند کیا تھا۔ بعد ازاں دنیائے دوں نے جوان کے ساتھ اقبال کیا۔ اُس آب سے نہ بہے اور بہت توجہ اخلاق سے کی۔ برکت صحبت حضرت شیخ المشائخ قطب الدین قدس سرہ سے قطع علائق و عوائق حاصل ہوا تھا۔ اور سیرت اور صورت معنی نما سے فیض لاتے تھے رگ حسد کی جنبش میں آتی تھی +

نقل ہے۔ کہ انہیں ایام میں شیخ بزرگ معین الدین قدس سرہ خطہ اجمیر سے دھلی پہنچے۔ خواجہ قطب الدین کو دولت عظیم نے منہ دکھلایا دوگانہ شکر حضرت صمدیت ادا فرمایا۔ چاہا کہ سلطان التمش کو آپ کے تشریف فرمانے کی اطلاع دیں۔ حضرت خواجہ معین الدین رنج ہوئے کہ میں محض تمہاری ملاقات کو یہاں آیا ہوں۔ دو تین روز سے زیادہ نہیں رہوں گا۔ چونکہ حضرت کو اژدہام خاص و عام خوش نہ آتا۔ باوجود اس کے تمام مشائخ اور اہالی وہاں کے شرف ملاقات سے مشرف ہوئے۔ صحبت کی دولت غنیمت جانی۔ مگر شیخ الاسلام نجم الدین صغرا حسد کے سبب سے کہ حضرت سلطان قطب الدین سے رکھتے تھے۔ باوجودیکہ ملک خراسان میں بہت اتحاد اور اعتقاد ہو گیا تھا۔ دوسرے تیسرے روز حضرت خواجہ کی ملاقات کو آئے۔ شیخ الاسلام صحفہ نو اساس رکھا تھا۔ مزدوروں کے واسطے اس کو کھڑا کر رہے تھے۔ اسی حال میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی پہنچے۔ اس وقت شیخ الاسلام نجم الدین جیسا کہ چاہیے حضرت خواجہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ حضرت شیخ المشائخ معین الدین قدس سرہ کو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی۔ اسی وقت فرمایا اے نجم الدین تم کو کیا بلا پیش آئی اور متغیر کیا۔ شاید شیخ الاسلامی کے مرتبہ نے غرور میں ڈالا۔ شیخ الاسلام نے جب یہ بات سنی۔ سر شرمندگی سے نیچے ڈالا اور معذرت کی۔ اور کہا کہ میں وہی مخلص ہوں جو پہلے تھا سر قدم بدر رکھتا ہوں۔ اب آپ نے مرید کو چھوڑا ہے۔ کہ تمام خلائق شہر کی اور مشائخ زمانہ کے اُس کی طرف متوجہ ہیں۔ اور شیخ الاسلام میری طرف متوجہ نہیں ہے۔ حضرت زبدۃ المشائخ معین الدین قدس سرہ نے جب یہ معنے سُنے تبسم فرمایا کہ نجم الدین دلجمعی رکھ میں اس بار میں قطب الدین کو اپنے ساتھ خطہ اجمیر کو لیے جاؤں گا یہ بات فرمائی اور ان کے گھر سے باہر آئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے واسطے ماحضر طعام کے عرض کی قبول نہ فرمائی +

کہتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ والاولیا فریدالدین مسعود اجودھنی قدس سرہٗ ان ایام میں خواجہ قطب الدین کی خدمت میں تھے اور شرف سعادت دست بوسی حضرت خواجہ معین الدین کی بھی حضرت سلطان المشائخ قطب الدین کی صحبت میں حاصل کی ،،

حضرت خواجہ معین الدین بارہا فرماتے تھے۔ بابا بختیار بڑے شاہباز کو قید میں لایا ہے کہ سوائے سدرۃ المنتہیٰ کے آشیانہ نہیں بناؤنگا۔ اور نہ فرید ایک شمع ہے کہ خانوادۂ درویشوں کا منور کریگا۔ بعد چند روز کے خواجہ معین الدین اجمیر کو واپس تشریف لے گئے۔ اور حضرت خوجہ قطب الدین بھی ہمرکاب ہوتے۔ چنانچہ اُن کے جانے سے شہر دہلی کے ہر محلہ میں ایک غوغا برپا ہوا۔ اور ماتم نے منہ دکھلایا۔ بزرگان شہر میں جس جگہ حضرت خواجہ قطب الدین پاؤں رکھتے تھے آدمی اس زمین کی خاک تبرک بناتے تھے۔ جب حضرت خواجہ معین الدین نے یہ حال دیکھا۔ فرمایا کہ بابا قطب الدین یہیں رہو۔ کہ خلائق تیرے جانے سے مضطرب ہے اتنے دلوں کا توڑنا روا نہیں رکھتا۔ جا اس شہر کو میں نے تیری پناہ میں چھوڑا +

نقل ہے سُنا گیا کہ حضرت سلطان شمس الدین نے جب یہ بات سُنی تیچھے سے پریشان ہوکر دوڑا۔ جب اُن کی خدمت میں پہنچا۔ اس نے بھی حضرت خواجہ معین الدین سے عرض کی حضرت نے قبول فرمائی اور خواجہ قطب الدین کو لوٹا دیا۔ اور اپنی منزل معین پر جلوس فرمایا سبحان اللہ پاک روش رکھتے تھے کہ دنیا و مافیہا ان کی نظر میں مقدار دانہ خشخاش کے دکھلائی دیتا تھا۔ اور وہ ہرگز فتوح کہ مقدار نصاب کے ہو۔ اور زکوٰۃ واجب ہو قبول نہ فرماتے اور بیشتر استغراق حق میں رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا آنکھ مراقبہ سے کھولتے۔ اور غسل فرماتے اور نماز ادا کرتے +

نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہٗ نے حضرت سلطان العاشقین شیخ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے آخر عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ہر روز دو ختم کلام اللہ فرماتے۔ عجب زندہ رکھتے تھے۔ اور اپنے پاس ایک پیسہ نہیں رکھتے تھے۔ آخر میں تاہل فرمایا حضرت کے دولڑکے تو انا تھے چھوٹے لڑکے شیخ محمد نام رکھتے تھے اور بڑے لڑکے شیخ احمد کہ برابر مزار حضرت پدر بزرگوار اپنے کے آرام کیا ہے۔ وہاں کے عبدرول نے شیخ احمد تاجی نام کیا ہے مادر شیخ محمد مذکور سات برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ گریہ حرم مشارالیہ نے لڑکے کی موت سے بہت واویلا کیا۔ حضرت قطب الدین نے جب آواز حرم کی سُنی۔ شیخ المشائخ بدرالدین غزنوی سے پوچھا کہ یہ آواز ہر سو گھر کے اندر کیسی ہے۔ اور یہ گریہ وزاری کیوں ہے شیخ بدرالدین ناگوری نے عرض کیا کہ فرزند ارجمند نے رحلت فرمائی۔ شاید اُس کی ماں مضطرب حول

ہے۔ جب ایسا سُنا ہاتھ سے ہاتھ ملتے تھے۔ اور فرمایا کہ اگر میں اس کی رحمت پر واقف ہوتا تو حضرت
عزت سے اس کی چند وقت کی حیات مانگ لیتا۔ اور حق تعالےٰ قبول فرماتا۔ چونکہ وہ ہونے
والی تھی۔ مجھ کو معلوم نہ ہوا۔ یہ کہا اور اس کی ماں کو گریہ سے منع فرمایا۔ اور آپ مراقبہ میں مشغول
ہوئے۔ سبحان اللہ کیا استغراق حق تعالےٰ میں تھا کہ رحمت اور سختی لڑکے کے مرنے کو معلوم
نہ کیا +

نقل ہے کہ آپ کو کاکی اس سبب سے کہتے ہیں۔ کہ جب دہلی میں متوطن ہوئے کسی
سے کوئی چیز قبول نہ فرماتے تھے اور خدا تعالیٰ میں مستغرق رہتے تھے۔ اس وقت میں آپ کے
گھر میں حرم اور کنیزک اور لڑکے اور خادم سے دو آدمی تھے۔ کہ ان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا
ہمسایہ ایک بقال تھا مسلمان شرف الدین نام اس کی عورت آپ کے حرم سے بہت پاس رکھتی تھی
کبھی کبھی آپ کے گھر میں آتی جب کچھ موجود نہ ہوتا۔ اور دو ایک فاقہ ہوتے حرم حضرت
سلطان المشائخ کے شرف الدین کی عورت سے نیم تنکہ یا کم و بیش قرض لیکر تین اور لڑکوں
اور متعلقوں کا قوت فرماتیں۔ حضرت سلطان المشائخ کو اس سے اصلا خبر نہ ہوتی۔ جب غیب سے
فتوح پہنچتا وہ قرض اس کا ادا کر دیتی تھیں۔ ایک روز شرف الدین بقال کی عورت نے آپ
کی عورت سے کہا کہ اے بی بی اگر ہم ہوں اور قرض نہ دیں تو تمہارا احوال ہلاک کو پہنچے یہ بات
آپ کے حرم کو گراں معلوم ہوئی۔ عہد کیا کہ ہرگز اُس سے اب قرض نہ لیں گے۔ ایک روز
موقعہ پر حضرت سلطان المشائخ سے عرض کی۔ کہ جب کبھی ہمارے گھر میں دو تین فاقہ ہو جاتے
تھے تو نیم تنکہ یا کم و بیش شرف الدین بقال کی عورت سے قرض لیتی تھی۔ اور بچوں اور متعلقوں
کا قوت کرتی تھی۔ اب ہم سے شرف الدین کی عورت نے یہ تقریر کی کہ اگر ہم نہ ہوں تو تمہارا
کام ہلاک کو پہنچے۔ حضرت نے جب یہ بات حرم محترم سے سُنی کچھ تامل کیا۔ بعدہ فرمایا کہ
شرف الدین کی عورت سے کوئی چیز لینا نہ چاہیئے۔ حاجت کے وقت ہمارے حجرہ کے طاق
میں سے جس قدر چاہو مگر وہ کاک کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر نکال لو۔ اور اپنے متعلقین کو
اور جس کو چاہو دو۔ چنانچہ آپ کے حرم اس طاق سے کاک نکالتی تھیں اور دیتی تھیں۔ اب
کمتر حضرت کے قبر پر جو کاک پکتے ہیں۔ اور مجاور اور سب فرحصہ کرتے ہیں۔ پیشتر خواجہ خضر
علیہ السلام کو پہنچاتے تھے +

نقل ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے پیر
فرید الدین سے سُنا ہے کہ ابتدا میں جب حضرت قطب الدین قدس سرہٗ قصبہ اوش سے آئے
ایک شہر میں پہنچے۔ چند روز ایک دوکان میں آرام کیا اور شہر سے دور تر ایک مسجد تھی اور

اس میں منارہ تھا۔ شاید آپ کو دُعا پہنچی تھی کہ جو اس دعا کو آخر شب میں پڑھے اور خالی گوشہ میں دوگانہ ادا کرے حضرت خضر سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرت آخر شب میں اُس مسجد میں آئے اور دوگانہ ادا کیا۔ اور وہ دُعا پڑھی۔ کوئی پیدا نہ ہوا۔ جب وہاں سے لوٹے اس مسجد کے دروازہ پر ایک پیر نورانی دیکھا۔ اُس نے کہا اس بیابان میں تو یہاں کیا کرتا ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ اے خواجہ مجھ کو ایک دُعا ایک جگہ سے پہنچی تھی۔ کہ جو مسجد کے گوشہ میں دوگانہ ادا کرے اور یہ دُعا پڑھے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کو حضرت خضر علیہ السلام ملتے ہیں۔ اُس پیر نے کہا کہ دنیا مانگتا ہے حضرت نے کہا دنیا نہیں چاہتا ہوں۔ پھر اس پیر نے کہا کہ قرض رکھتا ہے حضرت نے کہا قرض نہیں رکھتا ہوں۔ پھر اس پیر نے کہا کہ خضر کو کیا کرے گا۔ کہ وہ تیری مثل سرگردان ہے چنانچہ اس شہر میں ایک مرد ہے حق تعالےٰ سے مشغول ہے۔ حضرت نے سنت بر اس بزرگوار پر توجہ کی ہے اور ملاقات نہ کی۔ اسی گفتگو میں تھے کہ ایک پیر پُرنور مسجد کے گوشہ سے نکلا۔ اور پہلے پیر کے نزدیک آیا۔ اور ہاتھ حضرت سلطان المشائخ کا پکڑا۔ اور کہا کہ یہ مرد یعنے قطب الدین دنیا نہیں چاہتا ہے اور قرض نہیں رکھتا ہے لیکن تیری صحبت کی آرزو رکھتا ہے۔ اب جب کہ معلوم ہوا کہ یہ پیر خضر ہیں۔ اور دوسرا پیر بھی مردان غیب سے ہے۔ خواجہ قطب الدین نے جب ان کو معلوم کیا دونوں نظر مبارک سے غائب ہوئے۔ یہ ابتدائے سلوک تھے ✦

اور نیز اس حقیر نے ایک جگہ لکھا دیکھا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کے دل میں یہ نیت تھی کہ حوالی شہر میں ایک حوض بنوائے کہ خلق خدا اس سے پانی پئے۔ پانی شہر میں دور تھا لوگ کنووں سے پانی استعمال کرتے تھے۔ ناگہاں سلطان شمس الدین نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ کائنات سرور موجودات علیہ السلام ایک محل میں سوار کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے شمس الدین اگر تو حوض بنانا چاہتا ہے کہ خلق خدا اس سے فیضیاب ہو تو جہاں یہ گھوڑا ہے اس جگہ بنا۔ سلطان شمس الدین جب بیدار ہوا اشارہ حضرت رسالت کا پر تحقیق معلوم کیا۔ ایک خواص کو حضرت خواجہ قطب الدین کے پاس بھیجا اور کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھی ہے اگر ملازمان حضرت کا اشارہ پاؤں عرض کروں۔ یہ معنی حضرت پر بھی ظاہر ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شب کو بشارت فرمائی ہے کہ فلاں زمین پر حوض بنا حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا صلوٰۃ سے بعد آؤ۔ میں بھی وہاں جاتا ہوں۔ کہ جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ حوض کا فرمایا ہے۔ جب خواص مذکور سلطان کے پاس پہنچا۔ وہ کہا تو سلطان خود حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مکان پر پہنچا ایک خادم سے سنا کہ حضرت

سلطان المشائخ فرماتے ہیں جب میں بھی وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ حضرت نماز پڑھتے ہیں بعد
نماز تمام کرنے کے سلطان شیخ کی دست بوسی سے مشرف ہوا ؎

بیان کرتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کے سم کے نشان سے وہ زمین
واجب التعظیم تھی اور اس نشان سے بھی پانی مترشح ہوا۔ وہاں حوض بنایا اور اس کے اوپر سم کا حضرت کے
گھوڑے کے نشان نکال دیا۔ اور اس حوض کو تمام کو پہنچایا۔ اور وہاں چشمہ جاری نے سیراب کیا
کہ ہرگز خشک نہیں ہوتا ہے۔ اکثر باغ اس چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ اس حوض اور چشمہ کا وصف
خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے قران السعدین میں لکھا ہے معلوم ہے کہ اس حوض کے جوار میں
کس قدر اولیاء خدا حقیقت نے آرام کیا ہے۔ اور حضرت سلطان المشائخ اکثر وہاں مشغول رہتے
تھے۔ اور مردان غیب سے اختلاط کرتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ اور شیخ عبد اللہ ناگوری
اور خواجہ محمود موئینہ دوز اور شیخ بدر الدین غزنوی اور شیخ تاج الدین منور اوشی رحمۃ اللہ علیہم آپ
کے ملازم رہتے تھے۔ ایک روز ایک بزرگ اشتر سوار کبود پوش حوض کے کنارہ پر پہنچے۔ اور
شتر بٹھایا اور خرقہ اتارا اور حوض میں اتر کر غسل کیا۔ اور پانی سے نکلا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اور
یہ سب درویش سلطان شمس الدین کے لنگر کے جوار میں جو کہ حوض پر بنی ہے حضرت خواجہ
کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ناگاہ وہ کبود پوش شتر سوار نے بعد ادائے دوگانہ کے آواز دی کہ
یہ کون عزیز ہیں اور کیا نام ہے کہ بیٹھے ہیں۔ شیخ تاج الدین منور اوشی نے جواب دیا کہ یہاں
چند درویش حق کے ساتھ مشغول ہیں۔ پھر اس بزرگوار نے فرمایا۔ کہ اے تاج الدین میرا سلام
شیخ قطب الدین کو پہنچا۔ کہ ابو سعید دمشقی نیازمندی میں مخصوص ہے اور وہ مردان غیب سے
ہے۔ جب حضرت خواجہ نے نام ابو سعید دمشقی کا سنا درویشوں کے ساتھ اس طرف دوڑے
جب پہنچے تو کوئی اثر اور نشان نہ دیکھا۔ اکثر مردان غیب تنہائی اور خلوت میں شیخ کی صحبت میں
پہنچتے تھے اور پاتے تھے ؎

نقل ہے کہ جب سید نور الدین مبارک غزنوی قدس سرہٗ عزیز سے دار الخلافت دہلی
میں پہنچے۔ تو ان کی ایک بہن تھی زاہدہ عفیفہ کمال غیب سے منسوب بی بی سائرہ نام تھا۔ اس عفیفہ
نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کو جانا۔ شیخ نظام الدین ابو المؤید کے لڑکے بی بی سائرہ کے ہیں اور
پرورش اور تربیت حضرت خواجہ قطب الدین سے رکھتے ہیں اور اولیاء کبار سے ہیں۔ چنانچہ
حضرت سلطان نظام الدین اولیاء سے وصف ان کا منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک وقت
جامع مسجد دہلی میں کہ منارہ والی ہے جمعہ کے روز میں ابتدائے حال میں حاضر تھا۔ کہ حضرت
سلطان المشائخ شیخ نظام الدین ابو المؤید رحمۃ اللہ علیہ آئے اور دوگانہ تحیۃ المسجد میں مشغول ہوئے

چنانچہ مجھ کو ان کی استغراق نماز کی حالت نے ذوق تمام بخشا۔ بعد ادائے نماز ممبر پر گئے خوش خواں تھے۔ ایک کہ اُن کو قاسم مغربی کہتے تھے۔ اُنھوں نے آیت کلام اللہ کی پڑھی۔ اور بعد ازاں حضرت نظام الدین مؤید رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا۔ کہ اپنے ابا کے خط سے میں نے یہ بیت لکھا دیکھا ہے ؎

نہ از عشق تو نے از تو جدا خواہم کرد
جاں در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

بمجرد سننے اس بیت کے ایک نعرہ خلق سے اٹھا۔ اور حاضرین روئے اور مجھ کو ایسا کیا کہ خبر نہ رہی +

نقل ہے۔ کہ ایک وقت سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں شہر میں بارش کا امساک ہوا۔ لوگوں نے حضرت سلطان نظام الدین ابوالمؤید کو لازم پکڑا کہ بارش کی دعا کرو۔ وہ منبر پر آئے اور دعا کی پھر آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا کہ تیری عظمت کی قسم اگر آج نزول باراں نہ فرمائیگا۔ تو پھر میں آبادی میں نہ رہونگا۔ ہنوز منبر سے نہ اترے تھے کہ مینہ برسا۔ بعد ازاں سید قطب الدین نبیرہ رزی رحمۃ اللہ علیہ اُن سے ملے اور یہ بات کہی کہ ہم کو تمہارے حق میں مضبوط اعتقاد ہے اور میں جانتا ہوں کہ حق تعالٰے کے ساتھ نیاز تمام ہے لیکن یہ بات کیوں کہی کہ اگر مینہ نہ برسا تو میں آبادی میں نہ رہوں گا۔ حضرت شیخ نظام الدین المؤید نے جواب دیا کہ میں یقین سے جانتا تھا کہ حقتعالٰے باران رحمت بھیجیگا۔ اس وقت یہ فضول کہا۔ سید نورالدین مبارک نوراللہ مرقدہٗ سے سلطان شمس الدین کی مجلس میں مجھ سے نزاع ہوا تھا۔ اور آنحضرت کچھ مجھ سے رنجیدہ تھے۔ جب مجھ کو دعا فرمائی تو میں آپ کے روضہ پر گیا اور میں نے کہا کہ مجھ کو دعائے باراں فرمایئے اور آپ مجھ سے کچھ رنجیدہ خاطر ہیں۔ اگر عفو فرمادیں دعائے باراں پڑھ سکتا ہوں۔ روضہ سے آواز آئی کہ میں نے تجھ سے آشتی کی تو جا دعا پڑھ البتہ حقتعالٰی باران رحمت بھیجیگا۔ اس اعتماد سے میں نے یہ بات کہی۔ اور پیر حضرت ملک المشائخ شیخ نصیرالدین محمود اودھے سے منقول ہے جس زمانہ میں کہ باراں کا امساک ہوا آنحضرت شیخ نظام الدین المؤید رحمۃ اللہ علیہ نے دعائے باراں کے ساتھ تمام بزرگواروں کو اختیار کیا۔ ممبر پر آئے اثنائے دعا میں ہاتھ آستین میں کیا اور جامہ نکالا۔ اور آسمان کی طرف دیکھا اور اس جامہ کو ہلایا۔ اس قدر مینہ برسا کہ تحریر سے باہر ہے۔ جب اپنے گھر گئے مولانا وجیہ الدین تیمی کہ مرید حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے تھے۔ میری والدہ کے واسطے جامہ عطا فرمایا تھا۔ اُس کی برکت سے مینہ برسا +

نقل ہے کہ ایک شاعر ناصری نام دور دراز شہر سے دہلی شہر میں پہنچا اور نشان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کے گھر کا پوچھ جب نشان پایا۔ وہاں دوڑا اور زمین بوسی سے مشرف ہوا اور فاتحہ التماس کی کہ قصیدہ سلطان شمس الدین التمش کی مدح میں لایا ہوں حضرت شیخ فرما دیں کہ اچھا صلہ ملے۔ حضرت شیخ نے فاتحہ پڑھی۔ اور زبان سے فرمایا کہ جا انعام بابرکت پاویگا۔ ناصری خوش ہوا۔ جب حضرت سلطان میں پہنچا قصیدہ پڑھا مطلع اس کا یہ تھا چنانچہ کتاب فوائد الفواد میں مذکور ہے ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل ز کفار خواستہ

سلطان ابتدائی مطلع میں دوسری چیز کی طرف مشغول ہوا۔ ناصری مذکور نے حضرت شیخ قطب الدین کو شفیع لاکر ہمت چاہی اسی وقت سلطان ناصری کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا پڑھ ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل ز کفار خواستہ

ایک بار سنا باوجودیکہ دوسری چیزوں میں مشغول تھا مطلع یاد رہا۔ کہ پڑھنے میں اشارہ فرمایا جب ناصری نے قصیدہ تمام کیا۔ سلطان نے پھر اشارہ کیا کہ ایک بار اور پڑھ جب پھر پڑھا سلطان نے فرمایا کہ ناصری اس قصیدہ میں کتنے بیت ہیں کہ قلم میں لایا۔ ناصری نے عرض کیا کہ ۵۳ بیت ہیں۔ سلطان نے حکم فرمایا کہ ۵۳ ہزار تنکہ زر سفید کے ناصری کو صلہ میں دو۔ ناصری کو ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ ۵۳ ہزار تنکہ سفید ملیں گے۔

نقل ہے مولانا منہاج سراج سے کہ مصنف طبقات کے ہیں۔ ناصری سے میں نے سنا ہے کہ جب قصیدہ سلطان شمس الدین کے دربار میں لے گیا۔ فاتحہ سلطان المشائخ قدس سرہ سے میں نے پائی تھی۔ جب قصیدہ سلطان کے آگے لے گیا سلطان مذکور مطلع پڑھنے کے ساتھ دوسری چیز میں مشغول ہوا۔ دل میں نیت کی۔ اور حضرت شیخ قطب الدین کو درمیان لایا۔ کہ اگر سلطان عنایت کے ساتھ استفسار اس قصیدہ کا کریگا جو انعام دیگا آدھا حضرت شیخ کے شکرانہ میں لے جاؤنگا۔ جب مجھ کو ۵۳ ہزار تنکہ سفید انعام ملے نصف شیخ قطب الدین کو لے گیا اور قصد نیت کا میں نے ظاہر کیا چنانچہ وہ مبلغ تمام شکرانہ میں لے گیا تھا۔ ہرگز آپ متصرف نہ ہوئے۔

حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین بدایونی سے نقل ہے۔ کہ ایک روز حضرت علی سنجانی قدس سرہ کی خانقاہ میں سماع تھا۔ درویش صاحب کمال حاضر تھے۔ حضرت خواجہ

قطب الدین اوشی قدس سرہٗ بھی موجود تھے۔ قوال نے یہ بیت پڑھا ہے

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

حضرت خواجہ پر حال وارد ہوا۔ چنانچہ بالکل بیہوش ہو گئے۔ حضرت شیخ محمد علی اللہ قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدر الدین غزنوی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو گھر میں لائے۔ اور جو قوال یہ بیت پڑھتے تھے حاضر لائے۔ اسی بیت کو مکرر فرماتے تھے۔ اور حضرت خواجہ تواجد فرماتے تھے۔ چنانچہ تین شبانہ روز یہی حال رہا۔ وقت نماز کے وضو کی تجدید کرتے اور فرض اور سنت مؤکدہ ادا کرتے پھر بدستور حال ہو جاتے۔ چنانچہ آپ کی ہڈیاں درست نہ رہیں۔ چوتھے روز حال دگرگوں ہوا۔ اور آپ کا سر مبارک حضرت شیخ عطاء اللہ حمید الدین ناگوری کے زانو پر تھا۔ اور پاؤں شیخ بدر الدین غزنوی کی گود میں۔ اسی حالت میں شیخ حمید الدین نے عرض کیا۔ کہ آپ کا نقل دوسرے طریق پر ہے۔ ایک کو اپنے خلف میں سے اشارہ فرمائیے کہ آپ کی جگہ ہو۔ اگرچہ شیخ الشیوخ کے بیٹے لڑکے تھے۔ سید محمد اور سید محمود ان کی طرف التفات نہ ہوئے۔ فرمایا کہ جو خرقہ حضرت سلطان المشائخ معین الدین قدس سرہٗ سے مجھ کو پہنچا ہے مصلیٰ خاص اور عصا اور نعلین خوشی کے ساتھ شیخ فرید الدین مسعود کو پہنچاؤ۔ ان ایام میں شیخ فرید الدین مسعود خطہ ہانسی میں متوطن تھے جس رات کہ حضرت کی رحلت واقع ہوئی۔ اسی رات شیخ فرید الدین قدس سرہٗ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قطب الدین قدس سرہٗ کو درگاہ جل وعلا میں بلاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر فوراً متوجہ دہلی کے ہوئے۔ بروز انتقال حضرت شیخ حمید الدین ناگوری نے ایک درویش کو ہانسی کی طرف دوڑایا کہ شیخ فرید الدین کو خبر دے۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ درویش حضرت فرید الدین کو قصبہ ... میں کہ آدھی دور ہے۔ ہانسی سے راہ میں ملا۔ اس کے پاس جو خط تھا۔ جب حضرت ملک المشائخ بابا فرید الدین نے وہ خط پڑھا۔ وہاں سے تیز چلے۔ چنانچہ تیسرے روز حضرت کے مقبرہ پر پہنچے اور اپنا رخ گرد آلود آپ کے مرقد پر ملا۔ حضرت شیخ حمید الدین نے اور شیخ بدر الدین نے وہ خرقہ اور مصلیٰ اور عصا اور نعلین . . . . اس جگہ لاکر وصیت حضرت قطب المشائخ کو پورا کیا۔ اسی مجلس میں وہ خرقہ مبارک آپ نے پہنا اور وہی مصلیٰ بچھایا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اور خواجہ حضرت قطب الملۃ والدین کے گھر میں جلوس فرمایا۔

نقل ہے حضرت نظام الدین قدس سرہٗ سے کہ عید کا دن تھا جو حضرت قطب الدین بختیار نے نماز گاہ سے مراجعت فرمائی۔ وہاں آئے جہاں آپ کا روضہ مطہرہ ہے۔ وہاں تھوڑی زمین تھی جو گور اور مزار سے خالی تھی۔ وہاں کچھ دیر کھڑے ہوئے اور سوچا۔ موجود درویش کہ حضرت کے ساتھ تھے۔ عرض کی کہ آج عید کا روز ہے خلق منتظر ہے کیا سبب ہے کہ توقف ہوا ہو

امام العادلین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۞

ذکر سلسلۂ عِلیۂ آنحضرت قدس اللہ سرہٗ العزیز

بندگی حضرت شیخ المشائخ والاولیا شیخ محمد صاحب سجادہ حضرت گنجشکر بن حضرت شیخ ابراہیم بن بندگیحضرت شیخ فضل اللہ بن بندگیحضرت حاجی الحرمین شیخ تاج الدین محمودؒ قدس اللہ سرہٗ العزیز بہ حضرت قطب العالم بدر الطریقت سلطان شیخ فرید الحق والشرع والدین گنجشکر قدس اللہ سرہ العزیز تک حضرت سلطان الاولیاء برہان الاصفیا حبیب خدا جل وعلا امام ہردو سرا سید المرسلین خاتم النبیین رسول رب العلمین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ المختار واصحابہ الکبار اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین ۞

ذکر سلسلۂ چشت اہل بہشت رضوان اللہ علیہم اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمایا اللہ تبارک وتعالےٰ نے کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء یعنی سب تعریف اس اللہ کے لیئے ہے جس نے عارفوں کے قلوب کو تجلیات جمال کے نور سے منور فرمایا پس وہ دل اُس نور سے چمکنے لگے۔ اور ان کے دلوں کو اپنے اسرار فکر سے مزین کیا۔ اور مشتاقوں کے دلوں کو اپنے دیدار کی طرف برانگیختہ کیا۔ اور دُرود اُس کے رسول سردار خلق محمد مصطفےٰ والمرتضےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو مرتبہ قاب قوسین او ادنےٰ پر بلند کئے گئے ہیں۔ اور سُرخ وسیاہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں ان لوگوں کے برابر جو قیامت تک کھڑے ہوں اور بیٹھیں اور رکوع اور سجود کریں۔ زمانوں اور برسوں کی مدت تک اور اُن کی اولاد کرام واصحاب عظام پر جب تک...... پرندے ہوا پر اڑیں اور مچھلیاں دریا میں چلیں اور ستارے آسمانوں میں چمکیں۔ اور تارے روشنی میں زینت دیں۔ اور جب تک چاند اور سُورج دورہ کریں اور فرقدین دو ستارے، چکر لگائیں پس بعد حمد ونعت کے کہتا ہے۔ فقیر حقیر تمام اہل ایمان کو بتلانے والا ابراہیم ادہم بن شیخ فیض اللہ ابن شیخ تاج الدین محمود بن شیخ ابراہیم بن شیخ محمد بن شیخ عطاء اللہ بن شیخ احمد بن شیخ بہاؤ الدین ہارون بن شیخ نورالدین برادر شیخ یونس بن شیخ منور بن شیخ فضیل بن شیخ معزالدین بن شیخ سلیمان بن شیخ علاؤالدین بن شیخ یوسف بن شیخ بدرالدین سلیمان خادم درگاہ ورفیع شیخ کبیر مرشد عالم کے قطب منیر پیشوائے محققین سلطان العاشقین دلیل العارفین

نصب الاقطاب شیخ جہاں حضرت شیخ فرید الحق والشرع والدین گنجشکر مسعود اجودھنی الک بالمشر
یذ آگ کے جلے ہوئے محبوب خدا عاشق کبریا اللہ تعالےٰ ان کے اچھے راز کو پاک بنا دے۔
اور ہماری طرف اُن کی فتوحات و برکات کو پہنچ ست۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔
والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنے جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش
کی ہے۔ البتہ ہم اُن کو اپنے راستوں کی طرف ہدایت کریں گے۔ اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سیروا وسبق المفردون۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مفردون کون ہیں۔ فرمایا کہ جو ہمیشہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ یا ذکر میں رہنے والے
ہیں۔ بباعث ذکر کے اللہ نے ان کے گناہوں کو دُور کر دیا ہے۔

حدیث میں وارد ہے یعنے نیا ست میں جلدی کرنے والے ساتھ مجاہدہ کے اور وہ
نفس کا ڈالنا ہے۔ اور اُس کی ریاضت ہے او امر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے
میں جو اللہ تعالےٰ کی طرف ہدایت پانے کا سبب ہے۔ اس سبب سے واجب ہے۔
طالبان خدا کے راہ کا لازم پکڑنا ساتھ ہمیشگی ذکر او رخلوص و صدق کے ساتھ۔ اور نہیں مناسب
ہے یہ کہ تاخیر کریں طالب اُس کی طلب میں جیسا کہ کہا گیا ہے سہ

ان الطریق الی الحبیب لقائه
دوخاب الجنان وفارق الابطال

بتحقیق کہ رستہ طرف لقا حبیب کے واسطے دل صاف کرنے والی بُری باتوں سے بچنے والوں
کے ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہے ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب
من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ فان التقویٰ لباس الدین ورأس الیقین
یعنے البتہ تحقیق وصیت کی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے قبل کتاب دئے گئے ہیں۔ اور تم
کو یہ کہ اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ تقویٰ دین کا لباس اور یقین کی اصل ہے۔ اور اس کے بہت سے
درجے ہیں۔ اول مرتبہ شرک سے بچنا۔ دوسرا درجہ گناہوں اور حرام باتوں سے پرہیز کرنا
تیسرا درجہ شبہات سے بچنا۔ چوتھا مباح باتوں میں لذات نفسانی سے اجتناب کرنا۔
پانچواں ماسوی اللہ یعنے بالکل دین کی طرف متوجہ ہوجانا۔ جیسا کہ اللہ پاک عز اسمہ فرماتا
ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنے تم میں سے اللہ کے نزدیک بہت زیادہ عزت
والا پرہیزگار ہے۔ اور بعض سلف رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ تقویٰ کی ابتدا اور
انتہا یہ ہے یعنے اُس کی ابتدا تو ظاہر شریعت کا التزام ہے اور اس کی انتہا تحقیق عام
عرفان کی ہے۔ اور اس کا التزام علوم دینیہ کی تحصیل سے ہوتا ہے۔ پس ہر مومن پر لازم

ہے۔ کہ اپنی اولاد کو علم شریعت کی تعلیم کا حکم دے تاکہ اس پر ظاہر شریعت کا التزام آسان
ہو جائے۔ اور اس کو تمام مراتب کی طرف کما ینبغی رسائی ہو جاوے۔ اور اس کو چاہیئے کہ اپنے
اعضا کو آداب شریعت کی طرف متوجہ کرے۔ اور اپنے نفس کو قولاً و فعلاً بُری باتوں سے
روکے یعنی جو نفس کہے اُس کے خلاف کرے۔ اور وہ بات کہ جس کو الٹی جانب کا فرشتہ
لکھے اور کسی چیز کی طرف نظر نہ کرے۔ جب تک کہ شرع شریف اس کو اجازت نہ دے اور
جو بات اچھائی کے ساتھ ہو۔ اُسی میں کلام کرے۔ اور تمام خواہشات نفسانیہ کو ترک کرے
اور دنیا کی محبت نہ رکھے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس کو ترک کرے۔ کیونکہ دنیا ہر ایک خطا
کی اصل ہے۔ اور ترک دنیا ہر ایک عبادت کی اصل ہے۔ اور عورتوں اور چھوٹے لڑکوں اور
خراب صحبت سے پرہیز کرے۔ اور اغنیاء اور امراء کی مجلسوں سے اجتناب کرے۔
کیونکہ ان کی صحبت فقیر کو سم قاتل ہے۔ بلکہ خلوت کو لازم پکڑے۔ اور درود شریف کے
پڑھنے اور تلاوت قرآن میں ہمہ وقت مشغول رہے اور ذکر اور نماز میں وقت کو گزارے
ورنہ سوئے۔ پس اگر شیطان اُس کو وسوسہ اور خطرہ میں مبتلا کرے تو اس کو ذکر جلی سے
دفع کرے۔ جیسا کہ بہ تحقیق پسر صالح نصیح اور زیادہ نیک و پرہیزگار عبادت گزار سالک
و عابد و زاہد اور واقف علم شریعت اور طریقت پیشوائے خلق مددگار درماندہ لوگوں
کا نتیجہ مشائخ کرام کا زیب مسند طریقت و حقیقت صاحب سجادہ کبریٰ کا جامع فضائل
ظاہری و باطنی کا حضرت گنج شکر کے عہد سے تمہارے اس دن تک ولد صالح مسعود
بقول مشائخ کرام کے شیخ محمد بن ابراہیم ادھم بن شیخ فیض اللہ بن شیخ تاج الدین محمود
اللہ تعالیٰ اُس کا مطلب عطا فرمائے اور اُس کا مرتبہ بلند کرے اور اس کی امیدیں
پوری کرے اُس نے مشائخ عظام اور اولیاء کرام کا خرقہ نہایت حسن ظن اور ساتھ بصیرت
کے پہنا۔ اور جب اُس نے صحبت فقرا کو اختیار کر لیا اور مضبوطی کو پکڑ لیا۔ اور خلوت
اور گوشہ نشینی کو لازم گردانا۔ اور تعلیم علم شریعت اور طریقت میں توجہ اختیار کی۔ اور
گوشۂ ثبات و استقامت لازم پکڑا اور حضور شہنشاہِ اولین و آخرین حضرت محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ اور رعایت وظائف اور اوراد لازم گردانے۔ اور
اپنی اوقات کو طاعات میں صرف کرنے اور تہذیب اخلاق کے ساتھ رہنا اختیار کیا۔ تو
میں نے اُس کو لباس خرقہ میں اپنا خلیفہ اور اس سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کا صاحب
سجادہ بنایا پس بیعت لینے میں اس کا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرح ہے۔ اور میں نے اس کو
اجازت دی کہ جو اس کے ہاتھ پر توبہ کرے یا اُس کے سر پر مقراض چلاوے دربال

کثرت سے یا بار ہونے سے پیدا ہوتا ہے اس کو چاہئے کہ آداب ہے خلق کا۔ اور کثرت سے اس شخص کے بال جو نشتر کا ارادہ کرے۔ اور چھوٹے چھوٹے فتوحات قبول کرنے کی اُس کو اجازت دی اس شرط پر کہ ان کو ان کی جگہ پر صرف کرے۔ اور مریدین اور طالبین کو خلوت اور عزلت میں بیٹھنے کا حکم کرے۔ ساتھ ذکر اور طاعت کے اور ان کو خرقہ کی سند اس طریقہ سے لکھ دی یعنی اس نے خرقہ مشائخ کا شیخ ابراہیم ادھم قدس اللہ سرہ العزیز کی نیابت سے پہنا۔ اور انہوں نے اپنے باپ حضرت قدوۃ المحققین زبدۃ السالکین ناصر الطریقۃ معدن الحقیقت والشرع والدین عارف باللہ حضرت شیخ فیض اللہ قدس سرہ العزیز سے اور انہوں نے اپنے باپ حضرت سلطان الموحدین شمس المحققین ضیاء الطریقۃ برہان الحقیقۃ والشرع والدین حضرت شیخ تاج الدین محمود قدس اللہ سرہ العزیز سے اور انہوں نے اپنے باپ حضرت سلطان المشائخ قطب الاولیا شمس الطریقۃ ناصر الحق والشرع والدین حضرت شیخ ابراہیم بادیہ قدس سرہ العزیز سے اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ قطب الاولیا سراج الطریقۃ معین الحق والشرع والدین حضرت شیخ محمود قدس سرہ العزیز سے پہنا۔ اور انہوں نے حضرت ضیاء الطریقۃ علم الملۃ والشرع والدین حضرت شیخ عطاء اللہ قدس سرہ العزیز سے۔ اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ بدر الحقیقۃ شمس الطریقۃ علاؤ الحق والشرع والدین حضرت شیخ احمد قدس سرہ سے اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ قطب الاولیا بہاؤ الحق والشرع والدین حضرت شیخ ہارون قدس سرہ العزیز سے اور انہوں نے اپنے بھائی حضرت سلطان المشائخ قطب الاولیا معین الحق والشرع والدین حضرت شیخ نور الدین یونس قدس سرہ العزیز سے۔ اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ حضرت شیخ منور قدس سرہ العزیز سے۔ اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ حضرت شیخ فضیل خطاب تراہ سے اور انہوں نے حضرت سلطان المشائخ حضرت شیخ معز الدین قدس سرہ سے۔ اور انہوں نے حضرت سلطان الاولیا حضرت شیخ سلیمان قدس سرہ سے۔ اور انہوں نے حضرت قطب الاولیا تاج الاصفیا حضرت موج دریا شیخ یوسف قدس سرہ سے۔ اور انہوں نے حضرت قطب الاولیا حضرت سلیمان قدس سرہ سے اور انہوں نے حضرت قطب الاولیا بدر الاتقیا حضرت شیوخ العالم شیخ فرید الملۃ والدین مسعود قدس سرہ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ سے اور انہوں نے حضرت معین الاولیا سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت مجد الاولیا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ

عنہ سے اور انہوں نے حضرت حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت محمد بن سمعان قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت ابو احمد ابدال چشتی قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی قدس سرہٗ اور انہوں نے حضرت ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت ہبیرۃ البصری قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی قدس سرہٗ اور انہوں نے حضرت امام الارض والسماء حضرت خواجہ ابراہیم ادہم قدس سرہٗ اور انہوں نے حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہٗ سے اور انہوں نے حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ اور انہوں نے حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خرقہ خلافت پہنا وصلے اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین بحرمتہ طٰہٰ ویٰسین برحمتک یا ارحم الراحمین +

وصیت

دعا کرے ختم کی ایمان سعادت پر اور اپنے دوستوں اور تمام مسلمانوں کے واسطے بحق محمد وآلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ؎

خواجگان چشت در ہر دو عالم بہتراند ۔۔۔ از عنایت حق تعالیٰ پیر پیر بہتراند
ہر کہ را جاوید باید جنت الماوی بہشت ۔۔۔ ہر زمان با صدق خواند شجرہ پیران چشت
خواجگی بے پیر بودن کار این نادان بود ۔۔۔ ہر کرا پیرے نباشد پیر او شیطان بود

جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے یعنے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں من لا شیخ لہٗ فشیخہ الشیطان۔ یعنے جس کا کوئی پیر نہیں ہے۔ اس کا پیر شیطان ہے۔ اور دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں من لا شیخ لہٗ فلا دین لہٗ یعنی جس کا شیخ نہیں ہے اُس کا دین نہیں ہے +

عرس بزرگان عظام

عرس حضرت حضرت آدم علیہ السلام کا بتاریخ ۱۰۔ ماہ محرم اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ۱۱ ماہ رمضان اور حضرت خاتم النبیین رسول رب العالمین کا ۱۲ ربیع الاول

اور حضرت عمر بن الخطابؓ کا ۱۰ ماہ محرم ۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ۲۲ ماہ جمادی الآخر اور حضرت عثمان رضہ کا ۲۲ ذی الحجہ ۔ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کا ۲۰ رمضان المبارک ۔ اور بی بی فاطمہ رضہ کا ۳ ماہ رمضان المبارک سنیچر کی رات میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ ماہ بقولے ۳ ماہ اور بقولے ۴۰ روز بعد ۔ قول اول بہت صحیح ہے ۔ اور عمر شریف ۲۸ سال تھی ۔ اور عرس حضرت بی بی عائشہ کا ۱۷ رمضان المبارک منگل کی رات ۵۸ھ ہجری ۔ عرس شاہزادہ کونین امیر المومنین حسن رضہ کا ۴ ماہ محرم ۔ عرس خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ کا ۴ یا ۱۴ ماہ محرم ۔ عرس خواجہ عبد الواحد ابن زید زندی کا ۷ یا ۲۷ سفر ۔ عرس خواجہ فضیل عیاض کا ۳ ربیع الاول ۔ عرس خواجہ ابراہیم ادہم بلخی کا ۲۲ جمادی الاول ۔ عرس خواجہ حذیفہ المرعشی کا ۲۳ شوال ۔ عرس خواجہ علو ممشاد دینوری کا ۱۴ ماہ محرم ۔ عرس حضرت ابو اسحٰق شامی کا ۱۴ یا ۲۲ ماہ محرم ۔ عرس خواجہ ابو احمد چشتی کا اول ماہ محرم ۔ عرس حضرت ابو محمد بن شمعان چشتی کا ۹ ماہ رجب اور خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی کا ۳ رجب اور خواجہ مودود چشتی کا اول ماہ رجب ۔ عرس خواجہ عثمان ہارونی کا ۱۵ یا ۱۶ شوال ۔ عرس خواجہ معین الدین چشتی کا ۶ رجب اور خواجہ قطب الدین بختیار کا ۱۴ ربیع الاول اور فرید الدین مسعود اجودھنی کا ۵ ماہ محرم اور شیخ بدر الدین کا ۱۴ شوال اور شیخ علاؤ الدین کا غرہ ماہ شوال ۔ اور شیخ سلیمان کا ۱۳ محرم اور خواجہ فضیل کا ۲۹ رجب اور شیخ ہارون کا ۲۰ شوال اور شیخ احمد کا ۸ ذیقعد ۔ اور شیخ عطاء اللہ کا ۷ جمادی الاول اور شیخ محمد کا ۲۴ شوال اور شیخ ابراہیم کا ۲۱ رجب اور شیخ تاج الدین محمود کا ۷ صفر اور شیخ فیض اللہ کا ۱۸ ذی الحجہ ۔ اور شیخ ابراہیم ادہم کا ۱۸ محرم الحرام ؎

ذکر نسب آنحضرت کے

سر العارفین سے نقل ہے ۔ مثنوی

گل گلزار انوار معانی ۔ دُر دریائے گنج لامکانی
محیط معرفت شیخ خدا بیں ۔ بقا باللہ را سلطان تمکیں
مے وحدت ز جام عشق خوردہ ۔ قدم در عالم لاہوت بردہ
جو فقر او برقاف شد جائے ۔ ہویدائے دلش شد نقطہ فی
جہاں نگشت بر ذاتش ہویدا ۔ کمال فقر فخری کرد پیدا
بملک فقر شاہنشاہ محمود ۔ فرید الدین محمد شیخ مسعود
جمالی اہل چشت [illegible] ۔ کشش [illegible] نکو نام

حضرت سلطان المشائخ بابا فریدالدین مسعودؒ عجب نادہ روش رکھتے تھے! در کشف و کرامت میں کمال عظیم تھا۔ سیرالاولیاء سے نقل ہے کہ حضرت فریدالدین صاحب دلوں کی جگہ تھے۔ اور آپ فرخ شاہ بادشاہ کابل کے خاندان سے تھے۔ اس زمانہ میں دنیا کی سلطنت فرخ شاہ کے ہاتھ میں تھی۔ تمام بادشاہ روئے زمین کے مطیع تھے۔ اور کابل کی سلطنت غزنین کی سلطنت سے پہلے تھی۔ جب حوادث روزگار سے خلل پذیر ہوئے۔ شاہ غزنی کے قبضہ میں آ گئے۔ فرخ شاہ کی اولاد بھی دیار کابل میں اپنے املاک اور اسباب میں مشغول رہی۔ یہاں تک کہ چنگیز خاں نے خروج کیا۔ اور ملک ایران اور توران تہ تیغ لایا۔ اور لوٹ مچادی۔ اور لشکر غزنی کی طرف کھینچ غزنی میں پہنچا اس کو لیا اور خراب کیا۔ جد بزرگوار شیخ فریدالدین نے کابل کی لڑائی میں شہادت پائی۔ بعدہ جد بزرگوار شیخ الشیوخ عالم قاضی شعیب تین لڑکوں کے ہمراہ اور مال و اسباب لیکر لاہور میں پہنچے اور قصبہ قصور میں نزول فرمایا۔ قاضی قصور کہ عدل و انصاف میں اور مروت اور مردمی میں قاضیوں کے فخر تھے۔ آپ کے خاندان کی عظمت اور بزرگی اس سے پہلے سُنی تھی۔ جب ان بزرگوار کو دیکھا تعظیم سے پیش آئے۔ اور جیسا سُنا تھا سو چند دیکھا چنانچہ اس کا مشاہدہ آپ کہتا ہے ؎

آنچہ گوشش از کساں خواجہ شنید
چشم او صد ہزاراں چنداں دید

اور ضیافت کی اور ان کے پہنچنے کا ذکر کہ کمال علم اور جمال سے آراستہ تھے۔ اور ان کے خاندان کی عظمت بادشاہ وقت کو لکھی۔ بادشاہ نے ایک فرمان تعظیم اور تکریم کا اس بزرگوار کی خدمت میں بھیجا۔ مضمون اس کا یہ تھا کہ جیسا آپ کے اختیار میں ہو۔ ہر کام دینی اور دنیاوی سے جہت دنیاوی سے میری رضا ہے ع

رضائے دوست مقدم بر اختیار منست

بعدہ بابا فریدالدین گنجشکر کی جد بزرگوار نے فرمایا کہ ہم کو علم و دنیا مطلوب نہیں ہے۔ جو چیز ہم سے جاتی رہی۔ اس کے پیچھے نہیں پڑتے۔ اتفاقاً کوتوال سے نزدیک ہے قاضی شعیب کے سپرد کیا گیا جو باباصاحب کی جد تھی۔ وہاں سکونت کی۔ اور حقتعالیٰ نے اس خاندان سے باباصاحب کو ظاہر کیا۔ کہ ہندوستان کی خلائق کو کہ گناہ کے اندھیرے میں غرق تھی دستگیری فرما کر نکالیں ✣

دوسری نقل ہے آپ کے بزرگوار کے تشریف لانے کی کوتوال میں سرالعارفین مولنا جمال الدین دہلوی کی تصنیف سے اس طریق سے لکھا گیا کہ پدر بزرگوار آپ کے شیخ جمال الدین

سیمان کابل کی طرف سے شہاب الدین غوری سلطان محمود غزنوی کے بھانجے کے عہد میں ملتان میں آئے۔ اور ملتان کی طرف میں ایک قصبہ ہے۔ کہ اس کا نام کوتھوال ہے اُن کو اس قصبہ کی زمین کی قضا دی۔ وہاں آپ نے تاہل کیا۔ اور متوطن ہوئے۔ آپ کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ بڑے لڑکے اعزالدین محمود نام اُن سے چھوٹے فریدالدین مسعود اور چھوٹے لڑکے نجیب الدین متوکل قدس اللہ سرہٗ ان لڑکوں کی ماں بی بی قرسم خاتون مولٰنا وجیہ الدین خجندی کی لڑکی تھی۔ کمال صلاحیت اور عفت میں ان کی کرامت معروف اور مشہور ہے +

نقل ہے کہ حضرت سلطان الاولیا نظام الدین محمد بدایونی سے کہ ایک رات آپ کی والدہ عبادت اور تہجد میں مشغول تھیں۔ ایک چور گھر میں آیا۔ آپ کی والدہ کی دہشت سے یکایک نابینا ہو گیا۔ چاہا کہ وہاں سے نکلے آنکھوں کے جانے سے راہ نہ پائی آواز دی کہ میں چور ہوں۔ اور چوری کے لئے اس گھر میں آیا ہوں۔ البتہ یہاں کوئی ہے جس کی دہشت لے مجھے اندھا کیا۔ عہد کرتا ہوں کہ اگر بینائی آ جاوے تو پھر چوری نہ کرونگا۔ اور کفر سے اسلام لاؤنگا۔ بابا صاحب کی والدہ صاحبہ نے جب یہ بات سُنی اُس کی بینائی کو حقتعالےٰ سے طلب کیا۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے دونوں آنکھیں بینا ہو گئیں۔ اس حال سے سوائے آپ کی والدہ کے کسی کو خبر نہ تھی۔ جب دن ہوا ایک شخص برتن دہی کا بھرا ہوا لیکر آپ کے دروازہ پر پہنچا اور کہا کہ میں وہی چور ہوں کہ رات چوری کو آیا تھا۔ ایک عورت متبرکہ یہاں نماز میں مشغول تھیں اُن کی ہیبت سے میں بالکل نابینا ہو گیا۔ اب میں آیا ہوں کہ اپنے اہل و عیال سمیت مسلمان ہوؤں۔ آخر وہی کیا اور ایک صالحان سے ہوا۔ اور بہت خدمت کی۔ اب اُس کی قبر بھی اُسی قصبہ میں ہے۔ اور آدمی زیارت سے اس مزار کے برکتیں پاتے ہیں۔ اور شیخ عبداللہ مشہور ہے۔ اور بابا صاحب کے پدر بزرگوار کی قبر اور آپ کے بڑے بھائی اعزالدین محمود کی مزار اسی قصبہ میں واقع ہے +

سُن گیا ہے آپ کی والدہ سے خواجہ محمود چشتی بہدالوی کہ ابتدائی حال میں بابا فریدالدین گنجشکر اکثر بیابان میں رہتے تھے۔ چنانچہ دس برس تک درختوں کے پتے کھاتے اور رات دن عبادت الٰہی سے بعد مدت مذکور کے اپنی والدہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے والدہ نے ان کا حال پوچھا کہ اس مدت میں کیا گذری۔ فرمایا کہ اس دس بارہ سال میں کھانا چھوڑ کر درختوں کے پتوں پر قناعت کی اور عبادت میں مشغول رہا۔ اس اثنا میں آپ کی والدہ نے نہایت شفقت سے آپ کے بالوں میں شانہ کرنا شروع کیا۔ اس سے قبل جو آپ کا سر شریف اُلجھا ہوا اور بے روغن تھا درد کرنے لگا۔ ماں سے عرض کیا کہ بال درد کرتے ہیں۔ ماں

نے جواب دیا کہ یہ مدت ضائع کی اور کچھ نہ کیا۔ پھر مادر بزرگوار سے رخصت ہو کر سفر میں آئے اور ایک مدت مدید ترک طعام اور نباتات کیا اور ہمیشہ اطمینان کی غرض سے ایک کاٹھ کی ٹکیہ سینہ کے آگے رکھتے تھے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اور جو آپ سے کھانے کو پوچھتا تھا۔ جواب میں فرماتے تھے۔ یہ بقیہ طعام موجود ہے۔ میں نے کھالیا ہے۔ اور بچا ہوا اٹھا رکھا ہے۔ جب بعد مدت کے پھر والدہ کے پاس پہنچے۔ پھر والدہ نے استفسار کیا کہ اس مدت میں کیسے گذر کی۔ جواب میں فرمایا کہ کاٹھ کی ٹکیہ پر قناعت کی۔ یہانتک کہ ایک روز بھوک کی شدت سے اس کو دانتوں سے کاٹا کہ دانتوں کا زخم اس پر ظاہر ہے اور جو ہم سے پوچھتا تھا ہم کہہ دیتے تھے کہ ہم نے کھایا ہے اور بقیہ رکھا ہے۔ اور ٹکیہ کی طرف اشارہ کر دیتے تھے۔ مادر بزرگوار نے فرمایا کہ اس مدت میں سب خلاف واقعہ کے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ بس تم نے اس مدت میں بھی کچھ کام نہ کیا۔ اور ضائع گذرانی۔ اور کاٹھ کی ٹکیاں کہ ایک ہزار چھتیس ہیں۔ آپ کے روضہ مقدس میں پاک پٹن میں موجود ہیں کہ اس داعی نے بھی زیارت کی ہے۔ اور سر پر رکھی ہیں۔ پھر والدہ سے رخصت ہوئے اور سفر میں گئے۔ اور بارہ برس اپنے کو چاہ میں لٹکایا اور نماز معکوس میں مشغول ہوئے۔ اور ہمیشہ اس کو زبان پر لاتے تھے۔ کہ جو خدا کرے ہوتا ہے۔ بعد بارہ برس کے ہاتف نے آواز دی کہ جو خدا کرے ہو۔ اور جو فرید چاہے اللہ کے حکم سے ہو۔ اس مدت میں ریاضت انجام کو پہنچی۔ کہ چڑیوں نے آپ کے زانوئے مبارک میں گھونسلے بنائے تھے بعد گذرنے مدت کے جب ماں کی خدمت میں مشرف ہوئے تو ماں نے حال سنکر بہت شاباش کی۔ اور مہربانی فرمائی۔ کہ مرد ایسا ہی کرتے ہیں۔ جیساکہ تم نے اس بار کیا۔ بہت پسند آیا۔ اس کلام کے اثنا میں آپ نے ہندوی زبان میں فرمایا ؎

فریدا دھر سولی سر پنجرے تلیاں تو کت کاک
رب اجیوں نہ باہڑے سو دھن اسافڑے بھاگ

اور نیز کاتب الحروف کی والدہ سے سنا گیا ہے کہ آنحضرت بزرگان دین کی جماعت کیساتھ یعنی شیخ بہاؤالدین زکریا اور شیخ جلال الدین بخاری اور شیخ شرف الدین قلندر سیر میں تھے۔ ناگہاں ایک جگہ پہنچے۔ کہ اس کی دو راہیں تھیں۔ ایک میں چوروں کا خطر تھا اور ایک امن سے تھی۔ شیخ بہاؤالدین زکریا نے فرمایا کہ امن کی راہ چلنا چاہیئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سبب خطر کا آپ سے دور کرنا چاہیئے۔ اور راہ میں جریدہ آنا چاہیئے۔ ویسا ہی کیا۔ اور خطر کی راہ آئے۔ ناگاہ ایک دریا پر اترے دیکھا کہ ایک صیاد نے جال ڈالا ہے۔ اور مچھلیاں

پکڑتا ہے۔ یہ سب یار جو چھوکے تھے ہر ایک کے نام سے ایک تیر نکلی جو آنحضرت سے بہت مبالغہ کیا۔ بلضرورت اپنے نام سے جال ڈالا۔ ہر چند صیاد نے زور کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور جال نہ کھینچ سکا۔ یہاں تک کہ سب یاروں نے زور لگا کر کھینچا۔ ناگہاں ایک مرد نورانی قرآن کی تلاوت میں مشغول ظاہر ہوا۔ اور اُسکی ہمت نان تنک اور حلوا رکھا تھا۔ پوچھا یہ پکا حلوا کیسا ہے اُس پیر نے کہا کہ بہ نیت حضرت فریدالدین گنجشکر کے میں نے پکایا تھا۔ اور میں آب شیریں کی طلب میں آیا تھا۔ سب یار تعجب میں رہے اور اس روز سے درست اعتقاد کے ساتھ آتے تھے اور نہایت ادب کے ساتھ رہتے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ بابا صاحب سیر میں اپنے احوال کے ساتھ بہت کوشش کرتے تھے بعد ازاں سب یار سیر میں آئے اور حرمین شریفین کے طواف سے مشرف ہوئے۔ اور بوقت واپسی آنحضرت کے شیخ بہاؤالدین زکریا اس سبب سے کہ رشتہ میں باہم خالہ زاد تھے۔ اور محبت بہت رکھتے تھے۔ سنی راہیں خدمت شیخ شہاب الدین سہروردی کی پسند کی تھی۔ آنحضرت کا قاعدہ تھا کہ جو مسافران کی خدمت میں آتا تھا کہ جو مسافران کی خانقاہ میں آتا تھا خادم کو بھیجتے تھے کہ بعد ادا کرنے خدمت مہمانداری کے کھانا آگے لیجاتا تھا۔ جب وہ دونوں عزیز گئے بقاعدہ سابقہ کھانا بھیجا۔ انہوں نے کھایا اور چند روز خدمت میں رہے۔ شیوخ نے مولنا فریدالدین کے باب میں فرمایا کہ ہمت عالی رکھتے ہیں۔ اور وہاں سے انتقال فرمایا۔ ایک نوع کی ملاقات ان دونوں بزرگ کی شیخ الشیوخ کے ساتھ اس طریق سے ہے +

نقل ہے گلشن اولیا سے کہ ایک وقت بندگی شیخ بہاؤالدین زکریا قطب العالم شیخ فریدالدین کے آگے آئے کہ میں بسبب ارادت کے شیخ شہاب الدین کے پاس قصد رکھتا ہوں حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ میں نیت ارادت کی اُن سے نہیں رکھتا ہوں لیکن تمہاری خاطر سے اگر کہو ہمراہ چلوں۔ بندگی حضرت غوث الاعظم بہت خوش ہوئے اور کہا اس سے کیا بہتر ہے۔ بعدہ دونوں روانہ ہوئے اور تین آدمی اور روانہ ہوئے۔ ایک شیخ داؤد موکدی دوسرے شیخ محمود بھرگی تیسرے شہباز قلندر لیکن شہباز بھی نیت ارادت کی نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ دو آدمی بہ نیت ارادت گئے۔ ہر ایک خلق عجب اور رنج سے بغداد کی طرف گئے۔ جب چند منزل طے کیں۔ ایک روز اثنائے راہ میں سانپ نے غوث العالم بہاؤالدین کے پاؤں میں کاٹا حضرت قطب العالم بابا صاحب نے فرمایا کہ تریاق پیدا کرنا چاہئے۔ غوث العالم نے فرمایا جب آپ کی ذات ہمراہ ہے تریاق کیا کریگا حضرت قطب العالم بابا صاحب نے قدرے خاک زمین سے اٹھائی۔ اور نام حضرت نواختہ درگاہ جبار خواجہ قطب الدین

بختیار قدس سرہٗ کا لیا۔ اور سانپ کے کاٹے کی جگہ پر ڈالی۔ فوراً صحت ہوئی۔ گویا کچھ درد نہ تھا حضرت غوث العالم شیخ بہاؤالدین اور سب مصاحب حیران ہو گئے! در عظمت در بزرگی خواجہ قطب الدین کی اقرار میں لائے اور روانہ ہوئے۔ جب بغداد کے نزدیک پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ بھیڑیں چرتی ہیں۔ اور گلے میں چاندی کے طوق ہیں۔ پوچھا یہ کس کی ہیں۔ کہا شیخ کی ہیں۔ پھر آگے قدم مارا دیکھا کہ گھوڑوں اور اونٹوں کے گلے میں زر و نقرہ کے طوق کے ساتھ چرتے ہیں۔ پوچھا یہ کس کے ہیں۔ کہا شیخ شہاب الدین کے جب قریب شہر کے پہنچے جس باغ میں گزرتے تھے شیخ کا ذکر سنتے تھے۔ شہباز قلندر وہ دبر میں ایک لتہ رکھتا تھا اس کو اتارا۔ اور زمین پر ڈالا اور کہا یہ بھی شیخ کا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ کے دروازہ پر پہنچے اور بیٹھے۔ خادم اندر سے آیا۔ پوچھا کہ ابھی جو آدمی آئے ہیں کہاں ہیں۔ ہر ایک اٹھا اور کہا ہم ہیں۔ خادم لوٹا اور شیخ کے پاس گیا اور کہا کہ حضرت ایسا واقعہ ہے۔ بعدہٗ شیخ نے فرمایا کہ جا پوچھ تم میں شیخ فرید اور شیخ بہاؤالدین کون ہے۔ خادم آیا اور پوچھا۔ سب تعجب میں ہوئے اور کہا کہ ہم ہیں۔ خادم نے کہا آؤ تمہارے لئے حضرت قطب العارفین نے منزلگاہ فرمائی ہے۔ قطب العالم بابا صاحب نے فرمایا کہ ہم اول ملاقات شیخ کی کریں گے۔ اسوقت جگہ میں اتریں گے۔ خادم نے کہا کہ جو حضرت شیخ نے فرمایا ہے بہتر ہے۔ اس سے روگردانی نہ کرو۔ اتر لو پھر چلنا۔ اترے اور خادم پھر گیا۔ بعد ساعت کے شیخ نے کھانا بھیجا۔ ہر ایک نے ہاتھ کھانے کو پھیلایا۔ بابا صاحب نے نہ کھایا۔ فرمایا کہ میں شیخ کے ساتھ کھاؤں گا۔ آدمی نے جا کر شیخ سے کہا سب نے کھایا لیکن حضرت شیخ فرید کہتے ہیں کہ میں شیخ کے ساتھ کھاؤں گا۔ شیخ نے فرمایا کہ جا شیخ فرید سے کہہ کہ تم کھانا کھاؤ۔ ہم نے نیت سات روز کے طے کی کی ہے۔ جب خادم نے کہا۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ میں نے بھی طے کا قصد کیا ہے۔ خادم گیا اور آ کر کہا۔ کہ شیخ نے فرمایا ہے بہتر ہے۔ الغرض جب ان پانچوں نے اس منزلگاہ کو آرامگاہ کیا۔ علی الصبح شیخ نے آدمی بھیجا کہ جاؤ گھوڑوں کے واسطے گھاس لاؤ جو آدمی کہ نیت ارادت کی رکھتے تھے۔ اور تخم عبودیت کا بویا تھا اطاعت کی۔ حضرت قطب عالم اور شہباز قلندر بھی یاروں کی موافقت میں گئے۔ بندگی غوث العالم شیخ بہاؤالدین خشک گھاس لائے۔ اور شیخ داؤد اور شیخ محمود سبز لائے۔ خادم آیا اور ان کی کیفیت معلوم کی اور خشک گھاس اُن کی درگاہ میں گذرانی۔ شیخ نے فرمایا جا بہاؤالدین سے پوچھ کہ خشک گھاس کیوں لایا۔ اور شیخ داؤد اور شیخ محمود سے کہہ کہ سبز کیوں لائے۔ خادم آیا اور کہا غوث العالم نے جواب دیا کہ میں نے سبز گھاس کو دیکھا کہ تسبیح میں تھی۔ اس سبب سے خشک لایا۔ اور

شیخ داؤد اور شیخ محمود نے کہا حضرت کی خدمت میں خشک گھاس کیوں لاتے ۔ سبز سبز ہے ۔ خادم نے جاکر یہ حقیقت شیخ کی خدمت میں عرض کی ۔ شیخ نے رغبت سے سُنی اور پسند کیا ۔ بعدہ بزرگ جب بیابان پہنچے ۔ حضرت شیخ الشیوخ نے اُن کو بُلایا ۔ جب یہ دروازہ پر شیخ کے پہنچے کہ اندر گھر سے دو آدمی پکڑ کر لائے ہیں ۔ اور ان کے حضور میں دونوں کی گردن ماری ۔ ان کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہوتا ہے ۔ اُس گھر میں گئے اور شیخ کے ساتھ کھانا کھایا ۔ لیکن شیخ کے آگے جَو کی روٹی کچے آٹے کی لائے تھے ۔ شہباز نے دل میں گذرا تاکہ اس طریق کے پیر ..... کا مال و منال میں نے دیکھا ۔ اور اندر یہ طریق ہے ۔ حضرت شیخ نے باطن سے معلوم کیا اور شہباز کی طرف دیکھا ۔ اور یہ بات کہی کہ ہیچ میں نے ...... مٹی میں گاڑی ہے دل پر نہیں گاڑی ہے ۔ اور وہ لقمہ جو شہباز نے ڈالا تھا حجرہ سے منگا کر دیا ۔ حاضرین متعجب ہوئے بعض نے خاطر میں گذرا تاکہ اور تو سب حل ہوا لیکن یہ فرمادیں کہ دو آدمیوں کی کیوں گردن ماری کیا سبب تھا ۔ فرمایا کہ وہ دونوں نفس شیخ داؤد اور شیخ محمود کے تھے ۔ اُن کی نفسانیت کو ظاہر مظہر میں لاکر گردن ماری ۔ جب وقت مغرب کا ہوا ۔ شیخ کے وضو کو طشت اور آفتابہ لائے جب شیخ نے مسواک لی اور کلی کی ۔ بابا صاحب نے ان کے دانتوں کا درد دیکھ پوشیدہ حضرت باری تعالیٰ سے عرض کی الٰہی ان کا درد دُور ہو ۔ فرمان ہوا کہ حکم ہمارا اسی طور سے ہے ۔ اُس وقت بابا صاحب نے عرض کی ۔ الٰہی تیرا حکم جاری رہے گا ۔ لیکن ان کے درد کے بدلے ہمارے درد ہو ۔ اُس وقت درد دُور ہوا ۔ اور بابا صاحب کے ہونے لگا ؎

زمردان ہر کہ باشد صاحب گنج	رساند راحت و برخود نہد رنج
کنوں شاہم بزیر چرخ دوار	ہمے بخشد شفا ہر روز صد بار

شیخ شہاب الدین نے بابا صاحب کی طرف دیکھا اور کہا اس راز سے کوئی مطلع نہ ہو ۔ تم نے کیوں آپ کو رنج میں ڈالا قطب العالم بابا صاحب نے فرمایا یہ درویش سے نہیں ہوتا ہے کہ کسی کو رنج میں دیکھے ۔ حضرت شیخ الشیوخ نے بھی دُعا کی کہ بابا صاحب کا درد دُور ہوا ۔ بعد حضرت نے التماس فاتحہ کی کی ۔ کہ جب تک اپنے پیر دستگیر کے پاس پہنچیں شیطان کے مکر سے نذر رہیں ۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ شیطان لعین کو تمہاری ذات مبین سے کیا مجال ہے ۔ قطب العالم نے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو ۔ فاتحہ فتوح کی پڑھیں ۔ اور حضرت شیخ عوارف نے کتاب کو حضرت قطب العالم کو دیا کہ تم جب تک پیر کے پاس پہنچو ۔ اس کا مطالعہ کرو کہ خاص تمہارے واسطے بنائی ہے ۔ بعدہ بابا صاحب قطب العالم حضرت شیخ الشیوخ سے رخصت ہوئے اور فرمایا کہ تم سنگر عالم اور عالم والوں کے ہو ۔ اور دارالملک دہلی کی طرف متوجہ ہوئے ؂

نقل ہے گلشن دلبا سے کہ ایک وقت حضرت قطب العالم فریدالدین گنجشکر حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کی ملاقات کو سفر فرماتے تھے۔ اور قدموں مبارک سے اس زمین کو طے کیا۔ اور دونوں بزرگ نے ملاقات کی اور ثمرہ اخلاص اور اتحاد کا اظہار فرمایا۔ جو قطب العالم آفتاب عالمتاب سے تھے۔ اُن کی توجہ حدود ملتان میں شیخ صدرالدین کو خوش نہ معلوم ہوئی اور اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید وہاں کی ولایت کا خیال رکھتے ہیں۔ کہ اس طرف تشریف لاتے ہیں۔ شیخ بہاؤالدین سے ظاہر کیا۔ کہ بابا یہ جو یہاں آتے ہیں اچھا نہیں ہے۔ شاید اس ولایت کو لینا چاہتے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ آپ کی یہ غرض نہیں ہے۔ کمال لطف سے ملاقات کے واسطے آتے ہیں۔ شیخ صدرالدین کے دل سے یہ دغدغہ کلی دُور نہ ہوا۔ اور بزرگوں کا طریقہ ہے جو کسی بزرگ کو چاہتے ہیں کہ کسی جگہ روانہ کریں اُس کی جوتیاں اس طرف کر کر آتے ہیں۔ شیخ صدرالدین نے باباصاحب کی جُوتیاں لے کر اور جھاڑ کر دہلی کی طرف سیدھی کر کے رکھیں۔ باباصاحب نے فرمایا کہ شیخ صدرالدین میں یہاں رہنے والا نہیں ہوں۔ خاطر جمع رکھ محض تیرے باپ کی ملاقات کو آیا ہوں۔ شیخ بہاؤالدین کی ایک کنیزک تھی۔ باحسن و جمال شیریں گفتار پاکیزہ مثال آب زلال کے کہ آدمیوں کے ہوش لیجاتی تھی۔ اور دل کا غبار کلام نرم اور گرم سے مٹاتی تھی۔ جب حضرت بہاؤالدین نے اُس کو اپنے پاس بُلایا۔ اور شقاوت کا داغ کہ اس جبین پر اس حُسن کے باغ کی طراوت کے تھا جب دیکھتے تھے عیش خراب ہو جاتا تھا۔ چند بار اس بزرگوار نے حضرت پروردگار میں عرض کی۔ کہ الٰہی اس کی شقاوت کا داغ سعادت سے بدل دے۔ فرمان پہنچتا تھا کہ ہمارا حکم یوں ہے۔ بندگی شیخ بہاؤالدین نے دل میں گذارا کہ اگر وہ ماہ رو مشک مو باباصاحب کی نظر سے مشرف ہو۔ امید ہے کہ داغ شقاوت کا آپ کی دعا کی برکت سے بدل جاویگا شیخ بہاؤالدین نے باباصاحب سے کہا کہ ایک لونڈی ہے۔ اگر فرماؤ تو آفتابہ لے کر آوے اور وضو آپ کو کراوے کہ میری نیت ہے۔ فرمایا بہتر ہے۔ شیخ بہاؤالدین اندر گئے اور اس ماہ پیکر سے کہا کہ آفتابہ پانی سے بھر کر جا۔ اور ان شیخ کو کہ گھر کے اندر بیٹھے ہیں۔ وضو کراؤ۔ اور آپ کو اُن سے پردہ میں نہ رکھنا۔ اس نے کہا کیونکر میں آپ کو دوسرے کو دکھلاؤں۔ کہ میں عورت ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ اس میں مصلحت ہے۔ جو میں کہتا ہوں وہ کر۔ لونڈی نے آفتابہ بھر کر لیا اور حضور میں باباصاحب کے گئی۔ حضرت قطب العالم نے اپنا دست مبارک نکالا۔ لونڈی نے پانی ڈالا۔ جب حضرت قطب العالم نے دیکھا۔ وہ داغ مثل زاغ کے اس باغ جمال میں نظر شریف میں پڑا۔ حضرت قطب العالم نے منہ آسمان

کی طرف اٹھایا۔ اور دُعا کی۔ اس لونڈی نے تمام پانی اس عرصہ میں دست مبارک پر ڈالدیا اور گمان لے گئی کہ یہ مرد مجھ پر شیفتہ ہوگیا ہے۔

نظر خوباں بجبین خویش دارند کسے را در نظر زاں مے نیارند
دلِ مرداں حق را مے ندانند کہ حسن شان بیک جَو کم ستانند

القصہ جب آفتابہ اس آفتابِ جمال کا خالی ہوا۔ اندر گئی اور شیخ سے کہا کہ تم نے مجھ کو ایسے مرد صاحب نظر کے پاس بھیجا۔ شیخ نے فرمایا اس مرد نے کیا کیا۔ اُس نے کہا کہ نظر آسمان کی طرف سے نیچے نہ کی۔ تمام پانی میں نے اُنکے ہاتھ پر ڈال دیا۔ شیخ الاسلام نے جانا کہ حضرت دعا میں مشغول ہوئے۔ اور اُس کی پیشانی پر نظر کی دیکھا کہ ہنوز داغ شقاوت کا رکھتی ہے۔ فرمایا کہ جلد اور پانی لے جا۔ لونڈی دُوسرا آفتابہ بھر کرلے گئی۔ اور پھر تمام پانی آپ کے ہاتھ پر بہا دیا۔ پھر اندر گئی۔ شیخ نے پوچھا اب وضو کیا ہے یا نہیں۔ کہا نہیں کیا ہے۔ اور نظر اوپر ہے۔ شیخ نے اُس کی پیشانی دیکھی۔ دیکھا کہ وہ داغ باقی ہے۔ فرمایا جلد جا اور آفتابہ لے جا۔ وہ بھر کرلے گئی۔ اور دست مبارک پر بہانا شروع کیا۔ جب آدھا پانی بہ گیا حضرت باباصاحب نے نظر نیچے ڈالی۔ اور باقی پانی سے وضو کیا۔ بعدہ کنیزک گھر میں آئی اور شیخ سے کہا کہ اس مرد نے وضو کیا آدھے پانی سے شیخ نے تمام حضور سے اُس کی جبین دیکھی۔ دیکھا کہ داغ شقاوت کا اس کی جبین سے دُور ہو گیا۔ اور شاہی پیشانی اور شفقت الٰہی پہنچا۔ شیخ خوش ہوئے لیکن دل میں کچھ غبار بیٹھا۔ درگاہ حق جل وعلا میں کہا ہی ہے سنے چالیس بار اس کام کی عرض کی قبول نہ ہوئی۔ اور دُعا شیخ فرید کی اجابت سے موصول ہوئی۔ فرمان ہُوا کہ اس چلہ اخیر میں میں نے اس سے کہا تھا کہ جو میں نے کہا تو نے کیا۔ اب جو تو کہیگا میں کروں گا۔ اس سبب سے دعا شیخ فرید کی قبول اور معرض وصول میں ہوئی ؛

نقل ہے گلشن اولیا سے کہ جب حضرت قطب العالم فرید الملۃ والدین گنجشکر قدس سرہٗ کا اول چلہ ہُوا چالیس برس فرمان حضرت حق سبحانہ تعالےٰ پہنچا۔ کہ فرید اچھا ہماری طلب میں پہنچا۔ اور جب دُوسرا چلہ ہوا فرمان پہنچا کہ اے فرید جو کچھ میں نے کہا تو نے کیا اور جب تیسرا چلہ ہُوا۔ فرمان خدا تعالےٰ آیا کہ جو میں نے کہا تو نے کیا۔ اب جو تو کہیگا میں کروں گا۔ پس اس کلام سے ایسا معلوم ہُوا کہ عمر حضرت قطب العالم کی ایک سو بیس سال کی تھی۔ لیکن میں نے اپنے پیر کی زبان سے سُنا ؛

مصنف گلشن اولیا کہتا ہے۔ کہ حضرت قطب العالم فرید الدین قدس سرہٗ نے

اپنی عمر ایک شخص کو اپنی والدہ کی شفاعت سے بعد دفن کے بخشی تھی ؂

نقل ہے گلشن اولیا سے کہ جس مقدار کی قطبیت کہ حضرت گنج شکر کو تھی۔ دوسرے کو کمتر ہوئی ہے۔ کہ چہل سال آپ کی تھی کہ چند درویش کامل نے کوہ قاف سے قصد کیا کہ جا کر اس شیخ کو مار ڈالیں۔ کہ اس قسم کی قطبیت کسی پر قرار نہ پائی ہے۔ اور جب تک وہ ہے دوسرا قطب نہ ہوگا۔ حضرت قطب العالم کے پاس آگئے اور سب نے سلام کہا۔ آستانہ قطب العالم میں بیٹھے۔ بعد تھوڑی دیر کے حضرت قطب العالم نے اُن سے پوچھا تم نے اس قدر سیر کئے ہیں کوئی درویش دیکھا ہے۔ وہ تعجب میں ہوئے اور کہا کہ ہم خود درویش ہیں اور کہا کہ ہاں دیکھا ہے اور سنا گیا اور نام لیا۔ حضرت قطب العالم نے اُن سے کہا کہ مجھ کو کیسا دیکھا ہے۔ کہا کہ ہم ابھی آئے ہیں۔ تم سے واقف نہیں۔ حضرت نے فرمایا جاؤ میرا حال پوچھو۔ گئے اور در پر کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ حال شیخ کا کس طرح ہے۔ اندر سے آواز آئی۔ اس روز سے کہ میں گھر میں شیخ کے آیا ہوں کبھی کھانا سیر ہو کر نہ کھایا ہے۔ جب انہوں نے جواب سنا پھر مسند شریف پر حضرت کے پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت وہاں نہیں ہیں۔ انہوں نے آپ کی تلاش میں مراقبہ کیا۔ تمام زمین کی سیر کی۔ اور آسمان پر طیر کیا کسی جگہ نہ پایا۔ سر مراقبہ سے اٹھایا کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت اُن کے درمیان میں ہیں۔ اور گرد اپنی ریش مبارک کی آستین سے جھاڑتے ہیں۔ جب انہوں نے حضرت کو دیکھا پوچھا آپ کہاں تھے۔ آپ نے کہا جن درویشوں کو تم نے مسمی کیا۔ میں نے اُن کو جا کر دیکھا انہوں نے کہا کیسا دیکھا۔ فرمایا سب کندہ پر ہیں۔ بعدہٗ حضرت گنج شکر نے اُن کی طرف توجہ کی۔ فرمایا کہ مجھ کو تم نے کسی جگہ نہ پایا۔ پھر مار کب سکتے ہو۔ اگر میں چاہوں تو ایک ہمت میں تم کو مار ڈالوں۔ لیکن جاؤ فقیر کو ایسا نہ چاہیئے۔ زمین چومی اور کہا اب درویش وہاں رہتے ہیں ؂

نقل ہے گلشن اولیا سے کہ ایک وقت کوہ لبنان کے درویشوں میں اختلاف ہوا حضرت گنج شکر کی قطبیت میں بعض نے کہا کہ حضرت بندگی شیخ فرید قطب ہیں۔ اور بعض نے کہا نہیں اس واسطے کہ جو قطب ہے اس کا البتہ اس مقام عقام میں گذر ہوتا ہے۔ اور اُس نے کبھی اس جگہ مقام فرحت افزا میں گذر نہیں کی۔ جب اختلاف زیادہ ہوا آخر طرفین میں یہ ٹھیرا کہ دو آدمی امتحان کے لئے بھیجنا چاہیئے۔ دو آدمیوں کو متعین کیا۔ جب وہ حضرت قطب العالم کے پاس پہنچے۔ آپ کا جمال باکمال دیکھا۔ اور آپ کی خدمت میں رہے لبنان کی طرف واپس نہ پھرے۔ اور دو آدمیوں کو بھیجا کہ اُن دو کی خبر لا دیں۔ اُن دو نے بھی جب جمال باکمال دیکھا نہ پھرے۔ پھر دو شخص اور بھیجے وہ بھی جب پہنچے خدمت قبول کی۔ کوہ لبنان خالی ہو گیا۔ بعد مدت کے حضرت

نے اُن سے فرمایا کہ لنگر دنیا کی جگہ ہے۔ اس کو خالی نہیں چھوڑنا چاہئیے سب کو رخصت فرمایا۔ سب نے اطمینان سے مراجعت کی ✦

نقل ہے گلشن اولیا سے کہ سلطان ناصرالدین بادشاہ دہلی کے عہد میں ایک دانشمند فصیح الدین نام ملک بلاد سے دہلی میں پہنچا کہ کوئی دانشمند اس سے مباحثہ نہ کر سکتا تھا۔ ایک زمانہ کا فائق تھا۔ ایک وقت ایک مجلس میں بیٹھا تھا اور پانچ عالم اُس سے گفتگو کرتے تھے۔ اور وہ کہتا تھا کوئی ان حدود میں بھی دانشمند ہے کہ مجھ سے بحث کرنی ہو۔ ایک مرد نے ان میں سے کہا۔ ہاں حضرت قطب عالم فریدالدین ہیں۔ جو دھن میں [illegible]۔ اس دانشمند نے مخصوص قصد کیا اور پہنچا۔ اور آپ کا جمال جہاں آرا دیکھا۔ اور بہت مشکلات کو آپ سے پوچھا اگرچہ ان کے آگے بہت سہل تھیں لیکن آپ نے تھوڑی دیر تامل فرمایا۔ شیخ نظام الدین ملازمت میں حاضر تھے۔ جواب [illegible] کیا۔ وہ متحیر رہا۔ دل میں گذرا کہ سبحان اللہ مرید جس کا ایسا علم رکھتا ہو۔ وہ کیسا ہوگا۔ جلد اٹھا اور متفکر چلا۔ حضرت قطب العالم نے نظام الدین پر بہت عتاب کیا کہ تو نے کیوں اس کو جواب دیا اور خراب کیا۔ کیا میں نہیں جانتا تھا میں نے اسی واسطے تحمل کیا تھا کہ اس کا دل خستہ نہ ہو۔ میں تجھ سے ہرگز خوش نہ ہونگا جب تک اس کو جا کر خوش نہ کریگا۔ شیخ نظام الدین مولانا فصیح الدین کے پاس آئے کہ ہمارے پیر دستگیر نے تمہاری خاطر کے سبب بہت غصہ فرمایا۔ مولانا فصیح الدین نے کہا کہ تجھ کو کیوں سرزنش فرمایا۔ تم نے جواب باصواب کہا۔ آپ نے کہا اس واسطے کہ تو نے کیوں جواب دیا۔ اگر تو نہ کہتا۔ تو مولانا کا دل خوش ہوتا۔ میں نے اسی واسطے تحمل کیا تھا۔ شیخ فصیح الدین کو اس بات سے بہت حیرت ہوئی۔ کہ سبحان اللہ علم ایسا اور تحمل ایسا۔ اُٹھے اور قطب العالم کی خدمت میں پہنچے۔ اور التماس بیعت کی کی۔ حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ تم نے علم ظاہری میں بہت غلو کیا۔ میں کس طرح تم کو مرید کروں۔ آخر مرید کیا اور اس سعادت سے مشرف ہوئے۔ عمر بھر قطب العالم کی خدمت میں رہے ✦

نقل ہے گلشن اولیا سے کہ ایک روز نقیب اولیا حضرت ابوالعباس خضر ہمارے پیر دستگیر کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آج کی رات دریا میں مچھلیاں جمع ہوئی تھیں۔ اور ایک مچھلی اُس مچھلی کی نسل سے کہ یونس علیہ السلام کو لے گئی تھی کہتی تھی اس وقت میرے سر میں بڑھاپا ہے کہ دریا خشک ہوگا۔ دریا کے رہنے والے اس ماہی پر بہت اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جو مشکل اُن کو ہوتی ہے۔ اس کو اس مچھلی سے حل کرتے ہیں۔ [illegible] دریا کے رہنے والے اس بات سے بہت متحیر اور متفکر ہوئے کہ جب دریا خشک ہوگا۔ ہماری زندگی کیونکر

ہو گی۔ مجھ کو دریا کے باشندوں نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ کسی طرح سے اُن کی رہائی ہو
پس میں دریا میں آیا۔ ایک حجرہ بلوری دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے آواز دی کہ اس حجرہ میں
کون ہے۔ میں نے آواز سُنی کہ یہ حجرہ شیخ ابی سلول کا ہے۔ قطب العالم شیخ فریدالدین گنجشکر
کے خلفا سے ہے۔ میں نے اُن کو طلب کیا۔ دروازہ کھولا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مرد
پیر نورانی سجادہ کرامت پر بیٹھا ہے۔ اس پر میں نے سلام کیا۔ جواب ہیبت کے
ساتھ دیا۔ میں آگے آیا۔ مجھ سے فرمایا تو کون ہے۔ کہ تجھ کو اپنی مراد کی صورت میں دیکھتا
ہوں۔ میں نے کہا کہ اُن کی نسل سے ہوں۔ میرے پاؤں پر گرا۔ اور بہت عذرا در معافی
اپنی تقصیرات کی چاہی۔ میں نے بخشدیا۔ پھر کہا کہ یہاں کیوں آئے۔ قصہ خضر علیہ السلام کا میں
نے کہا۔ اور خضر بھی میرے برابر تھے۔ جواب دیا کہ سچ ہے۔ جو مچھلیاں کہتی تھیں۔ میں نے کہا
کیونکر۔ تو کہا کہ میں صد سالہ تھا کہ گنجشکر کا مرید ہوا۔ اسی روز مجھ کو شرف خلافت سے مشرف
کیا اور تلقین اور ارشاد فرمایا۔ اور یہاں جگہ دی۔ دو سو پچانوے برس ہوئے کہ اس مدت
میں کسی وقت مشاہدہ نہ ہوا۔ دوسرا دن ہے کہ میں نے قصد کیا ہے کہ ایک آہ ماروں کہ
ساتوں دریا خشک ہوں اور آسمان جلیں۔ میں نے کہا کہ اس معنے کو مچھلیاں کہتی ہونگی۔
میں تم کو وصال دلاؤں۔ اس کو اپنے برابر میں عرش کے نیچے لے گیا۔ اور میں نے کہا وہ
آہ کہ وہاں تو مارتا یہاں نکال تاکہ حجاب جلجاویں اگر تو اپنی بات میں سچا ہے۔ خضر بھی برابر
تھے۔ شیخ ابی سلول نے آہ ماری حجاب اول تک پہنچی۔ حجاب نے جلنا شروع کیا۔ شیخ بے
اجازت آگے گئے۔ جانا کہ حجاب جل رہا ہے۔ آگ حجاب کے جلنے کی ان تک پہنچی خاکستر
ہو گئے۔ خضر نے بھی چند قدم تک اُن کی موافقت کی تھی۔ نصف بدن ان کا بھی جلا۔ لیکن
یہ جلن ابی سلول کی آہ کی تھی۔ میں یہ امر دیکھکر حیران ہوا۔ فوراً میں نے شفاعت کی فرمان
الٰہی ہوا یہ تمہارے دیکھنے کے لائق نہیں ہے۔ اور نہ تمہاری جد کا ارشاد کہ یہ ہم کو دیکھتا۔
میں نے کہا کہ جب موسےٰ علیہ السلام نے کہ ستر آدمی اُن کی قوم کے رؤسا سے گھر میں
جلتے تھے اُن کی تجھ سے سفارش کی۔ تو نے ان کو زندہ کیا۔ ان بیچاروں کو بھی زندہ کر
دے پس خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت سے اُن کو زندہ کر دیا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ الہٰ
العالمین کون سے عمل سے یہ تجھ کو دیکھیں۔ حکم ہوا کہ سماع سے دیکھیں۔ حالانکہ یہ اہل
سماع سے نہ تھے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی۔ کہ جب تک یہ مرد تجھ
کو نہ دیکھ لیں گے۔ میں یہاں سے نہ جاؤنگا۔ اور میں نے اپنے رب سے ملاء اعلیٰ میں
سماع ہونے کی اجازت چاہی پس میری اس خواہش کو میرے رب نے قبول کیا۔ اس

اثنا میں ایک فرشتہ آیا۔ اور کہا۔ اپنے شیوخ کو بلاؤ۔ پس انہوں نے اپنے شیوخ کو بلایا پس
حضرت سیدی شیخ فریدالدین گنجشکر اور شیخ جمال الدین ہانسوی اور حضرت سری سقطی اور حضرت
معروف کرخی اور حضرت داؤد طائی اور حضرت ابو نجیب سہروردی۔ اور حضرت مخدوم جہانیاں۔
حضرت جلال بخاری اور حضرت شیخ نظام الدین صاحب الہند بدایونی۔ اور شیخ محمد عباس بن
بدرالدین دہلوی اور شیخ حسین ناصوری اور حضرت حمیدالدین صوفی اور شمس الملتہ ملتانی تشریف
لائے۔ اس وقت ایک نور پیدا ہوا۔ کہ مجلس تک اٹھی۔ اور خوشبو پھیل گئی پس میں نے شیخ
محمد شمس الملتہ سے نفع کی درخواست کی۔ فرمایا کہ اس بیت کے گانے سے تجھ کو نفع ہوگا
اور وہ شعر یہ ہے ؎

مانا کہ پڑگنا ہم نرود کہ کسائیں
جنکی الشیخ الحمید و تواجد وافقہ

پس شیخ حمید روئے اور ان سے تواجد ظاہر ہوا۔ اور شیخ نظام الدین اُنکی موافقت کرتے تھے
یہاں تک کہ تین شبانہ روز حجاب اٹھی رہی۔ سب آدمی خدا تعالےٰ کو دیکھتے تھے اور تمام مشائخ
ذوق سے رقص میں آئے تھے۔ اس اثنا میں میں نے ہاتھ اپنی سادل کا پکڑا۔ اور وہ تنہا
دست بستہ کھڑا تھا۔ وہ رقص میں آئے۔ اور خدا تعالےٰ کو دیکھتے تھے۔ اور گلتے تھے۔ یہاں
تک کہ تمام گوشت اور پوست جل گیا۔ اور ہڈیاں رہیں میں نے حضرت جد سے التماس کیا کہ
یہ آپ کا مرید ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اس کے کام میں سعی کرتا۔ حضرت نے اپنا ہاتھ
اس پر ڈالا۔ اور نیچے لائے اور اس کا گوشت پوست گلا ہوا اپنے حال پر لوٹ آیا۔ گویا اُس کو
کچھ خبر ہی نہ تھی +

نقل ہے گلشن اولیا سے کہ ایک روز رسول صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے چونکہ
اُن کی باری تھی لیکن گھر میں حضرت عائشہؓ کے فاقہ تھا۔ اور حضرت رسالت پناہ کچھ پکی ہوئی
چیز بی بی صاحبہ کے آگے لائے۔ حضرت عائشہ رض غصے ہوئیں۔ اور اس پیالہ کو زمین پر مارا۔
کہ ظرف اور مظروف دونوں ضائع ہوئے۔ حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
وہ میرے واسطے کھانا لائی تھی۔ گیا لیکن اس کا برتن دے۔ برتن دلا دیا۔ القصہ رضا میں یہ
فقر کا کام کہ خاصہ رسول خدا اور طعام کا تھا۔ اکثر مشائخ چشت عنبر سرشت نے اس میں قدم
رکھا ہے اور فرمایا ہے۔ اگر چشتی کے گھر میں کوئی چیز ہی ہو جب خادم اس کو دُور کرے
اس وقت وہ عبادت کے مصلا پر حضور کرے۔ اور سہروردی جب مصلا پر چاہے کہ سر
رکھے جو خادم اس کے آگے ٹکہ زر کا رکھے۔ اُس وقت خاطر جمع نماز میں مشغول ہو۔

قطب المشائخ نے فرمایا۔ کہ بابا فریدالدین ہی ترک اور تجرید سے چند وقت علم ظاہری میں مشغول رہ بعد ازاں دہلی میں آ۔ اور میری صحبت میں قرار پکڑ۔ انشاء اللہ تعالےٰ مرد وہاں پاویگا۔ حضرت ملک المشائخ فریدالدین نے آپ کے اشارہ سے ویسا ہی کیا۔ اور وہاں سے قندہار پہنچے۔ پانچ برس کامل علم کی تحصیل کی۔ جب آپ کے دل مبارک میں علم لدنی کے چشمے کشادہ ہوئے یہاں سے مراجعت فرمائی۔ اور ملتان پہنچے۔

نقل ہے حضرت فریدالدین قدس سرہ سے راحت القلوب میں لکھا گیا ہے۔ کہ میں ملتان کی طرف آیا۔ برادرم مولٰنا بہاؤالدین زکریا کو میں نے دیکھا مصافحہ کیا۔ اور میں نے حسب طریق ملاقات کی۔ انہوں نے پوچھا کہ تم نے اپنا کام کہاں تک پہنچایا۔ میں نے کہا اگر کہتا ہوں تو یہ کرسی کہ تم اس پر بیٹھے ہو ہوا میں ہوگی۔ یہ سخن میری زبان سے نکلا ہی تھا کہ کرسی اٹھی۔ پھر وہاں سے میں پھرا۔ اور دہلی میں آیا۔ اور پھر میں نے خدمت شیخ الاسلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کی پائی۔ اس قدر نعمت میں نے دیکھی۔ کہ جس کا وصف نہیں کرسکتا۔ اُس وقت میں نے ان کے پاؤں میں آپ کو باندھا۔ اور شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تین روز پیر نے مجھ پر نعمت جاری کی۔ اور یہ بات کہی۔ کہ مولٰنا فرید نے اپنا کام پورا کیا ہے۔ اُس وقت میرے پاس آیا +

نقل ہے شیخ فریدالدین قدس سرہ سے فوائد السالکین ملفوظ حضرت خواجہ قطب الدین میں کہ بتاریخ غرہ رمضان بروز جمعہ ۵۸۴ھ میں مجھ کو پابوسی حضرت خواجہ قطب الدین کی حاصل ہوئی اس وقت کلاہ چار ترکی آپ نے میرے سر پر رکھی اور بہت شفقت فرمائی۔ اور اس روز میں اور قاضی حمیدالدین ناگوری اور مولٰنا علاؤالدین کرمانی اور سید نورالدین مبارک اور شیخ نظام الدین ابوالموید اور مولٰنا شمس الدین ترک اور خواجہ محمود موزہ دوز اور دوسرے عزیز خدمت میں حاضر تھے۔ خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ صاحب سجادہ کو تقویت اور شیخ کو اس مقدار کی قوت ذات اور تصحیح خاطر چاہئے کہ جب کوئی بیعت کے واسطے اس کے پاس آئے واجب ہے کہ نظر کی قوت سے دنیا اور آلائش سے اس کے سینہ کو صیقل کردے تاکہ کوئی کدورت اور غل غش اور فحش اور حسد اور آلائش دنیا کی اس کے سینہ میں نہ رہے بعد کو اس کا ہاتھ پکڑے اور خدا تک پہنچادے۔ اور اگر پیر کو اس قدر قوت نہ ہو پس تحقیق جانے کہ پیر اور مرید دونوں ضلالت میں ڈوبے ہیں۔ اس وقت اس جگہ فرمایا۔ کہ طبقات معتبرہ میں خواجہ ابوبکر شبلی لکھتے ہیں۔ کہ ایک وقت بدخشان کی طرف میں سفر تھا۔ ایک بزرگ کو میں نے دیکھا کہ جس کی بزرگی کی صفت تقریر میں نہیں آتی ہے۔ میں نے سلام کیا فرمایا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا چند روز صحبت میں ملازم رہا۔ افطار کے وقت جو کی دو روٹی عالم غیب

سے پیدا ہوتی نہیں۔ وہ بزرگ اُس سے افطار کرتے تھے اور ان میں سے ایک مجھ کو
دیتے تھے۔ الغرض اس بزرگ نے واسطے شہر سے فرمایا کہ چند خانقاہ ہمارے واسطے
بنا۔ اُس نے حسب ارشاد چند روز میں تیار کرا دیں۔ اور آکر کہا کہ خانقاہ تمام ہوئی۔ اُس
بزرگ نے فرمایا کہ ہر روز بازار سے ایک کتا خرید۔ ہر روز ایک کتا خریدتا۔ اور شیخ کی
خدمت میں لاتا تھا وہ بزرگ اس کتا کا ہاتھ پکڑتے تھے اور سجادہ پر بٹھلاتے تھے۔
فرماتے تھے۔ کہ تجھ کو میں نے خدا کے پاس پہنچایا۔ آخرالامر وہ کتے ایسے ہوئے کہ ہر ایک
بے کشتی پانی پر چلتے تھے۔ اور جس کسی کو وہ کتے نقش دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔ خواجہ شبلی نے
کہا کہ مجھ کو اول کتوں کی کرامت سے بہت حیرت ہوئی۔ فرمایا کہ اے شبلی سجادہ پر وہ بیٹھے
اور وہ کسی کا ہاتھ پکڑے کہ جس کو ایسی قوت ہو کہ دوسروں کو بھی صاحب سجادہ کر دے۔ اور
اگر ولایت کی قوت نہ ہو پس وہ شیخ نہیں ہے مدعی اور جھوٹا ہے۔ اہل سلوک میں پھر اسی محل
میں فرمایا کہ آدمی کی کمالیت چار چیزوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اول تھوڑا سونا۔ دوسرے کم کھانا
تیسرے تھوڑا کہنا۔ چوتھے خلق کی صحبت میں کم رہنا۔ پھر فرمایا کہ ایک درویش غزنی میں تھا
کہ ہر روز تنہا رہتا۔ اگر کسی دن کوئی چیز فتوح کی اس کے پاس پہنچے۔ کوئی چھوٹا بڑا امیر فقیر محروم
نہ جاتا۔ اگر کوئی برہنہ آتا اپنے کپڑے اتار کر اُس کو پہنا دیتا۔ ایسا صاحب نعمت تھا۔ ایک
روز میں اور وہ درویش ایک جگہ تھے میں نے اُس سے سُنا کہ چالیس سال میں مجاہدہ
ورِیاضت میں کوئی روشنائی میں نے آپ میں نہ دیکھی۔ یہاں تک کہ چاروں چیزیں
میں نے کیں۔ پھر تو اس قدر روشنائی مجھ میں پیدا ہوئی۔ کہ اگر آسمان کی طرف کسی وقت
دیکھتا۔ عرش اور حجاب عظمت تک کچھ پوشیدہ نہ رہتا تھا۔ اور اگر زمین کی جانب دیکھتا۔
دل زمین سے تحت الثریٰ تک سب نظر آتا۔ اس بات سے تیس سال ہوئے کہ اس کو
میں نے کر رہا ہوں سب۔ پھر میری طرف منہ کیا۔ کہ اے درویش جب تک تو تھوڑا نہ
کھاویگا۔ اور کم گوئی اختیار نہ کرے گا۔ اور تھوڑا نہ سوویگا۔ اور صحبت خلق کی کم نہ کرے گا۔
درویشی کا جوہر تجھ میں پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ درویش وہ طائفہ ہیں کہ خواب اپنے اوپر حرام کی
ہے۔ اور زبان بات سے گونگی کی ہے۔ اور کھانا درخت کے پتوں کا کیا ہے۔ اور خلق
کی صحبت کو سانپ شمار کیا ہے اس وقت قرب کے مرتبہ پر پہنچے ہیں۔ فرمایا کہ درویش ہے
خوب کپڑا پہنے یعنی غرور جہانی کے لئے کہ وہ درویش نہ معلوم ہو۔ بلکہ راہزن سلوک کا سمجھا
جاوے۔ اور جب درویش نے خلق کی صحبت اختیار کی جان لے کہ وہ درویش نہیں ہے۔
طریقت کا مرتد ہے۔ اور جو درویش سویا جان لے کہ اُس میں کوئی نعمت نہیں ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک وقت میں دریا کے سفر میں تھا۔ ایک درویش دیکھا نہایت بزرگ اور صاحب نعمت لیکن مجاہدہ میں ایسا ہو گیا تھا کہ ہڈی اس کے جسم میں رہ گئی تھی۔ الغرض اُس درویش کا طریق تھا۔ کہ جب چاشت پڑھتا تو بیٹھتا۔ اور اُس کے واسطے خوان پر بہ اُن کے قیاس پر کھانا ہوتا تھا۔ چاشت سے ظہر کی نماز تک جو آتا تھا اُسے کھلاتا تھا۔ اور اگر برہنہ ہوتا۔ تو ہاتھ حجرہ کے اندر کرتا اور کپڑا نکال کر دیتا تھا جب تک کچھ رہتا تھا۔ بعد اُس کے فرماتا جو ناتواں فرو ماندہ آئے۔ اُس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جب کوئی لے جاتا تھا ہاتھ مصلّے کے نیچے ڈالتا تھا۔ اور جو اُس کی قسمت کا ہوتا تھا۔ اس کو دیتا تھا۔ دعا گو بھی چند روز اُس کی صحبت میں رہا جب افطار کا وقت ہوتا تھا۔ چار چھوہارے عالم غیب سے اترتے تھے اُس میں سے دو مجھ کو دیتا تھا۔ اور دو آپ کھاتا تھا۔ بعد کو کہتا تھا جب تک درویش تھوڑا نہ کھاویگا۔ اور خلق کی صحبت ترک نہ کریگا اور کم نہ سوویگا تب تک نیک مقام کو نہ پہنچیگا۔ پھر اس معنی میں یہ حکایت فرمائی کہ اے درویش حضرت عیسےٰ صلوٰۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام جب چوتھے آسمان کے اوپر پہنچے۔ فرمان ہوا کہ ان کو وہیں رکھو۔ کہ دنیا کی آلائش اُس پر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چند چیزیں فقیری کی تھیں یعنی ایک پیالہ مٹی کا اور سوزن اُن کے خرقہ میں تھی۔ نعرہ مارا اور کہا اس کو نہ یاد کروں۔ فرمان ہوا۔ کہ تو نے اپنے پاؤں میں خود کیسولا مارا۔ کہ آنے کے وقت کاسہ اور سوزن کیوں لایا کیوں نہ پھینک دی پس یہیں رہ۔ پس اے بھائی جو متاع کہ محض کچھ نہیں ہے اُس کے ساتھ دوست کی درگاہ میں دخل نہیں پاتے ہیں۔ اُس شخص کو کہ کسی قدر دوستی بھی دنیا کی اس میں ہو ہرگز دخل نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ درویش کو مجرد ہونا چاہیئے تاکہ ہر روز نیکی زیادہ ہو۔ اس واسطے کہ ایک وقت ایسا بیان کرتے ہیں کہ ایک درویش صاحب فکر تھا ہمیشہ فکر اور تحیر میں رہتا۔ چنانچہ اُس سے سوال کیا کہ اس عالم میں تحیر اور تفکر کیا چیز ہے کہ اس میں گھسکر آئے فرمایا جس قدر نظر زیادہ کرتا ہوں ایک ملک چھوڑتا ہوں اور دوسرا ملک سو چند زیادہ ہے جس عالم میں تماشا کرتا ہوں ایک ایک سے نہیں مگر اُس سے گذرتا ہوں۔ دوسرے ملک میں جاتا ہوں۔ اُس وقت خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ چشم پر آب ہوئے۔ اور ہائے ہائے رونے لگے کہ ایک وقت اُس درویش سے میں نے مثنوی سُنی کیا عمدہ ہے اور وہ یہ ہے ؎

مرا آں ملک کز درویشی مسلم ... دو صد ملک دگر در پیش دارم
مقام سلطنت درویش دارد ... ز صد سلطاں فراغت بیش دارد

پھر فرمایا کہ اہل سلوک اور متحیروں کا نشانہ جو فرماتے ہیں کہ درویش کے راہ چلنے میں سو ہزار ملک طے ہوتے ہیں اور قدم آگے دھرتا ہے پس جس کو کہ اس عالم کی خبر نہیں ہے۔ وہ درویش نہیں ہے۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ بعض اولیاء ہیں کہ اسرار کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ وہ شوق کے غلبہ میں ہوتے ہیں۔ سکر کے خیال سے کچھ کہتے ہیں لیکن جو کامل الحال میں کسی طرح سر کو ظاہر نہیں کرتے پس اہل سلوک کی راہ میں حوصلہ وسیع چاہیئے۔ تاکہ دوست کا سر اس کے دل میں قرار پکڑے۔ اس واسطے کہ اسرار بھی ایک سر ہے دوست کے اسرار سے پس جو شخص کامل ہے ہرگز ظاہر نہ کرے گا۔ پھر اسی معنی میں فرمایا۔ کہ اس قدر سال خدمت میں حضرت شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے میں رہا کسی وقت نہ دیکھا کہ کوئی سر اسرار محبت سے زبان پر لائے ہوں۔ اور جو انوار کہ نازل ہوتے تھے شمہ اُن سے باہر پڑا ہو۔ پھر میری طرف منہ کیا اور فرمایا کہ اے فرید تو نے دیکھا کہ اگر منصور کامل ہوتا ہرگز دوست کا بھید ظاہر نہ کرتا۔ کامل جو نہ تھا۔ ذرا سے شربت میں دوست کا بھید ظاہر کر دیا۔ اور سر پر کھیل دیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی جس وقت عالم سکر میں ہوتے سوائے اس سخن کے دوسری بات نہ کرتے اور وہ یہ تھا۔ کہ اوگفتی ہزار ولائے برلائے عاشق کہ دم دوستی زند۔ جب کوئی چیز عالم غیب کے اسرار سے اس پر نازل ہو۔ اور فوراً اُس کو دوسروں کے آگے کہے۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے سُنا ہے زبان مبارک سے شیخ معین الدین حسن سنجری سے کہ ایک وقت ایک بزرگ تھا سو برس اُس نے خدا کی عبادت کی اور حق مجاہدہ کا بجا لایا۔ بعد ازیں خدا نے ایک سر اپنے اسرار محبت سے اُس پر تحفہ کیا۔ حوصلہ جو تنگ رکھتا تھا طاقت نہ لا سکا۔ اور اُس کو کشف کیا۔ دوسری بار جس قدر نعمت تھی سب اُس سے لے لی۔ وہ دیوانہ ہو گیا۔ کہ یہ کیا ہوا۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے خواجہ اگر تو وہ اسرار باہر نہ نکالتا تو دوسرے اسرار کے لائق ہوتا لیکن جب ہم نے دیکھا کہ تو اہل سر حجاب نہیں ہے تجھ سے ہم نے لے لیا۔ دوسروں کو دیا۔ پھر خواجہ قطب الاسلام زبان مبارک پر لائے۔ کہ اے فرید کہ اس راہ میں اہل سلوک میں مرد ہیں کہ سو ہزار دریا اسرار کے طے کرتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ کیا کیا۔ بلکہ ابھی فریاد ہل من مزید کے بھر لاتے ہیں۔ پھر اسی معنی میں فرمایا کہ ایک وقت ایک بزرگ نے ایک بزرگ کو لکھا کہ اس شخص کے حق میں کیا کہتے ہو کہ ایک پیالہ محبت کا پیا اور مست ہوا۔ اُس بزرگ نے جواب میں لکھا کہ عجب تنگ حوصلہ اور کم ہمت ہے لیکن یہاں مرد ہیں کہ ازل اور ابد کے دریا محبت کے پی رہے ہیں اور دوست کے اسرار کے پیتے ہیں۔ آج قریب پچاس کے ہوئے کہ فریاد ہل من مزید

کی کرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ لکھنے سے مجھ کو شرم آتی ہے۔ زنہار کہ میں تجھ کو منع کرتا ہوں
کہ پھر ایسی بات اہل سلوک کے آگے شایاں نہ ہو۔ پیران اہل سلوک نے کہ اسرار ظاہر کیے ہیں
انہوں نے کچھ نہ پایا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تک درویش سب سے بیگانہ نہ ہو۔ اور ہر وقت
تجرید میں نہ رہے۔ اور کوئی آلائش دنیا کی آپ پر نہ چھوڑے ہرگز قرب کے مقام میں نہیں
پہنچتا۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ بایزید قدس سرہ العزیز بعد ستر برس کے مقام قرب
میں پہنچے۔ فرمان آیا کہ تم لوٹ جاؤ۔ کہ ابھی دنیا کی آلائش اپنے برابر رکھتے ہو۔ فوراً خواجہ نے
آپ میں دیکھا کہ ایک پوست پارہ اور کوزہ شکستہ رکھتے تھے اُس کو پھینک۔ پھر دخل پایا۔
پس اے بھائی اس جگہ تجرید سے رہ۔ کہ بایزید ایک پوستین کے ٹکڑے اور کوزہ سے
بار نہیں پاتا۔ تو جب اس قدر آلائش میں دنیا کی پھنسا ہے کب بار پاویگا۔ پس اے بھائی
راہ سلوک کی اور ہے اور انبارداری اور ہے۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سماتی
ہیں۔ پھر اسی محل میں ایک حکایت فرمائی۔ کہ جب درویش کامل ہو جو کچھ کہے اور حکم کرے
نفاذ پاوے اور ذرہ اُس سے تفاوت نہ ہو۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک وقت میں قاضی حمید
الدین ناگوری کہ میرے یار غار ہیں جانب دریا کے مسافر تھے۔ ایک عجیب قدرت
خدا کی دیکھی کہ صفت میں نہیں آتی۔ اور بیان نہیں ہو سکتی۔ دریا کے نزدیک ایک مقام
تھا۔ میں اور قاضی دونوں وہاں بیٹھے تھے۔ دونوں کو بھوک معلوم ہوئی جنگل میں اور
دریا کے کنارے کھانا کہاں۔ تھوڑی دیر گذری ایک بھیڑ دو روٹی جو کی منہ میں لیے ہوئے
پیدا ہوئی۔ اور ہمارے سامنے رکھدیں۔ اور لوٹ گئی۔ ہم نے ان دونوں کو کھایا۔ آپس
میں کہتے تھے کہ یہ روٹیاں غیب سے آئیں۔ اور یہ بھیڑ نہ تھی۔ کوئی مردان غیب سے تھا۔
اسی میں تھے کہ ایک بچھو اونٹ کے برابر بڑا پیدا ہوا۔ لیکن تیز آتا تھا۔ جونہی دریا کے
نزدیک پہنچا بے محابا اپنے کو پانی میں ڈال دیا۔ میں نے قاضی کا منہ اور قاضی نے میرا منہ دیکھا
میں نے کہا اس میں کوئی حکمت ہے کہ وہ بچھو چلا جاتا ہے۔ آؤ ہم تم بھی اس کے پیچھے جا
دیکھیں کہاں جاویگا۔ فرمایا دریا کے کنارے کوئی جہاز نہیں ہے کہ گذار ہو۔ ہم عاجز ہوئے
اور ہاتھ دعا کو اٹھایا۔ اور کہا ہم نے درویشی میں کمایت پہنچائی ہے۔ تو ہم کو اس دریا میں
راہ دے تاکہ اس بچھو کا تماشا کریں کہ کہاں جاتا ہے۔ جیسے ہی ہم نے یہ مناجات کی۔
خدائے عزوجل کے فرمان سے دریا دو شق ہوا۔ اور خشک زمین ظاہر ہوئی۔ ہم دونوں گذرے
وہ بچھو آگے آیا۔ اور ہم پیچھے چنانچہ ایک درخت کے قریب پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک مرد
سوتا تھا۔ اور سانپ درخت سے اترا کہ اس کو ہلاک کرے وہ بچھو کودا۔ اور اس سانپ کو

مارا وہ ہلاک کیا۔ اور غائب ہوگیا مرا ہوا سانپ اُس مرد کے پاس پڑا تھا۔ ہم دونوں اس سانپ کے پاس آئے۔ بقیاس ہزار من کے تھا۔ ہم نے کہا جب یہ مرد بیدار ہو۔ تو دیکھیں ایسی حفاظت جو خدا تعالےٰ نے کی۔ یہ مرد کوئی بزرگ ہوگا۔ جب اُس کے نزدیک گئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک مست خراباتی ہے۔ اُس نے قے کی ہے۔ از حد ہم شرمندہ ہوئے۔ اور ہم نے کہا افسوس ہے۔ ہم نہ آتے۔ کہ ایسا دیکھتے۔ پھر ہم دونوں یہ خیال کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ اس مردِ شرابخوار نافرمان کو خدا تعالےٰ نے یوں نگاہ رکھا۔ ہنوز یہ خیال ہوا ہی تھا۔ کہ ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ اے عزیزو۔ اگر ہم نیکوں اور پارساؤں کو نگاہ رکھتے تو گنہگاروں کو کون نگاہ رکھتا۔ اتنے میں وہ مرد جاگا۔ اور سانپ پڑا دیکھا۔ بہت حیران ہوا ہم نے تمام کیفیت اس بچھو اور سانپ کے مارے جانے کی اُس سے کہی۔ بہت شرمندہ ہوا۔ اور اپنے فعل سے توبہ کی۔ پھر اس طرح کہتے ہیں کہ وہ جوان ایک واصلانِ حق سے ملا۔ اور سترہ حج برہنہ پا بجا لایا۔ بعد ازاں فرمایا کہ جب وقت آتا ہے اور کرم کی نسیم چلنا قبول کرتی ہے۔ سو ہزار خراباتی کو صاحب سجادہ کرتے ہیں۔ اور بخشتے ہیں۔ اور اگر بادِ نسیم قہر کی چلتی ہے۔ سو ہزار سجادہ کو نکال دیتے ہیں۔ اور خرابات میں ڈال دیتے ہیں پس اے بھائی اس راہ میں بےغم نہ ہونا چاہیئے۔ خاصکر راہِ سلوک میں کامل سلوک میں رات دن اور ماہ وسال ڈرتے فراق کے اور خوف سے محبت کے غمگین رہے۔ اور کسی نے نہ جانا۔ کہ عاقبت کار کیا ہوگا۔ اگر ابلیس لعین عاقبت جانتا کیسی ہوگی۔ بےشبہ آدم کو سجدہ کرتا۔ لیکن اُس نے جو عاقبت نہ جانی اور اپنی طاعت میں دیکھا۔ در غرور کیا۔ کہ میں خاک کو سجدہ نہ کروں گا۔ جملہ اُس کی طاعت خبط ہوگئی۔ اور اس کے منہ پر ماری گئی۔ پھر اس کے مناسب فرمایا کہ ایک وقت ہم ایک شہر میں پہنچے۔ ایک گروہ اہلِ صفرح کا دیکھا۔ دکان میں بہت سے نفر آدم تھے عالمِ تحیر میں پڑے ہوئے اور آنکھیں بند اپنی رکھی ہوئیں۔ لیکن نماز وقت پر ادا کرتے تھے۔ پھر عالمِ تحیر میں مشغول ہو جاتے تھے۔ دعاگو بھی ایک مدت وہاں رہا۔ ایک دن اُن میں سے چند نفر عالمِ صحو میں ہوئے۔ دعاگو نے عرض کی یہ کیا عالم ہے کہ تم اس میں چلے گئے ہو۔ کہا آج سے ساٹھ برس یا ستر برس ہوئے۔ ... کہ ہم نے قصہ ابلیس لعین کا مطالعہ کیا۔ کہ چھ ہزار فرشتوں کے ساتھ چھتیس ہزار سال عبادت خدا تعالےٰ کی کی آخر جب اپنی عاقبت نہ دیکھی غرور نے اثر کیا۔ اور کہا کہ آدم کو سجدہ نہ کروں گا۔ راندہ ہوگیا اور اُس کے سب اعمال مار دیئے گئے۔ اس ڈر سے ہم کہ بیٹھے ہیں اور حیرت میں ہیں۔ اور متحیر ہوئے کہ ہماری عاقبت کیسی ہو۔ اس وقت خواجہ قطب الاسلام دام اللہ تقواہ آگے ہوئے

ہوئے اور یہ لفظ فرمایا کہ کاملین کا حال ایسی طرح ہے کہ متحیر ہو جاتے ہیں۔ ہم کیا نہیں
کہ کس طائفہ میں ہیں۔ پھر آپ نے یہ سخن اور یہ فوائد تمام کئے اور شیخ اپنے حجرہ میں مشغول
ہو گئے۔ دنا گو خرابہ میں مقام رکھتا تھا۔ نزدیک دروازہ غزنین کے اور وہاں اُس برج کے
نزدیک حجرہ بنایا۔ اور خدا تعالیٰ کی مشغولی میں مستغرق رہتا تھا۔ احمد غزنوی نزدیک ہے ؛

نقل ہے سیر العارفین سے کہ سلطان التارکین شیخ فریدالدین اُس حجرہ میں حق
کے ساتھ مشغول رہتے تھے اور بعد دو ہفتہ کے پیر کی خدمت میں پہنچتے تھے رنجور و بعض
درویشاں کے شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ احمد نہروالی کہ ہمیشہ خدمت میں حضرت قطب الدین
کے رہتے تھے جب دہلی میں اُن کی شہرت بہت ہوئی اور خلق نے مزاحمت بہت شروع کیا۔
بعد ازاں باجازت حضرت قطب الدین خطہ ہانسی میں آئے اور وہاں سکونت کی جیسا کچھ پیشتر
لکھا گیا کہ بعد رحلت اپنے پیر کے دہلی میں آئے۔ پھر ہانسی کو گئے اور وہاں سے قصبہ
اجودھن میں آ کر متوطن ہوئے کہ جب آپ بیعت پر قطب الحق نے رحلت فرمائی سے

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

شیخ حمیدالدین ناگوری نے عرض کی کہ مخدوم دوسرا طریق ہے ایک کو اپنے خلفا سے اشارہ
فرمایئے کہ آپ کی جگہ ہو۔ اگرچہ قطب الملۃ کے بڑے لڑکے تھے اُن کی طرف متوجہ نہ ہوئے
فرمایا کہ یہ خرقہ اور درویشی کی کملی کہ حضرت رسالت پناہ سے آئی ہے کہ پہنچی ہے مصلیٰ نعلین اور
عصا چوبین کے ساتھ فریدالدین مسعود کو پہنچانا۔ اس زمانہ میں شیخ پیر کی اجازت سے خطہ ہانسی
میں متوطن تھے۔ جس رات خواجہ قطب الدین نے رحلت فرمائی اسی رات خواب میں دیکھا کہ
گویا خواجہ قطب الدین کو دیگر حق تعالیٰ وعدہ میں بلاتے ہیں۔ الغرض معائنہ کے وقت صبح دہلی
کی طرف متوجہ ہوئے۔ راستہ میں ہر درویش کہ شیخ حمیدالدین ناگوری سے لے گئے تھا وہ ملا اُس
نے خبر دیا حضرت شیخ فریدالدین تیز رفتار سے روز خواجہ قطب کے مقبرہ پر آئے اور بہت
روئے۔ حضرت حمیدالدین ناگوری اور شیخ بدرالدین غزنوی نے وہ خرقہ اور عصا اور نعلین چوبین
اس جگہ موافق وصیت کے حضرت قطب الاقطاب کے پیش کیں۔ آپ نے وہ خرقہ پہنا اور
مصلیٰ بچھایا اور دوگانہ ادا کیا۔ اور گھر میں حضرت سلطان المشائخ دہلی کے جو ہیں فرمایا
سلطان الاولیا حضرت نظام الدین بدایونی سے نقل ہے کہ بعد وفات خواجہ
قطب کے حضرت فریدالدین نے جب وہ خرقہ پہنا سات روز سے زیادہ خواجہ قطب کے
گھر میں قرار نہ پکڑا۔ پھر خطہ ہانسی کا قصد کیا ؛

[illegible] آوین تو یہ خلیفہ [illegible] دائم کرو دل ۔

نقل ہے سیر الاقطاب میں ہے کہ قصبہ اجودھن کا قاضی آپ سے بہت حسد کیا کرتا تھا ۔ وہاں کے خطیب ہر گھڑی گھڑی ایذا پہنچاتے تھے ۔ اور آپ ان کی بدولت دل پریشان ہوتے تھے ۔ حضرت کے مریدوں کو رنج پہنچا تھا اور آپ التفات نہیں کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ نہایت خصومت سے قاضی مذکور نے خطہ ملتان میں جو کہ استفتا لکھا ۔ کہ روا ہے ۔ کہ ایک شخص اہل علم درویش کہلاتا اور ہمیشہ مسجد میں رہتا اور وہاں سرود سنے اور رقص کرے جب یہ استفتا ملتان کے علماء نے دیکھا ۔ کہا کہ تو کہہ کہ یہ سخن تو نے کس کی شان میں لکھا ہے تو ہم لکھیں ۔ قاضی مذکور نے حضرت فرید الدین کا نام لیا ۔ جب ان کا نام سنا سب نے یکبارگی قاضی سے اعراض کیا اور کہا کہ اے قاضی تو ایسے درویش کا نام لیتا ہے کہ مجتہدوں کو یارا نہیں ہے کہ اس کے قول اور فعل پر ایراد کریں اور معرض مخالفت میں آویں ۔ قاضی نے جب یہ کلام سنا شرمندہ اور پریشان واپس آیا ۔ اور خصومت سے باز نہ آیا ۔ اور جہاں آپ کے فرزندوں اور معتقدوں کو دیکھتا تھا ان کو ستاتا ۔ اور یہ عرض کرتے تھے کہ قاضی اور خطیب ادہر یہاں کے بہت ایذا پہنچاتے ہیں ۔ اور ظلم حد سے گذر گیا حضرت بھی جواب دیتے تھے کہ ان کی جفا اٹھاؤ کہ مر جاؤ ۔ بہت عرصہ نہ ہوا کہ اس کی اولاد نہ رہی اور جو رہی حضرت شیخ کی تابعدار رہی ۔ چنانچہ اب تک ویسے ہی ہیں ۔

نقل ہے حضرت سلطان الاولیا شمس الدین بدایونی سے کہ آخر الامر شریر الطبع بدنہاد پرفساد نے ایک قلندر ناپاک بے باک کو بھیج دیا ۔ اور اس بدبخت سے کہا کہ جب شیخ مشغول ہوں ایذا پہنچا کے غائب ہو جائے اور حضرت سلطان المشائخ کی عادت تھی کہ ہر نماز کے بعد سر خاک نیاز پر رکھتے تھے ۔ دو ساعت تین ساعت تک اسی حالت میں رہتے تھے ۔ اگر جاڑا ہوتا پوستین سر پر ڈال لیتے ۔ ایک دن کوئی وہاں حاضر نہ تھا ۔ مگر میں نے ناگہاں دیکھا کہ ایک قلندر چرم پوش حلقہ بگوش وہاں حاضر ہوا اور بلند آواز سے آواز دی اور نزدیک کھڑا ہوا ۔ چنانچہ حضرت مسجد میں تھے ۔ فرمایا کہ وہاں کوئی حاضر ہے ۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں آپ کا بندہ نظام الدین موجود ہے ۔ حضرت شیخ نے اسی حالت میں پھر کہا ۔ کہ ہمارے نزدیک قلندر کھڑا ہے . . . . . . کہ سفید حلقہ کان میں رکھتا ہے ۔ حضرت شیخ نظام الدین فرماتے ہیں ۔ کہ ہر بار شیخ کے اشارہ سے اس قلندر کے حال میں دیکھتا تھا ۔ اس کو متغیر پاتا تھا ۔ یہاں تک کہ ایسا ہوا کہ حضرت فرید الدین نے اسی حالت میں فرمایا وہ ننگی چھری جوتے میں رکھے ہوئے آیا ہے ۔ اس سے کہو کہ

ظاہر نہیں ہوا ہے یہاں سے جاوے۔ قلندر مذکور نے جب یہ بات سُنی وہاں سے بھاگا
اور ناپدید ہوگیا۔

اور نیز حضرت نظام الدین سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت فریدالدین مصلا
پر بیٹھے تھے ایک قلندر اسی واسطے پہنچا اور بیٹھا میں اور مولنا بدرالدین اسحاق حاضر
تھے۔ قلندر مذکور حضرت کی طرف متوجہ ہوا اور سخت آواز سے کہا کہ کیا آپ کو بُت بنایا
ہے اور خلق کو اپنا پجاری کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ میں نے نہیں بنایا ہے خدا
تعالےٰ نے بنایا ہے۔ پھر سلطان المشائخ نے جواب دیا۔ کہ کوئی آپ کو کچھ نہیں بنا
سکتا مگر جس کو خدا نوازے۔ قلندر نے جب یہ بات سُنی سر زمین پر رکھا۔ اور کھڑا ہوگیا۔
اور کہا۔ شاباش تمہاری بُردباری پر جب تک جہان ہے یہ تحمل زیادہ ہو اور راہ لی۔

نقل ہے حضرت نصیرالدین اودھے سے کہ میں نے اپنے پیر سلطان
نظام الدین قدس سرہٗ سے سُنا ہے کہ ایک روز ایک درویش گدڑی پوش حضرت
شیخ المشائخ فریدالدین قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ شیخ نے اُسکو کچھ دے دلاکر ٹال دیا
درویش کھڑا ہوا۔ اور شانہ شانہ دان سے نکال کر جو شیخ کے مصلے پر تھا کہا۔ اے
شیخ یہ شانہ مجھ کو دے۔ جب حضرت شیخ الاسلام کا وہی ایک شانہ تھا جواب فرمایا۔ پھر
اس درویش نے سخت آواز سے چلا کر کہا کہ اے شیخ یہ شانہ مجھ کو دے تجھ سے مجھ کو
برکت حاصل ہو۔ بعد ازاں حضرت فریدالملت نے فرمایا کہ جا تجھ کو اور تیری برکت کو میں
نے آب دان میں بہا دیا۔ پھر وہ درویش سفر کر گیا۔ قصبہ اجودھن کے نزدیک آب رواں
ہے کہ اس کا بشارت نام تھا۔ اور اب ۱۸۳۰ء میں خشک دیکھا گیا۔ جب وہاں پہنچا
خرقہ اتارا اور غسل کے واسطے پانی میں آیا۔ ایسا ڈوبا کہ اب تک ظاہر نہ ہوا۔

نقل ہے شیخ نصیرالدین اودھے سے کہ قصبہ اجودھن میں متصرف اس مقام کے
قمنات سے اتحاد رکھتا تھا۔ اور ہمیشہ شیخ کے مریدوں کو ستاتا تھا۔ چنانچہ یہ خبر ہمیشہ
شیخ کو پہنچتی تھی۔ اور ملتفت نہیں ہوتے تھے۔ جب بہت رنجش گذری۔ مولانا شہاب الدین
آنحضرت کے بڑے لڑکے نے آپ سے عرض کی۔ کہ یہ آپ کی بزرگی ہم کو بھی فائدہ
دیتی ہے کہ رات دن متصرف کی رنجش سے غم اور غصہ میں رہتے ہیں۔ شیخ کے آگے
عصا رکھی تھی۔ اٹھائی اور زمین پر ماری اسی وقت متصرف مذکور کے درد شکم پیدا ہوا
کہا ابھی مجھے اٹھا کر شیخ کے دروازہ پر لے چلو۔ ہنوز نہ پہنچا تھا۔ کہ جان نکل گئی۔

نقل ہے حضرت نظام الدین سے کہ قصبہ اجودھن میں ایک عامل تھا لکھنے

ولا شاید والی اس حوالی کا عامل مذکور کو ستاتا تھا۔ایک روز وہ عامل شیخ کامل حضرت فریدؒ کے پاس آیا اور شفاعت چاہی کہ والی مذکور مجھ کو ہمیشہ ستاتا ہے اور ہر طرح کے ظلم سے باز نہیں آتا۔حضرت شیخ نے ایک خادم اس والی کے پاس بھیجا اور ظاہر کیا۔کہ اس درویش سے محترز رہ احسان ہوگا۔وہ نہ مانا اور اس سے زیادہ ستایا۔پھر وہ عامل آیا اور عرض کی کہ وہ نہیں سنتا اور زیادہ ستاتا ہے حضرت شیخ نے اس نویسندہ سے فرمایا کہ میں نے تیری شفاعت کی ہے وہ نہیں سنتا۔شاید کسی نے کسی مظلوم کی تجھ سے شفاعت کی ہوگی تو نے بھی نہ سنا ہوگا۔وہ اٹھا اور حضرت شیخ سے فاتحہ کی درخواست کی۔کہ میں آج سے کسی کو نہ ستاؤں گا۔تا امکان خدمت کروں گا۔اور مجھ سے اگر کوئی دشمن بھی منت کریگا منہ نہ پھیروں گا۔اسی زمانہ میں والی نے عامل کو خلعت اور گھوڑا بخشا۔اور خدمت میں حضرت ملک المشائخ کے پہنچکر تائب ہوا +

نقل ہے حضرت نظام الدین سے کہ ایک جوان اجودھن کی طرف دہلی سے متوجہ ہوا کہ حضرت فریدالدین کی خدمت میں پہنچکر تائب ہو اور شرف ارادت سے مشرف ہو۔اثنائے راہ میں ایک ڈومنی خوبصورت اُس کو ملی اور اُس کی قیدی ہوگئی کہ اُس سے تعلق ہو۔اس جوان کی چونکہ نیت صادق تھی۔اُس کی طرف التفات نہ کی۔یہاں تک کہ ایک منزل میں ایسا اتفاق پڑا۔کہ وہ جوان اور وہ فاسقہ دونوں ایک گردوں پر سوار ہوئے مطربہ مذکور نزدیک اُس جوان کے آئی اور بیٹھی اس طرح کہ دونوں میں کچھ حجاب نہ رہا۔مطربہ مذکور غمزہ اور کرشمہ کام میں لائی۔اس میں کچھ اس جوان کے دل نے میل کیا۔آہستہ اس کی طرف ہاتھ دراز کیا اسی حال میں ایک مرد کو دیکھا پیدا ہوا اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا شیخ کی خدمت میں توبہ اور ارادت کی نیت سے جاتا ہے اور دل فسق پر لاتا ہے اور غائب ہوگیا۔اُس جوان نے جب یہ دیکھا رو پڑا اور متنبہ ہوگیا۔جب خدمت میں حضرت سلطان المشائخ کے پہنچا۔اول بات جو اس جوان سے آپ نے فرمائی یہ ہے۔کہ خدا تعالےٰ نے تجھ کو اس روز کہ مطربہ سے تو نے میل کیا اپنے فضل سے بچایا۔بعد اُس کے اُس کو ارادت سے مشرف کیا +

حضرت سلطان نظام الدین سے نقل ہے کہ حضرت الاولیا فریدالدینؒ کا ایک مرید تھا۔اس کو محمد شاہ غوری کہتے تھے۔مرد صادق تھا۔اہل صلاح ایک وقت خدمت میں حضرت شیخ المشائخ کے پہنچا وہ مضطرب اور متحیر اور متفکر تھا حضرت فرید الملۃ والدین نے پوچھا کہ اے محمد شاہ تجھ کو کیا حال پیش آیا ہے کہ ایسا پریشان ہے اُس نے عرض کی

کہ ایک حقیقی بھائی رکھتا ہوں وہ بیمار تھا ایک رمق اس میں باقی ہے جو آپ کی خدمت میں آیا۔ کیا عجب ہے کہ تمام ہوگیا ہو۔ اُس کے سبب سے دل بیتاب ہوگیا ہے حضرت سلطان المشائخ فریدالملۃ والدین نے فرمایا کہ اے محمد شاہ جیسا تو اس وقت متحیر ورنجیدہ ہے میں تمام عمر حق کی محبت میں اسی طرح رہا ہوں۔ اور کسی سے اظہار نہیں کرتا۔ پھر اس کی طرف اشارہ کیا کہ گھر میں جا تیرا بھائی انشاءاللہ صحت پاویگا۔ اسی وقت محمد شاہ غوری حضرت کے پاس سے اٹھا۔ اور گھر آیا دیکھا کہ اُس کا بھائی کھانا کھاتا ہے۔ گویا اس کو کوئی بیماری درد دکھ پہنچا ہی نہ تھا۔

شیخ نصیرالدین سے سُنا گیا ہے کہ ایک وقت حضرت شیخ الاسلام فریدالملۃ والدین کو ایک زحمت اور دُکھ سخت پیش آیا چنانچہ اشتہا کیتہ جاتی رہی۔ چند روز حضرت نے کھایا نہ پیا۔ فرزند اور مرید اور معتقد جمع ہوئے اور اطباء کو بُلایا جب انہوں نے نبض دیکھی تو کہا ہم کو نبض اور قارورہ کی دلیل سے کوئی بیماری معلوم نہیں ہوتی ہے۔ ہر چند غور کیا مگر کچھ معلوم نہ ہوا کہ حضرت کو کیا بیماری ہے۔ ناچار واپس گئے دُوسرے روز اور زیادتی ہوئی۔ چنانچہ یاروں کو بُلایا حضرت شیخ نظام الدین فرماتے ہیں کہ میں بھی اس جماعت میں حاضر تھا حضرت نے مجھ کو اور شیخ بدرالدین سلیمان کو کہ آپ کے لڑکے تھے بُلایا۔ ہم گئے۔ اور ہر ایک مشغول تھے اُسی رات شیخ بدرالدین سلیمان نے خواب میں دیکھا کہ ایک پیر مرد کہتا ہے کہ تمہارے باپ کے واسطے سحر کیا ہے اور شیخ بدرالدین نے اس پیر سے پوچھا کہ شہاب الدین ساحر کے لڑکے نے کیا ہے۔ یہ ایک اجودہن میں تھا کہ اس کو شہاب سحر کرتے تھے۔ سحر میں مشہور تھا۔ بعد ازاں شیخ بدرالدین نے پوچھا اس خواب میں پیر مرد سے کہ اس کی کیا تدبیر ہے۔ اور کس طرح یہ سحر دفع ہوگا۔ فرمایا کہ ایک شہاب الدین کی تربت پر جاؤ اور بیٹھو اور چند کلمہ اُس نے خواب میں بتائے کہ ان کو اس کی گور پر پڑھے۔ چنانچہ شیخ بدرالدین نے ان کلمات کو خواب میں یاد کیا وہ یہ تھے۔ ایھا المقبور المبتلے اعلم بان ابنک قد سحر والذی نقل لہ کیف باسمہ عناؤلا یحق به مالحق بنا معنی یہ ہیں کہ جو کوئی قبر میں کیا گیا ہے اور آزار پایا ہے جان کہ بدرستی کہ تیرے لڑکے نے سحر کیا ہے اور ایذا پہنچائی ہے پس اس سے کہہ تاکہ باز رکھے اس سحر کے خون کو ہم سے دگر نہ ملے گی وہ چیز کہ ملی ہے ہم سے جب دن ہوا۔ شیخ نظام الدین نے یاروں کے ساتھ کہ اشارہ سے حضرت شیخ کے شیخ بدرالدین کے تھے۔ حضرت شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آگے حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ

حال ظاہر کی کہ بدرالدین نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ حضرت شیخ المشائخ نے نظام الدین قدس سرہ کو آگے بلایا۔ اور اشارہ فرمایا کہ ان کلمات کو یاد کر لو۔ اور جاؤ تربت شہاب الدین ساحر کی آدمیوں سے پوچھو۔ اور تربت کے سر پر بیٹھو اور یہ کلمات پڑھو۔ حضرت شیخ نظام الدین اشارہ پاکر گئے۔ اور تربت شہاب الدین ساحر کی پوچھی۔ مشہور تھی۔ ہر ایک نے نشان دیا۔ اور سر پر اُسی تربت کے بیٹھ کر یہ کلمات پڑھے۔ اور ہاتھ زمین پر مارا اور اُس زمین میں اُس کی تربت کو رنج کیا تھا۔ اُس تربت کے سر پر تھوڑی مٹی تھی اُس پر ہاتھ مارا۔ یکمال مٹی دُور ہوئی۔ چنانچہ گور اس مٹی کے نیچے ظاہر ہوئی۔ زیادہ کھودی اُس وقت تک کہ ان کا ہاتھ گیا۔ شیخ مذکور فرماتے ہیں کہ جب وہ مٹی دُور ہوئی۔ میرا ہاتھ نیچے گیا۔ میں نے زیادہ اہتمام کیا۔ ایک چیز میرے ہاتھ میں آئی۔ اُس کو باہر نکالا۔ ایک صورت آٹے کی بنائی تھی۔ سوئیاں اس میں چبھی تھیں اور بال گھوڑے کی دم کے اس پر مضبوط بندھے تھے۔ وہ صورت حضرت سلطان المشائخ فریدالدین کے پاس لے گیا۔ حضرت شیخ نے اشارہ فرمایا کہ ان سوئیوں کو نکالو۔ اور بال جو بندھے ہیں کھولو۔ جو سوئی میں نکالتا تھا۔ بیماری کم ہوتی تھی۔ اور آرام ملتا تھا۔ یہاں تک کہ جملہ سوئیاں نکال لیں۔ اور بال کھولے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت شیخ کو صحت ہوئی۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس صورت کو توڑو۔ اور جاری پانی میں ڈالو۔ ویسا ہی کیا۔ جب یہ بات قصبہ اجودہن کے والی کو معلوم ہوئی۔ تو جس ساحر سے یہ حرکت وجود میں آئی تھی۔ اُس کو باندھ کر حضرت کے پاس بھیجا اور ظاہر کیا کہ البتہ یہ شخص لائق مار ڈالنے کے ہے۔ حضرت کیا حکم فرماتے ہیں۔ اُس پر عمل کیا جاوے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جب میرے حق میں خداتعالیٰ نے صحت بخشی میں بھی اُس کے شکرانہ میں عفو کرتا ہوں۔ تو بھی تعرض نہ کر۔

نقل ہے حضرت سلطان نظام الدین سے کہ میں جس زمانہ میں حضرت شیخ کی خدمت میں تھا۔ اس وقت میں پانچ درویش خدمت میں حضرت کی آئے۔ بہت سخت مزاج اور کشادہ دہن تھے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت کے آگے اُٹھے اور یہ کہا کہ ہم اس قدر بساط عالم میں پھرے کوئی درویش جیسا کہ چاہیے نہ پایا۔ مگر چند مدعی کہ آپ کو درویش مشہور کیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ فریدالدین نے فرمایا کہ تھوڑی دیر درویشوں کے آگے بیٹھو تم کو درویشی میں ہٹ ہے۔ اگر روانہ ہوئے حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہاں جب یہاں سے جاؤ جنگل کی راہ مت جاؤ۔ دوسری راہ جاؤ۔ جہاں تک آبادی واقع ہے دل پریشان جو رکھتے تھے۔ حضرت کے کلام پر میل نہ کیا اور روانہ ہوئے۔ حضرت نے ایک کوزہ پیچھے

دوڑایا کہ تلاش کرے کہ کس راہ سے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جس کو دوڑایا تھا۔ وہ ایسی خبر لایا۔ کہ وہ جنگل کی راہ گئے۔ حضرت نے جب یہ خبر سنی بہت روئے۔ اور فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اتنے میں خبر آئی کہ پانچوں کو لُونے مارا۔ اور ایک جگہ پانچوں ہلاک ہوئے پانچوں کنوئیں پر پہنچے۔ اور پانی پیا۔ اس جگہ دم دے دیا +

نقل ہے حضرت نظام الدین سے کہ ایک وقت ایک طالب علم نصیر الدین نام خدمت میں شیخ الاسلام فریدالدین کے پہنچا۔ تجارت کی نیت رکھتا تھا۔ غرور اور رعونت سے خالی نہ تھا یہ فکر تھی کہ بال بڑھاوے میں ایک جوگی جماعت خانہ میں پہنچا۔ طالب علم نے اُس سے پوچھا۔ کہ بال کس چیز سے بڑھتے۔ حضرت نظام الدین فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے اُس سے یہ کلام سُنا۔ کہ بال بڑھنے کے واسطے جوگی کی طرف توجہ کرتا ہے مجھ کو کراہت ہوئی۔ اس واسطے کہ طالب علم کو چاہیئے کہ خدمت میں شیخ المشائخ کے آوے اور نسبت رعونت و داڑھی مو کے کہ تحت کل شعر جنابۃ حدیث واقع ہے جوگی کی طرف توجہ کرتا ہے۔ القصہ اسی ہنگام میں خواجہ وجیہہ الدین حضرت خواجہ معین الدین کے لڑکے خدمت میں بابا فریدالدین کے پہنچے اور بیعت چاہی اور سر منڈانے کی عرض کی۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ میں روٹی کا ٹکڑا تمہارے خانوادہ سے بھیک مانگ کر لایا ہوں۔ ادب نہیں کہ تم کو مرید کروں۔ خواجہ وجیہہ الدین نے سر زمین پر رکھا اور عاجزی کی اور کہا اے خداوند مثل تمہارے اس زمانہ میں کہاں پاویں کہ اس کی خدمت میں جاویں اور حاصل کریں۔ البتہ میں یہ در نہیں چھوڑوں گا۔ جب شیخ فرید الملتہ نے اس درجہ الحاح دیکھا شرف ارادت قبول کیا۔ اور خرقہ خاص کی خلعت سے نوازش فرمائی۔ اور سر منڈوا دیا۔ اس وقت نصیر الدین طالب علم جو داڑھی مو کی قید میں مقید تھا۔ اُس نے بھی بیعت کی اور سر منڈوایا۔ اور سرمایۂ مالی جو تجارت کی نیت سے رکھتا تھا درویشوں پر خرچ کیا۔ اور درویشی اختیار فرمائی +

نقل ہے کہ ایک وقت اُن کا جامہ پھٹا اور میلا تھا۔ ایک مرد لباس آگے لایا۔ اس کو پہنا اور فوراً اوتارا۔ اور شیخ نجیب الدین متوکل کو دیا۔ اور فرمایا کہ میں جو ذوق اُس جامہ میں رکھتا تھا۔ اس میں نہیں رکھتا ہوں +

نقل ہے کہ سلطان العارفین برہان العاشقین شیخ فریدالدین گنجشکر کو ایک روز راہ میں عبور واقع ہوا۔ ایک عزیز فریاد کرتا تھا۔ کہ الجوع الجوع یہ آواز کان میں پہنچی۔ فرمایا۔ کہ آؤ وہ آیا۔ آستین مبارک اٹھائی اور فرمایا کہ کونسے کھانے پر تیرا دل راغب ہے۔ اُس نے برنجی پر۔ فرمایا تھا۔ اُس نے ہاتھ دراز کیا۔ آستین مبارک میں دیکھا کہ تکلف میں دسترخوان

بچھا ہے۔ وہاں سے کھینی نکالی اور کھائی۔ حضرت جس راہ میں تشریف فرماتھے چلے گئے بعد ایک مدت کے ایک روز وضو کرتے تھے۔ کہ وہی عزیز خدمت میں پہنچا۔ دیکھ قدرے وضو کا پانی اس پر چھڑکا اور فرمایا سبحان اللہ اس شخص نے تیس برس ایزد تعالےٰ کی راہ میں ریاضت اور مجاہدہ کیا تھا۔ پھر نفس اس پر غالب آیا۔ حاجت بشری سے ہلاک ہوا۔ الحمد للہ والمنتہ کہ رہا ہوا۔ اور اپنے مجاہدہ اور ریاضت پر لوٹ آیا +

نقل ہے حضرت نصیر الدین محمود سے خیر المجالس میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت سلطان فرید الدین اپنے حجرہ میں مشغول تھے۔ ناگاہ ایک قلندر پہنچا۔ اور حجرہ کے دروازہ پر کملی بچھائی تھی کہ حضرت شیخ اس پر بیٹھتے۔ اُس پر بیٹھا حضرت شیخ بدرالدین اسحاق حاضر تھے قدرے کھانا لائے۔ اور قلندر کے آگے رکھا۔ جب کھانے سے فارغ ہوا مولنا بدرالدین سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ شیخ کو دیکھوں۔ مولانا نے جواب دیا کہ حضرت حق سے مشغول ہیں کسی کی مجال نہیں ہے کہ ایسے وقت حجرہ میں آوے۔ اور خبر کرے۔ اسی وقت قلندر نے بھنگ نکالی اور کونڈے میں ڈالی اور گھونٹنے لگا۔ چنانچہ اُس کے قطرے حضرت شیخ کی کملی پر گرے۔ شیخ بدرالدین آگے ہوئے اور قلندر کے پاس آئے اور کہا اے درویش حد سے بے ادبی نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں سے اٹھ اور گوشہ میں جا۔ قلندر رنجیدہ ہوا۔ اور کونڈی اٹھائی کہ بدرالدین کے مارے حضرت سلطان فریدالدین جو حجرہ خاص میں مشغول تھے۔ یہ معنی نور باطن سے معلوم کرکے جلد حجرہ سے دوڑے اور قلندر کا ہاتھ پکڑا اور کہا اس کو مجھے بخشدے۔ قلندر نے کہا کہ درویش ہاتھ نہیں اٹھاتے اور جب اٹھایا تو پیچھے نہیں لاتے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس دیوار پر مار۔ قلندر نے کچکول دیوار پر ماری چنانچہ فوراً وہ دیوار گر پڑی۔ قلندر نے سر نیچے کیا اور چلا گیا۔ بعدہٗ حضرت شیخ نے مولانا بدرالدین سے فرمایا کہ عام لباس میں خاص بھی ہوتے ہیں۔ یہ گھاس جو وہ گھونٹتا تھا۔ وہ نہ تھی جو قلندر کام میں لاتے ہیں۔ شاید آزمائش کو آیا ہوگا +

اور نیز شیخ نصیر الدین اودھی سے نقل ہے سیرالاولیا میں کہ ایک وقت شیخ الشیوخ قدس سرہٗ کی انگشت پر سانپ نے کاٹا۔ کچھ علاج نہ کیا اور حق سے مشغول ہوئے اُس غلبہ میں عرق جسم سے جاری ہوا۔ زہر نے اثر نہ کیا +

اسی کتاب میں نقل ہے کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ہم اجودھن میں گئے اور سرسہ کے جنگل میں ہم کو ایک سانپ نے کاٹا جس کی ہم صحبت میں جاتے تھے اُس نے اُس جگہ کو باندھ دیا۔ زہر فرو ہوگیا۔ اور اچھا ہوگیا۔ جب ہم اجودھن پہنچے یہ وقت فقر درواشے

بند تھے۔ یاروں نے کہا کہ حصار سے کود چلو۔ میں نے دیکھا کہ حصار میں ہر طرف راہ ہو گئی۔ القصہ سب یار اوپر گئے۔ میں ذرا تاقف میرا ہاتھ پکڑا اور اوپر لے گئے۔ جب صبح ہوئی۔ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں ہم گئے۔ سب کو پوچھا۔ مجھ سے کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر ہوئی۔ فرمایا کہ سانپ کا کاٹا باقی ہے حصار کو نادر آیا ہے ❊

نصیر الدین محمود روایت کرتے ہیں کہ لعل کا ٹھے سانپ کے سرسہ کی حدود میں تو۔ باطن شیخ شیوخ العالم کو روشن ہوا۔ براہ تعجیل سواری بھیجی کہ سلطان المشائخ کو سوار کریں اور لاویں۔ وہی کیا۔ سواری پر سوار کر کے لائے ❊

نقل ہے کہ قصبہ اجودھن کے پاس مقدار چار فرسنگ کے ایک قصبہ ہے وہاں ایک قتال سخت دل ایک حاکم تھا۔ ایک باز رکھتا تھا چرز گیر اور کلنگ انداز۔ ترک مذکور اس باز کو بہت دوست رکھتا تھا۔ امیر شکار کے سپرد کیا تھا۔ اور تاکید کی تھی کہ ہرگز ہرگز اس باز کو سوائے میرے خیال کے دوسرے جانور پر نہ اڑانا شاید اڑے اور پھر نہ آوے۔ اگر میرا حکم پاس نہ رکھے گا۔ تو جینا سے ہاتھ دھونا۔ اتفاقاً وہ میر شکار یاروں اور ہمسایوں کے ساتھ پھرتا تھا۔ ناگاہ چند کلنگ جاتے تھے۔ یاروں نے خوشامد کی کہ یہ کلنگ مفت چلے تو باز رکھتا ہے۔ ان پر اڑاں کہ کباب کریں۔ میر شکار نے یاروں کو جواب دیا۔ کہ میرے صاحب نے تاکید کی ہے کہ جب تک میں نہ ہوں ہرگز اس باز کو کسی جانور پر چھوڑنا مبادا غائب ہو۔ اور وہ ترک ہے بیباک اور غصہ ناک۔ اگر باز نہ آیا تو مجھ کو اور میرے زن و فرزند کو ہلاک کر دیگا۔ یاروں نے کہا کہ ہم دس پانچ سوار ہیں اور گھوڑے رکھتے ہیں ہم نہیں چھوڑیں گے کہ باز غائب ہو۔ القصہ بہت الحاح کیا۔ میر شکار نے باز کھولا اور کلنگوں پر اڑایا۔ ناگاہ کلنگ ایک طرف ہو گئے اور باز دوسری طرف پرواز کر گیا۔ زمان زمان بلند ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ نظر سے غائب ہو گیا۔ ہر ایک یار اس کی تلاش میں دوڑا اور متفرق ہوئے۔ وہ یہ میر شکار روتا ہوا اور کپڑے پھاڑتا ہوا حوالی قصبہ اجودھن میں پہنچا۔ اور اسی حال سے سلطان المشائخ فرید الدین کی خدمت میں آیا۔ جب حضرت شیخ کو دیکھا آہ ماری اور ماتم زدوں کی طرح زار زار رویا۔ حضرت شیخ نے مہربانی سے اپنے آگے بٹھلایا اور پوچھا کہ اس قدر زاری اور خواری کیوں ہے۔ اس نے باز کا قصہ بیان کیا کہ اے مخدوم ترک قتال بدحال نے مجھ کو باز سونپا تھا۔ اور وصیت کی تھی۔ اور بے حد تاکید تھی اس باز کو میری غیبت میں پرواز نہ دینا۔ میرے چند یاروں نے مزاحمت کی۔ ان کی الحاح کے سبب میں نے اڑایا۔ وہ نظر سے غائب ہو گیا۔ اور گم ہو گیا۔ اب تحقیق جانتا ہوں کہ اگر

باز نہ دوں گا۔ تو میرے فرزندوں کو اور مجھ کو زندہ نہ چھوڑیگا۔ میں نے قبول کیا کہ اسپ
اور لباس چھوڑ دوں اور ترک تجرید کر کے چلا جاؤں۔ اور گوشہ لوں۔ لیکن شک نہیں کہ وہ
ترک فرزندوں اور میرے متعلقینوں کو خاک سیاہ کریگا۔ حضرت نے جب یہ بات
سُنی کھانا منگایا۔ اور فرمایا کہ اسے کھا۔ شاید خداتعالےٰ تیری خاطر جمع کردے اور باز کو
دیدے۔ میر شکار مذکور نے نوالہ روٹی کا توڑ کر مُنہ میں ڈالا چنانچہ خشکی سے نہ اُتر سکا۔ البتہ
حال میر شکار کا جب شیخ نے اس اضطراب میں پایا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ وہ تیرا باز حصار
کے کنگرہ پر بیٹھا ہے جا پکڑ لے۔ میر شکار نے جب باز دیکھا۔ سر حضرت کی خاکِ پا پر رکھا
اور باز کو پکڑا اور شکرانہ کرتا پھر شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور گھوڑا سواری کا پیش کش کیا
حضرت شیخ نے تبسم فرمایا اور کہا تجھ کو چاہیئے کہ گھوڑے پر سوار ہو اور گھر جا اور باز اس
کے مالک کو دے اور گھوڑا بیچ اور نصف مال اس کا میرے آگے لا۔ تو مبلغ اس کی قیمت
کے قیمت میں برابر پڑیں۔ اور حق برادری کا مجھ میں اور تجھ میں درست ہو۔ اور ترک مذکور
نے باز کا گم ہونا کچھ سُنا تھا اور بازدار کے فرزندوں سے تعرض کیا۔ ناگہاں دُوسرے
روز میر شکار معہ باز کے پہنچا۔ اُس کے مالک نے جب باز دیکھا۔ میر شکار کو بلایا۔ اور
قصہ گم ہونے کا پوچھا۔ اُس نے اپنا تمام ماجرا کہا۔ اور کرامت حضرت شیخ المشائخ کی ادا
کی۔ ترک نے جب قصہ تمام سُنا کہا سبحان اللہ شیخ فرید الدین مسعود ایسے بزرگ ہیں کہ تو
نے دیکھا۔ چاہیئے کہ جلد جا اور یک بوری زر کی میری طرف سے شکرانہ پہنچا۔ اور میرے
واسطے حضرت سے دُعا کی التماس کر۔ بعد ازاں میر شکار نے عرض کیا۔ کہ اے خداوند
مجھ کو اُن کی خدمت میں پھر جانا ہے کیونکہ جب میں نے کرامت دیکھی اپنا گھوڑا شکرانہ
میں پیش کش کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ گھوڑا میں نے تجھ کو بخشا۔ اس کی نصف قیمت دو
پس وہ فتوح کہ میرے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجی جاوے مجھ کو بھی نصف قیمت اسپ
کی خدمت میں پہنچانا چاہیئے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ گو وہ ترک اس سے پہلے حضرت
سے عقیدہ نہیں رکھتا تھا۔ آخر الامر خلعت ارادت سے مشرف ہوا۔ اور ایک
خداپرستوں سے ہوا۔ اور میر شکار بھی انہیں ایام میں مرید ہوا۔ اور ترک اور تجرید
کی اور ملازم رہا +

نقل ہے کہ ایک وقت آپ کے حرم سے خدمت میں آئی۔ اور کہا اے
خواجہ آج فلاں لڑکا بسبب بھوک کے ہلاکت کو پہنچا ہے۔ شیخ نے فرمایا مسعود بندہ
کیا کرے۔ اگر تقدیر حق ہے جہان سے سفر کرے رسی ایک پاؤں میں باندھ کر باہر

ڈال دو +

نقل ہے نصیر الدین اودھے رحمۃ اللہ علیہ سے کہ قصبہ اجودہن کی حدود میں ایک گاؤں تھا۔ اس میں ایک مسلمان تیلی رہتا تھا۔ ناگاہ اس گاؤں کو کسی سبب سے دیپالپور کے داروغہ نے تاراج کیا۔ اور تمام وہاں کے آدمیوں کو قید میں ڈال دیا۔ روغنگیر کی ایک عورت تھی نہایت صاحب جمال اس کو اس عورت سے بڑی محبت تھی۔ اور وہ عورت بھی اُس غارت میں کسی کے ہاتھ لگی تھی۔ اور غائب ہو گئی تھی۔ ہر چند اس تیلی نے روتے پیٹتے تلاش کیا۔ نشان نہ پایا۔ ہزار غم و درد سے حضرت سلطان المشائخ فریدالدین قدس سرہ کے حضور میں آیا۔ اور نہایت اپنا حال خراب کیا۔ حضرت شیخ نے جب اس کو دیکھا سبب پوچھا۔ اُس نے جو قصہ تھا سب عرض کیا۔ حضرت شیخ نے کچھ تامل فرمایا۔ اور اشارہ کیا کہ کھانا لاؤ۔ اور اس کے آگے رکھو۔ تیلی مذکور جو اپنا حال خراب اور جگر کباب رکھتا تھا۔ ہاتھ کھانے پر لے گیا۔ ایک ہی نوالہ کھایا حضرت نے فرمایا کہ کہا حق تعالیٰ قادر ہے کہ تیری خاطر جمع کرے اور وہ عورت تجھ کو پہنچا دے۔ روغنگیر نے جب یہ سُنا کچھ تسکین پائی لیکن غم کلیتہً رفع نہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ تین روز رہ دیکھ۔ کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ ناچار اُس نے رہنا اختیار کیا۔ تیسرے روز نویسندہ کو قصبہ اجودہن میں مقید کر کے لائے۔ وہ شاید متصرف جگہ کا تھا کہ وہاں تعلق اُس امیر سے رکھتا تھا۔ کہ جس نے گاؤں تاراج کیا تھا۔ القصہ اس نویسندہ نے اپنے حافظوں پر الحاح کی کہ اگر مجھ کو خدمت میں شیخ فریدالحق کے لے چلو تو ایک عمدہ شے تم کو دوں۔ سب محافظوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کو حضرت شیخ کی خدمت میں لائے۔ نویسندہ نے اپنا حال ظاہر کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو اس مقطع نے کہ تجھ کو مقید اور مسلسل فرمایا ہے اگر شفقت بے حد اور عنایت بعید فرمائے تو مجھ کو کیا شکرانہ بھیجیگا قبول کر۔ نویسندہ نے عرض کی کہ جو نقد اور اسباب رکھتا ہوں شکرانہ خدمت میں لاؤنگا حضرت نے فرمایا کہ وہ شکرانہ بھی تجھ کو بخشا وہ داروغہ جانے سے چھوڑ دیگا اور خلعت فاخرہ سے نوازیگا۔ اور گاؤں بھی تجھ کو بخشیگا۔ عہد کر کہ وہ عورت اس روغنگیر کو بخشیگا نویسندہ نے صدق دل سے قبول کیا۔ روغنگیر سے کہا اُٹھ میرے برابر آ۔ کہ ایسا کیوں کہ اشارہ حضرت شیخ کا ہے۔ روغنگیر مذکور اس بات سے رویا اور عرض کی کہ اے شیخ المشائخ ابھی میرے پاس چیز ہے کہ آٹھ کنیزک خوب خرید وں لیکن میں فریفتہ و خراب اپنی عورت کا ہوں۔ کہ اس کی جدائی سے دل ریش ہوں۔ حضرت نے فرمایا

تو اس کے برابر جا دیکھ کہ خدا تعالیٰ نے پردۂ غیب سے کیا ظاہر کرتا ہے۔ وہ شخص بموجب حکم حضرت
شیخ کے اشارہ سے اس کے برابر گیا اور اس کے ساتھ متفکر و متحیر ہو بیٹھا۔ اور اس لونڈی
کو اس داروغہ کے آگے لے گئے جس نے مقید کیا تھا۔ پھر وہ کمینہ کہ حضرت شیخ کی
برکت سے دل مہربان ہوا۔ اور ایک عمدہ گھوڑا اور خلعت عطا کیا۔ اور اس کے گھر روانہ کیا
اور عقب سے وہ کنیزک صاحب جمال برقعہ پوش بھیجی۔ کہ یہ بھی انعام اور عنایت میری
تجھ کو ہے۔ جب وہ عورت اس کے وثاق کے پاس پہنچی اپنے شوہر کو دیکھ۔ برقع چہرہ
سے اتار ڈالا اور اس کی طرف دوڑی۔ اس روغنگیر نے بھی پہچانا اور سر پاؤں پر رکھ
نویسندہ حیران ہوگیا۔ روغنگیر کو اپنے آگے بلایا۔ اور ہاتھ کنیزک کا پکڑا۔ اور اس کو
سونپ دیا۔ روغنگیر مذکور نے اس کا حال ظاہر کیا۔ کہ یہ میری عورت ہے۔ حضرت شیخ
فرید الملت والدین کی عنایت اور کرامت سے۔ اور وہیں سے مع عورت کے خدمت میں
ملک المشائخ کے آیا۔ اور مرید ہوا +

اور اس درویش نے ایک نسخہ لکھا ہوا پایا ہے کہ حضرت شیخ کو گنجشکر اس سبب
کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت اپنے پیر دستگیر کی ملازمت میں دہلی رہتے تھے۔ اس وقت
آپ کے رہنے کی جگہ نزدیک دروازہ غزنی برج کے پہلو میں متعین تھی۔ جو لوگ جانتے
ہیں اس جگہ اب بھی جاتے ہیں۔ اور دوگانہ ادا کرتے ہیں۔ القصہ برسات کا زمانہ تھا اور
مینہ برستا تھا چنانچہ تمام راستہ کیچڑ سے بھرا تھا۔ حضرت شیخ کو سات روز گذرے
تھے کہ روزہ کا افطار نہ کیا تھا کسی قدر ضعف پیدا ہوگیا تھا۔ چاہا کہ خدمت میں حضرت
قطب الملۃ کے آویں نعلین چوبیں پہنتے تھے۔ اثنائے راہ میں پاؤں پھسلا زمین پر
گرے منہ سے اللہ کہا منہ میں مٹی چلی گئی۔ تمام شکر ہوگئی۔ وہاں سے اٹھے اور خدمت
میں حضرت قطب الملۃ والدین کے سر زمین پر رکھا اور بیٹھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے
فرمایا۔ بابا فرید الدین مسعود مٹی کا ٹکڑا جو تیرے منہ میں جا کر شکر ہوگیا عجب نہیں ہے
کہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے تیرے وجود کو گنجشکر کیا ہے۔ ہمیشہ شیریں رہیگا
حضرت شیخ فرید سر زمین پر لائے اور شکرانہ حق تعالیٰ کا ادا کیا۔ جب وہاں سے
پھرے جہاں پہنچے آدمیوں سے آواز سنی کہتے تھے حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر آتے
ہیں۔ اور اس درویش نے بیت اللہ کے قصد کے زمانہ میں جب قصبہ اجودھن میں پہنچی یہ
بات شیخ محمد سے کہ صاحب سجادہ تھے۔ ایسا ہی سنا +

نقل ہے گلشن اولیا سے کہ جب حضرت قطب الدین کو شکر کے ساتھ بہت میل

تک جب یہ چھوٹے تھے آپ کی والدہ نماز سکھاتی تھیں۔ اور ہمیشہ جائے نماز میں گرہ باندھ کر شکر رکھ دیتی تھیں۔ جب آپ نماز ادا کرتے تھے۔ اس گرہ کو دیتی تھیں ہمیشہ یہی طریقہ تھا۔ ایک روز...... ایک میزبان کے گھر تھیں شکر بھول گئیں۔ لیکن حضرت شیخ نے نماز ادا کی اور مصلے کے نیچے دیکھا بے نہایت شکر نکلی۔ جب حضرت کی والدہ کو یاد آیا۔ لونڈی سے فرمایا جا مسعود سے کہہ کہ آؤ نماز پڑھ۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ دوسری بار نماز نہیں پڑھونگا۔ پوچھا کیوں۔ کہ جب والدہ کے آگے نماز پڑھتا ہوں تھوڑی شکر مصلے کے نیچے پاتا ہوں۔ آج میں نے علیحدہ نماز ادا کی۔ بہت شکر پائی۔ کنیزک نے یہ واقعہ بی بی سے کہا حضرت بی بی متعجب ہوئیں۔ اور شکرانہ حق کا بجا لائیں بعض کہتے ہیں کہ اس سبب سے گنجشکر لقب ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور اپنے نفس کو ریاضت میں صرف کرتے تھے۔ ایک وقت ان کے نفس نے آرزو طعام کی کی فرمایا۔ میں تم کو خاک دوں۔ اور خاک کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شکر ہوکر دست مبارک میں پہنچی۔ جب ایسا کرتے تھے۔ شکر ہاتھ میں آتی تھی۔ اس سبب سے گنجشکر سے ملقب ہوئے۔

بعض کہتے ہیں کہ جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا۔ اور آپ کے گرد نعلین مبارک عرش کا تاج ہوئی۔ مقام قاب قوسین او ادنیٰ میں جگہ لی۔ تو آپ کے روبرو ہزار طبق شکر لائے۔ فرمان ہوا کہ اس شکر کو نوش جان فرمایئے کہ آپ کی امت میں ایک عارف پیدا ہوگا۔ یہ اس کے خزینہ گنجینہ سے ہے۔ اور سب یاروں کو لے جاتے حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائی۔ اور بقیہ کو بردپاک میں باندھا اور یاروں کے پاس لائے سب نے کھائی۔ اس سبب سے شکر گنج لقب ہے۔

بعض نے فوائد ... ... کہ ہمارے پیر اچھی طرح اس وجہ کو بیان نہ کرتے تھے۔ کہ قطب ... قطب العالم کے وجود کے ظہور سے پہلے سات سو برس مشائخ ... گنجشکر کی خبر دی تھی۔ کہ ایسا مشائخ زمین پر پیدا ہوگا۔

نقل ہے ... حضرت نظام الملۃ والدین سے کہ میں ایک روز خدمت میں حضرت ... مشائخ فرید الملۃ والدین کے حاضر تھا۔ فرماتے تھے کہ میں خدمت میں حضرت سلطان المشائخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کے ... ... اجازت چاہی کہ اگر حکم ہو ایک چلہ خلوت میں

کروں۔ حضرت خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ بابا حاجت نہیں ہے کہ خلوت میں بیٹھے اور چلہ کرے۔ اس کام سے بہت شہرت ہوگی۔ ہمارے پیروں کی عادت ایسی نہ تھی ان کی خلوت جلوت میں تھی۔ میں نے اس قدر جواب کہا کہ حضرت شیخ وقت موجود ہے۔ شہرت کی نیت دل میں راہ نہ پائیگی۔ حضرت قطب الدین ساکت ہوئے اور جواب سے ملتفت نہ ہوئے۔ اس وقت میں نے جانا کہ مجھ سے بڑی بے ادبی ہوئی۔ کہ خلاف حکم حبیب ہوا۔ بہت استغفار کی۔ اور ابھی پریشان ہوں۔ اور قیامت تک یہ پریشانی اور شرمندگی مجھ سے دور نہ ہوگی +

منقول ہے کہ جب انہوں نے چاہا۔ کہ مجاہدہ کریں۔ اس بات میں حضرت قطب الدین سے عرض کی۔ خواجہ نے فرمایا۔ کہ طے کر آپ نے طے کیا تین روز کچھ نہ کھایا تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص چند نان آگے لایا۔ جانا کہ غیب سے ہیں ان سے افطار کیا۔ طبیعت نے متلی کے سبب قے کر دیا۔ اور یہ بات خدمت میں حضرت پیر کے عرض کی۔ فرمایا کہ بعد تین روز کے خماری کھانے سے افطار کر۔ عنایت الہی تیرے ساتھ تھی۔ کہ وہ طعام تیرے معدہ میں نہ رہا۔ اب جا تین روز اور طے کر اور جو غیب سے پہنچے اس سے افطار کر۔ تین روز طے کیا۔ جب وقت طعام ہوا کچھ پیدا نہ ہوا۔ ایک پہر رات گذری۔ ضعف غالب ہوا۔ نفس نے حرارت سے جلنا شروع کیا دست مبارک زمین پر لے جا کر چند کنکریاں اٹھائیں اور منہ میں ڈالیں وہ شکر ہوگئیں۔ جب یہ دیکھا۔ دل میں کہا مبادا یہ بھی مکر ہو نکال ڈالیں۔ پھر مشغول حق ہوئے۔ آدھی رات گذری ضعف غالب ہوا۔ چند کنکریاں اور اٹھائیں اور منہ میں ڈالیں۔ وہ بھی شکر ہوگئیں۔ اسی طرح تین بار تک یہ کرامت معائنہ کی پھر بتحقیق جان لیا کہ یہ بات حق کیطرف سے ہے۔ جب دن ہوا۔ خدمت میں خواجہ قطب الدین کے گئے۔ فرمایا کہ اچھا کیا۔ جو اس سے افطار کیا۔ وہ غیب سے تھیں۔ اور تو مثل شکر کے شیریں رہیگا۔ اس دن سے گنج شکر کہتے ہیں اور یہ بھی معروف اور مشہور ہے کہ آنحضرت کی زبان مبارک کی برکت سے ہے +

نقل ہے حضرت سلطان الاولیاء نظام الملۃ والدین قدس سرہ سے۔ کہ میں ایک روز خدمت میں سلطان المشائخ فرید الدین قدس سرہ کے بیٹھا تھا۔ مولنا بدرالدین اسحاق اور مولنا جمال الدین ہانسوی بھی حاضر تھے۔ حضرت شیخ کا ایک مرید تھا۔ مولنا محمد نام۔ وہ ملتان سے پہنچا۔ حضرت شیخ نے کھانا مانگا۔ اور خود صائم تھے جب کھانا آیا اپنے

حضور میں ہماری طرف اشارہ کیا کہ کھانا چاہیئے۔ اس وقت میں کہ کھانا کھچڑی تھا ماش اور
برنج سے پکا تھا۔ اس وقت دل میں مولانا محمد ملتانی کے گذرا۔ اگر سفرہ ہوتا بہتر ہوتا۔
حضرت شیخ کو کشف سے معلوم ہوا۔ طبق طعام کے آس پاس انگشت مبارک سے خط
مدور کھینچا۔ فرمایا مولانا محمد اگر سفرہ موجود نہیں ہے۔ تو اس مدور خط کو سفرہ مان اور طعام
کھا +

نقل ہے حضرت سلطان الاولیا سے کہ حضرت سلطان فرید الدین کا روزہ دوام ہوتا
تھا۔ اس حد پر کہ اگر عارضہ رکھتے یا قصد کرتے ہرگز افطار نہ فرماتے۔ بیشتر روزہ کا افطار
شیرینی سے تھا۔ تھوڑے مویز شربت کے پیالہ میں ڈالتے۔ اور اس شربت سے وقت
افطار کے حاضرین کو ایثار فرماتے کہ کسی کو یہ سعادت محروم نہ کرے۔ اور دو روٹی چرب کم
سیر سے بعد افطار کے شربت ان کے آگے رکھتے اور ایک روٹی سے تہائی یا کم یا کچھ
زیادہ کھاتے۔ اور باقی حاضرین کو دیتے۔ بعد ازاں باستغراق تمام نماز عشا تک مستغرق
اور مشغول رہتے +

نقل ہے کہ ابتدا میں جب قصبہ اجودہن میں متوطن ہوتے۔ باوجود عیال اور
فرزندوں کے مثل پیلو اور ڈیلہ کے کہ وہاں کے جنگل میں اگتا ہے۔ قانع ہوتے۔ آخرالحال
میں وسعت ہوئی۔ اور فتوحات پہنچنے لگے سالن میں مجاوروں اور مسافروں کا حصہ فرماتے
تھے اور خود وہی بنات کھاتے تھے۔ اور نصیرالدین بادشاہ دہلی کے وقت میں کہ خدا تعالیٰ
کے اولیاء سے تھا بعض بطرف اُچ اور ملتان کے متوجہ ہوئے تھے۔ جب طرف قصبہ
اجودہن کے نزول فرمایا۔ خدمت میں حضرت سلطان المشائخ فریدالملۃ والدین کے پہنچا۔ اُس
زمانہ میں سلطان غیاث الدین بلبن الغان خطاب رکھتا تھا۔ وہ بھی برابر سلطان مذکور رحمۃ
اللہ علیہ کے تھا۔ سلطان مثال چار روپیہ کلاں کے اور حوالی خطہ دیپالپور کے کچھ نقد دیا تھا
جب حضرت سلطان المشائخ کے آگے رکھا شیخ نے الغان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ کہ
میرے آگے رکھا ہے۔ الغان نے عرض کی کہ سلطان نے حضرت شیخ کے واسطے چار
گاؤں آباد واسطے معاش فرزندوں کے توقیع مرتب کیا ہے اور کچھ نقد خانقاہ کے درویشوں
کے واسطے لایا ہے۔ اگر قبول ہو تو سبب سعادت اور سرور خاطر کا ہوسکتا ہے۔ حضرت
شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ نقد درویشوں کے واسطے ہے قبول کرنا چاہیئے ان کو تقسیم
کر دینگے اور وہ مثال مواضع کے اٹھالو۔ جس کو زیادہ طالب اور راغب جانو۔ اس کو پہنچا
دو۔ یہ فرمایا اور رخصت کیا +

نقل ہے سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہٗ سے کہ جس زمانہ میں میں اجودھن میں تھا آپ کے جسم مبارک میں بہت تکسر واقع ہوا چنانچہ مجھ کو اور مولنا بدرالدین اسحٰق اور مولینا جمیل الدین ہانسوی اور درویش علی بہاری کو اشارہ فرمایا۔ کہ جاؤ میری صحت کے واسطے فلاں گورستان میں مشغول ہو۔ ہم آپ کے اشارہ سے گورستان میں گئے۔ اور رات کو وہاں مشغول ہوئے علی الصباح خدمت میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ گھٹنے پر کمبل سیاہ ڈال کر تکیہ کیا تھا اور عصا کہ حضرت خلاصۃ المشائخ قطب الملۃ والدین سے ہاتھ لگی تھی۔ ہر بار دست مبارک اس عصا پر لے جاتے تھے اور منہ پر پھیرتے تھے جب ہم کو دیکھا پوچھا کہ اس گورستان میں تم مشغول رہے ہو۔ ہم نے سر زمین پر رکھا اور عرض کی کہ ہاں مشغول تھے۔ فرمایا کہ تمہاری دعا سے کچھ اثر صحت کا معلوم ہوا۔ ہم چپ رہے شیخ علی بہاری ہمارے آگے کھڑے تھے۔ اس نے کہا کہ ہم ناقص ہیں۔ اور دعا ناقص کی کامل کے حق میں اثر نہیں کرتی۔ یہ بات آنجناب کی سمع مبارک میں نہ پہنچی۔ ہم نے یہی بات بلند آواز سے کہی۔ جو درویش علی مذکور نے کہی تھی۔ حضرت شیخ نے جب مجھ سے یہ بات سنی۔ مجھ کو نزدیک بلایا۔ اور عصا کہ کنار میں تھی مجھ کو بخشی۔ اور فرمایا کہ مولانا نظام الدین میں نے خدا تعالےٰ سے چاہا ہے کہ تو جو خدا تعالےٰ سے چاہے گا۔ پاوے گا۔ ہم نے سر زمین پر رکھا۔ اور لوٹ آئے۔ اور یہ بھی لوٹے۔ اور مجھ سے ملے اور مبارک باد دی میں نے پھر سوچا کہ جب حضرت شیخ نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی۔ کہ میں نے خدا تعالےٰ سے چاہا ہے کہ تو جو چاہیگا پاویگا۔ اور بیشک شیخ کی دعا حق تعالےٰ کے یہاں قبول ہے پس بہتر ہے کہ میں آج کی رات حضرت کی صحت کی دعا میں مشغول ہوں۔ کہ قبول ہوگی تمام رات آپ کی صحت کی دعا میں مشغول رہا۔ چنانچہ آخر رات میں انشراح تمام مجھ میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ مجھ کو یقین ہوا۔ کہ یہ دعا میری حضرت عزت میں قبول ہوئی۔ علی الصباح شیخ کی خدمت میں پہنچا۔ دیکھا کہ مصلے پر بدلہ رو بفراغ بیٹھے ہیں۔ بمجرد میرے دیکھنے کے فرمایا کہ درویش نظام الدین میں نے جو دعا تیرے حق میں مانگی قبول ہوئی۔ اور تو نے میری صحت کی رات جو دعا کی وہ بھی قبول ہوئی میں نے جب اشارہ سنا سر زمین پر رکھا۔ اور یہ مصلےٰ جس پر رونق افروز تھے عطا فرمایا ؛

نقل ہے سیر الاولیا سے کہ ایک وقت شیخ الشیوخ عالم فریدالحق والدین قدس سرہٗ نے چاہا۔ کہ خط شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا کو لکھیں۔ کاغذ اور قلم دست مبارک میں لیا اور تامل میں ہوئے کہ کیا خطاب شیخ کو حصول دل میں گذرا تا کہ جو خطاب شیخ کا لوح محفوظ پر

ہو رہی تھیں۔ اسی حال میں سر مبارک کو اوپر کیا۔ اور آسمان کی طرف دیکھا۔ اور نظر لوح محفوظ میں کی۔ دیکھا کہ لکھا ہے شیخ بہاؤالدین زکریا۔ بعدہٗ یہی خطاب کرم اس کاغذ میں لکھا اور فرمایا۔ کہ تحقیق وہ ایک بڑے ولیاء سے ہے +

نقل ہے کہ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ شیخ الشیوخ عالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ کو ایک مرض پیدا ہوا۔ چاہا کہ چند قدم چلیں اور عصا مبارک لی اور چلے۔ جب چند قدم چلے عصا ہاتھ سے ڈال دی۔ چنانچہ اثر پشیمانی کا پیشانی مبارک میں دیکھا گیا۔ فرمایا کہ مجھ کو عتاب کیا کہ غیر پر بھروسہ کیا +

نقل ہے حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہٗ سے فوائد الفواد میں کہ جس وقت حضرت سلطان المشائخ فرید الدین نور یقین سے خطہ ہانسی میں آئے تھے اور قصبہ اجودھن میں سکونت فرمائی۔ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی والدہ مبارک کے بلانے کو قصبہ کھوتھوال میں بھیجا کہ ان کو قصبہ اجودھن میں لاؤ۔ دونوں قصبوں میں کچھ فاصلہ ہے اور بہت جنگل ہے۔ اور پانی نہیں ملتا ہے۔ شیخ نجیب الدین کے پاس ایک سواری تھی اُس پر ان عفیفہ روزگار کو سوار کیا۔ اور قصبہ اجودھن کو چلے جب نصف راہ طے ہوئی۔ حضرت والدہ کو ایک درخت کے نیچے بٹھلا دیا۔ اور خود سواری پر سوار ہو کر پانی ڈھونڈھنے چلے۔ پھر جب اس درخت کے پاس آئے۔ حضرت والدہ کو وہاں نہ پایا۔ بہت ہر طرف دوڑے کچھ نشان اور اثر نہ ملا۔ عاجز اور سرگشتہ قصبہ اجودھن میں خدمت میں شیخ فرید الدین کے پہنچے۔ اور صورت حال ظاہر کی۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ صدقہ فقراء کو دو اور کھانا مسکینوں کو کھلا دیا۔ مدت مدید کے بعد حضرت شیخ المشائخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کا گذر اس جنگل میں ہوا۔ جہاں آپ کی والدہ گم ہو گئیں تھیں۔ جب اس درخت کے پاس جہاں بٹھلایا تھا پہنچے۔ دل میں سوچا کہ ان نواحی کے گرد پھریں۔ شائد کہ کچھ ہڈیوں کا نشان مل جائے۔ اتفاقاً ایک جگہ پہنچے کہ وہاں چند ہڈیاں پڑی تھیں حضرت کو یقین ہوا۔ کہ یہ ہڈیاں ہماری والدہ کی ہیں۔ شائد کہ ان کو شیر یا بھیڑیے نے مار ڈالا۔ وہ تمام ہڈیاں جمع کیں۔ اور خریطہ میں ڈالیں۔ پھر حضرت شیخ المشائخ گنج شکر قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے اور قصہ ہڈیوں کا اور خریطہ میں ڈال کر حضرت سلطان میں لانے کا عرض کیا حضرت شیخ نے فرمایا کہ وہ خریطہ ہمارے آگے لاؤ۔ اور کھولو۔ تمام ہڈیاں ہمارے سامنے پر ڈالو۔ حضرت شیخ نجیب الدین وہ خریطہ لائے جب خریطہ کا منہ کھولا کوئی ہڈی اس میں نہ تھی حضرت سلطان الاولیا نظام الدین نے فرمایا کہ یہ حکایت عجائبات

روزگار سے ہے ؎

اور نیز حضرت نظام الدین سے نقل ہے کہ سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ یوسف ہانسوی یاران سابق سے تھا۔ اور ایک وقت وہ اُچ سے آیا۔ شیخ الشیوخ نے پوچھا۔ کس کو دیکھا۔ کہا فلاں آدمی ایسے ایسے مشغول ہیں اور فلاں ایسے مقید ہیں۔ شیخ شیوخ ؒ کو رغبت ہوئی۔ کہ ان کو دیکھیں۔ وضو کرنے کے بہانے اٹھے اور دیر تک نہ آئے مسجد کے اندر اوپر اور نیچے تلاش کیا۔ شیخ کو نہ پایا۔ بعد زماں کے خواجہ پیدا ہوئے۔ یوسف نے پوچھا۔ کہ خدمت خواجہ کہاں تھے نہ فرمایا کہ اُچ کے خلق کی جو تو نے صفت کی تھی ہم کو ملنے کی رغبت ہوئی۔ اُچ گئے تھے سب کو دیکھا دوکانیں کی ہیں۔ اور بیٹھے کند پزی کرتے ہیں ؎

نقل ہے سیر العارفین سے کہ جب سلطان العاشقین قطب الملۃ والدین نے رحلت فرمائی شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کہ آنحضرت کے خلیفہ ہیں شہر دہلی میں تھے ملک نظام الدین خریطہ دار نے شیخ مذکور کے واسطے خانقاہ بنائی۔ اور شیخ بدرالدین غزنوی ؒ نے اس میں جلوس فرمایا چنانچہ نظام الدین مذکور نے اسباب نعمت اور دعوت کے مہیا رکھے۔ شیخ کی خدمت اور رعایت بواجبی کرتا تھا۔ دیر نہ گذری کہ نظام الدین خریطہ دار کو شیخ بدرالدین غزنوی کے ساتھ قصور اور فتور ظاہر ہوا چنانچہ شیخ مشار الیہ نے حضرت فریدالدین کو رقعہ لکھا اور یہ ابیات درج فرمائے ؎

فریدالدین مدت باد بزرگے ۔۔۔ کہ بادش در کرامت زندگانی
دریغا خاطرم گر جمعداری ۔۔۔ بمد حش کردمے گوہر فشانی

اور عروض کیا کہ ایک شخص نے دیوان کے عہدہ داروں سے میرے واسطے خانقاہ بنائی تھی۔ اور درویشوں کی خدمت اور تفقد حال کو نعمت اور دعوت مہیا کرتا تھا۔ اب اس کو حساب میں پکڑا۔ اس واسطے خاطر بہت پریشان ہے ملتمس کہ دعا سے استمداد فرماویں تاکہ اس کو خلاصی ہو۔ اور درویشوں کا کاروبار بھی سامان میں لاوے امید کہ ملتفت ہونگے۔ والسلام۔ حضرت شیخ فریدالملۃ نے اندک سر ہلایا۔ اور جواب میں لکھا رقعہ عزیز الوجود کا پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے فرحت ہوئی۔ جو لکھا تھا ظاہر کیا۔ تحقیق جو شخص اپنے پیروں کی روش پر نہیں چلتا۔ اس کو ایسی ہی ضرورت پیش آتی ہے۔ کہ غم سے اس کو آسودگی نہیں ملتی ہمارے پیروں سے کون تھا جس نے خانقاہ اپنے واسطے بنا نہ فرمائی۔ اور اس میں جلوس نہ کیا۔ یہانتک کہ شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ

مرید اور خلیفہ حضرت سلطان المشائخ قطب الدین قدس سرہٗ کی تھی۔ اور روش اور اُن کی عادت
اور اُن کے پیر خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کی نہ تھی کہ خانقاہ بناویں۔ اور دوکانیں آراستہ
کریں۔ بلکہ جس جگہ پہنچتے تھے اور ٹھیرتے تھے قصد گمنامی اور بے نشانی اور نابودی کا
کرتے تھے۔ اور حضرت شیخ بدرالدین فرزندی غزنوی تھے۔ وہاں سے قصد ملازمت
حضرت سلطان المشائخ کا کیا۔ جب دہلی پہنچے شرف ارادت سے مشرف ہوئے۔ اور
ان کا دہلی میں ایک داماد تھا کریم الدین اس کا لقب تو لیسندگی کرتے تھے۔ آخر میں وہ بھی
سر قدم میں حضرت قطب الدین کے لایا۔ اور ترک اور تجرید کی۔ ایک روز حضرت سلطان
المشائخ فریدالدین جب اپنے پیر کی خدمت میں دہلی تھے ایک روز شیخ بدرالدین کی ملاقات
کو گئے۔ پورانی کملی پر بیٹھے تھے۔ اُٹھے اور حضرت شیخ فریدالدین سے ملے کچھ ماحضر نہ تھا کہ
آگے لاتے۔ خواجہ کریم الدین مذکور سے کہ کملی پر بیٹھے تھے کہا جاؤ بازار میں بیچو اور شوربا
روٹی لاؤ تاکہ کھاویں۔ خواجہ کریم الدین ان کے اشارہ سے کملی اٹھا کر بازار گئے۔ جاتے وقت
شیخ بدرالدین نے آواز دی کہ اس کملی کو درویشانہ بیچنا۔ اس وقت حضرت فریدالدین نے
شیخ بدرالدین سے فرمایا کہ درویشانہ بیچنے کے کیا معنے ہیں۔ شیخ بدرالدین نے تبسم سے
کہا۔ کہ درویشانہ وہ ہے کہ جس قیمت میں جو چاہے خریدے مضایقہ نہیں ✤

نقل ہے سلطان الاولیا نظام الدین قدس سرہٗ سے کہ ایک روز میں شیخ
فریدالدین کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک تار آپ کے محاسن مبارک سے جُدا ہوا۔ میں نے
فوراً اٹھا لیا اور عرض کیا۔ اگر حکم ہو اس کو تعویذ کرو۔ فرمایا اچھا ہے۔ آخرالامر کاغذ میں لپیٹا
اور دستار میں رکھا۔ جب اجودہن سے دہلی پہنچا جس کو بیماری پیش آتی اسی تعویذ کو
میں دیتا تھا۔ بشرطیکہ بعد صحت واپس کردے۔ چنانچہ جس کو دیا صحت پائی۔ یہانتک
کہ تمام شہر میں شہرت ہوئی۔ میں اس تعویذ کو ایک طاق میں حجرہ کے رکھتا تھا جس کو
حاجت ہوتی تھی دیتا تھا۔ شہر میں میرا ایک سچا دوست تھا۔ اس کو تاج الدین مینائی کہتے تھے
ایک چھوٹا لڑکا بہت پیارا رکھتا تھا۔ ناگاہ بیمار ہوگیا۔ وہ مینائی میرے پاس آیا۔ اور تعویذ
مانگا۔ میں حجرہ کے اندر گیا جس طاق میں رکھا تھا۔ بہت ڈھونڈا نہ پایا۔ اور دوسرے طاقوں
میں ڈھونڈا کہ شاید رکھدیا ہو نہ ملا۔ چنانچہ وہ دوست رنجیدہ واپس گیا۔ اور اس کا لڑکا
اسی بیماری میں رحمت حق سے ملا۔ بعد چند ماہ کے دوسرا شخص آیا۔ اور تعویذ مجھ سے مانگا۔
میں اٹھا۔ اللہ تعالےٰ کے فرمان سے اسی طاق میں ملا۔ اس کو دیا۔ اس کی حاجت روا ہوئی۔
اس کا لڑکا جو جانے والا تھا تعویذ پیدا نہ ہوتا ✤

اس کو شمس تبریزی دبیر کہتے تھے۔ خطہ شام میں رہتا تھا۔ وہاں سے اجودھن آیا۔ اور حضرت
گنج شکر سے مشرف ہوا۔ اور ملازمت کی مداومت کی۔ تواریخ ایک نسخہ ہے علم سلوک میں
شیخ حمید الدین ناگوری کی تصنیف سے حضرت شیخ سے پڑھنا شروع کیا۔ اور یہ شمس دبیر شاعر
تھا۔ ایک مطول قصیدہ مدح میں حضرت شیخ کے لکھا تھا۔ پڑھنے کی اجازت چاہی حضرت
نے اجازت فرمائی۔ وہ کھڑا ہوا۔ اور وہ قصیدہ پڑھا۔ بعد اتمام کے حضرت شیخ نے فرمایا کہ
بیٹھ جا۔ اور پھر پڑھ چنانچہ پھر پڑھا۔ حضرت سلطان نے واسطے مرمت خاطر کے
اس کو بہت استحسان فرمایا کہا کیا چاہتا ہے اے شمس دبیر عرض کی کہ عسرت اور محتاجی
ہے بوڑھی ماں ہے۔ اس کی پرورش میں رہتا ہوں۔ حضرت شیخ نظر فرماویں کہ تھوڑی
فراغت ہو۔ فرمایا کہ جا شکرانہ لاؤ۔ البتہ حضرت شیخ جس کو کہ شکرانہ کا اشارہ کرتے یقیناً
اس کی رکتا شمس مذکور نے پچاس جیتل حضرت کے آگے رکھے اور خود باستمداد فاتحہ کھڑا
ہوا۔ حضرت شیخ نے وہ درہم بھی فقراء کو دے لئے۔ فاتحہ اس کے حق میں فرمائی چنانچہ تھوڑے
زمانہ میں بڑا مال و منال اس کو ملا۔ سلطان شمس الدین کا وزیر ہو گیا۔

سلطان نظام الدین قدس سرہٗ سے نقل ہے سیر العارفین سے کہ حضرت گنج شکر
جس مقام میں کہ بیٹھتے تھے۔ بارہا خارج از نماز سجدہ کرتے۔ ایک بار حجرہ میں فقیر کی
اسی طرح نظر پڑ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ہر بار کھڑے ہوتے اور سجدہ میں جاتے

ع از بہر تو میرم از برائے تو زیانم

حضرت سلطان نظام الدین سے نقل ہے کہ ایک متعلم تھا حمید نام طغرل کی امارت
میں کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے اس کو بنگالہ کا داروغہ کیا تھا۔ ایک روز یہ حمید اس
کے آگے کھڑا تھا۔ اس کو ایک صورت نہایت پر نور نے منہ دکھلایا اور کہا اے حمید تو
مرد ہے اہل علم ہو کر جاہل کے آگے کیوں کھڑا ہے۔ حمید مذکور نے تغیر کیا۔ دوسرے روز حمید
مذکور طغرل کے آگے کھڑا تھا پھر وہی صورت پیش آئی اور وہی بات کہی۔ حمید کو تب
کی طاقت نہ رہی۔ وہاں سے اجودھن چلا۔ جب شیخ کی خدمت میں پہنچا۔ منہ اس کا آستانہ
پر تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ اے مولنا حمید دیکھا کہ کس صورت سے یہاں لایا ہوں۔
اس وقت مولنا مذکور نے ترک تجرید کی۔ اور بیعت سے مشرف ہوا۔ اور خلافت کا خرقہ
پایا۔ کبھی تذکیر کہتا۔ چنانچہ نظام الدین نے فرمایا ہے کہ میں اس کی تذکیر بہت سنتا تھا۔
نتیجے اچھے رکھتا تھا۔ سننے والوں کو حال سے لے جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخ
فرید الدین نے فرمایا۔ اے مولانا حمید اس زمانہ میں تو روشن ستارہ ہو گیا۔ مگر تارہ

کی آفتاب کے آگے چمک نہیں ہوتی تو قصبہ اندپنہ میں رہ کہ قصبہ دہلی کے نزدیک ہے اور خلق خدا کو نفع پہنچا۔ مولنا حمید کھڑا ہوگیا۔ اور سر زمین پر رکھا۔ اور عرض کی کہ اے خداوندا اے شکستہ نواز مجھ کو عنایت کر کے رخصت فرمائیے۔ کہ حضرت رسالت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ اور بیت اللہ میں اس کے گرد پھر کر آب زمزم سے وضو کر دوں۔ حضرت شیخ مشارٌ الیہ نے فاتحہ پڑھی اور رخصت فرمایا۔ چنانچہ پھر اُس کا پتہ نہ ملا +

نیز آپ سے منقول ہے سیر العارفین سے کہ اُچ اور ملتان کی طرف ایک بادشاہ نیک اعتقاد تھا۔ اور مولنا عارف نامی نماز میں اس کی امامت کرتے تھے۔ قضارا مولنا مذکور نے ارادہ شہر دہلی کا کیا۔ اور اپنے صاحب سے رخصت لی۔ اور اُس بادشاہ کو حضرت گنجشکر کی خدمت میں غائبانہ اتحاد اور اعتقاد تھا۔ مقدار دو سو ٹنکہ سفید کی مولنا مذکور کے سپرد کی کہ جب اجودھن پہنچو۔ حضرت فرید الدین کے آگے رکھنا۔ اور میری طرف سے نیاز عرض کرنا اور فاتحہ کی مدد چاہنا۔ القصہ جب عارف مذکور اجودھن پہنچا۔ دل میں سوچا کہ دو سو ٹنکہ کے آدھے میں بچالوں اور نصف شیخ کو دوں کیونکہ بادشاہ نے مجھ کو خط نہیں دیا ہے کہ خیانت ظاہر ہو۔ آخر جب خدمت میں پہنچا سو ٹنکہ بغل سے نکال لے اور حضرت کے آگے رکھے کہ فلاں ملک آپ کا معتقد ہے۔ اُس نے سو ٹنکہ شکرانہ کے ہیں قبول فرمائیے۔ بعد ازیں حضرت شیخ نے تبسم فرمایا کہ مولانا عارف برادری کا حق اس درویش پر تو نے درست کیا۔ کہ شکرانہ کے نقد کو آدھوں آدھ کر لیا۔ عارف مذکور شرمندہ ہوا۔ اور کہا کہ مخدوم ہمت مولنا مغلوب کی اہل سلوک کی ہمت کے برابر نہیں ہے اور دو سو ٹنکہ سفید آگے رکھے۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ تمہیں کو دئے تاکہ برادری میں نقصان نہ ہو۔ مولنا عارف مذکور نے جب کشف سے دیکھا۔ جو اسباب اور نقد تھا۔ حضرت کے درویشوں پر ایثار کیا۔ اور مرید ہوا۔ اور عبادت میں مشغول ہوا۔ اندک ایام میں خلافت کا خرقہ پایا اور واصلان حق سے ہوا۔ چنانچہ حضرت شیخ نے اس کو ولایت سیستان کی عنایت کر کے تعین فرمایا۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کو اُس سے حصہ کامل ملے۔ اور نیز سُنا گیا ہے کہ حضرت مولانا بدرالدین اسحٰق بن منہاج الدین بخاری علم معقول اور منقول میں مستثنیٰ تھے۔ شہر دہلی میں مدرسہ معزی میں درس فرماتے تھے۔ اور درویشوں سے اعتقاد نہ تھا۔

بیٹھے۔ ایک جماعت [illegible] پا برہنہ اور دونوں پیادہ تھے۔ وہ راہ
میں [illegible] وہ تیز چلتے اور نماز میں مشغول ہوتے تھے جبتک کہ
میں [illegible] کے پاس پہنچوں [illegible] نماز میں پاتا۔ آگے چل جاتا تھا بقدر
دو [illegible] نماز میں مشغول ہوتا [illegible] کہ وہ پہنچتے اور مجھ کو نماز میں دیکھکر
سب [illegible] آگے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچتا اور
دوگانہ میں مشغول ہوتا۔ اور ایک دو قدم ان سے آگے چلتا۔ اور اس راہ میں
بڑا جنگل تھا۔ [illegible] سب میں اٹھتے اور سیدھے جاتے اور ایک
جنگل [illegible] اور وہ گاؤں ہیں نزدیک قصبہ رودلی کے
پاس ہے۔ [illegible] کبھی کبھی [illegible] میں بھی آتا اور میں نے بھی اس کو دیکھا
تھا نیز اس [illegible] حکایت فرمائی کہ [illegible] میں ایک بزاز تھا نورالدین لقب ایک
[illegible] لڑکا بیمار ہوا اور سخت بیماری دیکھی۔ چنانچہ نورالدین مذکور نے اسکی
زندگی سے ہاتھ دھوئے۔ اور وہ نورالدین بزاز خدمت میں مولانا داؤد کے
[illegible] اور اعتقاد تمام رکھتا تھا۔ مولانا مذکور کے آگے گیا۔ اور لڑکے کی
بیماری کی صورت بیان کی [illegible] حال میں بھجے اور نورالدین مذکور
سے کہا کہ اگر تیرا لڑکا اس سخت [illegible] اپنے مال سے کیا شکرانہ دیگا
اس نے کہا جو آپ فرمائیں حاضر کردوں۔ مولانا داؤد نے فرمایا کہ ثلث مال بعد
صحت [illegible] فقرا کو دوں۔ خواجہ نورالدین نے قبول کیا۔ مولانا
داؤد اسی وقت لڑکے کے پاس آئے۔ لڑکا اٹھ بیٹھا جیسے کوئی مرض نہ
تھا۔ خواجہ نورالدین نے ثلث مال دیا۔ اور مولانا نے گھر تک پہنچنے پر وہ مال
فقرا کو بخشا۔ چنانچہ ایک [illegible] اس کا اپنے حق میں خرچ نہ کیا۔

نفس الفواد سے منقول ہے کہ سلطان الاولیا نے فرمایا۔ کہ ایک
وقت شیخ الاسلام فریدالدین بیٹھے تھے۔ کہ سات درویش آئے اور ہر ایک
نے ان میں سے اپنے دل میں کھانا تجویز کیا۔ حضرت خواجہ نے جو جس نے
دل میں کہا تھا۔ ان کے آگے رکھا۔ جو کہ غرض آزمائش کی تھی۔ بندگی کے
معتقد ہوئے۔

اسی کتاب میں منقول ہے کہ سلطان الاولیا نے شیخ فریدالحق والدین کی
بندگی میں ایک حکایت فرمائی۔ کہ ایک وقت چند نفر مسافر شیخ الاسلام کی

خدمت میں کسی مقام سے آئے تھے اور بطریق امتحان کے سوال کرتے تھے۔ ایک نے اُن میں سے کہا کہ شیخ کی قوت کمال کس حد تک ہے۔ حضرت خواجہ نے فوراً دونوں ہاتھ لکڑیوں کے بوجھ پر جو آگے پڑا تھا مارے اور فرمایا کہ اگر کہوں تو سب زر ہو جاویں۔ اسی وقت وہ زر ہو گئیں ❊

نقل ہے حضرت نظام الدین سے کہ حضرت فرید الدین دوپہر کے وقت گھر سے باہر آئے۔ مَیں اور مولانا بدرالدین اسحاق اور مولانا جمال الدین ہانسوی حاضر تھے۔ حضرت شیخ دیوار کے سایہ تلے کھڑے ہوئے اور ایک مرید تھا یوسف نام وہ بھی ظاہر ہوا۔ اور شیخ کے روبرو کھڑا ہوا۔ اور بلند زبان کلام کو کھولی کہ مجھ کو اتنے برس خدمت کرتے ہوئے گذرے کوئی نعمت نہ پائی۔ اور بہت سے آدمی نعمت اور خلافت لے گئے۔ اور حضرت کے ہاتھ سے خرقہ پہنا۔ اور اطراف و جوانب میں متعین ہو گئے۔ اور مرید کرتے ہیں مگر مَیں ہر روز خدمت کرتا ہوں اور خوری اور خرابی کھینچتا ہوں۔ چنانچہ ان کمالات سے مجھ کو بہت کراہت ہوتی ہے۔ لیکن ادب سے کہہ نہیں سکتا۔ سلطان المشائخ نے جواب دیا۔ کہ اے درویش ہر شخص نعمت حسب قابلیت کے پاتا ہے۔ ہمارا کچھ قصور نہیں۔ تجھ کو قابلیت چاہیئے۔ تو اس دولت سے مشرف ہو۔ اس اثناء میں ایک لڑکا چار برس کا شاید شیخ کے رشتہ سے تھا گھر سے نکلا اور شیخ کی طرف مائل ہوا۔ اس وقت ہم اور حضرت شیخ بیٹھے تھے اس کے مقابل میں ایک تودہ خشت کا تھا۔ شاید دیوار کے واسطے لائے تھے حضرت نے اس طفل کو اشارہ کیا کہ ایک خشت اس میں سے میرے واسطے لاؤ۔ تاکہ میں اُس پر بیٹھوں۔ طفل مذکور دَوڑا۔ اور ایک خشت اچھی سر پر رکھ کر اٹھا لایا۔ حضرت اُس پر بیٹھے۔ پھر فرمایا کہ ایک مولنا نظام الدین کو لا دو۔ وہ گیا اور اچھی خشت اور راست لایا اور میرے آگے رکھی۔ پھر اشارہ کیا ایک مولانا جمال الدین کو لادو۔ وہ بھی راست اور درست لایا اور مولانا جمال الدین کے آگے رکھی۔ پھر فرمایا کہ ایک مولنا بدرالدین کو لادو۔ چنانچہ وہ بھی خشت درست لایا اور آگے رکھی۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ ایک یوسف کے واسطے لاؤ۔ وہ یوسف مذکور ہمارے درمیان کھڑے تھے۔ وہ طفل گیا اور تودہ خشت کے نزدیک کھڑا ہو کر اور ان اینٹوں کو اوپر نیچے کر کے

آدھی اینٹ بلکہ اس سے بھی کم لایا۔ اور یوسف کے آگے رکھی۔ چنانچہ سب یار متعجب اور حیران ہوئے۔ بعد ازاں حضرت شیخ الاسلام نے یوسف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے یوسف میں کیا کروں۔ جو حکم اللہ سبحانہ کا بندوں کے حق میں کیا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ جب تیرا نصیب اوروں کے برابر نہ ہو کیا ہو سکے۔ یہ خدا تعالےٰ کا حصہ ہے۔ جو شے اس پر راضی اور شاکر رہنا چاہیئے۔ اور کلمہ شکایت کا نہ لانا چاہیئے +

نقل ہے شیخ نصیر الدین سے خیر المجالس میں مرقوم ہے۔ کہ میں اجودہن میں تھا نویسندہ سے ایک بھائی کو حال پیدا ہوا۔ نوکری چھوڑ دی اور اپنے فرزند دوسرے بھائی کو دیئے۔ اور خدمت میں شیخ الاسلام فرید الدین کے ارادت لایا اور عبادت میں مشغول ہوا۔ اس کا بھائی اس کے فرزندوں کی نگرانی کرتا تھا بلکہ اس سے بہتر۔ الغرض درمیان چند روز کے اس کو بیماری ہوئی۔ چنانچہ تجہیز تکفین کا سامان کر لیا۔ اور اوپر چادر ڈال دی۔ یہ بھائی زار زار رویا اور شیخ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا کیا ہوا۔ کہا ایک بھائی تھا اس کی قوت تھی۔ وہ میرے فرزندوں کی تربیت کرتا تھا۔ بلکہ مجھ سے بہتر پہنچاتا تھا۔ اگر وہ مر جائے گا۔ تو میرے بچے کس کا دامن پکڑینگے اور قوت کو پریشان ہونگے اور مزہ عبادت کا مجھ کو میسر نہ ہو گا۔ بعد ازاں حضرت شیخ فرید الدین نے اس کو پاس بلایا اور فرمایا کہ دیکھ اب تیرے بھائی نے صحت پائی اور کھانا کھاتا ہے وہ سن کر خدمت شیخ سے گھر میں آیا۔ دیکھا کہ بھائی اچھا بیٹھا ہے۔ اس وقت شیخ نے اس سے کہا کہ اے فلاں تو اس وقت جیسا دردمند آکر مجھ سے ملا۔ میں خدا تعالےٰ کی محبت میں ایسا ہی رہتا ہوں۔ لیکن کسی سے نہیں کہتا۔ اس بات سے اس کو حال پیدا ہوا۔ بعد ازاں فرمایا کہ درویشی وہ راہ ہے کہ جب تک مجاہدہ نہ کریں کچھ نہ پاویں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہم اپنی راہ بتاتے ہیں اول مجاہدہ بعد مشاہدہ پھر یہ آیہ پڑھی مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ جو مجاہدہ کرتے ہیں وہ اپنے نفس کے واسطے کرتے ہیں اور آخرت میں ان کے درجات کی ترقی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا سالہا کی خدمت شیخ الاسلام فرید الدین کی کی ہے۔ خدمت شیخ نظام الدین کی بارہا فرمائی ہے جس زمانہ میں کہ دیا اور کریل

شیخ خود کھاتے تھے۔ ہم کو عید کا روز ہوتا تھا جس دن ڈیلا اور کریل ہوتا تھا شیخ اور آپ کے سب یار کھاتے تھے۔ اور جب ڈیلا اور کریل نہ ہوتا تھا زنبیل لوٹ دیتے تھے۔ اور شیخ نظام الدین نے چند بار زنبیل لوٹائی اور زبان پر لائے ہیں۔ کہ اسی طرح خون کھا کر جگہ پر پہنچے ہیں والحمد للہ رب العالمین ٭

نقل ہے کہ سلطان الاولیاء رنے فرمایا کہ مکرر شیخ فریدالدین کی زبان سے میں نے سنا ہے کہ یہ بات کہتے تھے۔ اور بیہوش ہو جاتے تھے۔ جو آنکھ بغیر خدا تعالےٰ کے دیکھے اندھی بہتر ہے۔ اور جو زبان کہ ذکر حق میں مستغرق نہیں ہے گنگ بہتر۔ اور جو کان حق کی بات نہ سُنے بہرا بہتر۔ اور جو تن خدا تعالےٰ کی کار خدمت میں نہیں ہے۔ وہ مردہ بہتر۔ اَور بھی چند کلمات حضرت گنجشکر کے کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے خط کے لکھے ہوئے ملے ہیں لکھے جاتے ہیں۔ چار چیز کا سات سو پیر طبقات سے سوال کیا۔ سب نے ایک جواب فرمایا۔ وہ یہ ہیں۔ آدمیوں میں عقلمند کون ہے فرمایا گناہ کا چھوڑ دینے والا۔ آدمیوں میں ایسا کون ہے فرمایا جو کسی چیز سے متغیر نہ ہو۔ آدمیوں میں غنی تر کون ہے فرمایا قناعت کرنے والا آدمیوں میں بہت محتاج کون ہے فرمایا قناعت ترک کرنے والا۔ فرمان ان اللہ یستحی من العبد ان یدفع الیہ یدیہ و یردھا خائبین تحقیق اللہ تعالےٰ اس بندہ سے شرم کرتا ہے جو اُس کی طرف ہاتھ اُٹھائے۔ اور اُس کو محروم پھیرے۔ فرمایا اگر ہے غم نہیں ہے اور اگر نہیں ہے غم نہیں ہے۔ فرمایا نامرادی کا دن مردوں کی شب معراج ہے۔ فرمایا اپنے گرم کام کو آدمیوں کے کہنے سے سرد نہ کرنا چاہیئے۔ فرمایا شیخ جلال الدین نے کہا ہے الکلام مسکن القلوب یعنے کلام اللہ تعالےٰ کا دل کو تسکین دینے والا ہے۔ اول الکلام و اخرہ انکان اللہ فقلہ والا فاسکت۔ کلام کا اول و آخر اگر خدا تعالےٰ کے واسطے ہو۔ تو اس کو کہہ ورنہ چپ رہ۔ فرمایا جب فقیر کپڑوں میں ہو جانے کہ کفن پہنتا ہے۔ فرمایا ایک جذبہ حق کے جذبات سے دو جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔ فرمایا علیہ السلام نے خوشخبری ہو اُس شخص کو کہ دوسروں کے عیب پر اپنا عیب دیکھے۔ فرمایا صوفی سے ہر شے صاف ہوتی ہے۔ اور کسی شے سے مکدر نہیں ہوتا ہے۔ فرمایا اگر تم بڑے درجہ پر پہنچنا چاہو تو ابنائے ملوک کی طرف التفات مت کرو ٭

دوشنبہ شبم دل حزینم بگرفت — اندیشۂ یار نازنینم بگرفت
گفتم بسر دو دیدہ روم بردر تو — اشکم بردید آستینم بگرفت

نقل ہے کہ حضرت فریدالدین خواجہ معین الدین کی زیارت کے واسطے اکثر اجمیر آتے تھے اور حضرت خواجہ کی اجازت سے دربار میں خانقاہ کے نیچے کے حجرہ میں کہ مسجد کی گنبد کے قریب ہے مشغول ہوتے تھے اور طرح طرح کے فیض حاصل کرتے تھے۔ بعد تحصیل کمالات اور برکت باطن اور حصول معاملات عالی کی خدمت میں خواجہ قطب الدین کے رہتے تھے۔ اور پابوسی سے مشرف ہوتے تھے۔

نقل ہے شیخ نصیرالدین اودھ سے خیر المجالس میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز شیخ نظام الدین نے حکایت فرمائی کہ ہمارے خواجہ فریدالدین بعد انتقال شیخ قطب الدین کے شہر میں آگئے۔ اُس زمانہ میں شیخ بدرالدین غزنوی شہر میں تھے وہ خلیفہ شیخ قطب الدین کے تھے۔ خلق اُن کو متبرک جانتی تھی اور دعوت کرتی تھی۔ اور ہمارے خواجہ کو ہر بار بلاتے تھے۔ حضرت شیخ نے ایک بار دل میں کہا کہ اے مسعود تو اپنا شکم شیرینی اور نعمت ہائے چرب سے موٹا کرتا ہے خدا کو کب پہنچیگا یہ کہا اور کسی کو رخصت نہ کیا اور ویسے ہی ہانسی کو روانہ ہوئے اور وہاں بھی نہ ٹھیرے کیونکہ معتقد بہت تھے۔ اجودھن گئے آدمی وہاں کے سخت تھے دل سے کہا یہیں رہو۔ اور فراغت سے مشغول ہو۔ کل کریل اور ڈیلہ اور پیلو کھائینگے۔ جب خواجہ نے ایسا مجاہدہ اور ریاضت اختیار کی۔ تو ہمارے خواجہ اور شیخ بدرالدین غزنوی میں اسی قدر فرق ہوا کہ جیسے آسمان اور زمین میں الحمد للہ رب العالمین ۰

نقل ہے کہ آپ کے آگے سماع کے مباح ہونے کی بابت کہ علماء کا اختلاف ہے عرض کی فرمایا سبحان اللہ ایک جلکر خاک ہوگیا۔ اور دوسرا ابھی اختلاف میں ہے اور فرمایا الآفة فی التدبیر والسلامة فی التسلیم یعنے تدبیر میں آفت ہے اور تسلیم میں سلامتی ہے۔ اور فرمایا کہ علماء شریف آدمی ہیں۔ اور فقراء اشراف آدمیوں میں اشراف ہیں۔ اور فرمایا فقیر علماء میں ایسا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند ستاروں میں، اور فرمایا اذل الناس سے وہ ہے جو کھانے پینے میں مشغول رہے ۰

نقل ہے کہ ایک آدمی نے شیخ فریدالدین کی خدمت میں عرض کی کہ مُلا نائب

غیاث الدین بلبن کو ایک سفارش نامہ لکھدیجئے۔ شیخ نے لکھا میں نے قضیہ خدا تعالےٰ کے سپرد کیا۔ پھر تمہاری۔ اگر اسکو کچھ دوگے تو دینے والا تو خدا ہے اور تم مشکور ہوگے۔ اور اگر نہ دوگے تو مانع اللہ تعالےٰ ہے۔ اور تم معذور ہوگے +

خیر المجالس میں شیخ نصیر الدین سے نقل ہے۔ کہ میں نے شیخ نظام الدین سے حکایت نعمت پانے کی پہنچی کہ آپ نے شیخ فریدالدین سے کس طرح نعمت پائی زبان مبارک سے فرما دیجئے۔ فرمایا کہ اُس کی حکایت دو طرح ہے۔ خلق ایک طرح کی روایت کرتی ہے۔ شیخ فریدالدین کشتی میں سوار تھے۔ اور سب یار سوتے تھے۔ شیخ نے آواز دی۔ شیخ نظام الدین بیدار تھے۔ کہا حاضر ہُوا شیخ نے فرمایا نظام الدین اپنے لڑکے کو نعمت دے۔ خدا تعالےٰ تجھ کو دینا چاہتا ہے۔ بعد ازاں شیخ نے نعمت جاری کی۔ دوسری نوع فرمائی۔ کہ ایک روز بدرالدین اسحاق سے کہہ گئے تھے۔ تجھ سے کہا کہ میرے حجرہ کے آگے میری جگہ بیٹھ جانا یعنی اگر شیخ فریدالدین بلاویں۔ جواب دیدینا یا کوئی آوے تو شیخ کو خبر دینا۔ میں بیٹھا تھا میں نے آواز سُنی یہ دو بیت تھے یقین ہے میں نے جانا کہ شیخ بولتے ہیں ؎

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم غاکے شوم بزیر پائے تو زیم
مقصود من بندہ بکونین توئی از بہر تو میرم از برائے تو زیم

میں نے دل میں کہا کہ اے نظام یہی وقت ہے اندر جاؤں۔ پھر میں نے کہا یہ وقت دوسرا ہے مخل نہ ہونا چاہئے۔ پھر میں نے کہا یہ اور وقت ہے اگر اچھا وقت ہوگا نعمت مجاوے گی۔ اور اگر نہ ہوگا۔ وہ معاف کرنے والے ہیں معاف کردینگے یہ میں نے کہا اور ایک ہاتھ ایک کو اڑ پر اور دوسرا دوسرے پر آہستہ سے دروازہ کھولا۔ اور اندر گیا۔ اور سر زمین پر رکھا۔ شیخ پس پشت ہاتھ رکھے ہوئے قبلہ کی طرف جاتے تھے اور تواجد کرتے تھے اور پھر آتے تھے اور پھر جاتے تھے۔ اور یہ بیت پڑھتے تھے ؎

مقصود من بندہ بکونین توئی
از بہر تو میرم از برائے تو زیم

شیخ نے فرمایا۔ کیا مانگتا ہے مانگ۔ شیخ نظام الدین نے کہا۔ خواجہ چاہتا ہوں۔

شیخ فریدالدین نے فرمایا۔ میں نے دیا۔ شیخ فرماتے ہیں اُس وقت جو میں نے چاہا تھا۔ اسی وقت اُس کا اثر میں نے پایا۔ بعد ازاں شیخ نے فرمایا کہ برسوں میں پشیمان رہا کہ کیوں اُس وقت میں نے حق کو نہ مانگا کہ میری موت سماع میں ہو۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ کیا مرتبہ اور قرب ہوگا۔ سماع کی قصرب میں کہ آپ تمنا کرتے تھے۔ خواجہ نے یہ بیت پڑھا ع

رقص آن نبود کہ ہر زمان برخیزے

نقل ہے فوائد الفواد سے کہ شیخ فریدالدین کے لڑکے کا نظام الدین لقب تھا۔ شیخ اُس کو سب لڑکوں سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ اور شیخ کی خدمت میں بہت گستاخ تھا۔ اُس پر بھی جو کہتا تھا۔ اس کو دوست رکھتے تھے اور ہنستے تھے۔ اور رنجیدہ نہیں ہوتے تھے۔ الغرض یہ لڑکا ایک وقت سفر کو گیا تھا۔ بعد چند روز کے ایک کے ہاتھ خدمت میں شیخ الاسلام کے کہکر بھیجا۔ اُس نے شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ مخدوم زادہ نظام الدین نے سلام پہنچایا ہے۔ شیخ نے کہا کس کو کہتا ہے۔ پھر اُس مرد نے کہا کہ مخدوم زادہ نظام الدین شیخ ایسے ہی پوچھتے تھے یہاں تک کہ اُس مرد نے کہا تمہارے لڑکے شیخ نظام الدین نے۔ شیخ نے فرمایا۔ ہاں اچھا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا دیکھو ان کا استغراق حق کی یاد میں کیسا تھا کہ اپنے لڑکے کو اس قدر تعریف اور سمجھانے سے سمجھا +

نقل ہے شیخ فریدالدین سے ملفوظ راحت القلوب میں جو حضرت سلطان المشائخ نے جمع کیا ہے لکھا ہے۔ بتاریخ دسویں روز پنجشنبہ ماہ رمضان ۶۵۵ ہجری میں دولت پابوسی میسر ہوئی۔ عزیزان اہل صفہ حاضر تھے۔ کلام ماہ رمضان میں ہوتا تھا۔ فرمایا کہ ماہ رمضان بزرگ مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں ابلیس لعین کو قید کرتے ہیں۔ تاکہ اُس کے شر سے سب مومن روزہ دار محفوظ رہیں۔ اور سب رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور اس ماہ میں ہر رات ہر روزہ دار پر ایک فرشتہ رحمت کے طبق لے کر آسمان سے آتا ہے اور فرمان رب العزت سے نازل ہوتا ہے کہ جب مومن روزہ افطار کریں یہ طبق رحمت کے اُن پر نثار کرو۔ پھر فرمایا روزہ رکھنا ایک ستر ہے بندہ اور مولا کے درمیان میں اور ہر عبادت کا بدلہ ہے

لیکن روزہ کا ثواب سوائے خدا تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اس واسطے کہ حق سُبحانہ فرماتا ہے کہ روزہ سِر ہے اور میں جانتا ہوں کہ ثواب کیا دوں گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس مہینہ کو حق سبحانہ تعالےٰ نے تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ اوّل حصّہ کا تمام دہر رحمت ہے۔ دُوسرے کا دہر مغفرت۔ تیسری قسم کا دہر آزادی پس اول زمانہ میں تمام رحمت اور برکت ہے کہ آسمان سے بندوں پر نازل ہوتی ہے۔ اور دوسرے میں بخشش ہے۔ اُس تیسرے زمانہ میں کوئی ساعت لحظہ نہیں ہے کہ جملہ مسلمانوں کو دوزخ سے آزاد نہ کرے۔ اور خدا تعالےٰ نے قلم چلایا ہے کہ تیسرے زمانہ میں سب روزہ داروں کو دوزخ سے نجات دونگا۔ اور آزاد کر دونگا۔ پھر فرمایا کہ جو ماہ رمضان کے آنے سے خوش ہوتا ہے کسی وقت اُس کو غمناک نہیں کرتا۔ اور کیجو اور خیر روزے کیجیو۔ اور جو رمضان کے جانے سے رنجیدہ ہو۔ خدائے عزوجل اُس کو دونوں جہان میں خوشی دے کہ کسی وقت غمناک نہ ہو۔ بعد ازاں فرمایا کہ ماہ مبارک کے روزہ رکھنے میں ثواب یک سالہ ہر روزہ اُس کے نامہ اعمال میں لکھتے ہیں۔ اور اسی قدر بدی دُور کرتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ شب قدر کوئی نہیں پاتا۔ مگر آخر عشرہ ماہ مبارک میں کہ ستائیسویں شب شب قدر ہے اور اس رات میں غافل نہ ہو۔ تاکہ اُس کی سعادت سے محروم رہے۔ پھر اسی محل میں فرمایا۔ کہ وہ مرد ہیں کہ اُن کو اس ماہ میں ہر رات اس زمانہ آخر سے شب قدر ہے۔ اور نعمت اس رات کی اس میں مرکب ہے۔ پس مقام یا راحت ہے شب قدر جو یہ آدمی اس دولت پر پہنچتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ بزرگ خواجگان ان راتوں میں رمضان کی ہر رات ختم قرآن تراویح میں کیا ہے۔ اس جگہ فرمایا کہ وہ مرد ہیں کہ اُن کو اس ماہ میں ہر رات اس دیر آخر سے شب قدر ہے اور نعمت اس شب کی ان میں مرکب ہے۔ کہ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ ہر رات تراویح میں دو ختم کرتے۔ چنانچہ تمام ماہ میں ساٹھ قرآن ہوتے بعد ازاں فرمایا۔ ایک وقت دعاگو غزنی کی طرف مسافر تھا۔ مسجد امام حداوی میں اترا رمضان کا مہینہ تھا۔ شیخ عبداللہ بختری نام اُس مسجد میں امام تھے کہ ہر رات تین ختم قرآن تراویح میں کرتے تھے۔ اور چار سیپارہ اور زیادہ کرتے۔ چنانچہ میں نے بھی اُن کے پیچھے یہ سعادت حاصل کی۔ اُس وقت شیخ الاسلام قدس سرہٗ

ـنے چشم پُر آب کی۔ اور فرمایا جب تک اس کام میں ایسا نہ کرے اور مجاہدہ نہ
کرے ہرگز مقام کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس تمام ماہ میں ریاضت اور مجاہدہ آیا
ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے ستر سال عبادت
کی اور کچھ نہ چاہا۔ تب دخل پایا۔ پھر بھی آواز آئی کہ ہنوز دنیا کی آلائش ہے۔
جب تک وہ دُور نہ کرے گا نہ آسکے گا۔ کہا الٰہی کچھ نہیں رکھتا۔ آواز آئی کہ
اپنے گرد دیکھ۔ جب نظر کی کوزہ تھا جب اُس کو پھینک دیا تب مراد کو پہنچے
اس حرف پر شیخ الاسلام نے پھر چشم پُر آب کی اور ہائے ہائے روئے۔ اور
کہا خواجہ بایزید بسطامی نے ایک کوزہ خامی سے بار نہ پایا۔ یہ آدمی اس قدر
علائق کے ساتھ ہرگز بار نہ پائینگے۔ بعد ازاں حاضرین کی طرف منہ کیا۔ اور
فرمایا اب ماہ رمضان پہنچا۔ کوئی ہے کہ نماز میں ہمارے ساتھ موافقت کرے
کہ ہر رات تراویح میں ایک ختم قرآن کریں۔ سب حاضرین مُنہ زمین پر
لائے۔ اور متکفل ہوئے۔ اور کہا نہ ہے سعادت۔ بعد ازاں شیخ الاسلام ہر
رات تراویح میں دو ختم قرآن اور دس سیپارہ زیادہ پڑھتے تھے۔ ایک پہر
رات باقی رہے فراغ حاصل کرتے۔ اس ماہ میں دعا کو بھی برابر اُن کے یہ نماز پاتا تھا
بعد ازاں سخن کشف و کرامات میں پڑا فرمایا کہ شیخ جمال اُوچ اور بندہ ایک وقت ایک
جگہ تھے۔ اور وہ درویش صاحب نعمت تھا۔ چند نفر قلندروں کے طائفہ کے
انہیں شاخیں کمر میں لگائے آئے اور سلام ہیبت کے ساتھ کیا۔ اور شیخ
جمال الدین کے آستانہ میں بیٹھے اور یہ قلندر سخت سخن کہتے تھے شیخ جمال الدین
ماحضر طعام آگے لائے۔ انہوں نے کہا ہمیں دہی کی خواہش ہے۔ اُس روز دولتخانہ
میں دہی نہ تھا۔ انہوں نے برعکس طلب کی شیخ جمال الدین نے میرا منہ دیکھا۔ اور میں
نے اُن کا دیکھا۔ میں نے کہا لب آب ہے کہ تمہارے جماعت خانہ کی طرف جاتا
ہے۔ وہاں کے اُن کے حوالہ کرو کہ جاؤ جس قدر دہی چاہو لے لو۔ شیخ جمال الدین
نے ان کی طرف کیا اور کہا کہ پانی کے کنارہ پر جاؤ جس قدر دہی کی حاجت
ہے لے لو۔ یہ بات درویشوں کو ناگوار گذری۔ الغرض اُٹھے۔ جب لب آب
پہنچے۔ دیکھا کہ تمام پانی دہی ہو گیا ہے جس قدر چاہا کھایا اور لیا۔ بعد ازاں اُسی
محل میں فرمایا ایک بزرگ سے جمال الدین نے فرمایا۔ کہ دُوسرے وقت ایک
مردِ دوت حج سے آیا۔ اور کہا میں حج میں تھا۔ تم کو طواف میں دیکھا تھا شیخ جمال الدین

اُس پر چلتا ہے کہ اے درویش حکایت اُس مرد کی ایسی فاش نہیں کرتے ہیں
جب کہ مردان خدا زیر گلیم ہیں۔ کعبہ اُس کے آگے ہے۔ اگر مردان خدا چاہیں۔ تو
ایک پل میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جائیں۔ اور پھر لوٹ آئیں۔ اسی درمیان میں اُس
کا ہاتھ پکڑا اور کہا آنکھ بند کر۔ اُس نے آپ کو اور شیخ کو کوہ قاف پر دیکھا۔ اُس فرشتہ
کے پاس جو اُس کا موکل ہے۔ اور اسی وقت آپ کو اور شیخ کو اپنے مقام پر پایا
اقرار کیا۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ سچ ہے کہ خدا کے مردوں کو سوائے خدا کے کوئی نہیں
جانتا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ شیخ جمال الدین اُچ کو کسی نے
نماز میں نہیں دیکھا۔ جب نماز کا وقت آتا تھا غائب ہو جاتے تھے۔ آخر معلوم
ہوا۔ کہ کعبہ میں نیکوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اُسی لحظہ آجاتے ہیں۔
بعد ازاں شیخ الاسلام یہی فرماتے تھے کہ ایک جوگی پریشان مجاہدہ کئے ہوئے
خدمت میں آیا اور دیر تک منہ زمین پر رکھے رہا۔ جب شیخ کی نظر اُس پر پڑی۔
ہیبت کے ساتھ کہا کہ سر اُٹھاؤ۔ جوگی نے سر اٹھایا۔ اور ہاتھ آگے کیا۔ اور
کھڑا ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے پوچھا کہ کہاں کا ہے اور کیوں آیا۔ جوگی نے کچھ نہ
کہا۔ جب دو تین بار پوچھا۔ اُس وقت جوگی نے آہستہ کہا کہ شیخ جیو کے ڈر نے
ایسا اثر کیا ہے کہ بات نہیں نکلتی۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے دعا مانگی کہ یہ جوگی
دعویٰ سے ہمارے پاس آیا تھا جب اُس نے منہ زمین پر رکھا دل میں گذرا
کہ اس کا منہ زمین پر سخت ہو ہر چند اٹھائے نہ اُٹھ سکے۔ اگر یہ جوگی اپنے
دعویٰ سے باز نہ آتا قیامت تک ایسا ہی پڑا رہتا۔ بعد ازاں فرمایا اے
جوگی تو نے جوگ میں آپ کو کہاں تک پہنچایا۔ جوگی نے کہا۔ جوگ کی کمالیت
یہ ہے کہ تہتور سے اُڑ جائے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا اُڑ ہم دیکھیں۔ جوگی
بیٹھا تھا۔ فوراً ہوا میں ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے جب یہ حال دیکھا نعلین جو آگے
پڑی تھیں۔ دونوں کو پرتاب کیا۔ اللہ کے فرمان سے اڑیں اور جوگی کے سر
پر پہنچیں۔ جس طرف وہ جاتا تھا نعلین اسی طرف پہنچتی تھیں اور مارتی تھیں۔
چنانچہ جوگی کو زمین پر لے آئیں۔ جوگی حضرت شیخ کے پاؤں پڑا اور اقرار کیا
اور کہا جس کی نعلین کا یہ رتبہ ہو وہ کیسا ہوگا اور فوراً مسلمان ہوا۔ اور ایک
واصلان حق سے ہوا۔ بعد ازاں جوگی اسی محل میں حکایت روزہ اور کیفیت ماہ
کی آغاز کی کہ نیک بیٹے جو عالم میں پیدا نہیں ہوتے اس سبب سے کہ مباشرت

کرنا نہیں جانتے ہیں اور مباشرت کرنے میں دن مقرر ہے۔ کہ اُس دن اگر
معاشرت کرے باجلال امید ہے کہ فرزند نیک پیدا ہو۔ الغرض تمام کیفیت
کہی۔ اِس دعاگو نے یاد کی۔ بعد ایک زمانہ کے کیفیت شیخ الاسلام سے عرض
کی تبسم فرمایا۔ اور کہا مولانا نظام الدین تو نے خود دیکھا ہے۔ لیکن تجھ کو کام
نہ آوے گا۔ جو کام آوے اُسی پر چھوڑ۔ ایک شخص کمبل پہنے بیت المقدس کی
جانب سے شیخ الاسلام کے پاس آیا سر جھکا لیا۔ فرمایا کہ بیٹھ۔ ہر بار مسافر
تیز نظر سے دیکھتا تھا۔ شیخ الاسلام سر نیچے کرتے تھے۔ بعد زمانہ کے اُٹھا اور
اپنا سر قدم پر حضرت شیخ کے ڈالا۔ اور کہا اے مخدوم میں نے تم کو بیت المقدس
میں دیکھا ہے کہ جھاڑو دیتے تھے۔ جب میں نے پوچھا تم کون ہو۔ تو تم نے
کہا کہ میں فرید مسعود اجودھنی ہوں۔ شیخ الاسلام نے کہا ایسے ہی ہے لیکن
تم نے کیا وعدہ کیا تھا۔ کہ کسی سے نہ کہوں گا۔ شاید وہ بھول گئے۔ وہ از حد شرمندہ
ہوا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایعزیز مردانِ خدا ہر جگہ ہیں۔ جہاں ہیں وہیں بیت
المقدس ہے بلکہ وہاں عرش ہے اور کرسی ہے۔ اور جو خدا تعالےٰ کی پیدائش
میں ہے موجود ہے۔ شیخ الاسلام نے اُس پر آواز ماری کہ آنکھ بند کر اور کھول
جب اُس نے آنکھ کھولی جو شیخ کی زبان سے نکلا تھا۔ اپنے آگے موجود دیکھا۔
نعرہ مارا اور بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش ہوا۔ اقرار کیا اور شیخ سے بیعت کی۔
آپ نے بعد دیگر سیستان کی ولایت اُس کو بخشی۔ وہ وہاں گیا۔ پھر بھی اس مسافر
سے معلوم ہوا کہ شیخ ہر روز ایک بار بیت المقدس جھاڑو دیتے ہیں اور آ جاتے
ہیں۔ بعد ازاں ہی اپنے احوال کی حکایت کی۔ کہ میں سال عالم فکر میں رہا۔ کہ
کسی وقت نہیں بیٹھتا تھا۔ اور کھڑا رہتا تھا۔ چنانچہ خون کی نہریں مثل پانی کی نہروں
کے میرے پاؤں سے جاری ہوگئیں تھیں۔ اور مجھ کو یاد نہیں آتا۔ کہ اس وقت
میں نے اپنے نفس کو سیراب کیا ہو۔ اور سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ الغرض اتنے
میں ایک درویش آیا۔ کہ اس کو شہاب الدین غزنوی کہتے تھے۔ شیخ الاسلام
کے مریدوں سے تھا۔ منہ زمین پر لایا۔ فرمان ہوا بیٹھ وہ بیٹھا۔ اُس کے باپ
نے سو دینار خدمت میں شیخ الاسلام کے بھیجے تھے اُس نے پچاس دینار اپنے
واسطے رکھے اور پچاس خدمت میں گذارے۔ حضرت شیخ نے تبسم فرمایا کہ شہاب الدین
تم نے قسمت کی برادرانہ لیکن درویشوں کو یہ بات اچھی نہیں۔ شہاب الدین از حد

میں مشغول تھے۔ مگر ایک بڑھیا تنگ دلی سے روتی تھی۔ آنحضرت نے کرم فرما کر اس بڑھیا کا حال پوچھا۔ کہ بخلاف تمام شہر کے تو اس قدر غم و غصہ کیوں کھاتی ہے۔ اوّل اس نے انکار کیا۔ پھر عرض کیا کہ اے خاصہ خدا اور محرم حرم کبریا تمام عمر میں میرے ایک لڑکا تھا۔ گویا پیری کا ذخیرہ وہی تھا۔ ایک مدت سے گم ہے۔ اور پتہ نہیں ملتا۔ اگر آپ کی توجہ سے اس کا دیدار نصیب ہو تو کیا بہتر ہو ان مشائخ نے اس پر مہربانی فرمائی اور سیر روحانی میں مشغول ہوئے۔ بعض نے سیر آسمان کی اور بعض نے زمین کی اور بعض نے برکی اور بعض نے بحر کی اور آنحضرت سیر جزائر اور اعماق دریا میں مصروف ہوئے۔ بعد بہت تلاش کے تھوڑی دیر میں سب نے خالی ہاتھ رجوع کیا۔ آنحضرت نے بعد دیر کے اس کے فرزند کو لیکر مراجعت فرمائی۔ اور ماں کے حوالہ کیا۔ اُس نے از سر نو زندگی پائی۔ یاران طریقت نے پوچھا کہ ہم جلد آئے آپ کی دیر کا کیا سبب تھا۔ فرمایا کہ اس لڑکے کی کیفیت ایسی ہے کہ وہ کشتی پر سوار تھا۔ ناگاہ کشتی تباہ ہوئی اس کو مچھلی نگل گئی۔ بعد سات روز کے پنیال کر کے دریا میں ڈالا۔ اور اس کے اجزا دریا میں ڈوب گئے۔ ہم نے سب اجزا جمع کر کے شکم ماہی میں ڈالے جب اُس نے اپنے پیٹ سے نکالا۔ باذن اللہ تعالےٰ زندہ ہو گیا ہم ہمراہ لے آئے +

نقل ہے گلشن اولیا میں کہ جب حضرت خواجہ کرام و سردار مشائخ عظام خواجہ معین الدین سنجری دہلی پہنچے اور یہ خبر حضرت قطب جہاں خواجہ قطب الدین نے سُنی استقبال کیا۔ حضرت شیخ فرید ہمراہ نہ ہوئے۔ عام بیان میں یوں ہے کہ حضرت شیخ فرید سے کہا کہ اے فرید بڑے خواجہ آئے ہیں۔ تم بھی استقبال کو آؤ گے جواب دیا ایک دل رکھتا ہوں۔ اُس کو آپ کے آستانہ پر خرچ کیا دوسرا دل نہیں رکھتا کہ آگے لے جاؤں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ قطب العالم گنجشکر اس سبب سے نہ گئے کہ ادب اپنے مرکز پر قرار نہ پکڑیگا۔ اس واسطے کہ اگر ادب نہ کروں گا اچھا نہ ہوگا۔ کیونکہ پیر کے پیر ہیں الغرض جب خواجہ قطب الدین خواجہ کلاں کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تو خواجہ بزرگ نے پوچھا کہ مولانا مسعود کیوں نہیں آیا۔ حضرت خواجہ نے التماس کی کہ فقیر خبر سُنکر فوراً چلا آیا حضرت خواجہ کلاں سے زیادہ نہیں آتا ہے۔ جب حضرت خواجہ نے نزول

فرمایا۔ تو کہا اے قطب الدین آؤ مسعود کی طرف چلیں۔ دونوں خواجہ شیخ فرید مسعود کے پاس آئے۔ شیخ حجرہ میں تھے۔ خواجہ قطب الدین نے آواز فرمائی۔ کہ اے مسعود خواجہ کلاں تشریف لائے ہیں۔ شیخ فرید حجرہ کے اندر سے دوڑے۔ پائے مبارک چومے بعدہٗ خواجہ کلاں نے خواجہ قطب الدین سے فرمایا۔ کہ مسعود کو آج ہم نعمت دینگے۔ اُنہوں نے کہا جو کچھ اشارہ ہے۔ پھر حضرت خواجہ کلاں نے شیخ فریدالدین کو درمیان میں کھڑا کیا قبلہ رو اور خود الٹی طرف کھڑے ہوئے اور خواجہ قطب کو سیدھی طرف کھڑا کیا۔ اور خواجہ قطب نے فرمایا۔ کہ جو نعمت میں نے معین الدین سے پائی۔ وہ فرید مسعود کو دی۔ خواجہ قطب نے یوں ہی کہا۔ بعدہٗ حضرت خواجہ کلاں نے فرمایا کہ اُس وقت ہمارے پیر دستگیر خواجہ عثمان ہارونی نے ہمارے واسطے نعمت عنایت کی۔ چار سو اولیا اُس وقت موجود تھے۔ حضرت حق سبحانہٗ کا فرمان اُن اولیاء کو ہوا۔ کہ تم بھی اپنی نعمت معین الدین کو دو۔ ان سب نے بھی نعمت عطا کی۔ اب جو کچھ مجھ کو اپنے پیر سے اور ان اولیاء سے پہنچا ہے سب فریدالدین مسعود کو میں نے دیا۔ وہی مراتب علیہ اور مکارم جلیہ جو حضرت قطب العالم شیخ فریدالدین گنجشکر رکھتے تھے ؎

چو در خدمت ایشاں بروند شاں برنج | رسانیدند دستِ خویش بر رنج
بہر عضوے بود گر صد زبانم | نیاید وصف شاں اندر بیانم

سراج الہدایت سے نقل ہے کہ جو ملفوظ حضرت قطب عالمیان مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ کے ہیں کہ ایک وقت شیخ جلال الدین تبریزی واسطے ملاقات شیخ فریدالدین قدس سرہٗ کے آئے تھے اور ایک انار لائے تھے۔ شیخ فریدالدین نے انار کے حصے کئے۔ اور ایک دانہ اپنا حصہ رومال میں باندھ کر رکھا۔ وقت افطار کے شیخ فریدالدین نے وہ دانہ کھایا۔ اس قدر ذوق پیدا ہوا کہ اندازہ نہ تھا۔ شیخ نے دل میں کہا۔ کہ اگر میں جانتا۔ کہ اس انار میں ایسا مزہ ہوگا تو نہ بانٹتا یہ سوچا کہ ناگاہ شیخ قطب الدین سے ملاقات ہوئی۔ شیخ قطب الدین نے کہنا شروع کیا کہ اے بابا فریدالدین اُس انار کا حاصل وہی دانہ تھا۔ وہ تمہارے نصیب میں ہوا۔ اور چند مناقب شیخ الاسلام فریدالدین کے مخدوم جہانیاں شیخ حسام الدین سے منقول ہیں +

نقل ہے کہ ایک بار شیخ نظام الدین خدمت شیخ فریدالدین کی کرتے تھے

اور کپڑے شیخ نظام الدین کے بہت پھٹ گئے تھے تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔
ناگاہ ایک یار کے ساتھ کہ ایک جگہ تعلیم کرتے تھے ملاقات ہوئی۔ دیکھ کر بے درد
ہوا۔ فرمایا۔ کہ اے مولانا نظام الدین کہاں رہتے ہو۔ شیخ نظام الدین نے کہا شیخ شائخ
فریدالدین کی خدمت میں رہتا ہوں۔ اس یار نے کہا۔ عجب شیخ ہیں کہ تجھے متعلم
کو اس حالت میں رکھا ہے۔ اس مرد نے شیخ فریدالدین کی شان میں بہت بے ادبی
کی۔ جب شیخ نظام الدین شیخ فریدالدین کی خانقاہ میں آئے۔ شیخ فرید نے نور باطن
سے تمام کیفیت معلوم کی۔ اور کہا کہ اے بابا نظام الدین اگر تم کو کسی دوست
آشنا سے ملاقات ہو۔ تم کیا کہتے ہو۔ شیخ نظام الدین نے وہی پھر کہا۔ شیخ فریدالدین
نے ایک مصرع پڑھا ؏

ترا سلامت باد مرا نگونساری

بعدہ شیخ فریدالدین نے پھر فرمایا اے بابا نظام الدین ایک خوان سر پر رکھ اور واسطے
متعلم کے لیجا۔ شیخ نظام الدین بحکم اشارت شیخ فریدالدین طعام سر پر رکھ کر لے گئے
جب متعلم نے دیکھا بہت حیران ہوا۔ اٹھا اور خوان سر سے شیخ نظام الدین کے اُتارا
اور کہا خدا تعالے رحمت کرے اس شیخ پر کہ تجھ کو ایسا صاف کیا ہے کہ تجھ میں نفسانیت
نہ رہی۔ بعد طعام کے فارغ ہوا۔ اور کہا آؤ مولنا نظام الدین تمہارے شیخ کی ملاقات
کریں۔ اس متعلم نے جو ملاقات شیخ فریدالدین کی فوراً ارادت بجالایا۔ اور بندہ ہوا۔
نقل ہے مخدوم جہانیاں قدس سرہ العزیز سے:۔

سراج الهدایۃ میں مرقوم ہے کہ ایک بار شیخ فریدالدین مسافر تھے ایک آواز کانوں
میں آئی۔ ناگاہ شور پیدا ہوا۔ کیا دیکھتے ہیں ہر طرف سے خلق جمع ہوا کرتی ہے۔
بعدہ شیخ نے دیکھا کہ ایک مرد ناک کٹا خون چکیدہ پیدا ہوا۔ ناگاہ بتخانہ میں آیا تھوڑی
دیر کے بعد نکلا تو اس کی ناک سلامت تھی شیخ فریدالدین نے پہچانا کہ یہ شیطان ہے،
صورت بدل لی ہے۔ شیخ نے کہا اے ملعون کیا کرتا ہے۔ شیطان نے کہا اے شیخ
تنہا بہشت میں جاؤ گے شیخ نے کہا خیر اپنے تابعین کے ساتھ۔ شیطان نے کہا
میں تنہا دوزخ میں جاؤں یا کافر کہ میری تابع ہیں۔ کہا یہ خط اجودھن میں پہنچا۔
فی الحال خط لیکر گیا۔ اور اجودھن میں شیخ رادول کو دیا۔ جب شیخ رادول نے تاریخ
پڑھی کہا اے شیطان تو کہاں۔ شیطان نے تمام کیفیت بیان کی۔ مکتوب کا جواب
شیخ رادول نے لکھا اور شیطان کو دیا۔ اس نے شیخ کو پہنچا دیا:۔

نقل ہے سی کتاب سے کہ یک وقت ایک ڈبہ شیخ بہاؤالدین سے گم ہو گیا تھا۔ شیخ بہاؤالدین کنیزک کو مارتے تھے۔ مطرب آ گیا۔ وراس نے کہا۔ کہ میں اجودھن جاتا ہوں۔ شیخ بہاؤالدین نے کہا اس چندرہ کو میری دعا پہنچانا۔ وہ مطرب اتفاقاً اجودھن میں گیا۔ اور شیخ فریدالدین سے کہا۔ کہ بہاؤالدین نے دعا سلام پہنچایا ہے۔ شیخ فریدالدین۔ نے نور باطن سے دریافت کر کے فرمایا۔ جو کہ شیخ بہاؤالدین نے کہا ہے چندرہ کو دعا اور سلام میرا پہنچانا۔ شیخ فریدالدین نے فرمایا خود کوری کنیزکوں کو لت کراتا ہے اور ڈبہ نہیں دیکھتا۔ میں یہاں رہ کر دیکھتا ہوں۔ فلاں پلنگ کے پایہ کے نیچے ہے خود وہاں سے نہیں دیکھتا ہے اندھا ہے اور مجھ کو چندرہ کہتا ہے۔ بعدہٗ شیخ فریدالدین نے مطرب سے کہا۔ جو کچھ تجھ کو قسمت کا ہے میں دوں گا۔ تو لوٹ جا اور ملتان جا۔ مطرب ملتان میں گیا۔ اور تمام کیفیت شیخ بہاؤالدین سے بیان کی۔ اور کہا کہ ڈبہ پایہ میں شیخ فریدالدین نے کہا ہے وہیں پایا۔ شیخ بہاؤالدین شرمندہ ہوئے۔

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایت میں لکھا ہے۔ کہ قافلہ شکرتری لادے ہوئے لئے جاتا تھا۔ ناگاہ شیخ فریدالدین سے ملاقات ہوئی شیخ فریدالدین نے پوچھا کیا لادا۔ بطریق تمسخر کے کہا ماش ہے۔ شیخ نے کہا ماش ہو گی۔ کہ قافلہ چلا گیا اور اُترا۔ کیا دیکھا کہ سب ماش ہو گئے۔ حیران ہو گئے۔ ایک بڈھا آیا پوچھا تم سے درویش سے ملاقات ہوئی۔ کہا ہاں اسی کے دل کی گرانی ہے۔ پھر لاد کر اسی راہ سے گئے ایسا ہی کیا۔ ناگاہ شیخ فرید سے ملاقات ہوئی۔ شیخ نے پوچھا کیا لادا ہے۔ کہا شکر شیخ نے کہا ہاں شکر ہو گی۔ بعدہ چلے گئے۔ اس روز سے شیخ فریدالدین کو گنجشکر کہتے ہیں۔ اور قصہ معروف اور مشہور ہے کہ سوداگر شکر تری لادے لئے جاتا تھا۔ آنحضرت نے پوچھا کہ ان بوروں میں کیا ہے اس نے کہا کہ نمک ہے فرمایا نمک ہوگا۔ جب وہ اُترا دیکھا کہ نمک ہو گیا ہے۔ پھر حضرت کو تلاش کیا۔ اور سعادت قدمبوس پائی۔ اور بہت خوشامد کی۔ فرمایا ان میں کیا لادا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شکر تری ہے۔ ویسا ہی ظہور ہوا۔ چنانچہ خانخاناں مرحوم لکھتا ہے

گنجشکر چناں ہنر بروبخشید　　کز شکر نمک کند وز نمک شکر

مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایت میں نقل ہے کہ ایک وقت جنتی حبشی مت خد

جس شیخ فرید الدین کے آیا تھا۔ اس نے کہا اے فرید الدین میرے فرزند نہیں ہے مجھ کو فرزند دے۔ شیخ نے کہا ایک دیا۔ دو دوئے۔ تین دیئے سات تک کہے شیخ کے آگے ایک متعلم تھا۔ حیران ہؤا۔ کہ شیخ کیا کہتے ہیں۔ متعلم کی طاقت نہ رہی۔ کہا اے شیخ یہ خدائی کا دعوے ہے نہ شیخی۔ شیخ چپ رہے کچھ نہ کہا بعد مدت کے وہ حبشی ساتوں لڑکوں کے ساتھ آیا۔ متعلم حیران ہوگیا۔ بعدہ شیخ فرید الدین نے اس متعلم سے جواب کہا۔ اے مولانا بندہ مسعود نے چالیس برس ہوئے۔ کہ جو خدا تعالٰے نے فرمایا کیا۔ آج چالیس برس ہیں کہ بندہ کے دل میں جو گذرتا ہے اور زبان سے نکلتا ہے وہ خدا تعالٰے کرتا ہے۔ وہ متعلم پاؤں پر گر پڑا۔ اور مرید ہؤا۔ دوسرے وقت پر فرماتے تھے۔ اور شیخ فرید الدین نے کہا۔ اے بابا شیخ فرید الدین تیرے گھر میں دھاوا باجے۔ انہوں نے کہا نہ باجے۔ پھر شیخ نے کہا اگر باجے مشرق سے مغرب تک باجے۔ آج بھی ایسا ہی دیکھا گیا ہے۔ کہ چاروں طرف عالم میں شیخ فرید الدین کا شور ہے۔

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایت میں کہ ایک درویش بیت المقدس سے واسطے قدمبوسی شیخ فرید الدین کے آیا۔ شیخ نے پوچھا اے درویش کہاں سے آتا ہے۔ اُس نے کہا بیت المقدس سے آتا ہوں۔ تمہارے ساتھ روز بیت المقدس میں وقت جاروب کشی کے ملاقات ہوتی تھی۔ شیخ فرید الدین نے غصہ کیا۔ اے نامرد راز مردوں کا فاش نہ کرنا چاہیئے۔ شیخ فرید الدین نے ہاتھ اس کا پکڑا۔ اسی عالم میں آپ کو دیکھا۔ اس حد تک کہ فرشتہ جو کوہ قاف میں ہے اس کو بھی دیکھا۔ شیخ نے کہا آنکھ کھول۔ اُس نے کھولی۔ آپکو اپنی جگہ پر پھر دیکھا حیران ہوگیا۔ اور واپس گیا۔ دوسرے وقت فرماتے ہیں۔ کہ شیخ فرید الدین دوسری نماز کا وضو کرتے تھے۔ وقت وضو کے بدھنہ یعنی آفتابہ زمین پر مارا وہ ٹوٹ گیا۔ حاضران حیران ہوئے بعد مدت کے ایک مرید پیدا ہؤا۔ اس نے کہا کہ میں ملتان سے آتا تھا شیر آکر مجھ کو کھانے لگا۔ شیخ فرید الدین نے ایک نعرہ مارا اور شیر کو بدھنہ سے مارا وہ اس کے سر پر لگا۔ شیر ٹوٹ گیا۔ میں خلاص ہوگیا تو معلوم ہؤا کہ یہ راز تھا۔

نقل ہے کہ سلطان العارفین شیخ فرید الدین کو راہ میں عبور واقع ہؤا۔ اُس وقت ایک عزیز کو بہت بھوک لگی تھی۔ آپنے آستین اُٹھادی اور فرمایا کہ جو

کھانا چاہیئے۔ کہا اُس نے دیکھا۔ کہ بڑا دسترخوان بچھا ہے وہاں سے طعام نکالا اور کھائی حضرت چلے گئے۔ بعد مدت کے ایک روز وضو کرتے تھے۔ وہی عزیز آیا دیکھا قدرے وضو کا پانی اس پر چھڑکا اور فرمایا کہ سبحان اللہ اس شخص نے بتیس برس ریاضت اور مجاہدہ کیا تھا اور نفس پر غالب آیا اور حاجت بشری میں ہلاک ہوا۔ الحمد للہ کہ اب نفس سے رہا ہوا۔ اور مجاہدہ نے عود کیا سبحان اللہ کیا کشف اور کرامت شیخ کی تھی۔ ہر ایک کا یہ مقام نہیں ہے۔ کیا خوب کہا ہے ؎

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل　　　در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

اسرار الاولیاء کہ ملفوظ قطب العالم شیخ فریدالدین کی ہے۔ شیخ بدرالدین اسحٰق نے جمع کی ہے۔ اس سے نقل ہے کہ بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش امام محمد غزالی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ ایک بار حضرت رسالت صلعم کو احوال پیدا ہوا۔ اس حال میں حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ بیرون مدینہ ایک باغ تھا۔ اس میں ایک کنواں تھا۔ وہاں تشریف لیگئے۔ اور پائے مبارک کنوئیں میں لٹکا کر بیٹھے۔ اپنے عالم احوال میں متغیر تھے۔ ابو موسیٰ اشعری رضہ ہمراہ تھے۔ اُس سے فرمایا۔ اگر کوئی اصحاب سے آوے مجھ کو خبر کر اور اس کو نہ آنے دو۔ اتنے میں امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضہ اور عمر بن الخطاب رضہ آئے۔ ابو موسیٰ اشعری نے ان کی خبر خدمت رسول علیہ السلام میں کی حیران ہُوا کہ تاکہ آویں۔ وہ آئے حکم ہُوا کہ سیدھی طرف بیٹھو۔ وہ بیٹھے تھوڑی دیر ہوئی کہ امیرالمومنین علی رضہ اور عثمان رضہ آئے۔ ابو موسیٰ اشعری نے خبر کی۔ حکم ہُوا آؤ اور فرمایا کہ الٹی جانب بیٹھو۔ وہ بیٹھے دیر تک یوں ہی بیٹھے رہے۔ رسول علیہ السلام احوال میں ویسا ہی مشغول تھے۔ اس وقت فرمایا کہ اے یارو جیسا احوال میں ہم ایک جگہ ہیں ممات میں بھی ایک جگہ ہونگے۔ اور روز حشر میں بھی ایک جگہ ہوں گے یار اُٹھے اور مُنہ میں پر رکھا کہ الحمد للہ۔ بعد ازاں رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس وقت بہشت میرے آگے رکھا ہے۔ اس کا تم تماشا کرتے تھے۔ ایک محل دیکھا ایک دانہ مروارید کا اور چار محل اور بنائے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ قصر کس کے ہیں کہا ایک آپ کا اور چار تمہارے یاروں کے۔ اس سبب سے خوشی ہے میں نہیں سمایا۔ تب میں نے تم سے یہ بات کہی کہ سب وقت ایک جگہ رہینگے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ اے درویش احوال یوں ہے جس وقت

صاحب سر کسی چیز میں فرو ہوتا ہے۔ اس میں مستغرق حال رہتا ہے۔ اس وقت فرمایا۔ جب اے درویش کوئی سر اسرار سے معلوم ہو البتہ اس وقت کوئی چیز اسرار دوست کے کشف کھاتی ہے۔ چنانچہ یہ خبر برادرم شیخ زکریا کو پہنچی۔ ان کو ناپسند ہوئی۔ فوراً دعاگو کو لکھا کہ اے درویش یہ کیا نادانی ہے کہ تو کرتا ہے حالانکہ یہ اہل اسرار کے نزدیک نیک نہیں ہے۔ جواب لکھا کہ اے برادر کام گفتگو سے گذر گیا۔ اور دریا سینہ کا دوست کے اسرار سے مالامال ہوا۔ ذرہ جگہ نہ رہی کہ اس میں سماوے۔ پس جو عالم اسرار سے منتجلی ہوتا ہے۔ جب وخل نہیں رہتا۔ بضرورت اس کا کشف کیا جاتا ہے اور راز باہر نکالا جاتا ہے پس اے برادرم ہر چند رمز کا نکالنا نہیں چاہتا مگر نہیں رہ سکا۔ کیا کروں۔ جب اس درویش کے نامہ جواب خدمت میں پہنچا۔ سر نیچے کیا کہ پارہ کام کا مقدار سے پہنچایا۔ جوں ہی شیخ الاسلام نے یہ حکایت تمام کی نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے دو رات دن مسئلے پیرپڑے رہے۔ جب ہوش میں آئے۔ کھڑے ہوئے اور مُنہ آسمان کی طرف کیا اور یہ شعر زبان پر لائے ؎

آنانکہ در ہوائے تو شید انشستہ اند	از جملہ کس ندیدہ تنہا نشستہ اند
خود را فدائے نام تو اے دوست کردہ اند	گاہے فتادہ گہ بثریا نشستہ اند
در عالم تفکر بر دل نہادہ اند	آں عاشقاں ز مہر تو شید انشستہ اند

بعد ازاں فرمایا کہ اے فقیر ایک آنے والا ایک وقت ملتان سے آیا۔ اور کہا کہ میں بہاؤالدین زکریا کی خدمت میں تھا۔ ان کو ایک وقت پیدا ہوا کہ اپنی خانقاہ سے نکل آئے اور کہا آواز دو کہ جو شیخ بہاؤالدین زکریا کو دیکھے قیامت کے روز اس کا میں ضامن ہوں جو دوزخ میں جاوے۔ اس وقت مسلمان جمع ہوئے اور روبرو آئے اور منہ دیکھا کہ شیخ بہاؤالدین زکریا قسم کھاتے ہیں کہ قیامت کے روز دوزخ میں نہ جاؤں گا۔ مجھ سے ستر میں کہا ہے کہ اے درویش کریا جو آج تیرا منہ دنیا میں دیکھیگا۔ کل دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ جوں ہی یہ حکایت تمام کی۔ دعاگو ایک وقت پیدا ہوا۔ اور کہا کہ اے درویش اگر برادرم بہاؤالدین زکریا نے یہ بات کہی۔ دعاگو بھی قسم کھاتا ہے کہ جس نے دنیا میں مسلمانوں سے میرا ہاتھ پکڑا ہوگا یا میرے فرزندوں کے ہاتھ پر مصافحہ کیا ہوگا یا میرے مریدوں کا ہاتھ پکڑا ہوگا یا جو میرے گھر میں ہو اس کا ہاتھ پکڑا ہوگا۔ آتش

دوزخ اس پر حرام ہے۔ اس واسطے میرے پیر شیخ قطب الاسلام نے یہ بات کہی تھی۔ کہ فرید تجھ کو حق سبحانہ نے یہ درجہ دیا ہے کہ جس نے تیرا ہاتھ یا تیرے مریدوں کا ہاتھ یا تیرے فرزندوں کا ہاتھ پکڑا ہو۔ دوزخ میں نہ جاوے گا۔ اس کی جگہ بہشت میں ہے اس وقت سے ہر روز ہزار بار میرے سر میں یہ ندا کرتے ہیں کہ۔۔۔ شیخ فرید اجودھنی نیک بخت ہوا ہے۔ جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت تمام کی۔ عالم تحیر میں پڑے اور سات رات دن سکر میں مشغول رہے کہ حاجت کھانے اور پینے کی نہ ہوئی۔ جب عالم صحو میں آئے اور طاعت میں مشغول ہوئے۔ عجب سعادت اور شوکت حضرت سلطان الاولیا شیخ فرید گنجشکر کی ہے کہ لائق اس مقام کے ہر ایک نہیں ہے وہ شخص جس نے شوکت سے یہ کہا ہے

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دستخط خاص حضرت قطب العالم سیدنا بدر الدین اسحاق سے نقل ہے۔ اور تحصیل مکتوب مولانا پاک پٹن میں جمالی حجام میراثی موروثی شیخ محمد صاحب سجادہ حضرت گنجشکر کی ہے۔ میں نے پایا۔ اور شیخ مشار الیہ نے نقل ہے کہ جمال مذکور کے دادا کھکھو خدمت میں حضرت شیخ فرید کے تھے۔ اور آپ کی نظر میں مقبول ہوئے تھے۔ جب اعتقاد پاک کھکھو حجام کا آنحضرت نے دیکھا اس لئے مولانا بدر الدین اسحاق سے مکتوب لکھوا کر دیا۔ نقل یہ ہے ورق کہ بعضے از احوال قطب العالم سلطان المشائخ والاولیا سراج العارفین برہان السالکین شمس الطریقت بدر الحقیقت شیخ شیوخ عالم فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز اس طرح سے ہے۔ جب قطب العالم کو عشق جلالی کام میں کمال ہوا اور دنیا سے گوشہ قبول کیا۔ جنگل میں پڑے ایک روز پیاسے ہوتے۔ دیکھا کہ کنواں ہے لیکن ڈول اور رسی نہ تھی۔ شیخ ڈول اور رسی کی طلب میں ہوئے۔ اسی فکر میں تھے کہ دو ہرن غیب سے پیدا ہوئے اور بر سر چاہ آئے اور کھڑے ہوئے۔ بحکم قادر کمال پانی اتھلے کنارہ پر پہنچا۔ ہرنوں نے پانی پیا۔ بندگی شیخ بھی دوڑے۔ پانی نیچے ہو گیا۔ شیخ نے مناجات کی کہ الہٰی میں آہوؤں سے بھی بدتر ہوں۔ حکم ہوا۔ کہ اے فرید تو نے ڈول رسی ڈھونڈی۔ یہ میری امید پر آئے۔ اور دوسری فکر نہ کی۔ شیخ کمال محبت میں ہوئے۔ اور فوراً کوزہ توڑ ڈالا اور اسی جاہ

میں چلہ معکوس کھینچا کہ چالیس دن کو ایک دن شمار کیا اور سر نیچے اور پاؤں اوپر کہ خون اور ریم ناک سے جاری ہوا۔ جب چلہ تمام ہوا شیخ کے نفس نے قوت انسانی کی طلب کی۔ شیخ نے کہا کہ ابھی رہزن اور سرکش باقی ہے روح کی تابع نہیں ہوا ہے فی الحال ہاتھ اوپر کیا اور ایک پتھر لیا اور منہ میں ڈالا۔ مزہ شیریں پایا۔ چاہا کہ منہ سے دور کریں اور ایک چلہ اور کریں۔ آواز غیب سے سنی کہ اے فرید تیرا خطاب ہم نے گنجشکر کیا۔ جو کوئی تیرے یہ پانچ نام ایک لاکھ بار چالیس دن میں ورد کرے گا۔ جو حاجت ہو ہم روا کریں گے وہ نام یہ ہیں۔ خواجہ فرید۔ مولانا فرید۔ درویش فرید۔ حاجی فرید۔ شیخ فرید اعتقاد سے پڑھے انشاء اللہ مقصود پورا ہو گا۔ الغرض جب چلہ سے فارغ ہوئے نیت پیری ارادت کی خاطر میں گذری۔ شیخ بہاؤالدین اور شیخ فرید الدین دونو بہ نیت ارادت طرف شیخ شہاب الدین سہروردی کے روانہ ہوئے۔ پستان شیخ شہاب الدین کے بہت بڑے تھے۔ شیخ فرید کی خاطر میں گذرا کہ پستان مثل پستان عورت کے ہیں۔ شیخ شہاب الدین نے شیخ بہاؤالدین کو مرید کیا اور شیخ فرید الدین سے فرمایا کہ تمہارا پیر خواجہ قطب الدین دہلی میں ہے جب حضرت پر رجوع کیا۔ بعدہ دہلی آئے۔ تو لوٹتے وقت ملتان میں ہو کر آئے۔ جب ملتان میں آئے۔ شیخ بہاؤالدین سے ملاقات کی۔ شیخ بہاؤالدین نے پوچھا کہ اے بھائی شیخ فرید الدین ہم اور تم دونوں ایک جگہ زہد میں مشغول تھے۔ کیا سبب کہ ہم کو شیخ شہاب الدین نے ارادت عنایت کی اور تم کو خواجہ قطب الدین کی طرف بشارت دی۔ آؤ اپنے درمیان مرتبہ اور مقامات کی آزمائش کریں۔ شیخ بہاؤالدین نے طرف شیخ فرید الدین کے اشارہ کیا کہ شیخ بہا کرسی رکھتے تھے بیٹھنے کے واسطے مشہور ہے کہ شیخ شہاب الدین نے بہت سے موتی اس میں جڑکر نگاہ کئے تھے درویشوں کے خرچ کے واسطے۔ الغرض نظر شیخ فرید الدین شیخ بہاؤالدین کی کرسی پر پڑی شیخ فرید نے اشارہ کیا کرسی اڑ گئی اور نظر سے غائب ہو گئی۔ مقامات ایک دوسرے کے معلوم ہوئے۔ الغرض آپس میں سے رخصت ہو کر شیخ دہلی کی طرف روانہ ہوئے چند مدت میں دہلی پہنچے۔ پوچھا کہ خواجہ قطب الدین کس طرح ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اول روز خواجہ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور یہ نشانی ہے کہ تاج زریں مرصع یاقوت اور جواہر اور زمرد سے سر پر رکھتے ہیں۔ اور وقت نماز ظہر کے مسجد میں بہ نشانی سفید ریش کی بیٹھے ہوں گے۔ علم معانی کا بیان کرتے ہیں۔ شیخ فرید نے اول روز دیکھا کہ اسی صفت میں بازی کرتے

ہیں بچوں کے ساتھ - پائے بوسی میسر نہ ہوئی - پھر وقت نماز ظہر کے مسجد میں حاضر ہوئے دیکھا کہ خواجہ قطب الدین موجود ہیں اور بیٹھے ہیں - سفید ریش علم خدا بتعالیٰ کا بیان کرتے ہیں - شیخ فرید دست بستہ آگے جا کر ادب سے کھڑے ہو گئے - نظر خواجہ قطب الدین کی شیخ فرید پر پڑی فرمایا آؤ اے فرید اچھا یہ کوزہ اٹھا میرے آگے لاؤ شیخ جلد گئے اور ہاتھ کوزہ پر ڈالا ہر چند زور کرتے تھے اُٹھا نہ سکتے تھے - خواجہ قطب الدین نے فرمایا اے فرید الدین یہ شہاب الدین کی کرسی نہیں ہے کہ تو نے آسمان پر پہنچا دی - مجھ کو جب بچوں کے ساتھ کھیلتا تھا دیکھا - و لیکن تم نے سوچا کہ ہمارا پیر ابھی بچہ ہے - اور جب شہاب الدین کے آگے گیا تو شیخ کے پستان کا عیب دل میں گذرانا - ابھی تیرا اعتقاد پیری اور مریدی کے حق میں نہیں پہنچا - شیخ فرید بہت شرمندہ ہوئے اور عجز بیان کیا - چنانچہ حضرت خواجہ نے فرمایا آؤ ہماری خدمت میں رہو - پھر تجھ کو مرید کریں گے - جب شیخ فرید الدین اپنے پیر کی خدمت میں رہے - ایک بار حضرت خواجہ قطب الدین کو غسل کی حاجت ہوئی - حجرہ شریف سے نکلے شیخ فرید سے فرمایا کہ اے فرید پانی گرم کر - یہ کہہ کر اندر پھر چلے گئے - حضرت شیخ تلاش میں لکڑیوں کی گئے - لیکن نہ ملیں - چارپائی حضرت شیخ کی پڑی رہتی تھی - اس کو توڑا اور سامان جلانے کا کیا - بعدہ آگ کی تلاش ہوئی نہ ملی - آگ کی طلب میں گئے - جب رات دیکھا ایک جگہ روشنی دیکھی آگ کے واسطے پہنچے - ایک شخص کا گھر تھا آئے گیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی سوتا ہے اور اُس کی عورت چرخہ چھاتی ہے - وہ عورت خوبصورت تھی - شیخ کی طرف دیکھا - شیخ نے کہا اے بہن ہم کو آگ دے - یہ بات سن کر اُس کا دل جلا کہ لفظ محبت کا مراد کا مانع تھا - عورت نے کہا میری آگ بے بہا نہیں ہے - شیخ نے کہا کیا چاہتی ہے - آپ کی آنکھیں جو سرمگیں تھیں اس نے کہا کہ اگر ایک آنکھ دے تو لے - شیخ نے آنکھ نکال لی اور اُس کو دی اور آگ لی اور روانہ ہوئے - وہ عورت متحیر ہوئی اور شوہر کو جگایا - اور کہا کہ یہ واقعہ ہے - وہ مرد آنکھ کو ہاتھ میں لے کر پیچھے سے آیا دیکھا - کہ شیخ روضہ میں حضرت کے آئے تھے - وہ بھی عقب سے آیا - حضرت شیخ نے آگ جلائی - اور پانی گرم کیا - بعد دیر کے خواجہ باہر آئے فرمایا گرم پانی ہے - حضرت شیخ پانی آگے لائے - خواجہ نے غسل کیا - جب نظر شیخ کی طرف ڈالی خون دیکھا - پوچھا اے فرید یہ خون کیسا ہے شیخ نے عرض کی کچھ نہیں ہے - بعدہ خواجہ اندر چلے گئے -

وہ آدمی آنکھ لئے پیچھے سے پہنچا۔ اور التماس کی۔ کہ اے خواجہ یہ اس آدمی کی آنکھ ہے کہ نکال کر آگ کی قیمت دے کر لایا ہے۔ حضرت خواجہ نے شیخ کو طلب فرمایا اور کہا اے فرید آنکھ کیوں نکالی۔ عرض کی یہ آنکھ ایک آنکھ ہے۔ اگر ہزار ہوں۔ حضرت کے کام میں خرچ کروں۔ بعدہ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ آنکھ کو اس کی جگہ رکھ دو۔ شیخ نے عدقہ میں رکھ دی راست اور درست ہو گئی۔ لیکن کچھ کم بیٹھی۔ اسی وقت بیعت سے مشرف کیا۔ اور جو نعمت پیر سے پائی تھی فرید کو دی۔ جب خواجہ قطب الدین نے دیکھا کہ کمال صدق پہنچا ہے۔ اشارہ فرمایا کہ اے فرید جا۔ تیرا مقام خطہ اجودھن ہے۔ جب وہاں پہنچے گا۔ تجھے بچے پتھر ماریں گے۔ شیخ فرید اجودھن آئے اور چاہ پر واسطے وضو کے بیٹھے کھکھو حجام پیدا ہوا۔ شیخ کی حجامت کی۔ اُسی وقت سے شیخ فرید کی نظر میں مقبول ہوا۔ جب شیخ خطہ اجودھن میں آئے۔ ساکن شہر اوّل بھولیاں۔ اور سرسکوالیاں اور دہکیاں اور جھگروالیاں اور چند گھر قصاب کے بھی تھے۔ لیکن ایک جوگی کے معتقد تھے کہ کھیر خالی نہیں ہوتا تھا۔ ہر گھر شیر سے جب شیخ فرید پیدا ہوئے۔ کھیر جوگی خالی ہوا۔ فی الحال جوگی نے اپنے آدمی قہر سے شیخ کی طرف بھیجے۔ شیخ نماز میں مشغول تھے۔ یہ آئے اور بادب تمام بیٹھے۔ طاقت دم مارنے کی نہ لا سکے۔ جوگی نے اور بھیجا وہ بھی اُسی طریق سے دم نہ مار سکا۔ اور بھیجے وہ بھی طاقت نہ لائے۔ جوگی خود آیا۔ اور شیخ سے کہا۔ کہ مجھ کو کچھ دکھلاؤ۔ یا میں دکھلاؤں۔ شیخ نے کہا دکھلاؤ۔ جوگی نے فوراً اپنی چھڑی اور چوب کو پرواز کیا۔ اور آپ بھی اُڑا۔ اس چوب پر جوگی پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھا تمام عالم دیکھنے لگا۔ شیخ نے غیب سے آواز سنی۔ کہ اگر کفش چپ کو اشارہ کرو تو جوگی کی جان بچے۔ اور اگر راست کو اشارہ کرو بے جان ہو۔ شیخ اہل ترس اور مہربان دل تھے۔ کفش چپ کو اشارہ کیا۔ وہ اڑی اور سر پر جوگی کے پڑی۔ یہاں تک کہ زمین پر گر گیا۔ اور شیخ سے امان چاہی۔ شیخ نے جوگی کو مسلمان کیا۔ اور اس کا نام پیر کمالی رکھا۔ چند مدت میں ملازم رہ کر رخصت ہوا۔ شیخ نے اُسے دریائے قہر کی طرف بھیجا کہ اب تک اُس کے فرزند وہاں ہیں اور لنگر قطب العالم کا دیتے ہیں۔ یتیم اور غریب اور بیکس کو اور صاحب وقت ویسے ہی ہیں۔ اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور یہ سطریں تحریر پاس رکھنے

ہیں۔ کہ کلاہ داری اور سرتراشی اور کار خیر اور ختنہ حکم و حجام کو عنایت ہوا ہے وہ اور مشغل رکھیں۔ کہ جو فرزندی کرے ہمارے فرزندوں اور مریدوں سے اس سے رنجیدہ ہو۔ اُس پر اور اُسکی اولاد پر مسلم رکھیں اور کسی قسم سے اُس کو اور اُس کی اولاد کو مزاحمت نہ کریں کہ وہ ہمارا ساختہ ہے۔ اس باب میں زیادہ تاکید جانیں ۲ تاریخ ماہ ذی الحجہ ۶۴۷ھ *

تعداد اسامی فرزندان حضرت قطب العالم گنجشکر قدس سرہٗ

تام آپ کے فرزندوں کے شیخ شہاب الدین گنج علم اور شیخ بدرالدین اور شیخ نظام الدین اور شیخ یعقوب اور شیخ عبداللہ اور شیخ نصراللہ اور حضرت سید السادات منبع البرکات آل طٰہٰ و یٰس بر سید المرسلین شیخ بدرالدین اسحاق داماد شیخ فریدالدین گنجشکر کے ہیں *

ذکر ازواج آنحضرت رضی اللہ عنہ

گلشن اولیا سے مرقوم ہے آنحضرت کے تین حرم تھے۔ ایک عصمت پناہ بی بی ہزبرہ دختر سلطان غیاث الدین بلبن۔ دوسری شارد تیسری سکر۔ کہ وہ کنیزک بی بی مذکور کی تھیں۔ کہ باپ کے گھر سے لائی تھیں۔ قصہ ان کا اس طرح سے ہے۔ کہ سلطان غیاث الدین بلبن دہلی کا بادشاہ ایک روز حضرت گنجشکر فریدالدین کی پائے بوسی کو پہنچا۔ آپ کی صورت مبارک دیکھی۔ بہت تھوڑی دیر کے دل میں سوچا کہ میں ان کی نظر مبارک سے بخشا گیا۔ لیکن میری عورات باہر نہیں نکلتی ہیں۔ اگر قطب العالم قدم رنجہ فرماویں تو وہ بھی بخشی جاویں۔ چونکہ اعتقاد اس کا بوجہ احسن تھا۔ اُس کی غرض حضرت نے قبول فرمائی۔ اور اس کے مکان پر نزول جلال فرمایا۔ سلطان سب عورات کو یکایک رُوبرُو لایا۔ سلطان کی لڑکی بھی دُور کھڑی دیکھتی تھی۔ آنحضرت علیہ الرحمۃ نے اُس کی طرف دیکھا۔ سلطان سے پوچھا کہ یہ کون لڑکی ہے۔ اس نے عرض کی یہ بندہ کی لڑکی ہے۔ حضرت خاموش ہو گئے۔ سلطان کے گھر سے نکل کر مسکن پر تشریف لائے۔ سلطان عاقل اور دانا تھا یہ بات سمجھ کر وزیر کو بولا۔ کہ حضرت قطب العالم نے وقت بیٹھنے عورات کے کچھ نہ فرمایا۔ لڑکی کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کچھ میل رکھتے ہیں تو جا کر عرض کر۔ کہ غیاث الدین عرض کرتا ہے کہ اگر حضرت کی خاطر شریف میں آوے تو لڑکی وضو کے واسطے قبول فرماویں۔ جب وزیر حضور میں قطب عالم کے گیا۔ اور یہ بات عرض کی فرمایا ہاں مجھ کو خدا تعالےٰ کا فرمان ہؤا ہے کہ نکاح کر۔ میں فکر میں تھا کہ کہاں حکم ہوتا ہے۔ جب بادشاہ نے مستورات کو میری نظر سے گذرانا۔ میں نے لوح محفوظ پر نظر کی دیکھا کہ اس لڑکی کو میرے نام پر لکھا ہے۔ اس سبب سے میں نے پوچھا تھا۔ وزیر نے جا کر یہ واقعہ عرض کیا۔ بادشاہ نے کار خیر کی تدبیر کی۔ الغرض جب قطب عالم کو درگاہ باری سے حکم ہوا کہ عقد کر۔ تو آپ نے عرض کی کہ اے خداوند میرے دل کو اپنی محبت سے قاصر کرتا ہے۔ اور دوسری طرف مائل۔ فرمان آیا۔ کہ میرے حبیب کی دوستی کے سبب سے کار خیر کر۔ پھر قطب عالم نے عرض کی۔ الٰہی مجھ کو معافی دے۔ فرمان ہؤا۔ کہ اس میں مصلحت ہے۔ کہ تجھ سے جو اولاد ہوگی اُن کی برکت سے زمین قرار پکڑے گی۔ لاچار ہو کر قبول کیا۔ القصہ جب وہ چاند سورج کے نزدیک ہؤا یعنی نکاح ہؤا۔ اور زہرہ قطب سے ملی۔ حضرت شیخ نے واسطے جلوس کے اقدام کیا۔ جب قریب اُس کے پہنچے کہ بستر شاہانہ پر قعود فرماویں۔ حضرت نے اس حاشِ دنیاوی پر قدم نہ رکھا قریب اس کی چارپائی کے مصلا ڈالا۔ بی بی مسند شاہانہ سے اتریں اور سلام کیا۔ تمام رات قطب العالم وہیں بیٹھے رہے۔ صبح کو چلے گئے۔ تین روز یہی معاملہ رہا۔ بعد تین روز کے بی بی نے حضرت قطب العالم سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ میرے بستر سے آپ پرہیز فرماتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ دنیاوی لباس سے مجھ کو کیا کام۔ عرض کی جو رضا ہو وہی کیا جاوے حضرت نے فرمایا کہ درویشانہ کپڑے میں لاؤں۔ اُن کو پہنو۔ اور لباس دنیاوی دور کرو۔ اور فقر کو آباد کرو۔ بی بی نے کہا بہت اچھا۔ اس وقت قطب العالم وہاں سے اُٹھے اور یاروں کے مجمع میں پہنچے۔ فرمایا کہ اے یارو تم میں سے کوئی ہے کہ ایک جامہ ٹاٹ کا پیدا کرے میرے مردم خانہ کے واسطے۔ اس سے پہلے کسی کو یاروں سے خبر نہ تھی۔ شیخ محمود موزہ دوز نے عرض کی کہ میں لاتا ہوں۔ وہ جا کر لائے فرمایا کہ ازار کو کبود کرلو۔ ویسا ہی کیا۔ حضرت نے بس جنت کو وہ جوڑا پہنایا۔ مال و متاع زر و زیور اور لباس شاہی سب فقرا کو

دے دیا۔ سلطان نے اسی قدر اور بھیجا۔ پھر بی بی نے فقراکو دے دیا۔ تین سو لونڈیاں کہ سلطان نے بی بی کو دی تھیں۔ اُن کو حضرت قطب العالم کی نظر سے اعادہ کیا۔ کہ اگر کوئی قابل خدمت کے ہو۔ رکھ لیں۔ اس وقت قطب العالم نے ان دو کنیزک کو ارشاد فرمایا کہ ان کو رکھو اور سب کو واپس کردو ان میں سے ایک کا نام شاد تھا اور دوسری کا نام سکر۔ الغرض جب سلطان ہر بار متاع دنیاوی سے اپنے لڑکی کے واسطے اور آپ کی خدمت کے واسطے کچھ بھیجتا تھا۔ آپ کو پسند نہیں آتا تھا۔ اور بی بی بھی بیزار تھیں۔ خدمت میں قطب العالم کے عرض کی کہ جب تک ہم اس شہر میں رہیں گے۔ سلطان ہمیشہ ہم کو پریشانی دے گا۔ بہتر ہے کہ اس شہر کو چھوڑیں۔ اور دوسرے شہر کو چلیں حضرت قطب العالم کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اور دہلی سے اجودھن تشریف لائے۔ اور اپنی جگہ نجیب الدین متوکل کو چھوڑا۔ یہ سبب دہلی کے چھوڑنے کا تھا۔ اور دوسری روایت یوں ہے کہ آنحضرت کی دو بی بیاں تھیں ایک بی بی ہزیرہ دختر سلطان غیاث الدین بلبن کہ ان کا قصہ لکھا گیا ہے۔ دوسری شیخ نصراللہ کی ماں بی بی ام کلثوم جب بیوہ ہوئیں۔ اس کے بعد قطب العالم اپنے نکاح میں لائے اور شیخ نصراللہ اپنی ماں کے ہمراہ آنحضرت کے ربیبہ تھے روایت صحیح یہی ہے۔ جان کہ آنحضرت کے آٹھ فرزند تھے۔ پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں کہ بی بی ہزیرہ دختر غیاث الدین بلبن سے پیدا ہوئے تھے۔ تفصیل یہ ہے۔ اوّل شیخ شہاب الدین گنج العلم دوسرے شیخ بدرالدین سلیمان صاحب سجادہ تیسرے نظام الدین شہید۔ چوتھے شیخ یعقوب۔ پانچویں شیخ عبداللہ کہ بچپن میں فوت ہوئے۔ اور لڑکیاں اوّل حضرت بی بی فاطمہ۔ دوسری بی بی مستورہ تیسری بی بی شریفہ اور شیخ نصراللہ حضرت قطب العالم کے متبنےٰ تھے۔ آنحضرت شیخ نصراللہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور ضعیف روایت یہ ہے کہ دختر سلطان غیاث الدین سے چھ فرزند تھے۔ اوّل لڑکے شیخ شہاب الدین قدس سرہ۔ دوسرے شیخ نظام الدین۔ تیسرے شیخ بدرالدین اور تین لڑکیاں کہ ان کے نام اوپر لکھے گئے ہیں۔ اور شادسے شیخ نصراللہ اور سکر سے شیخ یعقوب اور شیخ عبداللہ تھے۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اور اول بہت صحیح ہے کہ آٹھوں فرزند دختر غیاث الدین سے متولد ہوئے اور شیخ نصراللہ متبنےٰ تھے۔

ذکر اولاد اور احوال بعض کا اُن فرزندوں سے کہ زیادہ تفصیل سے مذکور ہوگا

فقیر نے اپنے والد بزرگوار پیر دستگیر شیخ مودود محمد چشتی سے بے واسطہ سُنا ہے۔ کہ حضرت گنجشکر قدس سرہ جب زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً سے مشرف ہوئے۔ بعد زیارت حج اور آستانہ بوسی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجانب حجرہ کہ اب تک مدینہ میں گنجشکر کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔ اور اس حجرہ کے باب میں حضرت نے فرمایا تھا۔ کہ کسی وقت ہمارا صاحب سجادہ اس کو کھولیگا۔ متوجہ ہوئے۔ اُس وقت تک اُس کو کسی نے نہ کھولا تھا کہ جس وقت آپ پہنچے۔ قوت باطن سے اس کو کھولا۔ اور گرد تجارت فرمایا۔ اور دو رکعت نماز ادا کی۔ بعد ازاں اُن کی خاطر میں گذرا کہ اس شہر کے کوہستان میں سیر کروں۔ تاکہ عجائب قدرت الٰہی دیکھوں۔ جب سیر کے واسطے آئے تو اثنائے سیر میں بعض دیہات بھی پڑے۔ کہ وہاں خوب عمارتیں بنائی تھیں۔ اور عجیب شہر آباد کیا تھا۔ وہاں نزول فرمایا۔ اور اُن آدمیوں سے پوچھا کہ تم کس قوم کے ہو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ فرزندانِ گنجشکر سے ہیں۔ پھر پوچھا کہ کس لڑکے کی نسل سے جواب دیا کہ جن کو تم کہتے ہو اُن میں سے کسی کی نسل سے ہم نہیں ہیں۔ ہمارا قصہ عجیب وغریب ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک بار سیر میں حضرت کا گذر یہاں ہوا۔ ہم نے آپ کے آنے کو غنیمت جان کر ضیافت کی۔ ہمارے قبیلہ کی لڑکی جمیلہ دہر تھی۔ آنحضرت کے طہارت کرتے وقت اس کی نظر آپ پر پڑی۔ اس لڑکی نے یہ آرزو کی کہ بہت اچھا ہوتا کہ اگر اس مسافر کی زوجیت سے میری خوبصورت لڑکی پیدا ہوتی۔ کشور حسن کی بادشاہ ہوتی۔ مجرد اس خطرہ کے وہ جمیلہ حاملہ ہوئی۔ جب چند روز گذرے۔ آنحضرت کو سفر کا اتفاق ہوا۔ جب حمل کے چار پانچ ماہ گذرے قوم میں چرچا اٹھی۔ سب حیران ہوکر منہدم تمام اس جملہ کو معرض عتاب میں لائے کہ یہ بات خراب تھی کہ تجھ سے ظاہر ہوئی۔ ہمارے ناموس کو تو نے برباد کر دیا۔ اس نے قسم کھائی کہ میں نے کوئی کام نامرضی خدا اور رسول صلعم کے

نہیں کیا۔ آدمیوں نے کہا کہ یہ حرکت اس مسافر کی ہے۔ بعد چھ ماہ کے حضرت گنجشکر کا پھر اتفاق اس شہر میں ہوا۔ اس قبیلہ کے آدمیوں نے بہت عتاب کیا کہ اس قسم کا فعل ہمارے قبیلہ میں سرزد ہوا۔ سوائے تیرے کوئی نہیں ہے۔ حضرت ہرچند دفع کرتے تھے۔ لیکن کوئی نہیں مانتا تھا۔ بالآخر فرمایا کہ دختر سے پوچھو کہ کبھی اس کے دل میں خطرہ گذرا تھا۔ قوم نے پوچھا۔ اس جمیلہ نے سب حال بیان کیا۔ قوم نے نہ مانا اور کہا اگر کرامت پھر دکھلاؤ تو قبول کریں۔ آپ نے بہت انکار کیا۔ ناچار تسکین کرنی پڑی۔ فرمایا کیا چاہتے ہو کہ ہم جنگل جاویں اور شکر برسا چاہیں اگر برس جاوے تو قصہ حمل کا سچا ہے ورنہ جھوٹا ہے۔ القصہ جب جنگل میں آئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ کیا عجب ہے اُس آفریدگار سے جس نے بے واسطہ شوہر باکرہ کو حاملہ کر دیا۔ اگر وہ آسمان سے شکر بھی برسا دے۔ بمجرد کہنے آنحضرت کے شکر برسی اور گنج گنج ہوئے۔ اس روز سے لقب آنحضرت کا گنجشکر ہوا۔ اور ہم آنحضرت کی اس نفر کی اولاد ہیں۔ پھر کہا کہ حضرت پاک پٹن میں آنحضرت کی صلبی اولاد سے اب صاحب سجادہ شیخ تاج الدین محمود ہیں۔ حضرت شیخ تاج الدین کے خادموں نے فرمایا کہ وہ صاحبِ سجادہ فقیر ہے۔ وہ آدمی اس سعی کو غنیمت جان کر تین ماہ تک مہمانداری کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اور بعض ان سے مرید ہوئے اور بعض نے خلافت حاصل کی۔

ذکر شمار خلفاء کا

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ آنحضرت کے دس ہزار خلیفہ زمین پر تھے۔ اور اٹھارہ ہزار دریا میں اور پانچسو چالیس۔ اور دوسو ہوا میں۔ اور چار سو چوتھے آسمان پر۔ اور سات ہزار پہاڑ میں ہیں۔ اور ساتویں آسمان پر چودہ ہزار خلیفہ ہیں۔ اور غیب اللہ میں سات سو خلیفہ ہیں۔ اور دس ہزار جو زمین پر ہیں۔ ان میں سے بائیس بہت بزرگ اور معروف مشہور ہیں۔ کہ جن کی بزرگی کی شرح شمار نہیں ہو سکتی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اوّل بندگی حضرت شہاب الدین بن گنجشکر۔ دوسرے بندگی حضرت شیخ یعقوب بن گنجشکر۔ تیسرے بندگی حضرت شیخ بدرالدین بن گنجشکر۔ چوتھے بندگی حضرت شیخ نظام الدین بن گنجشکر۔ پانچویں

بندگی حضرت شیخ نصیر اللہ بن متبنیٰ آنحضرت۔ چھٹے شیخ جمال الدین ہانسوی ساتویں سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی بدایونی۔ آٹھویں شیخ بدرالدین اسحٰق داماد حضرت گنجشکر کے۔ نویں شیخ نجیب الدین متوکل برادر حضرت کے۔ دسویں شیخ محمد سراج۔ گیارہویں علی شکر ریز۔ بارہویں دھنی قدس سرہ تیرہویں شیخ علی شکر بار۔ چودھویں شیخ ذکریا۔ پندرھویں شیخ زین الدین دمشقی سولھویں شیخ بابا دھار۔ سترہویں جمال کابلی۔ اٹھارہویں شیخ جلال الدین۔ انیسویں شیخ صدر دیوانہ۔ بیسویں شیخ المشائخ قدوۃ السالکین سید العاشقین علی احمد صابر خواہرزادہ حضرت گنجشکر کے۔ اکیس شیخ رکن الدین قدست اسرارہم اجمعین اللھم انزل علینا من برکاتھم ؂

سیر الاولیا سے منقول ہے کہ جملہ اکیس خلیفہ مذکور میں سے دس خلیفہ ایسے ہیں کہ ان میں اور آنحضرت میں کچھ فرق نہیں کرتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں اوّل شیخ جمال الدین ہانسوی۔ دوسرے سلطان الاولیا نظام الدین محبوب الٰہی بدایونی۔ تیسرے شیخ محمد سراج۔ چوتھے شیخ علی شکر ریز۔ پانچویں شیخ دھنی چھٹے علی شکر باراں۔ ساتویں شیخ ذکریا سندی۔ آٹھویں شیخ زین الدین دمشقی نویں بابا دھارو۔ دسویں شیخ جمال کابلی قدست اسرارہم ؂

ذکر مناقب شیخ المشائخ برہان العاشقین مخدوم شیخ جمال الدین ہانسوی

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین سے نقل ہے سیر الاولیا میں ہے کہ مجھ کو اور جمال الدین ہانسوی اور خواجہ شمس الدین دبیر اور ایک جماعت یاروں کو ایک جگہ اتفاق مراجعت کا ہوا۔ حضرت قطب العالم سے شیخ جمال الدین نے وقت رخصت وصیت چاہی اور اہل ارادت کا یہ ادب ہے کہ جب سفر کے ارادے سے اپنے شیخ سے رخصت ہوتے ہیں وصیت چاہتے ہیں۔ اگر شیخ نے قبل سوال کے وصیت کی فھو المراد ورنہ درخواست کرتے ہیں شیخ شیوخ العالم نور اللہ مرقدہ نے فرمایا یہی وصیت ہے کہ فلاں کو اور اشارہ میری طرف کیا اس سے حجت بن خوش رفت

مقصود توئی دگر بہانہ است

شیخ جمال الدین حسب وصیت مہربانی فرماتے تھے۔ اور خواجہ شمس الدین دبیر کہ معدن لطافت اور کان ظرافت تھے۔ یہاں تک کہ ایک گروہ کے پاس پہنچے۔ شیخ جمال الدین کے دوستداروں سے عزیز ان جبرال نام حاکم اُس موضع کا تھا۔ اس نے یاروں کے آنے کو سعادت جانا۔ استقبال کیا۔ شیخ جمال الدین اور سب یار اپنی منزل میں اُترے۔ اور کھانے عمدہ آگے لائے شیخ جمال الدین نے فرمایا کہ بہت نادر میزبانی کی۔ اب ہم کو جانے کی اجازت دیجئے۔ اُس نے کہا کہ اُس وقت اجازت دینگے کہ بارش ہو۔ اُن ایام میں بارش کا امساک ہوگیا تھا۔ خلق قحط کی بلا میں مبتلا تھی شیخ جمال الدین نے دیکھا اور کچھ نہ کہا باطن کے معاملہ میں متوجہ تھے۔ شیخ کے دل میں ابھی خیال نہ ہوا تھا کہ خوب بارش ہوئی اور تمام حوالی سیراب ہوگئے۔ صبح کو ہر ایک خوش خوش آگے آیا۔ اور یاروں اور شیخ جمال الدین کے واسطے گھوڑے بارگیر لائے۔ چنانچہ وہاں سے ہانسی تک سوار آئے۔ میرا گھوڑا بدلگام اور سرکش تھا۔ یار آگے گئے اور میں تنہا رہ گیا بہت مشقت اٹھائی اور بے طاقت ہوگیا۔ گھوڑے سے اُترا صفرا غالب ہوگیا بیہوش ہوا۔ اس حال میں میں نے شیخ الشیوخ فریدالدین کی یاد کی اور نام زبان پر لانے لگا۔ جب ہوش میں آیا۔ مجھ پر شوق طاری ہوا اور بہت راحت ملی۔ انشاءاللہ تعالےٰ آخر دم بھی انہیں کی یاد میں جاوے گا ع

جوش آں رفیق کہ بریادت رود جان

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ میں اجودھن جاتا تھا۔ ہانسی میں پہنچا شیخ جمال الدین نے مجھ سے کہا کہ میری طرف سے خدمت میں شیخ شیوخ عالم کے عرضداشت کرنا کہ خرچ میں تکلیف ہے۔ دعا میرے کام میں فرمائیے۔ جب میں خدمت میں پہنچا۔ آپ کا پیغام کہا۔ فرمایا اس سے کہو۔ کہ جب ولایت کسی کو دیجاتی ہے۔ اس کو اس ولایت کی استمالت واجب ہے شیخ نصیرالدین محمود سے سوال کیا۔ کہ استمالت ملوک دنیا کی معلوم ہے۔ استمالت ملوک آخرت کی توجہ قلب الی اللہ ہے ہر وجہ سے مشغول اور کرامت شیخ جمال الدین کی مشہور ہے۔ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ لیکن مقصود انبیاء کا بھی ہے نہ اولیاء کا ورنہ یہی مقام ان بزرگ کا اور جو اب شیخ شیوخ عالم کا دلیل ہے ؛

منقول ہے کہ شیخ جمال الدین ہانسوی کی ایک کنیزک تھی نہایت صالحہ۔

شیخ جمال الدین کی عزت نشستیں خدمت میں شیخ شیوخ عالم کے لائق اور شیخ شیوخ عالم
اس کو جمال دلوں کی ماں کہتے تھے۔ ایک روز شیخ شیوخ نے فرمایا کہ مادر
مومناں ہمارا جمال کیا کرتا ہے۔ عرض کی کہ خواجہ جس روز سے کہ بندگی
شیخ شیوخ عالم میں پیوند کیا ہے۔ کاروبار دنیا و شغل خطاب کی چھوڑ دیا
بہت تکلیفیں اور رنج کھینچتا ہے۔ شیخ الشیوخ اس کے سننے سے خوش ہوئے فرمایا۔
الحمد للہ خوش رہتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ایک بار سردی کی ہوا میں
جب خدمت میں شیخ جمال الدین ہانسوی کے بیٹھا تھا۔ اس درمیان میں شیخ
جمال الدین نے یہ نظم پڑھی ؎

بار وغن گاؤ اندریں روز خنک　　　نیکو باشد ہریسہ و نان تنک

میں نے کہا ذکر الغائب اور پوشیدہ ہنسا۔ فرمایا تو تمہارے واسطے
میں نے موجود کی ہے تو کہتا ہوں۔ بعدہ جو کچھ فرمایا مجلس میں حاضر لائے
شیخ جمال الدین ہانسوی کو شیخ ابوبکر طوسی حیدری کے ساتھ پانی کے کنارے
پر جو متصل اغرب کے ہے ایک خانقاہ نہایت عمدہ وہاں بنی ہے آرام کرتے
وہ ایک درویش عزیز تھا۔ اس کا معاملہ ہندیوں کے ساتھ بہت سادہ تھا
اور علیحدہ تھا۔ الغرض درمیان شیخ جمال الدین اور شیخ ابوبکر طوسی کے
محبت تھی۔ اس واسطے کہ محبت مولانا حسام الدین اندپتی شیخ القضات و
خطباء کے تھی۔ اور یہ مولانا حسام الدین شیخ جمال الدین کی خدمت میں
ارادت رکھتے تھے۔ ان ایام میں کہ شیخ جمال الدین شیخ الاسلام قطب الدین
کی زیارت کو شہر میں آتے شیخ ابوبکر طوسی سے ملاقات کرتے تھے۔ اور مولانا
حسام الدین شیخ جمال الدین کے آنے کو غنیمت جانتے تھے اور ضیافت کرتے
تھے۔ الغرض شیخ جمال الدین ہانسی سے آتے تھے۔ مولانا حسام الدین نے
استقبال کیا۔ شیخ ابوبکر طوسی نے مولانا حسام الدین سے کہا کہ شیخ جمال الدین
سے کہیں حج کو جاتا ہوں۔ الغرض جب مولانا حسام الدین آب دہندہ کے
وضو کرنے کو پہنچے۔ اُس کنارہ پر شیخ جمال الدین پہنچے تھے۔ اور اس کنارے
مولانا حسام الدین اور آب دہندہ درمیان تھی۔ شیخ جمال الدین نے مولانا
حسام الدین سے بآواز بلند پوچھا کہ وہ یار شنید ہمارا کیسا ہے یعنی ابوبکر طوسی
مولانا حسام الدین نے کہا بآواز بلند حج کو جاتا ہے۔ شیخ جمال نے پھر مولانا حسام الدین

سے کہا کہ تم ان کے پاس جاؤ اور یہ بیت کہو پیچھے سے میں بھی آتا ہوں ؎

اے یار ترا سر م نثار دولت | یکسر چو یو زبانک ہزار دولت
در غار وطن ساز چو بچہ زنگہ | بو بکر نعمت دی بغار دولت

شیخ قطب الدین منور نواسہ جمال الدین ہانسوی سے منقول ہے کہ فرماتے تھے۔ کہ جس روز سے یہ حدیث پاک القبر روضۃ من ریاض الجنۃ و حفرۃ من حفر النیران شیخ جمال الدین نے سنی ہے۔ یعنی "قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں سے۔ ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں سے" نہایت رنجیدہ ہوتے تھے اور اس کے ڈر سے بہت بے قرار رہتے تھے۔ جب رحمت الٰہی کے جوار میں گئے یار اور عزیز بھی بسبب اس معنی کے خلق سے بے قرار رہتے تھے کہ ان کا حال قبر میں کیسا ہو گا۔ الغرض بعد چند روز کے چاہا کہ ان کی قبر پر گنبد بنائیں۔ کھودا جب لحد کے نزدیک پہنچے دیکھا بہشتی غرفہ روئے مبارک قبلہ کی طرف ظاہر ہوا۔ کہ اس سے بہشت کی خوشبو آتی تھی۔ اسی وقت وہاں سے دور گئے اور جگہ کو برابر کیا۔
سلطان المشائخ نے فرمایا مولانا جمال الدین ہانسوی کو بعد انتقال کے خواب میں دیکھا۔ فرمایا کہ جب مجھ کو گور میں رکھا۔ عذاب کا فرشتہ آیا اور اس کے پیچھے دوسرا فرشتہ آیا۔ فرمایا کہ خدا تعالےٰ کا حکم پہنچا کہ وہ ہم کو دو رکعت صلوٰۃ البروج کہ نماز شام کی سنت کے متصل پڑھتا تھا۔ اور آیۃ الکرسی متصل فرض کے پڑھتا تھا۔ اس کے سبب سے ہم نے بخش دیا۔

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ جب خدوم شیخ جمال الدین نے انتقال کیا مادر مومناں کہ ان کی منکوحہ تھی۔ مصلا اور عصا شیخ جمال الدین کا جو شیخ سے پایا تھا۔ برہان الدین صوفی شیخ جمال الدین کے لڑکے جو شیخ قطب الدین منور کے باپ تھے۔ عالم صغر میں تھے شیخ شیوخ عالم کی خدمت میں اس مصلا اور عصا کی مرحمت سے اور نعمت کے سبب سے کہ شیخ جمال الدین کے حوالہ کی تھی۔ مولانا برہان الدین صوفی کو بخشی۔ اور فرمایا جب کہ جمال ہمارے محبوب رہے تھا تو بھی ہمارا محب ہے اور یہ فرمایا کہ چند روز مولانا نظام الدین کی خدمت میں رہ۔ اس محل میں مادر مومنان نے شیخ شیوخ عالم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ بزبان ہندوی کہ خواجہ بالاہے یعنی چھوٹا ہے اس بار گراں کی طاقت نہیں رکھتا ہے شیخ شیوخ عالم نے فرمایا کہ اے مادر مومنان پونیوں کا چاند بھی بالا ہوتا ہے۔

چودہویں رات کا چاند دن بدن چھوٹا ہوتا ہے۔ وہ جب بدر پہنچتا ہے۔ الغرض مولانا
برہان الدین مرتبہ کمال کو پہنچے۔ اور شیخ شیوخ کی برکت سے مشائخ کبار کے
اوصاف ان میں جمع ہوئے۔ ایک مرید نہ کرتے۔ وہ صاف اعتقاد سے خدمت
میں سلطان المشائخ کے ہانسی سے آتے تھے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ
ان کے لئے جماعت خانہ میں کھٹ بناؤ۔ عاجزی کے اوصاف کا خاصہ ان میں
تھا۔ بسبب ترک ادب کے جماعت خانہ میں کھٹ پر نہیں لیٹتے تھے۔ اور جب
سلطان المشائخ کی خدمت میں جاتے تھے۔ اول پاکیزہ جامہ اپنا عود اور عطریات
سے معطر کر لیتے تھے۔ اگرچہ ایک دن میں چند بار طلب ہوتے۔ اس کی حکمت ان
بزرگ سے پوچھی۔ فرمایا۔ جب کسی بزرگ کی خدمت میں جاویں اچھے کپڑے پہن کر
جاویں۔ اور اس بزرگ کا جمال باکمال تھا۔ ظاہر آراستہ اور باطن معمور رکھتے تھے
سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مولانا برہان الدین کا بھائی بڑا شیخ جمال الدین
ہانسوی کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ لیکن جو میں نے اس سے سنا ہے۔ وہ ہزار ہوشیار سے
نہیں سنا ہے۔ کہتا تھا العلم حجاب الاکبر۔ میں جانا کہ یہ معنوی دیوانہ ہے۔ یہ
حدیث میں نے اس سے پوچھی۔ جواب دیا کہ علم خدا کا غیر ہے اور جو حق غیر کا ہے
وہ حجاب ہے+

ذکر مناقب سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الملۃ والدین احمد محمد بدایونی قدس سرہ العزیز

گلشن اولیاء سے نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ علوم دینی کے درس میں مقید
تھے۔ چنانچہ بدایوں میں علم کی تحصیل کرتے تھے۔ ایک روز کتاب ہاتھ میں لئے
استاد کی طرف جاتے تھے۔ اثناء راہ میں ایک عورت نہایت صاحب جمال کھڑی
دیکھی۔ وہیں عاشق ہو کر کھڑے رہ گئے۔ نہ طاقت گفتار۔ نہ قدرت رفتار۔ کتاب
ہاتھ سے گر پڑی۔ القصہ چند یار ہمراہ تھے متعجب ہوئے۔ ہر چند کوشش کی۔
بات نہ کی لیکن ہزار بدقت گھر پہنچایا۔ خویش و عزیز جمع ہو کر نصیحت کرتے تھے۔
اور کہتے تھے کہ تم نے اس قدر علم پڑھا ہے اور علمائے زمانہ سے ہوئے ہو۔ تمام لوگ
تم سے امیدواری فضل اور فیض اور نصیحت کی رکھتے ہیں۔ کچھ کرو کہ تم سے

شفع ہیں۔ اور کہا۔ دہلی میں بادشاہ چاہتا ہے کہ قاضی نصب کرے وہاں جاؤ اور قاضی ہو۔ آخر بکراہ تمام کہنے سے وہیں آئے اور سلطان سے ملاقات کی۔ سلطان نے علماء کو جمع کیا اور بحث کرائی۔ حضرت سلطان سب پر غالب آئے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور انعام فرمایا۔ مجلس سے اُٹھا۔ آپ کے والد جب آپ شکم مادر میں تھے وفات پا چکے تھے۔ ان کی وفات کی حقیقت یہ تھی۔ کہ دو روز متواتر ان کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ بیٹے اور شوہر کے ساتھ کہ دونوں ہوں ایک جگہ نہیں رہ سکتی ہو۔ ایک لے لو۔ تیسری بار خواب دیکھ کر بیٹا قبول کیا۔ شوہر نے انتقال فرمایا۔ القصہ ایک روز شیخ حضرت خواجہ قطب الدین کے آستانہ بوسی کو پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں ایک مجذوب رہتا تھا۔ جب شیخ نظام الدین وہاں پہنچے کچھ دیر کھڑے ہوئے۔ کہ میرے باب میں عہدہ قضا کی بابت کچھ زبان سے نکلے۔ اس مجذوب نے فوراً کہا کہ نظام الدین تو قاضی بننا چاہتا ہے۔ میں تجھ کو دین کا بادشاہ دیکھتا ہوں۔ اس بات سے بہت متفکر ہوئے گھر آئے اور یاروں اور عزیزوں سے کہا کہ ہم فقیر ہونگے۔ سب نے ملامت شروع کی اور طرح طرح کی نصیحت کی۔ حضرت نے چند تکہ یاروں کو دئے کہ جاؤ اور سیر کرو۔ سب تماشے کو گئے۔ شیخ نے کتابوں کو جمع کر کے پانی میں ڈبو دیا اور آپ کو دوسرے حال میں نہ پایا۔ یار آئے کیا دیکھتے ہیں کہ دوسرا سامان ہے سمجھا کہ یہ ہماری قید سے نکلے۔ بعدہ شیخ نے ان سے کہا کہ مجھ کو مرید کرا دو۔ اس وقت دہلی میں اولیائے عظام سے شیخ نجیب الدین متوکل تھے۔ حضرت قطب العالم شیخ فرید گنجشکر کے بھائی۔ سب نے کہا ان کا مرید کرا دیں۔ شیخ نجیب الدین کے پاس لے گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت قطب العالم زندہ ہیں یہ گستاخی نہیں کر سکتا۔ اور یہ سوچی کہ اگر ان سے کہوں گا کہ حضرت قطب العالم کے پاس لے جاؤ۔ تو یہ کہینگے کہ اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ اس وقت یہ فرمایا کہ اس زمانہ میں دو مشائخ بے مثل ہیں۔ ایک غوث الاعظم شیخ بہاؤ الدین زکریا۔ دوسرے قطب العالم فرید الدین گنجشکر ایک کے پاس لے جا کر مرید کرا دو۔ بعدہ شیخ نظام الدین طرف قبلہ حاجات روانہ ہوئے جب ہانسی پہنچے تو آگے راہ میں امن نہ تھا۔ وہاں ٹھیرے جب آدمی بہت جمع ہوئے تو وہاں سے چل دئے۔ ان کے ہمراہ ایک آدمی راہ کا پیر اس قافلہ میں جاتا تھا جہاں یہ آدمی بیٹھتا تھا وہ بھی بیٹھتے تھے اور جب یہ

چلنا تھا اور بھی چلتے تھے۔ شیخ نظام الدین نے اس کی ہمراہی قبول کی۔ اور اُس کے تابع ہوئے اور راہ چلتے تھے وہ آدمی ایک جگہ کھڑا ہوا۔ اور زبان کھولی کہ حضرت پیر دستگیر میرے شفیع ہو۔ اور جلد شیخ نظام الدین نے پوچھا کہ کس سے کہتے ہو۔ اُس نے کہا کہ قطب العالم شیخ فرید گنجشکر کو یاد کرتا ہوں۔ اور ان سے چاہتا ہوں۔ اس وقت سے ان کے دل کی خواہش اور زیادہ ہوئی جب مقام سرستے میں پہنچے۔ شیخ کے دل میں ٹھیرا کہ تیز قدم ہو کر اجودھن پہنچوں۔ یا درمیان ہنہیر کے ہو کر ملتان پہنچوں چند قدم سر سے چلتے تھے اور لوٹتے تھے۔ ایک طرف کو دل نے آرام قبول نہ کیا تین روز اسی طرح کیا بعدہٗ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا کہ شیخ نظام الدین کو اجودھن لے جا۔ اس وقت ان کو یقین ہوا اور اجودھن کی راہ میں آئے اور قطب العالم کے پاس پہنچے اور جمال باکمال دیکھا اور پاؤں چومے اور سر زمین پر رکھا۔ حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ سر اٹھاؤ سلطان المشائخ نے عرض کی کہ کچھ دل میں رکھتا ہوں لیکن خوف سے نہیں کہہ سکتا۔ فرمایا جو تیرے دل میں ہے اس سے زیادہ ہے اما لکل داخل دھشتہ کہا اس وقت شیخ نے سر اٹھایا۔ حضرت قطب العالم نے کلاہ چہار ترکی اپنے سر سے اتار کر شیخ کو دی۔ اور مرید کیا اور زبان مبارک سے فرمایا کہ مولانا نظام الدین ہم کو اس سے پہلے فرمان تھا کہ نظام الدین بدایونی آتا ہے ہندوستان کی ولایت اس کے سپرد کرنا۔ اب بموجب فرمان کے یہ ولایت ہندوستان تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ بعدہ حضرت شیخ کا آرامگاہ فرمایا۔ شیخ وہاں اُترے وہاں اور بھی یار تھے بعد ازاں مولانا بدرالدین اسحاق کو حکم ہوا کہ ایک چارپائی شیخ نظام الدین کے پاس لیجاؤ کہ اس پر سوویں۔ مولانا چارپائی لے گئے۔ اور کہا کہ حضرت قطب العالم نے یہ چارپائی تم کو عطا فرمائی۔ شیخ نے عرض کی کہ چند دلیا خدا لیاں ہیں میری کیا طاقت ہے کہ چارپائی کے اوپر سوؤں۔ مولانا نے جا کر حضرت قطب العالم سے عرض کی۔ اس وقت شیخ نے چارپائی کو لوٹ دیا۔ کہ اس کی باند زمین سے ملے اور حسب فرمان اس پر بیٹھے۔ مخدوم مولنا گئے۔ اور اس واقعہ کو قطب العالم کے عرض میں پہنچایا حضرت قطب العالم نے مولانا سے فرمایا کہ ہمارا کہا نہیں کرتے اور اپنی مراد چاہتے ہو۔ اس وقت شیخ نے بضرورت چارپائی راس کی اور اس پر بیٹھے۔ یا متعجب اور متحیر ہوئے کہ اول روز ہی اُن پر اس قدر نوازش فرمائی بعد ازاں شیخ چودہ سال قطب العالم کی خدمت

میں رہے اور مطبخ کرتے تھے۔ ایک روز چند سیر موٹھ فتوح آئے۔ حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ پکاؤ۔ شیخ نظام الدین نے لیکر پکائے بعض یاروں نے شیخ سے کہا کہ نمک بھی ڈالنا چاہیئے۔ شیخ نے ان کی خاطر سے ایک دانگ نمک قرض لیکر ڈالا۔ جب کھانا موجود ہوا حضرت قطب العالم کو خبر کی فرمایا کہ حصّے کرلو اور جو میرا حصّہ ہو میرے سامنے لاؤ بعدہ چند دانہ موٹھ کے قطب العالم کے حصے کے آگے لاکر رکھے۔ حضرت قطب العالم نے فرمایا کہ اس طعام سے اسراف کی بو آتی ہے۔ شیخ نے عرض کی کہ نمک قرض لیکر ڈالا تھا۔ فرمایا کہ اب ایسا نہ کرنا۔ جس طعام میں اسراف ہو نہ کھانا چاہیئے۔ اس کو آگے سے دور کیا۔ ایک روز قطب العالم نے فرمایا کہ میں نے چاہا تھا کہ کسی کو ہند کی ولایت پر متعین کروں۔ فرمان پہنچا۔ کہ نظام الدین آتا ہے۔ اس کو سونپو۔ سبحان اللہ کیا ذات ملک الصفات منبع البرکات تھے۔

گلشن اولیا سے نقل ہے۔ کہ ایک مرد حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں سے ہمیشہ پوچھتا تھا کہ پیری کیا ہے اور مریدی کیا ہے شیخ کچھ جواب نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز اسی مرید کو غرب کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ اس مرد مرید نے کچھ نہ پوچھا اور اس طرف کو چلا گیا۔ تمام روز سیر کرتا تھا اور رات کو آرام کرتا تھا۔ چند روز متواتر چلا یہاں تک دہلی سے لاہور پہنچا۔ لاہور کا حاکم تلاش میں تھا کہ کوئی شیخ نظام الدین کے مریدوں سے ملے تو اس کو سو اشرفی دوں۔ حاکم نے نذر کی تھی۔ جب یہ مرد لاہور میں پہنچا۔ آدمیوں نے اُس سے پوچھا اور حاکم کو خبر دی کہ ایک مرید شیخ نظام الدین کا آیا ہے۔ اُس نے اس کو بلایا اور سو اشرفی دیں اور کہا حضرت کے آگے لیجا کہ میں نے نذر کی تھی۔ وہ مرد لیکر پھرا اور دہلی کو چلا اثناء راہ میں ایک عورت قحبہ صاحب جمال تھی اس پر عاشق ہوگیا۔ دن تمام شدت میں گذارا۔ اور رات کو اُس کے گھر پہنچا۔ اور وصال طلب کیا۔ اس عورت نے کہا کہ یہ دامنی جو میں اوڑھے ہوئے ہوں۔ جس قدر اس کے نقش ہیں۔ جو ہر نقش پر زر رکھے وہ میری مضاجعت میں بستر پر آئے۔ اس نے کہا کہ میں سو اشرفی رکھتا ہوں۔ ہمیانی کھولی اور شمشلو بانا کے آگے رکھی۔ اور جانبین سے ارادہ تباہی کا ہوا۔ ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ۔ برہان پیر دستگیر کا دیکھے۔ کہ اس کے ایسا طمانچہ مارا کہ وہ بیہوش ہو کر گرا۔ وہ عورت متحیر ہوئی۔ جب تھوڑی دیر بعد ہوشیار ہوا۔ اس فاحشہ نے پوچھا کہ کیا تھا کہا کہ حضرت پیر دستگیر سے مجھ کو یہ سزا نمودار ہوئی۔ وہاں سے بھاگا اور توبہ کی۔ اس عورت نے بھی توبہ کی۔ اور اس مرد کے ہمراہ ملازمت میں حضرت شیخ کے پہنچے اور

قدم چومے۔ اس مرد نے سو اشرفی آگے رکھیں۔ شیخ نے ۲۰ اشرفیاں اُنکو دیدیں۔ اور دونوں کا نکاح کر دیا۔ اس وقت سلطان المشائخ نے اس سے فرمایا۔ کہ مریدی وہ تھی جو تو ہمارے حکم سے فوراً چلا گیا۔ اور پیری وہ تھی کہ اس کار ناشائستہ سے ہم نے تجھ کو باز رکھا۔ من بعد سخن شیخ شرف الدین پانی پتی سے ہوا۔ درمیان میں کس شخص نے حضرت قطب العالم سے پوچھا کہ شرف الدین کس کے مرید تھے۔ فرمایا کہ مرید سلطان المشائخ شیخ نظام الدین کے۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ ان کی ارادت کی کیفیت کیا تھی کہ مشہور نہیں ہے فرمایا کہ ایک وقت خاطر شریف میں شیخ شرف الدین کے گذرا کہ کسی کا مرید ہوؤں کہ آسمان سے تصرف رکھتا ہو۔ قصد کیا اوّل آسمان پر گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ بوریا بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر وہاں سے پھرے۔ دوسرے روز دوسرے آسمان پر گئے۔ پھر بھی دیکھا تیسرے روز تیسرے آسمان پر گئے۔ وہی دیکھا۔ چوتھے روز چوتھے آسمان پر گئے۔ دیکھا کہ حضرت شیخ بوریے پر نماز پڑھتے ہیں۔ اور ایک مصلا سفید بچھا ہؤا ہے اور خالی پڑا ہے۔ پوچھا کہ یہ کس کا ہے کہا کہ یہ شیخ نور قطب عالم کا ہے۔ پوچھا وہ کہاں ہیں کہا ابھی عالم میں اُن کا وجود نہیں آیا ہے۔ کہا جب عالم میں وجود آجاوے گا تو اس مصلے پر نماز پڑھینگے۔ شیخ شرف الدین پھرے اور پانچویں روز پانچویں آسمان پر گئے۔ دیکھا کہ حضرت شیخ بوریے پر نماز پڑھتے ہیں اور چھٹے روز چھٹے آسمان پر گئے۔ وہی دیکھا۔ ساتویں روز ساتویں آسمان پر گئے وہاں بھی دیکھا کہ حضرت شیخ بوریے پر نماز پڑھتے ہیں اور ایک مصلا سفید خالی پڑا ہے۔ پوچھا کس کا ہے کہا شیخ بدیع الدین کا ہے المعروف بشاہ مدار۔ کہا وہ کہاں ہیں۔ جواب دیا کہ وجود عنصری نہیں ابھی پیدا ہے۔ جب موجود ہوں گے اس مصلا پر نماز پڑھینگے۔ پھر شیخ شرف الدین پھرے۔ دوسرے روز آگے گئے ستر ہزار حجاب ظلمانی طے کئے۔ وہاں دیکھا کہ سلطان المشائخ سفید مصلیٰ بچھائے نماز پڑھتے ہیں۔ اور داہنی طرف ایک صف کے فرق سے شیخ رکن الدین ابو الفتح اور شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے نماز ادا کرتے ہیں۔ شیخ شرف الدین نے یہ دیکھا وہاں سے بھی پھرے۔ پھر ستر ہزار حجاب نورانی طے کئے۔ دیکھا سلطان المشائخ نظام الدین تنہا کھڑے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہاں سے بھی پھرے۔ دوسرے روز آکر اجازت حضرت سلطان المشائخ سے عرض کی اور ارادہ چاہی سلطان المشائخ

نے جواب دیا کہ تم بھی وہ جنگل دیکھ آئے ہو۔ اور اس منزل میں پہنچے ہو۔ تم کو کسی بات کی کیا حاجت ہے۔ پھر شیخ شرف الدین نے اپنے لڑکے کو سلطان المشائخ کے پاس بھیجا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا وہی جواب تھا جو کہا گیا۔ پھر شیخ شرف الدین نے التماس کی۔ کہ یہ میں حجاب نور کے جو رہے تھے وہاں بوسیلہ پیر کے گذر ممکن نہیں ہے اس وقت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ میں عصر کے وقت دریا کے کنارے جب جاؤنگا۔ وہاں بیعت کرونگا۔ جب وقت آیا۔ سلطان المشائخ گئے۔ اور کلاہ سر سے اتاری اور پانی پر رکھدی۔ ناگاہ غائب ہوگئی۔ چند یار جو ہمراہ تھے متعجب ہوئے۔ بعد ازاں سلطان المشائخ نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور شجرہ پڑھا اور شیخ شرف الدین کو یاد کیا۔ خواجہ خسرو علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو پوچھا فرمایا کہ یوں واقع تھا۔ وقصہ تمام کیا۔

نقل ہے سید السادات مخدوم جہانیاں بخاری قدس اللہ سرہ سے سراج الہدایت میں ہے کہ شیخ نظام الدین پیدا ہوئے۔ ایک منجم ہمسایہ تھا وہ گھر سے نکلا۔ اور دروازے پر بیٹھ اور کہا یہ بچہ بزرگ ہوگا۔ ایک نے کہا گماشتہ ہوگا کہا خیر بزرگ ہوگا۔ ایک نے کہا بادشاہ ہوگا کہا خیر بزرگ ہوگا۔ کسی نے کہا ملک ہوگا کہا خیر بزرگ ہوگا۔ منجم نے کہا۔ بادشاہی کا تاج اس کے پاؤں کے تلے دیکھتا ہوں۔ ہر سر سے بہتر ہوگا۔ اور کہا کہ یہ بچہ درویش بزرگ ہوگا۔ بادشاہ اس کے دروازے پر آئینگے اور گرویدہ ہونگے۔ اس حکایت سے حاضرین کو مزہ پیدا ہوا۔

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایت میں کہ بندگی شیخ معین الدین کو مرد غیب سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے کہا کہ اے شیخ معین الدین شہر میں شور کیا ڈالا ہے کہا میں نے۔ مرد غیب نے کہا۔ خیر باز شیخ معین الدین نے کہا شیخ قطب الدین سے۔ مرد غیب نے کہا خیر باز شیخ نے کہا فرید الدین۔ مرد غیب کہا خیر باز۔ شیخ نے کہا شیخ نظام الدین سے مرد غیب نے کہا برہان شیخ معین الدین شیخ نے کہا مجھ کو معذور رکھو مجھ سے جو تھا محل ہے۔ مرد غیب نے کہا تمہارے فرزندوں سے ہے یہ سب تم سے ہے زہے عظمت شیخ نظام الدین کی کہ حاضرین کو ذوق ہوا۔

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایت میں کہ شیخ فرید الدین کا طریقہ تھا کہ جس کو خلافت نامہ دیتے فرماتے کہ جاؤ شیخ جمال الدین کے پاس۔ وہ شیخ جمال الدین کے پاس جاتا تھا۔ شیخ جمال الدین بعض کو پھیر دیتے تھے۔ اور بعض کو مسلم رکھتے تھے جب شیخ نظام الدین کو خلافت نامہ دیا۔ اشارہ کیا کہ جمال کے پاس جاؤ۔ شیخ نظام الدین گئے

اور خلافت نامہ پیش کیا۔ شیخ جمال الدین نے پڑھا اور خادم سے کہا دوات قلم لاؤ۔ خادم لایا۔ شیخ جمال الدین نے یہ بیت اس پر لکھے ؎

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس　　　　که گوہر سپردہ بگوہر شناس

بعدہ شیخ جمال الدین نے شیخ نظام الدین سے کہا کہ ایک ہمارے لڑکوں میں سے تمہارے پاس پہنچیگا۔ اس پر شفقت ظاہری اور باطنی کرنا چاہئے۔ بعد چند وقت کے شیخ قطب الدین ہانسوی نواسہ شیخ جمال الدین شیخ نظام الدین کے پاس آئے۔ اور ارادت کی۔ دوسرے وقت فرماتے تھے کہ مولنا وجیہ الدین کو مشکل پڑی۔ خواجہ خضر علیہ السلام سے حل کی اور کہا اے خواجہ اگر مجھ کو کوئی مشکل ہو تو تم سے کہاں ملاقات ہوگی۔ کہا میں شیخ نظام الدین کے مطبخ میں رہتا ہوں۔ مولانا حیران ہوئے۔ ان ایام میں مولانا کی شیخ نظام الدین سے محبت نہ تھی آخر ارادت لاکر بندہ ہوئے۔

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایہ میں کہ ایک روز شیخ نظام الدین کا خادم آگے آیا۔ اور عرض کی۔ کہ لنگر کے واسطے کچھ نہیں ہے۔ شیخ نے کہا۔ جاؤ قرض لو خادم نے کہا جس بقال سے لیتا ہوں کہیں گیا ہے۔ شیخ نے کہا پس ہمارے صوفی بے افطار رہینگے۔ خادم نے کہا ہاں امیر خسرو بیٹھے تھے۔ تنکہ زر کا آگے شیخ نظام الدین کے رکھا۔ شیخ نے کہا یہ تنکہ زر کا کہاں سے ہے۔ امیر خسرو نے کہا شیخ سے تنکہ زر کا رکھا ہوا پایا تھا۔ کفن کی نیت سے رکھا تھا اپنے کلاہ میں رکھتا تھا۔ آپ نے کہا اے خسرو۔ دے دے۔ امیر خسرو نے لے لیا اور ٹوپی میں رکھ لیا۔ شیخ نظام الدین نے نماز ادا کی۔ تب خادم آگے آیا اور کہا کہ فلاں بقال کی عورت نے کہا تا بھیجا ہے اس نے نیت کی تھی کہ اگر میری مراد بر آوے۔ ہزار تنکہ قرض کے شیخ نظام الدین کی خدمت میں بھیجونگی لے آیا تم نے کہا تھا کہ ہمارے صوفی افطار نہ کرینگے۔ اب تو خادم نے تنکہ زر کا نکالا۔ اور قرص حجرہ میں لے گیا جب افطار ہوا۔ شیخ نظام الدین نے امیر خسرو سے کہا تم بعد افطار کے توقف کرنا۔ گھر میں جانا مصلحت نہیں ہے۔ امیر خسرو حسب ارشاد ٹھیر گئے بعد عشا کے امیر خسرو کو بلایا۔ امیر خسرو نکلے نزدیک ایک غار تھا تاریک شیخ اور امیر خسرو دونوں غار کے اندر گئے ایک شہر دیکھا امیر خسرو حیران ہوئے۔ شیخ نظام الدین اور امیر خسرو بازار گئے تمام خلق شیخ کے پاؤں پر گرتی اور خدمت کرتی تھی۔ امیر خسرو نے کسی سے اس شہر کے آدمی سے پوچھا کہ یہ شہر کون ہے اس نے کہا اے امیر خسرو شیخ نظام الدین کے برابر رہتا ہے

اور نہیں جانتا کہ کون شہر ہے۔ امیر خسرو نے کہا میں نہیں جانتا۔ اس مرد نے کہا یہ وہ شہر ہے کہ اس کا حاصل شیخ نظام الدین کی کنہ وری میں خرچ ہوتا ہے۔ بعدہ شیخ نظام الدین وہاں سے پھرے۔ شیخ نے کہا اے امیر خسرو ہم کو خدا تعالیٰ غیب سے روزی پہنچاتا ہے امیر خسرو شرمندہ ہوئے اور پاؤں پر گرے اور کہا اے شیخ معاف کیجئے۔ شیخ نظام الدین نے کہا میں نے بخشا؛

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایت میں کہ ایک بار ایک شخص نے شیخ نظام الدین سے عرض کی۔ کہ جب ذکر شیخ کا ہوتا ہے۔ شیخ رکن الدین مولانا نظام الدین کہتے ہیں۔ شیخ نظام الدین نے کہا میں کیا کروں۔ عرش پر شیخ رکن الدین کو مخدوم شیخ رکن الدین لکھا ہے۔ میں کیسے خلاف کروں۔ اُس نے کہا شیخ رکن الدین کو کیوں مولانا کہتے ہیں۔ شیخ نظام الدین نے کہا جس جگہ کہ نام مجھ ضعیف کا لکھا ہے اگر شیخ رکن الدین دیکھتے ہیں یہی کہتے ہیں جو لکھا ہے۔ مخدوم جہاں حسام الدین نے اس اثنا میں کہا۔ کہ شیخ نظام الدین کو قطب کر کے لکھا ہے۔ ایک بار نزدیک وفات کے شیخ نظام الدین نے دو وصیت کی تھیں۔ ایک یہ کہ میرے جنازہ کی نماز کی امامت شیخ رکن الدین کریں۔ دوسرے یہ کہ میرے جنازہ کے آگے مطرب سرود کہیں۔ ناگاہ شیخ رکن الدین دہلی سے آئے۔ اور امامت کی بعدہ جنازہ اٹھایا۔ مطرب چاہتے تھے کہ سرود کہیں شیخ رکن الدین نے منع کیا کہ فتنہ قائم ہوگا؛

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایت میں کہ ایک دن شیخ نظام الدین نے دروازے کے کیواڑ دے دیئے تھے اور کہا کوئی گھر میں نہ آوے۔ امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے خبر پائی کہ آج ایسا حکم ہوا ہے شیخ کے دروازہ کے آگے آئے کوئی دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ امیر خسرو درخانہ کی دیوار کی طرف کہ حضرت شیخ مشغول تھے۔ شیخ کیا دیکھتے ہیں کہ امیر خسرو کھڑا ہے۔ شیخ نے تفنن شروع کی یاروں نے آواز شیخ کی تفنن کی سُنی۔ آپس میں کہا کہ شاید کوئی اندر آیا ہو۔ تختہ در کا کھول دیا؛ در آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ امیر خسرو کھڑے ہیں یاروں نے کہا کہ امیر خسرو باہر کھڑا ہے۔ اس پر شفقت بہت ہے۔ امیر خسرو گیا۔ ور شیخ کے پاؤں پر گرا۔ کہ معاف کیجئے۔ مجھ سے تقصیر ہوئی ہے۔ شیخ نے کہا کہ معاف کیا۔ سر اٹھاؤ۔ امیر خسرو نے کہا کہ سر نہ اٹھاؤں گا۔ جب تک شیخ نہ فرماویں کہ کیا کرتے تھے۔ پھر تفنن شروع کی۔ یاروں نے کہا کہ اتفاقاً امیر کو معلوم ہوا۔ سر نہ اٹھے دیکھی

ذکر مناقب شیخ المشائخ نصیر الحق والشرع والدین محمود رضی چراغ دہلوی

سید السادات شیخ جلال الدین مخدوم جہانیاں بخاری قدس سرہ سے سراج الہدایت میں نقل ہے کہ ایک وقت شیخ نظام الدین کی مجلس میں ایک شخص نے عرض کی۔ کہ آپ کے خلفاء میں بزرگ کون ہے شیخ نے سکوت فرمایا بعد تھوڑی دیر کے مولانا نصیر الدین محمود کہ نسخہ اصل کے موافق ہے۔ وہ مرد چپ رہا۔ اور آگے ذکر نہ کیا ؛

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے سراج الہدایت میں کہ ایک بار شیخ نظام الدین کے آگے برادر شیخ نصیر الدین نے عرض کی کہ برادر ضعیف مولانا نصیر الدین محمود نزدیک ہے کہ تلف کیا جائے۔ بندگی شیخ نظام الدین نے کہا کہ کس سبب سے تلف کیا جائے برادر مولانا نصیر الدین نے کہا۔ کہ افطار مولانا نصیر الدین کا تمہارے دین پر پہنچے ہے خادم شیخ نظام الدین کا کھڑا تھا۔ کہا برادر مولانا راست کہتا ہے۔ خادم نے کہا۔ کھانا کہ کندوری میں آگے مولنا نصیر الدین کے رکھتا ہوں پھر ویسا ہی اٹھا لیتا ہوں وقت افطار کے شیخ نظام الدین نے شیخ نصیر الدین کو بلایا۔ دو قرص معہ سری اور دو سیر حلوا دیا اور کہا سب کھا جا۔ شیخ نصیر الدین کہتے تھے مجھ کو دشوار ہوا۔ چونکہ میں ضعیف ہو گیا تھا کہ کیونکر کھاؤنگا۔ پھر شیخ نصیر الدین کے دل میں گذرا کہ زبان مبارک سے نکلا ہے سب کھا جانا شیخ نظام الدین کے پاس کھا بعد ہر دوگانہ ایک لقمہ کھاتا تھا۔ آخر شب تک دونوں قرص اور حلوا کھا لیا شیخ نظام الدین کی ولایت کی برکت سے کچھ نہ ہوا ؛

نقل ہے کہ جب شیخ نصیر الدین کے اٹھارہ چھریاں ماریں۔ کسی نے کہا کس سبب سے ماری ہیں شیخ نصیر الدین نے کہا مجھ کو مار سکتے ہیں کہ مجھ سے رات مسواک فوت ہوئی تھی۔ اس شومی سے مارا ہے۔ کوئی مرد کہتا ہے اسے نصیر الدین مسواک تو نے فوت کی۔ مخدوم جہانیاں اس حکایت کے اثناء میں فرماتے تھے۔ کہ اولیاء خدا کو ایک مستحب کی ترک سے پکڑ لیتے ہیں۔ جیسا کہ دوسروں کو ترک فرض سے گرفتار کرتے ہیں ؛

نقل ہے کہ ایک بار قاضی فخر الدین بجنوری واسطے ملاقات شیخ نصیر الدین

کے آئے ۔ قاضی فخرالدین نے کہا ۔ اے مخدوم نہ ظالم تم سے کیا چاہتا ہے شیخ نصیرالدین نے کہا اے مولانا مجھ سے وہی چاہتا ہے ۔ کہ شیخ نظام الدین سے دیکھا ہے ۔ احمق اس قدر نہیں جانتا کہ مرد زمانہ کے اندازہ پر اٹھتا ہے ÷

نقل ہے کہ ایک بار سلطان محمد حاکم نے شیخ نصیرالدین کو ستایا تھا ۔ مخدوم قاضی فخرالدین نے جب سُنا ہندوستان سے بے ذوق ہو کر گئے اور شیخ نصیرالدین سے ملاقات کی ۔ قاضی فخرالدین نے کہا اے مخدوم اس کے کام میں ظالم نہ ہو گئے الغرض اس کو سزا دینا چاہی ۔ شیخ نے فرمایا ۔ اے مولانا فخرالدین ایک رات بشریت کے کام میں تھی ۔ ناگاہ آخر شب مجھ کو خواب آئی ۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قطب العالم شیخ نظام الدین فرماتے ہیں ۔ اے مولانا نصیرالدین سلطان محمد کھینچا گیا ہے ۔ میں نے دعا کو ہاتھ اٹھائے ۔ اور غضب سے شیخ نظام الدین کے ڈرتا تھا ۔ دعائے مدد کی ۔ شیخ حسام الدین نے اثنائے حکایت میں فرمایا کہ سلطان محمد اعتقاد رکھتا تھا ÷

نقل ہے کہ شیخ نظام الدین بھانجے شیخ نصیرالدین کے کہتے تھے ۔ ایک بار میں بعد نماز عشا کے شیخ کے پاس سے لوٹا ۔ ناگاہ آدھی رات کے قریب ایک مرد شیخ کی ملاقات کو آیا تھا ۔ میں گیا تاکہ شیخ کو خبر کروں ۔ کیا دیکھتا ہوں بوریا مجا میں بلندی چاہتا ہے ۔ میرے دل میں گذرا ۔ شاید بوریئے کے نیچے شیخ ہوں ۔ جب بوریا اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ غلطیدہ ہیں ۔ شیخ اٹھے اور کہا مولانا زین الدین کہتا ہے کہ میرے دل میں گذرا کہ فقیران علم بوریا اوپر کھینچے ہیں تو بھی ایک ساعت میری موافقت کی خاطر بوریا اوڑھ تاکہ قیامت کے دن اجر فقیر کا پاوے ۔ شیخ زین الدین حیران ہو گئے ÷

نقل ہے جامع العلوم ملفوظ حضرت مخدوم جہانیاں تصنیف سید علاؤالدین سے بتاریخ ۲۲ رمضان روز دوشنبہ بندہ خدمت میں حاضر تھا ۔ شیخ رکن الدین کے اوصاف میں ذکر ہو رہا تھا ۔ شیخ نصیرالدین نے فرمایا ۔ دعا گو مدینہ مبارک میں روضہ مقدسہ حضرت نبوی صلوات اللہ علیہ وآلہ میں سلام کہتا تھا ۔ شیخ مدینہ عبداللہ مطری رحمتہ اللہ علیہ دعا گو کا ہاتھ پکڑ کر طرف پایان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ۔ اور کہا یہاں سلام پڑھ کہ وہ مقام شیخ رکن الدین اور شیخ نصیرالدین کا ہے ۔ وہاں انھوں نے سلام پڑھا پھر بعد اس کے خانہ کعبہ میں نزدیک مصلے

شیخ محمود نصیر الدین کے عبد اللہ یافعی شیخ مکہ نے دعاگو سے کہا۔ اور دوسری جگہ بتائی۔ دعاگو دونوں مصلّوں کے پیچھے مشغول ہُوا۔ اِن کے مصلّوں پر قدم نہ رکھا میری کیا مجال تھی جو ایسا کرتا۔ شیخ عبد اللہ یافعی اور دیگر مشائخ نے مجھ کو دعاوی کر اب نگاہ رکھا۔ بعد ازاں دونوں کے پیچھے میں مشغول ہُوا۔ شیخ رکن الدین نے وفات پائی تھی اور شیخ نصیر الدین زندہ تھے ایک رات شیخ نصیر الدین کو میں نے دیکھا۔ مجھ سے منع فرمایا کہ میری حیات میں کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اسی طرح جمعہ اور پیر کی رات کو حاضر ہوتے تھے فرمایا کہ کتاب میں ہے کُلّ من صحبتہ لا ینبغی یکون بلیلۃ الجمعۃ و لیلۃ الاثنین فی المکۃ المبارکۃ والمدینۃ المشرف۔ یعنی جس کو صحبت صحو سنت کی ہو وہ جمعہ کی اور پیر کی رات مکہ اور مدینہ میں جاتا ہے اور پھر آتا ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا میری اولاد بہ صحبت ولایت مکہ سید عنقریب ہے ؛

نقل ہے مخدوم جہانیاں سے جامع العلوم میں کہ شیخ نصیر الدین نے وفات پائی ماہ رمضان میں۔ دعاگو چلہ میں معتکف تھا۔ اسی روز شیخ عبد اللہ مطر گذرے اور میرے پاس آئے مسجد کے حجرہ میں۔ اور سلام کیا۔ مجھے پہچانا کہ شیخ عبد اللہ مطری ہیں۔ میں نے اکرام کیا اور جواب سلام کا دیا۔ شیخ جو پارسی نہیں جانتے تھے۔ عربی زبان میں کہا۔ یاب الشیخ قطب الہند الیوم دانا جی فی الصلوٰۃ جنازۃ و انت معتکف اغلق الباب وصل صلوٰۃ جنازۃ ولا تخرج و الا اذہب بک۔ یعنے شیخ مدینہ نے کہا آج قطب الہند نے انتقال فرمایا یعنی شیخ نصیر الدین نے اور میں مدینہ سے آتا ہوں اُن کے جنازہ کی نماز کے واسطے اور تم معتکف ہو باہر آنا روا نہیں ورنہ میں لے جاتا۔ تم مسجد میں ہو ورنہ میں تم کو لے جاتا اور جا کر نماز جنازہ ادا کی۔ وفات شیخ نصیر الدین کی بتاریخ ۱۵ ماہ رمضان ہوئی ہے سبحان زہے کرامت اور عظمت مریدان شیخ فرید الحق والدین کی کہ لائق اسرار اور منقم کے ہر کوئی نہیں ہے ؎

اسرار محبت راہبر دلے نبود قابل
در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

ذکر ولادت اور وفات شیخ الاسلام والمسلمین سراج المحققین برہان العاشقین ملک المشائخ شیخ شیوخ العالم فریدالدین گنجشکر قدس اللہ سرہ العزیز کا

میں نے حضرت والد بزرگوار پیر دستگیر شیخ مودود چشتی بدایونی سے سنا ہے کہ ۲۹ شب شعبان کو آنحضرت پیدا ہوئے۔ شام کو جب مطلع صاف نہ تھا۔ رمضان المبارک کے واسطے لوگ متردد تھے۔ باتفاق مجبور شہر کی خلائق آنحضرت کے والد بزرگوار شیخ جمال الدین سلیمان کے پاس جمع ہوئے۔ اور عرض کی کہ کل کے روزہ میں شک ہے اور گواہی بھی نہیں ہوتی ہے۔ حضرت نے فرماتے ہیں۔ کہ آج کی رات اس فقیر کے گھر فرزند تولد ہوا ہے اگر وہ سعادتمند بعد طلوع صبح صادق کے دودھ پیئے گا تو جانا جاوے گا کہ کل رمضان المبارک نہیں ہے ورنہ بتحقیق رمضان ہے۔ جب صبح صادق ہوئی آنحضرت نے یعنی گنجشکر نے دودھ نہ پیا۔ اسی طرح تمام رمضان گذارا۔ اور خلائق دودھ نہ پینے سے روزہ رکھتی رہی۔ پھر دوسری جگہ سے گواہی پہنچی کہ اسی روز غرہ ماہ رمضان کا تھا۔ دوسرے ماہ رمضان کو بھی اسی طرح دودھ نہ پینے سے جانا

نقل ہے کہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الحق والدین فرماتے تھے۔ کہ شیخ الشیوخ قدس سرہ کو سختی چند کی ہوئی۔ کہ اس سبب سے نقل فرمائی۔ سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ تم وقت نقل کے حاضر تھے۔ آپ نے چشم پرآب کی اور فرمایا۔ کہ اخیر ماہ شوال میں مجھ کو دہلی بھیجدیا تھا۔ اور آپ کی نقل پانچویں ماہ محرم کی تھی۔ وقت رحلت کے مجھ کو یاد کیا لوگوں نے کہا دہلی میں ہیں اور گنجشکر بھی وقت رحلت قطب المشائخ کے حاضر نہ تھے۔ ہانسی تھے۔ سلطان المشائخ یہ حکایت فرماتے تھے اور روتے تھے۔ چنانچہ سب حاضرین بھی روتے تھے اور فرماتے تھے کہ پانچویں شب ماہ محرم کو شیخ پر زحمت غالب ہوئی۔ عشا کی نماز جماعت سے ادا کی۔ بعد ازاں بیہوش ہوگئے بعد ساعت کے پھر ہوش آیا۔ پوچھا کہ نماز عشا کی میں نے پڑھ لی۔ سب نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ [illegible] نماز اور ادا کرلوں۔ کیا جانے کیا ہو۔ دوسری بار ادا کی۔ پھر بیہوش ہوئے۔ جب ہوش آیا پوچھا کہ میں نے نماز ادا کرلی۔ عرض کیا۔ کہ

دو بار ادا کی۔ فرمایا کہ ایک بار اور ادا کر لوں۔ کیا جانے میتسر ہو یا نہ ہو۔ تیسری بار پھر ادا کی۔ سیر العارفین میں مذکور ہے۔ کہ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ مولٰنا نظام الدین دہلی میں ہے۔ میں بھی وقت رحلت اپنے خواجہ کے حاضر نہ تھا۔ اور آہستہ بدر الدین اسحاق کے کان میں فرمایا۔ کہ میری نقل کے بعد میرا جامہ جو حضرت قطب الملۃ والدین سے ملا ہے۔ نظام الدین کو پہنچانا یہ کہا اور پانی واسطے تجدید وضو کے طلب کیا اور وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا اور سجدہ میں گئے۔ چنانچہ اسی سجدہ میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؂

نقل ہے سلطان المشائخ سے کہ جب قطب العالم رحمت حق سے ملے۔ آسمان سے آواز آئی کہ دوست دوست سے مل گیا اور اپنے مقام کو پہنچا۔ جونہی حضرت سلطان المشائخ اس حرف پر پہنچے۔ ایسا روئے کہ بے ہوش ہو گئے اور آپ کے اصحاب بھی روئے اور یہ بیت پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

سیر الاولیا سے نقل ہے اس کتاب کا مصنف اپنے والد سید مبارک ابن سید محمد کرمانی سماعداد سے کہتا ہے کہ جب شیخ گنجشکر رحمت حق سے ملے اور مقام مقصد صدق میں قرار پایا۔ غسل دیا۔ اور جنازہ پر ڈالنے کی چادر مانگی۔ میری والدہ کہتی تھیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ سید محمد کرمانی اس بندہ کے دادا جلدی سے گھر میں آئے اور ایک چادر لے گئے۔ وہ اوپر شیخ گنجشکر کے ڈالی۔ اور آپ کے فرزندوں کا یہ اتفاق تھا۔ کہ اجودھن کے حصار کے باہر جہاں شہدا ہیں وہاں دفن کریں۔ اس نیت سے حصار کے باہر لائے۔ اسی اثناء میں خواجہ نظام الدین آپ کے پسر کے ہمراہ سلطان غیاث الدین بلبن کے قصبہ پٹیالی میں تھے۔ اور قصہ ان کے پہنچنے کا یوں تھا۔ کہ انہوں نے موضع مذکور میں خواب دیکھا۔ کہ حضرت شیخ مجھ کو اپنی خدمت میں بلاتے ہیں۔ اس کی صبح کو خواجہ نظام الدین رخصت ہوئے۔ اور اجودھن کو روانہ ہوئے۔ اتفاق سے سی رات شیخ نے نقل فرمائی۔ اجودھن پہنچے۔ لیکن دروازہ حصار کا بند تھا۔ رات کو حصار باہر رہے۔ اس رات کو شیخ نے رحلت فرمائی دوسرے روز تب آیا۔ لیکن کیا فائدہ کہ ملاقات نہ ہوئی۔ جب صبح ہوئی اٹھے۔ اندر حصار کے

آویں۔ دروازہ کے نزدیک پہنچے تھے کہ جنازہ شیخ کا باہر لائے۔ الغرض بھائیوں سے پوچھا کہ کہاں دفن کروگے۔ سب نے کہا کہ حصار کے باہر شہیدوں کے نزدیک کیونکہ حضرت شیخ اکثر وہاں مشغول رہتے تھے۔ اور مردوع مقام ہے۔ خواجہ نظام الدین نے کہا کہ اگر تم شیخ کو حصار کے باہر دفن کروگے تمہارا کوئی اعتبار نہ کرے گا جو شیخ کی زیارت کو آوے گا سب باہر زیارت کریں گے اور چلے جائیں گے پھر نماز جنازہ بھی باہر ادا کی۔ اور باتفاق اُس عاشق مولا کو پھر اندر حصار کے لائے۔ اور اس مقام میں کہ اب مدفون ہیں دفن کیا۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک مرد خدمت میں شیخ گنجشکر کے آیا۔ اور کہا اگر فرمان ہو حجرہ مسکینوں کے واسطے جو باہر سے پانی اور لکڑی لاتے ہیں۔ خشت سے بناؤں۔ شیخ نے فرمایا کہ سات برس سے مسعود بندہ نے نیت کی ہے کہ اینٹ پر اینٹ رکھے۔ القصہ اُس مرد نے شیخ کی اولاد کو آمادہ کیا کہ حجرہ میں ویسا ہی ہوا۔ لیکن بعد نقل شیخ کے حجرہ کو خراب کیا۔ اور روضہ منبر کہ وہیں ہے سلطان المشائخ نے فرمایا کہ واسطے لحد شیخ الشیوخ العالم کی خشت خام کی حاجت ہوئی جو موجود نہ تھی۔ گھر میں شیخ کے خشت خام لائے تھے۔ وہ لحد میں لگی۔ طیب اللہ مرقدہ وجعل حظیرۃ القدس مثواہ۔ سلطان المشائخ سے پوچھا۔ کہ عمر شیخ گنجشکر کی کتنی تھی۔ فرمایا پچانوے سال اور نقل کے وقت یہ سخن فرماتے تھے یا حی یا قیوم۔ وفات شریف حضرت کی ۶۶۴ھ میں واقع ہے۔ پانچویں محرم روز سہ شنبہ۔ چنانچہ بعض نے عزہ تاریخ لکھی ہے۔ فرید عصری۔ اولیائے خدا۔

سلطان المشائخ نے فرمایا۔ کہ اوّل شیخ سعد الدین حمویہ نے نقل کی اور تین سال بعد بہاؤالدین زکریا نے۔ اور پھر بعد تین سال کے شیخ شیوخ عالم فرید الحق والشرع والدین گنجشکر قدس سرہ نے بعد تین سال کے ابوالغیث یمنی نے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ اچھا وقت تھا کہ یہ پانچ بزرگوار حیات تھے شیخ گنجشکر۔ شیخ ابوالغیث یمنی۔ شیخ سیف الدین باخرزی۔ شیخ سعد الدین حمویہ۔ شیخ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ ارواحہم اجمعین ؎

شیخ عالم فرید ملت و دین | شیخ ابوالغیث و شیخ سیف الدین
شیخ سعد حمویہ شیخ بوقت | شیخ صاحب اثر بہاؤالدین
بود ہر پنج پیر دریک عصر | ہمہ یکتا و مقتدائے دین

یا شیخ غوث الاعظم اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات یا شیخ فرید الحق
والشرع والدین بن مسعود اجودھنی قدس اللہ سرہ العزیز اقض حاجتی بحرمۃ النبی و آلہ
الامجاد و اصحابہ الاخیار الکبار اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین یا غوث الاعظم اغثنی
و امددنی فی قضاء حاجتی یا شیخ فرید الدین اقض حاجۃ العبد المذنب بحرمۃ النبی و آلہ و اصحابہ
و بحرمۃ خواجگان چشت اہل بہشت برحمتک یا ارحم الراحمین آمین - آمین - آمین ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی بحرمۃ شیخ فرید قدس اللہ سرہ العزیز خواجہ فرید مولانا فرید درویش فرید
مسکین فرید حاجی فرید قاضی فرید غازی فرید سیاح فرید شاہ فرید بابا فرید حسنی
فرید اجودھنی فرید قطب العالم فرید شکر گنج فرید صاحب فرید خادم فرید مخدوم
فرید مفتقر فرید مفتخر فرید ولی فرید سخی فرید حبیب اللہ فرید مقبول اللہ فرید
نور اللہ فرید نار اللہ فرید شیخ اللہ فرید رحمۃ اللہ فرید کرم اللہ فرید ولی اللہ فرید
نظر اللہ فرید حجت اللہ فرید فضل اللہ فرید اولیاء اللہ فرید محیط اللہ فرید واصل
اللہ فرید عبد اللہ فرید سر اللہ فرید روح اللہ فرید صبغۃ اللہ فرید لطف اللہ فرید
صنعۃ اللہ فرید اولیا فرید اتقیا فرید اصفیا فرید شیخ یحیی و میت فرید شیخ الاسلام
فرید فقیر فرید غریب فرید متوکل فرید منکسر فرید متقی فرید عابد فرید زاہد فرید
ہادی فرید مہدی فرید موحد فرید موجد فرید عالم فرید عامل فرید صابر فرید شاکر
فرید عاشق فرید عزیز فرید صادق فرید عارف فرید صافی فرید صوفی فرید خالص
فرید مخلص فرید شاہجہان فرید شیخ الزمان فرید قطب الاقطاب فرید غوث فرید
مغیث الحق فرید محقق فرید مدقق فرید مرشد فرید خوندکار جہان فرید خواجہ
جہان فرید حجۃ الحق فرید فرید الحق فرید متقی فرید متدین فرید مخدوم فرید حاجی
الحرمین فرید امام الثقلین فرید شمع الاعظم فرید پیر پیران فرید غوث الثقلین فرید
شیخ الثقلین فرید اول فرید آخر فرید ظاہر فرید باطن فرید نصیر الدین فرید قریب الدین فرید
محبوب الحق فرید بر فرید بحر فرید خشکی فرید تری فرید منبع فرید سلطان فرید برہان فرید
خواجہ فرید خواجہ عالم فرید سلطان المشائخ فرید شیخ الشیوخ عالم فرید نظام الدین فرید
کمال الدین فرید جلال الدین فرید بدر الدین فرید محرم اسرار فرید منبع آثار ربانی فرید
واصل فرید فاضل فرید ناصر فرید حافظ فرید سالک فرید مالک فرید کامل فرید حامد
فرید حق فرید وکیل فرید مہر فرید حمید فرید محمود فرید مسعود فرید قاسم فرید موجود فرید

مسعود فرید دم فرید قدم فرید ہر دم فرید فرید الدین فرید فرید الدہر فرید فرید الحق فرید شکر گنج مسعود اجودھنی فرید معشوق اللہ فرید غوث اللہ فرید غوث الدہر فرید سراج المحققین فرید برہان العاشقین فرید محیط العارفین فرید شیخ الاسلام والمسلمین فرید شمس العالمین فرید خرق العادات فرید محی القلوب العادات فرید غوث الاعظم فرید مصح العلوم السالکین فرید صاحب الولایات فرید وارث العالم فرید قطب الحق والشرع والدین فرید اللہم اغفرلنا وارحمنا وانت خیر الراحمین ؎

حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز زبان دربار سے فرماتے ہیں ؎

پیر من پیر لیست مولنٰا فرید
مثل او در دہر مولنٰا فرید

اسی باب میں امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

گر زبہر ترک ترکم ارہ برتارک نہند
ترک تارک گیرم واما نگیرم ترک ترک

ایں بیت از زبان مبارک امیر خسرو ؎

قصہ پیران ما چوں قصص الانبیا است
ذکر مریدان او تذکرۂ اولیا ست

فصل - ۴

بیان حسب اور نسب اور ازواج اور اولاد شیخ بدر الدین سلیمان گنجشکر صاحب سجادہ قدس اللہ سرہ العزیز کا :-

ذکر آنحضرت قدس اللہ سرہ العزیز

سیر الاولیا سے منقول ہے کہ شیخ مشائخ طریقت آفتاب عالم حقیقت یعنی شیخ بدر الدین سلیمان بن شیخ الشیوخ عالم گنجشکر رحمۃ اللہ علیہما بعد وفات حضرت گنجشکر کے سجادہ نشین ہوئے تمام بھائیوں کے اتفاق سے اور سب اہل ارادت حاضر تھے۔ مصنف سیر الاولیا کہتا ہے۔ کہ میں نے اپنے والد سید مبارک محمد کرمانی سے سنا ہے کہ شیخ بدر الدین سلیمان سر منڈائے نہیں رہتے تھے مانگ نکالتے تھے مشائخ چشت کے طریق پر جو دستِ بیعت خلق چشت سے رکھتا وہ طریق اس طرح تھا کہ جب چاہا کہ خواجہ قطب الدین چشتی کو باپ کے سجادہ پر چشت میں بٹھادیں اور خواجہ قطب الدین صغیر تھے۔ دوسرے بزرگ اور اقربا رضامند نہیں ہوتے تھے۔ اور خواجہ علی چشتی کہ چچا خواجہ قطب الدین کے تھے

سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں شہر دہلی میں آئے تھے۔ بزرگان چشت نے دو
خلیفہ صاحب نعمت کو خاندان خلفاء چشت سے ایک خواجہ روزکی بوقت سنی ان کے نام
مبارک کی تکبیر کہتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ دوسرے
خواجہ غورک بوقت سنی ان کے نام مبارک کی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتے تھے۔ واسطے
اس مصلحت اور کھونے سجادہ کیفیت خاندان چشت کی کہ خواجہ قطب الدین کو دیتے
ہیں۔ خدمت میں خواجہ علی کے دہلی میں روانہ کیا چنانچہ یہ حکایت مشہور ہے۔ الغرض
یہ خلیفہ صاحب نعمت جب اجودھن میں پہنچا۔ شیخ الشیوخ عالم فریدالدین کو خبر ہوئی
کہ یہ دو بزرگ خاندان چشت سے آئے ہیں شیخ الشیوخ عالم نے استقبال کیا۔ بزرگ
بزرگ کو تعظیم کے ساتھ اجودھن میں لایا اور ضیافتیں کیں۔ بعدہ مولانا شہاب الدین
اور شیخ بدرالدین سلیمان کو نظر مبارک سے گزرانا اور کہا کہ ان کو آپ کلاہ ارادت پہنائیے
ان بزرگوں نے کہا کہ ہماری کیا جگہ ہے کہ تجھ سے بادشاہ کی نظر میں کلاہ دیں۔
شیخ الشیوخ عالم نے فرمایا کہ ہم یہ نعمت تمہارے خاندان سے رکھتے ہیں میرا مطلوب
یہ ہے کہ کلاہ تمہارے ہاتھ سے پہنیں۔ بعدہ اُن بزرگوں نے کہا کہ جب مخدوم عذر
نہیں رکھتا اور اشارہ ہوتا ہے کلاہ لاویں۔ مخدوم اپنے دست مبارک سے کرے ہم
کو دے۔ پس مولانا بدرالدین اسحٰق نے بحکم اشارت شیخ شیوخ العالم کے کلاہ ان بزرگ
کو دی اور ان بزرگوں نے۔ اور سوائے پانچ روز کے کسی وجہ سے افطار نہ فرماتے تھے
اور آپ کا افطار وقت ایک پہر رات کے ہوتا تھا۔ چند نان روغن کے ساتھ پکتیں
چنانچہ ایک سیر کی آٹھ روٹیاں ہوتیں ان میں سے ہزار حیلہ سے کھاتے تھے ایک پیالہ
دودھ کے ساتھ اور وقت افطار کے سوائے اس کھانے کے حلوا۔ اس وقت بڑے
بڑے وقت سے اور روٹیاں آگے بچتے تھے۔ اس سے کچھ نہ کھاتے سوائے کی
صحنک اس وقت کہ خلق سوتی تھی چند درویشوں کو بھیجتے تھے۔ درویشوں کی طرح
کمزوری کہ وہ وقت بھوک کا نہیں ہوتی تھی اور باقی وقت کا اس سے حصہ ہوتا اور
اگر شیخ شیوخ ان لوگوں کو نہیں آتے۔ درویش درخانہ ان کی سخاوت کے واسطے
کھڑے ہوتے تھے جو صف سے ایثار شروع کرتے ہر ایک کو تین تین غنایت فرماتے
اور چلے جاتے۔ اور اگر ایسا ہوتا کہ کچھ اس کو مل گیا تو اور اپنے مقام سے علیحدہ ہوکر
دوسری جگہ صف میں کھڑا ہوتا اور پیٹ والی سے خبر کرتا میں ایک بار لے چکا ہوں
اس کو دو چند دیتے اگرچہ چند مرتبہ اس نے ایسا کیا ہو اور توبیخ نہ کرتے مقصود

شیخ کا یہ تھا کہ کوئی متاعا عالتجیر نہ ہو۔ اور جو آدمی خدمت خاص میں مشغول رہتے اور جو ظاہر وضو کراتا اور جو کپڑے سیتی تھی اور دھوتی تھی کسی آدمی کی مجال نہ تھی کہ ان پر آسیب پہنچاوے اور اگر کوئی زبردستی یا رنج پہنچاتا خانقاہ سے نکال دیتے تھے اور طہارت اور لطافت کی اس قدر کوشش تھی کہ حد سے زیادہ +

منقول ہے کہ شیخ رکن الدین نبیرہ شیخ بہاؤالدین زکریا شہر دہلی سے ملتان جاتے تھے۔ شیخ شیوخ العالم کی زیارت کو گئے۔ جب روضہ متبرکہ سے نکلے شیخ علاؤالدین سے معانقہ ہوا۔ اور شیخ علاؤالدین نے ملاقات کی۔ شیخ رکن الدین واسطے مصافحہ اور معانقہ کے گئے۔ اور شیخ علاؤالدین کو گود میں لیا۔ اور کہا کہ خداتعالےٰ نے تم کو بھی طاقت بخشی ہے کوئی نہیں جگہ سے ہلا سکتا۔ لیکن مجھ کو چند نفر قرابت کے سبب سے کہ تعلق اُن کے ساتھ دیا ہے کشاں لے جاتے ہیں۔ یہ سخن فرمایا۔ اور راہ ہم رخصت کی۔ جب شیخ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام میں آئے۔ اُسی وقت وہ جامہ اتار ڈالا اور غسل کیا۔ اور دوسرا جامہ پہنا اور سجادہ پر بیٹھے۔ یہ بات شیخ رکن الدین تک پہنچائی گئی اور کہا یہ کیا بزرگی ہے۔ کہ آپ سے پاک نژاد کے معانقہ سے ایسا کیا۔ شیخ رکن الدین نے فرمایا۔ کہ تم مولنٰا علاؤالدین کی قدر کیا جانو۔ وہ جانتا ہے جو ایسا کرتا ہے۔ مجھ سے بوئے دنیا آتی تھی اور وہ آدمی مبرا زندگی کرتا ہے۔ اگر ظلم کے ہاتھ سے شیخ الشیوخ عالم کے روضہ میں آتا مجال نہ تھی۔ کہ کسی مظلوم کو بزور و تعدی روضہ متبرکہ سے نکالتا۔ اگرچہ بادشاہ وقت ہوتا۔ اس بادشاہ دین و دنیا کے خوف سے ڈرتا +

نقل ہے حضرت قطب العالم شیخ محمد بن شیخ ابراہیم بن شیخ فیض اللہ بن شیخ بندگی حضرت تاج الدین محمود صاحب سجادہ حضرت گنجشکر قدس سرہٗ سے کہ جب حضرت سلطان محمد تغلق کہ اس کو ظالم کہتے تھے۔ ایک روز دہلی سے باہر آیا۔ اور چاہا کہ پیروں کے خانوادوں سے مال لے۔ اور پاک پٹن کے جوار میں پہنچا۔ اور اپنے وکلاء کو شیخ علاؤالدین موج دریا کی ملازمت میں بھیجا۔ کہ سب خانوادوں نے مال دیا۔ تم بھی دو۔ حضرت نے فرمایا کہ جو مال خانوادوں سے لے کر آئے ہو۔ ہمارے آگے جمع کرو۔ اُس کے بعد ہم بھی اپنے قدر کے موافق دیں گے۔ وکلاء مذکور نے شیخ کے حکم کے

کے اشارہ پر اسی طرح سے کیا۔ اور سلطان کے آگے گئے اور کیفیت بیان کی بعد ازاں حضرت شیخ علاؤالدین نے فقراء اور مساکین کو بلایا۔ اور فرمایا کہ اے بندگان خدا تعالےٰ یہ مال اُن فقرار سے تمہارے نصیب میں تھا لو۔ درویشوں نے حسب فرمودہ شیخ علاؤالدین ایسا ہی کیا۔ اُس روز سے آنحضرت کا لقب موج دریا پڑا جس راہ سے گذرتے تھے۔ لوگ شیخ علاؤالدین موج دریا کہتے تھے جب یہ سمع میں سلطان محمد تغلق کے پہنچا غضب میں ہوا۔ اور لشکر اور شہانت شاہانہ کے ساتھ شیخ علاؤالدین کی درگاہ میں آیا۔ جب دیکھا کہ شیخ علاؤالدین شرع کے جادہ پر بیٹھے ہیں۔ سلطان مذکور بہت نزدیک ہوا۔ چاہا کہ حضرت شیخ سے مزاحم ہو۔ حضرت نے اپنے دونوں آستین مبارک کو دراز کیا۔ اُن میں سے دو شیر نکلے۔ چاہا کہ سلطان کو پھاڑیں۔ یہ دیکھ کر اپنے فعل سے باز رہا۔ اور سر حضرت شیخ کے پائے مبارک پر رکھا۔ اور توبہ کی۔ آخر اُس کی خوشامد سے حضرت شیخ نے شیروں سے فرمایا۔ کہ اپنی جگہ چلے جاؤ۔ وہ بصورت گربہ ہو کر چلے گئے سلطان مذکور نے ایک تسبیح قیمتی جواہرات کی نذر گزرانی۔ حضرت شیخ نے فرمایا ہم کیا کریں۔ ہم فقیر ہیں۔ واپس لے جاؤ۔ سلطان نے بہت خوشامد کی۔ شیخ نے اُس تسبیح کو خدام کے حوالہ کر دیا۔ اور سلطان سر زمین پر لا کر گر گیا۔ اس اثنا میں ایک پیرزن بے نور نے خدمت میں شیخ علاؤالدین کے عرض کیا کہ ہم بھوکے ہیں اور خراب حال رہتے ہیں۔ آج بادشاہ آیا تھا۔ کچھ فتوح گزرانی ہے وہ ہمارا حصہ کرو۔ حضرت شیخ نے خادم کو بلایا۔ اور فرمایا کہ وہ تسبیح جو سلطان نے نذر کی ہے لاؤ۔ جب وہ لائے تو شیخ نے پیرزن کو دیدی۔ اور فرمایا یہ تسبیح لے جا تیرا کام ہو جاویگا۔ اس پیرزن نے کہا اور بھی فتوح گذرانی ہوگی۔ فرمایا خیر یہی فتوح ہے لے اور جا۔ آخر وہ پیرزن۔ اُس تسبیح کو بازار لے گئی۔ اس اثنار میں خبر سلطان کو پہنچی۔ کہ اُس تسبیح کو ایک بڑھیا بیچتی ہے۔ سلطان نے ایک آدمی بھیجا کہ اتنے ہزار ٹکہ لے جاؤ اور بڑھیا کو دیکر تسبیح لاؤ۔ جب وہ آدمی پہنچا۔ اور چند ہزار ٹکہ اسکو دیتے جاتا کہ میں نے خوب قیمت پائی۔ وہ تسبیح قیمتی تھی فوراً اُس بڑھیا نے وہ تسبیح بادشاہ کے آدمی کو دیدی۔ وہ سلطان کے آگے لے گیا سلطان نے لے کر اپنے گھر رکھی۔ اور اپنا آدمی شیخ کی ملازمت میں بھیجا۔ اور کہا کہ اس تسبیح کو ایک لحظہ عنایت فرمایئے دیکھ کر پھر بھیجدونگا۔ جب سلطان کا آدمی شیخ کی خدمت

میں پہنچا۔ اور یہ بات۔ عرض کی حضرت شیخ نے اشراق باطن سے جانا۔ کہ ہم کو واسطے
آزمانے کے سلطان نے آدمی بھیجا ہے۔ آخر الامر شیخ علاؤالدین نے اپنی نظر مبارک
سلطان کے آدمی پر ڈالی اور فرمایا کہ حجرہ کے اندر جا اور اپنی تسبیح بچان کر لے جا
وُہ جب حجرہ کے اندر گیا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس کی مثل بلکہ اس سے بہتر بہتر ہزارہا
سونے کے کیلوں میں لٹکتی ہیں حیران ہوگیا اور نکلکر شیخ کے پاؤں پر گرا اور جا
کر جو دیکھا تھا بادشاہ کے آگے عرض کیا جب سلطان نے یہ کرامت شیخ کی دیکھی
ننگے پاؤں آیا اور الحاح اور تضرع کیا۔ اور پاک عقیدہ پیش کیا۔ اور مرید ہوُا
اُس روز ایک خدا کے پرستندوں سے ہوا۔ اور چند سال شیخ کی خدمت میں رہا
جب حضرت شیخ نے اس کی صلاح دیکھی۔ ایک رُومال اپنا عنایت کیا۔ اور فرمایا
کہ جب نماز فجر کی کرے۔ اس کے بعد اس رومال کو اپنی آنکھوں پر رکھ۔ بعض
سر مخفی کہ اُس پر تجھ کو دخل نہیں ہے۔ حق سُبحانہ کی عنایت سے مکشوف ہونگے
اُس کو عدل کے ساتھ پہنچا تا سلطان نے اُس رومال مبارک سے ہزار ایسی
کرامتیں کرنی شروع کیں۔ ایک روز سلطان تخت پر بیٹھا تھا۔ ایک بڑھیا کا لڑکا
ایک عورت پر فریفتہ تھا۔ جب وہ مری اُس کو دفن کیا۔ وہ شخص اس جگہ کہ اُس
کو دفن کیا تھا رات میں قبرستان کو گیا۔ اور اس عورت کی قبر کھودی۔ اور اُس کے
صندوق کو شگافتہ کیا۔ اور اُس کو نکالا۔ اور اُس کے ساتھ فعل ناپسندیدہ کرنا
شروع کیا۔ عورت نے اپنا سیدھا ہاتھ آگے رکھا۔ اس مرد نے اُس کو کاٹ لیا
بعد ازاں اُلٹا ہاتھ رکھا۔ اُس نے اس کو بھی کاٹ ڈالا۔ پھر فعل بد کیا یہ معاملہ
سلطان پر مکشوف ہوُا۔ فی الحال اپنے آدمی دوڑائے۔ کہ فلاں فلاں شہر میں
جاؤ۔ اور اُس شخص کو باندھ کر لاؤ۔ جب آدمی پہنچے دیکھا کہ ویسا ہی کیا ہے حیران
ہوگئے۔ اس کو باندھ کر بادشاہ کے رُو برو لائے۔ سلطان نے فرمایا کہ اس کے
دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹو۔ ویسا ہی کیا۔ آخر اُس کی ماں بادشاہ کے آگے آئی
اور کہا کہ تو آپ کو عادل کہتا ہے اور ایسا ظلم کرتا ہے۔ بادشاہ نے کہا۔
میں نے عدل کیا ہے۔ اپنے لڑکے سے پُوچھ سچ ہے یا جھوٹ۔ وُہ بڑھیا اپنے
لڑکے کے آگے گئی۔ اور حال معلوم کیا اور پھر لوٹی۔ اُس روز سے نام اُس کا سلطان
محمد تغلق عادل ہوُا۔ بعد ازاں سلطان مذکور خدمت میں شیخ علاؤالدین کے آیا اور عرض
کی۔ کہ میں خواہش رکھتا ہوں کہ ایک گنبد حضرت کے واسطے بناؤں۔ حضرت نے فرمایا

دہلی نہیں۔ جب میں عالم فانی سے طرف عالم باقی کے جاؤں جس کو توفیق ہوگی
بنا دیگا۔ سلطان رخصت ہوا۔ اور دہلی کی طرف گیا۔ بعد چند مدت کے حضرت
شیخ رحمت حق سے ملے۔ اور یہ خبر سلطان محمد تغلق کو جو مرید تھا پہنچی۔ فوراً اپنے
دو غلام کر قبولا اور بشارتا نام تھا مقبرہ مقدسہ منورہ بنانے کو بھیجے کہ حضرت شیخ
شیوخ عالم کے جوار میں گنبد عالی راست کریں۔ حضرت شیخ کے دو بڑے
لڑکے تھے صاحب عظمت اور کرامت بعد واقعہ کے شیخ کے اشارہ سے حضرت
معزالدین بجائے پدر شیخ فریدالحق والشرع والدین کے مقام میں بیٹھے اور
شیخ علم الدین بھی ظاہر اور باطن آراستہ تھے۔ سماع میں ذوق تمام رکھتے تھے
حافظ کلام ربانی کے تھے۔ سلطان محمد تغلق بہت احترام کرتا تھا۔ اور شیخ الاسلام
ہندوستان کی بادشاہت کرتا تھا۔ وفات شیخ علاؤالدین موج دریا قدس سرہ
العزیز کی غرہ ماہ شوال کو تھی۔ اور مدت خلافت بیس سال تھی ؎

خوشا وقتے و خورم روزگارے　　　　که یارے برخورد از وصل یارے

زہے عظمت اور کرامت کہ لائق ہر کوئی اس مقام کے نہیں ہے ؎

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل　　　　دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

ذکر اولاد بندگیحضرت علاؤالحق والشرع والدین موج دریا کا

کہ بیٹے بندگی حضرت بدرالدین سلیمان کے تھے +

ذکر صاحب سجادہ قدس سرہ العزیز کا

جاننا چاہیے کہ شیخ علاؤالدین کے دو لڑکے تھے۔ اول لڑکے شیخ معزالدین
کہ شیخ فریدالدین کے سجادہ کے شرف سے مشرف ہوئے۔ دوسرے شیخ علم الدین
کہ ان کی اولاد ملک گجرات میں شیخ مسعود بن شیخ حسن بن شیخ بدھ بن شیخ حسین بن
شیخ سلیمان بن شیخ داؤد بن خوند بن شیخ بدھ بن بندگی حضرت شیخ رکن الدین کان شکر
بن سلیمان بن حضرت شیخ علم الدین مذکور +

ذکر حسب اور اولاد اور تاریخ وفات بندگیحضرت شیخ معزالدین بن علاؤالدین قدس سرہ

میں نے زبان سے والد بزرگوار پیر دستگیر قطب الاولیا شیخ مودود محمد چشتی

بھدالوی سے سُنا ہے کہ حضرت شیخ معزالدین بڑے لڑکے علاؤالدین کے ہیں اور خلیفہ عظام ہیں۔ سیرالاولیا سے نقل ہے۔ کہ شیخ معزالدین کہ صاحب کرامات اور مقامات اور شیخ زادہ معظم اور مکرم علم کرامت اور متانت میں بہت تھے۔ جو سماع میں اُن کا روئے مُبارک دیکھتا تھا۔ تحقیق جانتا تھا۔ کہ دُودمان کرامت اور بزرگی سے ہیں۔ اور شیخ معزالدین نے علم کی تحصیل مولانا کابلی کے آگے کی تھی اور دین و دنیا میں حظ کامل رکھتے تھے۔ اور بجائے پدر کے شیخ شیوخ العالم فریدالحق والشرع والدین کے مقام میں بیٹھے اور سخاوت کا دروازہ خدائیتعلٰے کے بندوں پر کھولا۔ بعد چند روز کے سلطان محمد تغلق نے دہلی میں بلایا۔ بعد تعظیم اور تکریم بواجب کے فرمایا کہ ہمارے آگے امور مسالک کو پرداخت پر پہنچایا کہ الدین والملک تو امان بعدۂ اس بادشاہ کی رائے ہوئی۔ کہ گجرات کی دیار شیخ کے حوالہ کرے۔ شیخ معزالدین گجرات میں گئے۔ آخرکار تقدیر الٰہی ظالموں اور باغیوں کے ہاتھ سے شہادت پائی۔ اور شیخ معزالدین نے پاک پٹن میں اپنے پیروں کے اشارہ سے شیخ شیوخ کے سجادہ پر لڑکے کو یعنی شیخ فاضل کو بٹھلایا تھا مرقد شیخ معزالدین کا گجرات میں ہے۔ اور آج تک اُن کے روضہ کی برکت سے خلائق فیض اٹھاتی ہے۔ اور اُن کی نعش مبارک وہاں سے لاکر پاک پٹن میں شیخ علاؤالدین کے گنبد میں دفن کی ہے۔ تاریخ شہادت ۱۷ ماہ محرم ہے۔ مدت خلافت شیخ معزالدین کی ۱۶ سال۔ شیخ معزالدین مذکور کے دو لڑکے تھے اوّل قطب العالم شیخ فضیل صاحب سجادہ۔ دُوسرے شیخ صدرالدین۔

ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور شیخ فضیل قدس سرہٗ

والد بزرگوار شیخ مودود چشتی کی زبان سے سُنا ہے کہ شیخ فضیل بڑے لڑکے خلیفہ شیخ معزالدین کے ہیں۔ چنانچہ سیرالاولیا سے نقل ہے کہ شیخ زادہ معظم افضل الدین آج بجائے اجداد کے شیخ گنجشکر کے مقام میں بیٹھے ہیں اور صُورت اور سیرت آبا اور اجداد میں۔ بنایت اس سجادہ معظم کی اور طریق اپنے سلف کا ادا کرتے ہیں۔ اور نہایت مشغول اور نہایت برکت اور تجرید میں کوشش کی ہے۔ در مقبول خوب ہوئے اور سخاوت کا دروازہ کھولا۔ اور معتقد اس خاندان کرامت کے امیدوار ہیں۔ کہ حق تعالٰے اُن کی برکت کار دینی اور دنیاوی برلاتا ہے۔ شیخ فضیل صاحب

نعمت اور کرامت تھے۔ جو آپ کی نظر مبارک میں آتا مقبول کونین ہوتا۔ آپ کی وفات ۲۹۔ ماہِ رجب ہے اور سترہ برس سجادہ خلافت پر بیٹھے۔ جب وقت شیخ کا آخر پہنچا۔ حضرت گنجشکر کی جانشینی اپنے لڑکے شیخ منور کے سپرد کی۔ شیخ فضیل کے دو لڑکے تھے۔ اول شیخ الاسلام شیخ منور صاحب سجادہ۔ دوسرے شیخ سعد الدینؒ

ذکر حسب اور وفات اور مدت خلافت شیخ منورؒ

میں نے زبان سے اپنے پدر پیر دستگیر شیخ مودود محمد چشتی بہدالوی سے سُنا ہے کہ شیخ منور پسر اور خلیفہ شیخ فضیل کے ہیں۔ اور باعظمت اور کرامت تھے اور اُن کی نظر مبارک بڑی نعمت تھی جو نظر سے گذرتا مقبول ہوتا۔ شیخ منور سجادے اجداد کے شیخ شکر گنج کے سجادہ پر بیٹھے اور رعایت حق بواجبی بجالائے۔ اور ترک اور تجرید میں بہت کوشش کی۔ جب وقت آخر ہوا جانشینی گنجشکر کی اپنے لڑکے نور الدین کے سپرد کی۔ ۲ ماہ رجب کو انتقال فرمایا۔ مدت خلافت پچاس برس رہی +

ذکر اولاد شیخ منور کا

ان کے پانچ لڑکے تھے۔ اول شیخ المشائخ شیخ نور الدین یونس۔ دوسرے بندگی حضرت سراج المحققین برہان العاشقین شیخ بہاؤ الدین صاحب سجادہ کہ اُن کو سجادہ اُن کے بھائی شیخ نور الدین سے ملا۔ تیسرے شیخ خوجو۔ چوتھے شیخ مجید الدین پانچویں شیخ ابراہیم +

ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ نور الدین صاحب سجادہ

میں نے اپنے والد پیر دستگیر کی زبان سے سُنا کہ شیخ نور الدین پسر اور خلیفہ حضرت شیخ منور کے ہیں۔ باعظمت اور ہیبت اور کرامت تھے اور صاحب وجد اور سماع جس پر نظر ڈالتے تھے ماسوائے اللہ سے دُور ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے اور علائق دنیوی سے فارغ تھے۔ اور اپنے اجداد کی جگہ حضرت گنجشکر کے سجادہ پر مقیم ہوئے اور بواجب حق سجادگی بجالائے۔ جب آخر وقت ہوا۔ خدمت مقام گنجشکر کے باشارہ پیران اپنے بھائی شیخ بہاؤ الدین ہارون

کے سپرد کی اور رحمت حق سے ملے۔ مدت خلافت اٹھارہ سال ہے اور شیخ نورالدین کی اولاد نہیں تھی ۔

ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت و اولاد شیخ بہاؤالدین ہارون کا

میں نے اپنے پیر دستگیر والد بزرگوار شیخ مودود چشتی کی زبان سے سنا۔ کہ شیخ بہاؤالدین برادر اور خلیفہ شیخ نورالدین کے ہیں۔ اور بڑے صاحب عظمت اور کرامت تھے۔ اپنے اجداد کی بجائے قائم مقام سجادہ کے ہوئے اور حق سجادگی بجالائے مجاہدہ اور ریاضت میں بہت کوشش فرماتے تھے اور حق سے مشغول رہتے تھے اور خدمت سجادگی کی باشارت پیران شیخ احمد اپنے لڑکے کے سپرد کی تھی۔ اور رحلت فرمائی۔ مدت خلافت شیخ بہاؤالدین کی ۳۲ سال ہے۔ شیخ بہاؤالدین کے دو لڑکے تھے ایک حجۃ الواصلین شیخ احمد صاحب سجادہ۔ دوسرے شیخ نعمت اللہ ۔

ذکر حسب و تاریخ وفات و مدت خلافت و اولاد بندگی حضرت شیخ احمد قدس سرہٗ

میں نے اپنے پیر دستگیر والد کی زبان سے سنا کہ حضرت شیخ احمد پسر اور خلیفہ شیخ بہاؤالدین کے ہیں بڑے نامدار اور شیخ کبار سے تھے اور مقام میں حضرت گنجشکر کے مقیم ہوئے تھے صاحب حال اور وجد تھے۔ اور ریاضت میں معروف اور مشہور اور ترک اور تجرید میں مشغول جس پر توجہ فرماتے وہی ہوتا تھا۔ آخر وقت خدمت سجادہ کی اپنے لڑکے عطاء اللہ کے سپرد کی۔ بتاریخ ۸۔ ماہ ذیقعدہ وفات پائی۔ اور شیخ عزالدین کے گنبد میں دفن ہوئے۔ مدت سجادہ ۲۲ سال۔ آپ کے چار لڑکے تھے۔ اوّل قطب الاولیاء شیخ عطاء اللہ صاحب سجادہ۔ دوسرے شیخ برہان تیسرے شیخ عزیز اللہ۔ چوتھے شیخ بہاؤالدین ۔

ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ عطاء اللہ قدس سرہٗ

میں نے اپنے پیر دستگیر والد بزرگوار شیخ مودود محمد چشتی بہداوی کی زبان سے سنا ہے کہ شیخ عطاء اللہ پسر و خلیفہ شیخ احمد کے تھے اور مشائخ کبار سے تھے اور

صاحب کشف اور کرامات تھے۔ اور بجائے اجداد کے سجادہ نشین تھے۔ رعایت سجادگی بہت فرماتے تھے۔ اور اپنے زمانہ میں مستثنیٰ تھے۔ کرامات اور مقامات ان کے بہت معروف اور مشہور ہیں۔ اور شہزادہ ریاضت اور مجاہدہ کا اطراف جوانب میں مشہور۔ شہروں سے آدمی ان کی زیارت کو آتے تھے جس پر نظر ڈالتے تھے منور کرتے۔ جب دم آخرین پہنچا۔ خدمت روضہ مطہرہ کی اپنے لڑکے شیخ محمد کے سپرد کی۔ اور بتاریخ ۷ جمادی الآخر انتقال فرمایا۔ شیخ علاؤالدین کے گنبد میں مدفون ہیں ۱۷۔ سال خلافت کی۔ اور شیخ عطاءاللہ مذکور کے دو لڑکے تھے۔ اول سلطان الاولیا بدر الطریقت شیخ محمد صاحب سجادہ۔ دوسرے قطب الدین +

ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ محمد

یہ پسر و خلیفہ شیخ عطاءاللہ کے ہیں۔ بڑے صاحب عظمت اور کرامت تھے اور بجائے اجداد کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور حق سجادگی بجا لائے۔ رات دن حق سے مشغول رہتے۔ اور جو ملتا فقراء پر تقسیم کرتے۔ آوازہ کرامت کا مشہور ہوگیا۔ چنانچہ سنا گیا ہے حضرت ضیاءالطریقت قطب العالم شیخ ابراہیم بن شیخ محمد سے کہ ایک روز حضرت شیخ مذکور روضہ منورہ میں گنجشکر قدس سرہ کے بیٹھے تھے کہ بابر بادشاہ بلباس قلندرانہ ولایت سے آیا۔ اور دو آدمی امرا سے اسی لباس میں ہمراہ تھے۔ جب قطب العالم کی زیارت سے فارغ ہوئے۔ بعدہ مصافحہ بندگیحضرت شیخ محمد سے کیا۔ حضرت شیخ نے نور باطن سے دریافت کیا اور کھانا طلب کیا اور بابر بادشاہ کے آگے رکھا۔ اور بایکدیگر تناول فرماتے تھے اُس وقت شیخ محمد نے فرمایا کہ سبحان اللہ مشہور ہے کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند و دہ فقیر در یک گلیمے بخسپند اور اب ہم دو بادشاہ ہم طبق ہیں۔ آخر بادشاہ شیخ کے پاؤں پر گرا۔ اور عرض کی کہ سوائے حضرت کے یہ راز دوسرا نہ جانے۔ فرمایا تیر بادشاہی تجھ کو اور تیرے فرزندوں کو مبارک ہو۔ جب حضرت شیخ کا وقت پہنچا خدمت مقام کی اپنے لڑکے شیخ ابراہیم کے سپرد کی۔ اور ۲۸۔ شوال کو وفات پائی شیخ علاؤالدین کے گنبد میں دفن کیا۔ ۲۲ سال سجادہ نشینی کی۔ اور شیخ محمد مذکور کے ۳ لڑکے تھے۔ اول سراج المتقین شیخ ابراہیم صاحب سجادہ۔ دوسرے شیخ جلال۔ تیسرے شیخ خلیل +

ذکر حسب اور تاریخ وفات اور حسب ضبط اولاد شیخ ابراہیم کا

میں نے اپنے والد بزرگوار سے سُنا ہے کہ شیخ ابراہیم پسر و خلیفہ شیخ محمد کے
تھے۔ بڑے نامدار اور مشائخ کبار اور صاحب اعتبار تھے۔ اور ریاضت اور مشقت
میں معروف تھے۔ بجائے اجداد صاحب سجادہ ہوئے اور حق ادا جیسا بجا لائے
اور آپ کے مرید صاحب ولایت اور کرامات تھے۔ آنحضرت کے حالات بہت
شہرت رکھتے ہیں۔ چنانچہ سنا گیا ہے حضرت ضیاء الطریقت قطب العالم شیخ
محمد بن شیخ ابراہیم چشتی صاحب سجادہ حضرت گنج شکر سے کہ ایک رات ایک چور
گھر میں شیخ ابراہیم بن شیخ محمد کے آیا۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے نابینا ہوگیا۔ اور
کوری چشم سے باہر نہ جا سکتا تھا۔ جب شیخ نماز تہجد کو اُٹھے۔ خادمہ سے فرمایا
کہ پانی وضو کی تجدید کو لا۔ خادمہ حسب الحکم گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ چور اندھا ہوا کھڑا
ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر روشنی آنکھ کی پاؤں۔ پھر چوری نہ کروں گا۔ اور مُسلمان
ہوں گا۔ یہ خبر شیخ کے کان میں پہنچی۔ فی الحال وضو کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اور
بحضرت اللہ عزوجل میں دعا کی۔ کہ الٰہی بار خدایا یہ چور بینا ہو جاوے۔ خدا کے حکم
سے چور بینا ہو گیا اور مسلمان ہوا۔ اور بہت مدت خدمت میں رہا۔ اور ایک صالحوں
سے ہوا۔ اور نیز فرمایا کہ ایک سوداگر آیا اور ایک داد اُس نے نذر گذرانی۔
بعد مدت کے سوال کیا کہ وہ داد مجھ کو دیجئے۔ یا اپنی کرامت دکھلایئے حضرت
شیخ نے فرمایا کہ ہم کچھ کرامت نہیں رکھتے۔ کیا کہتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس بات
سے باز آ۔ ہر چند شیخ نے منع کیا وہ اپنے کہنے سے باز نہ آیا۔ آخر الامر حضرت
شیخ نے ہاتھ پکڑا۔ اور جماعت خانہ میں لے گئے۔ اور فرمایا آؤ اپنی کرامت
تجھ کو دکھلاؤں۔ ہنوز یہ بات شیخ کی زبان سے پوری نہ ہونے پائی تھی۔ کہ
سوداگر کے تمام بدن میں آگ لگ گئی۔ ہر چند خوشامد کی کچھ نہ ہوا اور مرگیا
[illegible] حضرت شیخ کلاہ کو سر سے اُتارتے اور ہاتھ میں
لے کر ہلاتے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اطراف و جوانب میں مینہ برستا۔ جب
وقت شیخ کا آخر ہوا۔ جانشینی سجادہ کی اپنے لڑکے شیخ تاج الدین محمود کے سپرد
کی۔ [illegible] رجب [illegible] سے ملے اور شیخ [illegible] دریا کے
قریب [illegible] مدفون ہوئے۔ اور شیخ ابراہیم مذکور کے دو لڑکے تھے اول ضیاء الطریقت

حاجی الحرمین شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ۔ دوسرے شیخ منور شہید۔

ذکر حسب اور تاریخ وفات اور مدت خلافت اور اولاد شیخ تاج الدین محمود قدس سرہٗ

شیخ فیض اللہ ان کے بڑے بیٹے صاحب سجادہ تھے میں نے اپنے والد پیر دستگیر کی زبان سے سُنا ہے کہ شیخ تاج الدین بڑے لڑکے اور خلیفہ عظام شیخ ابراہیم بالا درجہ کے تھے۔ اور شیخ باعظمت اور کرامت تھے بجائے اپنے اجداد کے شیخ شیوخ العالم کے مقام میں بیٹھے اور رعایت سجادہ کی بواجبی بجا لائے۔ اور آنحضرت اپنی درویشی کو اکثر پوشیدہ رکھتے تھے۔ دوتائی کا لباس تھا۔ اور نظر کیمیا اثر تھی جس پر نظر فرماتے منور کرتے اور آنحضرت کے خلفاء جابجا صاحب عظمت تھے اور میں نقل والد بزرگوار اس داعی کے یعنی شیخ محمود محمد چشتی اور شیخ اللہ داد گوالیری اور سید احمد گجراتی اور شیخ ابوالفتح چشتی یمنی اور شیخ نظام الدین برادر حقیقی میرے دادا کے اور شیخ عبداللہ اور شیخ برہان الدین اور اور شیخ معین الدین پسران آنحضرت اور سوا ان کے بہت القصہ خلفاء آنحضرت کے اطراف و جوانب میں ہیں حضرت شیخ ہمیشہ یاد حق میں مستغرق رہتے تھے۔ اور ہمت اور شجاعت میں یکتا تھے۔ ان کے [illegible] مشہور ہیں چنانچہ شیخ ابوالمعالی عباسی [illegible] سُن گیا ہے کہ [illegible] شیخ تاج الدین محمود [illegible] کی طرف مسافر تھے۔ ناگاہ اُن کا گزر بہار کے جوار میں ہوا۔ آنحضرت کے باردار [illegible] کے واسطے شہر مذکور میں گئے۔ اور تمام شہر میں تلاش کیا۔ مرغ نہ پایا۔ قاضی صیف الدین کے گھر میں تھا یعنی شیخ ابوالمعالی کے والد لیکن قاضی موجود نہ تھے آنحضرت کے بارداروں نے قاضی کے خادمان کی بہت خوشامد کی کہ قیمت لیکر مرغ دیدو۔ انہوں نے نہیں دیا اور کہا [illegible] انہوں نے قبول نہ کیا [illegible] خرید [illegible] جب رات ہوئی سب مرغیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مر گئیں۔ آخر یہ خبر قاضی کو پہنچی۔ اپنے [illegible] دیکھ کر حضرت شیخ سوار ہو کر [illegible] جاتے ہیں جب نظر مبارک حضرت شیخ کی قاضی پر پڑی۔ فوراً [illegible] فرمایا

کہ قاضی سے قصور ہوا ہے۔ عفو کرنا چاہیئے۔ قاضی نے پاؤں پر گر کر عرض کی کہ بندہ سے بڑی تقصیر ہوئی ہے۔ اس کو عفو فرمائیے فرمایا جو تم سے ہوا ہے ہم نے عفو کیا۔ القصہ حضرت شیخ صاحب نے قاضی پر بہت مرحمت فرمائی۔ اور خلافت کا خرقہ شیخ فریدالدین کی جانب سے عطا فرمایا۔ اور اس ملک کو قاضی کی حمایت میں چھوڑا۔ شیخ ابوالمعالی فرماتے ہیں کہ چند بار گھر میں آگ لگی۔ لیکن شیخ کی برکت سے جس بقچہ میں لباس تھا۔ اُس پر دھواں بھی نہ پہنچا۔ اور باقی سب اشیاء جلیں۔ اے عزیز تیج ہے کہ جو شخص شرع کے سجادہ پر مستقیم ہے۔ اُس کا جامہ اللہ تعالےٰ کے فرمان سے نہیں جلتا۔

میں نے پیر دستگیر اپنے والد بزرگوار سے سُنا ہے۔ کہ جب اکبر بادشاہ کا بر دین کے امتحان اور کرامت دیکھنے کے درپے ہوا۔ ایک بار شیخ تاج الدین محمود سے مُلاقات ہُوئی۔ آزمائش کرنے لگا۔ اور یہ حیلہ ڈھونڈا۔ کہ ایک اپنے خدمتگار کا جنازہ بنا کر بصورت مُردہ کے تابوت میں رکھ کر آگے لے گیا۔ اور اُس سے کہدیا کہ جس وقت شیخ تکبیر کہیں تو جنازہ سے اُٹھ بیٹھنا۔ اور نماز کی درخواست کی حضرت شیخ نے بہت منع کیا۔ آخر تکبیر نماز جنازہ کی کی۔ وہ شخص زندہ عالم بقا کو سدھا گیا بادشاہ بہت التفات لایا اور تعظیم اور احترام کیا۔

ایک دفعہ امتحان کی غرض سے بلی پکا کر اور سرپوش ڈھانک کر آپ کے آگے رکھی آپ نے فرمایا کہ اے گربہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اُٹھ اور جا۔ گربہ زندہ ہوئی اور بھاگ گئی۔ بادشاہ کو بہت عقیدہ ہوا۔

اے برادر یہ مرتبہ تجلی وہبیت کا ہے۔ ہر ایک کو اس مقام کا محل نہیں ہے۔ بعد ازاں حضرت شیخ نے اپنے پیروں کے اشارہ سے اپنی جانشینی شیخ فیض اللہ کے سپرد کی۔ اور خلیفہ اور صاحب سجادہ کیا۔ یہ بڑے لڑکے شیخ کے تھے۔ حق سجادہ کی بہت رعایت کی۔ اور باپ کے قدم بر قدم رکھا۔ جب یہ شیخ زادہ عالم حضور میں حضرت شیخ کے بتاریخ ۲۵۔ ذی الحجہ ۱۰۱۸ھ رحمت حق سے ملے تو عمر شریف پچپن برس کی تھی۔ دو سال سجادہ نشینی کی حضرت شیخ نے خدمت سجادہ کی شیخ ابراہیم پسر شیخ فیض اللہ کو اپنے پیران کے اشارہ سے عنایت فرمائی شیخ ابراہیم صاحب وجد اور ورع تھے۔ اپنے اجداد کے قدم بر قدم رکھا۔ دائمہ حق سبحانہ تعالےٰ کے ساتھ رہتے تھے۔ بعد چند روز کے شیخ تاج الدین محمود نے

۱۷۔ شہر صفر ۱۰۱۹ھ رحمت حق سے ملے۔ عمر شریف ۸۵ سال کی تھی۔ اور مدت خلافت
۶۷ سال تھی۔ شیخ فیض اللہ شیخ علاؤالدین موج دریا کے گنبد میں مدفون ہوئے۔
اور شیخ تاج الدین محمود شیخ شیوخ عالم کے روضہ منورہ میں گنبد کے رُو برو شیخ
علاؤالدین موج دریا کے رہے۔ عظمت اور کرامت شیخ تاج الدین محمود اور شیخ
فیض اللہ اُن کے پسر بزرگ کی اور شیخ تاج الدین محمود کے پندرہ لڑکے اور ۱۵
لڑکیاں تھیں۔ اوّل شیخ فیض اللہ۔ دوم شیخ فتح اللہ۔ سوم شیخ غضنفر علی۔ چہارم
شیخ احمد قتال۔ پانچویں امان اللہ۔ چھٹے شیخ عبدالواحد۔ ساتویں شیخ محمد تقی آٹھویں
شیخ عبداللہ۔ نویں شیخ حسن محمد۔ دسویں شیخ کرم اللہ۔ گیارھویں شیخ برخوردار۔ بارھویں
شیخ فرید محمد عرف کلا دیمن۔ تیرھویں شیخ برہان الدین۔ چودھویں شیخ حسین محمد۔ پندرھویں
شیخ عین الدین اور شیخ فیض اللہ بن شیخ تاج الدین محمود مذکور کے تین لڑکے تھے۔
اوّل شیخ ابراہیم صاحب سجادہ۔ دوسرے شیخ عارف۔ تیسرے شیخ مجھو۔

اکیس ۲۱ نام شیخ تاج الدین محمود چشتی قدس سرہٗ کے

جو باعتقاد درست پڑھے۔ اُس کی حاجت روا ہو۔ الٰہی بحرمت مولانا شیخ
محمود چشتی قدس سرہٗ العزیز۔ الٰہی بحرمت مولانا مخدوم شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت
قطب الامام شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت شیخ الاسلام والمسلمین شیخ تاج الدین
چشتی۔ الٰہی بحرمت سراج المحققین شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت برہان المتقین
شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت شیخی شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت کامل
المکمل شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت متوکل شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی
بحرمت عالم اکمل شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت پیران پیر شیخ تاج الدین
محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت صاحب الولایات شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت
خارق العادات شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت درویش تاج الدین محمود چشتی
الٰہی بحرمت متحمل تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت طالب حق شیخ تاج الدین محمود
چشتی۔ الٰہی بحرمت صاحب سجادہ شیخ تاج الدین محمود چشتی الٰہی بحرمت محقق شیخ
تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت حاجی الحرمین شریفین تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت
غریب شیخ تاج الدین محمود چشتی۔ الٰہی بحرمت ضیاء الطریقت برہان الحقیقت دانشمند
دین شیخ تاج الدین محمود چشتی قدس سرہ العزیز۔ اور نام ہائے متبرکہ مذکورہ بندہ کے سب

الحروف نے جمع کئے ہیں +

ذکر حسب اور تاریخ وفات و ولادت بندگی شیخ شیخ ابراہیم قدس سرہٗ

کاتب الحروف نے اپنے پیر دستگیر والد بزرگوار شیخ مودود محمد چشتی سے سُنا کہ حضرت شیخ ابراہیم بن شیخ فیض اللہ بن بندگی حضرت شیخ تاج الدین محمُود کے بڑے لڑکے اور خلیفہ شیخ ابراہیم کے ہیں۔ صاحب عظمت اور ہیبت ہیں۔ ہمیشہ [illegible] میں مشغول رہتے تھے۔ اور بجائے اپنے اجداد کے حضرت [illegible] کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور رعایت سجادہ کی خوب کی۔ جب آخر وقت پہنچا تو خدمت سجادہ کی اپنے حیات میں اپنے لڑکے ضیاء الطریقت شیخ محمد کو مرحمت فرمائی۔ اور بتاریخ ۱۸۔ ماہ محرم [illegible] ہ میں اس عالم سے انتقال فرمایا عمر آپ کی ۶۹۔ سال تھی۔ اور مدفن آپ کا جوار میں حضرت شیخ کی قبر کے کیا۔ اور ۹ سال سجادہ نشینی کی۔ اور شیخ ابراہیم کے پانچ لڑکے تھے۔ اول نصیر الدین شیخ محمد صاحب سجادہ حضرت شکر گنج سلمہ اللہ تعالےٰ۔ دُوسرے شیخ [illegible] بخش تیسرے شیخ غلام محمد۔ چوتھے شیخ خواجہ محمد۔ پانچویں شیخ جان محمد +

ذکر حسب بندگی حضرت شیخ محمد صاحب سجادہ

[illegible] محرم [illegible] سجادہ نشین ہوئے اور ہمیشہ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں سب خاندان کے دشمن مفقود ہوئے [illegible] ذلک ہمت اور شجاعت آپ کی لکھنے کی قلم کو مجال نہیں ہے صورت [illegible] سیرت آبا اور اجداد کی رکھتے ہیں۔ اور مقبول دلہا ہیں اور سخاوت کشادہ پیشانی اور فراخ دست ہیں۔ اس خاندان کے معتقد امیدوار ہیں کہ حق سبحانہ ان [illegible] کو سجادہ پر مستقیم رکھے آمین۔ [illegible] عظمت اور کرامت شیخ تاج الدین [illegible] شیخ [illegible] شیخ ابراہیم [illegible] شیخ محمد [illegible]

[illegible]

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل
در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

او [illegible] شیخ [illegible] محمُود [illegible] کے تھے۔ اول شیخ فرید [illegible]

دُوسرے شیخ خلیل محمد۔ تیسرے شیخ جمال محمد۔ چوتھے شیخ عبد الحمید۔ اور شیخ فرید
محمد کے پانچ لڑکے تھے۔ اوّل خواجہ محمد۔ دوسرے شیخ فرید۔ تیسرے شیخ [illegible]
چوتھے شیخ خان محمد۔ پانچویں شیخ ابوالمعالی اور شیخ امان ابن شیخ تاج الدین محمود
کے ایک لڑکا تھا شیخ نور محمد۔ اور شیخ نور محمد کے ایک لڑکا شیخ عبد المجید۔ اور شیخ
عبدالواحد ابن شیخ تاج الدین محمود کے تین لڑکے تھے اول شیخ ابوالمعالی۔ دوسرے
شیخ فاضل محمد تیسرے شیخ صالح محمد اور شیخ فاضل محمد مذکور کے ایک لڑکا شیخ
علاؤ الدین اور شیخ عبداللہ بن شیخ تاج الدین محمود کے تین لڑکے تھے اول شیخ
غلام فرید۔ دوم شیخ غلام محمد۔ سوم شیخ غلام علی اور شیخ حسین محمد بن شیخ تاج الدین
محمود کے ایک لڑکی۔ اور شیخ برخوردار بن شیخ تاج الدین محمود کے ایک لڑکا شیخ
دل محمد اور شیخ برہان الدین اور شیخ معین الدین بن تاج الدین محمود کے ایک لڑکا
شیخ مراد محمد اور شیخ حسین محمد بن شیخ تاج الدین محمود کے ایک لڑکا شیخ ظاہر محمد
اور بسبب دختران بندگی حضرت شیخ تاج الدین محمود کے اس تفصیل سے ہے۔
کہ ایک لڑکی جملہ دختران شیخ تاج الدین محمود سے گھر میں شیخ علاؤ الدین ابن شیخ
داؤد ابن شیخ جبہ بن شیخ برہان الدین بن شیخ محمد صاحب سجادہ مذکور کے ہے
دوسری دختر آنحضرت کے گھر میں شیخ الہ دینا ابن شیخ عبدالوہاب ابن شیخ برخوردار
ابن شیخ برہان الدین مذکور کے ہے۔ تیسری لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ معین الدین
بن شیخ عبدالوہاب مسطور کے ہے۔ اس عفیفہ سے ایک لڑکا باسم شیخ برخوردار
اور شیخ برخوردار کے ایک لڑکا باسم شیخ عارف محمد ہے۔ چوتھی لڑکی حضرت کے گھر
میں شیخ فیروز الدین شیخ عبدالوہاب مذکور کے ہے۔ اس عفیفہ سے ایک لڑکا باسم
پیر محمد ہوا۔ پانچویں لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ حبیب اللہ ابن شیخ عبدالوہاب
مذکور کے ہے کہ اس عفیفہ سے چار لڑکے باسم شیخ بدر الدین اور شیخ صدر الدین
اور شیخ [illegible] شیخ [illegible] پیدا ہوئے۔ چھٹی لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ
نظام الدین بن شیخ قیام الدین بن شیخ حافظ بن شیخ عیسیٰ بن شیخ الہ داد بن شیخ
رکن الدین بن شیخ [illegible] کے اوپر مرحوم ہوئے۔ [illegible] تھی۔ اس عفیفہ سے ایک لڑکا
باسم شیخ شاہ محمد پیدا ہوا۔ ساتویں لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ قطب الدین بن
شیخ کمال ابن شیخ قطب الدین بن شیخ عطاء اللہ صاحب سجادہ مسطورہ کے ہے
اور آٹھویں لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ محمد بن کمال ابن شیخ قطب الدین مذکور

کی ہے۔ اُس عفیفہ سے تین لڑکے باسم جمال الدین و کمال الدین و کچھو پیدا ہوئے نویں
لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ قاسم ابن شیخ کمال مذکور کی ہے۔ دسویں لڑکی آنحضرت
کے گھر میں شیخ فضیل ابن شیخ کمال مذکور کے ہے۔ اس عفیفہ سے تین لڑکے پیدا
ہوئے۔ گیارھویں لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ خان محمد بن شیخ احمد بن شیخ الٰہ بخش
بن شیخ حافظ بن شیخ حسین مرقوم کے ہے۔ بارھویں لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ
منعم ابن شیخ محمد ابن شیخ یوسف ابن شیخ خلیل ابن شیخ محمد صاحب سجادہ مذکور کے
ہے۔ تیرھویں لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ احمد ابن شیخ معین الدین ابن شیخ عبدالوہاب
نواسہ شیخ کمال ابن شیخ قطب الدین ابن شیخ عطاء اللہ صاحب سجادہ کے ہے چودھویں
لڑکی آنحضرت کے گھر میں شیخ علی محمد بن شیخ علاؤالدین بن شیخ دادن ابن شیخ حبیب
ابن شیخ برہان الدین مذکور کے ہے۔ اور شیخ مذکور نواسہ ملک تخراج کھو کھر کے
ہیں۔ ...کہ معلوم ہو اور گھر میں شیخ علی محمد کے اُس عفیفہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔
شیخ فتح محمد نام۔ پندرھویں لڑکی آنحضرت کے گھر میں محمد مقیم ابن شیخ محمد ابن شیخ
یوسف ابن شیخ نبیل ابن شیخ محمد صاحب سجادہ مذکور کے ہے۔ دوسری شیخ
سعدالدین ابن شیخ فضیل صاحب سجادہ مذکور کہ اور وہ آپ کی پاک پٹن میں بنام
شیخ اخمر بن شیخ سلیمان شیخ چپا۔ اور شیخ شہاب الدین وغیرہ ابن شیخ محمد بن شیخ
زین العابدین اور دہلی میں بندگی حضرت محبوب الٰہی بن شیخ علاؤالدین زندہ پیر
اور شیخ المشائخ والاولیا شیخ بدرالدین ابن شیخ المشائخ والاولیا شیخ نورالدین ابن
شیخ تاج الدین ابن شیخ المشائخ والاولیا شیخ خوجہ ابن بندگی حضرت قطب الاقطاب
شیخ منور صاحب سجادہ مسطور کہ آنحضرت ایک اولیائے خدا و مشائخ نامدار
سے تھے۔ کہ کرامات اور احوال ان کے مشہور اور معروف ہیں اور مرقد مبارک
آنحضرت کا دہلی میں ہے۔ کہ وہاں سے آدمی فیضیاب ہوتے ہیں۔ اور شیخ
علاؤالدین زندہ پیر اولاد نہیں رکھتے ہیں۔ وقت رحلت کے سجادہ اور جو نعمت
آباؤ اجداد سے پہنچی تھی۔ سب اپنے بھائی شیخ بدرالدین ابن شیخ نورالدین
مذکور کو مرحمت فرمائی۔ اور شیخ بدرالدین کے دو لڑکے تھے شیخ فضیل اور شیخ
جند نام شیخ فضیل، شیخ علاؤالدین کے سجادہ کے شرف سے مشرف ہوئے
اور شیخ فضیل دو لڑکے رکھتے تھے۔ شیخ زکریا صاحب سجادہ آنحضرت کے اور
حاجی عبدالصمد اور شیخ زکریا کے دو لڑکے تھے۔ شیخ احمد صاحب سجادہ آنحضرت

کے اور شیخ محمود صاحب خلافت آنحضرت کے اور حاجی عبد الصمد مذکور کے تین لڑکے شیخ تاج الدین اور شیخ عبد اللطیف اور شیخ بدر عالم نام اور حضرت دہلی میں شیخ چندن ان کے ایک لڑکا باسم شیخ لادن اور ان کے ایک لڑکا باسم شیخ بدر الدین ان کے پانچ لڑکے باسم شیخ قطب الدین و شیخ صدر الدین و شیخ مصطفےٰ صاحب سجادہ شیخ لادن کے اور شیخ بہاؤ الدین اور شیخ محی الدین اور قطب الدین مذکور کی اولاد ایک دختر ہے اور صدر الدین مذکور کے دو لڑکے عبد الوہاب اور درویش محمد نام کہ ان کی اولاد نہ رہی۔ اور شیخ مصطفےٰ کے تین لڑکے شیخ وجیہہ الدین اور شیخ اسمٰعیل اُن کے صاحب سجادہ اور شیخ مرتضیٰ اور شیخ بہاؤ الدین مسطور کے ایک لڑکا شیخ لادن نام اور شیخ محی الدین کے دو لڑکے شیخ کمل اور بھلا۔ اور دوسری اولاد شیخ شمس الدین ابن شیخ خوجو ابن شیخ منور صاحب سجادہ مرقوم کے حضرت دہلی میں اور بعض برہان پور اور صوبہ دکن میں بنام شیخ نظام خاں ابن چشتی خاں ابن شیخ یعقوب ابن شیخ احمد حاجی ابن شیخ برہان الدین ابن شیخ شمس الدین مذکور اور شیخ شعیب بن شیخ محمود ابن شیخ عبد الوہاب بن شیخ ہیبت ابن شیخ غیاث الدین ابن شیخ برہان الدین مرقوم دہلی میں شیخ بہاؤ الدین شیخ رکن الدین اور شیخ اسمعیل اور شیخ نور محمد اور شیخ نصیر الدین پسران شیخ ابو محمد بن ہیبت اور شیخ جان محمد بن شیخ عبد الوہاب بن شیخ ہیبت مذکور اجودھن عرف پاک پٹن میں بنام شیر محمد بن شیخ بایزید بن شیخ قیام الدین ابن شیخ حافظ ابن شیخ عیس بن شیخ عبد الفتح ابن شیخ رکن الدین ابن شیخ خوجو ابن شیخ منور صاحب سجادہ مذکور اور شیخ خوجو مذکور ابن شیخ شاہ محمد ابن شیخ نظام الدین مذکور اور شیخ صدر الدین ابن شیخ قیام الدین مذکور اور شیخ جان محمد ابن شیخ احمد ابن شیخ اللہ بخش ابن شیخ حافظ عیس مسطور۔ دوسرے شیخ نعمت اللہ ابن شیخ بہاؤ الدین ابن شیخ منور صاحب سجادہ مرقوم کہ وہ پاک پٹن سے اور آگے وہیں سکونت کی تھی کہ مرقد منور اُن کا وہیں ہے ملتان میں جوان کے تین لڑکے ہوئے بڑے لڑکے شیخ فخر الدین اور منجھلے شیخ علی اور چھوٹے شیخ حسین اور شیخ فخر الدین مذکور نے موضع برہانپور میں جو اعمال پرگنہ کالوہ سرکار آگرہ ہے سکونت قبول کی کہ اُن کا مرقد بھی وہیں ہے۔ اور وہاں کے آدمی آپ کی زیارت سے برکات حاصل کرتے ہیں۔ اور اولاد بھی اُن کی وہیں ہے۔ اور بعض دکن میں ہیں۔ اور اولاد شیخ علی ابن شیخ نعمت اللہ مذکور کے

موضع مراد پور میں باسم شیخ بدی اور شیخ لعل اور شیخ خضر اور شیخ منور مشہور ہے۔
اور بیٹے شیخ عبدالمجید ابن شیخ محمد ابن شیخ عثمان کے۔ شیخ علی مسطور اور شیخ خضر محمد
اور شیخ عطاء اللہ بیٹے شیخ فیروز ابن شیخ جنید ابن شیخ عثمان مسطور کے اور شیخ عبدالمجیب
و لعل اور حبیب اللہ بیٹے شیخ زین الدین ابن شیخ گدائی ابن شیخ عثمان مذکور کے
اور شیخ معظم اور اعظم بھی دو لڑکے شیخ بدن کے سر بہ سے اور شیخ دنیا اور
شاہ محمد دو لڑکے بدن کے کہ بیٹے شیخ عبدالوہاب ابن شیخ حسین ابن شیخ نعمت اللہ
مذکور کے ہیں۔ دختر شیخ قاسم کی کہ دو لڑکی تبنے تھی اور شیخ چندن ابن شیخ جمال
ابن شیخ حسین مذکور۔ اور پاک پٹن میں اولاد شیخ برہان الدین صاحب سجادہ
مسطور کے ہے اور شیخ برہان الدین کے چار لڑکے تھے بنام شیخ برخوردار
اور شیخ جیا اور شیخ موسیٰ اور شیخ بہاء الدین۔ اور شیخ برخوردار کے ایک لڑکا
تھا شیخ عبدالوہاب نام اور شیخ عبدالوہاب کے پانچ لڑکے تھے اول شیخ الہ دین
دوسرے شیخ معین الدین تیسرے شیخ بہاؤالدین۔ چوتھے شیخ فیروز۔ پانچویں
شیخ حبیب اللہ۔ اور شیخ جیا مذکور کے ایک لڑکا تھا۔ بنام شیخ علاؤالدین اور
شیخ علاؤالدین کے دو لڑکے تھے۔ اول شیخ شریف محمد۔ دوسرے شیخ علی محمد
اور شیخ شریف محمد کے ایک لڑکا تھا باسم شیخ لکو اور شیخ علی محمد مذکور کے ایک
لڑکا شیخ فتح محمد دوسرے شیخ غلام محمد ابن شیخ الہ دین مذکور اور شیخ برخوردار اور شیخ
یوسف محمد اور شیخ خوشن اور شیخ احمد ابن شیخ معین الدین مسطور۔ اور شیخ پیر محمد ابن
شیخ فیروز مرقوم اور شیخ بدرالدین اور شیخ صدرالدین اور شیخ فتح محمد اور شیخ بڈہا ابن
شیخ حبیب اللہ مذکور اور شیخ موسیٰ ابن شیخ برہان کے ایک لڑکی تھی۔ گھر میں شیخ
بہاؤالدین ابن شیخ برہان کے کہ ان کی اولاد میں شیخ معزالدین ابن شیخ بہاؤالدین
مذکور ہیں اور گھر میں شیخ معزالدین مذکور کے شیخ عادل چشتی کی لڑکی تھی بہن شیخ
فیروز کی۔ کہ اس عفیفہ سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے شیخ
کرم اللہ اور شیخ محمد اور جملہ دختران شیخ سے ایک مسماۃ بی بی بسپو گھر میں
شیخ نظام الدین ابن شیخ نصرالدین شہید کے کہ ان کی ایک لڑکی مسماۃ بی بی وسیا
تھی اور شیخ کرم اللہ کے دو لڑکے اول شیخ اللہ داد دوسرے شیخ برہان اور
شیخ تاج محمود اور شیخ حاجی محمد ابن شیخ خواجہ خضر ابن شیخ اولیا ابن شیخ بہاؤالدین
مرقوم اور شیخ بدرالدین ابن شیخ نظام الدین ابن شیخ بہاؤالدین مذکور اور شیخ

بارے بن شیخ علاؤ الدین بن شیخ نظام الدین مسعود۔ دوسرے شیخ قطب الدین ابن شیخ عطاء اللہ صاحب سجادہ مرقوم کے تین لڑکے تھے۔ اول شیخ بدلی دوم شیخ کمال سوم شیخ نصیر الدین اور شیخ کمال کے آٹھ لڑکے تھے۔ اول شیخ قطب الدین دوسرے شیخ علی تیسرے شیخ عبد الرشید چوتھے شیخ جلال پانچویں شیخ محمد حسن چھٹے شیخ قاسم ساتویں شیخ فضل اللہ بن خلیل دوسرے شیخ خلیل ابن شیخ محمد صاحب سجادہ مذکورہ آپ کی اولاد حسبی پور کنکھری بنام شیخ یوسف اور شیخ احمد ابن شیخ خلیل مذکور سے ہے۔ اور شیخ یوسف کے ایک لڑکا تھا بنام شیخ محمد اور شیخ محمد مذکور کے آٹھ لڑکے تھے۔ شیخ بدر الدین شیخ قطب الدین شیخ مصطفےٰ شیخ شاہ محمد شیخ عزیز اللہ شیخ مجیب شیخ منیب شیخ مقیم اور شیخ احمد ابن خلیل کے ایک لڑکا تھا شیخ علاؤ الدین کہ اس کے دو لڑکے تھے شیخ امان اللہ اور شیخ معظم اور سارنگپور میں کہ ملک مالوہ میں ہے وہاں بنام شیخ سلطان کہ اولیائے خدا سے تھے اور نیز میں شیخ سلطان کے ہمشیرہ شیخ بھکاری صاحب ولایت سارنگپور کی تھی۔ اور شیخ بھکاری نسل سے حضرت گنج شکر کے ہوئے ہیں۔ اور دختر شیخ سلطان مذکور کے عقد میں شیخ شیخو انصاری کے ہے۔ وہ ایک واصلان حق سے تھے اور شیخ شیخو پور کے لڑکے کے عقد میں شیخ نظام برادر شیخ فیروز چشتی ابن شیخ عادل کی بیٹی کہ شیخ نظام جد مادری بندہ کاتب الحروف کے ہوتے ہیں۔ شیخ صدر الدین اور شیخ نظام اور شیخ کبیر ابن شیخ ہادی ابن شیخ زین العابدین ابن شیخ زین الدین ابن شیخ نظام الدین ابن شیخ سعد الدین ابن شیخ فضیل صاحب سجادہ حضرت گنجشکر ہیں۔ دوسرے شیخ موسےٰ اور شہاب الدین بن شیخ محمد ابن شیخ اولیاء ابن شیخ زین العابدین مذکور اور شیخ سراج الدین ابن شیخ احمد ابن شیخ اولیاء بن شیخ زین العابدین اولاد دختری رکھتے ہیں دوسری اولاد شیخ علاؤ الدین ابن شیخ بدر الدین سلیمان ابن حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کی پشت سے فقیر نے جو دیکھی ہے قلم میں لایا۔

ذکر بعض قوم کھوکھران وغیرہ کا کہ اُنہوں نے حضرت گنجشکر کی اولاد کو لڑکیاں دی ہیں

جاننا چاہیئے کہ سب اقوام سے کھوکھر قدیم مسلمان ہیں کہ عرب کی ولایت سے

اُن کے بزرگ آئے ہیں اور نواح پاک پٹن میں سکونت در ملک گیری کی ہے۔ اب تک ویسے ہی ہیں اور اپنی لڑکیاں نقد میں ۔ اولاد بنت حضرت شیخ علاؤالدین موج دریا ابن شیخ بدرالدین سلیمان ابن بنت حضرت قطب العالم حضرت گنجشکر قدس سرہ کے بیاہ میں اور لاتے ہیں بتفصیل ذیل اختیار کر لیا ؛

اول دختر شیخ ملک شیخو ابن ملک بہرسنہ کھوکھر کی گھر میں شیخ محمد صاحب سجادہ کے تھی دوسری لڑکی ملک کالو ابن ملک شیخو مذکور کی گھر میں شیخ ابراہیم صاحب سجادہ کے تھی۔ اور لڑکی ملک حسرۃ ابن ملک ہریا کھوکھر کی گھر میں شیخ فیض اللہ صاحب سجادہ کے تھی۔ چوتھی لڑکی اسمٰعیلخاں ابن عمر خاں کھوکھر کی گھر میں شیخ محمد صاحب سجادہ ابن شیخ ابراہیم کے ہے۔ پانچویں لڑکی ملک بہرام ابن ملک کالو کھوکھر مذکور کے گھر میں شیخ غضنفر علی ابن شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ کے تھی چھٹی لڑکی عمر خاں ابن شاہ منصور کھوکھر کی گھر میں شیخ محمد علی ابن شیخ تاج الدین محمود کے ہے۔ ساتویں لڑکی ملک بہرسنہ ابن ملک جبرت مرقوم کی گھر میں شیخ عبداللہ ابن شیخ تاج الدین محمود کے ہے۔ آٹھویں لڑکی ملک عبداللہ ابن مولانا مبارک کھوکھر کی گھر میں شیخ جان محمد ابن شیخ احمد قتال ابن شیخ تاج الدین محمود کے ہے۔ نویں لڑکی ملک بہرسنہ ابن ملک جبرت مذکور کی گھر میں شیخ صدرالدین کے ہے۔ ابن شیخ حبیب اللہ۔ دسویں لڑکی ملک قمراج ابن ملک کالو مسطور کی گھر میں شیخ علاؤالدین ابن شیخ اللہ داد کے ہے گیارھویں لڑکی علی خاں کی غرض سکی گھر میں شیخ برہان الدین ابن شیخ احمد صاحب سجادہ کے ہے۔ بارھویں لڑکی کھوکھر کی گھر میں شیخ کمال ابن شیخ قطب الدین کے ہے۔ تیرھویں لڑکی کھوکھر کی گھر میں شیخ قطب الدین ابن شیخ عطاء اللہ صاحب سجادہ کے تھی۔ چودھویں لڑکی کھوکھر کی گھر میں شیخ محمد شریف ابن شیخ علاؤالدین کے ہے۔ اور دیگر ان بھی اپنی لڑکیوں کی نسبت فرزندان شیخ علاؤالدین موج دریا قدس سرہ سے کرتے ہیں۔ اس طرح سے اول لڑکی رائے قمراج ابن رائے لکھمی دھی کی گھر میں شیخ عبداللہ بن شیخ تاج الدین محمود کے تھی۔ اور بھٹیاں بھی اپنی لڑکیاں مخدوم زادوں کو دیتے ہیں اول لڑکی رائے سدھو ابن رائے الہ داد بھٹی کی گھر میں شیخ جلال ابن شیخ محمد صاحب سجادہ کے تھی۔ دوسری لڑکی بھٹی کی گھر میں شیخ قطب الدین ابن شیخ عطاء اللہ صاحب کے تھی تیسری لڑکی بھٹی کی گھر میں شیخ کمال ابن شیخ قطب الدین مذکور کے تھی۔ چوتھی لڑکی رائے شہاب بھٹی کی گھر میں شیخ احمد بن شیخ الہ بخش کے تھی۔ پانچویں لڑکی

نصیر خاں بھٹی کی گھر میں شیخ الٰہ بخش ابن شیخ ابراہیم صاحب سجادہ کے ہے۔ اور دختران عینا راجپوت بھی گھر میں مخدوم زادوں کے آئی ہیں۔ اول لڑکی رائے قطب ابن رائے محمد کی گھر میں شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ کے تھی۔ دوسری لڑکی شیخ موسیٰ کی گھر میں شیخ بدن ابن شیخ قطب الدین ابن شیخ عطاء اللہ صاحب سجادہ کے تھی۔ تیسری لڑکی شہباز خاں ابن رائے قطب مذکور کی گھر میں شیخ احمد قتال ابن شیخ تاج الدین محمود کے گھر میں ہے۔ جو اس ذرہ مذمیم نے سن کر قلم میں لایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان اولاد بندگی حضرت شیخ محمد عرف ممن شہید ابن شیخ بدرالدین سلیمان ابن بندگی حضرت قطب العالم شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہ العزیز

شیخ محمد مذکور کے دو لڑکے تھے۔ اول شیخ فیروز شاہ دوسرے خواجہ خضر کہ اولاد نہیں رکھتے تھے اور شیخ فیروز شاہ کے تین لڑکے تھے اول شیخ نورالدین۔ دوسرے شیخ عبدالملک تیسرے شیخ جلال کہ اُن کی اولاد دھتانہ میں کہ رجب کی طرف ہے۔ وہاں شیخ غازی ہے ابن شیخ لنگاہ ابن شیخ رحموں اور شیخ ممال بن شیخ الہ داد ابن شیخ نوتو ابن شیخ رحموں مذکور ہے اور وہ دی میں منسوب بشیخ شہاب الدین کہ نزدیک پاک پتن کے ہے۔ وہاں بنام شیخ پیر مبارک وغیرہ بن فیروز شاہ بن شہاب الدین مذکور اور شیخ ابراہیم ابن شیخ علی اکبر ابن شیخ یوسف ابن شیخ شہاب الدین مسطور اور شیخ معروف ابن شیخ داؤد ابن شیخ ارزانی اور شیخ تاج الدین وغیرہ قبولپور میں بندگی حضرت شیخ موسیٰ بن شیخ حسام الدین حاجی ابن شیخ نورالدین ابن شیخ فیروز شاہ بن شیخ محمد کے سند میں مذکور ہیں اور اولاد شیخ موسیٰ کی مندوزی میں بنام شیخ قادر شاہ اور شیخ شیخو اور مجاہد شاہ اولاد شیخ علی اور شیخ عادل ابن شیخ ابابکر اور شیخ فضل اللہ اور سعید خاں اولاد مرزا عبدالشکور کی ابن میر بابا اور شیخ جنید اور شیخ سدھاری اولاد شیخ سراج الدین بن شیخ عبدالحمید بن شیخ سعد بن شیخ داؤد بن شیخ ابوالفتح بن شیخ موسیٰ مرقوم اور نکاح بیت شیخ سراج الدین کے بڑی شیخ نظام برادر حقیقی جد کاتب الحروف کی تھی اور شیخ تاج الدین اور شیخ سلیمان دو دو شیخ امام الدین بن شیخ عبدالحمید بن شیخ سعید مسطور کے

اور نکاح میں شیخ امام الدین کے بھی رہ کے شیخ نظام الدین مذکور کے تھے۔ دوسرے شیخ کمال بن شیخ رزق اللہ بن عبدالحمید بن شیخ سعید بن شیخ داؤد مذکور اور نکاح میں شیخ فضل اللہ کے پھوپھی کاتب الحروف کی ہے۔ کہ وہ حقیقی بہن میرے چچا شیخ کمال بن شیخ محمد بن جد کاتب الحروف کی ہے۔ دوسرے شیخ فرید بن شیخ خلیل ان کے نکاح میں بھی بہن شیخ کمال مذکور کی ہے۔ اور شیخ زین بن شیخ معزالدین بن شیخ محمود بن شیخ ابوالفتح ابن شیخ موسیٰ مرقوم اور زین کے نکاح میں لڑکی شیخ علم الدین بن شیخ داؤد مسطورہ کی تھی۔ اور شیخ علم الدین والد بزرگوار کاتب الحروف کے دادا کے ہیں۔ اور شیخ زین مذکور کے اُس عفیفہ سے دو لڑکے وجود میں آئے۔ بنام شیخ بوزید اور شیخ شہاب دوسرے شیخ کبیر بن شیخ صدرالدین بن شیخ سلیمان بن شیخ ابوالفتح مسطور اور شیخ صدرالدین کے نکاح میں شیخ داؤد کی لڑکی تھی۔ کہ وہ عفیفہ کاتب الحروف کے دادا کی بہن ہے۔ اور شیخ کبیر مذکور کے نکاح میں شیخ علم الدین مذکور کی لڑکی ہے۔ اس سے چار لڑکے پیدا ہوئے جن کا نام شیخ منصور اور شیخ عماد اور شیخ خداداد اور شیخ حبیب الرحمن ہے۔ اور ایک لڑکی اور تھی۔ شیخ ابوالخیر بن شیخ سلیمان بن شیخ ابوالفتح مسطور اور شیخ برخوردار ابوالخیر کے نکاح میں ہے شیخ علم الدین مرقوم کی لڑکی تھی۔ کہ اس مسطورہ سے دو لڑکے وجود میں آئے۔ بنام شیخ اسحاق اور شیخ برخوردار۔ اور شیخ اسحاق کے ایک لڑکا شیخ عبدالہادی۔ دوسرے خواجہ حبیب اور شیخ عبدالصمد اور شیخ حسام اور شیخ عبدالنبی اولاد شیخ نظام بن شیخ سلیمان مذکور کی شیخ عبدالنبی کے نکاح میں شیخ مکن چشتی سرہندی کی لڑکی تھی۔ اور شیخ قطب اور شیخ جھجھر اور شیخ غیاث الدین اولاد شیخ بہلول بن شیخ حسین بن شیخ جلال بن شیخ داؤد مذکور اور شیخ بہلول کے نکاح میں کاتب الحروف کے والد کے چچا کی لڑکی تھی۔ اور شیخ آدم بن شیخ یعقوب بن شیخ حسن مذکور کہ ان کے نکاح میں شیخ حاجی بن لشکری انصاری کی لڑکی تھی جو بھانجے شیخ فیروز چشتی کے ہیں۔ اور حاجی محمد مذکور کے نکاح میں کاتب الحروف کے دادا شیخ محمد کی لڑکی تھی۔ دوسرے شیخ قاضی فتح محمد مذکور اور شیخ بدرالدین وغیرہ اولاد شیخ سکندر بن شیخ حسن مسعود۔ شیخ حبیب بن قاضی فتح محمد مذکور اور شیخ صادق بن شیخ فیروز شاہ اور شیخ موسیٰ ابن شیخ قطب نسل سے شیخ گدائی کے ہیں کہ وہ حسن مرقوم کے نسل سے ہیں۔ دوسرے شیخ شمس بن شیخ منتظر بن شیخ ابراہیم بن شیخ حسام الدین ابن شیخ داؤد مرقوم اور حامد اور تاج پسران شیخ الدین بن شرف بن برہان بن شیخ داؤد مسعود اور شیخ نصیب بن حمزہ بن جمال بن جدرالدین

بن شیخ اسمٰعیل بن شیخ ابو الفتح مذکور اور تاج محمود بن شیخ محمد بن فضل بن جمال بلدہ بن شیخ سلیمان بن شیخ ابو الفتح مذکور۔ دوسرے ابو المعالی بن معروف بن شیخ جمیل بن نعمت اللہ بن جمال بن شیخ ابو الفتح مذکور۔ دوسرے شیخ معروف کی اولاد ایک لڑکی ہے۔ اور بندہ میں بنام شیخ حسین بن شیخ عبد الکریم بن خواجہ بن شیخ مزبور موسوم ہے۔ اور شیخو پور میں باسم صالح محمد بن شیخ زین العابدین بن مال اور بہاؤ الدین اور بدر الدین مال مذکور کی اولاد بہت ہے۔ اور قطب پور میں بھی اولاد شیخ محسن شہید مذکور کی ساکن ہے مثل شیخ بہاؤ الدین بن شیخ منور وغیرہ کے اور بدایوں میں شیخ زین العابدین اور شہباز خاں اور شیخ فتح خاں اولاد شیخ عبد الغنی بن شیخ نصر اللہ بن شیخ سبحان سفور دختر شیخ سراج الدین سے اور شیخ عزیز اللہ اور خواجہ مودود دو پسران عبد الغنی مذکور دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور شیخ زین العابدین کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں ایک لڑکا شیخ یوسف نام اور ایک لڑکی اس کی اس سے اول پیدا ہوئی۔ بعد اُس کے انتقال کے کاتب الحروف کے دادا کی لڑکی اُس کے عقد میں آئی۔ اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا شیخ حسام الدین نام اور ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تیسرا لڑکا شیخ موسے دوسری زوجہ سے ہے۔ اور شیخ شہباز خاں کے چار لڑکے تھے اور چند لڑکیاں۔ شیخ ماہی کی لڑکی سے تین بیٹے بنام شیخ شہاب خاں اور شیخ سلطان اور شیخ حسین اور پانچ لڑکیاں تھیں اور ایک لڑکا اور دو لڑکی دوسری زوجہ سے اور شیخ چاندا بن شیخ شہاب خاں مذکور اور شیخ فتح خاں کے پانچ لڑکے تھے اور چند دختر۔ شیخ سلطان بن شیخ خضر کی لڑکی سے پیدا ہوئے۔ لڑکے بنام شیخ فرید اور شیخ تاج محمود وغیرہ دوسرے شیخ سراج الدین فتحپور میں کہ اُن کے نکاح میں لڑکی شیخ نظام برادر شیخ کمال بن شیخ شہاب الدین چشتی کی ہے۔ اور شیخ خلیل بھٹی بن شیخ داؤد کہ بنگالہ میں ہے ان کے نکاح میں لڑکی شیخ عبد الواحد اولاد شیخ فروز چشتی کی ہے۔ کہ اس عفیفہ سے دو لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ لڑکے شیخ نظام الدین اور شیخ بدر الدین دوسرے شیخ نور محمد ابن شیخ خلیل مذکور دوسری منکوحہ سے ہیں اور اولاد شیخ محمد مرحوم کی بہت ہے بعض پیران پٹن میں کہ گجرات میں ہے وہاں ساکن ہیں۔ اور بعض دوسرے شہر میں ۔

ذکر اولاد شیخ محمود ابن شیخ بدرالدین سلیمان بن دختر گنجشکر قطب العالم شیخ فریدالدین گنجشکر قدس اللہ سرہ

شیخ محمود نے بیعت و خلافت اپنے والد بدرالدین سلیمان سے حاصل کی ان کے دو لڑکے تھے۔ ایک شیخ داؤد کہ صاحب سجادہ نشین ہوئے دوسرے شیخ نصیرالدین اور ایک لڑکی مسماۃ عزیزہ عرف سلیمہ۔ ان سے ایک لڑکا تھا شیخ فضل اللہ۔ اور شیخ داؤد کے دو لڑکے تھے۔ رفیع الدین صاحب سجادہ۔ دوسرے شیخ بہاؤالدین اور شیخ رفیع الدین کے تین لڑکے تھے۔ اول مخدوم زین چشتی کہ بیعت اور خلافت اپنے والد سے لی۔ دوسرے شیخ بازید تیسرے نصراللہ۔ اور شیخ زین کے پانچ لڑکے تھے۔ اول شیخ جہانشاہ صاحب سجادہ دوسرے شیخ سلطان شاہ تیسرے شیخ برہان الدین چوتھے شیخ معزالدین پانچویں شیخ تاج الدین اولاد حضرت مخدوم شیخ کی بہدانی اور بدایوں اور موا کو پسر اور فتحپور وغیرہ میں بستی ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل تیسرے باب میں ذکر ہوگی۔ دوسرے شیخ بہاؤالدین بن شیخ داؤد ابن شیخ محمود بن شیخ بدرالدین سلیمان بن شیخ فریدالدین گنجشکر اور بہاؤالدین مذکور کے دو لڑکے ایک شیخ موسیٰ دوسرے شیخ علی اور ایک لڑکی تھی کہ وہ ضعیفہ بے اولاد رہی اور شیخ موسیٰ کے چار لڑکے تھے شیخ فضل اللہ اور نظام الدین اور نصیرالدین اور حنیف اور شیخ محمود بن شیخ بدرالدین مذکور کے ایک لڑکی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اولاد نہیں ہے۔ اور اولاد پسر شیخ محمود کی بہت ہے۔ چنانچہ لکھی گئی اور لکھی جاتی ہے۔ اور پھر خیاب اولاد شیخ بازید ابن شیخ خواجہ بن شیخ داؤد ابن شیخ محمود مرقوم ہے۔ بنام شیخ سلیمان و شیخ نصراللہ اور شیخ ابوبکر اولاد شیخ نعمت اللہ بن شیخ ابراہیم بن شیخ شاہ بن شیخ خیرالدین بن شیخ بازید مذکور دوسرے شیخ حبیب اللہ بن شیخ خیرالدین تیرہ تین میں رحمت حق سے ہم آغوش ہوئے۔ کہ بہت بزرگ تھے۔ چنانچہ اس دیار کے آدمی اس مزار سے برکتیں پاتے ہیں۔ اور پیر کہلا مشہور ہیں۔ دوسرے باغ میں خیرالدین شیخ فیروز اور شیخ محمد اور حاجی اور شیخ عبداللطیف۔ اور شیخ بازید بن شیخ بہاؤالدین بن شیخ الہ داد مسطور اور نیز بہ حیات شیخ نبی جہ اور شیخ اللہ داد اور شیخ محمد اور شیخ احمد وغیرہ و شیخ نظام الدین مذکور دوسرے شیخ نصراللہ برادر حقیقی مخدوم شیخ زین مذکور بن خواجہ

فتح الدین شیخ نصر اللہ کی ایک لڑکی تھی نظم نام کہ وہ شیخ کریم الدین کے نکاح میں تھی کہ وہ منجملہ اولاد شیخ عظم سعد حاجی مرقوم سے تھی۔ کہ اس عفیفہ سے اولاد ہے اور اس کی اولاد کا ذکر پانچویں باب میں کیا جاویگا۔ اور غازی پور میں شیخ المشائخ و اناولی شاہ ابوالفتح خواجہ شہاب الدین بن خواجہ ابوالفتح بن خواجہ فیروز بن شیخ کمال بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمد بن شیخ بدر الدین سلیمان بن حضرت گنجشکر ہیں اور شاہ ابوالفتح مذکور اولیائے خدا اور مشائخ نامدار سے تھے اور خرقہ خلافت کا حضرت شیخ ابراہیم بالا راجہ جانشین حضرت گنجشکر سے پہنا تھا۔ اور ان کی مرقد شہر مذکور میں واقع ہے۔ اور اولاد بھی وہاں ہے۔ بنام شیخ پھودہ اور صاحب سجادہ اُن کی اور خواجہ خضر اور شیخ کمال اور شیخ نظام الدین لڑکے شیخ تاج الدین محمود بن شیخ محمد بن شاہ مذکور کے رمانیہ میں کہ قریب غازیپور کے ہے۔ باسم شیخ احمد تھے کہ ان کی ایک لڑکی ہے۔ اور سسرالو میں خواجہ عثمان ہادن صاحب سجادہ اور لڑکا شیخ صالح اور خواجہ معین الدین اور خواجہ قطب الدین اور شیخ جمال اور شیخ عبدالجلیل اور خواجہ عبدالعزیز ابن حضرت شیخ صالح ابن شاہ مزبور اور چونسہ میں شیخ عبدالوہاب اور شیخ ابوالحسن اور شیخ حبیب اللہ پسران شیخ عبدالواحد بن شاہ مرقوم اور تاندہ میں شیخ حسین بن شاہ مسطور کے ایک لڑکی ہے اور شیخ شید ابن شاہ مرقوم کی اولاد نہ رہی۔ اور شیخ تاج الدین بن شیخ بدر الدین سلیمان بن حضرت گنجشکر کے چھ لڑکے تھے۔ شیخ احمد اور شیخ حسین اور شیخ محفوظ اور شیخ عبدالحفیظ اور شیخ سعد الدین اور شیخ حسین کہ اُن کی اولاد نہیں ہے اور سوائے شیخ حسن کے پانچ لڑکے شیخ تاج الدین مذکور کی اولاد ہے۔ اس تفصیل سے اول آدی میں شاہ منصور ہیں وہاں بنام شیخ عبدالنبی بن شیخ احمد بن شاہ منصور بن شیخ ابراہیم اور شیخ پیر علی بن شیخ علی بن شیخ ابراہیم مذکور اور شیخ فتح محمد بن شیخ اولیا بن شیخ شکر الدین بن شیخ ابوالخیر رہتے ہیں۔ اور شیخ تاج الدین محمود بن حافظ اور عبدالملک بن اسمٰعیل اور برخوردار بن جمال الدین اور شیخ ابابکر بن یوسف اور کبیر بن عزیز اللہ بھی ہیں۔ اور بآدی میں دوسرے کہ منسوب بشیخ عمر ہے۔ وہاں بنام فیروز شاہ بن شیخ عبدالسلام بن شاہ محمد بن شیخ عمر مذکور اور شیخ اللہ بخش ابن شیخ اسمٰعیل ابن شیخ یوسف برادر شیخ عمر مرقوم کے اور شیخ عبدالرشید ابن شیخ ابابکر بن شیخ نظام الدین بن شیخ عمر مسطور اور خواجہ علی بن شیخ یعقوب برادر حقیقی شیخ عمر مذکور کے اور شیخ منور ابن شیخ اسمٰعیل ابن شیخ یوسف

مذکور اور شیخ رکن الدین ابن شیخ حسن ابن شیخ نعمت اللہ اور شیخ الہ داد ابن شاہ منصور ابن شیخ اسمٰعیل اور شیخ حسین ابن شیخ احمد اور شیخ عماد بن شیخ حسام الدین بن داؤد شاہ ابن شیخ عبد الصمد اور شیخ قاسم ابن شیخ داؤد ابن شیخ بہاؤ الدین اور شیخ جلال ابن شیخ بہاؤ الدین ابن شیخ علم الدین اور سیالکوٹ چٹی میں شیخ صالح محمد بن شیخ عبد المجید۔ اور عبد الفتاح ابن شیخ معروف ساکن ہیں۔ اور حضرت دہلی میں شیخ ابو الفتح کہ اولیائے خدا اور مشائخ نامدار سے تھے۔ اور خلافت کا خرقہ قطب الاولیاء شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ حضرت گنجشکر سے رکھتے تھے اور ان کی نسبت اول پٹن میں ہوئی تھی۔ بعد ازاں دوسری نسبت قاضی عبد الستار ساکن فتحپور کے گھر کی نسل ابو مسلم سے بیں ہوئی تھی۔ اُس سے اولاد ہے۔ اور فتح آباد میں شیخ تاج الدین عزیز نواب شیخ ابراہیم اور شیخ آدم کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ نظام الدین ابن شیخ شہاب الدین کی ہے۔ اور آگرہ میں شیخ قطب الدین خلیفہ عبد الواحد اسلام اور وہ ابن شیخ حسین ابن شیخ نعمت اللہ مرقوم اور شیخ یوسف ابن شیخ اللہ ابن رکن الدین ابن شیخ قاسم ابن شیخ داؤد ابن شیخ نظام اور شیخ معین الدین ابن شیخ عبد الغفور ہادی مذکور میں رہتے ہیں۔ اور ٹطوارہ میں شیخ بہاؤ الدین ابن شیخ عبد القادر ابن شیخ بہلول ابن شیخ نصیر الدین اور شیخ شریف محمد اور شاہ محمد پسران شیخ قطب الدین شیخ بہاول مذکور اور ہادی میں تیسرے کہ منسوب شیخ شہاب الدین وہاں باسم تاج الدین اور رکن الدین اور بدر الدین اور حسین خاں اور رحمت اللہ اور شریف محمد پسران شیخ عبد المجید بن محمد در بدایوں ہیں شیخ معین الدین بن عبد الحمید مذکور اور اس کی نسبت شیخ شہباز خاں کے گھر ہوئی ہے۔ اور نیز ہادی مرقومہ میں شیخ صالح محمد ابن شیخ لیسین ابن شیخ محمد شاہ مسطور اور شیخ عبد الرشید ابن سندی بن علاؤ الدین اور شیخ اشرف ابن شیخ محمود ابن شیخ احمد متوطن ہیں۔ دوسرے حضرت پاک پٹن میں شیخ شہاب الدین اور سیالکوٹ چٹی میں شیخ آدم پسران خواجہ احمد ابن شیخ رحمت اللہ مشہور بہ تینی اور شیخ بہاؤ الدین ابن شیخ سعد اللہ ابن رحمت اللہ مذکور اور شیخ امام الدین ابن شیخ سلیمان ابن شیخ رفیع اللہ ابن شیخ رحمت اللہ ابن شیخ ابا بکر اور عبد الرحمن اور مبارک اور شیخ محمود پسران شیخ یوسف ابن شیخ ابا بکر مذکور اور شیخ الہ داد ابن شہاب کہ ان کی نسبت شیخ نصیر الدین ابن شیخ کمال چشتی ساکن مو کی ہوئی ہے۔ اور اولاد شیخ تاج الدین ابن شیخ بدر الدین

ذکر حسب اور نسب اور اولاد اور ولادت اور خلفا اور وفات

بندگیحضرت قطب العالم شیخ سلیمان مشہور شیخ سلیم بن بہاء الدین چشتی

اولیاء کبار اور مشائخ نامدار سے تھے حالات اور کرامات اور مجاہدات ان کے مشہور اور معروف ہیں اور والدہ بزرگوار آپ کی مسماۃ بی بی اخہ بنت شیخ کرام اللہ عثمانی دام عفتہا بہت بزرگ تھیں اور آنحضرت نے مسافرت عرب اور عجم کی بہت کی اور اکثر اولیائے خدا کو دیکھا اور فیض حاصل کیا۔ چنانچہ ۲۲ حج ادا کئے چونکہ قبل ولادت کے آپ کی والدہ بلدہ مدینہ میں رہتی تھیں۔ وہاں سے بحکم الہی انتقال فرمایا۔ اور دار الخلافت دہلی میں محلہ مشہور سرائے حضرت علاؤ الدین زندہ پرست میں سکونت فرمائی۔ چنانچہ وہ مسکین ہنوز موجود ہے۔ اور آپ کی ولادت ۸۸۴ھ میں ہوئی۔

نقل ہے کہ ولادت کے وقت جب آپ کا سر زمین پر آیا اور وہاں دانہ پیشانی مبارک پر چبھا اس کا اثر پیری تک باقی تھا۔ فرماتے تھے کہ اس دانہ کی تکلیف کو یاد رکھتا ہوں۔ میں نے چاہا کہ ہاتھ سے دور کروں پھر سوچا کہ اگر ایسا کرونگا تو عالم میں فتنہ برپا ہو جائیگا۔ جب عمر آپ کی نو سال کی ہوئی۔ آنحضرت کے والدین دہلی سے سیکری آئے اور وطن اختیار فرمایا۔ اس اثناء میں ماں باپ دونو جنت کو چل بسے شیخ المشائخ شیخ موسیٰ آپ کے بھائی تربیت فرماتے تھے۔ جب آپ کی بزرگی کے آثار آپ کی پیشانی پر ظاہر پاتے تھے اور اولاد نہ رکھتے تھے۔ تربیت میں کوشش بلیغ فرماتے تھے۔ اور ایک گھڑی جدا نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جاذبہ الہی دامنگیر ہوا اور الہام ہونے لگا۔ کہ اپنے ظاہر اور باطن کے کمال کا سبب پیدا کرو۔ برادر بزرگوار سے سفر کی اجازت طلب فرمائی۔ ہر چند مبالغہ کیا مگر نہ مانا۔ آخر کار برادر بزرگوار نے کہا کہ ہم اولاد نہیں رکھتے ہیں۔ اپنی تسکین خاطر کو ہم نے تمہیں فرزندی میں لیا ہے ہم نہیں چاہتے کہ تم ہم سے جدا ہو۔ مگر جب حق سبحانہ تعالیٰ سے ہمارے فرزند ہو۔ اُس وقت تمہارے سفر سے راضی ہونگے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ دو فرزند تم سے متولد ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت سن شریف آنحضرت کا چودہ برس کا تھا۔ اور مجاہدے بہت کئے تھے۔ چنانچہ بعضی راتوں درخت پر دفع خواب کرتے تھے۔ اور صبح تک مراقب رہتے تھے

اس مجاہدہ کے اثناء میں خارق عجیبہ ظاہر ہوتے تھے۔اُن کے دیکھنے سے نسبت عقیدت مردم خویش و بیگانہ کی مضبوطی پکڑتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ بعد ولادت فرزندان کے جو آپ نے وعدہ کیا تھا۔ آپ مسافر ہوئے۔اوّل سرہند میں قیام فرمایا۔اور ملک العلماء شیخ مجدالدین سے علوم ظاہری حاصل کئے۔ اور اکثر قصبہ بھدائی شیخاں میں کہ تین کوس سرہند سے ہے واسطے زیارت اور استمداد کے آنا جا فرماتے تھے۔مسجد میں ملک الاولیاء مخدوم شیخ زین الدین چشتی قدس سرہ کے پوتہ کرتے تھے۔حتیٰ کہ شوق زیارت حرمین شریفین کا زیادہ ہوا اور اٹھارہ برس کی عمر میں قصد بیت اللہ کا مصمم کر کے سفر کیا۔اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔چنانچہ متعدد حج ادا کئے اور تیس سال عربستان میں سیر فرمائی۔اور انواع فواید حاصل فرما کر اعزہ عزت کو تکمیل کیا۔اور اثناء سیر میں شیخ ابراہیم قدس سرہ سے بیعت کی۔چنانچہ بہت جلد فیض حاصل کیا۔اور اجازت لے کر رخصت ہوئے۔اور خرقہ خلافت اور مثال پایا۔اور یہ سبب حیرانی مریدوں کا ہوا۔ کہ ہم برسوں سے کوشش کرتے ہیں ہنوز مطلب کی بو بھی نہیں پاتے اور یہ تھوڑے زمانہ میں اس دولت سے فائز ہوئے۔حضرت شیخ نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا۔کہ تم ہم سے فیض کی درخواست کرتے ہو۔اور وہ حصول استعداد اور وقت پر موقوف ہے۔اور آپ کے ہم اجابت دار تھے۔چنانچہ مدت سے انتظار آپ کے آنے کا رکھتے تھے۔اور خلفاء آنحضرت کے عرب میں بہت مشہور ہوئے ہیں۔مثل سید محمود مغربی۔اور شیخ محمود شامی اور شیخ رجب چلپی روضہ متبرکہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ منورہ کے متولی اور اشرف عرب سب پر معتقد آنحضرت کے باخلاص ہوئے ہیں÷

نقل ہے کہ اکثر آنحضرت عرب میں سیر اور طیر میں رہتے تھے اور عجائب اور غرائب کا تماشا کرتے تھے۔اور وہاں کے بزرگ فیض پہنچاتے تھے اور اس نواحی کے بعض مشائخ سے فیض لیتے تھے۔اور موسم حج میں حاضر ہوتے تھے۔بعد ازاں بحکم رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہندوستان میں آئے جب بغداد میں نزول فرمایا۔حضرت امام اعظم صوفی ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔اور حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی زیارت سے شرف حاصل کیا۔اول حضرت غوث الثقلین نے امیر صاحب

سجادہ کو بشارت فرمائی۔ کہ ہمارا خاص خرقہ خلافت کے ساتھ شیخ حسین ہندی کو حوالت
کر۔ جب دن ہوا ان صاحب سجادہ نے خرقہ اور مثال بحکم عالی سپرد کیا۔ جب
آنحضرت نے چند مدت بغداد میں سکونت کی باطن سے حضرت غوث قدس سرہٗ
کے فیض لیتے رہے۔ بعد رخصت کے ہندوستان میں آئے۔ اس اثنا میں بڈھے
ملے۔ کہ غوث الثقلین کے معتقد تھے۔ ان کو جبہ ملنا ناہمش آیا۔ حضرت نے کہا:
کہ تیرے پاس جبہ غوث الثقلین کا ہے۔ ہم کو دے اور جا۔ حضرت شیخ نے اس
جبہ کو اتارا۔ وہ ایسا گم ہوا کہ بڈھے نے ہرچند تلاش کیا۔ اس کا اثر بھی نہ ملا۔
حضرت شیخ نے فرمایا جہاں پاؤ لے لو۔ حیران اور متعجب ہوئے۔ جانا کہ یہ آدمی بزرگ
ہے۔ القصہ پاؤں پر گرے اور توبہ اور استغفار کی۔ کہ ہمارا مقصود صرف
زیارت کا ہے۔ حضرت شیخ نے کہا اچھا دکھلاتے ہیں۔ اول سیدھی آستین ظاہر
ہوئی۔ پھر الٹی پھر گریبان پھر تمام جبہ آپ کے وجود پر ظاہر ہوگیا کہ وہ زیارت سے
مشرف ہوئے۔ اور بہت الحاح اور زاری کی۔ کہ آپ چند روز ہماری مہمانی قبول
فرمائیے۔ چونکہ ازل سے وہ تائب ہونے والے تھے۔ حضرت شیخ چند روز وہاں
رہے۔ اور وہ تائب اور مرید ہوئے۔ پھر حضرت شیخ وہاں سے ہندوستان داخل
ہوئے۔ اور زیارت سے پیران چشت اہل بہشت کی مشرف ہوئے اور استفاضہ
اور استمداد کیا۔ جب شیخوں کی جدائی پہنچے ڈھائی سال حضرت شیخ مخدوم زین چشتی
کی مسجد میں معتکف رہے۔ اور فیض باطن حاصل کیا۔ اور اکثر مزار متبرکہ کی زیارت کو
آتے تھے۔ ایک بار زبان سے فرمایا کہ زبدۃ السالکین شیخ زین چشتی بہت بزرگ تھے
اور تفرید اور ترک بے انتہا رکھتے تھے۔ چنانچہ بادشاہ وقت جو ان کا مرید تھا۔ ایک
بار ایک خوان موتیوں کا بھرا خدمت میں نذر لایا۔ فرمایا کہ طالبان دنیا کو دیدو۔ کہ ہمارے
خزانہ میں اس قسم کے دانہ بہت پڑے ہیں۔ بعدہٗ زاں فتحپور تشریف ارزانی فرمائی۔ فتحپور
کے پہاڑ پر سوائے شیر اور پلنگ کے دوسرا نہ تھا۔ اس کے اوپر مسکن مقرر کیا۔ اور اس
ویران جنگل کو آباد کیا۔ اور بعد چند مدت کے تاہل واقع ہوا۔ اور اولاد ہوئی۔ چنانچہ ذکر
ان کا آگے لکھا جاویگا۔ جب آوازہ آپ کی نشست کا اطراف و جوانب میں پہنچا۔ آدمی زیارت
کو آتے تھے۔ اور فیض حاصل کرتے تھے۔ اور مرید ہوتے تھے۔ خلفاء آپ کے بیشمار ہوئے
آنحضرت خرقہ خلافت کا شیخ ابراہیم قدس سرہٗ سے رکھتے تھے۔ اور وہ اپنے والد شیخ
محمد سے اور وہ اپنے والد شیخ احمد سے اور وہ اپنے والد شیخ [illegible] سے اور وہ

اپنے والد شیخ محمد سے اور وہ اپنے والد خواجہ فضیل عیاض سے۔ اور وہ اپنے پیر خواجہ
عبدالواحد زید سے اور وہ رئیس المحققین خواجہ حسن بصری سے۔ اور وہ اپنے پیر امیر المومنین
امام المتقین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور وہ جناب خواجہ
کائنات خلاصہ موجودات خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے۔ اور نیز آنحضرت نے خرقہ خلافت کا نعمت کے ساتھ طرف سے حضرت گنجشکر
کے اپنے آباؤ اجداد سے پایا تھا۔ اور کثر حضرت گنجشکر آپ کو بعض چیز کا حکم فرماتے
تھے۔ اور نیز خرقہ خلافت کا طرف سے حضرت محبوب سبحانی مسند محی الدین عبدالقادر
جیلانی کے صاحب سجادہ سے پہنچا۔ خرقہ بالا مرقوم ہوا۔ کہ وہ جبہ متبرکہ سفید صوف
کا ہے۔ اور اب تک گھر میں شیخ فضل اللہ بن علاؤ الدین بن شیخ بدرالدین ابن حضرت
شیخ الاسلام کے موجود ہے۔ اور نیز آنحضرت نے خرقہ خلافت کا خواجہ بہاؤ الدین نقشبند
اور خواجہ احرار قدس سرہ سے پایا کہ صحبت سے خواجہ اسمعیل شیروانی کے ملا تھا۔
بہت بزرگ تھے اور بواسطہ خلیفہ عظام خواجہ احرار کے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں حضرت
شیخ الاسلام اور یہ ایک حجرہ میں ۲۵ سال رہے۔ اور فیض حاصل کئے۔ اور
آنحضرت قتال خلافت کا بدلیوں کی طرف سے بھی رکھتے تھے کہ وہ سلسلہ مسطور کے
جاری کرنے کا حکم نہ تھا۔ چنانچہ بعض خلفاء نے بواسطہ قتال بدولیوں کے عرض
کے فرمایا۔ کہ خیر جو شخص کہ قتال دیتا ہے کہ سلسلہ جاری ہو یہ پوشیدہ ہے مجھ کو
اجازت نہیں ہے۔ کہ اس سلسلہ کو جاری کروں۔ اور اکثر آپ کے خلفاء ہندوستان
میں سوائے ہندوستان کے بہت ہیں چنانچہ بعض کی شرح کرونگا ✦

حضرت حجۃ الواصلین شیخ فتح اللہ سنبلی اور شیخ کمال الوری صاحبزادہ آنحضرت
کے اور شیخ محمد گجراتی اور شیخ پیارا گجراتی اور شیخ محمد سروانی حضرت تین میں شیخ
محمد بخاری اور شیخ سید جیو دہلوی اور شیخ کبیر شیخ عبدالغفوری سرائیل سارنگپوری
اور شیخ محمد غوری اور شیخ حسین بن شیخ ابراہیم چشتی بداؤنی اور شیخ والی ابن شیخ
یوسف چشتی ساکن قصبہ مؤ اور شیخ حماد بن شیخ معروف چشتی ساکن گوالیار اور شیخ یعقوب
کشمیری اور شیخ رکن الدین ابن شیخ عجائب کہ نسل قاضی ابومسلم سے ہیں۔ اور شیخ
حاجی حسین خادم محرم راز بن شیخ عبدالکریم کہ نسل قاضی ابومسلم سے ہیں۔ اور شیخ
بھکاری اور شیخ سدھاری بن اسرائیل اور سید حسین اور شیخ عبدالواحد ساکن
دہلی اور شیخ جلال حافظ امام اور شیخ ابراہیم صوفی سرہندی اور وہ لوگ

کہ جنہوں نے ان اعزہ سے فیض پایا ہے بہت ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالواحد ساکن آگرہ خلیفہ شیخ فتح اللہ مذکور اور اسکی تفصیل طول رکھتی ہے۔ اور نظر آنحضرت کی نعمت تھی جس پر نظر ڈالتے تھے منور کرتے تھے۔ اور جو مرید ہوتا تھا مقبول درگاہ ہوتا تھا۔ بعد اسکے پھر جب حضرت کو شوق زیارت حرمین شریفین کا ہوا۔ اور پہلے خشکی کا سفر کر چکے تھے۔ اس مرتبہ تری کی راہ قرار دی۔ اور حجتہ السالکین شیخ کبیر کو واسطے درست کرنے جہاز کے پہلے روانہ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں تم جلد شہر سورت میں پہنچو۔ اور جہاز راست کردتا کہ ہر فقیر اور محتاج کہ حج جانا چاہے بلا مؤنت کے پہنچ سکے خدمت یہ کہ یہ سورت کو گئے اور جہاز راست کیا اور عرضداشت لکھی اور یہ بیت تحریر کیا ؎

سر شکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کن   بیا در کشتی چشمم نشین و سیر دریا کن

جب یہ عرضداشت پہنچی آپ بہت خوش ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ جہاز پر پہنچے اور شیخ کبیر کو رخصت فرمایا۔ ہر چند ہمراہی کے واسطے کہا تسلی فرمائی کہ ارادہ اللہ یونہی ہے۔ کہ تم اس سفر میں ہمراہ نہ ہو۔ فی الجملہ رخصت ہو کر سارنگپور آئے۔ جس زمانہ میں وہاں عام وبا تھی۔ متمکان شہر نے شہر سے باہر جا کر ان کا استقبال کیا۔ اور اضطراب ظاہر کیا۔ کہ شاید آپ کے قدموں کی برکت سے شہر بلا سے نجات پائے انہوں نے بعد توجہ کے فرمایا کہ اللہ تعالٰے اس شہر کو اس وبا سے نجات بخشتا ہے لیکن ہم اس دار فنا سے رحلت کرینگے۔ چنانچہ بعد چند روز کے انتقال فرمایا اور زحمت وبا کی ہر طرف سے دور ہوئی۔ جب حضرت شیخ مکہ پہنچے دس سال وہاں امامت فرمائی۔ وقت شب معراج آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ مکرمہ جاتے تھے۔ اور وہاں زیارت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشرف اور ممتاز ہوتے تھے۔ اور اکثر وہاں معتکف رہتے تھے اور موسم حج میں مکہ معظمہ آتے تھے۔ اور حج ادا کرتے تھے۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ اب یہاں سے ہندوستان نہ جاؤں کہ میری مٹی آن سرور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر پائے مبارک رہے۔ اور سنن اکثر بجا لاتے تھے آخر الامر ایک رات رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اے شیخ سلیم ہندی تو ہندوستان میں پھر جا۔ اور فتحپور میں ساکن ہو۔ کہ وہاں اکثر آدمیوں کو تجھ سے فیض پہنچنے والا ہے۔ اور خلیفہ وقت تیرا تابعدار ہوگا۔ اور جو تو خواہش رکھتا ہے تجھ کو عطا کی۔ اور اپنی قبر کی زمین کا حصہ وہیں پا دے گا۔

جب ایسا حکم عالی صادر ہوا وہاں سے بخوشی مراجعت فرمائی۔ اور فتحپور تشریف لائے۔ فرزند اور خویش اور مرید پابوسی سے مشرف ہوئے اور پہلے اس سے جو آپ مکہ مبارک میں تھے۔ اور جو مردم قبیلہ سے فتحپور کی دار الخلافت میں خلاف مرضی تورع میں آتا تھا۔ نور باطن سے معلوم کرکے وہاں نامہ لکھتے تھے۔ ان کو بہت تعجب ہوتا تھا کہ کس طرح مغیبات پر اطلاع ہوئی۔ واسطے اخفائے حال کے کبھی فرماتے تھے۔ کہ قطب الاقطاب شیخ فرید الدین گنجشکر کے یہاں مجھکو خبر پہنچاتے ہیں۔ جب آخر مرتبہ تشریف لائے یاروں سے فرمایا کہ ان دو باتوں سے ایک چاہتا ہوں۔ کہ اختیار کروں یا ترک طعام یا سکوت دائم۔ تمہاری صلاح کس امر کی ہے سب نے عرض کیا ... کہ سکوت سے فیض کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ اور ہم محروم رہینگے۔ اور مایہ کار بندگان خدا کا بیکار رہیگا۔ اتفاق ترک طعام پر ہوا۔ چنانچہ آخر عمر تک کھانے کی طرف میل نہ کیا۔ اور اکثر روزہ طے رکھتے تھے۔ کبھی سات روز کے اور کبھی بارہ ذیقعدہ دہ سمانہ کہ جس میں گوشت اور غلہ نہ ہوتا افطار کرتے۔ القصہ خبر تشریف لانے کی خلافت پناہ ظل اللہ تعالیٰ جلال الدین محمد اکبر شاہ غازی کو پہنچی۔ کہ ایسا قطب الاقطاب فتحپور میں طالع ہوا ہے۔ جس پر توجہ کرتا ہے منور کرتا ہے۔ اور جو رجوع کار لاتا ہے مقصد کو پہنچتا ہے۔ اُس وقت خلیفہ عصر اولاد نہ رکھتا تھا۔ اس مطلب میں اکثر بزرگان دین کی خدمت میں آتا اور خوشامد کرتا۔ لیکن یہی فرماتے تھے کہ تم کو شیخ سلیم چشتی تسلی دیگا۔ آخر بادشاہ نے ایک چیز کی دل میں نیت کی۔ اور فتحپور پہنچکر آستانہ بوسی سے مشرف ہوا۔ جو نیت تھی حضرت نے اشراق باطن سے معلوم کیا اور ظاہر فرمایا۔ بادشاہ کا اس روز سے زیادہ عقیدہ ہوا۔ اور دار الخلافت آگرہ سے فتحپور واسطے ملاقات آنحضرت کے آتا جاتا تھا۔ التماس پسر کی کی۔ حضرت شیخ نے تبسم فرمایا کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ قادر ہے۔ شاید تمہاری دلجوئی کرے۔ اور اولاد عطا فرمائے بعد مدت کے کرم الٰہی سے اور توجہ آنحضرت خلافت پناہی سے ابو المظفر نور الدین جہانگیر بادشاہ پشت پدر سے رحم مادر میں آیا۔ خلیفہ عصر نے قرار دیا کہ مہد علیا بیگم جیو جب تک لڑکا پیدا نہ ہوا۔ حضرت شیخ کے گھر میں رہیں بعد خوشامد کے حضرت شیخ نے قبول فرمایا۔ اور اکثر آنحضرت فرماتے تھے۔ کہ لڑکا پیدا ہوگا۔ بعض آدمی یہ سن کر متعجب ہوئے اور کہتے تھے شاید لڑکی پیدا ہو۔ جب شیخ سنتے تھے۔ اور فرماتے تھے یہ بات بندہ

نہیں کہنا ہے۔ ارادہ الہی سے لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ اس اثناء میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے کرم سے جہانگیر بادشاہ پیدا ہوئے۔ اور حضرت شیخ خوش ہوئے اور یہ خبر اکبر بادشاہ کو پہنچی۔ ایسا خوش ہؤا کہ پھولا نہ سماتا تھا۔ اور جن لوگوں نے خبر پہنچائی تھی ان کو منصب اور انعام سے سرافراز کیا۔ چاہتا تھا کہ اسی وقت فتحپور پہنچے۔ آخرش ایسا قرار پایا کہ بعد چند روز کے بادشاہ شہزادہ کو فتحپور میں دیکھے۔ جب ساعت نیک آئی بادشاہ نے آپ کو فتحپور پہنچایا۔ اور شیخ سے ملاقات کی۔ اور شاہزادہ کو دیکھا۔ بہت خوش ہؤا۔ اور خاص و عام کو انعام بخشا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حضرت شیخ نے شہزادہ کا نام سلیم رکھا +

نقل ہے کہ حضرت فرماتے تھے۔ کہ شاہزادہ کا اس واسطے سلطان سلیم نام رکھا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسکے پیدا ہونے کے باب میں فقیر کی دعا قبول فرمائی۔ بہتر ہے کہ ہمنام ہو۔ اور خوندکار روم بھی اسی نام سے مسمیٰ ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن کو بھی بادشاہ عظیم ان کا کرتا ہے۔

نقل ہے کہ مسجد عالی کی عمارت سے پہلے فتحپور کے دارالخلافت میں پندرہ سال زبان سے فرمایا تھا کہ اسکے اوپر بڑی حویلی بنائے۔ یہاں آبادی کی ایسی کثرت ہوگی۔ کہ ذراسی جگہ بہت قیمت میں آویگی۔ اور ان آدمیوں نے درندوں کے خوف سے وسیع حویلیاں نہ بنائیں۔ اور یہ پہاڑ بڑا خوفناک تھا۔ درندوں کے خوف سے دروازے بند رہتے تھے۔ جب اکبر بادشاہ نے نزول اجلال فرمایا۔ اور جہانگیر بادشاہ کا تولد واقع ہؤا۔ بڑے بڑے محل بن گئے۔ چنانچہ یک روز محلوں کے دیکھنے کو آنحضرت تشریف لے گئے۔ اور اپنے یاروں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہاڑ پر عمارت بننے والی تھی مجھ کو دکھلائی گئی تھی۔ اس واسطے ان محلوں میں آیا ہوں کہ آیا یہ عمارت ویسی ہی ہے۔ کہ اس کے غیر۔ لیکن ایسا ظاہر ہؤا کہ جو عمارت مجھ کو دکھلائی تھی۔ اس کے غیر تھی اور اس عمارت کی طرح اس عمارت کی طرح کے رو میں ہے۔ چنانچہ جس طرح کی دکھائی ویسا ہی وقوع میں آیا +

نقل ہے کہ شیخ برہان الدین ابن شیخ خضر بن شیخ نصر اللہ چشتی بداؤنی کہتے تھے کہ ایک وقت شیخ الاسلام کی آستانہ بوسی سے میں مشرف ہؤا۔ آنحضرت جامع مسجد ترتیب فرماتے تھے۔ تشریف رکھتے تھے۔ اور

کیفیت مسجد بننے کی بیان فرماتے تھے۔ اور طول و عرض تقریر میں لاتے تھے۔ میرے دل میں خطرہ گذرا کہ اس ترتیب سے مسجد بننا محال ہے آنحضرت نے اشراق باطن سے دریافت کرکے فرمایا کہ اے شیخ برہان الدین ہم خود نہیں کہتے ہیں۔ اس مسجد کی بنیاد مجھے دکھائی ہے اور فرمائی ہے اظہار کرتا ہوں۔ میں خاموش ہو رہا۔ جب رات ہوئی۔ مجھ کو اسی شب سے کہ مسجد نبی خواب میں دکھلائی اس کی صبح کو جاکر میں پاؤں پر گرا۔ اور معذرت کی مجھ پر بہت مرحمت مبذول فرمائی +

نقل ہے کہ سنہ ۹۷۹ ہجری میں جب غرۂ ماہ رمضان کا آیا۔ حضرت معتکف ہوئے۔ در رمضان مبارک کے عشرۂ آخر میں آپ کو تکسیر پیدا ہوا آخر رات کہ شب پنجشنبہ ۲۹ ماہ مذکور کی تھی۔ اہلبیت اور دونوں فرزندان شیخ احمد اور شیخ بدرالدین اور بعض خلفاء حاضر تھے۔ اور درمیان خلفاء اور اہلبیت کے پردہ کھینچا تھا۔ مستورات نے عرض کی کہ ہم کو بعد اپنے کس کو سونپتے ہو۔ اور کون ہمارے حال کا پرساں اور اس مقام کا خادم ہوگا۔ فرمایا جو بردباری بارگراں اس سنگ بے نمک کی کرے رب نے بانفاق عرض کی۔ کہ شیخ بدرالدین خاص اس کام کو ہے۔ آنحضرت نے شیخ بدرالدین کو پاس بلایا۔ اور وصیتیں فرمائیں۔ اور شرف سجادہ سے مشرف کیا۔ باوجودیکہ شیخ احمد بڑے اور آراستہ پیراستہ تھے۔ لیکن آنحضرت نے نظر کیمیا اثر سے التفات فرماکر کہا کہ خدمت جانشینی کی شیخ بدرالدین سے تعلق رکھتی ہے اور شیخ احمد پر بھی شفقت ارزانی فرمائی۔ اور شیخ بدرالدین آنحضرت کے قدم بقدم چلتے جاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت گنجشکر نے باوجود پسر کلاں شیخ شہاب الدین گنج العلم کے سجادہ بدرالدین پسر خورد کو مرحمت فرمایا۔ سچ ہے کیوں نہ ہو۔ فرزند اور مرید وہ خلف ہے کہ پیروں اور بزرگوں کے قدم پر قدم رکھے اور جیسا حضرت نے کہا ہو بجا لاوے کہ قیامت کے روز روبرو بزرگوں کے شرمندہ نہ ہو۔ القصہ شیخ الاسلام نے ذکر حق میں استقبال کیا۔ اور قریب ایک پہر رات کے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر پہنچے۔ اور اکثر نے اجلہ معتقدین سے حاجی الحرمین الشریفین شیخ عبدالنبی و مخدوم الملک وغیرہ تھا۔ اور خلیفہ شہر نے نماز جنازہ ادا کی اور جنازہ سے ایک

پائے پر خلیفہ عصر تھا۔ رات میں آنحضرت دفن ہوئے عمر شریف پچانوے سال تھی اکیس نام آنحضرت کے بندہ کاتب الحروف نے جمع کئے ہیں۔ جو کوئی با اعتقاد پڑھے ہر حاجت دینی اور دنیوی بر آوے بمنہ وکمال کرمہ۔ وہ یہ ہیں!۔

الٰہی بحرمت سلطان الفقراء مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت قطب الاولیاء مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت غوث الاتقیا مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت اکمل المکملین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت قدوۃ المحققین والمجاہدین حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت زبدۃ العارفین والمجتہدین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہ العزیز
الٰہی بحرمت حجۃ العارفین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت سراج السالکین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت برہان المتقین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہ العزیز
الٰہی بحرمت تاج العارفین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت مفتاح الجنان العالمین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت انیس السالکین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت دلیل المتقین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت معشوق العاشقین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت بدر الزاہدین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت نقادۃ العابدین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت ناصر الحق الشرع والدین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت عماد الحقیقۃ مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت ہادی الطریقۃ مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہٗ
الٰہی بحرمت بحر المعرفت مولانا حضرت شیخ الاسلام چشتی قدس سرہ العزیز

زہے عظمت اور کرامت حضرت شیخ الاسلام کی کہ لائق اس مقام کے ہر کوئی نہیں۔

تاریخ وفات آنحضرت کی شیخ باقی نے کہی ہے۔ "زخود فانی بحق باقی" اور نیز کہا ہے ؎

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل　　　　دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

جان کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین قطب العارفین تاج الاصفیا برہان الاتقیا
غوث الزاہدین شمس العارفین بندگی حضرت قطب العالم حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ
ابن شیخ المشائخ شیخ بہاؤ الدین ابن شیخ بدر الدین مہتہ ابن شیخ سلیمان کہ ان کا ذکر
مشہور ہو چکا۔ اولیائے خدا اور مشائخ کبار سے تھے۔ کرامات اور ریاضات ان کی
معروف او مشہور ہیں۔ اور آپ کے بائیس فرزند تھے۔ آٹھ پسر اور چودہ دختر۔ پسران
شیخ محمود اور شیخ احمد اور شیخ بدر الدین کہ شرف سجادہ سے مشرف تھے۔ اور شیخ
تاج الدین اور شیخ نصر اللہ اور شیخ محمود اور شیخ معروف اور شیخ منور قدس ارواحہم
اجمعین۔ اور لڑکیاں بی بی مریم اور بی بی خدیجہ اور بی بی فاطمہ اور بی بی عائشہ بزرگ اور
بی بی عائشہ خورد اور بی بی زیبا اور بی بی سائرا اور بی بی خدیجہ اور بی بی رقیہ اور بی بی
رالبعہ۔ اور چار لڑکیوں نے بچپنے میں وفات پائی۔ ان کے نام معلوم نہیں۔ اور اولاد
ہر ایک پسر حضرت کی یہ ہے۔ شیخ محمد کہ ان کے نکاح میں شیخ سلیمان کی لڑکی تھی
جو قاضی مسلم کی اولاد سے تھی۔ مسماۃ بی بی عظمت کہ ان سے ایک لڑکا شیخ خواجہ اسمٰعیل
کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ احمد ابن حضرت شیخ الاسلام مسماۃ ام کلثوم تھی۔ اس
عفیفہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ کہ وہ نکاح میں شیخ قاسم المطلب نواب محتشم خاں
کے تھی۔ کہ اس سے اولاد نہ ہوئی۔ دوسرے شیخ احمد ابن حضرت شیخ الاسلام کہ ان
کے عقد میں لڑکی نواب شیخ ابراہیم کی تھی۔ مسماۃ بی بی نبی کہ اس سے دو لڑکے اور
تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے شیخ بایزید الملقب بہ نواب معظم خاں کہ ان کے نکاح
میں لڑکی شیخ ابو الفضل کی تھی۔ بی بی صالحہ کہ اس نے چار لڑکے اور ایک دختر تھی
لڑکے شیخ عبد الہادی اور شیخ عبد الصمد الملقب بنواب مکرم خاں اور شیخ عبد السلام اور
شیخ محی الدین اور شیخ عبد الہادی کی اولاد نہیں ہے باقی تین لڑکے معظم خاں مذکور کی اولاد
رکھتے تھے۔ اور شیخ محمود ابن شیخ احمد مذکور کے ایک لڑکا تھا۔ شیخ رکن کہ اسکے ایک
لڑکی تھی۔ کہ وہ عقد میں شیخ عبد الرحمن پھوپھی زادہ کاتب الحروف کی تھی اور شیخ بدر الدین
ابن شیخ الاسلام کہ ان کے عقد میں شیخ کمال الوری ابن شیخ شہاب الدین ابن شیخ مہتہ
ابن شیخ سلیمان کی لڑکی تھی۔ بی بی مریم نام کہ اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک شیخ
علاؤ الدین مذکور الملقب بہ نواب اسلام خاں کہ شیخ الاسلام کے سجادہ نشین تھے۔
دوسرے شیخ قاسم الملقب بہ نواب محتشم خاں شیخ علاؤ الدین کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں
بنام شیخ فضل اللہ الملقب بنواب اکرام خاں کہ شیخ الاسلام کے سجادہ نشین ہوئے

دوسرے شیخ مودود اور شیخ معظم اور پسران تمام بنام شیخ محمود شیخ یدو شیخ احمد و
شیخ افضل و شیخ منور و شیخ نور و شیخ موسیٰ و شیخ نور و شیخ ہاشم و شیخ تاج الدین اور شیخ نصر اللہ
اور شیخ محمود اور شیخ منور اور لڑکے حضرت شیخ الاسلام کے لڑکپن میں وفات پا گئے - ان سے
اولاد نہیں ہے - دوسرے شیخ محمود ابن بندگی حضرت شیخ موسیٰ برادر حقیقی شیخ الاسلام ابن شیخ
بہاؤالدین کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں - پسران اول موسوم بنواب شیخ ابراہیم دوسرے
شیخ فضیل لڑکیاں بی بی سکینہ اور بی بی بائی جیو - اور نواب شیخ ابراہیم کہ ان کے چار لڑکے
اور تیرہ لڑکیاں تھیں - شیخ خلیل - اور شیخ ابوالخیر اور شیخ یعقوب اور شیخ مودود اور
شیخ خلیل کے نکاح میں شیخ عبداللہ چشتی ساکن اور کی لڑکی ہے - کہ اس سے تین لڑکے
اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے - لڑکے شیخ فضل اللہ اور شیخ یحییٰ اور شیخ محی الدین اور دوسرے
شیخ داود ابن شیخ خلیل مذکور اور چند لڑکیاں دوسری زوجہ سے ہیں - اور حضرت عرفان آگاہ
شیخ ابوالخیر ابن نواب شیخ ابراہیم مرقوم کے عقد میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی لڑکی
ہے بی بی خدیجہ کہ اس سے چند لڑکے اور چند لڑکیاں پیدا ہوئے لڑکوں نے عہد
بچپن میں وفات پائی اور لڑکیاں زندہ ہیں - کہ ان کی بہت اولاد ہے - دوسرے
شیخ عنایت اللہ اور شیخ فتح اللہ اولاد شیخ ابوالخیر مذکور کی دوسری زوجہ سے ہے -
اور شیخ مودود اور شیخ یعقوب لڑکے نواب شیخ ابراہیم کی اولاد نہیں رکھتے - جملہ
دختران مذکور سے ایک شیخ منصور کے نکاح میں ہے - کہ قاضی ابومسلم کی نسل سے
ہیں - بی بی عائشہ نام کہ اس سے سوائے تین لڑکیوں کی اولاد نہیں ہے - اور اس
عفیفہ کی جملہ لڑکیوں سے دو لڑکیاں اولاد رکھتی ہیں - دوسرے شیخ فضل اللہ بن شیخ
موسیٰ مذکور - کہ ان کے عقد میں شیخ الاسلام کی لڑکی تھی - بی بی مریم نام کہ ان سے چار لڑکے
اور ایک لڑکی پیدا ہوئی - لڑکے شیخ حسین عرف حسنو ولی - شیخ ولی اور شیخ شعیب اور شیخ
فضل اور وہ دختر مسماۃ بی بی زینب شاہ عبداللطیف کے عقد میں تھی - کہ اس کی اولاد
نہیں ہے اور شیخ ولی اور شیخ شعیب کی اولاد دختری ہے اور شیخ حسنو کے تین لڑکے تھے
شیخ محمود اور شیخ حبیب اللہ اور شیخ ضیا اولاد نہیں رکھتے دوسرے شیخ فضل مذکور کی
اولاد نہیں ہے - بی بی سکینہ بنت شیخ موسیٰ مرقوم کہ وہ نکاح میں شیخ داؤد جھکڑ والے
کے تھی اور اس کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی - اور داؤد کے لڑکے شیخ فتح اللہ اور شیخ رزق اللہ
اور شیخ عبدالصمد اور لڑکی بی بی خونجانی اور شیخ فتح اللہ کے تین لڑکے تھے بنام شیخ عبداللہ اور
شیخ لطف اللہ اور شیخ آدم اور شیخ رزق اللہ ایک لڑکا اور دو لڑکیاں بنام شیخ نصر اللہ کہ اس

کا شیخ شرف الدین اور اس کا شیخ معز بن محمد اور ایک لڑکی ان سب سے نکاح میں میراں سید محمد دہلوی کے تھے۔ کہ اس سے اولاد ہے دوسری لڑکی نکاح میں شیخ فرید کے کہ قاضی ابو مسلم کی نسل سے تھے۔ کہ اس کی اولاد ایک لڑکی ہے۔ اور شیخ عبد الصمد مذکور کہ اس کے تین لڑکے بنام شیخ احمد اور ولن اور شرف سرہر سے ہے۔ اور بی بی خونجانی مذکور نکاح میں شیخ ابو بکر اور شیخ عبد الوہاب کے تھی۔ کہ نسل سے قاضی ابو مسلم کے تھی۔ اس کی اولاد ایک لڑکی ہے۔ دوسرے اولوں میں شیخ کمال ابن شیخ شہاب الدین ابن شیخ منتہ مرقوم کہ واصلان حق سے تھے۔ کہ انہوں نے خرقہ خلافت پیران چشت اہل بہشت بندگیحضرت شیخ علاؤ الدین زندہ پیر سے پایا تھا۔ بعد ازاں جب خدمت حضرت شیخ الاسلام کی کی انہوں نے بھی اپنے خرقہ سے مشرف کیا۔ اور ان کے نکاح میں لڑکی شیخ جیا چشتی کی تھی کہ اس عفیفہ سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں۔ لڑکے باسم شیخ اسمعیل کہ ان کے نکاح میں بڑی لڑکی قاضی ابو مسلم کی نسل سے تھی بی بی مرضع کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے شیخ موسیٰ محمد اور شیخ احمد اور شیخ الاسلام محمد اور شیخ ظاہر محمد دوسرے شیخ اسحاق اور شیخ شکر محمد اور شیخ معروف اور امین محمد اور سعید محمد اور صالح محمد وغیرہ فرزندان شیخ اسمعیل مذکور اور چند لڑکے دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور شیخ مودود عرف چشتی خان بن شیخ کمال مذکور کہ ان کے عقد میں شیخ محی الدین کی لڑکی قاضی ابو مسلم کی نسل سے مسمات بی بی جانونی کہ اس عفیفہ سے دو لڑکے اور چند لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بنام شیخ شریف محمد و شیخ یوسف محمد شیخ شریف محمد کہ دو لڑکے عبد اللطیف اور شیخ ابراہیم اور شیخ یوسف محمد کی اولاد ہے۔ دوسری ایک لڑکی دختران شیخ کمال مذکور سے کہ نکاح میں شیخ المشائخ شیخ بدر الدین ابن قطب العالم حضرت شیخ الاسلام چشتی کی تھی۔ بی بی مریم کہ اس سے بہت اولاد ہے چنانچہ اوپر لکھی گئی۔ دوسری لڑکی نکاح میں شیخ اسمعیل بن شیخ الہ داد بن شیخ فضیل کی کہ حضرت گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ بی بی منجھلی کہ اس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں بنام شیخ یعقوب لاولد اور شیخ ولی محمد کہ اُن سے اولاد ہے۔ اور دختران شیخ اسمعیل سے ایک نکاح میں شیخ آدم بن شیخ حسین کے ہے نسل قاضی ابو مسلم سے ہیں۔ کہ اس سے ایک لڑکا شیخ یوسف محمد ہے۔ اور دوسری لڑکی نکاح میں شیخ ابو سعید ابن شیخ اسحاق نسل سے قاضی مذکور کے ہے۔ اور مسماۃ بی بی محبہ کو نکاح میں شیخ شاہ محمد بن شیخ محی الدین نسل سے قاضی ابو مسلم

کے تھی۔ اس سے تین لڑکے اور چند لڑکیاں شیخ فضور اور شیخ بوباقی اور شیخ ولی محمد۔ چار لڑکیاں شیخ کمال مرقوم کہ حبالہ میں شیخ محمد بن خواجہ ویس نسلی قاضی مسلم کے ہیں۔ بی بی ماہن۔ کہ اس سے پانچ لڑکے اور چند لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے بنام شیخ یوسف کہ ان کے نکاح میں شیخ منصور کی لڑکی تھی۔ بی بی ہنی شیخ ابراہیم ان سے ایک لڑکا شیخ احمد نام پیدا ہوا۔ اور ایک لڑکی کہ نکاح میں شیخ عبدالباری ابن نواب معظم خاں کے تھی۔ لیکن وہ اولاد نہیں رکھتی ہے۔ اور شیخ اولیاء اور شیخ افضل اور شیخ فرید اور شیخ بایزید بھی لڑکے شیخ مذکور کے ہیں۔ اور پانچویں لڑکی شیخ کمال مذکور کی کہ عقد میں شیخ جمال بن شیخ داود نسلی قاضی ابومسلم کے تھی۔ کہ وہ اولاد نہیں رکھتی اور شیخ نظام الدین ابن شیخ شہاب الدین ابن شیخ متہ مرقوم کی لڑکی فتحپور میں باسم شیخ عبداللطیف کہ ان کی اولاد نہیں ہے۔ اور شیخ صالح اور شیخ یحییٰ کہ وہ اولاد نہیں رکھتے اور شیخ طیب ابن شیخ نظام الدین کی اولاد دختری ہے۔ اور شیخ عیسیٰ ابن شیخ نظام کے ایک لڑکا تھا۔ اور شیخ موسیٰ مجذوب اور شیخ نظام کی چند لڑکیاں بھی تھیں۔ بڑی لڑکی شیخ مشاراللہ کی نواب شیخ ابراہیم کے نکاح میں تھی۔ بی بی صاحب دولت کہ اُس سے بہت اولاد ہے۔ چنانچہ اوپر مرقوم ہوئی۔ دوسری لڑکی شیخ مشاراللہ کی پسران سید عبداللہ کے عقد میں اور لڑکی نکاح میں شیخ طاہر کی ہے۔ کہ حضرت گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ تیسری لڑکی نکاح میں شیخ آدم کے کہ وہ بھی حضرت گنجشکر کی نسل سے ہے۔ اور یہ دونوں اولاد دار ہیں چوتھی لڑکی شیخ نظام کی چاند کے عقد میں قاضی مذکور کی نسل سے مسماۃ بی بی حور ملک کہ ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ شیخ عبدالواحد اور شیخ منور اور وہ دختر چاند عقد میں شیخ صدر جہاں کے ہے گنجشکر کے کہ اولاد ہے۔ پانچویں لڑکی شیخ نظام کی عقد میں شیخ خواجہ ویس نسلی قاضی مذکور کے تھی کہ وہ اولاد رکھتی ہے۔ چھٹی لڑکی شیخ مشاراللہ کی شیخ عبدالرزاق نسلی قاضی مذکور کے نکاح میں کہ وہ دختری اولاد رکھتی ہے۔ دوسرے شیخ بایزید ابن شیخ متہ مذکور کہ ان کی اولاد بدایوں میں شیخ ابوسعید اور شیخ صالح محمد ابن شیخ سعداللہ ابن شیخ بایزید ابن شیخ متہ مذکور کے ہے +

ذکر اولاد بی بی شربت بنت شیخ نتہ مذکور کا

وہ عقد میں شیخ محمد بن شیخ سعد اللہ بن شیخ سلطان شاہ ابن مخدوم شیخ زین العابدین کے تھی کہ ان کی اولاد بھدالی میں ہے شیخ خضر بن شیخ عبدالباقی بن شیخ محمد مذکور کہ وہ اپنی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں رکھتی ہیں۔ فتحپور میں شیخ طاہر بن شیخ حمزہ مذکور کہ اُن کی اولاد ہے ✣

ذکر اولاد جانبین لدھی بنت شیخ متہ مسطور کا

وہ عقد میں شیخ عجائب نسلی قاضی مسلم کے ہے۔ کہ اس سے تین لڑکے پیدا ہوئے شیخ فرید کہ لاولد ہیں اور شیخ حاجی کہ اولاد رکھتے ہیں اور شیخ رکن الدین کہ ان کے بعد میں کوئی نہ رہا۔ اور ان کی لڑکی مسماۃ پھوپھی اور بی بی کدمواہ بی بی پیارو ✣

ذکر اولاد بی بی فاطمہ بنت شیخ بہاؤالدین ابن شیخ متہ کا

وہ عقد میں قاضی عبدالشکور صدیقی ابن قاضی جلال ساکن متھرا کے تھی۔ اُس سے تین لڑکے قاضی شیخ ابوالفتح ابن قاضی عماد ساکن ہندوں سے تھے مسماۃ بی بی فاطمہ کہ اس خنفہ سے ایک لڑکا اور دو لڑکی زیبا کہ وہ عقد میں شیخ حسین ابن شیخ عدل چشتی بھدالوی کی تھی۔ کہ اُس سے اولاد ہے۔ اور شیخ یحییٰ اور شیخ صالح محمد اور شیخ محمد کہ لاولد تھے۔ اور شیخ صادق اور شیخ عمر لاولد تھے اور شیخ ادلیس ابنا تھے۔ قاضی ابو [illegible] مرقوم اور ایک لڑکی بی بی خدیجہ کی سر یہ کی سکری میں نتہ وطن۔ [illegible] کہ ایک لڑکا آدم نام [illegible] اور تین لڑکیاں بی بی ولیت اور بہنی اور [illegible] مودود ابن شیخ ابراہیم کے تھی۔ کہ اس سے اولاد نہ رہی ✣

حال والیاں اور بعضے قاضیان سے کہ اس سے پہلے قبلہ حضرت قطب العالم شیخ سلیم چشتی سے نسبت کی

یہ غیر واقعہ ہوا ہے اس واسطے کہ حضرت شیخ کہ معظمہ میں گئے تھے [illegible] وہاں سے بعد مدت مدید فتحپور تشریف لائے اپنے خواتین کی [illegible] تم نے خبر کف قوم نا کورستہ نسبت کی۔ شائد فرزندان حضرت [illegible]

اب جو گذرا گذرا۔ آیندہ کو ان سے نسبت نہ کرنا چاہیے۔ فرزندان حضرت گنجشکر
اور اولاد شیخ زین العابدین سے نسبت کرتے رہو۔ کہ نسبت میں خلل نہ پہنچے۔ اب
تک آپ کے فرمودہ سے مخدوم شیخ زین العابدین سے نسبت ہوتی ہے۔ دوسری
اولاد شیخ مودود ابن شیخ بدرالدین ابن حضرت گنجشکر بہت ہے۔ اکثر گردونواح پٹن میں
اور بعض امرچند وار میں مثل شیخ مصطفےٰ بن شیخ قطب الدین بن شیخ شمس الدین بن
شیخ جمال الدین بن شیخ سندی بن شیخ محمد بن شیخ مودود مرقوم۔ اور فتحپور میں شیخ مودود در
شیخ محمود بن عبدالرشید بن شیخ بدرالدین بن شیخ عبداللہ بن شیخ بہن بن شیخ درویش
بن شیخ سلیمان بن شیخ تاج الدین بن شیخ دولا بن شیخ آدم بن شیخ خواجہ اسمٰعیل بن
بندگیحضرت شیخ مودود مذکور۔ اور فتحپور میں شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ
داؤد تمنی وغیرہ بعض جگہ اور بھی ہیں۔ کاتب الحروف نے آپ نے بزرگوں سے سُنا
اور دیکھا لکھا۔

ذکر اولاد شیخ احمد بن شیخ بدالدین سلیمان بن حضرت گنجشکر

ان کے پانچ لڑکے تھے شیخ قطب الدین شیخ نجم الدین شیخ ابوالخیر شیخ محمد شیخ بہلول
کہ ان کی بہت اولاد ہے از انجملہ مثل شیخ اسمٰعیل دہلوی ابن شیخ الہ داد ابن شیخ بہلول
ہیں۔ ان کے نکاح میں شیخ کمال الدین چشتی کی لڑکی ہے بی بی منجھلی کہ اس سے دو لڑکے
اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے یعقوب لاولد اور شیخ ولی محمد کہ ان کی اولاد ہے۔
اور دو لڑکیاں بھی اولاد رکھتی ہیں۔ چنانچہ بالا مرقوم ہے۔ در فتحپور میں شیخ ابراہیم
المعروف بعزیز داماد نواب شیخ ابراہیم کے ان کی اولاد ہے مثل صالح محمد بن شیخ صادق
بن شیخ ابراہیم عزیز کے اور شیخ یوسف داماد قاضی عبدالستار کے کہ قاضی ابومسلم
کی نسل سے ہیں۔ اولاد شیخ احمد کی بہت ہے بعض مکہ اور بعض ہنود میں اور بریلی
میں اور بعض شہروں میں متفرق رہتے ہیں۔ جو سُنا تحریر میں لایا۔

فصل ۵

نسب، درحسب اور اولاد سلطان الطریقت برہان الحقیقت انیس المحققین حضرت شیخ شہاب الدین گنج العلم ابن بندگیحضرت قطب العالم شیخ فریدالدین گنجشکر قدس سرہما کی کہ ان کا مرقد روضہ منورہ قطب العالم سے متصل گنبد مبارک کے واقع ہے +

مولنا شہاب الدین بڑے صاحب علم اور حلم اور تقوےٰ تھے۔ آپ کے فضائل مشہور ہیں۔ اکثر شیخ شیوخ عالم سے علم میں بحث رہتی تھی۔ اور تقریر خوب تمام کرتے تھے۔ سلطان المشائخ نظام الدین فرماتے تھے کہ میرے اور مولنا شہاب الدین کے درمیان طریقہ محبت سلوک تھا۔ اور فرماتے تھے۔ کہ ایک وقت مجھ کو جواب گیا۔ شیخ شیوخ عالم کی خدمت میں میرے بے قصد اور وہ یوں تھا کہ ایک روز نسخہ عوارف خدمت میں قطب العالم کے تھا۔ اس سے فوائد فرماتے تھے۔ وہی نسخہ تھا بخط باریک لکھا ہوا۔ اور باسقم گونہ شیخ شیوخ عالم کو اس کے بیان میں نکتے ہوتے۔ اور میں نے دوسرا نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس دیکھا تھا۔ مجھ کو اس سے یاد آیا۔ میں نے کہا کہ شیخ نجیب الدین کے پاس نسخہ صحیح ہے۔ یہ بات آپ کو گراں گذری۔ بعد ساعت کے فرمایا یعنی درویش کو نسخہ سقیم کی قوت نہیں ہے۔ ایک دو بار یہ لفظ فرمایا۔ اور مجھ کو کچھ دل پر گراں نہیں معنی میں فرماتے ہیں۔ اگر میں نے قصداً دعائے بدکہی ہو اس وقت اپنے اوپر گمان لے جاؤں۔ جب دو تین بار یہ کہا مولنا بدرالدین اسحاق نے مجھ سے کہا کہ شیخ تمہارے باب میں کہتے ہیں۔ میں نے عذر چاہا اور سر ننگا کیا۔ اور شیخ کے پاؤں پر گرا۔ میں نے کہا نعوذ باللہ منہا۔ مجھ کو کیا مقصود اس نسخہ سے کتاب خانہ مخدوم کا ہے۔ میں نے نسخہ دیکھا تھا اس کی بات کی۔ میرے دل میں دوسری بات نہ تھی۔ میں نے ہر چند معذرت کی۔ شیخ کی ناراضی ویسی ہی دیکھتا تھا۔ جب وہاں سے میں اٹھا۔ میں نے نہ جانا کہ کیا ہوں، اور کیا کروں۔ اللہ تعالےٰ کسی کو ایسا دن اور غم نہ دے۔ جیسا میں نے فکر میں پڑا۔ اور حیران ہوا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے آپ کو چاہ میں

ڈالنا چاہا۔ پھر سوچا۔ اور حیرت میں پریشان پھرتا تھا۔ اور روتا تھا۔ کہ خداوندا
کیا کروں۔ الغرض شیخ شیوخ عالم کے ایک لڑکا تھا۔ کہ اس کو مولانا شہاب الدین
کہتے تھے۔ مجھ میں اور اس میں دوستی تھی۔ اس کو اس حال سے خبر ہوئی۔ وہ
خدمت میں شیخ شیوخ عالم کے گیا اور میرا حال اچھی طرح کہا۔ شیخ شیوخ عالم نے
آدمی میری طلب میں بھیجا۔ میں آیا اور سر قدم پر رکھا۔ تب اس وقت خوش ہوئے
دوسرے روز مجھ کو آگے بلایا۔ اور مرحمت اور شفقت بہت فرمائی۔ اور کہا یہ سب
تیرے کمال حال کے واسطے میں کرتا تھا۔ اس روز یہ لفظ آپ سے میں نے
سنا۔ کہ پیر مرید کا مشاطہ ہے اس وقت مجھ کو خلعت دیا۔ ایک پیر خدمت میں
شیخ العالم قدس سرہ کے آیا۔ اور کہا میں خدمت میں شیخ قطب الدین طیب شاہ کے
تھا مجھ کو وہاں دیکھا شیخ اس کو نہیں پہچانتے تھے۔ جب تعریف کی پہچانا۔ الغرض
ایک جوان کہ اپنے ہمراہ لایا تھا وہ اس کا پسر تھا۔ سخن علم میں پڑا۔ وہ لڑکا بے
ادبانہ بحث میں آیا۔ اور گستاخانہ شیخ کے ساتھ بحث کرنا شروع کی۔ چنانچہ سخن
بلند ہوا۔ شیخ نے بھی سخن بلند کیا۔ میں اور مولانا شہاب الدین سب باہر بیٹھے
تھے۔ جب غلبہ کم ہوا اندر ہم گئے۔ وہ لڑکا ویسا ہی بے ادبانہ کلام کرتا تھا۔
مولانا شہاب الدین آئے۔ اور اس کے گھونسے مارنے شروع کئے۔ وہ
لڑکا بہت غصے ہوا۔ چاہا کہ مولانا شہاب الدین پر جہالت سے پڑے میں
نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس درمیان میں شیخ شیوخ عالم قدس سرہٗ
فرماتے تھے کہ صفا کرو۔ مولانا شہاب الدین نے ایک جامہ اور مبلغ
تیس روپیہ لاکر اس کے باپ اور لڑکے کو دیئے دونوں چلے گئے۔ رسم
شیخ شیوخ عالم کی یہ تھی کہ ہر رات بعد افطار کے مجھ کو بولاتے تھے۔
اور مولانا رکن الدین سمرقندی کو اور مولانا شہاب الدین کبھی ہوتے اور کبھی
نہ ہوتے۔ الغرض ہم کو بلاتے۔ اس روز کے ماجرے کی بات پوچھی۔ کہ
آج کیا گذرا اور کیا حال تھا۔ یہاں تک کہ اس روز بعد افطار کے مجھ کو
آگے بلایا۔ اور مولانا صدرالدین سے بھی اس روز کا ماجرا پوچھا۔ اس لڑکے
کے آنے کی حکایت اور مولانا شہاب الدین کا اس لڑکے کو ادب دینا تقریر
میں نے شیخ شیوخ عالم نے تبسم فرمایا۔ میں نے عرض کی کہ اس بابت فرمایا۔ کہ
جوان نے چاہا کہ مولانا شہاب الدین سے لڑے میں نے استمداد کیا کہ اس کا ہاتھ

پکڑ لیا۔ شیخ شیوخ عالم نے تبسم فرمایا کہ اچھا کیا۔ شیخ سعدی شیرازی نے کیا اچھا کہا ہے
سے اے بدنت آسائش وخندید آنت گوئے از ہمہ خوباں بربوئے بلطافت
اور شیخ شہاب الدین گنج العلم نے خرقہ خلافت کا حضرت قطب العالم شیخ فرید الدین گنجشکر سے پایا ÷

بیان اولاد شیخ شہاب الدین گنج العلم کا

آنحضرت کے چھ لڑکے تھے شیخ حسام الدین اور شیخ عبد الحمید اور شیخ مسعود اور شیخ محمد اور شیخ علی شیر اور شیخ جمشید اور انکی اولاد ٹپن میں ابن شیخ اسمعیل سے ہے:۔ شیخ مسعود ابن شیخ الہ دین ابن شیخ عبد الکریم کہ ان کی عمر سو برس کی تھی اور دہلی میں شیخ عبد اللہ اور شیخ عبد الصمد بن شیخ وجیہہ الدین۔ اور فتحپور میں شیخ جیا ابن شیخ یوسف ابن شیخ الہ دیا تھے۔ اور شیخ فیض اللہ ابن شیخ خونَ بن شیخ عیسے ابن شیخ الہ دیا مذکور اور بدایوں میں شیخ حسین اور شیخ طہ اور شیخ عمر اولاد شیخ صدر جہاں بن شیخ بازید ابن شیخ حامد ابن شیخ رکن الدین ابن شیخ ابا بکر ابن شیخ اسمعیل ابن شیخ عبد الحمید ابن شیخ شہاب الدین گنج العلم مذکور۔ اور عبد الحمید مذکور کی دو لڑکیاں بی بی قدرۃ اور بی بی اعزہ چندیرہ میں کہ قریب پرگنہ تلوندا اور تہار دکے ہے۔ وہاں بھی ان کی اولاد رہتی ہے باسم شیخ الہ دین اور یعقوب اور الیاس فرزندان شاہ علی ابن شیخ احمد ور شیخ خیر اللہ اور برخوردار پسران نعمت اللہ ابن شیخ حامد وغیرہ بھی رہتے ہیں۔ اور ریزی چندوار میں بنام شیخ علم الدین اور شیخ نجم الدین اور شیخ علی اور شیخ ابراہیم پسران شیخ دادن ابن شیخ نصیر الدین ابن شیخ محمود ابن شیخ الہ داد بن شیخ منہ بن شیخ دون ابن شیخ یوسف ابن شیخ محمد ابن شیخ خواجہ ابن شیخ عبد الحمید ابن شیخ شہاب الدین گنج العلم مرقوم۔ دوسرے شیخ علم الدین ابن شیخ دادن کی اولاد دختری ہے اور شیخ نجم الدین اور شیخ علی مذکور کہ ان کی اولاد پسری ہے اور شیخ ابراہیم مزبور کہ ان کی اولاد نہیں ہے۔ دوسرے شیخ پسران شیخ نصیر الدین مرقوم کہ وہ اولاد پسری رکھتے ہیں۔ اور رسول پور میں کہ قریب ریزی چندوار کے ہے وہاں باسم شیخ بایزید ابن شیخ فیروز بن شیخ نضیل بن شیخ الہ داد مسطور دوسرے شیخ مبارک بن شیخ حسن ابن شیخ منہ مذکور کے چند لڑکے ہیں۔ اور شیخ سلیم بن شیخ حسین بن شیخ حسن ابن شیخ منہ مزبور کے تین لڑکے ہیں۔ اور وہاں بھی آنحضرت کی اولاد متوطن ہے۔

اور جونپور میں شیخ فتح اللہ وغیرہ اور انتری میں شیخ طیب شیخ عبد الرحمن شیخ عبد الغفور
شیخ عبد الشکور شیخ حبیب شیخ خواجہ اولاد شیخ طاہر ابن شیخ یوسف ابن شیخ بدھن
ابن شیخ حسین ابن شیخ سلیمان ابن شیخ پیر ابن شیخ عبد الحمید ابن شیخ یعقوب ابن
شیخ محمد ابن شیخ شہاب الدین گنج العلم مسطور اور شیخ افضل اور شیخ عبد اللطیف
پسران شیخ عبد الرحمن ابن شیخ طاہر مذکور اور شیخ طیب مذکور کہ ان کے نکاح
میں مودود کی لڑکی ذکوری نسل سے شیخ مودود حاجی چچازاد حضرت گنجشکر کے
تھی۔ کہ اس عفیفہ سے ایک لڑکا شیخ وجیہ الدین نام اور دو لڑکیاں تھیں ایک
عقد میں شیخ عبد اللطیف مذکور کے ہے کہ اس کی بھی ایک لڑکی ہے۔ کہ وہ
نکاح میں شیخ چاند ابن شیخ شہاب خاں ابن شیخ شہباز خاں جیسی بدایونی کی
ہے اور لورہی میں شیخ نصر اللہ ابن شیخ عبد اللہ ابن شیخ رزق اللہ اور شیخ معز الدین
اور شیخ ولی محمد پسران شیخ وجیہ الدین ابن شیخ حبیب اللہ ابن شیخ رزق اللہ مذکور
اور شیخ عبد الواحد ابن شیخ تاج الدین ابن شیخ حبیب اللہ مذکور اور ٹانڈہ میں کہ
بنگالہ میں داخل ہے۔ وہاں شیخ عبد العلی اور شیخ ابو الفتح اور شیخ محی الدین بنسہ
شیخ پیارہ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام چشتی [illegible] پسران شیخ جمال ابن شیخ محمود ابن شیخ
لاڈ ابن شیخ منور ابن شیخ احمد تمید ابن شیخ فخر الدین شیخ الاسرار جونپوری ابن شیخ زین
ابن شیخ کریم الدین ابن شیخ علی شیر ابن شیخ شہاب الدین گنج العلم اور بہار میں شیخ
عبد العزیز ابن شیخ حسن ابن شیخ محمد ابن شیخ [illegible] ابن شیخ جمال بن شیخ فخر الدین
گنج اسرار ابن شیخ کریم الدین ابن شیخ علی شیر ابن بندگیحضرت شیخ شہاب الدین منعم
اور شیخ محمود ابن شیخ فخر الدین ابن شیخ [illegible] شیخ مسطور کی تین لڑکیاں تھیں کہ ان
میں سے ایک شیخ حسن ابن شیخ محمد مرحوم کے عقد میں تھی۔ ان سب سے ایک
پسر پیدا ہوا شیخ عبد اللہ بزرگ صدر میں مسطور ہے کہ اپنے پدر بزرگوار کی جگہ پر
میں صاحب سجادہ ہے۔ چند دختر بھی شیخ شمس الدین ابن شیخ حسین ابن شیخ محمد مذکور
اور شیخ عبد اللہ اور شیخ ابو الفتح سلمہم اولاد شیخ جمال ابن شیخ محمد مذکور کی۔ دوسری شیخ
مصطفیٰ اور شیخ مرتضیٰ اولاد شیخ مسعود ابن شیخ یعقوب بن شیخ فخر الدین ابن شیخ
ابو الفتح مسطور کی اور شیخ نور محمد شیخ شہاب الدین ابن شیخ ادریس ابن شیخ فخر الدین مسعود
اور شیخ داؤد ابن شیخ فخر الدین کی اور دو دختر بھی ہے۔ اور شیخ مجاہد ابن شیخ احمد ابن شیخ
محمد الدین مذکور کی اور سر سید پسران شیخ مصطفیٰ پسران شیخ بہاؤ الدین ابن شیخ فخر الدین مسطور

اور دوسرے قصبہ میں شیخ یحییٰ ابن شیخ ابراہیم اور شیخ جنید ابن الشیخ معروف ابن
شیخ فضل اللہ عرف شیخ بھورا بن شیخ نور بن شیخ اسرار کی اور شیخ اللہ داد اور شیخ
قطب الدین ابنائے شیخ پیارہ بن شیخ احمد وغیرہ کی اور شیخ بہاؤ الدین بن شیخ
فخر الدین اور شاہ پور میں کہ مواضعات ہڑانہ سرسہ سے متعلق سرکار میں داخل ہے ۔
اور شیخ خضر اور عبد الرشید بن شیخ نظام ابن شیخ اور اولاد شیخ بہیرا ابن شیخ قیام الدین
و حسن میاں ہیں اور شیخ جمال الدین ابن شیخ عبد اللہ وغیرہ اور حسام الدین کے ایک پسر
تھا نصرت اللہ چشتی اور اولاد شیخ شہاب الدین بن شیخ سالار کی بہت ہے بعض جاجپور میں
اور بعض کھرکوں میں کہ نزدیک قلعہ ابہر کے ہے اور بعض ناندوں میں اور بعض پنڈول
گڈھہ میں بنام شیخ احمد خطیب اور شیخ سراج کر اولیا نامی سے ہیں اور بعض نواح پٹنہ
میں مثل پھلواری وغیرہ کے رہتے ہیں ؛

فصل ۶

بیان حسب اور نسب شیخ نظام الدین حضرت گنجشکر قدس سرہ کا

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ خواجہ نظام الدین حضرت گنجشکر سب لڑکوں سے
زیادہ دوست رکھتے تھے وہ خدمت میں حضرت شیخ شیوخ عالم کے بہت گستاخ تھے
جو کہتے تھے حضرت اس کو رضا مندی سے سنتے اور تبسم فرماتے اور رنجیدہ نہ ہوتے
لڑکپن اور جوانی میں برکت پاتے تھے۔ اور کرامت ظاہر رکھتے تھے۔ اور فراست
صادق چنانچہ ذکر اُن کی کرامت کا حضرت گنجشکر کی وفات میں تحریر ہو چکا۔ الغرض
بعد نقل حضرت گنجشکر کے جب کفار دہلی میں پہنچے خواجہ نظام الدین اپنی دلاوری
سے ان سے لڑے بہت سے کفار قتل کر کے شہادت پائی جب مقتولوں میں تلاش
کیا۔ آپ کی لاش مبارک کا پتہ نہ پایا واضح رہے کہ مقبرہ متبرکہ ان کا تنہور میں ہے
چنانچہ آدمی وہاں کے اس بزرگوار کی مزار سے فیض اٹھاتے ہیں۔ اور شیخ نظام الدین
نے بیعت اور خرقہ خلافت کا حضرت گنجشکر سے پایا۔ چنانچہ اس کا اثر ان کے فرزندوں
میں ظاہر ہے ؛

بیان اولاد شیخ نظام الدین قدس سرہٗ کی

دو لڑکے خواجہ عضد الدین معروف بشیخ ابراہیم اور خواجہ علی اور شیخ ابراہیم کے ایک لڑکا خواجہ نور الدین اور ان کے ایک لڑکا خواجہ عضد الدین اور ان کے تین لڑکے خواجہ بدر الدین اور خواجہ رکن الدین اور شیخ خورجو کہ ان تینوں کی اولاد بہ شہروں میں مثل تھویہ کے ہستہ اور بعضے دہلی میں۔ اور خواجہ علی ابن شیخ نظام الدین مذکور کے چار لڑکے تھے۔ شیخ سالار اور شیخ نور الدین اور شیخ یحییٰ اور شیخ خسرو اور شیخ سالار مذکور کے پانچ لڑکے شیخ فخر الدین اور شیخ عالم اور شیخ خواجہ اور شیخ مغیث اور شیخ مجیر اور ایک لڑکی بھی ہے۔ اور خواجہ نور الدین ابن خواجہ علی مذکور کے چار لڑکے شیخ سماء الدین اور صوجی اور موجن اور خوجی اور دو لڑکیاں بھی تھیں۔ اور شیخ مجیر ابن سالار کی اولاد حصار میں باسم شیخ نظام الدین صاحب سجادہ بن شیخ محی الدین بن فرخ شاہ بن شیخ محمد بن غوث العالم شیخ جنید بن شیخ چندن بن شیخ محمود بن شیخ کریم الدین بن شیخ مجیر مرقوم اور شیخ فرید اور دوست محمد اور عبد الحمید اولاد شیخ چھجن بن مہین الدین بن شیخ نور بن بن شیخ شبلی بن شیخ چندن مسطور کی اور شیخ ابو تراب بن شیخ قطب الدین بن فرخ شاہ مزبور اور شیخ علم الدین بن ابو الغیث بن شیخ قطب الدین مسطور اور تاج بن محمد اعلیٰ بن حسین خاں بن شیخ منار الدین اور شیخ کبیر بن شیخ جنید مرقوم اور شیخ عبد الصمد بن شیخ برہان بن شیخ فرید نظام بن شیخ نور الدین بن شیخ جنید مذکور۔ دوسرے منصور پور کہ قریب سمانہ کے ہے بعض اولاد آنحضرت کی ملک گجرات کے رجب پور میں قریب امروہہ کے شیخ محمود بن حاجی عبد الغفور اور شیخ صادق محمد بن شیخ بدر الدین ہے +

فصل

بیان حسب اور نسب بندگی حضرت شیخ یعقوب بن شیخ فرید الدین قدس سرہٗ

یہ اہل دلوں میں محبوب تھے اور حضرت کے سب لڑکوں سے چھوٹے تھے اور سخاوت میں مشہور

اور زمستان میں ظاہر خلق سے پرہیز رکھتے تھے اور حق میں مشغول رہتے تھے۔
سید محمد کرمانی سے منقول ہے کہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے
تھے۔ کہ میں سفر و حضر میں اکثر ساتھ شیخ یعقوب کے رہتا تھا۔ ایک بار انکے
ساتھ خطہ اودھ کو میں گیا۔ جب ہم پہنچے تو سرائے میں اُترے۔ شیخ یعقوب
نے مجھ کو اسباب کے پاس چھوڑ دیا۔ اور خود شہر کے دیکھنے کو باہر گئے۔ چنانچہ
ایک پہر رات گذری لیکن نہ آئے اور کسی جگہ عیش میں مشغول ہوئے۔ اس درمیان
میں اودھ کا حاکم کہ فلاں اعظم تھا اس کے شکم میں درد ہوا۔ اس قدر کہ ایک ساعت
قرار نہ تھا ہر چند علاج کیا موثر نہ ہوا۔ آخر کار تعویذ اور دعا سے کام پڑا اس درمیان
میں ایک مرد نے کہا کہ شیخ زادہ مولانا یعقوب پسر شیخ شیوخ العالم کو میں نے
دیکھا بوقت نماز عصر اودھ میں آئے اگر وہ ملیں امید ہے کہ اس مخدوم کی دعا
کی برکت سے صحت ہو۔ فی الحال حاکم نے اسی آدھی رات کو آدمی ان کی طلب
میں بھیجے وہ سرائے میں آئے اور پوچھا کہ شیخزادہ کہاں ہیں کہ خان بلاتا ہے
میں نے کہا کہ وقت نماز عصر سے مجھ سے جدا ہیں شہر کو گئے ہیں۔ آدمیوں نے
تلاش کیا ایک مقام میں پایا کہ عشرت کے ساتھ مشغول تھے۔ دیکھا کہ خواب میں
ہیں آہستہ جگایا۔ خواب زدہ پردہ سے اٹھے اُن سے کہا کہ تم کو خان بلاتا ہے تبسم
کیا۔ اور کہا کہ میرا خرچ کم ہو گیا تھا۔ میں اسی فکر میں تھا کہ تم وقت پر آئے۔ جیسے
ہی اٹھے اور گئے۔ جب خان کے آگے پہنچے دیکھا کہ زار ہے درد شکم سے چارپائی
سے زمین پر اور زمین سے چارپائی پر ہوتا ہے اور جانکندن کے قریب پہنچا ہے
پاس بیٹھے اور دو انگشت مبارک خان کے شکم پر رکھیں اور کچھ پڑھا فوراً درد دور
ہوا۔ خان اٹھا اور شیخ کے پاؤں پر گرا۔ اور فرمایا کہ ایک بدرہ چاندی کا اور
قیمتی کپڑے خدمت میں شیخ کی لائے۔ شیخ نے اس چاندی اور جامہ سے کچھ
لیا اور خان کے دربانوں اور پردہ داروں کو عطا فرمایا۔ اور سرائے میں آدھی
رات کے وقت آئے۔ آخر الامر اثنائے راہ میں شعبہ انبراس بزرگ زادہ کو
مردان غیب لے گئے اور غائب کیا۔ اور شیخ یعقوب نے خرقہ خلافت کا حضرت
گنجشکر سے پایا تھا۔

ذکر بیان اولاد شیخ یعقوب کی

آنحضرت کے دو لڑکے تھے۔ خواجہ عضدین اور خواجہ قاضی اور ایک لڑکی تھی بی بی عزت۔ اور خواجہ عضدین کے دو لڑکے تھے۔ شیخ سلطان اور شیخ جہان اور ایک دختر بھی تھی۔ اور شیخ سلطان کی اولاد نہیں ہے۔ اور شیخ جہان کے تین لڑکے تھے۔ شیخ زبان اور شیخ ملک اور شیخ صدرالدین اور شیخ زبان بے اولاد رہے۔ اور شیخ ملک کے تین لڑکے تھے شیخ نظام الدین محمد اولیا مادی اور ملک معین الدین چشتی اور ملک فریدالدین حسن اور دو لڑکیاں تھیں کہ ایک منکوحہ شیخ نصیرالدین اور دوسری زوجہ سید محمد بن محبوب بن میز برادر زوجہ سید نصیرالدین کی اولاد نہ رہی اور زوجہ سید محمود کی اولاد بہت ہے۔ اور خواجہ نظام الدین مذکور کے ایک لڑکا تھا۔ مسعود نام ایک عرف عبدالحسین اور ایک لڑکی اور معین الدین چشتی کی چھ لڑکیاں تھیں۔ کہ ہر ایک سے اولاد ہے اور فریدالدین حسن کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اور خواجہ قاضی ابن شیخ یعقوب ابن گنجشکر کے دو لڑکے تھے۔ شیخ احمد اور شیخ علاؤالدین اور شیخ احمد کی اولاد نہیں ہے شیخ علاؤالدین کے چھ لڑکے تھے۔ شیخ نظام الدین اور شیخ منجھ اور شیخ معین الدین اور شیخ زین الدین اور شیخ برہان الدین اور شیخ یعقوب لیکن شیخ منجھ اور شیخ یعقوب کی اولاد نہ رہی۔ اور ہر چہار پسر کی بہت اولاد ہے۔ چنانچہ ایک لڑکوں میں سے موہن شیخ عادل اور راہو ربن شیخ جوہر وغیرہ اور لڑکی شیخ مذکور کے عقد میں شیخ عضدالدین ابن شیخ نظام الدین ابن حضرت گنجشکر کی تھی۔ عزت بی بی مرقوم کہ اس کی اولاد ہے۔ دیگر اولاد شیخ یعقوب کی شہروں میں متفرق ہے ✤

فصل ۸

بیان احوال شیخ عبداللہ بن گنجشکر کا

وہ عہد خوردی میں رحمت حق سے ملے ان کا مرقد مبارک بیرون شہر

پاک پٹن قریب شہدا کے جنگل میں واقع ہے۔ اور شیخ عبداللہ بیابانی مشہور ہیں۔
اور وہاں کے آدمی ان کے مزار سے فیض پاتے ہیں۔ رحلت آپ کی اس عالم سے
اس طرح سے ہوئی۔ کہ جب نو برس کے تھے قلعہ پاک پٹن کے باہر کھیلتے تھے چالیس
نفر سندھ سے آئے تھے۔ ان میں سے ایک نفر برہمن تھا۔ جب اس کے پاس
پہنچے پوچھا کہ یہ لڑکا کس کا ہے۔ حاضرین نے جواب دیا کہ شہزادہ لڑکا شیخ الاسلام
قطب العالم شیخ فریدالدین گنجشکر کا ہے۔ جب یہ بات سندھیوں نے۔۔۔۔
سنی۔ آپس میں کہا کہ یارو آؤ کرامت اس شہزادہ کی دیکھیں۔ کہ آج ہم کو غیب
سے کھانا کھلائے۔ سندھی نزدیک ہوئے اور کہا کہ اے شیخ زادہ ہم آج بھوکے
ہیں امید کہ ہم کو غیب سے کھانا دو۔ اس نے فرمایا بہت خوب بیٹھو اور ساعت
توقف کرو۔ کہ حق سبحانہٗ تم کو غیب سے کھانا دے گا۔ بعد ازاں وہ دیگدان
درست کرا کر اور اس کے اوپر دیگ خام مٹی کی خالی رکھی اور دیگ کے نیچے آگ
جلائی۔ اور شیخ عبداللہ فرماتے تھے کہ اے سندھیو۔ آؤ اور ہر ایک تم میں سے
اپنا ہاتھ اس دیگ میں ڈالے جو کھانا رغبت ہو کھاؤ۔ سب نے دیگ سے
ہر جنس کا کھانا کھایا۔ وہ برہمن تنہا رہا۔ عرض کی ہم ہندو ہیں ہم کو غیر پختہ کھانا دو
آپ نے فرمایا کہ تو بھی دیگ میں ہاتھ ڈال جو تیری رغبت ہو گی حق سبحانہٗ
تعالیٰ غیب سے دے گا۔ اس برہمن نے بھی ایسا ہی کیا اور غیر پختہ کھانا باہر
نکالا اور خود پکا کر کھایا۔ بعد فراغ طعام کے سندھی ہندوستان کو روانہ ہوئے۔
جب پانچ کوس زمین پاک پٹن سے جوار ایلی دوکراں میں پہنچے تو اس میں سندھیوں
نے نہایت حسد اور خصومت سے کہا کہ یارو اس شہزادہ کی کرامت دیکھی کیا کیا
اب ہم کو چاہیئے کہ کچھ جادو کہ ہمارا علم ہے اس شہزادہ پر رواں کریں۔ اس
گفتگو میں تھے کہ اس برہمن نے کہا کہ اے نامردو ایسے خیال خام نہ کرو۔ یہ تمہارے
خطرے باطل ہیں۔ اور وہ شہزادہ حضرت گنجشکر کا لڑکا ہے اور تم نے اس کا
نمک بھی کھایا۔ یہ حسد نہ کرنا چاہیئے۔ سندھیوں نے اس کی نہ مانی اور شغل
میں ہوئے۔ برہمن ان کی ہمراہی سے بھاگ کر پاک پٹن پہنچا اور ان سندھی
بد ذاتوں نے سحر شیخ عبداللہ علیہ رحمۃ پر چلایا کہ اسی کی زحمت سے رحمت حق
سے ملے۔ جب یہ بات حضرت قطب العالم کو معلوم ہوئی۔ فی الحال زبان مبارک
سے فرمایا۔ کہ جس نے ہمارے جگر پر تیغ لگائی۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی قہر جبار

ہیں کہ وہ قادر ہے آگ میں جلے گا۔ یہ بات جونہی زبان سے نکلی۔ کہ اسی وقت
آگ سندھیوں کو عالم غیب سے پہنچی۔ اور سب کو جلا کر خاک کر دیا۔ اب تک
وہ ناپاک تودہ خاک کے موجود ہیں۔ اور اس جگہ کو بٹ وصیرہ کہتے ہیں۔ کہ پانچ
کوس حضرت پاک پٹن سے ہے۔ بعد ازاں برہمن مذکور قطب العالم کی خانقاہ
میں آیا اور سر زمین پر رکھا اور آنحضرت کے پاؤں پڑا اور عرض کی۔ کہ بندہ
نے اُن سندھیوں کو منع کیا تھا۔ قبول نہ کیا آخر اپنا کردہ آگے پایا۔ اس اثنا
میں اس برہمن کے دل میں گذرا کہ اگر میرا زنار از خود ٹوٹ جائے۔ تو میں
حضرت کی خدمت میں مسلمان ہو جاؤں۔ یہ خطرہ گذرا ہی تھا کہ ایک بلی پیدا
ہوئی اور اس کے زنار کو توڑ کر برہمن کے آگے رکھ دیا۔ فی الحال مسلمان ہو
اور آنحضرت کی خدمت میں ملا۔ جب آنحضرت نے اس کی خدمت پسند کی۔
اس کا نام ملک جویرہ رکھا اور وہ اولیاء خدا سے ہوا۔ بعد مدت کے ملک
جویرہ نے عرض کی۔ کہ حضرت سلامت بندہ چند لڑکیاں رکھتا ہے۔ اُن کی
نسبت کس سے کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے جویرہ ہمارے قوالوں کی
اولاد سے کر اس نے ایسا ہی کیا۔ اب ملک جویرہ کی اولاد سے کہ درگاہ حضرت
کے ہیں نسبت ہوتی ہے ؛

فصل ۹

بیان اولاد دختران حضرت گنجشکر قدس سرہ العزیز کا

بی بی فاطمہ اور بی بی شریفہ اور بی بی مستورہ ہر ایک ولی زمان تھیں
نقل ہے سید محمد کرمانی رح سے کہ شیخ العالم کی تین لڑکیاں تھیں۔ بڑی بی بی
مستورہ کہ آخر دم تک پردہ عصمت میں پوشیدہ رہیں۔ نکاح نہ کیا۔ اور
سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ بی بی مستورہ شیخ محمد صوفی فاروقی کے نکاح میں
تھیں۔ اُن سے ایک لڑکا شیخ محمد پیدا ہوا۔ کہ اس سے بہت اولاد ہوئی دوم
بی بی شریفہ کہ شرف طاعت و عبادت سے مشرف تھیں۔ یہ بزرگ زادی
بھی عنفوان جوانی میں بیوہ ہوئی تھیں۔ تا لب گور سوائے خدا تعالے کے دوسری

طرف مشغول نہ ہوئیں۔ جب کہ شیخ جمال نے فرمایا کہ اگر عورت کو خلافت سجادہ کی ہوتی تو میں بی بی شریفہ کو دیتا۔ شیخ سعدی نے اچھا کہا ہے

زن در پردہ عصمت بعبادت مشغول　　نام در عالم شود کشف ستر خدا

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ بی بی شریفہ عقد میں عز الدین علی احمد صابر حضرت کے خواہر زادہ کی تھیں۔ یہ سیر الاقطاب سے نقل ہے۔ سیوم بی بی فاطمہ کہ گھر میں مولانا بدرالدین اسحاق کے تھیں۔ مولانا مذکور اجودھن میں رحمت حق سے ملے۔ اور دو فرزند چھوڑے۔ خواجہ محمد امام۔ اور خواجہ موسیٰ سلطان المشائخ کو اس سبب سے تعلق سخت پیش آیا۔ بسبب اس واسطے کہ سلطان المشائخ کو مولانا بدرالدین اسحاق سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ ذکر میں مولانا بدرالدین کے لکھا ہے۔ سلطان المشائخ اس اندیشہ میں رہتے تھے۔ کہ کوئی بات پیدا ہو کہ بی بی فاطمہ کو اُن کے لڑکوں کے ساتھ اجودھن سے لاؤں تاکہ میں حق مولانا بدرالدین کا ادا کروں۔ الغرض اس باب میں سید محمد کرمانی ناقل اس قصہ سے مشورہ کیا۔ سید محمد نے کہا ہم سب کو واجب ہے کہ مولانا بدرالدین کے فرزندوں کی رعایت کریں۔ کہ ہمارے سر پر حق ہے۔ یہ میں شیخ الاسلام کی خدمت میں مدد کی ہے۔ اس حالت میں ایک مرد سوداگر ملتانی کہ سلطان المشائخ کا معتقد تھا۔ شاید کسی جگہ سے سودا لایا تھا دو تنکہ زر کے خدمت میں شیخ شیوخ عالم کے فتوح لیا۔ سلطان المشائخ نے دو تنکہ زر کو سید محمد کرمانی کی خدمت میں رکھے فرمایا کہ ایک تنکہ زر کا تم گھر میں خرچ دو۔ اور دوسرا تنکہ زر کا واسطے لانے فرزندان مولانا بدرالدین اسحاق کے اپنے ساتھ اجودھن میں لے جاؤ۔ تاکہ ایسے کہ تم محرم خاندان بزرگ ہو۔ سید محمد کرمانی نے قبول کیا۔ دوسرے روز اجودھن کو روانہ ہوئے۔ بی بی فاطمہ کو فرزندوں کے ساتھ شہر دہلی میں جب لائے۔ الغرض چند روز بی بی فاطمہ اور اُن کے لڑکے کو آئے ہوئے گذرے۔ خویش و بیگانہ نے گمان کیا کہ شاید سلطان المشائخ بی بی فاطمہ سے عقد کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ بات کہ ناحق سلطان المشائخ کے حق میں خاص و عام کے کان میں پڑی۔ ایک روز خلوت میں سید محمد کرمانی نے یہ بات سلطان المشائخ سے کہی کہ خلق یوں گمان کرتی ہے۔ سلطان المشائخ نے اس بات کے سننے سے حیرت کی۔ کچھ فکر کے دانت تلے دابی۔ اور

دست مبارک چہرہ اور ریش مصفا پر پھیرا اور کہا کہ اجودھن کا قصد کرو۔ دوسرے
روز وہ شیخ شیوخ العالم کی زیارت کو روانہ ہوئے۔ جب اجودھن سے پھرے
اس سے پہلے کہ شہر میں پہنچے۔ تیسرے روز بی بی فاطمہ نے سلطان المشائخ کی
غیبت میں نقل کی شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ روضہ میں دروازہ مندہ
کے باہر مدفون ہوئے تیسرا دن تھا۔ خلق حاضر ہوئی۔ سلطان المشائخ اسی روز
اجودھن سے روضہ میں شیخ نجیب الدین متوکل کے پہنچے۔ اور زیارت تیسرے
روز بی بی فاطمہ کی پائی۔ اور خواجہ محمد اور خواجہ موسے کہ عالم صغر میں تھے آپ
اپنی نظر مبارک سے پرورش دے اور تعلیم فرمائی۔

فصل ۱

بیان نسب اور حسب اور اولاد اور وفات بدر گنجہ حضرت سید السادات الطاہر منبع البرکات آل طٰہٰ و یٰسین بن سید المرسلین صلے اللہ علیہ اجمعین

حضرت مولانا بدرالدین اسحاق ابن خواجہ علی بن خواجہ اسحٰق بن سید میان بن
خطاب منہاج الدین بن سید احمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید محمد بن سید شیخ ابن
بن سید جلال الدین بن سید محمد راندین بن سید قطب الدین بن سید ذکریا بن سید
محمود بن سید زین العابدین علی بن شہزادہ کونین امیر الدارین حسین رضی اللہ
تعالے عنہ بن امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ
تعالے عنہ۔

ذکر بیان حسب آنحضرت کا

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ مولنا بدرالدین اسحاق خدمت میں شیخ عالم
کے ہے۔ یہ بزرگ بھی شہر دہلی سے تھے۔ تعلیم بھی شہر میں کی۔ علم و فضل میں
فائق تھے۔ جب علم ایک سال شہر میں حاصل کیا اور نسبت بندھی۔ چاہا کہ تمام
علوم کو نہایت تک حاوی ہوں اور چند مشکلیں علم میں آپ پر رہی تھیں۔ کہ مجھ

علم و شہر سے حل نہ ہوئیں۔ اس سبب سے بخارا کا قصد کیا۔ جب اجودھن
پہنچے۔ اس زمانہ میں آوازہ کرامت کا حضرت شیخ العالم کے علم کا منتشر ہوا
تھا اور خلق خدا ولایتوں سے خاکبوسی کو آتی تھی۔ القصہ مولانا بدرالدین بھی
آئے کہ خدمت میں شیخ العالم کی ملاقات کرے۔ جب مولانا قدمبوسی سے مشرف
ہوئے۔ ایک شاہد دیکھا۔ سینہ مصفا اور تقریر دلکشا۔ چنانچہ سلطان المشائخ فرماتے
تھے کہ حسن عبارت اور لطافت شیخ العالم کی اس حد پر تھی کہ جب آپ کی سمع
میں پہنچا۔ چاہا یہ وہ شخص ہے کہ اسی گھڑی مر رہے تو اچھا ہو۔ الغرض چند
مشکلیں مولانا کو تھیں وہ شیخ العالم کی عین تقریر حکایت میں حل ہو گئیں۔
مولانا بدرالدین متحیر ہو گئے۔ اور دل میں کہا یہ بزرگ اپنے پاس کتاب نہیں رکھتے
اور جامہ چادر پہنے علم لدنی کی خبر دیتے ہیں۔ جس کے لئے میں بخارا جاتا تھا۔
اُس سے موجد نہیں پایا بخارا جانے کی نیت دور کی اور باعتقادِ صادق مرید
آنحضرت کے ہوئے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

من کہ در ہیچ مقامے نزدم خیمۂ عشق — پیش تو رخت بیفگندم و سر بنہادم

شیخ العالم نے بھی جو حق میں دیکھا مرحمت فرمائی۔ اپنی خادمی اور دامادی
سے مشرف کیا اور تربیت کر دگار کو اس حد تک پہنچایا کہ واصلان درگاہ بے
نیاز سے ہوئے۔ اور خدمت میں شیخ العالم کے مستقیم رہے۔ اور اپنے اقربا سے
کہ شہر میں تھے اُن سے قطع کی اور دوست کے ساتھ ایک ہوئے ؎

دل و جان و تن باخیال یکے شد

سید مبارک نے اپنے والد کرمانی سے سنا ہے کہ مولانا بدرالدین اسحٰق
رحمۃ اللہ علیہ اس حد پر سریع البکا تھے کہ ایک ساعت آنسو سے خالی نہ ہوتی
تھی یہ ضعیف کہتا ہے ؎

اے زعفونت نانہ غم خراب — مردم چشم زگریہ غرق آب

کثرت گریہ سے دونوں چشم مبارک میں گل پڑ گئے تھے۔ ایک بزرگ
خوب کہتا ہے ؎

فرو خواہد زدن سقف دو چشم — نمودہ آب و غاز چکیدن

محمد مبارک کی بہن سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں کہ ایک وقت خدمت میں
شیخ العالم کے بیٹھی تھی۔ مولانا بدرالدین اسحاق سے میں نے کہا۔ کہ اے بھائی

تمام روز اس کے ذوق میں عالم تحیر میں رہے اور ہر بار یہ فرماتے تھے بکا و حزن پیدا ہوتا تھا۔ جب وقت شام کی نماز کا آیا۔ شیخ العالم نے مولانا بدرالدین اسحاق کو امامت کے لئے کہا اور نماز شروع کی اور تحریمہ باندھا اور بجائے قراءت یہی بیت زبان پر لائے۔ پھر ہوش میں آئے۔ شیخ العالم نے فرمایا کہ پھر امامت شروع کرو۔ اس بار نماز تمام کی۔ اور سلطان المشائخ فرماتے تھے۔ کہ مجھ کو مولانا بدرالدین کے ساتھ سخت محبت تھی۔ اور کل امور میں آگے آجاتے تھے۔ اور خدمت میں مولانا شیخ شیوخ عالم کے کرتے اور خود بھی تربیت فرماتے اس غایت تک کہ جب تک مولانا زندہ رہے بسبب عظمت اور احترام کے۔ سلطان المشائخ نے کسی کو دست بیعت نہ دیا۔ جب مولانا در پردہ ہوئے۔ تو بیعت دینا پکڑا۔ اور سید محمد کرمانی کہ اس خاندان کے محرم تھے۔ اجودھن میں بھیجا تاکہ مولانا کے لڑکوں خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ اور ان کی والدہ کو کہ شیخ العالم کی لڑکی تھیں۔ اور مولانا کی زوجہ شہر میں لاویں۔ اور طرح طرح کی رعایت کی۔ اور تربیت فرمائی۔ چنانچہ مشرح کیفیت بی بی فاطمہ کے ذکر میں شیخ العالم کی دختر اس کے مناقب میں لکھی ہے اور مولانا بدرالدین اسحاق نے علم صرف میں ایک کتاب منظوم تالیف کی ہے کہ آپ کی فصاحت اور بلاغت پر دلیل روشن ہے۔

منقول ہے کہ ملک شرف الدین کبیر حاکم دیپال پور کا تھا۔ اس کو اتفاق ہوا کہ خدمت میں شیخ العالم کے ارادت لائے۔ اس نیت سے دو بار قدمبوس شیخ العالم کا ہوا۔ اور بیعت کی التماس کی۔ شیخ نے مولانا بدرالدین اسحاق کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے دست بیعت دے۔ مولانا نے بحکم شیخ اس کو بہت دست بیعت دیا۔ بعد چند روز کے بادشاہ وقت کے فرمان سے اس کو قید کیا گیا اور دیپال پور سے روانہ کیا۔ ملک شرف الدین نے اس باب میں عرضداشت مولانا بدرالدین اسحاق کی خدمت میں لکھی اور اپنے آدمی سے کہا جب اجودھن پہنچے تو خربوزہ کی فصل ہے۔ اس کو خرید اور برابر عرضداشت کے خدمت میں مولانا بدرالدین اسحاق کے بھیجا۔ جب آدمی نے عرضداشت خربوزہ کے ساتھ خدمت میں مولانا کے پیش کی۔ اس وقت ایک جماعت یاروں اور عزیزوں کی خدمت میں بیٹھی تھی قاضی نصرالدین اجودھن کا حاکم مولانا کی خدمت کرتا تھا۔ اس سے فرمایا کہ نصرالدین یہ خربوزہ بانٹ۔ قاضی نصرالدین نے جب تقسیم کیا۔ مولانا کی خدمت میں

پہنچے۔ اور دستار کا حصہ آگے رکھا۔ مولنا نے فرمایا کہ شرف الدین کبدر کا حصہ
بھی میرے پاس رکھ۔ جب حصہ رکھا مولانا نے اپنی دستار مبارک اتاری اور خربوزہ
کے پاس رکھی۔ اور فرمایا کہ ہم یہ خربوزہ نہیں کھائیں گے۔ اور نہ دستار اوڑھینگے۔
جب تک کہ شرف الدین نہ آئے۔ جب وہ آئے گا اس کے ساتھ کھائیں گے۔
یہ کہا اور مشائخ کی حکایت اور بزرگوں کے مناقب میں حاضران مجلس کے ساتھ مشغول
ہوئے۔ ایک ساعت گذری ہوگی۔ کہ شرف الدین کبدر پہنچے۔ مولنا بدرالدین اسحاق
نے اپنی دستار سر پر رکھی اور خربوزہ کھانے میں مشغول ہوئے۔ اس درمیان میں
شرف الدین نے اپنے چھوٹنے کی حکایت مولنا سے کہنا شروع کی۔ کہ میرے باب
میں بادشاہ نے دوسری کیفیت ظاہر کی تھی۔ جب بادشاہ کو جھوٹ تحقیق ہوا
دوسرا فرمان بھیجا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اور جہاں تک آیا ہو لوٹا دو۔ میں جہاں پہنچا
تھا۔ کہ فرمان پہنچا مخدوم کی برکت سے با فرحت تمام خدمت میں حاضر ہوا ÷

منقول ہے کہ شیخ العالم فریدالدین قدس سرہ نے ایک بار لکڑیوں کیواسطے
اجودھن کے جنگل میں جاتے تھے۔ جب نوبت مولنا بدرالدین کی پہنچی۔ مولانا گئے۔
اور دو لڑکے شیخ العالم کے مولنا کے ساتھ آئے۔ اثناء راہ میں مولنا سے کہتے
تھے۔ کہ ہمارے مریدوں اور یاروں کو ایسی کرامت نہیں ہے جیسے سید احمد کے
مریدوں کو ہے۔ اس واسطے کہ اُن کے مرید شیر پر سوار ہوتے ہیں۔ اور سانپ کا
کوڑا بناتے ہیں۔ مولنا بدرالدین کہتے تھے۔ کہ اے مخدوم زادو یوں نہ کہنا چاہئے
شیخ شیوخ العالم بہت بزرگ ہیں۔ کوئی ان کی عظمت اور ان کے متعلقوں کی کرامت
کو نہیں پہنچتا ہے۔ الغرض جب آگے پہنچے۔ شیر جنگل سے نکلا۔ دونوں لڑکے شیخ العالم
کے درخت پر چڑھ گئے۔ مولنا آگے ہوئے اور آستین مبارک اس شیر پر مارتے تھے
اور فرماتے تھے کہ اے سگ تیری کیا مجال۔ کہ میرے مخدوم زادوں کی نظر میں آوے
بعد وہاں شیخ العالم نے کہا کہ ہم درخت سے اتریں۔ اور اُنہوں نے کہا جب تک
وہ شیر ہمارے نیچے سے نہ جاوے نہ آئینگے۔ مولنا نے اس شیر سے کہا کہ اے سگ
جا۔ شیر نے سر زمین پر رکھا۔ اور لوٹ گیا۔ لڑکے شیخ العالم کے درخت سے اُترے
اور اس سخن سے کہ کہتے تھے پشیمان ہوئے۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے۔ کہ مولانا
بدرالدین اسحاق کچھ لکھتے تھے۔ نماز کا وقت تنگ ہوا۔ کسی نے کہا کہ خواجہ نماز کا
وقت تنگ ہوتا ہے۔ مجھ کو فرمایا کہ آفتاب نزدیک ہے کہ نیچے جاوے۔ میں اوپر گیا

ہیں نے کہا۔ خواجہ آفتاب نزدیک ہے کہ نیچے ہو جاوے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ تہہ غنا سے کہتے ہیں۔ کہ جب تک صفحہ تمام نہ پہنچے نیچے نہ جاوے۔ جب صفحہ تمام ہوا تو خواجہ نے فرمایا کہ آفتاب کو دیکھ۔ جب ایک آدمی اوپر گیا۔ دیکھا کہ آفتاب برقرار ہے۔ خواجہ نجیب شافی مدح میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے کہتا ہے ع

قوت زقوت نماز گشتہ چرخ راگشتن باز

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ مولانا بدرالدین اسحق نے شیخ العالم کی ایسی خادمی کی۔ کہ بر تن موسیٰ ایسی خدمت کرتے تھے۔ کہ اس مہم سے مستغرق اور مشغول حق ہوتے یہاں تک کہ خدمت میں شیخ الشیوخ عالم کے بیٹھ کر مستغرق حق تعالیٰ ہوتے کہ آپ سے خبر نہ رہتی تھی۔ اور مولانا بہت بزرگ تھے اور صاحب نعمت یہاں تک کہ ایک روز میں نے اُن سے کہا کہ میں نیک بخت ہونے کی غرض سے اوّل شیخ الشیوخ عالم کو یاد کرتا ہوں پھر تم کو حضرت رب العزت میں شفیع لاتا ہوں۔ جواب فرمایا کہ میں ایک نعمت رکھتا تھا۔ مجھ سے سلب ہوئی ہے اس کی تعزیت میں ہوں۔ بعدہ سلطان المشائخ نے کہا۔ سبحان اللہ اس سے آگے کیا حد نعمت کی تھی۔ اس زمانہ اور روز ایسے تھے۔ کہ ایک روز شیخ الشیوخ عالم نے مولانا بدرالدین اسحاق پر عتاب کیا۔ اس سبب سے کہ ایک روز حضرت شیخ العالم نے مولانا بدرالدین کو آواز دی۔ وہیں مولانا نے غلبہ کار جوانی سے کہا شیخ العالم اُس سے رنجیدہ ہوئے۔ شیخ کے نفس پر یہ خیال گذرا کہ کام سرے سے شروع کر۔ اتفاق سے وہ نعمت مجھ سے جاتی رہی۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ تھا شیخ العالم کے خلفا سے۔ ایک وقت اُس کے وفات پر میں حاضر تھا۔ شیخ العالم کی خدمت میں [illegible] اور اس بزرگ کی نقل کے حال سے خدمت میں شیخ العالم کے عرض کیا۔ شیخ العالم نے چشم پر آب کی۔ اور فرمایا کہ نماز کیونکر تھی۔ میں نے کہا۔ تین روز نماز فوت ہوئی شیخ العالم نے کچھ نہ کہا۔ مولانا بدرالدین نے اس محل میں کہا [illegible] میں نے ماخوذ کہا شیخ نے کیوں نہ فرمایا۔ شاید مولانا بدرالدین [illegible] حالت میں ہوں۔ جب وقتِ نقل مولانا بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کا [illegible] تہ عنت سے ادا کی اور اس کو پورا کیا۔ پوچھا کہ وقت [illegible] اور سر کو [illegible] رکھا اور رحمت حق سے ملے۔ پھر [illegible] نے آپ سے کہا کہ ان کو بات کیا پوچھتا ہے۔ اور مدفن اُس [illegible]

اجودھن میں ہے کہ بیشتر وہاں مشغول ہوتے ہیں

ذکر اولاد قطب الاقطاب مولانا بدرالدین اسحاق کا

بی بی فاطمہ بنت قطب العالم سے ہے۔ آنحضرت کے دو لڑکے خواجہ محمد و خواجہ موسیٰ۔ خواجہ محمد کے چار لڑکے خواجہ مسعود اور خواجہ فخرالدین اور خواجہ جلال اور خواجہ داؤد۔ اور چار لڑکیاں بھی تھیں اور خواجہ مسعود کے دو لڑکے خواجہ یحییٰ اور خواجہ عیسیٰ اور خواجہ عیسیٰ کے چار لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ اور خواجہ یحییٰ کے تین لڑکے سید محمد اور سید ابراہیم اور سید سعید الدین اور چند لڑکیاں بھی۔ اُن میں سے ایک لڑکے کے تین لڑکے تھے۔ خواجہ کمال الدین اور سراج الدین بہاؤالدین اور خواجہ فخرالدین خواجہ محمد مذکور کے چار لڑکے تھے۔ خواجہ سیف الدین اور برہان الدین اور خواجہ ابراہیم اور عضدالدین اور ان ہر ایک کی اولاد ہے۔ اور خواجہ جلال الدین کے ایک لڑکا تھا۔ اور چند لڑکیاں۔ اور خواجہ داؤد ابن سید محمد کی بھی اولاد ہے۔ دیگر اولاد مولانا مذکور کی شہروں منفرقہ میں ساکن ہے مثل حضرت دہلی کے کہ وہاں سید ایوب اور سید منور اور سید عبدالرحمٰن بن سید جلال ابن سید خواجہ ابن سید محمد ابن سید مبارک بن سید حسین ابن سید علم الدین۔ ابن سید داؤد۔ ابن سید محمد۔ ابن مولانا مرقوم اور مولانا بدرالدین کی بہت اولاد ہے بعض امروہہ اور نوگاؤں سید قاسم اور سید نور محمد اور سید معظم اور سید عبدالرسول اولاد سید محمد بن سید شعیب بن سید امین بن سید مدھ بن سید غیاث الدین بن سید عضدالدین بن سید فخرالدین بن سید محمد بن مولانا بدرالدین اسحاق مذکور اور سید محمد صادق اور سید فاضل محمد اور سید مراد بن سید محمد حسن بن سید کبیر بن سید یوسف بن سید ابراہیم بن سید بدھ بن سید محمد بن جلال الدین بن سید محمد بن مولانا بدرالدین اور سید یوسف اور سید محمد اور سید صادق اور سید باقر ابنائے سید حسن بن سید حیدر بن سید محمد بن سید حسین بن سید سلیم بن سید محمد بن سید جلال الدین مذکور دوسرے سید قاسم بن سید منجھو بن سید اسمٰعیل بن سید حسن بن سید فخرالدین بن سید برہان الدین بن سید محمد بن مولانا بدرالدین اسحٰق اور سید سیف الدین صاحب سجادہ مولانا بدرالدین اسحاق کے بن سید حسین بن شیخ فتح اللہ بن شیخ یوسف بن شیخ نصیرالدین بن شیخ سیف الدین بن شیخ فخرالدین بن

سید محمد بن مولانا بدرالدین اسحاق قدس سرہ العزیز۔ اور سید عبدالغفور بن سید ابراہیم بن سید حاجی بن سید برہان بن سید داؤد بن خواجہ ابراہیم بن سید حاجی بن سید برہان بن سید داؤد بن خواجہ ابراہیم بن خواجہ فخرالدین بن سید محمد بن مولانا بدرالدین اسحاق دوسرے چھالو میں نزدیک امروہہ کے سید صادق محمد بن سید شاہ محمد بن سید ابراہیم بن سید علاؤالدین بن سید ملک بن سید صدرالدین بن سید عضدالدین مذکور دوسرے سید کمال محمد اور سید صادق محمد اور سید حاجی محمد اور شاہ عارف اور سید عارف اور سید عالم اولاد سید شاہ محمد بن سید خواجہ خضر بن علاؤالدین بن سید صدرالدین بن سید ملک بن سید عضدالدین بن سید خواجہ فخرالدین بن سید محمد بن مولانا بدرالدین اور شاہ عارف مذکور ایک اولیائے خدا سے اور شیخ نامدار تھے کہ ان کا مرقد آگرہ میں ہے۔ اور بعض فتحپور سیکری میں شیخ شجو صوفی تھے۔ ان کی اولاد دختری ہے۔ اور مولانا مذکور نے اپنے فرزندوں کو فرمایا کہ اے میرے بیٹو! کہ جب تم حضرت قطب العالم کی زیارت اور عرس کو پاک پٹن میں آؤ۔ دو ڈھائی روز سے زیادہ نہ رہو۔ اگر رہوگے۔ تو پیٹ میں درد ہوگا اور مرجاؤگے۔ بیشک و بیہی ہے۔ اس واسطے کہ ایک وقت حضرت قطب العالم نے اپنے خلفاء کو ولایتوں پر نصب کیا اور جابجا بھیجے تھے جب مولانا مذکور کی نوبت پہنچی۔ انہوں نے عرض کہ مجھ کو حضور کی خدمت کی سعادت کافی ہے جب تک زندہ ہوں جدا نہ ہوں گا۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا۔ مولانا مذکور نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ ایک شہر میں مت رہو۔ شاید ہماری اولاد اور قطب العالم کی اولاد میں مباحثہ ہو۔ اور ناخوشی ظاہر ہووے۔

دوسری بی بی شریفہ

حضرت گنجشکر کی لڑکی جوانی میں بیوہ ہوئی تھیں۔ کہ اُن کی اولاد نہیں ہے۔

تیسری بی بی مستورہ

حضرت کی لڑکی کہ شیخ عمر صوفی کے عقد میں تھیں۔ کہ ان سے ایک لڑکا عزیزالدین پیدا ہوا۔ کہ اس کی اولاد ایک لڑکا شیخ محمد اور اس کے لڑکا شیخ نظام الدین اور ان کے لڑکے شیخ مودود شیخ قطب الدین شیخ شہاب الدین اور

اُن کی اولاد معلوم نہیں ہے کہ کہاں رہتی ہے۔ جو فرزنداں و دختران گنجشکر حال بتفصیل کتب سیر اور ملفوظات سے منقول ہؤا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے فرزندان مولانا بدرالدین اسحاق کے کوئی دوسرا کہے کہ ہیں نواسہ حضرت گنجشکر کا ہوں۔ جھوٹ ہوگا۔ دوسرے فرزندان قاضی ابو مسلم کہتے ہیں کہ ہم نواسہ حضرت گنجشکر کے ہیں جھوٹ ہے۔ اس واسطے کہ ذکر فرزندانِ دختری اور پسری آنحضرت کا تفصیل سے لکھا گیا۔ پس وہ کون حساب سے کہتے ہیں۔ ہاں بعد گذرنے بہت زمانہ کے آنحضرت کی اولاد نے قاضی ابو مسلم کی اولاد سے نسبت کی ان کو سعادتِ نواسگی کی ارزانی رکھی ہے۔ پس وہی فرزندانِ صاحب سعادت نواسہ فرزندان گنجشکر کے ہیں نہ آنحضرت کے اور یہ سب اولاد قاضی ابو مسلم کی علی العموم قاضی کی لڑکی بی بی ملکو بواسطہ تحصیل شرف نسبت کے گھر میں شیخ بدرالدین سلیمان پسر آنحضرت کی تھی اور زوجیت کی سعادت کو پہنچی تھی۔ کہ اس سے بہت اولاد ہے چنانچہ صدر میں لکھا گیا۔ دوسری لڑکی نبیرہ قاضی ابو مسلم کی نکاح میں شیخ علاؤالدین ابن شیخ بدرالدین سلیمان مذکور کے تھے۔ کہ اس کے کوئی فرزند پیدا نہ ہؤا۔ اور منکوحہ کلاں سے کہ انہیں کی قوم سے تھیں بہت اولاد ہوئی۔ چنانچہ لکھا گیا۔

فصل ۱۱

بیان اولاد شیخ نصراللہ منبنہ کا

اس نے خدمت سے حضرت گنجشکر کے پرورش پائی تھی۔ اور وہ ایک ساعت خدمت سے جدا نہ ہوتا تھا۔ آنحضرت اس پر بہت التفات فرماتے تھے چنانچہ ایک اولیاء خدا تعالےٰ سے ہؤا۔ اور خرقہ خلافت بھی آنحضرت سے پایا اس کے چھ لڑکے تھے۔ خواجہ بایزید۔ خواجہ نعمت اللہ اور عبداللہ اور کریم الدین اور خواجہ ابراہیم اور عبدالرشید کہ اُن کی اولاد پاک پٹن میں درگاہ کے خادم شیخ عبدالوہاب عرف بالو بن عبداللہ خادم بن خادم رجب بن خادم نصیرالدین وخادم اسمٰعیل وخادم اسحٰق وشیخ محمد اولاد خادم سالار ابن خادم نصیرالدین مذکور کی۔ دوسری خادم گدائی ابن خادم رحمٰن ابن خادم نصیرالدین مذکور

اور خادم کمال اور خادم مریف اور عبداللطیف اور خادم کبیر اولاد خادم عبدالعزیز کی عرف جنید بن خادم رحمٰن اور عبدالقادر اور خادم پیر محمد وغیرہ اولاد خادم محمود ابن رحمٰن مرقوم کی اور خادم علی ابن خادم حاجی عثمان ابن خادم آموں - دوسرے شیخ بڈھا اور عارف محمد بن شیخ محمود ابن شیخ رحمت اللہ کہ وکیل حضرت شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ حضرت گنجشکر کی تھی - اور شیخ عبدالرشید ابن شیخ ابراہیم ابن شیخ فتح اللہ اور جان محمد اور خان محمد ولد شیخ ابوالفتح ابن شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ محمد ابن شیخ عبداللطیف ابن شیخ عزیز اللہ اور شیخ عبدالغفور ابن شیخ محمد ابن شیخ نعمت اللہ اور شیخ حامد ابن شیخ رزق اللہ ابن شیخ نظام اور امان اللہ ابن شیخ جیون ابن شیخ رحمٰن اور شیخ عبدالقادر ابن شیخ امام الدین ابن شیخ فریدالدین ابن شیخ سلیمان ابن شیخ ابراہیم اور حبیب اللہ ابن فرمانبہ ابن شیخ حسن اور شیخ عبدالواحد ابن شیخ الہ بخش اور شیخ خلیل بن شیخ بھکاری ابن بخشو - دوسرے شیخ بہاؤالدین اور علاؤالدین بھی ہیں سب متوطن ہیں اور اولاد شیخ نصراللہ کی بہت تھے - جو دیکھا اور سُنا لکھا واللہ اعلم بالصواب ؛

فصل ۱۲

بیان حسب اور نسب اور اولاد اور وفات حضرت قطب العالم شیخ نجیب الدین متوکل رحمت اللہ علیہ

نقل ہے مولانا جامی سے سیر العارفین میں مذکور ہے ؎

آں شہنشاہ مملکت تجرید ‌ ‌ ‌ ‌ فانی از خویش باقی از تفرید

راہبر در رہ خدا جویاں ‌ ‌ ‌ ‌ از توکل براہ حق پویاں

راہ عرفاں خار و خس رفتہ ‌ ‌ ‌ ‌ گوہر معرفت بجاں سفتہ

باطن از حق تمام نور شدہ ‌ ‌ ‌ ‌ ظاہر از شرع بہ سرور شدہ

پاک بن پاک ذات پاک خصال ‌ ‌ ‌ ‌ گشتہ از جام حق مالا مال

کردہ روشن تمام روئے زمین — آفتاب جہاں نجیب الدین

چوں جمالے از و صفا دریافت — متوکل براہ حق بشتافت

شیخ نجیب الدین متوکل شیخ عظیم القدر تھے اپنے زمانہ میں مثل نہ رکھتے تھے حضرت سلطان المشائخ فریدالدین مسعود کہ برادر حقیقی ہے ارادت اور خلافت بھی انہیں سے رکھتے تھے۔ حضرت نے اُن کو دہلی کی دارالخلافت کو روانہ کیا تھا۔ کہ وہاں رہو۔ دروازہ نہشدی کے آگے رہتے تھے۔ اور نہایت استغراق اور مشغولی حق کے سوا کچھ نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ آج کونسا مہینہ اور کون دن ہے یا غلہ کا شہر میں کیا نرخ ہے اپنے اور غیر اور امیر اور فقیر ان کے آگے سب یکساں تھے۔ ایک روز شیخ نورالدین محمد غزنوی نے اُن سے پوچھا کہ مخدوم حضرت شیخ فریدالدین کے تم بھائی ہو۔ جواب دیا کہ برادر صوری میں ہوں تو برادر معنوی کون ہوگا۔ پھر شیخ نورالدین نے پوچھا کہ شیخ نجیب الدین متوکل تم کو کہتے ہیں۔ جواب دیا کہ نجیب الدین میں ہوں۔ متوکل کون ہوگا۔

نقل ہے حضرت سلطان نظام الدین بدایونی سے ہم کو برکت ارادت سلطان المشائخ فریدالدین نے اُن کی صحبت کی بدولت منہ دکھلایا۔ چنانچہ ذکرہ میں مرقوم ہے اور حضرت شیخ نصیرالدین سے نقل ہے کہ ایک بار عید کا دن تھا۔ خلائق نے تبرکاً ان کے ہاتھ پاؤں چومے۔ ایک جماعت قلندروں کی خراسان سے مہمان ہوئی۔ دیکھا کہ خلق خدا کو عیدگاہ میں بہت توجہ ہے۔ انہوں نے باہم کہا کہ یہ شیخ بزرگ ہے ہم کو آج اس کا مہمان ہونا چاہئے۔ حضرت شیخ عیدگاہ سے اپنی جگہ پہنچے۔ وہ قلندر پیچھے سے پہنچے۔ اور عرض کی کہ حضرت شیخ آپ اس شہر میں عظیم القدر ہیں۔ ہم کو چاہئے کہ آج آپ کے مہمان ہوں حضرت شیخ نے فرمایا۔ مرحبا۔ اور خوش رہو۔ اِن کو جماعت خانہ میں بٹھلایا۔ اور خود اندر گھر کے گئے۔ اور حرم سے کہا۔ کہ آج قلندروں کی جماعت خراسان سے مہمان آئی ہے۔ جو ماحضر ہو دریغ نہ کرنا۔ حرم نے عرض کی کہ تم صاحب خانہ ہو گھر کی عسرت تجھ کو معلوم ہے دو روز ہوئے کہ کھانے کی بو ہمارے لڑکوں کے دماغ میں نہ پہنچی ہے شیخ نے فرمایا ہاں اگر چادر یا سرپوش ہو تو بازار بھیجوں کہ اس کو بیچ کر مہمانی کے واسطے ماحضر پہنچاؤں۔ حرم نیک بخت نے ایک سرپوش کہ اس پر بہت پیوند تھے اس [illegible] تھی نہ تھا کہ کوئی اس کو [illegible]

حضرت شیخ نے جب ایسا دیکھا کوزہ پانی کا اور پیالہ اُٹھایا۔ اور قلندروں کی مجلس
کے پیچھے کھڑے ہوئے اور کہا درویشو معذور رکھو کہ ماحضر یہی ہے۔ وہ درویش
اہل دل تھے۔ اس پانی کو مغتنم اور تبرک سمجھ کر لیا اور بوسہ دیا حضرت کے دست و
پا پر۔ حضرت شیخ اندر حجرہ کے گئے اور مشغول ہوئے۔ اپنے دل سے کہتے تھے کہ
ایسا روز عید گذری اور دو روز سے ہمارے لڑکوں کے حلق میں طعام تک نہ
پہنچا۔ اور مسافر آویں اور نامراد جاویں۔ اسی خیال میں تھے کہ ایک مرد پیچھے سے
اوپر آیا اور کہتا ہوا آیا۔ کہ اے نجیب الدین متوکل تیرا خیال کہ عرب ہے۔ شیخ
نے دریافت کیا کہ یہ تو یہ خضر ہیں۔ اٹھے اور تعظیم کی اور بیٹھے۔ وہ حضرت
سے کہا گیا ہے جو دوں سے لڑائی کرتے ہو کہ ایسا روز عید جاوے۔ اور ہمارے
لڑکوں کے حلق میں کھانا نہ جاوے۔ وہ روئے کھانا نہ ہو۔ شیخ نے تبسم کیا اور
کہا کہ خواجہ جانتے ہو کہ لڑائی دل سے یہی تھی کہ گھر میں موجود نہیں ہے۔ خواجہ نے
کہا اٹھو نفس کو نیک رکھو۔ شیخ اٹھے اور نیچے آئے دیکھا کہ ایک خوان کھانے کا
صحن خانہ میں رکھا ہے۔ اور حرم کے پاس گئے اور کہا یہ کس نے بھیجا ہے۔
اس نے کہا ایک مرد آیا تھا اس سے غیب کی وہ کھانا رکھ گیا۔ شیخ اس کھانے کے
سبع دامن میں لے کے اوپر آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ خواجہ خضر نہیں ہیں۔ یہ
اوزان کا مج ہے یہ سعادت جو میں نے پائی بے نوائی سے پائی۔ اور مناقب
شیخ نجیب الدین کے سیر الاولیا اور دیگر نسخوں میں بہت ہیں۔ یہ چند
جز لکھے اس واسطے کہ کتاب جمع ہو جاوے۔ سبحان اللہ رہے عظمت و کرامت
شیخ نجیب الدین متوکل کی کہ تاب اس مقام کے ہر ایک نہیں ہے۔

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل ‖ در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

بیان اولاد شیخ نجیب الدین متوکل برادر حقیقی گنج شکر
ابن شیخ سلیمان ابن شیخ شعیب فاروقی کا

وہ ایک اولیائے زمانہ اور مشائخ زاہد سے تھے۔ مرقد پاک ان کا دہلی
میں ہے۔ آدمی مزار سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اور شیخ نجیب الدین کا شہر دار
مشہور ہے۔ ان کے تین لڑکے ہیں شیخ اسمعیل اور شیخ احمد اور شیخ محمد اور شیخ

اسمٰعیل کہ ان کی اولاد شہروں متفرقہ میں ہے۔ بعض انبالہ کے قریب اور بعض بیں بن شیخ نجیب الدین ابدال وغیرہ اولاد شیخ الاسداد ہیں۔ بتاریخ ۹ ماہ رمضان مبارک وفات پائی۔ صاحب سجادہ شیخ وکلمہ روزن ہیں۔ باقی اولاد شیخ نجیب الدین متوکل کی بھی بعض شہروں میں ہے۔

ذکر چراغیوں اور جاروب کشوں وغیرہ روضہ حضرت قطب عالم شیخ فرید الدین گنجشکر قدس سرہٗ کا

مجاوروں کے نام سید عبد اللہ اور سید فتح محمد ولد سید اسمٰعیل بن سید بن بن سید سلیمان کہ حضرت شیخ ابراہیم بالا راجہ صاحب سجادہ حضرت گنجشکر کے وقت سے خدمت میں ہیں دوسری بابسم گدائی اور فیروز پسران کمال بن بالو بن بایزید کہ یہ سودرھی ذات رکھتے ہیں۔ اور ان کے بزرگوں کو شیخ علاؤ الدین موج دریا صاحب سجادہ نے مسلمان کیا تھا۔ کہ اب تک اُن کی اولاد خدمت میں ہے اور چراغیان درگاہ نسل سے سلطان شہاب الدین غوری کے ہیں شیخ حسن اور شیخ حسین اور شیخ عبد الباقی پسران شیخ شبر محمد بن الہ بخش اور شیخ عبد السلام بن الہدیا اور ننھا اور شیخ یوسف اور شیخ حسین ابنائے شیخ محمود ابن عین الدین اور شیخ فتح علی ابن شیخ عبد الرشید ابن پیرو کہ ان کے بزرگ بھی شیخ علاؤ الدین موج دریا کی امت سے خدمت چراغیاں روضہ مقدسہ اور خدمت جامدار خانہ آنحضرت میں قیام کرتے ہیں۔ اور جاروب کش درگاہ کے شیخ ضیاؤ الدین اور حافظ دول اور شیخ رجب پسران دتو بن کمال بن سعد اللہ بن شیخ کمال بن سعد اللہ بن شیخ احمد بن شیخ مصطفےٰ بن شیخ علی ابن شیخ رکن الدین وہ ہدی کہ عہد میں شیخ علاؤ الدین موج دریا کے کوتھوال سے بزرگ ان لوگوں کے آئے وہ شیخ علاؤ الدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اب تک خدمت میں ہیں۔ دوسرے بایزید ور عبد الرشید بن کالو ابن کمال مسطور اور جمال اور حسین اور رجب اولاد الہ دیا ابن نعمت اللہ ابن محمد تنو ابن سعد اللہ مرقوم کی بھی خدمت جاروب کشی کرتی ہے۔ دوسری سیر ثبان سودرتی حجام جمال اور نہال کے رڑکے نور بن نظام کے اور ادیا ت اور میر اور اسمٰعیل اور حسین والہ داد محانان ولد یعقوب ابن الہ دیا اور عثمان ابن

اللہ دیا مذکور اور حضرت دہلی میں بنام موسے حجام کے بیٹے آسامی مذکوری نسل سے کھکھو حجام حضرت قطب العالم کے تھے۔ اور آنحضرت کی نظر میں متبول دیگر تھے۔ تاکہ ظاہر ہو۔ اور قوالان درگاہ حضرت میں میر گدائی ابن میر اللہ دیا ابن سنبھان ابن بدھن ابن بلبل ابن مبارک کہ وہ خدمت میں حضرت قطب العالم کے تھے۔ اور منظور نظر تھا۔ اور میر دوات ابن الہ بخش ابن عبدالکریم ابن کمال ابن جبل ابن کریم الدین مرقوم اور میر خان محمد ابن میر بلبن ابن عبدالکریم مسعود اور میر یار ولی ابن میر حسین ابن میر لدہ ابن بدھن کہ اوپر مرقوم ہوا۔ اور میر سکندر ابن عبدالرشید ابن دتا ابن خلور ابن لکھا ابن کریم الدین مذکور اور میر تاجا ابن دتا ابن خلور ابن لکھا مذکور ساکن ہیں۔ حضرت دہلی میں میر حسین اور ولی اور میر علی پسران جمال ابن منتھن اور اسحاق ابن مرتضیٰ مذکور ابن خور ابن میر لکھا ابن کریم الدین مرقوم۔ سونا رہیں گانو کہ صوبہ بنگال میں ہے۔ وہاں باسم شیخ علاؤالدین نبیرہ شیخ حسن ابن شیخ بدھن مسطور ساکن ہیں۔ اور کسب قوالی چھوڑ کر اب لباس درویشی میں مشغول ہیں۔ اور آدمیوں کو مرید کرتے ہیں۔ دوسرے آبدار روضہ منورہ کے بنام مہر علی ابن خیرالدین راجپوت کہ قدیم الایام سے مسلمان ہیں۔ اور فرزند شیخ تاج الدین محمود سے آبدار خانہ کی خدمت میں قیام کرتے ہیں۔ جب بندہ کاتب الحروف زیارت کو حضرت قطب العالم کے پاک پٹن میں مشرف ہوا۔ اور صاحب سجادہ کی قدمبوسی حاصل ہوئی۔ ان ناموں کو تحقیق کیا۔ اور ہر ایک کی حقیقت معلوم کی۔ اس کو قلم میں لایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ۳

بیان حسب اور نسب اور ازواج اور اولاد حضرت مخدوم شیخ زین العابدین چشتی بدالوی قدس سرہ کا۔

فصل ا

بیان حسب اور نسب اور ازواج اور تاریخ وفات حضرت قطب العالم سراج المحققین شیخ زین چشتی بھلوالوی قدس اللہ سرہ کا

شیخ زین ابن شیخ رفیع الدین المعروف بہ شیخ خواجہ ابن شیخ داؤد ابن شیخ محمود ابن شیخ بدرالدین سلیمان ابن قطب العالم فریدالحق والدین گنجشکر قدس اللہ سرہ کا۔

ذکر حسب آنحضرت کا

جاننا چاہیئے کہ ولادت آنحضرت کی بلدہ پاک پٹن میں ہوئی۔ ماں باپ اُن کے بہت بزرگ اور عظیم القدر اور صاحب مقامات تھے۔ بعد حوالہ کرنے مکتب سے چند روز میں علوم ظاہری سے آراستہ ہوئے۔ بہت قابلیت اور استعداد رکھتے تھے والد بزرگوار نے تربیت اور ارشاد و طریقت کیا اور تصفیہ و تزکیہ باطن متقین فرمایا۔ بڑے مجاہدات کھینچے تھے اور کمال کو پہنچے۔ اور پیر بزرگوار سے خرقہ خلافت کا لیا جب آنجناب کے والد بزرگوار نے انتقال فرمایا۔ آپ دہلی تشریف لائے اور زیارت اولیاءاللہ سے فیض پایا۔ اس وقت کا بادشاہ اپنی لڑکی آپ کے عقد میں لایا۔ بعد مدت کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ آپ کی زوجہ عفیفہ نے دارفنا سے رحلت فرمائی حضرت حرمین شریفین کے طواف کو متوجہ ہوئے۔ جب واپس آئے تو بھلوالی میں وطن کیا۔ قاضی ابومسلم کی نسل سے ایک لڑکی تھی۔ اُس سے نکاح ہوا۔ اور شیخ تاج الدین پیدا ہوئے۔ جب اس نے بھی وفات پائی۔ دختر طغائی عقد میں آئے اس سے چار لڑکے ہوئے۔ شیخ جہان شاہ صاحب سجادہ اور شیخ سلطان شاہ اور شیخ برہان الدین اور معزالدین چنانچہ تفصیل زوجات اور اولاد کی آئندہ آئیگی اور اکثر آنحضرت واسطے زیارت ملک المشائخ خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس اللہ سرہ کی اجمیر جاتے تھے۔ اور فیض پاتے تھے۔

نقل ہے کہ جب آپ اپنے مریدوں کی جماعت کے ساتھ دہلی سے طرف مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے سفر فرمایا۔ چند حج ادا کئے۔ اور طواف حرم اور

زیارت مرقد منورہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہوئے۔ بشارت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مضمون سے کہ تیرا کام کمال کو پہنچا۔ اب ہمارے حکم سے واسطے ارشاد کے موضع بعدالی کہ محض کفرستان ہے۔ جا اور اُن بیچاروں کو راہ راست بتا۔ آپ وہاں سے زیارات کرتے ہوئے موضع مذکور میں آئے۔ جس روز اترے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ اس جگہ جہاں آپ کا مرقد خاص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصائے مبارک سے نشان فرمایا۔ کہ تیری قبر کی جگہ ہم نے یہ مقرر کی ہے۔ اس طرف کی ولایت تیرے سپرد کی اور قیامت تک یہ جگہ تیرا وطن ہوگا۔ جب بیدار ہوئے وہاں خاص اثر فرحت اور نسیم راحت بخش پائی۔ اور اس جگہ کو قبر کے واسطے مخصوص فرمایا۔ بعدازاں اس کفرستان میں ذان گشتے تھے۔ اور واسطے رواج دین اسلام گلی گلی پھرتے تھے۔ اس غصہ سے وہاں کے سردار لکھن نامی نے اپنے آپ کو چھری سے ہلاک کیا اور دوزخ گیا۔ اور آنحضرت کا کام ترقی پر ہوا۔ اور بہت مرید شرف ارادت کو پہنچے۔ اور اس وقت کا بادشاہ بھی شرف ارادت کو مستعد ہوا۔ کاتب الحروف نے اپنے پیر والد بزرگوار سے سنا ہے۔ کہ ایک روز خلیفہ وقت نے اپنے حسن اعتقاد سے ایک خوان موتیوں کا آنحضرت کے پیش کیا۔ جب نظر اس پر پڑی فرمایا۔ کہ اس کو واپس لے جاؤ۔ اور خلیفہ سے کہو کہ پیرانِ طریقت اس کو دوست نہیں رکھتے۔ دنیا کی آرائش پر التفات نہیں کی۔ یہ بے قدر ہے اس کو اس کے طالبوں کو دے ؏

نقل ہے کہ وقت حالت اور وجد کے اور سماع کے آپ کا لباس ہوا پر معلق رہتا تھا جسم سے جدا ہو کر اور رقص کرتا تھا جب افاقہ ہوتا تھا لباس نیچے آتا تھا۔ اور ملبوس آنحضرت کا ہوتا تھا۔ جب آپ کی عمر ایک سو تین برس سال کو پہنچی۔ سجادہ اپنے لڑکے شیخ جہان شاہ کے سپرد کیا۔ اور رحلت فرمائی بعد گذرنے ایام کے جب شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ حضرت گنجشکر نے سرہند میں نزول اجلال فرمایا۔ تو باشارہ حضرت گنجشکر کے زبان پر لائے۔ کہ ہم اور تم جدی بھائی ہیں۔ اور شیخ تاج الدین محمود ہمارے چچا ہیں۔ و حضرت والد بزرگوار شیخ مودود سے خطاب فرمایا کہ یوں اشارہ ہے کہ ایسی آدمی ہمارے عرس کے موسم میں جن نہیں آتے شیخ زین کی دلادے۔ ہماری طرف سے

یوں حکم کرو۔ کہ وہ لڑکے کے موسم عرس میں ہمارا عرس موضع ہیدلی میں وضع ہیں کرتے رہیں۔ جو وہاں حاضر ہوگا۔ گویا پٹن میں حاضر ہوا۔ اور شیخ نظام نے اپنے شرف ارادت کے ساتھ اور آنحضرت کی خلافت کے ساتھ اور حضرت گنجشکر کی خلافت سے۔ ور ارادت سے مرید کرنا اور شیخ تاج الدین محمود کو اپنی ارادت کی سعادت سے مشرف کیا۔ اور شیخ مودود کانب تحروف کے والد بزرگوار اس کے بیٹے خلیفہ ومرید حضرت کے تھے۔ بعد ازاں توجہ ان مین مرید کی طرف کر کے اجازت دی کہ تم اور تمہاری اولاد اور جس کو اللہ توفیق دے عرس حضرت گنجشکر کا کرتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہے۔ اور جان کہ مخدوم شیخ زین نے خرقہ خلافت کا اپنے والد سے پایا ہے۔ یعنی رفیع الدین قدس سرہ سے۔ جو شیخ خواجہ ہیں اور انہوں نے بھی اپنے والد شیخ محمود سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ بدرالدین سلیمان سے اور انھوں نے اپنے والد شیخ فرید الحق والشرع والدین حضرت گنجشکر قدس اللہ سرہ العزیز سے اور حضرت گنجشکر سے پہلے سلسلہ چشت اہل بہشت کا معروف اور مشہور ہے ؞

ذکر اولاد اور ازواج آنحضرت کا

دو بی بیاں تھیں اول مسماۃ بی بی سلطان خاتوں بنت شیخ بہاؤالدین اور شیخ بہاؤالدین اور شیخ نصیرالدین دو بھائی تھے حقیقی کہ دونوں بھائی آنحضرت کی اولاد ہوتے ہیں۔ دوسری بی بی قطبیانی کہ یہ سخت قاضی کی اولاد سے ہیں۔ بی بی سلطان خاتوں سے چار لڑکے پیدا ہوئے جہاں شاہ کہ سجادہ نشین تھے۔ اور سلطان شاہ اور برہان الدین اور معزالدین۔ اور بی بی قطبیانی سے صرف ایک لڑکا پیدا ہوا شیخ تاج الدین۔ اور ہر ایک کی اولاد کا ذکر آگے لکھا جاوے گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ ؞

ذکر تاریخ وفات آنحضرت

آپ کی وفات تاریخ روز جمعہ ۵ ماہ ذی الحجہ کو ہوئی۔ عمر آپ کی ایک سو پینتالیس برس کی تھی۔ نام حضرت مخدوم شیخ زین قدس سرہ کے اگر کوئی جس حاجت کو پڑھے۔ اس کی وہ حاجت منہ وکرمہ پوری ہو۔ وہ نام مبارک یہ ہیں۔ الٰہی بحرمت مخدوم زین العابدین چشتی قدس سرہ۔ الٰہی بحرمت مخدوم شیخ زین العابدین

چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت قطب الاقطاب شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ -
الہی بحرمت شیخ الاسلام زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت سلطان الفقرا
شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت وارث علوم دین شیخ زین العابدین
چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت صاحب الولایات شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ
الہی بحرمتِ عارف باللہ شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت غوث الدہر
شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمتِ عاصی الحرمین الشریفین زین العابدین
چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت جمال الدین شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی
بحرمت کمال الدین شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت نظام الدین
شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت طالب المولیٰ شیخ زین العابدین چشتی
قدس سرہ - الہی بحرمت فضل اللہ شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت
کرم اللہ شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت ثانی گنجشکر زین العابدین
چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت شیخ شیوخ العالم شیخ زین العابدین چشتی - الہی بحرمت
ہدایوی شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ - الہی بحرمت محب الحق والشرع والدین
شیخ زین العابدین چشتی قدس سرہ العزیز فقط ؛

فصل ۲

بیان اولاد بندگی حضرت شیخ جہان شاہ ابن مخدوم شیخ زین قدس سرہ

آپ پدر بزرگوار کے سجادہ نشین تھے - اور ان کے پانچ لڑکے تھے - شیخ
حسام الدین صاحب سجادہ - شیخ بدرالدین - شیخ محمد - شیخ علاؤالدین - شیخ مبارک اور
شیخ حسام الدین صاحب سجادہ کے چار لڑکے تھے - شیخ جلال الدین دانشمند
صاحب سجادہ - شیخ ابوالخیر - شیخ عمر - شیخ علاؤالدین لاولد اور کاتب الحروف کے دادا
مدت المشائخ والعلماء شیخ جلال الدین مذکور جب شرف سجادہ مخدوم شیخ زین سے
مشرف ہوئے - زیادہ علم نماز اور روزہ اور ارکان بہم سے نہ تھا - ایک بار مخدوم
کے روضہ میں بیٹھے تھے - ایک مرد ایک کتاب ہاتھ میں لایا کہ اس کو پڑھو - فرمایا
کہ میں خط کو نہیں پڑھ سکتا - اس مرد نے طعنہ مارا کہ اسی فضیلت سے مسند
سجادہ پر بیٹھے ہو - شیخ جلال الدین نے اُس کے منہ پر جواب نہ دیا - اور اس کے کہنے

سے اندیشہ مند ہو کر متاثر ہوئے۔ ناگاہ آپ کی نظر چاہ پر پڑی۔ کہ سرِ اس کا رسیوں
کی رگڑ سے گھس گیا تھا۔ اُن کے دل میں گذرا کہ پتھر متاثر ہو جاتا ہے شاید میں
بھی علم پڑھنے سے کارگر ہو۔ اس روز سے پھر ابجد شروع کی بعد چند یا ماہ کے قرآن
مجید ختم کیا۔ پھر علوم عربیہ کا درس کیا۔ یہاں تک کہ ایک بحث میں ایک ایسا عقدہ
مشکل آکر پڑا۔ کہ کسی طرح نہ استاد سے حل ہوتا تھا اور نہ اُن سے اسی فکر میں مخدوم کے
تالاب پر سر مراقبہ میں ... گئے۔ کہ یکایک حضرت سید آدم حاضر ہوئے۔ اور فرمایا کہ
اے مرد کیا سوچتا ہے۔ اور کیا بحث درپیش ہے۔ انہوں نے کہا کہ فلاں بحث
فلاں کتاب کی حل نہیں ہوتی۔ حضرت نے آب دہن ان کے منہ میں ڈالا۔
اور نظر سے غائب ہو گئے۔ اس وقت سے وہ مشکل اور تمام مشکلات ہر علم کی حل
ہو گئیں۔ اور علم لدنی سے مستفیض ہوئے۔ آپ کے استاد اور تمام علماء سرہند
نے واسطے تحقیق کے اُن کو سند کیا۔ اس ضمن جب آپ کے برادر حقیقی شیخ ابوالخیر
تحصیل علوم کو مادوں کی طرف گئے تھے۔ شیخ جلال الدین مذکور نے ایک کتاب
عربی زبان میں مشتمل فصاحت و بلاغت اپنے بھائی کو لکھ کر بھیجی۔ جب خط شیخ
ابوالخیر کو پہنچا۔ اوّل انکار کیا کہ یہ خط میرے بھائی شیخ جلال الدین کا نہیں ہے۔
اس واسطے کہ اُن کو میں نے بے علم چھوڑا ہے۔ حامل کتاب نے ماجرا عرض کیا۔
کہ اب استاد اس شہر کے اُن سے سبق لیتے ہیں۔ علم لدنی حاصل ہے۔ شیخ ابوالخیر
نے اس کتاب کو بجنسہ اپنے استاد کے روبرو پیش کیا۔ استاد نے کہا۔ کہ جس
شخص کا بھائی ایسا فیض والا ہو۔ اس کو دوسرے کی کیا حاجت ہے۔ شیخ ابوالخیر
وہاں سے آئے اور قدمبوسی سے مشرف ہوئے اور کسب علوم کیا۔ اور مرید اور
خلیفہ ہوئے۔ اور شیخ جلال الدین مشائخ نامدار اور محرم اسرار پروردگار درکامل
اور مکمل اور صاحب ولایت تھے۔ سات حج عالم پیری اور ظاہری میں ادا کئے۔ اور
چالیس جن خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ جب عمر آخر ہوئی۔ سجادہ اپنے نواسے
شیخ عبداللہ کو عطا فرمایا۔ اور شیخ جلال الدین مذکور کی تین لڑکے تھے شیخ عبداللہ
صاحب سجادہ شیخ بہاؤالدین شیخ احمد۔ والد شیخ عبداللہ کے تین لڑکے تھے۔
عبدالجلیل سجادہ نشین شیخ فتح اللہ شیخ سعد اللہ کہ ان دونوں کی اولاد نہ رہی۔
اور شیخ عبدالجلیل کہ ان کے گھر میں لڑکی شیخ داؤد چشتی ابن شیخ ابوالفتح بن
شیخ موسیٰ قبول ... ابن شیخ ... الدین حاجی ابن شیخ نور اللہ ابن شیخ فیروز ۔

ابن شیخ محمد عرف ممن ابن بدر الدین سلیمان ابن شیخ فرید گنجشکر کی تھی مسماۃ بی بی
جتی اس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے شیخ محمد صاحب سجادہ
اور شیخ تمام اور لڑکیاں بی بی گوہر خاتون اور بی بی خاں اور شیخ محمد صاحب
سب وہ کہ کاتب الحروف کے دادا ہیں۔ بھدالی سے آکر بلدہ بدایوں میں متوطن ہوئے
اور شیخ مشار الله اولیاء نامدار اور مشائخ کبار سے تھے۔ ریاضات اور مجاہدات
بیش شہ رکھتے تھے۔ جب حاجی فتح الله ابن شیخ احمد چشتی بدایونی نے ارادہ
بیت الله کا کیا۔ رخصت کے واسطے آنحضرت کے روبرو گئے۔ اُنہوں نے
بعد فاتحہ کے فرمایا کہ جب مکہ پہنچو ہماری طرف سے حرم میں دوگانہ ادا کرنا اور
جب مدینہ معظمہ سے مشرف ہو۔ ہماری طرف سے فاتحہ پڑھو۔ جب حاجی مذکور
حرمین شریفین پہنچے وعدہ فراموش کیا۔ ایک روز حاجی مذکور سے آنحضرت کو
طواف کعبہ میں باہم ملاقات ہوئی جو پوچھنے کے قابل تھا پایکدیگر نہ کور ہوا حاجی
مذکور نے قرار دیا کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کو اس جگہ موجود کیا۔ بعد فراغ نماز
بہتر کہ ان کو اپنے گھر بلا کر مہمان کروں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ حاجی مذکور
نے ہر چند تلاش کیا۔ دوسری ملاقات نہ ہوئی۔ یہ سفر باطنی طے مکان سے تھا
اس سے جب حاجی مذکور لوٹے اس کاتب الحروف سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔
کہا کہ تمہارے جد کو بعافیت میں نے مکہ معظمہ چھوڑا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ وہ ہرگز
وطن سے نہیں ہلے ہیں۔ اس بات کے سننے سے بہت حیران ہوا۔ جب حاجی
بدایوں گئے۔ اور ملاقات سے مشرف ہوئے قصہ بیان کیا۔ اول آپ نے تجاہل کیا
اور چھپایا کہ کسی دوسرے شخص کو دیکھا ہوگا کہ ہماری صورت کے مشابہ ہو۔ پھر
فرمایا کہ یہ بات کسی سے ذکر نہ کیجو۔ ایک روز میرے بھائی شیخ عبد النبی نے کہ اُن کو
حضرت دوست رکھتے تھے۔ وقت پاکر عرض کی کہ حضرت اس سفر مکہ کی کیا حقیقت
تھی۔ جب بہت خوشامد کی۔ فرمایا کہ بابا فقیر پر کبھی ایسا حال وارد ہوتا ہے کہ طے
مکان حاصل ہو جاتا ہے۔ جب بندہ نظر میں حق سبحانہ کے منظور ہوتا ہے اس مرتبہ
کو پہنچتا ہے۔ اور درود پڑھنے کی طفیل سے یہ مرتبہ پایا تھا۔ کہ ہر رات دن دس ہزار
بار بے شمار بے ناغہ درود پڑھتے ہیں آخر وقت تک کبھی یہ وظیفہ فوت نہ ہوا۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جمعہ کو سفر مکہ معظمہ کا آپ کو میسر تھا۔ یہ مقام
محبوبیت کا ہے۔ چنانچہ یہ مقام حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کو بھی تھا۔ جب

عمر آنحضرت کی ۹۶ برس کو پہنچی۔ روز وصال جمعہ تھا۔ کاتب الحروف کے والد کو یاد فرمایا اور کہا یہ دستار شیخ مودود کو پہنچاؤ۔ اس زمانہ میں شیخ مودود اجمیر تھے۔ بعد ازاں تجدید وضو کی اور نماز ظہر ادا کی اور سر سجادہ میں رکھا بعد دیر کے سر سجدہ سے اٹھایا اور تسبیح میں مشغول ہوئے۔ اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ کہا اور رحلت فرمائی۔ تمام اکابر اور مشائخ شہر کے جمع ہوئے اور غسل دیکر کفن پہنایا اور جنازہ میں رکھ کر نماز ادا کی۔ اور ہر شخص نے تبرکاً جنازہ اٹھایا۔ بیرون شہر جوار میں روضہ منورہ شیخ محمد یافندہ کے دفن کیا کہ وہیں کی وصیت تھی۔ ۱۱۔ ماہ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ ہجری تھی۔ بعض بھائی تسبیح اور دستار چورا کر لے گئے۔ آخر الامر آنحضرت نے میرے والد بزرگوار سے خواب میں فرمایا کہ تسبیح اور دستار جو ہم نے تجھ کو عطا کی تھی۔ فلاں مقام میں ہے بیداری میں وہیں پائی۔ اور وہ اب تک موجود ہے۔ پندرہ نام آنحضرت کے لکھتا ہوں۔ جس نسبت سے پڑھے پوری ہو۔ شیخ محمد۔ چشتی محمد۔ تقی محمد۔ عارف محمد۔ شیخ المشائخ قطب اللہ ہر محمد۔ شیخ الاسلام محمد۔ سلطان محمد۔ واصل محمد۔ حجۃ الواصلین محمد۔ جلال الدین محمد۔ صدر الدین محمد۔ برہان الدین محمد۔ بدر الحق والشرع والدین محمد۔ بعد اولی محمد قدس سرہ العزیز سبحان اللہ عجب مقامات ہیں۔ اور شیخ محمد مذکور کہ ان کے عقد میں لڑکی شیخ علم الدین ابن شیخ داؤد کی تھی۔ بی بی جمال خاتون ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی شیخ تاج الدین محمود اور حضرت قبلہ گاہی پیر دستگیر شیخ مودود صاحب سجادہ مخدوم شیخ زین اور دختر مذکور مسماۃ بی بی صدرا اور اولاد شیخ محمد مذکور کی بداؤن میں بنام شیخ جمال اور شیخ عبداللہ اور شیخ الہ داد اور شیخ کمال ساکن شیرپور مبرچہ داخل صوبہ بنگال ہے اور لڑکیاں بی بی عائشہ اور بی بی زیبا اور بی بی بنی اور بی بی مریم اور بی بی عالم خاتون اور بی بی سلیم خاتون دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور بداؤن میں میرے والد بزرگوار شیخ مودود کہ ان کے نکاح میں اول دختر شیخ لشکری انصاری کی مسماۃ بی بی خان خواہرزادہ شیخ فیروز چشتی کی تھی۔ کہ اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالرسول اور شیخ عبدالنبی۔ شیخ عبدالرسول کے گوالیار میں ایک لڑکا ہے شیخ صفی محمد۔ اور بداؤن میں شیخ عبدالنبی کہ ان کے دو لڑکے غیاث الدین اور قاسم ہیں۔ جب مسماۃ بی بی خان مذکور نے انتقال فرمایا۔ پھر والد بزرگوار کے عقد میں لڑکی شیخ نظام الدین عادل چشتی کی آئیں۔ بی بی بز ان سے چار لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے شیخ فرید اور بندہ کاتب الحروف

علی اصغر اور شیخ علی اکبر اور شیخ بہشتی اور لڑکیاں بی بی فاطمہ اور رابعہ و امینہ اور
بی بی نور اور بندہ کاتب الحروف فتح پور ہیں کہ بزرگان دین کی برکت سے اولاد رکھتا ہے
اور شیخ چشتی ہو گئے ہیں کہ ان کی بھی اولاد ہے۔ اور مسماۃ بی بی فاطمہ شیخ تاج الدین محمود
بندہ کے حقیقی چچا زادہ کے نکاح میں ہیں۔ ان سے بھی اولاد ہے۔ اور شیخ فرید اور علی اکبر
اور بی بی رابعہ اور بی بی امینہ اور بی بی نور مذکور عہد بچپن میں رحمت حق سے ملے۔
جب کاتب الحروف کی والدہ نے انتقال فرمایا۔ پھر والد بزرگوار کے نکاح میں لڑکی
شیخ فتح اللہ ابن شیخ محبوب چشتی کی آئیں۔ کہ ان سے تین لڑکیوں کے سوا اور اولاد
نہیں ہے۔ گیارہ نام حضرت والد پیر دستگیر قطب اولیا شیخ مودود محمد چشتی کے بندہ
نے جمع کئے ہیں یہ ہیں۔ خواجہ مودود۔ شیخ مودود۔ حاجی مودود۔ شیخ الاسلام مودود
قطب العالم مودود۔ عبداللہ مودود۔ قبول اللہ مودود۔ ولی اللہ مودود۔ پیر دستگیر مودود
چشتی مودود۔ خادم درویشاں مودود۔ جو باعتقاد پڑھے ہر مہم بر آوے۔ اور
شیخ تاج محمود ابن شیخ محمد مرقوم کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ معروف چشتی ساکن
بندور کی ہے بی بی جلال خاتون اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے شیخ داؤد۔ اور
شیخ حبیب۔ اور شیخ تاج محمود کے ایک لڑکا ولی محمد اور دو لڑکیاں بھی دوسری
زوجات سے ہیں۔ اور شیخ جمال ابن شیخ محمد مذکور کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں
شیخ معین الدین اور شیخ حاجی محمد اور شیخ فتح الدین اور شیخ عبداللہ ابن شیخ محمد
مسطور کے دو لڑکے شیخ عبدالقادر اور شیخ فضل محمد اور ایک لڑکی بھی۔ اور
شیخ الہ داد ابن شیخ محمد مرقوم کے دو لڑکے شیخ اسمٰعیل اور شیخ محمد دختر شیخ نظام الدین
برادر حقیقی شیخ محمد ابن شیخ عبدالجلیل چشتی سے مسماۃ بی بی راجی اور شیخ کمال ابن شیخ
محمد مزبور کے ایک لڑکا شیخ محبوب اور ایک لڑکی بھی بنگالہ میں حقہ شیر پور مسرچہ میں
اور بی بی صدر اور بنت شیخ محمد مرقوم حقیقی چچی کاتب الحروف کے ہیں وہ شیخ عزیز اللہ
چشتی کے نکاح میں تھی۔ ان سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے۔ یعنی شیخ سلیمان
اور شیخ عبدالرحمن اور بی بی عائشہ مذکورہ بنت شیخ محمد کی۔ کہ وہ عقد میں شیخ حاجی احمد
ابن شیخ لشکری انصاری بھانجے شیخ فیروز چشتی کے تھے۔ کہ اس سے دو لڑکے پیدا
ہوئے۔ اور بی بی زیبا بنت شیخ محمد مذکور کہ وہ عقد میں ملک العلماء قاضی شاہ کہ
شیخ عبداللہ انصاری کے بھی ان سے ایک لڑکا دانیال اور ایک لڑکی اور بی بی
بنی بنت شیخ محمد مذکور کہ وہ عقد میں شیخ ابوالفتح ابن شیخ حاکم چشتی کے تھی۔ ان سے

ایک لڑکا تھا۔ بی بی مریم بنت شیخ محمد مسطور کہ وہ عقد میں شیخ زین العابدین ابن شیخ عبد الغنی چشتی کے تھی۔ اس سے ایک لڑکا شیخ حسام الدین۔ دوسری لڑکی بھی بی بی عالم خاتون بنت شیخ محمد مذکور شیخ فضل اللہ چشتی ساکن بندوری کے نکاح میں تھیں۔ اس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اور بی بی سلیمہ خاتون بنت شیخ محمد مذکور کہ وہ عقد میں شیخ فرید چشتی بنی کے ہیں۔ ان سے ایک لڑکا شیخ فتح اللہ اور ایک لڑکی اور شیخ نظام الدین برادر حقیقی شیخ محمد ابن شیخ عبد الجلیل چشتی کہ بھائی ہیں تھے وہ ایک اولیاء خدا سے تھے اور ہمیشہ ریاضت اور مجاہدات میں مصروف رہتے تھے۔ اور مرید اور خلیفہ شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ حضرت گنجشکر کے تھے۔ اکثر ان کی ملازمت میں آدمی حاضر ہوتے تھے۔ اگر کسی کو آسیب ہوتا ان کی نظر سے دور ہوتا ان کی نظر سے دور ہوتا تھا۔ جب عمر ۹۶ برس کو پہنچی۔ ۲۰۷ھ ربیع الثانی کو انتقال فرمایا۔ ان کا مرقد حضرت مخدوم شیخ زین کے پائیں ہے۔ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ برہان ابن شیخ داؤد چشتی ساکن بندوری کی تھی۔ بی بی سرور خاتون نام ان سے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ایک نکاح میں شیخ سراج الدین چشتی ساکن بندوزی کے تھی کہ اس سے دو لڑکے شیخ جنید اور شیخ سدھاری ہوئے۔ دوسری لڑکی شیخ نظام کے نکاح میں شیخ امام الدین چشتی ساکن بندوزی کے تھی۔ اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ شیخ سلیمان اور تاج الدین۔ تیسری لڑکی شیخ نظام کی شیخ داؤد بن شیخ محمد مذکور کے نکاح میں ہے۔ اس کی اولاد اوپر مرقوم ہوئی۔ چوتھی لڑکی شیخ نظام کی شیخ کمال الدین ابن شیخ حکم چشتی کے نکاح میں ہے۔ اس سے اولاد باقی نہ رہی۔ اور شیخ جلال الدین اور بدر الدین اور صدر الدین اولاد شیخ نظام کی اور ایک لڑکی دوسری زوجہ سے ہے ؛

ذکر حسب اور نسب اور اولاد ملک العلماء شیخ ابو الخیر ابن شیخ حسام الدین ابن شیخ جہان شاہ ابن مخدوم شیخ زین قدس اللہ سرہٗ

آنحضرت واصلان حق سے تھے اور متقی اور واقف اسرار اور علم ظاہری اور باطنی میں کامل تھے۔ اور مرید اور خلیفہ اور شاگرد اپنے بھائی جمال الدین ابن شیخ حسام الدین کے تھے۔ نقل ہے کہ جب سکندر لودی بادشاہ دہلی حضرت مخدوم

شیخ زین چشتی کی زیارت کو آیا۔ اس وقت شیخ ابوالخیر مذکور حیات تھے۔ سلطان نے ان
سے کہا کہ یہاں سب لوگ ہماری ملاقات کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سات سو مرد
فاضل اور عالم اور حافظ اور مشائخ حضرت مخدوم کے یعنی شیخ زین وغیرہ حاضر ہوئے
ان سب میں بزرگ شیخ ابوالخیر تھے۔ جب نماز کا وقت آیا۔ سلطان نے آپ کو پیش
امام کیا۔ بعد افتتاح نماز اول رکعت میں آپ کو امامت میں ازار کے شبہ عارض ہوا
تحریمہ توڑ کر ازار اتار کر تہ بند دوسرا باندھ کر امامت شروع کی۔ اور نماز ادا کی سلطان
شکرانہ حق سبحانہ کا بجا لایا۔ کہ الحمد للہ والمنۃ کہ ہماری بادشاہت میں ایسے مرد خانوادہ
حق پرست ہیں کہ شرع کے آگے مشائخ پیران مخلوق کے رعایت نہ کی۔ یہ برادر عجب
حق پرستی اور خداشناسی ہے کہ ہرگز دوسری راہ نہیں رکھتی۔ شیخ ابوالخیر بھی وقت
کے ولی تھے۔ نقل ہے شیخ جلال ابن شیخ کمال چشتی سے کہ اس عفیفہ روزگار کو
ایک بار شب قدر حاصل ہوئی۔ فوراً ہاتھ درگاہ حق سبحانہ میں اٹھایا اور مناجات
کی کہ خداوندا پروردگارا ہم کو اپنی درگاہ سبحان و سلطان میں قبول کر۔ الحمد للہ کہ
ظہور ہوا۔ کہ اولاد پسری اور دختری درجہ کمال کو پہنچی۔

ذکر اولاد ابوالخیر کا

ان کے پانچ لڑکے تھے۔ شیخ محمد یوسف صاحب سجادہ۔ اور شیخ عبد الصمد اور
شیخ منور شیخ عبد الواحد شیخ عبد الصمد کہ یہ دونوں اولاد نہ رکھتے تھے۔ اور شیخ یوسف
مذکور کہ ان کی اولاد قصبہ مو میں شیخ کمال ابن شیخ معروف ہیں۔ شیخ کمال کے نکاح
میں لڑکی شیخ چشتی کی تھی کہ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ شیخ مودود کہ ان کے تین
لڑکے شیخ فتح اللہ شیخ مبارک شیخ نصر اللہ۔ جب عفیفہ نے انتقال کیا۔ پھر نکاح میں
شیخ کمال کے لڑکی شیخ ولی ابن شیخ یوسف چشتی مرحوم کی رہی۔ اس سے چار لڑکے اور
ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ شیخ جلال صاحب سجادہ حضرت شیخ حسین اور شیخ معین الدین
اور نصیر الدین اور شیخ جلال کہ ان کے نکاح میں شیخ حبیب اللہ ابن شیخ مسطور کی لڑکی
تھی۔ اس سے ایک لڑکا چشتی خاں اور ایک لڑکی وہ در رہی۔ اور شیخ ابو الفیض اور
شیخ عبد العزیز اور شیخ مرتضی اور شیخ عبد اللہ اور شیخ سعد اللہ اور تین لڑکیاں اولاد
شیخ جلال مذکور کی دوسری زوجہ سے ہے۔ اور شیخ حسن ابن کمال کہ ان کے عقد
میں لڑکی شیخ محمد ابن شیخ یوسف کی ہے۔ اس سے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں شیخ علی اکبر

اور شیخ علی اصغر اور شیخ اعظم اور شیخ فیروز اور شیخ معظم - دوسرے شیخ میان ابن شیخ کمال مسطور کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ محمد مرقوم کی ہے - اس عفیفہ سے ایک لڑکا شیخ فضل محمد ہے - اور شیخ نصیر الدین ابن شیخ کمال مرقوم کہ ان کے نکاح میں لڑکی غفران پناہ شیخ ابراہیم ابن شیخ موسیٰ ابن بہاؤالدین چشتی کے تھی - اس سے ایک لڑکا ہے شیخ بدرالدین اور تین لڑکیاں - شیخ عماد ابن شیخ معروف مسطور کہ یہ شیخ کامل اور صاحب ریاضت تھے - اور مرید خواجہ ذنون چشتی گوالیری کے ہیں - اور خرقہ خلافت کا مخدوم شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی ہی سے پایا ہے - اور ہمراہ حضرت کے حج ادا کئے - اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے - بتاریخ ۴ ماہ شعبان مکہ مکرمہ میں رحمت حق سے ملے - وہیں مدفون ہیں - دوسرے شیخ کے دو پسر شیخ شاہ محمد اور مصطفےٰ شہید اور دختر شیخ عبدالکریم سرہندی سے تھے - اور شاہ محمد کے دو لڑکے ابوالمعالی اور معین الدین - اور ابوالمعالی کی اولاد ہے اور شیخ معین الدین کی اولاد نہیں رہی - اور شیخ مصطفےٰ مذکور کے ایک لڑکے کا نام اسمٰعیل دوسرے شیخ عبدالوہاب ابن شیخ روح اللہ ابن شیخ معروف مرقوم کہ ان کے عقد میں شیخ اولیا ابن شیخ یوسف چشتی کی لڑکی تھی - اُس سے دختری اولاد ہے - اور شیخ حبیب اللہ ابن شیخ معروف مرقوم کی دختری ہے کہ بالا مرقوم ہے اور شیخ معروف مذکور کی ایک لڑکی ہی تھی - کہ وہ نکاح میں شیخ عبدالرحیم چشتی کے تھی - کہ اس سے تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی - لڑکے شیخ حاجی - خواجہ احمد اور شیخ فرید اور شیخ عبدالحمید اور وہ لڑکی نکاح میں شیخ جلیل چشتی گوالیری کے ہے - اور شیخ عبدالعبد ابن شیخ ابوالخیر مرقوم کے دو پسر شیخ عادل اور عبدالمومن - اور شیخ عادل کے نکاح میں لڑکی شیخ یعقوب ابن شیخ عطاء اللہ ابن شیخ برہان الدین ابن محمد مرشیخ زین کے تھی - بی بی نہالو کہ اس سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں - یعنی شیخ قطب الدین کہ ان کے نکاح میں شیخ ابابکر چشتی کی لڑکی تھی - بی بی فاطمہ حقیقی ہمشیرہ شیخ کمن سرہندی کی کہ اس سے ایک لڑکا شیخ کمال اور ایک لڑکی اور شیخ کمن کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ حاجی خواجہ احمد ابن شیخ عبدالرحیم چشتی کی تھی - کہ اس سے فتح پور میں ایک لڑکا شیخ ولی محمد کہ اس کے عقد میں لڑکی شیخ قاسم الملقب نواب محتشم خاں ابن شیخ بدرالدین ابن حضرت شیخ الاسلام چشتی کے تھی - اس سے ایک لڑکا شیخ اولیاء اور ایک لڑکی پیدا ہوئی - اور شیخ بایزید پسر شیخ ولی محمد مذکور

دوسری زوجہ سے ہے اور شیخ پوربیں فیروز ابن شیخ عادل مذکور کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ الاسلام کی تھی۔ بی بی فاطمہ اس سے دو لڑکے شیخ آدم اور غیاث الدین کہ ملقب غیاث خاں اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بی بی انوکہ شیخ انبیاء ابن شیخ اولیا چشتی کے عقد میں ہیں اور اس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ یعنی شیخ ولد پیر اور شیخ آردشیر۔ دوسری بی بی حوا بنت شیخ فیروز کہ وہ نکاح میں شیخ معصوم ابن شیخ زین ابن شیخ ادلیا مذکور کے تھی۔ اُس سے ایک لڑکی ہے اور شیخ آدم اور غیاث الدین کی اولاد نہ رہی۔ اور شیخ جمال ابن شیخ فیروز دوسری زوجہ سے ہے کہ اس کے نکاح میں لڑکی شیخ فتح اللہ ابن شیخ محبوب چشتی کی ہے کہ اس سے ایک لڑکی ہے۔ اور شیخ نظام ابن شیخ عادل گوابہر میں تھے۔ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ شیخو انصاری کی تھی۔ کہ وہ اولاد اعظم شیخ الاسلام شیخ عبداللہ انصاری کی ہیں۔ اور وہ لڑکی بی بی قافیہ نانی کاتب الحروف کی ہے۔ کہ اس سے ایک لڑکا شیخ عبداللہ اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اور شیخ عبداللہ کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ محمد ابن شیخ یوسف چشتی کی ہے۔ کہ اس سے تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ یعنی محی الدین اور شیخ صنحان اور شیخ معروف۔ دوسرے ان میں سے تین لڑکیاں۔ شیخ نظام اور دو لڑکیاں کی اولاد بہت ہے۔ مسماۃ بی بی طاہرا والدہ بزرگوار کاتب الحروف کی اور بی بی رقیہ تیسری لڑکی شیخ نظام کی بی بی وسارا کی اولاد نہیں ہے۔ اور شیخ عمدہ اور شیخ زکریا اولاد شیخ نظام مذکور کی اور ایک لڑکی دوسری زوجہ سے ہے اور نیز شیخ زین ابن شیخ عادل مذکور کہ اُن کے نکاح میں شیخ پیر ساکن موکی لڑکی تھی۔ جب اُنھوں نے وفات پائی۔ تو پھر شیخ زین کے نکاح میں شیخ ۔ن ساکن بدایون کی لڑکی آئی۔ لیکن شیخ زین سے اولاد نہ رہی۔ دوسرے شیخ حسین ابن شیخ عادل مرقوم کہ ان کے نکاح میں قاضی ابو شیخ کی لڑکی تھی۔ یہ حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی کے بھانجے تھے۔ مسماۃ بی بی زیبا سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے۔ یعنی شیخ بہاؤالدین اور شیخ فضنو اور شیخ رکن الدین اور لڑکیاں شیخ عادل مذکور کی بی بی فیروز خاتون اور بی بی دریا ہیں۔ بی بی فیروز خاتون نکاح میں شیخ معزالدین ساکن مسکن کے تھی۔ کہ ان سے دو لڑکے اور چند لڑکیاں شیخ کرم اور شیخ محمد اور مسماۃ بی بی پیبو اور بی بی بختو وغیرہ ہیں

بی بی بیو نکاح میں شیخ نظام ابن شیخ نصیر الدین چشتی شہید کے ہے ۔ اس سے ایک لڑکا شیخ احمد تھا کہ اس سے اولاد نہیں ہے ۔ اور ایک لڑکی مسماۃ بی بی دیبا کہ وہ نکاح میں شیخ رکن الدین ابن شیخ حسین ابن شیخ عادل مذکور کے ہے ۔ اس کی اولاد نہیں ہے ۔ اور بی بی دریا خاتون شیخ شاکر ی انصاری کے نکاح میں تھیں ۔ کہ وہ اولاد اعظم شیخ عبد اللہ انصاری سے ہیں ۔ اس عفیفہ سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں یعنی شیخ حاجی محمد اور شیخ عیسیٰ اور شیخ موسیٰ کہ ان کی اولاد ہے ۔ اور شیخ عبد المومن ابن شیخ عبد الواحد ان کے نکاح میں شیخ معروف کی لڑکی تھی ۔ کہ اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے ۔ یعنی شیخ شیخن کہ ان کے ایک لڑکا شیخ پیرو موجود ہے ۔ اور وہ لڑکی مذکور شیخ احمد چشتی بدیونی کے نکاح میں ہے کہ نسل سے شیخ سعد حاجی چچا زادہ حضرت گنج شکر کے ہیں ۔ اس سے دو لڑکے فتح اللہ حاجی اور معین الدین ، اور دو لڑکیاں ہیں ۔ اور گوایر میں اولاد شیخ منور ابن شیخ ابوالخیر مرقوم کی بھی ہے ۔ یعنی شیخ خلیل ابن شیخ شہاب الدین بن شیخ منور کہ ان کے عقد میں بی بی رابعہ حضرت شیخ الاسلام کی لڑکی تھی ۔ اس سے اولاد نہ رہی ۔ جب وفات پائی تو شیخ خلیل کے نکاح میں عبد الرحیم چشتی کی لڑکی آئی ۔ کہ اس ایک لڑکا اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔ لڑکے شیخ حنہ کہ ان کے نکاح میں شیخ عبد المجید کی لڑکی تھی ۔ دوسرے شیخ عبد العلیم ابن شیخ ابوالخیر کہ ان کے نکاح میں شیخ یوسف چشتی کی بہن تھی ۔ شیخ اولیاء کی حقیقی پھوپھی ۔ اس نے اولاد نہ چھوڑی اور شیخ عبد الواحد ابن شیخ ابوالخیر مسعور کی بھی اولاد نہیں ہے ۔ اور شیخ عمر ابن شیخ حسام الدین ابن شیخ جہان شاہ ابن حضرت شیخ زین قدس سرہ کہ ان کی اولاد سنبھل میں باسم شیخ عبد الشکور متولی بلدہ مذکور ہے ۔ اور شیخ سلیمان ابنائے شیخ منصور ابن شیخ نور ابن شیخ جلال الدین ابن شیخ عمر مرقوم ⁂

ذکر اولاد شیخ بدر الدین ابن جہان شاہ مرقوم کا

ان کی اولاد قصبہ ہمو میں شیخ عبد الرحیم بن عبد الغفور بن شیخ الہ داد بن شیخ بدر الدین مذکور تھی ۔ کہ ان کے عقد میں شیخ معروف ابن شیخ ابوالخیر مرقوم کی لڑکی تھی ۔ اس سے تین لڑکے شیخ حاجی خواجہ احمد کہ ان کی نسبت گھر میں شیخ اولیاء چشتی کے تھی ۔ اس سے ایک لڑکا شیخ تاج محمود اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔ و شیخ تاج محمود کہ

ان کے نکاح میں لڑکی شیخ بایزید بن شیخ وبا چشتی کی ہے [illegible]
حضرت شیخ سلیم چشتی کی ہوتی ہیں۔ ان سے دو لڑکے شیخ عظیم اور شیخ [illegible]
اور لڑکی بی بی شیخ فرید کہ ان کی نسبت شیخ محمد چشتی سے ہوئی تھی۔ [illegible]
لڑکے شیخ پیر اور شیخ مسعود اور شیخ ابو زید اور شیخ سلمان اور دو لڑکیاں [illegible]
ایک لڑکی دوسری زوجہ سے ہے۔ اور شیخ عبد الحمید کہ ان کی نسبت [illegible]
انصاری کے ہوئی تھی بی بی عائشہ۔ اس سے پانچ لڑکے شیخ ابراہیم [illegible]
اور شیخ برہان اور شیخ رحمن اور شیخ عثمان کہ ان کی اولاد ہے اور [illegible]
سعد اللہ پسر شیخ عبد الحمید دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور ایک لڑکی شیخ [illegible]
مرقوم کی کہ شیخ خلیل چشتی گوالیری کے عقد میں ہے۔ [illegible]
چکا۔ اور تینوں لڑکوں شیخ عبد الرحیم کے بہت اولاد ہے۔ [illegible]
اور شیخ بایزید اور شیخ مودود اور شیخ عبد الواحد اور شیخ [illegible] محمود [illegible]
اور شیخ ابو احمد کہ ان کی نسبت شیخ خلیل چشتی مرقوم کے ہوئی تھی [illegible]
اور شیخ عبد الرسول اور شیخ انیس ابن شیخ ابراہیم اور شیخ غیاث الدین [illegible]
ابن شیخ عبد الکریم بن عبد الغفور ابن شیخ الہ داد کے نکاح میں لڑکی شیخ [illegible]
کی ہے اور بھدالی میں شیخ [illegible] اور شیخ عبد الرحمن اور شیخ حبیب و شیخ عبد المنعم ابن شیخ
الہ داد ابن شیخ بدر الدین مرقوم کی ہے۔

ذکر اولاد شیخ محمد ابن شیخ جہان شاہ مسطور کا

ان کی اولاد بھدالی میں شیخ عبد الکریم ابن شیخ سعد اللہ کہ [illegible]
شیخ محمود کاتب الحروف کے حقیقی چچا سے ہوئی تھی۔ [illegible]
بنین اولاد شیخ سعد اللہ مذکور کی مراد محمد اور شیخ [illegible]
فضل اللہ مذکور کی اور نیز قصبہ بھدالی میں شیخ محمد ابن شیخ [illegible]
اولاد قصبہ مو میں بنام شیخ جمال وغیرہ مذکور کی ہے۔ [illegible]
جہان شاہ مذکور ان کی اولاد بدایون میں شیخ عبد الکریم وغیرہ [illegible]

فصل ۳

بیان اولاد شیخ سلطان شاہ ابن حضرت شیخ زین مرقوم کا

ان کے دو لڑکے سونپرس اور شیخ سعد اللہ اور شیخ فرید کہ ان کا مرقد بدایون میں اور اولاد بھی وہیں ہے۔ باسم شیخ خضر ابن شیخ نصر اللہ ابن شیخ فرید سونپرس مشہور ہیں۔ ان کے نکاح میں شیخ یوسف چشتی کی لڑکی تھی۔ بی بی سمو کہ اس سے چار لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ یعنی شیخ سلطان اور شیخ برہان اور شیخ مان اور شیخ سلیم اور لڑکی بی بی بختو اور شیخ سلطان کے سات لڑکے اور چند لڑکیاں بنام شیخ بڈھ اور شیخ جنید اور شیخ اسحاق اور شیخ فتح اللہ اور شیخ احمد اور شیخ ... اور شیخ ہاہا۔ دوسرے شیخ شاہ علی اور شیخ عبد الہادی اور شیخ عثمان اولاد شیخ برہان کہ خضر کے لڑکے ہیں۔ اور شیخ نصر اللہ اور شیخ ولی اولاد شیخ مان ابن شیخ خضر مذکور کی اور مان کی چند لڑکیاں بھی ہیں۔ ان میں سے ایک عقد میں شیخ زین ابن شیخ عادل چشتی کے ہے کہ اس نے اولاد نہ چھوڑی۔ اور شیخ سلیم ابن شیخ خضر مسطور کہ ان کی اولاد دنسرتی ہے۔ اور شیخ جنید ابن شیخ سلطان مرقوم کہ ان کے عقد میں شیخ مان کی لڑکی تھی۔ کہ ... لڑکے پیدا ہوئے۔ دوسرے شیخ کبیر ابن شیخ جنید دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور فتحپور میں شیخ عبد الرسول اور مرتضیٰ اور شیخ مصطفےٰ اور شیخ بڈھا اور شیخ ... بن شیخ شبلی بن شیخ نصر اللہ مرقوم کی ہے۔ شیخ چاند کی لڑکی ... سے ہے اور شیخ عبد الرسول مرقوم کے عقد میں شیخ محمد چشتی ... کی لڑکی ہے۔ اور شیخ مصطفےٰ کے عقد میں نواب محتشم خان کی لڑکی تھی۔ اور فتح پور وغیرہ میں بھی اولاد شیخ یوسف ابن شیخ عبد الملک ابن شیخ فرید سونپرس مسطور کی ہے اور شیخ ... مرقوم کے عقد میں شیخ ابو الخیر مرقوم بن شیخ حسام الدین ابن شیخ ... شاہ ابن ... شیخ زین چشتی قدس سرہ کی لڑکی تھی مسماۃ بی بی الہ دتی کہ ان سے تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ چنانچہ باسم شیخ ولی اور شیخ دنیا اور شیخ محمد مشہور ہیں۔ اور شیخ ولی کے عقد میں شیخ اسمٰعیل بن شیخ عطا اللہ بدایونی کی لڑکی تھی۔ کہ اس سے ایک لڑکا قاضی شیخ فرید ہوا۔ کہ اس کے لڑکے قصبہ مو میں قاضی عبد النبی منصب قضا پر مشہور ہیں۔ اور شیخ مصطفےٰ اور غوث نام اور شاہ عالم اور قاضی عبد النبی مذکور کے دو

لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی شیخ ولی محمد اور شیخ یوسف ہیں۔ اور شیخ اولیاء کہ ان کے
نکاح میں شیخ عبدالکریم سرہندی کی لڑکی تھی۔ اس سے چھ لڑکے اور چند لڑکیاں
چنانچہ شیخ زین اور شیخ جنید اور شیخ بایزید اور نواب شجاعت خان اور شیخ انبیاء اور
شیخ عبدالرسول فتحپوری میں شیخ زین مذکور کہ ان کے نکاح میں شیخ الاسلام چشتی
کی لڑکی تھی بی بی سائرہ۔ جب اس نے وفات پائی پھر شیخ زین کے نکاح میں دوسری
لڑکی بی بی عائشہ حضرت شیخ الاسلام کی ہوئی۔ کہ ان سے دو لڑکے شیخ معصوم اور شیخ
علی ہیں۔ اور شیخ معصوم کہ ان کے عقد میں شیخ فیروز کی لڑکی بی بی حوا تھی۔ اس سے
ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور شیخ ابراہیم ابن شیخ معصوم دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور
شیخ علی کہ ان کے نکاح میں شیخ جنید کی لڑکی ہے۔ کہ اس سے دو لڑکے اور چند لڑکیاں
پیدا ہوئیں۔ یعنی شیخ اولیاء اور اسمٰعیل اور شیخ اولیا کے ایک لڑکا شیخ محمد اور شیخ یحییٰ
اور شیخ عیسیٰ اور شیخ ادریس اور شیخ یوسف اولاد شیخ زین مسطور کی اور چند لڑکیاں بھی
دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور شیخ جنید کہ ان کے نکاح میں شیخ الاسلام کی لڑکی تھی بی بی
عائشہ خورد کہ ان عفیفہ سے چند لڑکے اور چند لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں نے
بچپن میں وفات پائی۔ ان سے اولاد نہیں ہے۔ اور دختران مذکورہ زندہ رہتی ہیں۔
دوسرے شیخ فرید اور شیخ ابراہیم اور شیخ عبدالسلام اور شیخ اسحاق اولاد شیخ جنید کی
دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور نواب شجاعت خاں مرقوم کہ ان کے نکاح میں شیخ الاسلام
کی لڑکی تھی بی بی زیبا۔ اس اولاد نہ رہی۔ اور شیخ قطب اور شیخ قاسم اور شیخ محمود اولاد
نواب مذکور کی اور چند لڑکیاں دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور شیخ بایزید مرقوم کہ ان کے
نکاح میں شیخ الاسلام چشتی کی لڑکی تھی بی بی رقیہ۔ اس سے چند لڑکیاں اور ایک لڑکا
پیدا ہوا۔ شیخ محمود عرف مودا۔ اور شیخ مودا کے دو لڑکے شیخ معروف اور شیخ احمد اور دو
لڑکیاں اور شیخ انبیاء مسطور کہ ان کے نکاح میں شیخ فیروز چشتی کی لڑکی تھی بی بی اتو
اس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں وجود میں آئیں شیخ عبدالمومن عرف شیخ ولد نیر اور
شیخ اردشیر اور شیخ عبدالمومن کہ ان کے نکاح میں شیخ معصوم کی لڑکی ہے۔ اس سے
ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور شیخ نور اور شیخ اسمٰعیل اور شیخ ابراہیم اور شیخ سلیمان اولاد شیخ
عبدالمومن کی دوسری زوجہ سے ہے اور شیخ اردشیر کہ ان کے نکاح میں شیخ اشرف
منسوی کی لڑکی ہے۔ اس سے ایک لڑکا شیخ احمد اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور دوسرے
پسران اور دختران شیخ اردشیر کی دوسری زوجہ سے ہیں اور شیخ اسمٰعیل ابن شیخ انبیا

[illegible] دوسری بی بی سے ہیں۔ اور قصبہ مو میں شیخ عبدالرسول مرحوم کہ ان کے
[illegible] شیخ کمال چشتی کی لڑکی تھی۔ اس سے ایک لڑکا شیخ عارف محمد اور تین
لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جب وفات پائی پھر شیخ عبدالرسول کے نکاح میں شیخ
[illegible] مذکور کی لڑکی ہوئی کہ اس سے ایک لڑکا شیخ سلطان اور ایک
لڑکی پیدا ہوئی۔ جب اس مستورہ نے بھی وفات پائی۔ پھر شیخ عبدالرسول کے
نکاح میں شیخ نصیرالدین ابن شیخ کمال کی لڑکی ہوئی۔ کہ اس سے اولاد نہیں ہے
دوسرے شیخ صادق ابن اولیا مسطور اور ایک لڑکی دوسری زوجہ سے ہے۔
اور شیخ محمد بن شیخ یوسف مذکور کہ ان کے نکاح میں شیخ عبدالغنی دانشمند کی لڑکی
[illegible] اس سے دو لڑکیاں اور سات لڑکے ہیں۔ اور شیخ اسمٰعیل اور شیخ ابراہیم کہ
[illegible] نکاح میں شیخ اولیاء کی لڑکی ہے بی بی عط اس سے سات لڑکیاں ہیں۔ اور
[illegible] ان کے نکاح میں شیخ جنید کی لڑکی ہے۔ اس سے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں
[illegible] شیخ موسیٰ اور شیخ ولی اور شیخ خضر اور شیخ بدرالدین اور شیخ مودا اور
[illegible] ہے۔ اور شیخ عیسیٰ اور شیخ [illegible] ابن شیخ موسیٰ مذکور دوسرے
[illegible] شیخ یعقوب اور شیخ یٰسین اور شیخ احمد اور شیخ یوسف اور شیخ عبداللہ
[illegible] مسطور کی اور تین لڑکیاں دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور شیخ برہان اور
[illegible] شیخ عمر پسران شیخ پیر۔ اور شیخ برہان کہ ان کے عقد میں شیخ قطب
[illegible] چشتی کی لڑکی تھی بی بی بخنو کہ اس سے اولاد نہیں ہے۔ اور شیخ
[illegible] کے نکاح میں شیخ نظام کی لڑکی بی بی رقیہ کاتب الحروف کی خالہ
[illegible] اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے یہ اسحاق شیخ عادل کے لڑکے ہیں۔ اور شیخ
[illegible] کے نکاح میں شیخ اولیا مرحوم کی لڑکی ہے۔ اس سے دو لڑکے اور
چند لڑکیاں پیدا ہوئے یعنی شیخ فضل اور شیخ یوسف دوسرے فتح پور میں شیخ
[illegible] خواجہ عبدالرزاق صدیقی اور متبنیٰ شیخ مظفر ابن شیخ فضل ابن شیخ عبدالملک
[illegible] شیخ یزید کے نکاح میں شیخ ابا بکر چشتی بدایونی کی ہے۔ اور بدایون میں شیخ
[illegible] شیخ عماد اور شیخ سعداللہ ابن شیخ سلطان شاہ ابن مخدوم شیخ زین
مذکور کہ اولاد ان کی عبدالی میں شیخ خضر بن شیخ حمزہ ابن شیخ عبدالباقی ابن شیخ
[illegible] شیخ سعداللہ مذکور اور عبدالباقی چچا زادہ حضرت شیخ الاسلام کے ہیں
[illegible] شیخ ناصر ابن شیخ حمزہ مذکور کہ ان کے عقد میں لڑکی شیخ نظام ابن

شیخ شہاب الدین ابن شیخ عصمت کی ہے۔ کہ اس سے پسری اولاد ہے۔ اور شیخ محمد مذکور کہ ان کے نکاح میں شیخ یحییٰ ابن شیخ حسام الدین ابن شیخ داؤد چشتی ساکن بندور کی لڑکی تھی۔ اس سے بہت اولاد ہے۔ اور شیخ حمزہ مذکور کہ ان کے عقد میں لڑکی شیخ سعید بن شیخ داؤد کی تھی۔ بی بی عصمت۔ وہ شیخ پوتے شیخ اعظم ابن شیخ حسین حافظ ابن شیخ ابراہیم ابن شیخ خوندمینہ بن شیخ سعد مرحوم کے ان کے عقد میں حضرت شیخ الاسلام کی لڑکی تھی بی بی خدیجہ۔ اس سے ایک لڑکا نواب قطب الدین خاں پیدا ہوئے کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ معظم بن شیخ حسین مذکور کی ہے بی بی ساجدی۔ اور نواب قطب الدین خاں کے لڑکے نواب کشور خاں شہید اور شیخ فتح الدین اور شیخ فرید اور دو لڑکیاں بھی ہیں۔ اور کشور خاں کے ایک لڑکا شیخ الہ دیا اور شیخ معظم بن شیخ حسین مذکور کہ ان کے عقد میں نواب شیخ ابراہیم کی لڑکی تھی مسماۃ بی بی دیب۔ اس سے دو لڑکیاں رہیں اور بدایوں میں شیخ اکرم اور شیخ مکرم اور شیخ معظم مزبور کی دوسری زوجہ سے ہے۔ اور شیخ یٰسین بن شیخ حسین مذکور کہ ان کے عقد میں شیخ عبدالغفور چشتی کی لڑکی تھی۔ مسماۃ بی بی مصری۔ اس عفیفہ سے ایک لڑکی کہ اس سے اولاد ہے پیدا ہوئی۔ اور شیخ موسیٰ اور شیخ عطا اولاد شیخ یٰسین کی اور ایک لڑکی دوسری زوجہ سے ہے۔ دوسرے شیخ عبدالواحد اور شیخ یحییٰ اور شیخ زین اور شیخ ساجدہ اولاد شیخ عبدالغفور بن شیخ عزالدین بن شیخ نصیب برادر شیخ ابراہیم ابن شیخ خوندمینہ مسطور۔ اور شیخ عبدالواحد کہ ان کے نکاح میں شیخ محمد چشتی کی لڑکی تھی۔ اس عفیفہ سے تین لڑکے بنام شیخ عبدالرحیم اور شیخ نصیب اور شیخ حبیب ہوئے۔ دوسرے شیخ عبدالرسول اور شیخ عبداللطیف اور عطا اور سعداللہ اولاد شیخ عبدالواحد مرقوم کی دوسری منکوحہ سے ہے۔ اور شیخ یحییٰ مذکور کے دو لڑکے، شیخ علاؤالدین اور شیخ ولی محمد دوسرے شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالباقی اولاد شیخ ابابکر بن شیخ عبدالحی اور شیخ عبدالمجید بن شیخ عبدالحی مذکور۔

فصل ۴

بیان اولاد شیخ برہان الدین بن شیخ زین العابدین مرقوم کا

شیخ برہان الدین کے ایک لڑکا شیخ عطاء اللہ کہ اس کے دس لڑکے ہوئے اور سات لڑکیاں۔ نام ان کے شیخ زین اور شیخ حسین اور شیخ عبدالغنی اور شیخ حبیب اللہ اور شیخ حسن اور شیخ یعقوب اور شیخ اسمٰعیل اور شیخ الہ بخش اور شیخ مبارک اور شیخ اسحاق اور جن کی اولاد ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ شیخ حسین مذکور کہ ان کی اولاد بدایون میں شیخ تاج الدین بن شیخ مجاہد بن شیخ جلال بن شیخ حسین مزبور اور شیخ جلال کے عقد میں لڑکی شیخ عباد الملک بن شیخ سیف الدین بن شیخ کریم الدین کی تھی کہ وہ نسل سے شیخ سعد حاجی کے ہے۔ اور چچا زادہ حضرت گنجشکر کے ہیں۔ اور فتح پور میں شیخ صادق بن شیخ محمد بن شیخ نظام ابن شیخ جلال مرقوم ہیں۔ اور شیخ محمد مسطور خواہر زادہ شیخ خلیل گوالیری کے ہیں۔ اور فتح پور میں اولاد شیخ زین بن شیخ عطاء اللہ مذکور کی ہے بنام شیخ ابوزید بن شیخ معروف بن شیخ زید مذکور اور شیخ ابوزید کے نکاح میں شیخ خضر چشتی بدایونی کی لڑکی تھی۔ بی بی بخشو کہ اس کے تین لڑکے شیخ احمد وغیرہ اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان کی اولاد نہیں ہے۔ اور جملہ دختراں سے ایک بی بی فردوس کہ اس کی اولاد دختری ہے اور شیخ قاسم اور شیخ اسحاق پسران شیخ ابوزید مذکور اور ایک لڑکی دوسری زوجہ سے ہے اور عقد میں شیخ قاسم کے شیخ شہاب الدین بدایونی کی لڑکی ہے۔ کہ اس سے اولاد نہیں ہے۔ اور شیخ اسحاق مذکور کہ ان کے عقد میں لڑکی شیخ خلیل بن نواب شیخ ابراہیم کی تھی۔ اس کی بھی اولاد نہیں ہے اور بھدالی میں شیخ داؤد اور شیخ محمود اور شیخ بدرالدین مذکور۔ دوسرے شیخ یعقوب بن شیخ عطاء اللہ مرقوم کہ ان کی اولاد بنگالہ میں شیخ کمال اور شیخ جمال محمد اولاد شیخ عبدالواحد بن شیخ یعقوب مسطور اور شیخ شہاب الدین بن شیخ فتح خاں بن عبدالواحد مذکور اور گوالیر میں شیخ احمد اور شیخ فتح اللہ مزبور اور شیخ یوسف مذکور اولاد شیخ محبوب بن شیخ یعقوب مرقوم کی اور شیخ فتح اللہ کے نکاح میں شیخ شکری انصاری

کی لڑکی ہے کہ وہ بھانجی شیخ فیروز چشتی کی ہے اور شیخ یعقوب مسطور کی ایک لڑکی تھی بی بی نہالو کہ وہ عقد میں شیخ عادل بن شیخ عبدالاحد چشتی کی تھی۔ کہ اس سے بہت اولاد ہے۔ چنانچہ یہاں مرقوم ہوئی۔ دوسرے شیخ اسمٰعیل بن شیخ عطاءاللہ مرقوم کہ اس کی اولاد قصبہ موہن شیخ مودود اور شیخ سلیم و شیخ عادل بن مجذوب بن شیخ اسمٰعیل مذکور شیخ فضیل چشتی کی لڑکی سے تھی۔ مسماۃ بی بی زیبا خاتون اور اس سے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔ دوسرے شیخ مودود اور شیخ احمد پسران شیخ علاؤالدین مذکور اور چند لڑکے دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور پسران شیخ نور مذکور نام شیخ عبدالغفور اور عبدالشکور اور قنبیس ور حبیب ہیں۔ دوسرے شیخ سلیم مذکور ان کے نکاح میں شیخ محمد بن شیخ یوسف چشتی کی لڑکی تھی۔ کہ اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے شیخ عبداللطیف اور شیخ قطب اور فتح پور میں شیخ نصراللہ بن شیخ حبیب بن شیخ اسمٰعیل مسطور کہ ان کے عقد میں لڑکی شیخ حاجی حسین اسلامی کی تھی۔ بی بی زیبا کہ اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے شیخ کمال اور شیخ یسین۔ اور شیخ کمال کے دو لڑکے شیخ آدم اور الہ دیا۔ اور نصراللہ کے بھی ایک لڑکا حسو نام اور دو لڑکے دوسری زوجہ سے ہیں۔ اور شیخ یوسف بن شیخ نظام بن شیخ نصیرالدین کہ ان کے عقد میں پھوپھی مودود دہنوی کی تھی بی بی خاتون۔ اور شیخ نظام مذکور کے عقد میں لڑکی شیخ معزالدین ساکن سکینن کی ہے بی بی ہبو کہ شیخ فیروز کی بھانجی کہ اس سے ایک لڑکا شیخ حمد نام اور ایک لڑکی پیدا ہوئی کہ ان سے اولاد نہیں ہے۔ دوسرے شیخ الہ بخش بن شیخ عطاءاللہ مرقوم کہ ان کی اولاد دیسری نہیں ہے چند بیبیاں رکھتے تھے۔ از انجملہ ایک عقد میں شیخ محبوب بن شیخ یعقوب مسطور کے تھی۔ مسماۃ بی بی راجی کہ اس سے اولاد نہیں ہے۔ اور شیخ مبارک بن شیخ عطاءاللہ مذکور کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکے بے اولاد رہے اور لڑکی نکاح میں شیخ ہیبت بن شیخ اسمٰعیل مزبور کے تھی۔ بی بی شمسو نام کہ اس کی اولاد ہے۔ جملہ سات لڑکیوں شیخ مذکور سے ایک نکاح میں شیخ عبداللہ کے ہے۔ جو نسل سے شیخ سعد عمزادہ حضرت گنجشکر کے ہیں بعد اس کی وفات کے دوسری لڑکی شیخ عطاءاللہ کی ان کے عقد میں آئی کہ اس مستورہ سے اولاد ہے ٭

فصل ۵

بیان اولاد شیخ معز الدین بن شیخ زین العابدین مرقوم کا

ان کے چار لڑکے شیخ عیسیٰ اور شیخ موسیٰ، اور شیخ بہلول اور شیخ بایزید اور
نسل سے عیسیٰ اور شیخ موسیٰ کے گوہر ہیں شیخ عبدالرسول بن شیخ یوسف بن شیخ
[illegible] وغیرہ ہیں۔ اور نسل سے شیخ بہلول کے جمعدالی ہیں شیخ حاکم چشتی تھے
کہ ان کے عقد میں شیخ عبدالجلیل چشتی جد کاتب الحروف کی لڑکی گوہر خاتون
تھی۔ اس سے دو لڑکے شیخ کمال الدین اور عبدالفتاح اور چند لڑکیاں جن میں
شیخ کمال الدین کی اولاد ہے۔ اور شیخ عبدالفتاح کے ایک لڑکا شیخ ولی اللہ
و ایک لڑکی بی بی [illegible] بنت شیخ محمد کہ کاتب الحروف کے دادا ہیں تھی اور وہ
لڑکی مذکورہ عقد میں شیخ عطاء اللہ بن شیخ [illegible] چشتی سرہندی کے تھی۔ کہ اس
سے اولاد ہے۔ اور شیخ عبدالرحیم اور شیخ بایزید اور شیخ رکن الدین، اولاد شیخ
فیروز چشتی کی، اور شیخ احمد [illegible] شیخ عیسیٰ پسران بایزید مذکور کے ہیں۔ جمعدالی ہیں
حبیب اور داؤد ابن شیخ احمد مذکور اور کمال بن عیسیٰ مرقوم اور پسر شیخ عبدالرحیم
فیروز اور شیخ [illegible] بن رکن الدین مذکور اور شیخ عیسیٰ و شیخ ابراہیم ابن شیخ
حسین کہ شیخ رکن [illegible] کی لڑکی تھی۔ اور شیخ عثمان بن شیخ شہاب الدین بن
شیخ بہلول [illegible] کے نکاح میں لڑکی شیخ حاکم مذکور کی تھی مسماۃ بی بی [illegible]
بھانجی کاتب الحروف کی۔ کہ اس سے تین لڑکے عبدالرحمن اور شیخ اسمٰعیل
اور شیخ [illegible] ہوئے۔ اور شیخ عبدالرحمن کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ حمزہ چشتی
کی تھی۔ اس سے ایک لڑکا شیخ نور محمد ہے کہ اس کے نکاح میں
شیخ [illegible] شیخ ابراہیم چشتی کی لڑکی تھی۔ بی بی [illegible] کہ وہ والدہ
مسماۃ [illegible] بنت شیخ [illegible] چشتی کی ہے۔ اس سے ایک لڑکا شیخ
[illegible] ہے اور شیخ [illegible] پسر شیخ عبدالرحمن مذکور اور ایک لڑکی دوسری
زوجہ سے ہے اور شیخ اسمٰعیل مذکور کہ ان کے نکاح میں لڑکی شیخ حبیب
چشتی [illegible] کی ہے۔ اس سے اولاد شیخ [illegible] اور شیخ [illegible] اور شیخ

سلطان اور شیخ ابراہیم وغیرہ ہیں۔ اور شیخ مرقوم کے عقد میں لڑکی شیخ محمد بن شیخ حمزہ مذکور کی تھی۔ کہ جس سے اولاد نہ رہی؛

فصل ۸

بیان اولاد شیخ تاج الدین بن حضرت شیخ زین العابدین مذکور قدس سرہ العزیز کا

بی بی فنشا بانو سے تھے۔ تین لڑکے رکھتے تھے۔ شیخ نور اور شیخ حبیب اور شیخ نظام الدین۔ اور نسل سے شیخ نور کے قصبہ موہن میں شیخ علی محمد اور شاہ محمد اور عبداللہ اولاد مجاہد بن شیخ حل کہ ان کے عقد میں شیخ عبدالمومن چشتی کی لڑکی تھی۔ حقیقی چچا شیخ فیروز کے علی محمد کے عقد میں لڑکی کاتب الحروف کی پھوپھی کی تھی۔ اور شیخ حبیب بن شیخ تاج الدین مرقوم کہ ان کی اولاد گوالیر میں ہے۔ شیخ بایزید وغیرہ لڑکوں کے نام شیخ ابراہیم بن شیخ المالک بن شیخ بدرالدین بن شیخ اولیاء بن شیخ حبیب مسطور اور شیخ نظام بن شیخ تاج الدین مذکور کہ ان کی نسل سے بعدالی میں شیخ خواجہ بن شیخ پیرک مجاور روضہ منورہ حضرت شیخ زین العابدین کی اور شیخ مصطفےٰ اور رحمان بن شیخ قاسم بن شیخ پیرک مذکور اور بدایوں میں شیخ مصطفےٰ درویش بن شیخ بہاؤ الدین ستھے۔ کہ ان کی نسل ہے۔ اور بعدالی میں شیخ معروف بن شیخ یونس بن بیو۔ ان کے تین لڑکے شیخ مصطفےٰ سدہاری مداری اور اولاد بندگی حضرت قطب العالم شیخ زین العابدین چشتی کی بہت ہے۔ اس ذرہ موہوم نے جو سنا قلم میں لایا۔ واللہ اعلم بالصواب؛

باب ۴

بیان عرس حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض دیگر پیغمبران علیہم السلام اور بعض اصحاب کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ اور بعض مشائخ خاندان اور بعض بزرگان کاتب الحروف کے۔ اور بیان انتساب والد

کاتب الحروف کا۔ یہ باب پانچ فصل پر مشتمل ہے ؛

فصل ۱

بیان تذکرہ عرسوں کا

ماہ ربیع الاول مولود شریف حضرت خاتم النبیین سرور کائنات خلاصہ موجودات بندگی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ اور بارہویں کو عرس بندگی حضرت خواجہ فضیل عیاض قدس سرہ العزیز کا اور ۳ر کو عرس قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کا۔ ۱۴ر کو عرس جد کاتب الحروف شیخ محمد بن عبد الجلیل چشتی بہدالوی قدس سرہ کا۔ ۳ر کو عرس خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا۔ ۱۱ر ۱۰۳۷ھ کو عرس مخدوم شاہ عبداللہ شطاری قدس سرہ کا۔ ۲ر شب دوشنبہ ۱۱۹۱ھ عرس خواجہ احرار قدس سرہ کا۔ ۲۰ ۱۱۲۴ھ عرس میر عبدالفتح اور میر سید عبدالعزیز قدس سرہما کا۔ ۱۴ر کو عرس میر سید عزیز۔ ۴ر ۱۰۳۱ھ ہجری ماہ ربیع الثانی سلطان سکندر ذوالقرنین کا۔ اور عمر شریف حضرت کی ۵۲۲ سال کی تھی۔ اور ۱۱ر کو عرس غوث الثقلین غوث صمدانی قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت میراں سید شاہ محی الدین ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہم کا۔ اور ۲۹ عرس حضرت حمیدالدین ناگوری قدس سرہ کا۔ اور ۱۸ ۱۱۳۶ھ عرس سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الحق والدین محمد احمد بدایونی کا۔ اور ۷ر عرس الجد الحدی کاتب الحروف کے ۔۔۔ شیخ عبدالجلیل ابن شیخ عبداللہ چشتی۔ اور ۱۲ر ۱۰۳۱ھ عرس میر سید احمد ۔۔۔ علم مانکپوری کا ؛

ماہ جمادی الاول۔ عرس بندگی حضرت امیرالمومنین خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاریخ ۲۲ اور بقول اصح ۲۲ ماہ جمادی ثانی۔ اور عرس خواجہ ابراہیم ادہم بلخی بتاریخ ۲۰۔ اور عرس نجیب الدین کبرا خوارزمی بتاریخ ۱۰۔ عرس شیخ عطاء اللہ جد شیخین حضرت گنجشکر بتاریخ ۶۔ عرس خواجہ معروف کرخی بتاریخ ۴ر شب جمعہ عرس شاہ مدار بدیع الدین بتاریخ ۱۴۔ عرس خواجہ ضیاؤالدین ابونجیب سہروردی بتاریخ ۱۵۔ اول ان کی شب

پنجشنبہ ۲۶ھ ہے۔ عرس حضرت خواجہ اسمٰعیل حسن بتاریخ ۷۔ عرس حضرت خواجہ خاتون علائج الدین ناگوری بتاریخ ۲۔ عرس شیخ سراج الحق والدین بتاریخ ۲۱۔ عرس حضرت شیخ معظم ابن شیخ حسین چشتی بتاریخ ۱۷؛

ماہ جمادی الثانی۔ عرس حضرت موسیٰ علیہ السلام بتاریخ ۱۵۔ آپ کا روضہ مبارک کوہ طور میں ہے۔ بیت المقدس سے پنجم روز راہ۔ عرس امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بقول اصح ۲۲۔ عرس شیخ ابوالخیر دانشمند ابن شیخ حسام الدین چشتی بھداوی بتاریخ شب ماہ مذکور۔ عرس شیخ تاج الدین ساکن سیکری ۲۹۔ عرس خواجہ عبدالباقی المعروف بشاہ قطب الدین بتاریخ ۲۰ مرقد مبارک صوبہ بہار عرس شیخ عبدالغنی ساکن بدایوں بتاریخ ۱۶؛

ماہ رجب المرجب۔ شب معراج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ ۲۶ شب ستائیسویں عرس حضرت ابراہیم خلیل اللہ بتاریخ ۲۔ عرس شاہزادہ کونین امام جعفر صادق بتاریخ ۱۵۔ عرس شاہزادہ کونین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ۲۸۔ عرس خواجہ اویس قرنی بتاریخ ۲۰۔ عرس حضرت امام شافعی بتاریخ ۲۸۔ عرس حضرت ابومحمد بن شمعان بتاریخ ۹۔ عرس خواجہ ناصرالدین ابویوسف چشتی بتاریخ ۲۔ عرس خواجہ جنید بغدادی شب جمعہ ۷ ماہ مذکور ۲۹۷ھ۔ عرس خواجہ مودود چشتی بتاریخ اول۔ عرس خواجہ حاجی شریف زندنی بتاریخ ۱۸۔ عرس خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری قدس سرہ بتاریخ ۶۔ عرس میراں سید خضر الرہاوی بتاریخ ۱۸۔ جواہر جلالی مولفہ فضل اللہ بن صاد العباسی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ وفات حضرت شیوخ العالم صاحب العوارف شہاب الدین ابو حفص عمر قدس سرہ کی ابن سبین ابن قاسم بن انضر بن قاسم بن محمد عبد اللہ بن قاسم بن محمد ابن حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضہ یوم بدھ غرہ ماہ محرم ۶۳۲ھ ہے۔ اور آپ رجب ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۵۵ھ میں بغداد داخل ہوئے۔ اور شرح طریقت ۵۶۰ھ میں ہوا۔ اور وردیہ میں دفن کئے گئے۔ عرس بندگی حضرت خواجہ فضل صاحب سجادہ حضرت گنجشکر کا ۲۹۔ عرس شیخ ابراہیم بابا خواجہ صاحب سجادہ گنجشکر کا ۲۶۔ عرس کاتب الحروف کے دادا کے بھائی شیخ نظام بن حضرت عبدالجلیل چشتی کا کہ کاتب الحروف کے جد ہیں ۔ ۳ ۲۲۴ھ شیخ عبد سمیع کا ۱۲۔ عرس شیخ احمد بن خواجہ خانون چشتی کا ۷۔ عرس شیخ احمد عرف شیخ جہانجیہ ساکن گجرات ۲۶۔ عرس شیخ نصیرالدین

احمدآبادی عرس خواجہ حسن سرمست ۲۲ - عرس ستار فاروقی ۵ - عرس شیخ فیروز ابن شیخ عادل چشتی کہ کاتب الحروف کے دادے کے باپ تھے۔ تاریخ ۱۶ - عرس میاں شیخو انصاری ساکن سارنگپور بتاریخ ۱۷ - کہ والد بزرگوار جد مادری کاتب الحروف کے ہیں۔ عرس شیخ حسن چشتی ساکن بہار ۱۷ - ماہ مذکور*

ماہ شعبان المعظم - عرس حضرت میر المومنین پہلوان حمزہ رضی اللہ عنہ کا بتاریخ ۱۴ - عرس حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ بتاریخ ۵ - عرس سراج المومنین امام الثقلین حضرت امام اعظم کوفی نعمان رض کا بتاریخ ۱۴ - عرس حضرت امام مالک کا بتاریخ ۷ - سنہ ۲۴۰ھ - عرس شیخ بدرالدین سلیمان ابن حضرت قطب الاقطاب گنجشکر قدس سرہا کہ شرف سجادہ سے مشرف تھے ۴ - عرس خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ بتاریخ ۱۵ - عرس شاہ قطب الدین سرندا غوثی جونپوری بتاریخ ۲۵ - عرس خواجہ محمد مساوی ۱۵ - عرس شیخ صماد ابن شیخ مصروف چشتی بتاریخ ۹ سنہ ۹۶۲ھ مدینہ منورہ میں انوار کے روز وفات پائی قبر وہیں ہے۔ عرس حضرت شیخ ابوالفتح بتاریخ ۱۶ - عرس شیخ معروف ابن شیخ ابوالخیر شب ماہ مذکور۔ عرس شیخ نظام ابن شیخ عادل چشتی جد مادری کاتب الحروف بتاریخ ۷*

ماہ رمضان المبارک - عرس امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بتاریخ ۲۱ - حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا بتاریخ ۱۷ - شب سہ شنبہ عرس حضرت ام المومنین حضرت خدیجہ رض بتاریخ ۱۰ - ۶۵ سال حیات رہیں سنہ ۱۰ نبوت سے وفات پائی - عرس حضرت بضعۃ الرسول علیہما السلام بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا شب شنبہ بعد از پدر خویش شش ماہ و بقولے سہ ماہ و بقولے چہل روز اور قول اول صحیح ہے۔ عمر شریف ۲۸ برس کی تھی - عرس ام الانسان حضرت حوا تاریخ ۸ - عرس نجیب الدین شیر سوار برادر گنجشکر بتاریخ ۹ - عرس شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی بتاریخ ۱۸ - عرس شاہ بدرالدین صاحب ولایت خطہ بدایون بتاریخ ۲۰ - عرس سلطان المشائخ قدوۃ العارفین شیخ سلیم صاحب ولایت فتحپور عرف سیکری ۲۹ - عرس شیخ عبد العلیم ابن شیخ ابوالخیر چشتی بتاریخ ۵ - عرس شیخ ابوالبادی المعروف بشاہ ابوالفتح سرمست ابن شیخ قاضی بتاریخ ۲۹ - ساکن صوبہ بہار - عرس خواجہ یار محمد بتاریخ ۲۵*

ماہ شوال۔ عرس شاہزادہ کونین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
بقول اصح ماہ رجب بتاریخ ١٥۔ عرس امام احمد حنبل بتاریخ اول۔ عرس خواجہ فضیل
مرعشی بتاریخ ٢٤۔ عرس خواجہ ہبیرۃ البصری بتاریخ ٢٧۔ عرس خواجہ عثمان
ہارونی بتاریخ ١٥۔ عرس خواجہ حبیب عجمی بتاریخ ١٤۔ عرس شیخ علاؤالدین موج دریا
صاحب سجادہ حضرت گنجشکر بتاریخ اول۔ عرس حضرت شیخ محمد صاحب سجادہ
حضرت گنجشکر بتاریخ ٢٤۔ عرس حضرت امیر خسرو دہلوی بتاریخ ١٨۔ عرس مصلح
الدین حسن شیرازی المعروف شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ العزیز ٦٩١ھ شب
جمعہ تاریخ نامعلوم۔ عرس خواجہ فیض اللہ المعروف بشاہ غواص بتاریخ ٢٤۔ عرس
میر سید غلام محمد بتاریخ ٢٨۔ پسر میراں سید احمد۔ عرس حضرت شیخ احمد کتھو
بتاریخ ١٤۔ ساکن سرکھیز کہ قریب احمد آباد کے ہے۔ عرس شیخ ابن شیخ ابو الخیر چشتی
قدس سرہ بتاریخ ١٠۔ عرس شیخ محمد الدین ابن شیخ سراج الدین ساکن گجرات
بتاریخ ٢٨۔

ماہ ذی القعدہ۔ عرس میراں سید محمد گیسو دراز ساکن گلبرگہ بتاریخ ١٦
عرس حضرت سالار مسعود غازی بتاریخ ١٥۔ عرس شیخ احمد صاحب سجادہ گنجشکر
بتاریخ ٨۔ عرس شیخ حضرت انور قطب العالم بتاریخ ٩ ساکن گنگوہ۔ عرس حضرت
شیخ فتح اللہ نوری ابن شیخ تاج الدین محمود چشتی بتاریخ ١٨۔ عرس حضرت شیخ
حسن محمد ساکن احمد آباد بتاریخ ٢٧۔ عرس حضرت شیخ محمد ابن شاہ قطب الدین
سرانداز غوثی جونپوری بتاریخ ٩۔ عرس حضرت شاہ عبد السلام معروف شیخ
علن جونپوری بتاریخ ١٥۔ عرس حضرت شیخ عادل ابن شیخ عبد الاحد بتاریخ ٢٢۔

ماہ ذی الحج۔ عرس حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بتاریخ ١٠۔ روز عید الضحیٰ
بتاریخ ٢٦۔ عرس حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ بتاریخ ٢٢۔ عرس بندگی
حضرت خواجہ داؤد طائی بتاریخ ٢۔ عرس حضرت قطب الاقطاب حضرت
شیخ زین ابن شیخ خواجہ چشتی صاحب ولایت بعد الی بخان بتاریخ ٩۔ عرس مخدوم
جہانیاں جہاں گشت بتاریخ ١٠ بقر عید۔ عرس میراں سید نجم الدین بتاریخ ١٥
عرس حضرت شیخ فیض اللہ ابن شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ حضرت گنجشکر
بتاریخ ١٨ ١٠٩١ھ و عمر شریف حضرت ایشاں پنچپن سال تھی۔ عرس حضرت
شیخ بدر الدین ابن حضرت شیخ الاسلام چشتی بتاریخ ١٠ روز بقر عید ان کی قبر مکہ معظمہ

میں ہے ـ عرس میر سید خانہ بتاریخ ۷ ـ نبیرہ میر سید علی قوام ـ عرس شیخ عبدالرحمن جانباز لاہرپوری بتاریخ ۱۲ ـ عرس شیخ علاؤالدین المعروف بنواب اسلام خان بتاریخ ۵ ـ عرس حضرت شیخ جمن بتاریخ ۲۰ ـ عرس برادر کلاں کاتب الحروف الشہید حضرت شیخ عبدالرسول ساکن گجرات بتاریخ ۳۰ کہ شہادت پائی ـ عرس شیخ ابراہیم عرف کشور خاں شہید ابن قطب الدین خاں بتاریخ ۲۶ ر ؎

ماہ محرم الحرام ـ عرس بندگی حضرت حضرت یعقوب صلوات اللہ علی نبینا و علیہ بتاریخ ۹ ـ عرس بندگی حضرت امیر المومنین امام المسلمین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ بتاریخ غرہ محرم ـ عرس بندگی حضرت شاہزادہ نور دیدہ نبی الثقلین حضرت امام حسین صلوات اللہ علیہ و علی جدہ و ابیہ و امہ و احبائہ و اولادہ بتاریخ ۱۰ ـ روز عاشورہ ۶۱ھ تھی کہ شہادت پائی ـ عرس امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ بتاریخ ۱۸ ـ نقل ہے جواہر جلالی سے حضرت شیخ حسن بصری بزرگان تابعین سے تھے ـ مدینہ مبارک میں پیدا ہوئے ـ حضرت ام المومنین ام سلمہ حرم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے پستان سے دودھ ان کو پلایا ـ اور اپنے گھر میں تربیت دی ـ اور حضرت شیخ حسن بصری مشابہ بالتمام مشابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تھے ـ اور امیر المومنین عثمان کو دیکھا تھا ـ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد تھے ـ اور خرقہ خلافت انہی سے پہنا ـ اور ستر حج ان کے ساتھ ادا کئے اور ستر بدریوں سے ملاقات کی تھی اور بہت سے صحابہ آنکھوں کے ساتھ دیکھے اور پورے اصحاب جمع ۱۳۰ تن تھے ـ عرس بندگی حضرت حسن بصری رح کا ۴ ربیع الاول ہے ـ عرس خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ کا بتاریخ ۱۳ ہے ـ عرس حضرت ممشاد علو دینوری بتاریخ ۱۴ یا ۲۲ ـ عرس خواجہ اسحاق شامی بتاریخ ۱۴ یا ۲۲ ـ عرس حضرت ابو احمد ابدال چشتی بتاریخ اول ـ عرس خواجہ فرید الدین گنجشکر چشتی نظامی فاروقی الاجودھنی بتاریخ ۵ محرم نقل ان کی ۶۶۴ھ میں ہوئی کہ رحمت حق سے ملے ـ عرس شیخ سلیمان صاحب سجادہ حضرت گنجشکر قدس سرہ کا بتاریخ ۱۳ ر ـ عرس شیخ یونس صاحب سجادہ حضرت گنجشکر کا نامعلوم ـ عرس شیخ بہاؤالدین عرف شیخ ہارون صاحب سجادہ حضرت گنجشکر نامعلوم ـ عرس شیخ ابراہیم ادھم صاحب سجادہ گنجشکر ابن حضرت شیخ فیض اللہ ابن شیخ تاج الدین محمود قدس اللہ سرہ بتاریخ ۱۸ ر ۱۰۲۲ھ عمر انکی ۲۹ سال تھی کہ رحمت حق سے ملے ـ عرس بندگی حضرت شیخ کمال ابن شیخ معروف چشتی ساکن قصبہ مود ۲۰ ـ عرس

شیخ محی الدین ابن شیخ احمد خواجہ خانون چشتی گوالیری ۱۹ - عرس شیخ شکری نصاری ساکن انبالہ جد مادری اخوت بناہی عبدالغنی ۲۱ ر

ماہ صفر المظفر - عرس حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ ۱۴ - عرس امام المومنین ابو درداء رضی اللہ عنہ ۱۴ - عرس شیخ بہاؤالدین زکریا ابن محمد ابی بکر بن القریش تاریخ ۷ ر - بین الظہر و العصر ۶۶۶ھ تولد آنحضرت کا جمعہ کے روز رمضان کی لیلۃ القدر ۶۶۶ھ میں ہوا - عرس شیخ منور صاحب سجادہ حضرت گنجشکر بتاریخ ۳ ر - عرس بندگی حضرت میران پیر ذہیر نسب ابا قطب حاجی الحرمین شریفین شیخ تاج الدین محمود چشتی صاحب سجادہ گنجشکر بتاریخ ۷ - ۱۰۱۹ھ عمر آپ کی ۵۰ سال کی تھی - عرس میراں سید علی قوام شاہ جونپوری بتاریخ ۲۶ - عرس میراں سید خواجہ بخاری بتاریخ ۲۷ - عرس شیخ محمود عرف شیخ راجن ساکن گجرات بتاریخ ۲۲ - عرس شیخ محمود ولد شیخ محمود نلوری بتاریخ ر - وصلی اللہ علیہ اعنی النبی الکریم شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ۰

اجازت واسطے کرنے اعراس کے پائی

فقیر کاتب الحروف علی اصغر نے حضرت مولانا و مرشدنا شیخ مودود ابن شیخ محمد چشتی بھدالوی سے بتاریخ ۲۹ ستائیسویں شب ماہ رمضان المبارک وقت نماز عشاء ۱۰۲۶ھ حضرت نے اجازت دی ہر ایک بزرگان کی طرف سے جن کے اسمائے ذیل میں درج ہیں - بدیں تفصیل اول برادر حقیقی کاتب الحروف مرشدنا شیخ جلال الدین و مرشدنا شیخ نظام الدین ابن شیخ کمال چشتی العشقی ساکن قصبہ مود شیخ محی الدین ابن شیخ احمد ابن حضرت شیخ خواجہ خانون علی تاج الدین ناگوری چشتی ساکن گوالیر مولانا و مرشدنا میر سید احمد مانکپوری عالم علم و مرشدنا شیخ محمد سعید عباسی لاہر پوری و مرشدنا سید عبدالعزیز و برادران کے میر سید عبداللہ در قدس سرہ ساکن پٹنہ و مرشدنا خواجہ حسن سعید ساکن پٹنہ و مرشدنا شیخ محی الدین محمد فرزندان شاہ قاضی سے ساکن صوبہ بہار اور مرشدنا شیخ ابو المعالی ساکن سلہار و مرشدنا شیخ عبداللہ ابن بندگی حضرت شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ گنجشکر و مرشدنا میران سید پیر ساکن محمد آباد سرکار جونپور و مرشدنا میر سید حامد ساکن محی الدین پور کہ محمد آباد کا ایک گاؤں ہے - اور مرشدنا شیخ مودود بن شیخ محمود

چشتی بروری کہ پندرہ نام ہوتے ہیں۔ الٰہی اِن بزرگوں کے عرس کی طفیل سے میرے مقاصد دینی اور دنیوی برلا۔ جس کو خدا تعالےٰ توفیق دے عرس کرتا ہے اگر کچھ بہم نہ پہنچے دوگانہ ادا کرے اور فاتحہ ان بزرگوں کے پڑھ دے ؛

فصل ۲

بیان انتساب والا کاتب الحروف کا سلسلہ علیہ چشت اہل بہشت سے کہ اپنے بزرگوار بندگی حضرت شیخ تاج الدین محمود سجادہ نشین حضرت گنجشکر کی جہت سے ہے وبہ نستعین ؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

فرمایا اللہ تعالےٰ نے کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد خرقہ خلافت اخی الصالح شیخ مودود چشتی نے فقیر حقیر تاج الدین محمود چشتی سے لیا۔ اور انہوں نے اپنے والد شیخ ابراہیم قدس سرہ سے۔ اور انہوں نے اپنے والد شیخ محمد قدس سرہ۔ اور انہوں نے اپنے والد شیخ عطاء اللہ قدس سرہ اور انہوں نے اپنے والد شیخ احمد قدس سرہ۔ اور انہوں نے اپنے والد شیخ ہارون قدس سرہ اور انہوں نے اپنے بھائی شیخ منور اور انہوں نے اپنے والد شیخ فضیل اور انہوں نے اپنے والد شیخ سلیمان اور انہوں نے اپنے والد علاؤالدین موج دریا شیخ یوسف اور انہوں نے اپنے والد سلیمان اور انہوں نے اپنے والد شیخ فریدالدین گنجشکر اور انہوں نے اپنے پیر قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور انہوں نے اپنے پیر بھلاوی غوث العالم خواجہ معین الدین حسن چشتی سجزی اور انہوں نے اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی سے اور انہوں نے خواجہ حاجی شریف زندنی اور انہوں نے خواجہ مودود چشتی اور انہوں نے خواجہ ناصرالدین ابو یوسف چشتی اور انہوں نے خواجہ ابو محمد چشتی اور انہوں نے خواجہ ابو احمد ابدال چشتی اور انہوں نے خواجہ ابو اسحاق شامی اور انہوں نے حضرت ممشاد علو دینوری اور انہوں نے خواجہ ہبیرۃ البصری اور انہوں نے خواجہ حذیفۃ المرعشی اور انہوں نے خواجہ ابراہیم ادہم بلخی اور انہوں نے

خواجہ فضیل عیاض اور انہوں نے عبدالواحد زید اور انہوں نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین اور انہوں نے امیرالمومنین حضرت سیدنا و مولانا و شفیعنا و حبیبنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے اپنے پیر پیغمبر حضرت نخت ملک رفعت حضرت رسالت پناہ محبوب الہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے ؎

ہر کہ جوید پایہ جنت لماوی بہشت ہر زبانی صدق خواں شجرہ پیران چشت
خواجگی بے پیر بودن کار ناداں بود ہر کہ بے پیرے نباشد پیر او شیطاں بود
ہر کہ و گیسے گرفت از خاک پیرہ خواہ پاک و خواہ او ناپاک میرد

سلسلہ والد بزرگوار بابا کی طرف سے

حضرت شیخ مودود نے خرقہ خلافت حاصل کیا اپنے والد محمد سے۔ اور انہوں نے اپنے والد شیخ عبدالجلیل اور انہوں نے اپنے والد شیخ عبداللہ اور انہوں نے اپنے والد شیخ جلال الدین اور انہوں نے اپنے والد شیخ حسام الدین اور انہوں نے اپنے والد شیخ جہان شاہ اور انہوں نے اپنے والد شیخ زین اور انہوں نے اپنے والد شیخ خواجہ اور انہوں نے اپنے والد شیخ داؤد اور انہوں نے اپنے والد شیخ محمود اور انہوں نے اپنے والد شیخ سلیمان اور انہوں نے اپنے والد شیخ فریدالحق والشرع والدین چشتی فاروقی اجودھنی اور انہوں نے خواجہ قطب الدین بختیار اور انہوں نے خواجہ معین الدین حسن سنجری اور انہوں نے خواجہ عثمان ہارونی اور انہوں نے حاجی شریف زندنی اور انہوں نے ناصرالدین ابو یوسف چشتی اور انہوں نے خواجہ ابو محمد محتشم چشتی اور انہوں نے خواجہ ابواحمد چشتی اور انہوں نے ابو اسحاق شامی اور انہوں نے ممشاد علو دینوری اور انہوں نے خواجہ ہبیرۃ البصری اور انہوں نے خواجہ حذیفۃ المرعشی اور انہوں نے ابراہیم ادھم بلخی اور انہوں نے خواجہ فضیل عیاض اور انہوں نے عبدالواحد زید اور انہوں نے خواجہ حسن بصری اور انہوں نے سیدنا و مولانا علی رضہ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

نسبت بسلسلۂ قادریہ از جہت مرشد

بندگی حضرت شیخ مودود ابن شیخ محمود چشتی نوری کی ہے۔ اور بیاض بعض اشغال کا یہ ہے۔ اما بعد واضح ہو کہ بندہ غفر محبوب ابن شیخ محمود نے جہت توبہ کرانے سے اور دعوت کرنے چہل اسماء اور اسمائے حسنیٰ اور آیات کریمہ اور سورہائے حمیدہ اور دعوت ما بینۃ القدرت اور زین الثمر یعنی آیہ کرامہ اور حرز یمانی اور حزب البحر اور دعوت جمد خوردن اور عظمنوں کے شیخ المشائخ اخی صالح شیخ ولی اللہ المعروف بخواجہ مودود ابن شیخ محمد چشتی کو اپنی طرف سے خانوادہ قادریہ میں منسلک کر کے سلسلہ قادریہ میں شیخ ولی اللہ معروف شیخ مودود نے خرقہ خلافت کا اپنے مرشد شیخ محبوب سے پہنا۔ اور انہوں نے اپنے مرشد شہباز قلندر ابن خواجہ تاتار اور انہوں نے اپنے مرشد ابو الحسن ابن شیخ بدی عرف شیخ محمد اور انہوں نے شاہ ابو الفرح ابن برخوردار معروف بشاہ اللہ داد عثمان اور انہوں نے اپنے پیر شاہ ہدایت اللہ ابن شیخ محمد معروف بشاہ ابو الفتح اور انہوں نے اپنے باپ شیخ محمد ابن علی معروف بشاہ فاضل اور انہوں نے قطب الاقطاب شیخ عبد الوہاب اور انہوں نے شیخ عبد الرؤف اور انہوں نے شیخ ظہیر الدین منہی اور انہوں نے شیخ نور الدین نہاوندی اور انہوں نے شیخ شمس الدین ابو بکر محمد نہاوندی اور انہوں نے شیخ رضی الدین ابو زکی اور انہوں نے اپنے باپ شیخ نور الدین ابو جعفر علی بغدادی اور انہوں نے اپنے باپ شیخ عون الدین ابو نبیع بغدادی۔ اور انہوں نے شیخ شہاب الدین ابو نور احمد حسن بغدادی اور انہوں نے اپنے والد شیخ برہان الدین ابو محمد ابراہیم اور انہوں نے اپنے باپ شیخ نصیر الدین ابو منظور عبد الرزاق اور انہوں نے اپنے باپ لسید القطب الغوث الباز الاشہب محی الملۃ والشرع والدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الحنبلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ اور انہوں نے شیخ مصلح الدین ابو سعید المبارک المخدوم البستی اور انہوں نے شرف الدین ابو الحسن علی ابن یوسف اور انہوں نے شیخ ابو الفرح یوسف طرطوسی اور انہوں نے ابو الفرح زین الدین احمد بن عبد العزیز یمنی اور انہوں نے شیخ رئیس الدین ابو العباس احمد بن اسمٰعیل عباسی اور انہوں نے حضرت شیخ ابو بکر شبلی اور انہوں نے عبد الجبار جنید بغدادی اور انہوں نے شیخ ضیاء الدین ابو حسن سری سقطی صدیقی اور انہوں نے ابو محفوظ

معروف کرخی اور انہوں نے شیخ ابو سلیمان داؤد طائی ۔ اور انہوں نے سید امام ابو علی موسیٰ رضا حسینی علیہ السلام اور انہوں نے اپنے والد ابراہیم امام موسیٰ کاظم حسینی علیہ السلام اور انہوں نے ابو عبداللہ ابو جعفر امام جعفر صادق حسینی مدنی علیہ السلام اور انہوں نے اپنے باپ سید امام محمد باقر اور انہوں نے اپنے باپ سید امام زین العابدین علی ابن حسین الشہدا اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ ابن ابی طالب ہاشمی کرم اللہ وجہہ اور انہوں نے جناب سید المرسلین حبیب رب العالمین ابو القاسم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

سگِ درِ بار میراں شو چو خواہی قرب ربانی ۔ کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہ جیلانی

ذکر اثبات و نفی

شیخ المشائخ مرشد نا شیخ مودود صادق بن شیخ مودود چشتی ناگوری نے یوں اشارہ فرمایا کہ تصور چشم باطن میں اور ذکر زبان میں اور دل میں تصور لازم چاہئے ذکر زبان میں اور دل میں ہزار ایک سے ارادہ چنانچہ معنی میں محو ہو اور نہ قبول کرے ہر خیال فاسد سوائے اللہ سے آزاد ہو تاکہ مقام عبودیت سے مقام حیرت میں اترے جسم باطن میں تصور نفی اور اثبات میں بوقت مستعمل کرے کہ بدنت صفائی ہو گی ۔ اور ذوق ساتھ دے گی ۔ دل کی نگہبانی کرے کہ اللہ تعالیٰ کا گھر اور عرش ہے تاکہ کوئی خطرہ دخل نہ پاوے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ قریب فتحیاب ہو ۔ اوراد مذکور یہ ہیں :—

لا معبود الا اللہ ۔ لا مقصود الا اللہ ۔ لا مطلوب الا اللہ ۔ لا محبوب الا اللہ ۔ لا موجود الا اللہ سفر در وطن ۔ خلوت در انجمن ۔ ہوش در دم ۔ ان تینوں کو نگاہ رکھے آمین ۔

نسبت بسلسلہ شطاریہ و اجازت نامہ سلسلہ شاہ مدار

بدیع الدین قدس سرہ العزیز

الٰہی بحرمت شیخ مودود بن شیخ محمد حسینی بغدادی ۔ الٰہی بحرمت سید میر حسینی الٰہی بحرمت میر سید حامد ۔ الٰہی بحرمت میر سید محمود ۔ الٰہی بحرمت میر سید علی قوام حسینی الٰہی بحرمت شاہ قرن ۔ الٰہی بحرمت شیخ محمد فقیہ ۔ الٰہی بحرمت شیخ عبداللہ ۔ الٰہی بحرمت شیخ مظفر گرگانی ۔ الٰہی بحرمت شیخ ابراہیم عشق آبادی ۔ الٰہی بحرمت سید قاسم حسینی

الٰہی بحرمت شیخ محمد۔ الٰہی بحرمت شیخ نجم الدین کبرا۔ الٰہی بحرمت شیخ حماد سندھی الٰہی بحرمت شیخ ضیاؤ الدین۔ الٰہی بحرمت شیخ احمد غزالی۔ الٰہی بحرمت شیخ ابوبکر سباح۔ الٰہی بحرمت ابوالقاسم گرگانی۔ الٰہی بحرمت شیخ علی عثمان۔ الٰہی بحرمت شیخ بوعلی کاتب۔ الٰہی بحرمت شیخ ابوعلی رودباری۔ الٰہی بحرمت خواجہ جنید بغدادی الٰہی بحرمت شیخ ضیاؤ الدین ابوالحسن سری سقطی۔ الٰہی بحرمت خواجہ معروف کرخی۔ الٰہی بحرمت خواجہ داؤد طائی۔ الٰہی بحرمت خواجہ حبیب عجمی۔ الٰہی بحرمت خواجہ حسن بصری۔ الٰہی بحرمت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ الٰہی بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شجرہ خلافت شیخ مودود چشتی سے ارزانی فرمایا ۔

اجازت نامہ سلسلہ شاہ مدار

اما بعد شیخ پیر حسنی شیخ مودود ابن شیخ محمد حسینی بھدانوی کو میں نے منجانب قطب الاقطاب حضرت شاہ مدار خلافت عطا کی۔ جس کسی کو اپنے خانوادہ میں مرید کرے اجازت ہے فیضیاب ہو آمین رب العالمین ۔

باب ۵

بیان اولاد شیخ سعد قاضی عمزادہ حضرت شیخ المشائخ قطب العالم فریدالدین گنجشکر قدس سرہ کا ۔

فصل ۱

بیان اولاد شیخ سعد حاجی کا

جاننا چاہئے۔ کہ ان کی اولاد سے شیخ کریم الدین ابن شیخ عیسیٰ ابن شیخ داؤد بن شیخ خواجہ بن شیخ نصیر الدین بن شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد بن شیخ سعد حاجی چشتی مذکور ہے کہ ایک اولیائے خدا سے تھے۔ اور شیخ کریم الدین کے عقد میں لڑکی شیخ نصر اللہ برادر حقیقی شیخ زین بن خواجہ رفیع الدین چشتی کی تھی۔ مسماۃ بی بی

فاطمہ کہ جس سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ شیخ سادہ۔ شیخ سیف الدین۔ شیخ داؤد۔
شیخ سادہ کہ ان کی اولاد سے بدایوں میں شیخ عثمان ہیں۔ شیخ سادہ بن شیخ عبدالوہاب
بن شیخ عبدالقدوس بن شیخ عبدالباقی بن شیخ عبدالصمد بن شیخ سادہ مذکور۔ اور شیخ
عبدالباقی کے عقد میں لڑکی شیخ عمادالملک بن شیخ سیف الدین بن شیخ کرم الدین
مسعود کی تھی۔ تاکہ معلوم ہو۔ اور دوسری شیخ عمادالملک کی نہیں ہے۔ دوسری
لڑکی شیخ عمادالملک کی شیخ جلال الدین کے عقد میں کہ وہ شیخ تاج الدین بدایونی
کے نبیرے تھے۔ اور شیخ عبداللہ مرحوم کے گھر میں لڑکی شیخ عطاء اللہ بن شیخ برہان
الدین ابن مخدوم شیخ زین چشتی کی تھی۔ بدایوں میں عطاء اللہ بن شیخ کمن بن شیخ
ابابکر ہیں۔ اور شیخ قدس اللہ بن شیخ [illegible] ابن شیخ ابابکر مذکور۔ و شیخ ولی ابن شیخ
حسن ابن شیخ منجھن مذکور۔ قصبہ موہن میں [illegible] بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ ابابکر مسطور
دوسری لڑکی شیخ ابابکر کی بی بی فاطمہ عقد میں شیخ شعیب برادر شیخ فیروز چشتی کی ہے
اور شیخ ولی۔ اور شیخ مظفر ابن شیخ مبارک ابن شیخ علی ابن شیخ عبدالباقی مذکور اور شیخ پیر
ابن شیخ مبارک ابن شیخ علی مذکور۔ اور شیخ عبدالرحیم مذکور بن شیخ شعیب بن شیخ علی مسطور
اور شیخ ابابکر بن شیخ عیسیٰ ابن شیخ علی مذکور۔ اور شیخ حبیب بن شیخ عبدالغفور بن
شیخ فرید بن شیخ عبدالباقی مذکور۔ دوسرے شیخ سیف الدین ابن شیخ کرم الدین
مرحوم کہ ان کی اولاد سے بھی بدایوں میں [illegible] شیخ فتح اللہ ابن شیخ محمد
ابن شیخ بایزید بن شیخ عطاء اللہ معروف دولت خان بن شیخ سیف الدین مذکور۔
شیخ احمد کے عقد میں لڑکی شیخ عبدالمومن شیخ فیروز کے چچا کی تھی۔ اور شیخ معین الدین
ابن شیخ احمد مذکور اور شیخ سیف الدین بن شیخ مبارک تھے۔ تیسرے شیخ داؤد
ابن شیخ کرم الدین مرحوم کہ ان کی اولاد سے گوالیر میں شیخ المشائخ شیخ مودود چشتی
تنوری ابن شیخ محمود بن شیخ حسین بن شیخ داؤد مرحوم۔ دوسری حقیقی پھوپھی شیخ مودود
مذکور کی عقد میں شیخ نصیر الدین شہید بن شیخ اسمٰعیل چشتی کے تھی۔ بی بی سرو خاتون
نام اور ملو میں شیخ نعمت اللہ بن شیخ محمد بن شیخ حسین مذکور۔ اور شیخ محمد کے گھر
میں شیخ عبدالکریم سرہندی کی لڑکی تھی۔ خانہ نواب شیخ عزت خان بن شیخ اولیاء
بن شیخ یوسف بن شیخ عبدالملک بن شیخ فیروز [illegible] بن شیخ سلطان شاہ بن شیخ
زین چشتی کی تھی۔ اور شیخ قطب الدین ابن شیخ احمد اور بدایوں میں شیخ شہاب الدین
بن شیخ علاؤالدین اور شیخ شہاب الدین ابن شیخ حبیب اللہ کے گھر میں شیخ

شیخ شہاب الدین ابن شیخ حبیب اللہ مذکور کے لڑکی شیخ سلیمان ابن شیخ خضر چشتی کی تھی۔ اور اولاد شیخ سعد حاجی کی بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔

فصل ۲

بیان حسب اور بعض اولاد اور نسب شیخ عبداللہ انصاری المعروف شیخ الاسلام کا

نفحات میں بیان کرتے ہیں کہ ابو اسمٰعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد انصاری ہروی قدس سرہ ان کا لقب شیخ الاسلام ہے اور مراد شیخ الاسلام ہر جگہ کتاب نفحات میں جہاں مطلق واقع ہوا ہے یہی ہیں۔ چنانچہ شروع کتاب میں اشارہ کر دیا ہے اور وہ اولاد سے ابو منصور مست انصاری کے ہیں۔ اور مست انصاری لڑکے حضرت ایوب انصاری کے ہیں۔ کہ صاحب سواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ اس وقت کہ آپ نے مدینہ میں ہجرت فرمائی تھی۔ اور مست انصاری زمانہ خلافت امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں احنف بن قیس کے ساتھ خراسان آئے تھے اور ہرات میں ساکن ہوئے تھے۔ اور شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ میرا باپ ابو منصور بلخ میں شریف حمزہ عقیلی کے ساتھ رہا ہے۔ ایک بار ایک عورت نے شریف سے کہا۔ کہ ابو منصور سے کہ کہ مجھ کو اپنی زوجیت میں کرے۔ میرے باپ نے کہا کہ میں ہرگز زوجیت نہیں چاہتا ہوں۔ اور اس کو رد کیا۔ شریف نے کہا ہے کہ آخر عورت چاہ اور تیرے لڑکا ہو۔ اور کیا اچھا لڑکا کہ ہرات میں آیا ہے اور عورت چاہے اور میں زمین میں آیا ہوں۔ شریف نے بلخ میں کہا ہے کہ ابو منصور ہمارے لڑکا آیا۔ اب جامع مقامات کا شیخ الاسلام کہتا ہے کہ یہ کلمہ آفرین کا ہے کہ تمام نیکیاں اس میں شامل ہیں کہ صفت نہیں کر سکتے نہایت نیکوئی سے اور نیز شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ میں قندھار میں پیدا ہوا۔ اور وہیں بزرگ ہوا ہوں۔ اور میری ولادت جمعہ کے روز ہوئی وقت غروب آفتاب کے دو شعبان ۳۹۶ھ میں اور نیز اس نے کہا ہے

کہ میں ربیعی ہوں بہار کے وقت پیدا ہوا ہوں اور بہار کو دوست رکھتا ہوں آفتاب
ثور کے سترویں درجہ پر تھا کہ میں پیدا ہوا۔ جب آفتاب وہاں پہنچتا ہے۔ میری
سال تمام ہوتی ہے اور وہ میانہ بہار ہے وقت گل و ریاحین کا۔ اور نیز اُس
نے کہا ہے کہ چتر ضم فیروز میرا اپنا ہے میں بچپن میں اس کے ساتھ رہتا تھا۔
جب اس کے ساتھ ہوتا۔ تان اور شکر کا مہ میرے آگے رکھتا۔ اور میری قوالی
کی۔ اور کچھ پڑھا۔ اس کی عورت کہ بڑھیا تھی محتشم اور صاحب ولایت۔ اُس نے
کہا میرے پیر یعنی خضر علیہ السلام عبداللہ کو دیکھا۔ کہا وہ کون ہے۔ میں نے
کہا فلاں آدمی ہے کہا مشرق سے مغرب تک تمام جہان اس سے پر ہوگا۔
یعنی اس کا آوازہ۔ شیخ الاسلام نے کہا۔ یہ پوچھنا اس کا فن ہے۔ خود جانے
لیکن پوچھا۔ بانوی عالیہ عورت تھی شکوہ ہوسنگ کے ساتھ۔ جب شیخ الاسلام
زمین پر آیا۔ خضر علیہ السلام نے اس سے کہا۔ اس لڑکے کو تو نے دیکھا۔
ہرے میں کہ مشرق سے مغرب تک اس سے پر ہوگا۔ اور نیز بانوی عورت عالیہ
نے کہا کہ میرے پیر یعنی خضر علیہ السلام نے کہا کہ ہمارے شہر میں ایک بازاری
زادہ ہے سترہ سالہ باپ جانے کہ وہ کون ہے۔ اور نہ وہ پیدا ہوگا۔ کہ تمام
روئے زمین میں کوئی اس سے بہتر ہو یا کہا کہ مشرق سے مغرب تک اُس سے
پُر ہوگا۔ احوال اس بانوی عالیہ کا یہ تھا کہ ایک لڑکی رکھتی تھی ڈیڑھ برس کی اُس کو
چایا یعنی حق سبحانہ پر دونڈیا کو چھوڑا اور حج کو گئی۔ شیخ ابو اسامہ کہ شیخ حرم تھے۔
اس کے پذیرہ آئے کہ اس کے چچا تھے۔ اور اس بانوی نے مجرا رکھا پیراں کے
ساتھ ہوتی تھی کہ مجھ کو کچھ حق تعالیٰ سے اس کاغذ پر لکھیں۔ شیخ الاسلام نے
کہا کہ اول مجھ کو دبیرستان میں عورت والا کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ نقصان رکھتا
ہے۔ جب چہار سالہ میں ہوا۔ مجھ کو دبیرستان میں وارد یا یعنی کیا۔ اور جب
نو سالہ ہوا املا میں نے لکھا قاضی منصور سے اور جب چہاردہ سالہ ہوا مجھ کو
مجلس میں بٹھلایا۔ اور میں نے دبیرستان میں ادب سیکھا تھا کہ شعر کہتا تھا۔ چنانچہ
اور لوگ مجھ سے حسد کرتے تھے۔ اور نیز اس نے کہا کہ ایک مرد کی خواجہ یحییٰ
عمار کہ اپنوں سے میرے ساتھ دبیرستان میں تھا۔ میں فی البدیہ عربی شعر میں
کہتا تھا۔ اور جو مجھ سے لڑکے چاہتے تھے کہ فلاں معنی پر شعر کہہ کہ فوراً میں کہتا
تھا۔ ایک بار اس لڑکے نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ وہ ہر معنی میں جو چاہے شعر

کہتا ہے۔ اس کا باپ فاضل تھا۔ اس نے کہا کہ جب تو دبیرستان کو جاوے اس
سے کہہ کہ اس بیت کی عربی کرے ؎

روزے کہ بشادی گزرد روز آنست ۔ و آنروز دگر روز پر اندیشان ست

میں نے فوراً کہا ؎

ویوم الفتی ما عاشہ فی مسرۃ ۔ وسائر یوم الشقاء عصیب
دم الوصل ما دامت سعاد ۔ فالدھر تفص عیش المحبین رقیب

اور اس مصرعہ کو اس سے چاہا کہ عربی کرے۔ آب آید یا جو کہ روزے بود گزشتہ

امید نا ما فی غد ہی جمعوا ۔ کما نہ عوا جد خا ماء نسیہ

اور نیز اس نے کہا کہ ایک لڑکا تھا دبیرستان میں خوبصورت، محمد نام۔ ایک
نے کہا کہ اس کے واسطے کچھ کہو۔ میں نے یہ شعر کہا ؎

لابی محمد وجہ قمر یمیل غلامہ ۔ نمہ لمشتہ شرکان وشق القلب ہامہ

اور نیز اس نے کہا کہ میرے بہت سے شعر عربی کے ہیں۔ وزن درست اور درست
مرادوں کے ہیں۔ اور میری اجزا کی پشت پر۔ اور نیز اس نے کہا کہ میں نے
ایک وقت قیاس کیا تھا کہ چند بیت شعرائے عرب سے یاد رکھوں۔ ستر ہزار بیت
یاد رکھے۔ اور ایک وقت کہا ہے کہ میں نے سو ہزار بیت عربی میں شعرائے عرب
سے کیا متقدمین اور متاخرین کے علیحدہ یاد رکھے ہیں۔ اور نیز اس نے کہا کہ صبح
کے وقت ایک مقبرہ کی طرف میں جاتا تھا قرآن پڑھنے کو۔ جب وقت تو درس کا دن کا
تھا۔ دو ورق لکھتا تھا۔ اور حفظ کرتا تھا۔ جب درس سے فارغ ہوتا۔ وہ دن کا
ادیب ہوتا تھا۔ اور تمام دن لکھتا تھا۔ میں نے اپنے زمانہ کے حصے کئے تھے
کسی وقت مجھ کو فراغ نہ ہوتی تھی۔ میرے زمانہ میں کوئی لڑکی نہ آتا بہت تھوڑ
کھڑے رہتے۔ اور بہت دن ایسے ہوتے کہ عشا کے وقت تک نہار رہتا۔
اور نیز اس نے کہا کہ رات کے وقت چراغ سے حدیث لکھتا تھا۔ روٹی کھانے
کی فراغت نہ ہوتی تھی۔ اور نیز اس نے کہا ہے کہ حق سبحانہ نے مجھ کو حافظہ
دیا تھا کہ جو میری قلم سے گذرتا مجھ کو حفظ ہوتا۔ اور نیز اس نے کہا ہے کہ میں نے
تین سو ہزار حدیث یاد کی ہے۔ ہزار ہزار اسناد کے ساتھ۔ اور نیز اس نے کہا
کہ میں نے جو حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب میں زحمت کھینچی ہے
کوئی نہ کھینچے گا۔ ایک ہزار نیشاپور تک دوڑتا اور مہینہ ہوتا تھا میں کرخ میں بیمار

حدیث کے جزو چشم پر رکھتا کہ تبرک ہوں۔ اور نیز اس نے کہا کہ مجھ کو یہ نیت
کافی ہے کہ مجھ کو پہلے علم سکھاتا تھا۔ اس سے نہ طلب دنیا کو بلکہ اللہ تعالیٰ
کے واسطے اور مدد سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے۔ اور نیز اس نے
کہا کہ میرے کام کا تردد کوئی اتنا نہ کرتا تھا کہ میں اگر ہاتھ اپنے جسم پر رکھتا تھا
تو کہتے کہ یہ عیب ہے اس کو باور کرتا۔ اور نیز اس نے کہا کہ میں نے تین سو آدمیوں
سے حدیث لکھی ہے کہ سنی تھی۔ اور صاحب حدیث نہ مبتدع اور صاحب رائے
یا اہل کلام کہ محمد شبیر بن نے کہا ہے

اور نیز پور بت قاضی ابو بکر سے میں نے کچھ پایا۔ ان سے حدیث لکھی کہ
متکلم تھے اور اشعری اگرچہ مذہب سنت و عالی کا رکھتے تھے۔ اور نیز اس نے کہا کہ میں
تذکرہ اور تفسیر قرآن میں شاگرد خواجہ امام یحییٰ عمار کا ہوں۔ اگر میں ان کو نہ دیکھتا
منہ نہ کھول سکتا یعنی تذکرہ اور تفسیر میں چودہ برس کا تھا کہ خواجہ یحییٰ نے قلندروں
سے کہا کہ عبداللہ کو نماز سے اور پیار سے رکھو۔ کہ اس سے امامی کی بو آتی ہے۔
اور نیز بیان میں حسب آنحضرت کے خیر المجالس مصنفہ شیخ عبدالحمید قلندر ملفوظ
حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ مجلس ۲۳ سے منقول ہے۔ کہ
شیخ عبداللہ انصاری جو گروہ آپ کے پاس آتا تھا۔ اس کے ساتھ اسی طرح پیش
آتے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ شیخ ہمارے مذہب اور دین میں ہے۔ مثلاً اگر قلندر
آتے ان کے ساتھ ویسے ہی ہوتے کہ قلندر جانتے تھے کہ شیخ بصورت صوفی کے
ہمارے آگے ہے۔ لیکن معنی میں قلندر ہے۔ اور جو اتقی آتے وہ بھی یہی سمجھتے تھے
اور گر دانشمند آتے تو ان کے ساتھ بھی ایسے ہی رہتے کہ وہ جانتے کہ شیخ صورت
میں صوفی کے ہے۔ لیکن مرد دانشمند ہے۔ اور اگر سوداگر آتے وہ بھی یہی
تھے اور گر اہل کار وہ بھی جانتے کہ شیخ ہماری جنس سے ہے۔ غرض طریق میں عادت
تھا۔ اس زمانہ میں ہو یہ جو کون جانتا ہے کہ ان ایام میں قاعدہ تھی۔ کہ ہر گروہ کا
خطاب علیحدہ تھا۔ اگر قلندر مرتا قلندروں میں دفن کرتے اور صوفی مرتا صوفیوں میں
اگر جوالق مرتا جوالقوں میں۔ اگر دانشمند مرتا دانشمند دفن ہیں۔ اور اگر اہل کار و
سوداگر مرتا تو انہیں میں۔ اور علماء اور قصاب ہر شغل کا اسی میں دفن کرتے تھے۔
جب وقت نقل شیخ عبداللہ انصاری کا قریب آیا۔ لوگوں کو بلایا۔ اور فرمایا۔
کہ یہ مرد مرے گا۔ تحقیق میں نے اس طرح زندگانی بسر کی ہے۔ کہ ہر طائفہ اسے اگر

اور کہیگا کہ شیخ ہم سے تھا تم کیا کرو گے۔ لڑکوں نے کہا جو شیخ فرماویں وہ کریں
شیخ نے فرمایا جب میں مروں چاہیئے کہ جنازہ بناؤ۔ در رکھو اور ہر طائفہ سے کہو۔ کہ
آویں اور جنازہ اٹھادیں۔ جس سے جنازہ اٹھے میں اسی طائفہ میں ہوں گا۔ اُس
میں دفن کرنا۔ چنانچہ جب شیخ نے نقل کی سب گروہ حاضر ہوئے اور ہر ایک کہتا
تھا کہ شیخ ہمارے مذہب میں تھا ہم میں رہے۔ شیخ کے لڑکوں نے جنازہ شیخ کا
باہر رکھ دیا اور کہا ہر طائفہ آوے اور جنازہ اٹھائے جس کے ہاتھوں سے جنازہ
اُٹھے شیخ اُن میں سے ہے۔ اول قلندر آئے اور ہاتھ لگایا کہ اٹھاویں۔ ایسا جنازہ
ہوگیا کہ گویا زمین میں گڑ گیا ہے۔ قلندر روت گئے۔ پھر جوگی آئے پھر دانشمند اور
پھر سوداگر اور پھر اہل کلاہ۔ کسی سے جنازہ نہ اٹھا۔ پھر سب اہل تصوف آئے۔ پھر شیخ
کے لڑکوں نے ہاتھ رکھا تو زمین سے اٹھا۔ اس حکایت سے ذوق بے نہایت ہوا
اور سب نے خدمت کی اور مستفید ہوئے بعد ازاں آیتیں پڑھیں اور بزرگ نے
فرمایا کہ ایک درویش آتا ہے کہ سب خلق میں ایسا ہو گا کہ سب جانیں گے۔ کہ یہ ہم
سے ہے بندہ نے عرض کی کہ کن مع الناس کواحد منھم کے یہی ہیں یا اور معنی
ہیں فرمایا یہ حدیث مشارق میں نہیں ہے۔ ایک شاگرد نے کہا کہ میں نے فلاں
کتاب میں دیکھی ہے حدیث ہے خواجہ نے فرمایا یہ اخلاق سے تعلق رکھتی ہے یعنی
اپنے آپ کو ظاہر کرنے والا اور مخفی کرنے والا اور زینت دینے والا مت ہو سب
خلق میں ایسا رہ مثل رسول علیہ السلام کے سب کے ساتھ خلق سے پیش آتے
تھے۔ یہاں تک کہ لوگ طعن کرتے تھے کہ قالو مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی
فی الاسواق یعنی کھانا کھاتے ہیں اور بازار میں پھرتے ہیں بعد ازاں یہ آیت
پڑھی۔ قل انما انا بشر مثلکم الا ان یوحی الی والحمد للہ رب العالمین ط

ذکر بعض اولاد آنحضرت کا

جاننا چاہیئے کہ ان کی اولاد سے بہت شیخ بہت ولی بزرگ تھے۔ ان کی
نسبت شیخ سلطان ساکن سارنگپور کے گھر ہوئی تھی۔ اور شیخ سلطان بدہن سے
شیخ علاؤالدین موج دریا کے تھے۔ اور شیخ علاؤالدین موج دریا نبیرہ صاحب سجادہ
حضرت گنجشکر کی تھی۔ یہیں شیخ سلطان کے گھر میں ہمشیرہ شیخ جھکاری صاحب
ولایت سارنگپور کے تھے۔ اور شیخ بھکاری بھی حضرت گنجشکر کی اولاد سے تھے

اور میاں شیخ مذکور اول گوالیار میں متوطن ہوئے جب اُن کی نسبت شیخ سلطان سے
ہوئی پھر مارنگپور میں متوطن ہوئے۔ اور شیخ شیخو کی لڑکی گھر میں شیخ نظام بھائی
شیخ پیرزادہ ابن شیخ عالم چشتی کے ہے اور شیخ نظام بدماوری کاتب الحروف کے
ہوتے ہیں۔ اور شیخ بھائی میاں شیخو کے بیٹوں میں سے ایک باسم شیخ مجاہد
انصاری وغیرہ اور شیخ اشرف ابن شیخ بڑا شیخ نہالوی بدماوری برادرم شیخ
عبد شی اور والدہ آنحضرت تھے کہ ان کے گھر میں ہمشیرہ شیخ فرید چشتی کی تھی
مسماۃ دریا خاتون۔ ان سے تین لڑکے تھے۔ اکبر میں اول شیخ عالی محمد کہ ان
کے عقد میں کاتب الحروف کی پھوپھی تھی۔ دوسرے شیخ موسیٰ کہ ان سے گھر میں
شیخ ہیبت چشتی کی لڑکی تھی۔ تیسرے شیخ عیسیٰ کہ ان کو شیخ محبوب چشتی کی لڑکی
بیاہی تھی۔ اور اب ان کے بعض برادر انبالہ میں رہتے ہیں۔ اور گوالیر میں ان کے
برادرزادہ شیخ عبداللہ ہیں۔ ابن شیخ علی در والدہ شیخ عبداللہ لڑکی شیخ محبوب چشتی
کی ہیں۔ اور شیخ عبدالوہاب بن شیخ بڑا ہان اور حصار میں میاں فتح خاں و نصرت
خاں و صاحب خاں وغیرہ ابن شیخ رزق اللہ اور پورجان خاں اور مبارک
خاں پسران شیخ عباس۔ اور گوپامئو میں ابن شیخ فضل اللہ بن شیخ نصراللہ اور شیخ طالب
اور شاہ محمد بن شیخ احمد بن شیخ نصراللہ مذکور دوسرے شیخ شاہ محمد اور شبیر محمد ور
پیر محمد بن شیخ فتح اللہ بن شیخ نصراللہ مذکور اور شیخ نصراللہ کی ایک لڑکی بھی ہے
کہ وہ شیخ عبدالرحمن ساکن انتری کے عقد میں ہے۔ مسماۃ بی بی حسین خاتون
والدہ بزرگوار شیخ عبداللطیف تاکہ ظاہر ہو۔ اور نیز گوالیر میں شیخ نور محمد دانشمند
بن شیخ مصطفیٰ کہ ... از بیانے غزاسے تھے۔ پاک پٹن میں شیخ نور محمد ولد
میاں شیخ مبارک بن شیخ ذہب۔ اور شیخ لعل محمد بن عبدالعزیز بن شیخ حسن۔ اور
مصطفیٰ آباد میں کہ نزدیک سہارنپور بوریہ کے ہے۔ شیخ داتیاں پھوپھی زادہ
کاتب الحروف کے اور بڑے ملک العلماء مولانا قاضی شیخ دانشمند ابن شیخ عزیز اللہ
ابن شیخ فاضل بن شیخ علی بن شیخ برہان بن شیخ قاضی شہ بن شیخ بدر شجاع بن حضرت
شیخ الاسلام عبداللہ انصاری اور قاضی جمال محمد بن شیخ مصطفیٰ بن شیخ محی الدین
بن شیخ خیرالدین بن شیخ عبدالملک بن قاضی شہ مذکور اور شیخ سلطان بن عبدالباقی
بن عبدالقادر بن قاضی شیخ مذکور وغیرہ اور گنگوہ میں قاضی شبیر اور پیر خان اور
شیخ عبدالواسع اور شیخ قاسم اور صالح محمد وغیرہ رہتے ہیں۔ اور نیز اولاد آنحضرت

سے جونپور میں شیخ درویش محی الدین اور شیخ مبارک محی الدین پسران نور اللہ اور مفتی
شیخ مجاہد وغیرہ ہیں۔ اور فتح پور میں شیخ سلیمان صوفی کی نسل سے ہیں شیخ عبدالنبی کی
رہتے ہیں۔ اور حضرت دہلی میں حافظ امان اللہ ابن شیخ فضل اللہ بن شیخ سلیمان
اور تغلق آباد میں شیخ ابوسعید اور شیخ فرید اور شیخ عباس بن شیخ حبیب ابن شیخ
ابوالواسع بن شیخ معین الدین بن شیخ علاؤ الدین اور شیخ عبداللہ بن شیخ الٰہ بخش بن
شیخ نظام اور سنبھل میں شیخ عبدالنبی بن عبدالحق بن شیخ عزیز اللہ اور شیخ عمر اور
شیخ سلیم اولاد شیخ مومن اور ببزان سے بید در شہر مون میں ساکن ہیں۔ اور فتحپور
میں شیخ نصر اللہ اور شیخ احمد ابن شیخ عبداللہ بن شیخ محمد اور شیخ ابوالخیر بن شیخ
عبداللہ مذکور اور لڑکی شیخ عبداللہ مرقوم کی شیخ فتح اللہ بن شیخ نواب شیخ ابراہیم
کے نکاح میں ہے۔ اور قصبہ پانی پت میں شیخ بدر الدین اور صدر الدین پسران
شیخ رکن الدین بن ملک العلماء شیخ جنید دانشمند بن شیخ محمد بن شیخ عبدالقادر
اور شیخ برہان اور یوسف محمد مفتی اور عبدالغفور بن ابوسعید کی۔ اور شیخ امان
کہ اولیائے خدا سے تھے۔ اور عبدالنبی اور عبدالرحمٰن پسران شیخ کمال اور
عبدالکریم نبیرہ عبدالرزاق اور عبدالسلام اور عبدالستار اور عبدالمودود
نبیرہائے حاجی یحییٰ اور غلام محمد متولی بن شاہ محمد بن حاجی دادن اور قصبہ ولد اسمٰعیل
نرجی اور قاضی عبدالواحد ولد قاضی رکن الدین و عبدالحی بن عبدالواسع و
اشرف بن ابراہیم و عبدالواسع و سیف اللہ ولد قاسم و رکن بن محمود بن عبدالصمد
اور سنبھل میں شیخ حسن محمد ابن شیخ عماد بن شیخ عبداللہ اور شیخ الٰہ بخش ابن شیخ حبیب اللہ
ابن شیخ عبداللہ انصاری بہت ہیں یہاں مختصر لکھا گیا۔ اور سانگیور میں قاضی
عبدالقادر نسل سے قاضی عبداللہ در مذکور کی ہیں۔ اور بعض نسل آنحضرت سے
لکھنئو میں مثل شیخ بایزید نبیرہ اور بعضے اکٹھے ہیں۔ اور بعض شہروں میں متفرق
ہیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب +

فصل ۴

بعض قوموں کے بیان میں کہ قطب العالم شیخ فرید سے پہلے پاکپٹن میں رہتی تھیں ؛

اس تفصیل سے کہ سرگنہ، نیون، چطیون، اودھکان، جھگڑوالیاں اور
چند دیگر قصاب کے بیش تھے۔ لیکن سرگنہ نیاز جوگی کے معتقد تھے کہ تیرے ذریعے رجوع
طرف قطب العالم کے ہیں۔ قصبہ مذکور میں ٹاہرتین بجاں اور دھرکاں وسسیاں
وغیرہ قوم مذکور تابع بھی مذکور کے تھی کہ یہاں راجہ تھا۔ بیشتر تمام قوم جوگی کی معتقد تھی
کہ جن کا سابق بہ نام مشہور ہے۔ جب حضرت قطب العالم شیخ فریدالدین قدس سرہ نے
قصبہ پاکپٹن میں نزول اجلال فرمایا۔ تمام قوم بالا سوائے قوموں کے جو جوگی سابق
کے گرفتار تھے۔ حضرت کی توجہ سے مسلمان ہوگئے۔ اور آنحضرت کے مطیع ہوئے۔ جوگی کا
نام آنحضرت نے قصب کمال رکھا۔ چنانچہ جوگی کے مطیع ہونے کا قصہ مشہور ہے۔
حضرت گنجشکر کے ملفوظ میں مرقوم ہے۔ اور اب تک وہ قوم حضرت کی اولاد کی منت گذار ہے
اور قاضی جو آپ سے دشمنی رکھتے تھے۔ اور اپنے فعل سے باز نہ آتے تھے۔ تو وہ بھی مقہور
ہوئے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ قاضیان حد وانند دلی مغرور شدند تمام مذکور آنحضرت کے
مطیع ہوگئے۔ اور اب تک آپ کی اولاد کے خادم ہیں۔ اور یوں بھی سنا
گیا ہے کہ بعض نے مستور پٹن سے ہندوستان آکر آپ و شیخ زادہ بیان
کیا ہے۔ مثل جھگڑوالیوں وغیرہ کے۔ اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تم کون قوم ہو۔
کہتے ہیں ہم اشراف ہیں قطب العالم کی اولاد سے جو دانا اور متقی ہوتا ہے۔
ان سے نسبت نہیں کرتا کہ غیر کفو ہیں ؛

جاننا چاہئے کہ بھیلی اصل میں رجپوت ہیں۔ بھیلی ان واسطے لقب ہوا
ہے کہ ایک قصبہ ہے نام نامناسب کہ مناسب لکھنے کے نہیں ہے۔ اور ان
کی بھیلی کی اولاد عرف میں پہلیاں کہتے ہیں۔ اور دھوبیاں اصل میں علوی ہیں
اولاد سے محمد اکبر کے کہ محمد حنیفہ بن امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہیں۔

اور سارنگوں سے آئے تھے۔ اور سارنگوں وریٹ میں مشہور ہیں۔ قطب عالم
کے آنے سے پہلے پٹن میں سکونت رکھتے تھے۔ اور پھلیاں اور اودھ کی ریان
اور جھکروالیاں نسبت سرکھوالیاں کے ساتھ دیکر آئے اور نسبتیں ساتھ
شیخ زادوں کے نصرالٰہی رکھتے ہیں۔ دونوں طرف اور اودھکہ اس ہیں کہ
کہ ان کے بزرگوں کو قطب العالم نے مسلمان کیا تھا۔ خواجہ علی نیکبخت ہوئے
دہکان نام رکھا۔ کہ قدیم لقب اس کا دہکان تھا۔ اس واسطے فرزندان خواجہ
نیک بخت کو دھکال کہتے ہیں۔ اور جھکروالی اصل میں نسل سے جیک کے ہیں
کہ وہ جیٹ تھا اور نام جکر تھا۔ اس واسطے اس کی اولاد کو جھکروالی کہتے ہیں۔
اور بکال اور دہکان اور سیال یہ تینوں قوم پاک پٹن کے کسان تھے۔ اور نسبت
نسبت کرنیوالے اصل میں ارزل ہیں۔ اور یفوٹی نسل سے ملک مذکور کے ہیں۔ اور
یفوٹی دہلی میں متوطن ہوتے ہیں۔ اور بکال اور دہکان اور سیاب اور
یہ لقب ان کے تمام عالم میں ہوئے اور بریٹاں تھے اصل میں جٹ ہیں لیکن
مدت سے مسلمان ہوئے ہیں۔ بریٹ نام ایک شخص بزرگ کا تھا۔ کہ خدمت میں
شیخ احمد قطب العالم کے چچا کی پرورش پائی تھی۔ اور انہیں کے ہاتھ پر مسلمان
ہوا تھا۔ اسی واسطے برتی لوگ آپ کو فاروقی کہتے ہیں محض غلط ہے۔ اور
مواضع پاکپٹن میں رہتے ہیں اور کھیتی کرتے ہیں۔ اور زمینداری میں مشہور
ہیں۔ اور بعض اس قوم سے وہاں سے آکر بدیوں میں رہے۔ اور اپنی اولاد
کی نسبت قطب العالم کی اولاد سے کر۔ پٹن کے نزدیک کھوکراں اور بھٹیاں
اور جوئیاں اور نہساریاں قدیم سے مسلمان ہیں۔ ہمیشہ نوافل اور روزہ داری
ادب اسلام کا بجالاتے ہیں۔ پٹن کے گرد و نواح میں یہ لوگ صاحب جاہ
و جلال ہیں اور مقدار دس ہزار سوار کے اور ۲۹ ہزار پیادہ کے خدمت میں رہتے
ہیں اور حضرت قطب العالم سے درست اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور آپ کی اولاد
سے بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور مرید ہیں۔ اور اپنی لڑکیوں کی نسبت قطب عالم
کی اولاد سے کرتے ہیں اور نتواں اور ڈوگراں وغیرہ تو اپنی قوم مذکور سے ہیں۔
خصوصاً تمام قوموں سے کھوکھر قدیم مسلمان ہیں کہ عرب سے ان کے بزرگ آئے
تھے۔ اور نواحی پاکپٹن میں سکونت رکھی۔ اور ملک گیری کی۔ ویسے ہی اب
ہیں۔ اور اپنی لڑکیوں کو نکاح میں مریدان قطب العالم شیخ علاؤالدین موج دریا صاحب

سجادہ بن شیخ بدر الدین سلیمان بن قطب العالم گنجشکر کے کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ علاؤ الدین کے ذکر میں تفصیل کردی گئی۔ جب یہ ذرہ موہوم ۲۷ ماہ رجب المرجب ۱۰۶۳ھ میں قطب العالم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور بندگیحضرت شیخ محمد بن شیخ ابراہیم ادھم بن شیخ فیض اللہ بن شیخ تاج الدین محمود صاحب سجادہ حضرت گنجشکر کی قدمبوسی حاصل کی اور ان کی ملازمت میں حقیقت حسب اور نسب اور ازواج اور اولاد تمام قطب العالم کی پائی۔ لہذا تحقیق کر کے قلم میں لایا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر

تمام شد

تفسیر

الجن والجان علی ما فی القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد اس رسالہ میں ہم کو صرف جن و انس کے الفاظ سے جو قرآن مجید میں آئے ہیں بحث کرنا ہے۔ اگرچہ بعض جگہ قرآن مجید میں جن یا جان کے لفظ کا شیطان پر اطلاق ہوا ہے مگر اس سے اس رسالہ میں بحث مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ بحث درحقیقت شیطان سے متعلق ہے +

ہمارے نزدیک صرف تین مقام ہیں جہاں قرآن مجید میں جن یا جان کا لفظ شیطان پر اطلاق ہوا ہے +

اول۔ سورۂ کہف میں ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ +

دوم۔ سورۂ حجر میں جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون والجان خلقناہ من قبل من نار السموم +

سوم۔ سورۂ الرحمٰن میں جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ خلق الانسان من صلصال کالفخار وخلق الجان من مارج من نار +

ان تینوں مقاموں میں اول انسان کے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ اور سورۂ کہف کی آیت میں ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا ذکر ہے اور اس کو جن کہا ہے۔ اور سورۂ اعراف کی آیت میں آدم کو سجدہ کرنے میں فرمایا۔ فسجدوا الا ابلیس لم یکن من الساجدین

قال ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین +

پس سورۂ الحجر اور سورۂ الرحمٰن میں جو انسان کے مٹی یا کیچڑ سے پیدا کرنے کے ساتھ جان کو نار سے پیدا کرنا فرمایا۔ اس سے ثابت ہے کہ جان سے وہی ابلیس مراد ہے جس نے کہا۔ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین +

علاوہ اس کے جن اور جان دونوں ایک لفظ ہیں اور ابلیس کو سورۂ کہف میں جن بتلایا ہے جس کا ذکر آدم کے ساتھ ہے اور ان دونوں سورتوں میں بھی جان کا لفظ انسان کے ذکر کے ساتھ ہے۔ پس ان تینوں آیتوں میں جن و جان ابلیس پر اطلاق ہوا ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں شیطان رجیم کہا گیا ہے جس سے ہم کو اس رسالہ میں بحث نہیں ہے۔ بلکہ اس جن سے بحث ہے جو بمعنی انس آیا ہے یا جو مزعومات اور مظنونات باطلۂ عرب میں تھا +

جبکہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عرب جاہلیت کا بلکہ بت پرستوں یہودیوں اور مجوسیوں کا بھی یہ خیال تھا کہ سوائے انسان کے ایک اور مخلوق بھی ہوائی ناری ہے۔ جو دکھائی نہیں دیتی اور وہ دنیا میں اور انسان کو بھلائی یا برائی پہنچانے کی بالکل قدرت رکھتی ہے اور متشکل باشکال مختلفہ ہو جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی کسی کو دکھائی بھی دیتی ہے تو ہم کو اس بات کے بیان کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے نہ اس کی کچھ ضرورت ہے۔ کہ یہ غلط اور بیہودہ خیال کب اور کس سبب سے پیدا ہوا۔ اور زمانہ جوں جوں گذرتا گیا یہ غلط خیال کس طرح پر اور کن کن مختلف صورتوں سے لوگوں میں عام ہوتا گیا۔ کیونکہ ہم کو اس رسالہ میں انسان کے خیالات کی ہسٹری بیان کرنی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس بات کو بتلانا ہے کہ قرآن مجید میں جو لفظ جن آیا ہے وہ کن معنوں میں اور کس مراد میں آیا ہے +

ہم اس بات کو بھی قبول کرتے ہیں کہ صرف پانچ مقام پر قرآن مجید میں جن کا لفظ بمعنی مزعوم اور مظنون عرب جاہلیت کے آیا ہے۔ مگر ان کا عقیدہ رد کرنے کے لئے۔ اور اس لئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ قرآن مجید کسی ایسی مخلوق کا وجود جس کا خیال عرب جاہلیت کو تھا تسلیم کرتا ہے۔ اور وہ پانچ مقام یہ ہیں:۔

اوّل۔ سورۂ انعام میں جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ وجعلوا للہ شرکاء الجن وخلقہم وخرقوا لہ بنین وبنات بغیر علم سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون +

سورۂ آیہ ۱۲ +

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسروں نے کہا ہے کہ جن سے مراد شیطان ہے اور اُس سے مجوس کی طرف اشارہ ہے۔ جو آہرمن اور یزدان پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اور یزدان کو خالق افعال و مخلوقات نیک اور آہرمن کو خالق افعال و مخلوقات بد سمجھتے تھے۔ اور خرقوا بنین سے اشارہ ہے یہود اور نصاریٰ کی طرف جنہوں نے حضرت عزیر اور حضرت مسیح کو ابن اللہ قرار دیا تھا۔ و بنات سے اشارہ ہے۔ دیگر مشرکین عرب و بت پرستوں کی طرف۔ ہم اس تفسیر سے کچھ انکار کرنا نہیں چاہتے۔ مگر یہ کہتے ہیں۔ کہ بموجب اس تفسیر کے یہ آیت بھی ہماری بحث سے خارج ہو جاتی ہے اور اُن تین آیتوں میں شامل ہو جاتی ہے۔ جن کو ہم نے سب سے اوّل بیان کیا ہے اور جن میں لفظ جن و جان سے شیطان مراد لی گئی ہے +

مگر چونکہ ہم کو اس آیت میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا جس سے ہم شرکاء الجن کو مخصوص مجوسیوں سے اور اُن کے اعتقاد آہرمن و یزدان سے سمجھیں اس لئے اُس کو عام مشرکین سے متعلق سمجھتے ہیں اور اس لئے لفظ جن کے وہی معنے لیتے ہیں۔ جو مزعومات و مظنونات عرب جاہلیت کے تھے +

وخلقھم یعنی واللہ خلقھم کی ضمیر مشرکین کی طرف راجع ہے یعنی خدا نے اُن کو یعنی شریک ٹھہرانے والوں کو پیدا کیا ہے اور پھر وہ جنوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں +

دوم۔ سورۂ سبا میں جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ ویوم یحشرھم جمیعا ثم یقول للملئکة اھؤلاء ایاکم کانوا یعبدون قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بھم مؤمنون +

سوم۔ سورۂ جن میں جہاں خدا نے چند جن کافروں کا قول اور اُن کا عقیدہ باطل نقل کیا ہے یعنی جن کافروں نے چھپ کر آنحضرت صلعم کو قرآن پڑھتے سنا تھا اور اُس کے بعد اپنے عقیدہ باطل کو بیان کیا تھا اور ان کا باطل ہونا اُن کے دل میں آیا تھا۔ تو انہوں نے اپنے اُن عقیدوں کو اس طرح پر بیان کیا۔ وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا۔ وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا +

چہارم۔ سورۂ فصلت میں جہاں خدا نے کافروں کی نسبت جبکہ وہ آگ میں ڈالے جاویں گے حکایۃً فرمایا ہے یعنی اے پروردگار ہمیں اُن کو جن و انس میں سے دکھا دے

ربنا ارنا الذین اضلنا من الجن والانس نجعلهما تحت اقدامنا لیکونا من الاسفلین	جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا کہ ہم اُن کو اپنے پاؤں تلے ڈالیں تاکہ وہ روندے ہوئے ہو جاویں ؛

اگرچہ اِن دونوں پچھلے مقاموں میں بھی خواہ مخواہ یہ ضرور نہیں ہے کہ لفظ جن سے وہی مخلوق مزعومہ و مظنونہ سمجھی جاوے بلکہ یہاں بھی جن کا لفظ جنگل و پہاڑوں کے رہنے والوں پر بھی صادق آتا ہے۔ مگر جو کہ اِن مقاموں میں کفار کے اقوال حکایتاً نقل ہوئے ہیں۔ ہم کو اُس میں زیادہ کاوش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انتہیٰ ملخص فی تفسیر ؛

پنجم۔ سورہ صافات میں جہاں کافروں کا خدا کے ساتھ جنوں کا ناتا رشتہ ٹھہرانے کا بیان ہے۔ اور جس کو خداتعالےٰ نے ردّ کیا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ وجعلوا بینہ وبین الجنۃ نسبا۔ ولقد علمت الجنۃ انہم لمحضرون ؛

عرب جاہلیت جنوں کی متعدد قسمیں سمجھتے تھے۔ اور بد اور نیک ارواحوں کو بھی اُسی طرح خیال کرتے تھے جس طرح جنوں کی مزعوم و مظنون مخلوق کا خیال کرتے تھے۔ اور اُن ارواحوں کو بھی مثل جنوں کے پرستش اور اُن سے بھی نیکی و بدی پہنچنے کا یقین کرتے تھے۔ اُسی کی نسبت خداتعالےٰ نے فرمایا۔ ولقد علمت الجنۃ یعنی ارواح اشخاص جن کی پرستش وہ کرتے ہیں وہ خود جانتے ہیں کہ خدا کے سامنے حاضر کئے جاوینگے یعنی مجبور و محکوم ہیں اور قابلِ پرستش نہیں ہیں ؛

اِن آیتوں میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس جگہ لفظ جن سے وہی جن مظنونہ عربِ جاہلیت مراد ہے۔ مگر اِن آیتوں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ۔ کہ کوئی ایسی مخلوق جیسا کہ عرب جاہلیت جنوں کی نسبت خیال کرتے تھے۔ درحقیقت مخلوق ہوئی ہے ؛

ان آیتوں کے سوا جہاں قرآن مجید میں لفظ جن آیا ہے اُس سے وحشی اور جنگلی انسان مراد ہیں جو شہروں سے دور اور جنگلوں و پہاڑوں اور ویران میدانوں میں چھپے رہتے تھے۔ جس کے سبب اُن پر جن کا استعمال ہوتا تھا۔ ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ کہ عرب جاہلیت باوجودیکہ اُن میں جن مزعوم و مظنون کا خیال بہت عام ہو گیا تھا۔ اور غلبہ پا گیا تھا۔ گروہ جنگلی و پہاڑی آدمیوں پر بھی جن کا اطلاق کرتے تھے۔ عربی زبان کے لغت کی کتابیں بہت زمانہ بعد تالیف ہوئیں۔ اور جیسا کہ عام دستور ہے۔ کہ زمانہ گذرنے پر

زبانیں اور خیالات واستعمالات میں تغیر ہوتا جاتا ہے - اور بہت سے قدیم لفظ اور اُن کے معنی واستعمالات ضایع ہوجاتے ہیں ویسا ہی عربی زبان میں ہوا وجن کا استعمال وحشی وجنگلی انسانوں کے بدلے مزعومہ ومظنونہ جنوں پر نہایت کثرت سے ہوگیا - اس لئے جہاں لفظ جن کا قرآن مجید میں یا اشعار جاہلیت میں آیا اُس کے معنی اُسی جن مزعومہ ومظنونہ کے سمجھے اور وحشی انسانوں پر اُس کے استعمال سے ذہول[۵] ہوگیا - اگر ہم ایسی مثالیں اشعار جاہلیت کی پیش کریں گے اور جو ذہن اُن کی نسبت بیان ہوئے ہیں اُن کو نقل کریں گے جن کے بعد اس بات میں کہ جن کا لفظ وحشی و جنگلی انسانوں پر بولا گیا ہے کچھ شبہ نہ رہیگا ✣

ہم نے اس مقام پر جو لغتِ عرب اور اُنکے معنے واستعمالات کے ضایع ہونیکا ذکر کیا یہ کچھ ہمارا خیال نہیں ہے بلکہ بہت سے علمائے متقدمین کا بھی یہی خیال ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب المزہر میں ایک باب منعقد کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے - کہ عرب کے

باب القول علی ان لغۃ العرب لم تنتہ الینا بکلیتہا وان الذی جاءنا من العربیۃ قلیل من کثیر وان کثیرا من الکلام ذہب بذہاب اہلہ (المزہر جلد اول صفحہ ۴۳) ✣

کُل لغت ہم تک نہیں پہنچے اور جس قدر پہنچے ہیں وہ بہت میں سے بہت تھوڑے ہیں اور بہت سا کلام اہل زبان کے مرجانے سے جاتا رہا ہے ✣

اس کے بعد لکھا ہے - کہ ہمارے علمائے بانیین میں سے اکثر اس طرف گئے ہیں کہ جس قدر کلامِ عرب ہم تک پہنچا ہے وہ نہایت تھوڑا ہے اور جو کچھ انہوں نے کہا -

ذہب علماؤنا او اکثرہم الی ان الذی انتہی الینا من کلام العرب ہو الاقل ولو جاءنا جمیعہ لجاءنا شعر کثیر وکلام کثیر (المزہر جلد اول صفحہ ۴۴) ✣

اگر وہ سب ہم تک پہنچتے - تو بہت ہی کچھ ہوتا - اس کے بعد انہوں نے بہت سی مثالیں دی ہیں اور اشعار لکھے ہیں جن کے لغت کی تحقیق نہیں ہوئی ✣

اسی کتاب میں حضرت عمرؓ کا قول نقل کیا ہے - کہ انہوں نے کہا - کہ قوم عرب کا

(قال ابن عوف) عن ابن سیرین قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان الشعر علم قوم لم یکن

علم شعر تھا - کوئی علم اُن کے پاس اُس سے زیادہ صحت سے نہ تھا پھر جب اسلام آیا تو عرب شعر کا خیال چھوڑ کر جہاد و فارس اور

زبان عربی پر انقلابات کا اثر

[۵] غفلت - بے پروائی ✣

فقلت الی الطعام فقال منہم
زعیم نحسد الانس الطعاما

پھر مینے اُن سے کہا آؤ کھانا کھاؤ۔ تو اُن میں جو سردار تھا
اُسنے کہا کہ ہم انس یعنی شہروں کے باشندوں کے کھانے پر حسد کرتے ہیں +

اِن اشعار میں جن کا لفظ اِنس کے مقابل میں واقع ہوا ہے۔ اور جب اِنس کے
معنی الحی المقیمون کے یعنی شہری لوگوں کے ہیں تو اُن کے مقابل الحی الغیر مقیمین
کے یعنی جنگلی و وحشی آدمیوں کو قرار دینا زیادہ تر قرین قیاس ہے تا کہ تقابل صحیح رہے
اور اِس لئے اِن اشعار میں جن بمعنی وحشی و جنگلی آدمیوں کے ہونا چاہیئے +

دوم شیخ عبد القادر بن عمر بغدادی نے کتاب خزانۃ الادب میں اسی قسم
کے شعر جدع بن سنان الغسانی کے نقل کئے ہیں اُس کی تحقیق میں وہ قصیدہ
جس کے مذکورہ بالا اشعار میں میمیہ قصیدہ نہیں ہے بلکہ حائیہ قصیدہ ہے جدع بن
سنان کا جو ایک مشہور شاعر زمانۂ جاہلیت کا تھا اور اُسکے مندرجۂ ذیل اشعار سے
زیادہ وضاحت سے پایا جاتا ہے۔ کہ جن کا اطلاق وحشی جنگلی آدمیوں پر ہوا ہے
اور وہ اشعار یہ ہیں :- ؎

اتوا ناری فقلت منون انتم
فقالوا الجن فقلت عموا صباحا
نزلت بشعب وادی الجن لما
رایت اللیل قد نشر الجناحا
اتیتہم غریبا مستضیفا
رأوا قتلی اذا فعلوا جناحا
اتونی سافرین فقلت اھلاً
رایت وجوھہم وسما صباحا
نحرت لھم وقلت الا ھلموا
کلوا مما طہیت لکم سماحا
اتانی قاشر وبنوا ابیہ
وقد جن الدجی والنجم لاحا
فنازعنی الزجاجۃ بعد وھن

میرے الاؤ کے پاس وہ آئے تو مینے کہا کہ تم کون ہو۔ تو انہوں نے
کہا کہ جن (یعنی پہاڑی) مینے کہا کہ تمہاری صبح اچھی ہو +
میں وادی الجن کی گھاٹی میں اُترا تھا جبکہ رات نے اپنے پر
پھیلا دیئے تھی یعنی رات کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ سلئے وہیں اُتر پڑا تھا +
میں اُنکے پاس گیا بطور ایک مسافر کے مہمان کے - اور
اُنہوں نے میرا مار ڈالنا اگر وہ ایسا کرتے ایک گناہ خیال کیا +
پھر وہ میرے پاس چلکر آئے تو مینے کہا مبارکباد مجھکو اُنکے
چہرے شباہت میں صبح کے سے روشن معلوم ہوئے +
مینے اُنکے لیئے اُونٹ ذبح کیا اور کہا کہ ہاں آؤ اور جو کچھ مینے
تمہارے لئے فراخ حوصلگی سے پکایا ہے اُس کو کھاؤ +
میرے پاس قاشر اور اُسکے باپ کی اولاد آئی۔ اور تاریکی
چھا گئی تھی۔ اور رات ظاہر ہو گئی تھی +
اُس نے ذرا ٹھہر کر شراب کے پیالہ میں چھینا جھپٹی کی

مزجت لهم بها عسلا وراحا | اور میں نے اُنکے لئے شراب میں شہد ملا دیا تھا +

اب یہ کہدینا کہ وہ سب جن ہی تھے اور جنوں ہی نے باتیں کی تھیں اور اونٹ کا گوشت کھایا تھا اور شراب پی تھی۔ کسی ذی عقل کا تو کام نہیں ہے +

سوم۔ جوہری نے لفظ دون کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ انس الف و نون کے زبر سے جن کے مقابل اشعار میں آیا ہے۔ اور یہ شعر نقل کیا ہے۔ اور جب جن کا لفظ انس یعنی شہری کے مقابل میں آیا ہے۔ تو جن کے لفظ سے وحشی قرار دینا نہایت قرین قیاس ہے +

بها حاضر من غير جن يروعه | یعنی وہاں وہ حاضر تھا بغیر کسی جن کے کہ ڈرا تا اُس کو
ولا انس ذو لهو ودن وذو زجل | اور نہ کوئی شہر کا بسنے والا تھا غل غپاڑہ مچانیوالا +

چہارم۔ خزانۃ الادب میں ورقہ بن نوفل کا یہ شعر نقل کیا ہے +

ولا سليمان اذ دان الشعوب له | اور نہ سلیمان جبکہ مطیع ہوئے قبیلے اُسکے لئے یعنی جن
الجن والانس تجري بينها البرد | اور انس آتے جاتے تھے اُن میں قاصد +

خزانۃ الادب میں اس شعر کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ شعوب جمع ہے شعب کی اور

الشعوب جمع شعب بفتح وسكون وهو ما | وہ وہ ہیں جو شعبہ شعبہ ہوتے ہیں یعنی جو
تشعب اي تفرق من قبائل العرب والعجم | متفرق ہو گئے عرب اور عجم کے قبیلوں میں
وبينه منه بقوله الجن والانس (خزانۃ الادب | سے اور شاعر نے انہیں کی طرف جن اور
جلد ثانی صفحہ ۳۶) + | انس کہکر تصریح کی ہے۔ اور یہ شعر صاف

اس بات کی دلیل ہے کہ جن اور انس کا لفظ انسانوں پر بولا گیا ہے +

پنجم۔ نابغہ[1] ذبیانی کے دیوان میں یہ دو شعر ہیں +

لقد قلت للنعمان يوم لقيته | البتہ میں نے کہا نعمان سے جب دن کہ میں اُس سے ملا۔ وہ بنی
يريد بني جن ببرقة صادر | جن سے لڑنے کو تھا۔ مقام صادر کے بیچ کنگرے ملے میدانمیں +
تجنب بني جن فان لقاءهم | علیحدہ رہ بنی جن سے کیونکہ بیشک اُنکے مقابل ہونا۔ بُرا
كريه وان لم تلق الا بصابر | ہے اگرچہ نہ ملے تو مگر صابر آدمیوں کے ساتھ +

اس شعر کی شرح اس طرح پر کی ہے۔ کہ میں نے اُس کو کہا۔ کہ علیحدہ رہ بنی جن سے

قلت له تجنب بني جن فان لقاءهم مكروه | بیشک اُن کا مقابلہ بُرا ہے اور اگر تو اُن کا

[1] ایام جاہلیت کا مشہور شاعر ہے +

وان لم تلقهم الا برجل صابر شدید فی الحرب یرید انهم اشد صبراً ممن یلقاهم وان بلغ فی الصبر الغایة +

مقابلہ نہیں کریگا مگر ساتھ ایسے شخص کے جو نہایت مستقل ہو لڑائی میں۔ شاعر کا اس کہنے سے یہ مطلب ہے کہ وہ بہت زیادہ مستقل ہیں۔ اُس سے جو اُن کے مقابل ہو۔ اگرچہ وہ مستقل رہنے میں کتنے ہی انتہا کے درجہ تک پہنچ گیا ہو +

قبل اس کے کہ ہم اس پر کچھ اور زیادہ لکھیں ہم کو بیان کرنا چاہئے۔ کہ عرب میں بہت سے قبیلے تھے جو بنی جن کہلاتے تھے۔ یا اور طرح پر جن کے لفظ سے منسوب تھے۔ جیسے جنی وغیرہ۔ اس قسم کے نام ہونے کا ایک عام قاعدہ تمدن کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب تمدن کو وسعت ہوتی جاتی ہے۔ تو ہر جگہ کے لوگ تمدن میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور شہر اور قصبے خود بھی آباد کرتے ہیں۔ اور شہر اور قصبے جو آباد ہو گئے ہیں اُن میں بھی آکر سکونت اختیار کرتے ہیں۔ مگر اُن کا قدیم لقب باقی رہتا ہے اُسکی مثال ہندوستان کی قوموں میں جو ہماری آنکھ کے سامنے ہیں بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ پہاڑی لوگ جب کہیں شہر یا قصبہ میں آباد ہو جاتے ہیں ہمیشہ اُن کا لقب پہاڑی چلا آتا ہے۔ پنجاب کے لوگ دوسرے ملکوں میں آباد ہو گئے ہیں باوجود گذرنے پشتوں کے پنجابی کہلاتے ہیں۔ جاٹ جو مغربی سرحد سے آکر آباد ہوئے ہیں اور معلوم نہیں کہ کتنی پشتیں اُن کی گذر گئیں مگر پچھادے[۵۷] کہلانے جاتے ہیں۔ اسی طرح پر جب وحشی جنگلی لوگ عرب کی بستیوں میں آکر آباد ہوئے تو وہ لوگ اُسی قدیمی نام سے موسوم رہے۔ علاوہ اس کے ایک قوم کے زن یا مرد کی دوسری قوم کے مرد یا عورت سے شادی ہو جانے سے ایک جدا شاخ اُس قوم کی ایک جدا لقب سے پیدا ہو جاتی ہے پس اس عام قاعدہ تمدن سے عرب بھی خالی نہ تھا۔ عرب میں ایک دستور آپس میں قوموں کے حلیف ہونے کا تھا۔ اور حضریوں کا بدویوں یا مدریوں کا وبریوں سے حلیف ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے انکار ہو سکے۔ اور اسی سبب سے بعض لوگ بنی جن اور بعض اُنکے حلیف کہلاتے تھے۔ پس اس شعر میں بنی جن کا لفظ اُنہیں قدیم وحشی جنگلی آدمیوں پر اطلاق ہوا ہے۔ جنہوں نے بمرور زمانہ کسی قدر تمدن اختیار کر لیا تھا۔ اور بعض مقاموں پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر اپنے لقب بنی جن سے مشہور تھے +

[۵۷] پچھم (مغرب) کے رہنے والے +

اِس شعر میں جس لڑائی کا ذکر ہے شارح دیوان نابغہ نے اُس کو اس طرح پر بیان کیا ہے :-

قال الوزیر ابوبکر قال ابوالحسن اراد النعمان ان یغزو بنی جن وھم قوم من بنی عذرۃ وقد کانت بنو عذرۃ قبل ذلك قتلوا رجلا من طی یقال لہ ابوجابر واخذوا امراتہ وغلبوا علی وادی القری وھو کثیر النخل فقال النابغۃ یمدح بنی عذرۃ وکان لھم مادحا وقال ابوعبیدۃ لما اراد النعمان بن الحارث غزو بنی جن کان النابغۃ عندہ فنہاہ عن ذلك واخبرہ انھم فی حرۃ وبلاد شدیدۃ فابی علیہ فبعث النابغۃ الی قومہ یخبرھم بغزو النعمان لھم ویامرھم بان یمدوا بنی جن فلما غزاھم النعمان فی بنی غسان انضمت قوم النابغۃ لبنی جن والتقوا مع آل غسان فھزموھم وحازوا علی ما معھم من الغنائم واسھموا لبنی مرۃ بن عوف شرح دیوان نابغہ جلد اول صفحہ ۷۷ +

وزیر ابوبکر نے کہا کہ ابوالحسن نے یہ کہا کہ نعمان نے ارادہ کیا کہ بنی جن پر چڑھائی کرے اور بنی جن بنی عذرہ میں سے ایک قوم ہے۔ اور اس سے پہلے بنی عذرہ نے ایک آدمی بنی طے کو جس کا نام ابوجابر تھا مار ڈالا تھا۔ اور اُس کی جورو کو پکڑ لے گئے تھے اور وادی القرٰے پر جس میں بہت سے کھجوروں کے درخت ہیں قبضہ کر لیا تھا۔ تو نابغہ نے بنی عذرہ کی مدح کی ہے۔ اور وہ اُن کا مدح کرنیوالا تھا۔ ابوعبیدہ نے کہا۔ کہ جب نعمان حارث کے بیٹے نے بنی جن پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو نابغہ اُسکے پاس موجود تھا۔ اُس نے اُس کو چڑھائی کرنے سے منع کیا اور اس کو بتایا۔ کہ وہ سنگستان میں ہیں اور اُن کا ملک بھی نہایت سخت ہے۔ یعنی وہاں جانا سخت مشکل ہے مگر نعمان نے انکار کیا۔ پھر نابغہ اپنی قوم کے پاس گیا تاکہ وہ نعمان کی چڑھائی سے اُن کو خبر دے اور اُن سے کہے کہ بنی جن کی مدد کریں۔ پھر جب نعمان نے بنی غسان کے ساتھ اُن پر چڑھائی کی تو قوم نابغہ کی بنی جن سے جُٹ بیٹھی ہوئی۔ اور آل غسان کا مقابلہ کیا۔ پھر اُن کو شکست دی۔ اور مال واسباب اُن کا لے لیا۔ اور بنی مرہ بن عوف کو اُس میں سے حصہ دیا +

اب کیا کسی ذی عقل کا کام ہے۔ کہ بنی جن سے انسان نہ سمجھے بلکہ اُن کو ایک قوم مزعومہ ومظنونہ مخلوق غیر مرئی سمجھے +

ششم - شرح دیوان نابغہ میں لکھا ہے - کہ بنی اسد اور بنی ذبیان عرب کے دو قبیلے تھے - مگر ایک واقعہ کے سبب بنی اسد بنی ذبیان کے حلف سے علیحدہ ہو گئے - اُس پر نابغہ نے کہا ؎

کانک من جمال بنی اقیش
یقعقع خلف رجلیه بشن

یعنی گویا کہ تو بنی اقیش کی اونٹنیوں میں سے ہے - کہ کھڑکایا جاتا ہے اُسکے پانوں کے پیچھے سوکھے ہوئے مشکیزے +

تاج العروس شرح قاموس میں لکھا ہے - کہ بنی اقیش کی اونٹنیاں اچھی نہیں تھیں

جمل بنی اُقیش غیر عتاق تنفر من کل شیئ
منسوبة الی حی من الجن یقال لهم
بنو اُقیش وانشد سیبویه +

اور ہر چیز سے بھاگتی تھیں اور وہ منسوب ہیں ایک عرب کے قبیلہ بنی جن سے جن کو کہا جاتا ہے بنو اقیش اور اُس کی سند میں سیبویہ نے یہی شعر پڑھا تھا +

یہ بات بہت صاف ہے کہ بنی اُقیش جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے ہونگے اور جیسے کہ جنگل کے رہنے والوں کی مویشی غیر مانوس اور ہر چیز سے بدکنے والے ہوتے ہیں بنی اُقیش کی اونٹنیاں بھی ہر چیز سے بدکتی اور بھاگتی ہونگی - اسلئے کسی کے کسی سے علیحدہ ہونے کے لئے جمل بنی اُقیش بطور ضرب المثل کے ہو گیا +

صحاح جوہری اور شرح قاموس دونوں میں لکھا ہے کہ اُقیش قوم من العرب -

قال السهیلی فی الروض - آل ایش یحتمل ان
تکون قبیلة من المومنین ینسبون الی
الیش واحسبه اراد بآل ایش بنی اُقیش
وهم حلفاء الانصار من الجن +

یعنی اقیش عرب کی ایک قوم ہے اور آلِ اِیش کی نسبت لکھا ہے کہ سہیلی نے روض میں لکھا ہے کہ آلِ اِیش غالباً ایک قبیلہ مسلمانوں کا ہے جو منسوب ہے اِیش کی طرف اور اُس نے خیال کیا ہے آلِ ایش سے بنی اُقیش کو اور وہ انصار کے حلیف تھے جن میں سے اور اُقیش ابن ذبل اُن کے شاعروں میں سے تھا +

سیرۃ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ عرب کے قبیلوں کو بتوں کی پرستش چھوڑنے اور توحید اختیار کرنے کی

وقال یعنی عبد العزی بن عبد المطلب
ابو لهب یا بنی فلان ان هذا الرجل
انما یدعوکم الی ان تسلخوا اللات والعزی

نصیحت فرمایا کرتے تھے تو عبد العزی یعنی ابو لہب نے کھڑے ہو کر کہا - کہ اس کی بات نہ مانو کیونکہ یہ تم کو اس طرف بلاتا ہے - کہ تم اپنی گردنوں

من عزّ تکم وحفاء ہمدمن الجنّ من بنی مالک بن اُقیش الی ماجاریہ من البدعۃ والضلالۃ فلا تطیعوہ ولا تسمعوا منہ ✤

میں سے لات و عُزّیٰ کو نکالدو اور اپنے حلیفوں کو جو جنّ میں سے ہیں (قبیلہ بنی مالک بن اُقیش سے) چھوڑ دو اُس بدعت و گمراہی کی طرف آنو جو وہ لایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ بنی مالک بن اُقیش اہل مکّہ کے حلیفوں میں سے تھے ✤

اب یہ سوال ہے۔ کہ بنی جنّ جو قوم بنی عذرہ میں سے تھے اور جن سے نعمان لڑا اور آل اُقیش یا بنو اُقیش جو انصار کے حلیف تھے اور بنی مالک بن اقیش جو اہل مکّہ کے حلیف تھے۔ یہ سب وہی جن مزعومہ و مظنونہ تھے جن کی نسبت کہا جاتا ہے۔ جسم[1] ناری حساس متحرک بارادۃ متشکل باشکال مختلفہ۔ حاشا وکلا۔ یہ وہی جنّ ہیں جن کی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔ وما خلقت الجن والانس اِلّا لیعبدون ✤

ب ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں جنّ کا اطلاق وحشی و جنگلی قوموں پر اور اُن قوموں پر جو در اصل پہاڑی وحشی تھے گو رفتہ رفتہ تمدن کی ترقی ہونے سے اُنہوں نے بھی تمدن اختیار کیا تھا اور تمدّن سے پیشتر یا شہری قوموں سے حلیف ہو گئے تھے ہؤا ہے اور وہ سب انسان تھے اور وہ وہمی اور خیالی وجود جن کی عرب پرستش کرتے تھے اور جن کو بسبب مخفی ہونیکے جنّ سے تعبیر کرتے تھے بالکل ایک علیحدہ وہم اور خیال تھا۔ اور نہ قرآن مجید سے کسی ایسی مخلوق کا وجود ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حمق رجنّوں کے وجود کا خیال کرتے ہیں پس جبتک کہ ایسی مخلوق کا مخلوق ہونا قرآن مجید سے ثابت نہ کیا جاوے تو لفظ جنّ سے ایسی الٰہی مخلوق مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا۔ پس قرآن مجید میں جہاں لفظ جنّ آیا ہے اُس پر وہمی اور خیالی وجود غیر موجود سمجھنا محض غلط اور بیجا ہے۔ اب ہم قرآن مجید کی اُن باقی ماندہ آیتوں کو بیان کریں گے جن میں لفظ جنّ کا اطلاق بمعنی وحشی اور وہری انسانوں پر آیا ہے۔ وبہ نستعین ✤

پہلی آیت۔ سورہ ذاریات میں خدا فرماتا ہے۔ ما خلقت الجن والانس اِلّا لیعبدون۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ ہم نے تمام انسانوں کو وہ شہر میں بسنے والے ہوں یا جنگلوں اور پہاڑوں میں بسیرا کرنے والے سب کو پیدا کیا ہے کہ خدا کی عبادت کریں ✤

دوسری آیت۔ خدا تعالیٰ سورہ فصّلت اور سورہ احقاف میں فرماتا ہے۔ قد خلت من قبلہم من الجن والانس انہم کانوا خاسرین۔ سورہ فصّلت میں خدا

[1] آگ سے بنا ہوا جسم محسوس کرنے والا۔ ارادے سے حرکت کرنے والا مختلف شکلوں میں ظاہر ہونے والا ✤

اُن لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو ایمان نہیں لائے - اور سورۂ احقاف میں خدا نے ایک مثال ایسے شخص کی دی ہے جو خدا پر ایمان لایا اور باپ ماں کے ساتھ جس نے اُس کو جنا اور دودھ پلایا احسان کیا اور اچھے کام کئے اور دوسری مثال ایسے شخص کی دی ہے جو ماں باپ کے ساتھ گستاخی و بدزبانی سے پیش آیا اور ایمان نہیں لایا - اور فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جن پر عذاب کا سچا وعدہ ہوا ہے - اور اُن گروہوں میں داخل ہیں جو اُن سے پہلے گذر چکے ہیں - جن اور انس یعنی ہر قسم کے انسانوں سے کہ وہ نقصان پاتے تھے +

تیسری آیت - سورۂ اعراف میں خدا نے فرمایا ہے - ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار - یعنی خدا تعالےٰ نے کافروں کی زبان حال سے اول یہ فرمایا کہ جب خدا کے بھیجے ہوئے اُن کی جان نکالنے کو آوینگے تو پوچھیں گے - کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم پوجتے تھے تو کہیں گے کہ وہ تو کھوئے گئے اور اپنے کفر پر یقین کریں گے - خدا کہیگا کہ اُن لوگوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گذرے ہیں جن اور انس سے یعنی ہر قسم کے انسان سے آگ میں داخل ہو +

چوتھی آیت - خدا تعالےٰ سورۂ انعام میں فرماتا ہے - یا معشر الجن والانس - یعنی اے شہر کے رہنے والو اور جنگل اور پہاڑ میں بسیرا کرنیوالو - الم یاتکم رسل منکم کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے - صاف ظاہر ہے - کہ قرآن مجید انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے - اُس میں جس قدر انبیا اور رسل کا ذکر ہے اُنہیں کا ہے - جو انسانوں کے لئے مبعوث ہوئے تھے - برخلاف اُن نصوص صریحہ کے یہ کہنا کہ مخلوق موہوم اور مزعوم میں بھی اُنہیں میں سے اُن کے رسول آئے تھے - یا یہ کہنا کہ یہی انبیا اُن کے لئے بھی رسول تھے - کوئی سلیم العقل تو نہیں قبول کر سکتا +

پانچویں آیت - خدا تعالےٰ اسی سورۂ انعام میں فرماتا ہے - لقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئٰک کالانعام بل ھم اضل اولئٰک ھم الغافلون ° یعنی خدا فرماتا ہے کہ ہم نے بہتوں کو جن اور انس میں سے یعنی مہذب و غیر مہذب

انسانوں میں سے دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا۔ کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا۔ والفسہم کانوا یظلمون۔ یعنی وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ اس آیت میں اُس کی تفصیل کی ہے۔ کہ اُن کو دل دیا ہے سمجھنے کو۔ مگر وہ اُس سے نہیں سمجھتے۔ اُن کو آنکھیں دی ہیں مگر وہ اُن سے نہیں دیکھتے۔ اُن کو کان دیئے ہیں مگر وہ اُن سے نہیں سُنتے۔ یہی لوگ ہیں چوپایوں کی مانند بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ۔ کیونکہ یہ سب چیزیں جو چوپایوں کو دی ہیں وہ تو اُن کو اُن کاموں میں لاتے ہیں جن کے لئے اُن کو دی گئی ہیں اور یہ لوگ اُن کو کام میں بھی نہیں لاتے یہی لوگ ہیں غافل ۔

کس خوبی اور فصاحت اور دل میں اثر کرنیوالے طریقہ سے خدا تعالےٰ نے اس آیت میں ہر قسم کے انسانوں کا مہذب ہوں یا غیر مہذب۔ شہری ہوں یا جنگلی پہاڑی۔ حال بیان کیا ہے۔ خدا بچائے اُن لوگوں سے جو اِن تمام خوبیوں کو غارت کر کے جن کے لفظ سے ایک وجود غیر مرئی اپنی مزعومہ و مظنونہ غیر موجود کو سمجھتے ہیں ۔
ولھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا لعل للہ یھدیھم الی الحق والھدایۃ من لدیہ وکل امر یرجع الیہ ۔

چھٹی آیت۔ خدا تعالےٰ نے سورۂ اسرائیل میں فرمایا ہے۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا۔ یعنی کہدے اے پیغمبر اگر جمع ہو جاویں انس یعنی شہروں کے رہنے والے اور جن یعنی بدوی جو خالص عربی زبان جاننے والے تھے۔ اس بات پر کہ کوئی چیز اس قرآن کی مانند لاویں تو اُس کی مانند نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں ۔

اس کے بعد خدا فرماتا ہے۔ ولقد صرفنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل فابیٰ اکثر الناس الا کفورا۔ یعنی ہم نے اس قرآن میں انسانوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں دی ہیں پھر اکثر آدمیوں نے بجز ناشکری کے اُن کو نہیں مانا۔ اس آیت میں لفظ انس و جن کے بدلے لفظ ناس فرمانا یہ صریح ثابت کرتا ہے کہ پہلی آیت میں بھی انس و جن سے ناس ہی اور تھی دیو جن موہوم و مظنونہ مقصود ۔

ساتویں آیت۔ خدا تعالےٰ نے سورۂ انعام میں فرمایا۔ وکذٰلک جعلنا لکل نبیّ عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا۔

اس آیت میں صاف صاف خدا نے فرمایا ہے کہ مدنی اور بری شریر اور بد ذات آدمی نبیوں کے دشمن ہوتے ہیں اور آپس میں بنا بنا کر چکنی چپڑی باتیں بناتے ہیں۔ یہاں جن سے وہی جن مزعومہ اور مظنونہ کو قرار دینا اور نعوذ باللہ انبیا کے ساتھ عداوت سے اُن کا وسوسہ انبیا کے دل میں ڈالنا مراد لینا کس قدر افسوس کے لایق بات ہے۔ مفسرین کی اس تفسیر کو کوئی شخص جو انبیا علیہم السلام کی قدر و منزلت جانتا ہے تسلیم نہیں کر سکتا +

آٹھویں آیت ۔ سورہ الرحمن میں خدا نے فرمایا۔ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان۔ یہ آیت قیامت میں کافروں کے عذاب ہونے میں ہے اور یہ بتایا ہے۔ کہ وہ کسی طرح کہیں بھاگ کر عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ قرآن مجید میں اُن مزعومہ اور مظنونہ جنوں کی نسبت کچھ بھی احکام اوامر و مناہی کے نہیں ہیں۔ انسانوں کے لئے تو قرآن مجید میں احکام بھرے پڑے ہیں اور اُن مظنون جنوں کی نسبت ایک بھی نہیں پھر وہ دوزخ میں کس وجہ سے جاوینگے اور کیوں عذاب پاوینگے۔ اگر انسان اُن کی پرستش کرتے ہیں تو ان کا کیا قصور ہے۔ وہ تو کہہ دینگے۔ کہ انھم لکاذبون۔ پس کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس آیت میں لفظ جن سے بجز جنگلی اور وحشی انسانوں کے جو اسی طرح مکلف ہیں۔ جیسے کہ شہری اور کوئی مخلوق مراد نہیں ہو سکتی ہے +

نویں آیت ۔ اسی سورہ میں خدا نے قیامت قایم ہونے کے حال میں بیان فرمایا ہے۔ فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان۔ اور دوسری جگہ حوران بہشتی کے حال میں فرمایا ہے۔ لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان۔ جان اور جن ایک لفظ ہے۔ ان آیتوں میں بوجہ حسن کلام کے بجائے جن کے جان بولا ہے۔ جو دلیل کہ ہم آٹھویں آیت میں بیان کر چکے ہیں۔ اُس سے ظاہر ہے۔ کہ ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں بجز انسانوں کے کوئی اور مخلوق غیر مرئی و غیر مکلف باحکام من القرآن مراد ہو ہی نہیں سکتی۔ اور دوسری آیت میں حوران بہشتی کی عصمت ظاہر کرنے کو تعمیم کی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ کسی انسان نے

اُن کو پہلے نہیں چھپا ہے۔ زعندی نے علمالیس الا التمثیل من نعیم الجنۃ التی جاء فیہا لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ﴿

دسویں آیت ۔ سورۂ نمل میں خدا نے فرمایا ہے۔ وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون ۔ یعنی جمع کیا گیا سلیمان کا لشکر جن سے اور انس سے اور طیر سے اور وہ ترتیب سے کھڑے کئے جاتے تھے ﴿

اوّل تو نہایت تعجب ہے کہ مفسرین یا مترجمین قرآن نے لفظ طیر کے معنی مرغان یا پرند جانوروں کے لئے ہیں۔ اُن کو لشکر سے کیا تعلق ہے۔ لشکر ایک ترتیب سے کھڑا کیا جاتا ہے۔ مگر پرند سپاہیوں کے ساتھ کس ترتیب سے کھڑے کئے جا سکتے ہیں ﴿

طیر کا اطلاق گھوڑوں پر ہوتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلیمان کا لشکر جس میں جن و انس و گھوڑے تھے جمع کیا گیا۔ جن سے مراد نہیں جنگلی و پہاڑی انسانوں سے ہے جو لشکر سلیمان میں داخل تھے۔ نہ اُن جنوں سے جن کا وجود صرف مزعومہ و مظنونہ جاہلیت ہے نہ وجود حقیقی۔ ان صاف باتوں کو نہ سمجھنے اور ایک عجیب تعتہ بنا لینے کا سبب یہی ہے۔ کہ دلوں پر جن چھایا ہوا تھا۔ اور اس طرف خیال بھی نہیں جاتا تھا کہ کوئی انسان بھی ایسے ہیں جن پر جن کا اطلاق ہوتا ہے ﴿

گیارھویں آیت ۔ سورۂ انعام میں خدا نے فرمایا ہے۔ یامعشر الجن قد استکثرتم من الانس ۔ مفسرین اور مترجمین نے استکثرتم کے معنے یہ لئے ہیں۔ کہ اے گروہ جنوں کے تم نے بہت سے انسان اپنے تابع بنا لئے ہیں ﴿

ہم اگرچہ استکثرتم کے معنے اس طرح پر لینے تحقیق سے بعید سمجھتے تھے لیکن ہم نے اپنی تفسیر میں اُنہیں معنوں کو اختیار کر لیا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اس طرح معنی لینے میں لفظ یا کا جو جنوں کے لئے بطور ندا کے آیا ہے صرف بطور خطابیت کے ہے جیسے کہ بیجان چیزوں کو ندا کی جاتی ہے۔ مثلاً سورۂ ہود میں ہے۔ یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی۔ اور سورۂ انبیا میں ہے۔ یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم۔ اور سورۂ سبا میں ہے۔ یا جبال اوبی معہ۔ مگر ہم نے

نزدیک یہاں بھی جن سے وہی جنگلی و پہاڑی آدمی مراد ہیں۔ جس سے پہلی آیتوں میں خدا تعالےٰ نیک و بد انسانوں کا برابر ذکر کرتا آتا ہے۔ پھر فرمایا کہ قیامت میں سب کو اکٹھا کریں گے۔ اُسی کے ساتھ اُن لوگوں کو جو پہاڑوں اور جنگلوں میں چھپے رہتے تھے۔ خطاب کر کر بتلایا کہ تم نے بہت زیادہ جمع کر لئے گناہ بہ نسبت شہر والوں کے۔ پس ستکثار سے زیادتی معاصی میں مراد ہے جیسے کہ ہمیشہ پہاڑی و جنگلی آدمی بہ نسبت شہر والوں کے زیادہ قتل و غارت اور انواع معاصی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کو خاص خطاب کیا۔ اور پھر دونوں کو خطاب کر کے فرمایا۔ کہ یامعشر الجن والانس المریاتکم رسل منکم کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے۔ اس لئے اس مقام پر بھی جن سے فرعومہ و مظنونۂ عرب جاہلیت مراد نہیں ہے ۞

بارھویں آیت ۔ سورۂ جن کی ہے۔ جہاں خدا نے فرمایا۔ قل اوحی الیّ انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا ۞

تیرھویں آیت ۔ سورۂ احقاف کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین ۞

یہ دونوں آیتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ اور جو لفظ جن کا اُن میں آیا ہے وہ بالکل دوسرے معنوں میں ہے یعنی اُن لوگوں کی نسبت جنہوں نے چھپکر اور پوشیدہ ہو کر قرآن سُنا تھا اور آنحضرت صلعم کو معلوم نہ تھا آنحضرت سے پوشیدہ تھے اس لئے اُن کی نسبت جن کا لفظ اطلاق ہوا ہے ۞

ترمذی میں ایک بہت لمبی حدیث ابن عباس سے منقول ہے۔ اگرچہ وہ حدیث بلحاظ اُس کے مضمون کے جو اس حدیث میں ہے تسلیم کے قابل نہیں ہے۔ مگر خارج از مضمون راوی کی یہ رائے ہے۔ ما قراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجن ولا راٰھم۔ یعنی آنحضرت صلعم نے جنوں کو قرآن نہیں سُنایا تھا۔ اور نہ اُن کو دیکھا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُن لوگوں نے چُھپ کر

قرآن سنا تھا +

تمام سورۂ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے چھپ کر قرآن سُنا تھا مختلف مذاہب کے انسان تھے۔ اور قرآن سننے کے بعد وہ سمجھے کہ اُنکے عقیدے اور اُن کے خیالات محض غلط ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے عقاید اور اُن کی غلطیوں کو بیان کیا ہے۔ پس وہ انسان تھے نہ جن مزعومہ و مظنونہ عرب جاہلیت +

چودھویں آیت۔ سورۂ ہود میں خدا نے فرمایا ہے۔ وتمت کلمة ربک لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین +

پندرھویں آیت۔ خدا تعالےٰ نے سورۂ سجدہ میں فرماتا ہے۔ لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین +

سولھویں آیت۔ سورۂ ناس میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس +

ان تینوں آیتوں میں جنة اور ناس کا لفظ آیا ہے بجائے لفظ جن اور انس کے جن اور جنة ایک لفظ ہے۔ البتہ ناس میں تمام انسان شہری ہوں یا پہاڑی سب شامل ہیں۔ مگر پھر جن کو علیحدہ بیان کرنے سے اور انس کو علیحدہ بیان کرنے سے زیادہ تصریح و توثیق حکم کی مقصود ہوتی ہے جیسے کہ عام کو بیان کرنے کے بعد خاص کو پھر بیان کر دیتے ہیں جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے۔ من کان عدوا للہ وملائکتہ وجبریل ومیکال۔ حالانکہ فرشتوں میں جبریل و میکائیل داخل تھے۔ مگر پھر اُن دونوں کو علیحدہ بیان کرنے سے تاکید و توثیق و تنبیہ حکم کی مقصود ہے۔ اسی طرح ان مقاموں میں جنة کا لفظ فرما کر ناس کا لفظ فرمایا جس میں انسان جن یعنی وحشی انسان انس یعنی مدنی دونوں شامل ہیں۔ اس سے مخاطب اوّل جنگی و پہاڑی لوگ ہیں جن کی نسبت فرمایا تھا۔ قد استکثرتم اور پھر دونوں کو شامل کیا۔ اور اس لئے ان دونوں آیتوں سے بھی کسی ایسی مخلوق کا وجود جیسا کہ مزعوم و مظنون کفار تھا ثابت نہیں ہوتا +

سترھویں آیت۔ سورۂ سبا میں خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ ومن الجن من یعمل

بین یدیہ باذن ربہ۔ یعنی جنّوں میں سے وہ تھا جو حضرت سلیمانؑ کے سامنے اپنے رب یعنی اپنے آقا کے حکم سے کام کرتا تھا +

تاریخ اور توریت سے پایا جاتا ہے کہ بادشاہ صور نے ایک کاریگر کو جو صور کا رہنے والا تھا حضرت سلیمان کے ہاں کام کرنے کو بھیجا تھا۔ اُسی کی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔ ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ۔ اور یہ ایک تاریخی ثبوت اس بات کا ہے۔ کہ جنّ کا لفظ قرآن مجید میں پہاڑی آدمیوں پر اطلاق ہوا ہے +

اٹھارھویں آیت۔ سورۂ نمل میں سلیمان اور بلقیس کے قصہ میں خدا نے فرمایا قال عفریت من الجن انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین۔ عفریت کے معنے لغت میں زبردست مضبوط کے ہیں۔ پس جب حضرت سلیمان نے بلقیس کے لئے تخت منگانا چاہا۔ ایک زبردست پہاڑی آدمی نے کہا۔ میں ابھی اُٹھا لاتا ہوں۔ یہ جو مفسرین نے قصہ بنایا ہے کہ وہ تخت شہر سبا یعنی ملک یمن میں تھا نہ اُس کی کچھ اصلیت ہے نہ اُس کا کچھ ثبوت ہے سلیمان کے مکان ہی میں وہ تخت ہوگا۔ اُنہوں نے اُس کو منگانا چاہا۔ ایک شخص نے کہا حضور میں ابھی اٹھا لاتا ہوں۔ اس میں نہ کچھ عجیب قصہ ہے نہ کوئی بات ہے۔ مگر ہاں واعظین کے لئے منبر پر بیٹھ کر عجیب و غریب دُور از کار اور دور از عقل باتیں بنانے کو کافی نہیں +

اُنیسویں آیت۔ خدا تعالٰے نے سورۂ سبا میں سلیمان کے قصہ میں فرمایا۔ فلما خرّ تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین۔ مصر میں عام رواج تھا۔ کہ مُردے کی لاش کو ممی سے محفوظ کر کے رکھ چھوڑتے تھے اور کسی سہارے سے کھڑا کر دیتے تھے۔ اگر کسی کو آنکھ سے دیکھنا ہو تو اب بھی مصر میں جا کر وہاں کے میوزیم[1] میں دیکھے دو ایک لاشیں میاں کی ہوئی دیوار کے سہارے کھڑی ہوں گی +

یہ طریقہ ممی کرنے کا یہودیوں میں جاری ہوگیا تھا۔ حضرت یوسف کی لاش کو ممی کر کے رکھا گیا تھا۔ اور جب یہودی مصر سے چلے تھے تو اُس کو ساتھ لے لیا تھا۔ اسی طرح حضرت سلیمان کے مرنے کے بعد اُن کی لاش کو ممی کر کے ایک

[1] عجائب خانہ

لکڑی کے سہارے کھڑا کر دیا ہوگا۔ بیت المقدس کی تعمیر میں ہزاروں جنگلی پہاڑی
آدمی پکڑے آئے تھے اور بیگار میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے اس ممی کی ہوئی
کھڑی ہوئی لاش کو جانا ہوگا۔ کہ حضرت سلیمان زندہ ہیں۔ اور کام کئے جاتے
تھے۔ اتفاقاً اس لکڑی کو جس کے سہارے وہ لاش کھڑی تھی کسی کیڑے
نے کھا لیا اور لاش گر پڑی۔ جب ان پہاڑی آدمیوں نے جانا۔ کہ وہ مر چکے
ہیں۔ تو کام چھوڑ چھوڑ کر چل گئے اور کہا کہ اگر ہم کو غیب کی بات معلوم ہوتی تو
ہم اس مصیبت میں نہ رہتے یعنی پہلے ہی سے چلے جاتے +

ہم اپنی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں اور اب پھر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس
اس بات سے انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ سوائے موجودات مرئی اور
محسوس کے کوئی اور ایسی مخلوق موجود نہ ہو جو مرئی نہ ہو۔ مگر کلام اس میں ہے کہ
جس طرح جنوں کی مخلوق کو مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے۔ ایسی مخلوق کا وجود
قرآن مجید سے ثابت نہیں +

علمائے اسلام جن کی تعریف یہ بیان کرتے ہیں کہ جسم ناری حساس متحرک
بالارادہ متشکل باشکال مختلفہ۔ اسی بنا پر عام مسلمان خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک
ہوائی آگ کے شعلہ سے پیدا ہوئے ہیں ان میں مرد اور عورت دونوں ہیں۔ لڑکے
اور لڑکیاں جنتے جناتے ہیں۔ طرح طرح کی شکلوں میں بنجاتے ہیں انسانوں کے
سروں پر آتے ہیں ان کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ان کو اٹھا لیجاتے ہیں۔ ان کو مار ڈالتے
ہیں۔ انسانوں پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ ان کو تازہ بتازہ میوے لا کر دیتے ہیں
اور دکھائی نہیں دیتے مگر جب چاہیں اور جیسی شکل میں چاہیں اپنے تئیں دکھلا دیتے
ہیں یعنی اپنے جسم میں دفعتہً ایسا مادہ پیدا کر لیتے ہیں کہ دکھائی دینے لگتا ہے۔
آدمی کی صورت بنکر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں عامل ان کو دمی
بنا کر اپنے گھوڑے کا سائیس کر لیتے ہیں۔ مگر اس میں سے ایک بات بھی قرآن مجید
سے ثابت نہیں +

کتب احادیث و سیر میں جو قصے جنوں کے لکھے ہیں وہ تو ایسے ہیں جیسے کہ
اس زمانہ میں مشہور ہوتے ہیں اور جن کی کچھ اصلیت نہیں ہوتی کوئی ایسی معتبر حدیث موجود

نہیں ہے جس سے واقعی حالات ایسی مخلوق کے اور اُنکے ایسے افعال کے جیسا کہ عرب جاہلیت کو خیال تھا ثابت ہوتے ہوں ❊

تمام علمائے علم حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ کل حدیثیں بالمعنی روایت کی گئی ہیں نہ باللفظ اس لئے الفاظ حدیث اُس اخیر راوی کے متصور ہوتے ہیں جس نے اُن سے روایت کی جنہوں نے اُس کو حدیث کی کتابوں میں قلمبند کیا اور اس سبب سے حدیثیں کلام مولدین قرار پائی ہیں جن سے بلحاظ علم ادب استناد نہیں ہو سکتا۔ اور یہی سبب ہے کہ علمائے علم ادب مثل سیبویہ و اخفش وغیرہ نے علم ادب میں کسی حدیث سے استدلال نہیں کیا بلکہ اشعار جاہلیت اور کلام بدویین سے جو محض جاہل تھے استدلال کیا ہے۔ اس پر مصنف خزانۃ الادب نے بہت بڑی بحث کی ہے اور بہت سے وجوہ بیان کئے ہیں جن کے سبب علمائے علم ادب نے بلحاظ علم ادب کے حدیث پر استدلال کرنا متروک رکھا ہے ❊

علاوہ اس کے حدیث کی صحت اور مستند ہونے پر بجز اُن افعال صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے جو اب تک متواتراً و نسلاً بعد نسل عمل میں آتے رہے ہیں اس قدر لمبی بحثیں ہیں کہ اُن سے کوئی ایسی بات جس کا ثبوت قرآن مجید سے علانیہ نہ ہوتا ہو ایسے طور پر ثابت ہو سکے جو بنیاد ایسے عقیدے کی ہو جس کا ثبوت نہ عقلاً ہو اور نہ اُس کا وجود ظاہر میں ہو۔ اس لئے اس باب میں حدیثوں اور سیر کی روایتوں سے بحث کرنا ہمارے نزدیک محض فضول اور بیفائدہ ہے۔ حسبنا کتاب اللّٰہ مگر ہم ایک حدیث بخاری کی جو اصح الکتب حدیث ہے اور ترمذی کی جو بخاری کی اُسی حدیث سے متعلق ہے اور ایک آدھ روایت کتب سیر سے اس مقام پر تمثیلاً نقل کرتے ہیں :-

بخاری نے کتاب التفسیر میں سورۂ جن کی تفسیر میں ابن عباس سے یہ حدیث لکھی ہے۔ کہ ابن عباس نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابیوں کے ساتھ سوق عکاظ کی طرف تشریف لئے جاتے تھے اور شیاطین میں اور شیاطین کے آسمان کی خبر ملنے میں روک ہو گئی تھی اور اُن پر شہاب ثاقب

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا ابو عوانۃ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال انطلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی طٰئفۃٍ من اصحابہٖ عامدین الیٰ سُوقِ عکاظٍ وقد حیل بین الشیاطین وبین

خبر السماء وأرسلت عليهم الشهبُ فرجعت
الشياطين فقالوا ما لكم فقالوا حِيلَ بيننا وبين
خبر السماء وأرسلت علينا الشُّهب قال ما
حال بينكم وبين خبر السماء إلّا ما حدث
فاضربوا مشارق الأرض ومغاربها فانظروا
ما هذا الأمر الذي حَدَثَ فانطلقوا فضربوا
مشارق الأرض ومغاربها ينظرون ما هذا الأمر
الذي حال بينهم وبين خبر السماء قال
فانطلق الّذين توجّهوا نحو تهامة إلى رسول
الله صلى الله عليه وسلم بنخلة وهو عامد إلى
سُوق عُكاظٍ وهو يصلّي بأصحابه صلوة الفجر
فلمّا سمعوا القرآن تسمّعوا له فقالوا هذا الّذي
حال بينكم وبين خبر السّماء فهنالك رجعوا
إلى قومهم فقالوا يا قومنا إنّا سمعنا قرآنًا عجبًا
يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فآمنّا به ولن نشرك بربّنا
أحدًا وأنزل الله تعالى على نبيّه صلى الله عليه
وسلم قل أُوحِيَ إِلَيَّ أنّه استمع نفر من الجن
وإنّما أوحي إليه قول الجن +

پھینکے جاتے تھے۔ پھر شیاطین وہاں سے
پھرے اُن کے بھائی بندوں یا دوستوں نے
یا اُن کی قوم نے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے انہوں
نے کہا کہ ہم میں اور آسمان کی خبر میں روک
ہوگئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے
ہیں۔ (قال) کیا چیز ہم میں اور آسمان کی خبر
میں روک ہوگئی ہے۔ مگر کوئی نئی بات ہوئی
ہے۔ پھر جاؤ دنیا میں اُس کے مشرق سے
اُس کے مغرب تک اور دیکھو کہ کیا یہ بات ہے
جو نئی پیدا ہوئی ہے۔ پھر وہ چلے اور دنیا میں
اُسکے مشرق اور اُسکے مغرب میں دیکھتے ہوئے
پھرے کہ کیا یہ بات ہے جو روک ہوگئی ہے
ہم میں اور آسمان کی خبر میں کہا کہ جو شیاطین چلے تھے
وہ گئے تہامہ کی طرف رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم پاس نخلہ میں اور آنحضرت سُوق عکاظ
کو جاتے تھے۔ اور اپنے صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز
پڑھ رہے تھے۔ پھر جب اُن شیاطین نے
قرآن سُنا تو خوب غور سے سُنا پھر بولے یہی
چیز ہے۔ جو ہم میں اور آسمان کی خبر میں روک ہے۔ پھر وہیں سے اپنی قوم کے پاس لوٹے
اور کہا اے ہماری قوم ہم نے سنا ایک عجیب قرآن جو اچھی راہ پر ہدایت کرتا ہے پھر ہم تو
اُس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے۔ اُس
وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی۔ قل اوحی الیّ
انہ استمع نفرٌ من الجن۔ اور وحی جو نازل ہوئی تھی وہ جنوں کی بات کرنا تھی +
ب غور کرنا چاہیئے۔ کہ یہ بخاری کی حدیث ہے محمد اسمٰعیل بخاری کے نزدیک اُسکے
راوی معتبر ہونگے۔ مگر عام طور پر حدیث سے معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت ابن عباسؓ بھی

آنحضرتؐ کے ساتھ اُس مقام پر موجود تھے - اور اگر نہیں تو اُنہوں نے کیونکر جانا - کہ شیاطین میں یہ سب باتیں ہوئی تھیں کیونکہ یہ اشارہ بھی اس حدیث میں اس پر نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے ابن عباس سے وہ باتیں جو جنوں میں باہم ہوئی تھیں فرمائی ہوں اس کے بعد یہ الفاظ ہیں - قال فانطلق الذین توجھوا نحو تھامۃ - قال کی ضمیر حضرت ابن عباس راوی کی طرف راجع ہے - پھر اُنہوں نے کس طرح جانا کہ جنوں نے قرآن سُنا اور ایمان لے آئے اور اپنی قوم سے جا کر کہا کہ ہمارے اور آسمان کی خبریں یہی روک ہوگئی ہے +

علاوہ اس کے شہاب ثاقب کا شیاطین پر پھینکے جانے کا ذکر ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے - دنیا جب سے پیدا ہوئی ہے ہمیشہ شہاب ثاقب بھی چھٹتے رہے ہیں +

کس قدر تعجب ہے - کہ ترمذی کی حدیث میں ہے - ولم تکن النجوم یرمی بہ قبل ذلک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ستارے یعنی شہاب ثاقب نہیں مارے جاتے تھے - اُس کے اوپر یہ بات کہنی کہ پہلے تھوڑے ستارے مارے جاتے تھے - اور آنحضرتؐ کے مبعوث ہونے کے بعد کثرت سے مارے جاتے تھے - ایک ایسی بات ہے کہ کوئی شخص جو شہاب ثاقب کے اسباب سے واقف ہے قبول نہیں کر سکتا - زیادہ تعجب تو یہ ہے - کہ روک تو ہوئی تھی آسمان پر اور وہ اُس روک کے تلاش کرنے کو زمین میں مشرق سے مغرب تک دوڑتے پھرے - وانا اقسم باللہ الذی نفسی بیدہ لیس ھذا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم نہیں - کہ درحقیقت کیا بات تھی اور حضرت عباس نے کیا فرمایا تھا اور راوی کیا سمجھے - پہلے راوی نے دوسرے راوی سے کیا کہا اور دوسرے نے تیسرے سے اور تیسرے نے چوتھے سے اور چوتھے نے پانچویں سے - اور جو کچھ بخاری نے اپنی کتاب میں لکھا پانچ چھ آدمیوں میں ہو کر آیا اور معلوم نہیں کیا کیا تغیر و تبدل مضمون میں اور الفاظ میں ہوگیا +

ترمذی میں یہی حدیث ہے - اور حضرت ابن عباس ہی کی روایت سے جس میں

حدثنا عبد بن حمید نا ابو الولید نا ابو عوانہ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال ما قرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجن ولا راٰھم انطلق رسول اللہ صلی اللہ

اُن کے سوا تین اور راوی بھی وہی ہیں جو بخاری کے راوی ہیں - اور وہ حدیث اس طرح پر آئی ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ نہیں پڑھا یعنی قرآن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

عليه وسلم في طائفة من اصحابه عامدين
الى سوق عكاظ وقد حيل بين الشياطين
وبين خبر السماء وارسلت عليهم الشهب
فرجعت الشياطين الى قومهم فقالوا
ما لكم قالوا حيل بيننا وبين خبر السماء
وارسلت علينا الشهب قالوا ما حال بينكم
وبين خبر السماء الا من حدث فاضربوا
مشارق الارض ومغاربها فانظروا ما هذا
الذي حال بينكم وبين خبر السماء فانطلقوا
فانطلقوا يضربون مشارق الارض ومغاربها
يبتغون ما هذا الذي حال بينهم وبين
خبر السماء فانصرف اولئك النفر الذين
توجهوا نحو تهامة الى رسول الله صلى الله عليه
وسلم وهو بنخلة عامدين الى سوق عكاظ وهو
يصلي باصحابه صلوة الفجر فلما سمعوا القرآن
استمعوا له فقالوا هذا والله الذي حال
بينكم وبين خبر السماء فهنالك رجعوا
الى قومهم فقالوا يا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا
يهدي الى الرشد فآمنا به ولن نشرك
بربنا احدا فانزل الله تبارك وتعالى
على نبيه صلى الله عليه وسلم قل اوحي الي
انه استمع نفر من الجن وانما اوحي اليه قول
الجن [illegible] وعن ابن عباس قال
قول الجن لقومهم لما قام عبد الله يدعوه
كادوا يكونون عليه لبدا قال لما رأوه

نے جنوں پر اور نہ ان کو دیکھا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم چند اپنے صحابیوں کے ساتھ
سوق عکاظ جانے کے قصد سے روانہ ہوئے
اور شیاطین میں اور آسمان کی خبروں میں روک
ہوگئی تھی۔ اور پھینکے جاتے تھے ان پر شہاب
ثاقب۔ پھر لوٹے شیاطین اپنی قوم کے
پاس انہوں نے کہا کہ کیا تمہارا حال ہے
انہوں نے کہا کہ روک ہوگئی ہے ہم میں اور
آسمان کی خبروں میں اور پھینکے جاتے ہیں ہم پر
شہاب ثاقب۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ جو
روک ہوگئی ہے تم میں اور آسمان کی خبر
میں۔ الا کسی نئی چیز سے۔ پھر جاؤ دنیا کے
مشرقوں اور اسکے مغربوں میں۔ پھر دیکھو کیا
یہ چیز ہے جو روک ہوئی ہے تم میں اور
آسمان کی خبروں میں۔ پھر وہ لوٹے دنیا کے
مشرقوں اور اس کے مغربوں کو ڈھونڈتے
ہوئے کہ کیا یہ ہے جو روک ہوگئی ہے
ان میں اور آسمان کی خبروں میں۔ پھر پھرے
یہ لوگ جو متوجہ ہوئے تھے تہامہ کی طرف
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور وہ
نخلہ میں تھے ارادہ کرتے ہوئے جانے کا
سوق عکاظ کی طرف اور وہ نماز پڑھ رہے
تھے اپنے اصحابوں کے ساتھ فجر کی۔ پھر
جب انہوں نے قرآن سنا اور اس کو خوب
سنا تو انہوں نے کہا یہ قسم اللہ کی روک ہوا

يصلي باصحابه يصلون بصلاته ويسجدون بسجوده قال تعجبوا من طواعية اصحابه له قالوا لقومهم لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا هذا حديث حسن صحيح +

سے تم ہیں اور آسمان کی خبر میں کہا پھر اسی جگہ سے وہ لوٹے اپنی قوم کی طرف پھر اُنہوں نے کہا اے ہماری قوم بیشک ہم نے سنا قرآن عجیب ہدایت کرتا ہے اچھی طرف پھر ہم ایمان لے آئے
اُس پر اور ہم نہ شریک کریں گے اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو پھر اُتاری اللہ برکت والے بڑے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قُلْ اُوحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ اور صرف جو وحی بھیجی گئی تھی وہ جنوں کی بات تھی - اور انہیں راویوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ بات جنوں کی اُن کی قوم کے لئے یہ تھی - لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا - ابن عباس نے کہا کہ اُن کا یہ کہنا اس لئے تھا کہ اُنہوں نے دیکھا آنحضرت صلعم کو اور اُن کے اصحاب کو نماز پڑھتے ہیں آنحضرت کی نماز کے ساتھ اور سجدہ کرتے ہیں آنحضرت کے سجدہ کے ساتھ تو اُنہوں نے تعجب کیا آنحضرت کے ایمان کے اصحاب کی اطاعت سے تو اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا - لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا - یعنی جب کھڑا ہوا بندہ اللہ کا کہ عبادت کرے اُس کی قریب تھا کہ ہو جاویں اُس پر جماعت +

باوجودیکہ یہ ایک حدیث ہے اور وہی اُس کے راوی ہیں جو بخاری کی حدیث کے راوی ہیں اور ان دونوں حدیثوں میں جو وہ جگہ اختلاف ہے جس کو ہم بیان کریں گے اور وہ اختلاف صرف لفظی ہی نہیں ہے بلکہ ایسا اختلاف ہے جس سے بہت کچھ مطلب بدل جاتا ہے - اور وہ اختلاف یہ ہیں +

بخاری	ترمذی
۱ - + ...	۱ - قال ما قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجن ولا رآهم +
۲ - فرجعت الشياطين +	۲ - فرجعت الشياطين الى قومهم +
۳ - قال ما حال بينكم وبين خبر السماء +	۳ - فقالوا ما حال بيننا وبين خبر السماء +
۴ - الا ما حدث +	۴ - الا من حدث +

٥- فانظروا ما هذا الأمر الذي حدث ✦	٥- فانظروا ما هذا الذي حال بينكم وبين خبر السماء ✦
٦- فانطلقوا فضربوا مشارق الأرض ومغاربها ✦	٦- فانطلقوا يضربون مشارق الأرض ومغاربها ✦
٧- ينظرون ما هذا الأمر الذي ✦	٧- يبتغون ما هذا الذي ✦
٨- فانطلق الذين توجهوا نحو تهامة ✦	٨- فانصرف أولئك النفر الذين توجهوا نحو تهامة ✦
٩- بنخلة وهو عامد إلى سوق عكاظ ✦	٩- وهو بنخلة عامدا إلى سوق عكاظ ✦
١٠- تسمعوا له ✦	١٠- استمعوا له ✦
١١- فقالوا هذا الذي حال بينكم وبين خبر السماء ✦	١١- فقالوا هذا والله الذي حال بينكم وبين خبر السماء ✦
١٢- فهنالك رجعوا إلى قومهم ✦	١٢- قال فهنالك رجعوا إلى قومهم ✦
١٣- وقال الله تعالى ✦	١٣- فأنزل الله تبارك وتعالى ✦
١٤-	١٤- وهذا الإسناد عن ابن عباس قال قول الجن لقومهم لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا قال لما رأوه يصلي وأصحابه يصلون بصلاته ويسجدون بسجوده قال تعجبوا من طواعية أصحابه له قالوا لقومهم لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا ✦

١- یعنی ترمذی میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں پر قرآن نہیں پڑھا اور نہ اُن کو دیکھا۔ مگر بخاری میں یہ جملہ نہیں ہے ✦

٢- ترمذی میں ہے کہ یہ شیاطین پھر سے اپنی قوم کے پاس گئے مگر بخاری میں اپنی قوم کے پاس نہیں ہے ✦

۳- بخاری میں لفظ قال ہے جس کی ضمیر بظاہر راوی کی طرف پھرتی ہے اور اگر کوئی لفظ مقدر مانو تو شیطان کی طرف پھیرو۔ مگر ترمذی میں لفظ قالوا ہے۔ یعنی شیاطین کی قوم نے کہا کہ کیا چیز روک ہے تم میں اور آسمان کی خبر میں +

۴- بخاری میں ہے۔ کہ کوئی چیز نئی پیدا ہوئی ہے اور ترمذی میں ہے کہ نئی چیز پیدا ہونے سے ہے +

۵- بخاری میں ہے پھر دیکھو کہ کیا یہ بات ہے جو پیدا ہوئی ہے اور ترمذی میں ہے پھر دیکھو کہ کیا ہے یہ جو روک ہے تم میں اور آسمان کی خبر میں +

۶- بخاری میں ہے پھر وہ گئے اور چلے زمین یعنی دنیا کے مشرقوں اور اُس کے مغربوں میں۔ ترمذی میں ہے پھر وہ گئے چلتے زمین یعنی دنیا کے مشرقوں اور اُسکے مغربوں میں +

۷- بخاری میں ہے دیکھو کہ یہ کیا بات ہے۔ ترمذی میں ہے۔ کہ ڈھونڈھو یہ کیا ہے +

۸- بخاری میں ہے۔ قال پھر اُس کی ضمیر میں مشکل پڑی ظاہر میں یہ ہے کہ راوی نے کہا۔ ترمذی میں لفظ قال نہیں ہے بلکہ یوں ہے۔ کہ پھر پھرے وہ گروہ جو متوجہ ہوئے تھے تہامہ کی طرف +

۹- بخاری میں ہو کا لفظ مؤخر ہے اور ترمذی میں مقدم +

۱۰- بخاری میں تسمعوا کا لفظ ہے۔ اور ترمذی میں استمعوا +

۱۱- ترمذی میں واللہ کا لفظ قسم ہے اور بخاری میں واللہ کا لفظ نہیں ہے +

۱۲- پھر وہ وہاں سے پھرے مگر ترمذی میں لفظ قال ہے جس کی ضمیر بظاہر راوی کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی راوی نے کہا کہ پھر وہاں سے پھرے +

۱۳- بخاری میں و نزل اللہ تعالےٰ ہے اور ترمذی میں ہے و نزل اللہ تبارک و تعالیٰ +

۱۴- اخیر طولانی عبارت ترمذی میں ہے بخاری میں نہیں ہے +

یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ احادیث بالمعنی بیان ہوئی ہیں نہ بالتلفظ اور اس لئے نہایت شبہ رہتا ہے۔ کہ راوی اوّل نے کیا بیان کیا تھا اور رفتہ رفتہ اسمیں کیا تغیر و تبدل ہو گیا۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو اس قسم کے حالات میں جو قصص سے

متعلق ہیں صرف قرآن مجید کے لفظ پر منحصر رہنا چاہئے۔ اور اُن قصّوں کی پیروی کرنے سے بچنا چاہئے۔ جو کتب حدیث وتفاسیر وسیر میں مندرج ہیں +

حدثنا علی بن حجر نا اسمٰعیل بن ابراہیم عن داؤد عن الشعبی عن علقمۃ قال قلت لابن مسعود ہل صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجن منکم احد قال ما صحبہ منا احد ولکن افتقدناہ ذات لیلۃ وھو بمکۃ فقلنا اغتیل استطیر ما فعل فبتنا بشر لیلۃ بات بہا قوم حتی اذا اصبحنا وکان فی وجہ الصبح اذا نحن بہ یجیٔ من قبل حراء فذکروا لہ الذی کانوا فیہ فقال اتانی داعی الجن فاتیتہم فقرأت علیہم قال فانطلق فارانا اثارھم واثار نیرانہم قال الشعبی وسالوہ الزاد وکانوا من جن الجزیرۃ فقال کل عظم لم یذکر اسم اللہ علیہ یقع فی اید یکم اوفر ما کان لحما وکل بعرۃ اوروثۃ علف لدوابکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تستنجوا بہما فانہما زاد اخوانکم من الجن ھذا حدیث حسن صحیح +

جنّوں ہی کے متعلق ایک حدیث ترمذی میں آئی ہے۔ پہلے راوی ابن مسعود ہیں۔ اُن کے بعد علقمہ ہیں اور علقمہ سے شعبی نے روایت کی ہے اور اُن سے داؤد نے۔ علقمہ نے کہا۔ کہ میں نے ابن مسعود سے پوچھا کہ لیلۃ الجن میں تم میں سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اُنھوں نے کہا کہ نہیں ہم میں سے کوئی نہ تھا۔ لیکن ہم نے ایک رات آنحضرتؐ کو کھو دیا تھا۔ وہ مکہ میں تھے۔ پھر ہم نے کہا۔ کہ کوئی دھوکا دیکر اُن کو پکڑ لے گیا پھر ہم نے نہایت مصیبت کی رات جو کسی قوم پر گذری ہو بسر کی یہاں تک کہ جب ہم نے صبح کی یا صبح ہونے لگی کہ ہم اُنکے پاس تھے وہ آتے تھے حرا کی طرف سے پھر ہم نے اُن سے کہا جو ہم پر ہوا تھا۔ راوی نے کہا پھر فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جنّوں کا ایلچی میرے پاس آیا۔ پھر میں انکے پاس گیا۔ پھر اُنکے سامنے قرآن پڑھا راوی نے کہا پھر وہ گئے اور ہم کو اُن کے یعنی جنّوں کے نشان اور اُن کے الاؤ دکھائے (راستے میں آگے اس حدیث میں ابن مسعود کا بھی نام چھوڑ دیا ہے اور علقمہ کا بھی نام چھوڑ دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ) شعبی نے کہا۔ کہ اُنہوں نے اُن سے خوراک کا سوال کیا اور وہ تھے جزیرہ کے جن۔ پھر کہا (غالباً قال کی ضمیر اُسی طرف پھرتی ہے جس طرف سالواہ کی ضمیر راجع ہے یعنی آنحضرتؐ کی طرف) تمام ہڈیاں جن پر نام خدا کا نہیں لیا گیا تمہارے ہاتھ لگیں گی بہت زیادہ ہوں گی گوشت سے اور اونٹنیوں کی تمام مینگنیاں اور گوبر تمہارے

چارپایوں کا چارہ ہے۔ پھر فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت استنجا کرو اُن دونوں
سے کہ وہ دونوں خوراک ہیں تمہارے بھائیوں کی جو جنوں میں سے ہیں +

ممکن ہے۔ کہ کسی جزیرے کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہوں
اور آپ اُن کے پاس تشریف لے گئے ہوں اور آنحضرت نے نشان کسی قافلہ کے
ٹھہرنے کے جو مثل انسانوں کے ہوتے ہیں دکھائے ہوں اور رفتہ رفتہ راویوں
کے خیال میں جن چھا گیا تھا اُس سے اُنھوں نے اُن لوگوں کو جن مزعومہ و مظنونہ
سمجھ ہو گو کہ قافلہ کے نشان صریح انسانوں کے قافلہ پر دلالت کرتے ہیں لیکن آدھی حدیث
میں جو دو اصلی راویوں کو چھوڑ کر شعبی سے روایت لکھی ہے اُس پر کیونکر اعتقاد ہو سکتا
ہے اور جو کچھ شعبی نے بیان کیا ہے وہ ایک عام مشہور بات تھی جس کو اُس نے حدیث
سے ملا دیا۔ قدیم سے لوگ خیال کرتے ہیں کہ جن ہڈیاں اور گوبر کھاتے ہیں۔ تعجب یہ
ہے کہ اُنکے اجسام کو نہایت لطیف ہوائی ناری مانتے ہیں اور اُن کی خوراک یہ کچھ
پس ایسے قصص و حکایات ہرگز اس قابل نہیں ہیں۔ کہ قرآن مجید کی تفسیروں میں شامل
کئے جاویں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوں۔ واقسم باللہ ان
ذاتہ الشریف بری عن مثل ذلک المھفوات +

حدیث کی کتابیں نہایت قابل ادب ہیں اُن کے جامعین نے ایک طرح سے نہایت
احسان کیا ہے کہ احادیث کے جمع کرنے میں اس قدر محنت کی ہے مگر اُن کا ایسا کرنا قرن
اوّل کے صحابہ کرام کے برخلاف ہوا۔ بہرحال اُنھوں نے جو کچھ کیا نہایت نیک نیتی اور
محبت اسلام سے کیا۔ وہ خود بھی نہایت بزرگ اور قابل ادب تھے۔ مگر یہ سمجھنا چاہیئے
کہ اُن کی حدیثیں مثل قرآن مجید کے بری عن السھو والخطا ہیں۔ معہذا اُن بزرگوں نے
حتی المقدور راویوں کے ثقہ اور معتبر ہونے پر حدیث کی صحت کا مدار رکھا ہے مگر اُس کی
صحت کی پڑتال میں درایت سے کام نہیں لیا۔ اور یہ باریک بات تھی یا تو مخالفین مذہب اسلام
کی نظر سے چوک گئی ہے یا قصداً اُنھوں نے اُس کو ترک کر دیا ہے اور احادیث و روایات
کے استدلال سے مذہب اسلام پر اعتراض کئے ہیں۔ اس میں کسی قدر خطا مسلمانوں کی ہے
کیونکہ اصول حدیث میں حدیث کی صحت تسلیم کرنے کو درایت کو قائم کیا ہے۔ مگر افسوس
کہ اُس پر عمل بہت ہی کم کیا ہے۔ پس حدیثوں پر استدلال کرنے میں لازم ہے۔ کہ

مدینہ کی طرف تھا۔ اور وہ چار شخص تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ اور ابوبکر۔ اور عامر بن فہیرہ۔ مولیٰ ابی بکر۔ اور عبد اللہ بن ارقط۔ اُن کا گوا یعنی راہنما +

اس قسم کی تمام روایتیں محض نامعتمد ہیں۔ افواہی بے اصل باتیں جیسے کہ اس زمانہ میں بھی مشہور ہوتی ہیں۔ اسی طرح اُس زمانہ میں بھی بہت سی بے اصل باتیں مشہور ہوتی تھیں جن کو اہل سیر نے بطور روایت اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے +

سیرت ابن اسحق ان تمام قصوں کی جڑ ہے۔ اور اُس میں بھی بہت سے اشعار مختلف قصوں پر لکھے ہیں۔ وہ سب مصنوعی اور بنائے ہوئے ہیں۔ میزان اعتدال ذہبی میں لکھا ہے کہ ابوبکر شیبانی نے اپنے باپ سے سُنا۔ کہ وہ کہتے تھے۔ میں نے محمد بن اسحق کو دیکھا۔ کہ وہ شاعروں کو حدیثیں دیتا تھا۔ اور وہ اُن پر شعر کہدیتے تھے۔ اور ابوبکر خطیب بغدادی نے کہا ہے۔ کہ روایت کی گئی ہے۔ کہ ابن اسحق شعرائے وقت کے پاس مغازی کے اخبار بھیجتا تھا۔ اور اُن سے چاہتا تھا۔ کہ اُس کے لئے شعر کہدیں۔ پس تمام قصّوں میں جو اشعار مندرج ہیں وہ ہرگز اُس زمانہ کے جس کے وہ قصّے ہیں اور اُن لوگوں کے جن کے وہ قصّے ہیں نہیں ہیں بلکہ مصنوعی ہیں جو اُن کے نام سے اُن قصّوں میں لگا دیئے ہیں +

ابوبکر بن ابی داؤد حدثنی ابی ثنا بن ابی عمر الشیبانی سمعت ابی یقول رایت محمد بن اسحق یعطی الشعراء الاحادیث یقولون علیہا الشعر وقال ابوبکر الخطیب روی ان ابن اسحٰق کان یدفع الی شعراء وقتہ اخبار المغازی ویسئلھم ان یقولوا فیہا الاشعار لیلحقہا بہا ۔ میزان الاعتدال ذہبی +

تمت

ن

اردو ترجمہ کتاب

فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام

یعنی

مکاتبات حضرت امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم اللہ تعالےٰ سے جنت کیلئے التماس کرتے ہیں۔ اور جہنم سے اُس کی پناہ مانگتے ہیں۔ اُس کے شکر وسپاس کی کوئی حد نہیں۔ وہ شکر جو صدیقوں کے مطلب کا انتہائی درجہ ہے۔ اور طالبوں کے مقصد کا آخری مرتبہ ہے۔ اور تمام متحیروں کی راہ ہے۔ اور وہ شکر جس کی کوئی انتہا نہیں۔ خاص اس ذات احد کے لئے ہے۔ جس کے لئے نہ آغاز ہے نہ انجام وہ ذات حق جس کا شکر تمام کتابوں کی زینت ہے۔ اور اہل بہشت کے دعوے کی انتہا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ جس کی رحمت و مہربانی اور تقرب اُسی کے فضل سے ہے۔ اور عذاب کی تیزی اور سختی کی جزا اسی کے عدل سے ہے۔ تمام خلقت کی باگ اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور تمام سالکان راہ کے کام کا سرانجام اسی کی عنایت میں ہے ؂

صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی و منقبت اس کی محبت برگزیدگی میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں کا کمال فضل و مرتبہ سے مخصوص ہونا خدا اُسی کی عنایت سے ہے۔ حضرت ابابکر رضی اللہ عنہ کا صدق، حضرت عمر رضی اللہ

عنہ کا عدل، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اسی کی حکمت و مشیت سے ہے۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

چونکہ اللہ تعالےٰ کی عنایت امام زمان و مقتدائے جہان امام الائمہ حجۃ الاسلام محمد ابو الحامد غزالی رحمہ اللہ تعالےٰ برضوانہ۔ اللہ تعالےٰ بہشت بریں اُسے عنایت فرمائے۔ اور اپنی بخشش میں اُسے ڈھانپ لے، کے حق میں ظاہر ہوئی۔ اسی واسطے آپکا دل انوار الٰہی کا مقام بنایا۔ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ کیا وہ شخص جس کا بہرہ خدا نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔ وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر ہے۔

آپکا سینہ آب حکمت کا چشمہ اور اسرار شریعت کا خزانہ تھا۔ آپکے اقوال بے نظیر جواہرات اور دُر یتیم کی سیپی تھے آپ کے الفاظ آب زلال سے بڑھکر میٹھے اور معانی سحر حلال سے بڑھکر دقیق تھے ؎

در نظر چوں لفظ او الزام کردے خصم را — گر بدی گردوں نہادی گردن آں الزام را

معان کالعیون یبلین سحرا

والفاظ موردۃ الخدود

اس کے معانی جادو بھری آنکھوں کی طرح ہیں، اور اس کے لفظ گلاب کے چہرے کی طرح ہیں۔

اس لئے سب نے اپنے درد کی شفا آپکے کلام سے پائی۔ اور اپنی بیماری کا علاج وہیں سے طلب کیا۔ اور تریاق اکبر کی تفصیل جو کہ زہر قاتل مثلاً کفر۔ شرک۔ حسد۔ بخل۔ ریا۔ خود پسندی اور اور بُرے اخلاق کا دور کنندہ ہے، آپکے اشاروں پر فرمائے لفظوں۔ اور معنوں سے حاصل کی۔ اور سرخ گندھک جو کیمیائے سعادت ہے آپکی تصانیف میں پائی۔ اس کیمیا کا مغز اور معنوں کا لب لباب آپ کے خطوط سے پایا جو آپ نے مختلف اوقات میں لکھے ہیں۔ جن میں ہر وقت اور ہر کام کے لئے تنبیہ کی ہے۔ آپکے حال کی کیفیت یہ تھی کہ رستے کے سالک شغل کے طالب۔ صاحب مرض۔ اور اہل حاجت ہر وقت آپ کی وصیتوں اور کتابوں اور خطوط کیلئے بڑے درجہ

کی پرستش کیا کرتے تھے۔ تاکہ انہیں پناہ پیشوا بنائیں۔ اور خود بہرہ ور بنیں اور
اُس کے سبب سے سعادت ابدی حاصل کریں اور نفسانی خواہشات سے خلاصی پائیں
اور اسے ظاہری آنکھ کا سرمہ اور باطنی بصارت کا نور بنائیں۔ آپ کے یہ رسائل پراگندہ
اور متفرق تھے۔ سو میں نے رستے کے سالکوں کی رسم کی کفایت اور حاجت کی روک
کے لئے اور دینی حق اخوت ادا کرنے کے واسطے اور اس صدر سعید کے کلام سے
یمن و تبرک ڈھونڈھنے کی خاطر مضبوط رسی کا سہارا لیتے ہوئے سلسلہ رحم کو محفوظ
رکھتے ہوئے۔ جو کچھ مجھے پراگندہ اوراق سے ملا اُسے جمع کر کے اُس کا نام۔

فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام

رکھا۔ اور اُسے پانچ باب پر منقسم کیا۔ اللہ تعالےٰ سے التجا ہے کہ توفیق کو رفیق بنائے اور
سعادت کو مددگار۔ تاکہ یہ مجموعہ ختم ہو جائے ✽

باب اول

اُن خطوط میں جو بادشاہوں سے آپ کے نام موصول ہوئے یا آپ کی
طرف سے بادشاہوں کی طرف لکھے گئے ✽

باب دوم

ان خطوط میں جو وزرا کی طرف لکھے گئے

باب سوم

جو سلطنت کے امرا اور بزرگوں کی طرف لکھے گئے

باب چہارم

جو دین کے فقیہوں اور اماموں کی طرف لکھے گئے

باب پنجم

ان فصلوں کے بیان میں جن میں متفرق نصیحتیں درج ہیں ✽

باب اوّل

اُن خطوط میں جو بادشاہوں سے آپ کے نام موصول ہوئے یا آپ کی طرف سے بادشاہوں کی طرف لکھے گئے

جن دنوں صدر سعید حجۃ الاسلام اللہ تعالےٰ آپ کو اپنی رضامندی سے معزز کرے نے آغاز ترقی میں جب کہ شہر نیشاپور میں طالب علمی کیا کرتے تھے۔ اپنے تعلیق اصول کا خلاصہ بنا کر اور انہیں ترتیب دیکر کتاب کی صورت میں لکھ کر اس کا نام "المنخول من تعلیق الاصول" رکھا۔ اور اسی کتاب کے اخیر میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی برائیاں کے دس کاغذ در بارہ کتاب طہارت، نماز، غصب، سرقہ اور قصاص وغیرہ جو آپ کو برے معلوم ہوئے تھے جمع کئے۔ تو جب اہل رائے کی ایک جماعت نے ان کاغذوں کو دیکھا۔ تو اُن کے حسد اور تعصب کی رگ جوش میں آئی۔ اُن کی دیکھا دیکھی امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے چند اصحاب بھی اُن سے متفق ہوئے۔ اور آپ (حجۃ الاسلام) پر بڑے بھاری عیب لگائے چنانچہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ حجۃ الاسلام نے امام ابو حنیفہؒ کے حق میں طعن و قدح کی ہے اور ان کی برائیاں جمع کی ہیں۔ اور یہ کہ حجۃ الاسلام کسی طرح بھی اسلام کے معتقد نہیں۔ بلکہ ان کا اعتقاد تو فلسفیوں اور ملحدوں کا سا ہے۔ چنانچہ اپنی تمام کتابیں انہیں کی باتوں سے پر کر دی ہیں۔ اور بری بری جھوٹی باتیں شرع کے اسرار میں ملا دی ہیں ؛

چنانچہ اللہ تعالےٰ کو وہ نور حقیقی لکھتے ہیں حالانکہ یہ مذہب مجوس کا ہے۔ جو حق تعالےٰ کو نور و ظلمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان علما نے مشکوٰۃ الانوار کے چند کلمات تغیر و تبدل کر کے بادشاہ کے پیش کئے۔ اور ایک مغربی کو اشارہ کیا اور ساتھ ہی کہا کہ حجۃ الاسلام نے امام مالکؒ اور قاضی ابو بکر باقلانی کے حق میں

بے جا طعن کی ہے۔ قاضی ابوبکر یہ سُن کر آپ کے حق میں بُرا بھلا کہنے لگا۔ اور اُس نے امراؤ وزراء اور ارکین دربار کے خیالات و تصورات کو فاسد کر دیا۔ کیونکہ جو سنتا ہے اس کے اعتقاد میں خلل آہی جایا کرتا ہے۔ اس واسطے بادشاہ بھی ناراض ہو گیا اور آپ کو تکلیف دینے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اُسی وقت ایک آدمی کے ہاتھ جناب حجۃ الاسلام کو بلوا بھیجا۔ لیکن آپ نے حاضر خدمت ہونے سے معافی مانگی۔ اور چند عذر لکھ بھیجے۔ وہ خط ذیل درج کیا جاتا ہے:۔

حجۃ الاسلام کا خط ملک الاسلام کے نام

اللہ تعالے ملک الاسلام کو دنیاوی سلطنت سے برخوردار کرے اور پھر عاقبت میں بادشاہی عنایت فرمائے۔ جس کے مقابلے میں تمام روئے زمین کی بادشاہی حقیر اور مختصر ہے۔ کیونکہ اصلی بادشاہی آخرت کی بادشاہی ہے۔ وجہ یہ کہ روئے زمین کی سلطنت زیادہ سے زیادہ مشرق سے مغرب تک ہے اور انسانی زندگی دنیا میں بالعموم سو سال سے زیادہ نہیں۔ تمام روئے زمین کی بادشاہی اُس بادشاہی کے مقابلہ میں جو اللہ تعالے کسی کو آخرت میں عنایت کرے۔ ایسی ہے جیسے ڈھیلا اور اُس کی گرد۔ سو ڈھیلے کے مقابلہ میں اُس کی گرد کی کیا حقیقت ہے اور سو سال کے عرصہ کی ازل و ابد کے مقابلہ میں کیا ہستی۔ اِس لئے اس زندگی پر دل شاد نہیں ہونا چاہیئے۔ جس طرح آپکا سلسلہ نسب اور دولت و اقبال بلند ہے۔ اسیطرح آپ بلند ہمت بنیں اور اللہ تعالے سے آخرت کی بادشاہی کے سوا کسی اور چیز پر قناعت نہ کریں۔ سو یہ بات تمام اہل جہان کے لئے دشوار ہے۔ لیکن مشرق کے ملک کے لئے آسان۔ کیونکہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ عادل بادشاہ کا ایک دن کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ جب اللہ تعالے نے آپ کو ایسی سلطنت کا ساز و سامان دے رکھا ہے۔ کہ جو بات دوسرا ساٹھ سال میں کر سکتا ہے۔ آپ ایک دن میں کر سکتے ہیں۔ تو اس سے بڑھکر کیا دولت و اقبال ہوگا +

دنیا کا حال جیسا کہ ہے سُنو۔ اگر وہ تمہاری تنگ ہو اور یا حقیر ہو جائے۔ وہ

یہ کہ اس کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا سنہری کوزہ لیکن زوال پذیر ہوتی
اور آخرت مٹی کا کوزہ لیکن زوال پذیر نہ ہو۔ تو عقلمند اس باقی رہنے والے مٹی کے کوزہ
کو زیادہ پسند کریگا۔ سو دنیا جو کہ مٹی کا کوزہ ہے اور ساتھ ہی زوال پذیر بھی ہے
اور آخرت سنہری کوزہ بھی ہے اور بے زوال بھی تو پھر ایسی صورت میں عقلمند کیونکر
دنیا اختیار کریگا۔ اور ایسی مثالوں کو پیش نظر رکھیگا۔ آج کل یہ حالت ہو رہی ہے
کہ ایک گھڑی کا عدل سو سال کی عبادت کے برابر ہے۔ آپ طوس کے لوگوں پر
رحم کریں۔ کیونکہ انہوں نے بہت سے ظلم و ستم برداشت کئے ہیں۔ کھیتی باڑی سردی
اور قلت باراں کے سبب تباہ ہو گئی ہے۔ سو سال کے درخت بھی جڑ سے خشک
ہو گئے ہیں۔ دیہاتیوں کے پاس صرف چمڑا ہی چمڑا رہ گیا ہے۔ یا کچھ بھوکے
ننگے بال بچے سو وہ معہ بال بچوں کے گرم تنور میں رات بسر کرتے ہیں۔ اب اس پر
رضامند ہے کہ تیرے عامل و کارندے ان کے چمڑے بھی اُدھیڑ ڈالیں۔ اگر ان سے
اس وقت کچھ مانگو گے تو وہ سب بھاگ جائینگے۔ اور پہاڑوں میں ہلاک ہو جائینگے
اِس صورت میں وہ چمڑا تمہاری گردن کے لئے وبال ہو جائیگا۔

اے شاہِ اسلام! واضح رہے کہ میری عمر کے ترپن سال گذر چکے
ہیں۔ چالیس سال تک میں علم کے سمندر میں غوطہ زنی کرتا رہا۔ اور اس مرتبہ پر پہنچا۔
کہ بہت سے اہل زمانہ کے لئے میرے کلام کی سمجھنا دشوار ہو گیا۔ سلطان شہید
کے عہد حکومت میں میں نے بیس سال گذارے اور اس کی بدولت میں نے
اصفہان اور بغداد میں بہت کچھ اقبال پایا اور چند مرتبہ سلطان اور امیر المومنین
کے بین ایلچی کا کام کیا۔ قریباً ستر کتابیں علوم دین میں تصنیف کیں۔ پھر دنیا کو
جیسا دیکھا تھا اور اچھی طرح پہچان لیا۔ پھر سب کو چھوڑ چھاڑ کر کچھ مدت
بیت المقدس اور مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
کے مشہد پر عہد کیا۔ کہ میں نہ کبھی کسی بادشاہ کی خدمت میں جاؤنگا اور نہ
کسی بادشاہ کا مال لونگا۔ اور نہ ہی مناظرہ اور تعصب کرونگا۔ بارہ سال سے
اس عہد کو نباہ رہا ہوں۔ مجھے امیر المومنین اور تمام بادشاہ دریں بابت معاف
ہی کرتے آئے ہیں۔

اب میں نے سنا ہے کہ مجلس عالی سے ارشاد ہوتا ہے کہ میں آپ کی خدمت
میں حاضر ہو جاؤں۔ میں حسب الحکم مشہد رضا میں آ گیا ہوں۔ یہ شہر قابل اور محفوظ
رہنے میں دوسرے شہروں کی طرح نہیں آیا۔ اور میں اس شہر کو یاد کرتا ہوں کہ شیخ کے
بیٹے شفیق ہو۔ تاکہ اللہ تعالے تمہیں دنیاوی سلطنت میں اپنے آباؤ اجداد سے بھی
ترقی دے۔ اور آخرت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے درجے کو پہنچائے۔ جو
بادشاہ بھی تھے اور پیغمبر بھی۔ اور اللہ تعالے تمہیں اس بات کی توفیق دے۔ کہ تم علماء
اور ائمہ علیہم السلام کی حرمت کو محفوظ رکھو۔ اور اس تارک الدنیا اور اللہ تعالے کی طرف
مائل کو پریشان نہ کرو۔ مجھے خیال ہے کہ تمہیں یہ بات میرے مجلس میں آنے کی نسبت
بہت زیادہ پسندیدہ اور مقبول ہے۔ کیونکہ مناظرہ و تعصب بے فائدہ ہے۔ اگر کلام
حق کی خاطر کیا جائے تو پسندیدہ ہے۔ میں بھی حاضر ہوں۔ لیکن اگر اس کے
خلاف ہے تو میں اپنا عہد توڑنا نہیں چاہتا۔ شاہی حکم جس میں مجبوری ہو اس کی
اطاعت ضروری۔ مجھے آنے میں انکار نہیں۔ اللہ تعالے تمہاری زبان و دل
پر ایسی بات جاری کرے کہ قیامت کے دن شرمندہ نہ ہونا پڑے اور دنیا میں
اس سے اسلام کو ضعف و شکستگی نہ ہو ؛ فقط ؛

جب یہ خط سلطان اسلام کے پیش کیا گیا۔ تو اس کا عقیدہ جو موجودہ علمائے
دین نے بنا دیا تھا فسخ ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ میں نے اسے ضروری دیکھنا ہے چونکہ
وہ مشہد مقدس میں آ گیا ہے۔ اور لشکر گاہ بیرون میں ہے۔ جہاں سے کوئی بڑا
فاصلہ نہیں۔ اس لئے اس کا آنا آسان ہے۔ اسے ضروری لانا چاہیئے۔ تاکہ
میں اسے دیکھوں اور اس کی باتوں کو سنوں۔ اور اس کے اعتقاد کو معلوم کروں
اور حاسدوں اور متعصبوں کو جھڑک و تنبیہ کروں۔ انہی متعصبوں کی جماعت
میں ایک بڑا جید عالم بھی شامل تھا۔ وہ سب لشکر گاہ میں جمع ہوئے اور کہنے لگے
اسے زبردستی حاضر کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہم اس سے مناظرہ کریں۔ اور اس کی باتیں
سنیں۔ اور وہ اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرے۔ لیکن اسے بادشاہ کے
پاس نہ جانے دیں۔ اور نہ وہ اپنی صورت شکل اور کلام سے بادشاہ کو اپنی طرف
کر لیگا۔ اسی اثنا میں طوس کے علما کی ایک جماعت لشکر گاہ میں گئی۔ اور ایک

مجلس منعقد کر کے اس میں حجۃ الاسلام کے متعصبوں کو بلایا گیا۔ طوس کے علما نے کہا۔ کہ ہم حجۃ الاسلام کے شاگرد ہیں۔ اگر کسی شخص کو کسی قسم کا شبہ ہو۔ یا کوئی مشکل پیش آگئی ہے تو ہم اسے رفع دفع کرنے کے لئے حاضر ہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ تم میں اس قدر قابلیت نہیں کہ تم حجۃ الاسلام سے مناظرہ کر سکو۔ تمہیں تو ان کے شاگردوں سے مقابلہ کی تاب نہیں۔ جب انہوں نے سُنا۔ تو آگ بگولہ ہو گئے۔ دوبارہ جا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ حجۃ الاسلام ناموسی ہے۔ اور اس کی ناموسی اس وقت ظاہر ہوگی۔ جب ہم سے مناظرہ کریگا +

سلطان الاسلام نے معین الملک کو کہا۔ اسے قائل مجبور کر کے میرے روبرو لانا چاہیئے۔ تاکہ مناظرہ کرے۔ ہم یا تو مناظرہ سُنیں گے۔ یا معافی مانگ کر بڑی تعظیم و تکریم سے وداع کرینگے۔ پس معین الملک نے ایک شخص کو مشہد میں بھیجا اور اُس کے ہاتھ حجۃ الاسلام کو پیغام بھیجا کہ آپ کو بالضرور آنا پڑیگا۔ آپ حسب الحکم لشکرگاہ میں آئے۔ اور معین الملک کے مکان میں بیٹھے رہے۔ جو بعد میں آپ کو بادشاہ کے پاس لے گیا۔ جب بادشاہ نے آپ کو دیکھا۔ تو تعظیم کیلئے سروقد کھڑا ہو گیا۔ اور بغل گیر ہو کر تخت کے ایک کنارے بٹھا لیا۔ آپکے بدن پر قدرے کپکپی آئی۔ ایک قاری آپ کے ساتھ۔ اسے فرمایا ہاں اس نے قرآن شریف سے یہ آیت پڑھی۔ الیس اللہ بکاف عبادہٗ کیا پروردگار اپنے بندے کیلئے کافی نہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ کہتے ہی وہ خوف بالکل جاتا رہا۔ اور آپنے سلسلہ کلام شروع کر کے حسب ذیل تقریر کی +

وہ تقریر جو امام حجۃ الاسلام نے ملک الاسلام کے رُوبرُو کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ +

ملک الاسلام باقی رہے۔ بادشاہوں کی مجلس میں علمائے اسلام کی عادت اور رسم یہ ہے کہ چار قسم کی تقریر کرتے ہیں یا دعا۔ یا ثنا یا نصیحت یا بلندی درجات

لیکن میری عادت ہے کہ میں تاریک رات میں خلوت کے اندر دست بدعا ہوتا ہوں۔ اور یادگار راتیں ہیں مناجات کرتا ہوں۔ اور اسے بھی بہتر جانتا ہوں۔ کیونکہ جو کچھ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس میں ریا پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں دکھلاوے کا کام منظور نہیں +

رہی ثنا سو اس مجلس کی ثنا ایسی ہے۔ جیسے آفتاب اس بات سے بالکل بے نیاز ہے۔ کہ انگلی کے اشارہ سے اس کی بلندی اور روشنی دکھلائی جائے جب جمال بدرجہ غایت ہو تو مشاطہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ ثنا سے مقصود کام کا اعلے جتانا ہے ایسی بارگاہ کو کیونکر اعلے جتایا جائے۔ کہ جہان میں کسی کو بلندی حاصل ہے اسی بارگاہ سے ہے +

رہی نصیحت و عرض حاجت کرنا۔ سو نصیحت ایسی ولایت ہے جس کا منشور سوائے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے نام نہیں نکلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ترکت فیکم واعظین صامتا و ناطقا الصامت الموت والناطق القرآن میں نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں۔ ایک خاموش دوسرا بولنے والا۔ سو خاموش موت ہے اور بولنے والا قرآن شریف ہے +

اب دیکھو کہ جو خاموش ہے وہ زبان حال سے کیا کہتا ہے اور جو بولتا ہے وہ زبان مقال سے کیا کہتا ہے۔ خاموش (موت) یہ کہتی ہے کہ جو پیدا کئے گئے ہیں انہیں واضح رہے کہ میں تمہاری گھات میں ہوں۔ اچانک میں تم پر حملہ کرونگی۔ نہ پہلے سے کوئی قاصد بھیجونگی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میرے کام کی نمود پائداری اور عمل دیکھو۔ تو کیا میں نے تم سے نہیں کہدیا تھا کہ میں تم سب سے کیا کرونگی۔ بادشاہوں کو چاہئے کہ تمام بادشاہوں سے گذر نہ جائیں۔ اور امرا امرا سے گذر نہ جائیں +

سلطان ملک شاہ۔ الپ ارسلان۔ اور طغرل بیگ رحمہم اللہ تعالے خاک تلے سے زبان حال سے کہتے ہیں اور منادی کرتے ہیں۔ کہ اے بادشاہ! اے آنکھوں کی ٹھنڈک!! اے فرزند عزیز!!! خبردار اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ ہم پر کیا بیتی اور ہم نے کس قدر خوفناک کام دیکھے۔ تو تو ایک رات بھی سیر ہو کر نہ کھائے۔ اور اپنی خواہش کے مطابق کوئی چیز نہ پہنے۔ تیری رعیت میں ایک شخص بھی بھوکا اور ننگا نہیں رہنا چاہئے۔ تیرا کوئی خزانہ ایسا نہیں جو قیامت کو تجھے دکھلایا نہیں جائیگا

اور کوئی ایسا عمل نہیں جو تیرے پیش نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ قرآن مجید کی نصیحت ہے
فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۝ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ - پس
جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا اُس کا اجر بھی اُسے مل جائیگا۔ اور جو شخص ذرہ بھر شرارت
کریگا۔ وہ بھی اُس کا بدلہ پائیگا۔ جو کچھ تم چاہتے ہو کرو۔ لیکن یاد رکھو۔ ذرہ ذرہ
دیکھ لوگے ؛

حدیث میں ہے کہ دن رات کی چوبیس گھڑیاں ہیں۔ سو چوبیس گھڑی کے
اعمال بندے کے پیش کئے جائینگے۔ اوّل ایک بلند اور روشن کوٹھری اُس کے پیش
کرتے ہیں جو عبادت کی گھڑی ہوتی ہے اس وقت وہ ایسا خوش ہوتا ہے کہ اسے آٹھوں بہشت تحفہ سے
معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُسے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی خوشخبری دیجاتی ہے۔
دوسرے ایک خالی کوٹھڑی اس کے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ گھڑی غفلت و خواب و ربنہ
میں مشغول ہونے کی ہے۔ اس وقت حسرت اور افسوس اس قدر اس کے دل پر طاری
ہوتے ہیں جنکی کوئی انتہا نہیں۔ کہ کیوں یہ گھڑی پہلی گھڑی کی طرح نہ گذری۔ ایک
کوٹھڑی اُس کے پیش کی جاتی ہے جو تاریکی سے پُر ہوتی ہے۔ وہ نافرمانی کی گھڑی
ہوتی ہے۔ اِس وقت اُس کے دل میں اس قدر خوف آتا ہے کہ بے اختیار پکار اٹھتا
ہے۔ کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا ؛

بادشاہ سلامت! تم نے دنیاوی مال و دولت اور لشکر و خزانہ جمع کر لیا کیا
آخرت کے لئے بھی کچھ کیا ہے۔ اگر نہیں تو یہ چیزیں آخرت کے مقام اور اُس کی
موت کے اندازہ کے مطابق جمع کر۔ دنیاوی موت تو جس قدر ہے ظاہر ہے ممکن ہے
کہ ایک دن یا ایک دم سے زیادہ نہ ہو۔ لیکن آخرت کی مدت کی کوئی انتہا نہیں۔ اگر
ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کا چینا بنا دیا جائے۔ اور ایک پرند کو کہا جائے کہ ہر
ہزار سال کے بعد ایک دانہ سے زیادہ نہ کھانا۔ تو یہ دانے ختم ہو جائینگے لیکن ابد
میں کچھ کمی نہ آئیگی۔ خزانہ موت کے موافق جمع کرنا چاہئے ؛

نیز واضح رہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کا گذر دوزخ میں نہ ہو۔ جو شخص دنیا
سے ایمان سلامت لیجائیگا۔ اُسے بھی ایک ساعت ضرور رہنا پڑیگا جس کی مقدار
دنیاوی سات ہزار سال کے برابر ہوگی۔ جب ایمان کی سلامتی والوں کی یہ حالت ہے تو

دوسروں کی کیا حالت ہوگی۔ نیز اس بات کی فکر کر۔ کہ ایمان ایک درخت ہے جو اطاعت کا پانی پیتا ہے۔ اور جس کی جڑ عدل سے قائم رہتی ہے۔ اور دشمن ذکر حق سے مضبوط ہوتی ہے اگر اُسے اس قسم کی تربیت نہ دیجائے۔ تو مرجھا جاتا ہے۔ اور جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ میری ایک نصیحت یاد رکھنا۔ وہ یہ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہمیشہ زبان پر کہنا لیکن اُسے کوئی سُننے نہ پائے۔ بلکہ ذکر کرتے رہنا۔ خواہ تو شکارگاہ میں ہو یا تخت پر خواہ خلا میں خواہ ملا میں ایک گھڑی بھی اس سے غافل نہ ہونا۔ کیونکہ اسی سے دین پکا ہوتا ہے۔

نیز اگر عذاب آخرت سے خلاصی چاہتا ہے تو یاد رکھ سوال قیامت سے خلاصی نہیں ہوتی۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ تم میں سے ہر ایک نگہبان و چرواہا ہے۔ اور ہر ایک سے اُس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائیگا اگر تجھے سیاست میں کہ کہیں کہ اپنے بندوں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والوں کو تیری رعیت بنایا اور تجھے چند ایک چارپائے دئے لیکن تو ہمہ تن چارپایوں میں دلبستہ رہا۔ کہ جہاں کہیں چراگاہ پائی۔ وہیں انہیں لے گیا۔ اور انکی خوب پرورش اور غور پرداخت کی۔ مگر ہمارے بندوں سے غافل رہا۔ کیوں تو نے ہمارے بندوں سے زیادہ اپنے چارپایوں کو عزیز رکھا۔ اور ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ ایک مومن شخص کی عزت کرنا ہماری بارگاہ میں کعبہ کی حُرمت سے بڑھکر ہے۔ اس سوال کا کیا جواب دوگے!

حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ ایک درویش کا اونٹ اندھیری رات میں گم ہوگیا۔ آپ اُس کی تلاش میں ننگے پاؤں پھرتے اور فرماتے تھے۔ لو ترک جرب علی سیفتہ الفرات و لم یطلاء بالدھن لمسئول عنہا یوم القیامۃ اگر فرات کے کنارے خارشی اونٹ چھوڑا جائے اور اُسے تیل نہ ملا جائے تو قیامت کے دن اُس کی نسبت ضرور پوچھا جائیگا۔

آپ کو آپکے وصال کے بارہ سال بعد ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپ عمدہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کوئی کسی کام سے فارغ ہوتا ہے۔ اُس نے پوچھا یا امیر المؤمنینؓ! اللہ تعالےٰ نے آپسے کیا سلوک کیا۔ فرمایا مجھے دنیا سے کتنا عرصہ ہوا ہے؟ عرض کیا بارہ سال۔ فرمایا ابھی تک میں

حساب میں تھا۔ اور اگر اللہ تعالےٰ مجھ پر بخشش نہ کرتا تو میرا کام سخت پرخطر تھا +
جب یہ حالت اس شخص کی ہے جسے لوگ خلقت میں سب سے عادل یقین کرتے ہیں۔ تو اپنی حالت کا اندازہ خود کر لو۔ اور میں کو تو بڑی لمبی چوڑی نصیحت کرتا ہوں لیکن آپ کو ایک مختصر ایک مختصر سی تختی لکھ کر آپ کے روبرو رکھتا ہوں۔ اس تختی کو دیکھ کر اپنے والد مرحوم کی خصلت اختیار کریں۔ مثلاً اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ آپ کے والد فلاں گاؤں سے دام لیا کرتے تھے۔ آپ دس دانگ لیں۔ تو فی الفور کہدیں کہ میں یہ زیادتی کیوں کروں۔ اگر وہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتا تھا۔ تو میں کیوں نہ ڈروں۔ اگر وہ عاقل تھا اور نیک نام اور رعیت کی خوشنودی چاہتا۔ تو میں کیوں عقلمند بنکر اس بات کی خواہش نہ کروں۔ اگر یہ کہیں کہ آپ کی ولایت میں مثلاً یہودی ہیں۔ ان کو ملک بدر کر دو۔ تو ان سے یہ پوچھیں کہ میرے باپ کے عہد میں وہ کہاں رہا کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ اسی ملک میں۔ تو پھر فرمائیں کہ جو قاعدہ میرے والد نے مقرر کیا ہے۔ میں اسے کیوں توڑوں +
واضح رہے کہ جو شخص اپنے والد کے قاعدے اور طریقے پر کاربند نہیں ہوتا وہ عدل و انصاف میں عاقل نہیں ہوتا۔ اور عاقبت میں اسے بہشت نہیں ملتی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ پانسو سالہ راہ سے بہشت کی بو سونگھ لے +
بادشاہ سلامت! آپ اللہ تعالےٰ کی نعمت کا شکر بجا لائیں۔ کہ نعمتیں چار ہیں۔ ایمان۔ اعتقاد درست۔ خوبصورتی اور فعل نیک۔ سو ان میں سے ایک تمہارے اختیار میں ہے۔ اور باقی تین ہدیہ الٰہی ہیں۔ اور اسی کے اختیار میں ہیں جب اللہ تعالےٰ نے وہ تینوں آپ کو عنایت فرمائی ہیں۔ تو آپ چوتھی یعنی فعل نیک سے کیوں دریغ کرتے ہیں۔ اگر فعل نیک اختیار نہ کرینگے تو گویا ان تین کی ناشکر گزاری کرینگے +
اے نئی دولت والو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری دولت دائم قائم اور پائدار ہو تو دولت ازلی کی کوشش کرو۔ کیونکہ تمہارا ملک ایک نہیں ہے بلکہ دس ہیں ایک یہ ملک خراسان۔ اور یہ زمین و آسمان میں سے ایک ملک ہے۔ جو آپ کی ملکیت میں ہے قیامت کے دن سب کو اس کے ساتھ ملا کر مقام سیاست میں آپ سے پوچھینگے کہ تم نے

نعمت کا حق کیونکر ادا کیا۔ کیونکہ بادشاہوں کے دل الٰہی خزانہ ہؤا کرتے ہیں کہ دنیا
میں جو عذاب ثواب ہوتا ہے۔ وہ بادشاہوں کے دلوں کے وسیلہ سے ہوتا ہے
اللہ تعالےٰ فرمائیگا۔ کہ میں نے اپنا خزانہ تمہیں سونپا اور تمہاری زبان کو اس خزانہ کی
کنجی بنایا۔ اِس خزانہ میں امانت سے کام لیا۔ یا خیانت سے۔ جو شخص ایک مظلوم
کے حال کو پوشیدہ رکھیگا۔ وہ گویا اس خزانہ میں خیانت کرتا ہے؛

کان وحصر کر سنو! کہ دولت کو ختم شدہ اور روز قیامت کی شرمندگی کو
باقی خیال کرو۔ اب حاجت کا عرض کرنا سو یہ دو طرح کی ہوتی ہے ایک عام
دوسری خاص ان میں سے عام یہ ہے کہ طوس کے باشندے ہوش باختہ اور پریشان
رہے ہیں۔ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سردی کی شدت اور بارش کی قلت سے
تباہ ہو چکا ہے۔ جو درخت سو سو سال کی عمر کے تھے۔ وہ بھی خشک ہو چکے ہیں
اُن کی حالت پر رحم کریں تاکہ اللہ تعالےٰ آپ پر رحمت کرے۔ مومنوں کی پیٹھ اور
گردن بھوک کی بلا و محنت سے ٹوٹ گئی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو جو آپ کے
چوپاؤں کی گردن گھٹنوں سے نہ ٹوٹے؛

حاجت خاص یہ ہے کہ میں نے بارہ سال ہوئے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے
اور خلقت سے روگردانی۔ فخر الملک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر فرمایا تھا کہ نیشاپور جانا
چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ آج کل کے لوگ میری باتوں کو برداشت نہیں کرینگے کیونکہ
اِس زمانہ میں جو شخص سچ بات کہتا ہے انسان تو درکنار در و دیوار اس کے دشمن
بنجاتے ہیں۔ اِس لئے میں نے دنیا دنیاداروں کے سپرد کر دی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا
نہیں بادشاہ خود عادل ہے۔ اور علاوہ بریں میں خود مدد معاون رہونگا؛

آج یہ نوبت ہے کہ جو باتیں میں سنتا ہوں اگر خواب میں دیکھ لیتا تو ضرور کہتا
کہ یہ خواب پریشان ہے لیکن جو کچھ علوم عقلی کے متعلق ہے اگر اس پر کوئی اعتراض کرے
تو تعجب نہیں۔ کیونکہ میرے کلام میں ایسی غرابات و مشکلات بہت ہیں۔ جن کی سمجھ کسی کو
نہیں آ سکتی لیکن اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اُس کی شرح کرنے اور دوسرے
کے ذہن نشین کرنے کے لئے ہر وقت مستعد ہوں اور اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں
ایسا کرنا میرے لئے بہت سہل ہے۔ لیکن یہ جو کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

کے حق میں طعن کیا ہے یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جو طالب غالب۔ مدرک۔ مہالک نفع و نقصان پہنچانے والی ہے۔ اور جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں امام ابوحنیفہ معانی فقہ کے حقائق میں امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواص ترین اشخاص سے ہیں۔ اور جو شخص اس کے علاوہ کچھ اور میرے عقیدہ یا میرے خط یا الفاظ سے بیان کرتا ہے۔ وہ جھوٹ کہتا ہے۔ میرا عقیدہ وہی ہے جو احیاء العلوم میں سیرت سما کے شروع میں بیان کیا ہے۔ اور اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ حال معلوم ہو جائے۔ میری غرض و حاجت یہ ہے کہ مجھے نیشاپور۔ طوس اور شہروں کی تدریس سے معاف رکھا جائے تاکہ میں سلامت رہوں۔ کیونکہ یہ زمانہ میری باتوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔

ملک الاسلام کا جواب

جب امام حجۃ الاسلام مذکورہ بالا تقریر کر چکے۔ تو ملک الاسلام نے یہ جواب دیا کہ ہمارے لئے یہ ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خراسان اور عراق کے تمام علما جمع ہوں۔ تاکہ آپ کے کلام کو سنیں۔ اور آپ کے اعتقاد کا علم انہیں بھی ہو جائے۔

اب یہ التماس ہے کہ یہ تقریر جو آپ نے فرمائی ہے۔ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے ورود پر دیں۔ اور ہم اس کے متعدد نسخے مختلف ممالک میں بھیجیں تاکہ آپ کی آمد کی اطلاع سب کو ہو جائے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم علما کے کیسے معتقد ہیں۔ لیکن تدریس سے معاف رکھنا ممکن نہیں۔ فخر الملک ہمارا نوکر تھا۔ جو آپ کو نیشاپور لے گیا۔ ہم آپ کے لئے مدرسے بنوائیں گے۔ اور حکم دیں گے کہ علماء اسلام ہر سال ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مشکلات کو حل کرائیں۔ اور اگر کسی کو آپ سے اختلافات ہیں۔ تو وہ سر کے بل آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اپنے شکوک رفع کرائے۔

جب ملک الاسلام نے آپ سے یہ درخواست کی کہ مذکورہ بالا تقریر اپنے دست مبارک سے لکھیں۔ تو آپ لشکر گاہ سے شہر طوس میں تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت تمام اہل طوس آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ اور اس دن جشن عظیم منایا گیا اور نچھاور کیا گیا۔ آپ نے اس تقریر کو اپنے دست مبارک سے لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ شکار سے واپس آ کر بادشاہ کو وہ تقریر لکھی ہوئی سنائی گئی۔ بادشاہ

نے شکار کا کچھ حصہ آپ کو بھیجا۔ اِس کے عوض آپ نے نصیحت الملوک تصنیف فرمائی۔ اور بادشاہ کی خدمت میں ارسال فرمائی۔ یہ مختلف قسم کی نصیحتوں کے بارے میں ایک نہایت بلیغ کتاب ہے۔ اور اِس میں عدل و انصاف کی تحریص و ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس کتاب کی پشت پر اپنے دستِ مبارک سے ایک جز ولکھی۔ جس میں ملک الاسلام کے لئے نصیحت تھی۔ ایسا اتفاق ہوا کہ سنہ ۴۹۹ ہجری میں آپ کو تکلیف دی گئی۔ حالانکہ اِس سے پہلے بارہ سال آپ گوشہ نشینی میں بسر کر چکے تھے۔ محض علم کی بجا آوری کے لئے مذکورہ بالا باتیں کیں۔

جب آپ نہایت عزت و احترام سے طوس میں وارد ہوئے۔ تو متعصب آپ کو لشکرگاہ میں دیکھ کر شرمندہ ہوئے۔ لیکن پھر شورش کی۔ اور کچھ لوگ جمع ہو کر آپ کی خدمت میں آئے۔ اُس وقت آپ خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ سے کہنے لگے کہ ہمیں آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ اگر اجازت ہو تو پوچھ لیں۔ آپ نے اجازت دی۔ تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کس کے مذہب پر ہیں۔ آپ نے فرمایا معقولات میں مذہب برہان ہے اور وہ جس پر عقلی دلیل صادق آسکے۔ لیکن شرعیات میں میرا مذہب قرآن شریف ہے۔ اماموں میں سے میں کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ نہ شافعی کا مجھ پر حصہ ہے نہ ابو حنیفہ کا حق۔ جب اُنہوں نے یہ بات سُنی تو اپنا سامنہ لیکر چلے گئے پھر چند ایک الفاظ جن پر انہیں اعتراض تھا۔ لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجدئے آپ نے اُن کا جواب فی الفور لکھ کر اُنکی طرف بھیجدیا۔

وہ مسائل یہ تھے

امام آئمہ حجۃ الاسلام اِن لوگوں کے جواب میں کیا فرماتے ہیں۔ جو مشکوٰۃ الانوار اور کیمیا میں کے بعض کلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ مثلاً یہ بات کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عوام کی توحید ہے۔ اور لاھو الا ھو خاص کی توحید ہے۔ اور یہ بات کہ نور حقیقی خدا ہے۔ اور یہ انسان کی رُوح اس جہان میں مسافر ہے اور اصل میں عالم علوی سے ہے اور اس کو شوق بھی اسی جہان کا ہے۔ بظاہر یہ عقیدہ فلسفیوں اور نصاریٰ کا ہے اور اِس قسم کی باتیں ہیں۔ جن کو تشریح کی ضرورت ہے تاکہ دشمنوں کے اعتراض باقی نہ

نہ رہیں۔ اور ان باتوں کی اصلیت سے واقف ہو جائیں ؛

اِس کے جواب میں آپ نے لکھا

اللہ تعالےٰ ہی سے توفیق ہے۔ واضح رہے کہ سوال کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسی طبیب سے کسی عارضہ کی شکایت کرتا ہے۔ اور جواب دینا ایسا ہے۔ جیسے شفائے بیمار کے لئے کوشش کرنا۔ جاہل لوگ بمنزلہ بیماروں کے ہیں۔ کیونکہ اُن کے دل بیمار ہوتے ہیں اور علما طبیب ہیں۔ ناقص عالم طبابت کے لائق نہیں۔ اور عالم کامل صرف اس جگہ طبابت کرتا ہے۔ جہاں شفا کی امید ہوتی ہے۔ لیکن اگر مرض پرانا ہو اور بیمار بے عقل تو لائق طبیب کا کام ہے کہ اُسے کہدے کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔ اس کا علاج کرنا محض تضیع اوقات ہے ؛

جہالت کے بیمار چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم علاج پذیر ہے باقی تین لاعلاج :-

اوّل وہ شخص جس کا اعتراض حسد پر مبنی ہو۔ اور حسد ایک دائمگیر مرض ہے جس کا علاج ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے اعتراض کا جواب جس قدر اچھا اور صاف صاف ہوگا۔ اتنا ہی اس کا غصہ بڑھیگا۔ اور حسد کی آگ اس کے اندر بھڑک اٹھیگی اِس لئے اس کا جواب ہی نہیں دینا چاہئے ؎

کل العداوة قد یرجی اماتتہا

الا عداوة من عاداک من حسد

اور تو ہر قسم کی عداوت کے دور ہونے کی امید ہو سکتی ہے لیکن جو بوجہ حسد ہو اس کے دُور ہونے کی اُمید نہیں ہو سکتی، پس اس کی تدبیر یہی ہے کہ اسے اسی مرض میں مبتلا رہنے دیا جائے۔ اور اس سے منہ پھیر لیا جائے ؛

جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہے فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیٰوة الدنیا ذٰلک مبلغہم من العلم جن لوگوں نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی ہے تم ان سے مُنہ پھیر لو۔ اور وہ محض دنیاوی زندگی پر مست ہیں۔ اور یہی ان کا مبلغ علم ہے، حاسد جو کچھ کرتا ہے وہ اپنے خرمن میں ہی آگ لگاتا ہے

والحسد یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔ پس وہ قابل رحم ہے۔ نہ قابل مجادلہ و خصومت ؛

دوسری قسم کے بیمار وہ ہیں جنکی بیماری حماقت اور بے عقلی کی وجہ سے ہو۔ یہ بھی علاج پذیر نہیں۔ حضرت عیسے علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے رہے۔ لیکن احمق کے معالجہ سے عاجز رہے۔ اور وہ یہ اشخاص ہیں جنہوں نے علوم عقلی میں عمر صرف نہیں کی اور اس شخص پر اعتراض کرتے ہیں۔ جس نے ساری عمر ان میں صرف کی ہو۔ اور اتنا بھی نہ جانتا ہو۔ کہ جو اعتراض ایک عام آدمی کے دل میں آیا ہے۔ وہ ایک عالم کے دل میں نہیں گذرا یہ بات قابل غور ہے کہ عالم نہ جانے اور ایک عام شخص جانے۔ تمام فقیہ۔ ادیب۔ مفسر۔ محدث اور طرح طرح کے علوم میں مشغول اشخاص علوم عقلی میں بمنزلہ عامی ہیں اور بہت سے متکلم بھی ایسے ہی ہیں۔ کہ گو انہوں نے علم کلام پڑھا تو ہے لیکن اس کی تحقیق و تدقیق اور چھان بین نہیں کی۔ جب ان کے اعتراض قابل توجہ نہیں تو پھر ان لوگوں کے اعتراض جنہوں نے دوسرے علوم میں بھی توجہ نہیں کی کس طرح قابل توجہ ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ درج ہے۔ اس نکتہ کی ٹھیک تنبیہ ہے۔ اگر عام آدمیوں میں سے کوئی شخص کشتی کو سوراخ کرنے تو اس پر اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی عالم کامل کرے۔ تو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یتیموں کے مال کی حفاظت جیسے عام جانتے ہیں ویسے ہی عالم لیکن عالم اس کے علاوہ کچھ اور بھی جانتا ہے۔ جو اس علم کے لحاظ سے جائے انکار نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کی معرفت اور ربوبیت اور آسمان و زمین کی مخلوق کی شناخت جولاہے کے کام سے کم نہیں۔ اگر کوئی شخص تمام روئے زمین کے علم پڑھے اور تمام ہنر سیکھے لیکن جولاہے کا کام نہ سیکھے تو اسے مناسب نہیں کہ جولاہے پر اعتراض کرے۔ بلکہ اگر جولاہے کے بارے میں اس کے دل میں اعتراض پیدا ہو۔ اسے اپنا ہی قصور سمجھے۔ جب اتنی عقل نہیں۔ تو اس سے روگردانی کرنی چاہیئے اور اس کا جواب نہیں دینا چاہیئے ؛

تیسری قسم کا بیمار وہ ہے جو نیکی کا طالب ہو۔ اور جو کچھ اس کی سمجھ میں نہ آئے اسے اپنے علم کا قصور سمجھے اور اعتراض نہ کرے بلکہ حقیقت حال کا

چاہے۔ اور سوال محض اس واسطے کرے کہ اسے سیدھی راہ ہاتھ آ جائے۔ مگر ساتھ ہی کُند ذہن ہو۔ اور اس کا فہم علوم کی باریکیوں کے سمجھنے سے قاصر ہو۔ ایسے شخص کے جواب میں بھی مشغول نہیں ہونا چاہیئے +

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نحن معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم ہم انبیا کا گروہ اس کا حکم دئے گئے ہیں کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کی مقدار کے موافق کلام کریں +

اس کے یہ معنی نہیں کہ راستی کے برخلاف ان سے کلام کریں بلکہ یہ ہیں کہ جو کچھ اُن سے کہیں۔ اُسے وہ سمجھ سکیں۔ اور جس کو وہ سمجھ نہیں سکتے وہ ان سے بیان ہی نہ کریں۔ بلکہ اسے تنبیہ کریں کہ یہ تیرا کام نہیں۔ کیونکہ اگر کہا جائیگا تو سوائے انکار اور جھگڑنے کے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ واذ لم یھتدوا بہ فسیقولون ھذا افک قدیم بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم تاویلہ جب وہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ یہ قدیمی افترا ہے بلکہ جب اُس کی تاویل کی جاتی ہے تو سمجھ میں نہ آنے کے باعث جھٹلانے لگتے ہیں، کا اشارہ ایسے ہی لوگوں کی طرف ہے +

چوتھی قسم کا بیمار وہ ہے کہ جو راہ راست کی طلب بھی کرتا ہو۔ اور علاوہ بریں عقلمند اور تیز فہم ہو۔ اور اس کی عقل غالب ہو۔ یعنی وہ غضب۔ شہوت۔ اور مال و مرتبہ کی محبت کا مغلوب نہ ہو۔ صرف اس قسم کا مریض علاج پذیر ہے۔ اس کے واسطے ان مسائل کا جواب لکھا جاتا ہے۔ وہ بھی اس کی سمجھ کے مطابق۔ پس اگر تم دیکھو کہ کسی شخص کو اس جواب سے شفا حاصل نہیں ہوئی۔ تو تعجب نہ کرنا کیونکہ وہ ضرور پہلی تین قسم میں سے ہوگا اور خلقت کا بہت سا حصہ انہیں تین پر مشتمل ہے۔ چوتھی قسم کے مریض عزیز الوجود اور شاذونادر ہوا کرتے ہیں +

یہ جو مسئلہ مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ عوام کی توحید ہے اور لا ھو الا ھو خواص کی توحید ہے۔ اس پر دو اعتراض ہو سکتے ہیں:۔

ایک یہ کہ لا الٰہ الا اللہ پر طعن ہے اور یہ اس کی کمی کا اشارہ ہے۔ اور یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام خلقت کی سعادت ہے اور تمام مذہبوں اور ملتوں کا

قاعدہ اور اصل ہے ؛

دوسرا اعتراض یہ ہو سکتا ہے لَا هُوَ اِلَّا هُوَ متناقض معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ استثنا عین مستثنیٰ منہ ہے۔ ایک ہی چیز مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونو کیونکر ہو سکتی ہے۔ سو پہلا اعتراض جسے تم اعتراض خیال کرتے ہو۔ کہ وہ طعن و نقصان کے درپے میں ہے۔ اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں غلطی خیال کی ہے یہ غلط ہے۔ بلکہ اس کے معنی وہی ہیں جو عام طور پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اور تمام مومن اسمیں شریک ہیں۔ کیا ناقص کیا کامل۔ اور کیا خاص اور کیا عام۔ بلکہ یہودی اور ترسا بھی یہی کہتے ہیں۔ عیسائی جو کہتے ہیں۔ ثالث ثلثہ۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تین ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایک ہے۔ ذات کے لحاظ سے ایک ہے لیکن صفت کے لحاظ سے تین۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ واحد بالجواھر یۃ ثلث بالاقنومیۃ یعنی بلحاظ ذات ایک ہے اور بلحاظ صفت تین۔ اقنوم کے معنی صفات کے ہیں اس کا سمجھنا طویل ہے لَا هُوَ اِلَّا هُوَ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ کے تمام معنی مضمر ہیں لیکن اس میں زیادتی ہے جو سوائے خواص کے کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ عوام لوگ اس کی سمجھ سے قاصر ہیں۔ مگر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے معنی عام لوگ بھی سمجھ سکتے ہیں ؛

فصل۔ اب جب کہ تم کو معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اس بات کے معنی توحید کے مختلف درج ہیں۔ واضح رہے کہ توحید کے کئی درجے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سب سے سمجھ سکتے ہیں۔ وہ ایک چھلکا ہے جسکی حقیقت ہے اور وہ بمنزلہ مغز ہے جس کا اور مغز در مغز ہے۔ اسے اخروٹ سے تشبیہ دے سکتے ہیں کہ اس کا ایک چھلکا سخت ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر ایک نرم چھلکا ہوتا ہے۔ اس کے اندر مغز ہوتا ہے۔ اور مغز کے اندر مغز یعنی روغن۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ توحید کے درجوں کا فرق معلوم کرو تو سنو۔ اس کا پہلا درجہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ صرف زبانی کہنا ہے جس میں دلی اعتقاد شامل نہیں۔ اس میں تمام منافق بھی شریک ہیں۔ یہ توحید کی بھی حرمت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے دنیاوی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ یعنی اس کا مال و جان دونو محفوظ رہتے ہیں اور اس کے بال بچے بھی ؛

دوسرا درجہ اس کے معنوں کا معتقد ہونا ہے لیکن شناخت حقیقی کے بغیر محض تقلید سے

اس میں عوام الناس شامل ہیں۔ چونکہ تحقیق کے نزدیک ہے اس واسطے اس میں دونوجہان کی سعادت پائی جاتی ہے۔ چونکہ تمام انبیا کی تصدیق اسی سے ہوئی ہے۔ اس لئے ایسے لوگ اہل نجات ہیں۔ اس جہان میں بھی اور اُس جہان میں بھی۔ گو انہیں اہل معرفت کی سی سعادت حاصل نہیں ہوتی ؛

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کلمہ کے معنی دلیل و برہان سے تحقیق کئے جائیں حتیٰ کہ اس طرح شناخت کریں۔ جیسے تیرہ ۱۳۔ انتالیس ۳۹ کا تیسرا حصہ۔ حسابی دلیل سے اسیطرح بذریعہ برہان حق سبحانہٗ تعالےٰ کی وحدانیت معلوم ہو جائے۔ ایسے آدمی کی طرح نہ ہو جو خود تو حساب نہیں جانتا۔ لیکن کسی سے سُن رکھا ہے۔ کہ تیرہ ۱۳۔ انتالیس ۳۹ کا تیسرا حصہ ہوتا ہے۔ اور صرف تقلید سے اُس کی تصدیق کرتا ہے ؛

یہ ان تینوں درجوں میں فرق ہے پہلا صاحب مقال دوسرا صاحب عقیدہ۔ تیسرا صاحب معرفت ہے لیکن ان تینوں میں سے کوئی بھی صاحب حالت نہیں۔ صاحب احوال اور ہوا کرتے ہیں۔ اور صاحب معارفت اقوال اور ؛

چوتھا درجہ یہ ہے۔ کہ عارف ہونے کے علاوہ صاحب حال بھی ہو یعنی سوائے ایک کے اس کا کوئی معبود نہ ہو۔ جس پر حرص و ہوا غالب ہے۔ اس کا معبود حرص ہوا ہے ؛

چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ کیا تو اس شخص کو نہیں دیکھتا۔ جس نے حرص ہوا کو معبود بنا رکھا ہے ،

معبود وہ ہے جس کی پرستش کی جائے اور اسی کے خیال میں رہیں اور اس کے بندے بنجائیں۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ فلاں خربندہ ہے اور فلاں شکم بندہ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”تعس عبد الدرھم وتعس عبد الدینار“۔ درہم و دینار کے بندے کے لئے ہلاکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی کا بندہ فرمایا جس کے خیال میں ہے۔ اور جس کی طلب کرتا ہے پس جس شخص نے حرص ہوا اور خواہش کو زیر کر لیا ہے اور وہ فرمان حق پر چلتا ہے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی اسی سے راست آتے ہیں۔ اور اس کی توحید حالت بھی ہوتی ہے۔ اور مقالت بھی۔ اگر اس کی یہ حالت نہیں تو وہ اس کلمہ کے مقصود

سے محروم ہے۔ اور جو شخص اس میں زبان کا کہنا اور دل کا اندیشہ ہی ہے۔ خواہ یہ کلمہ درست ہی ہو۔ پھر بھی وہ اس کلمہ میں جھوٹا ہے۔

جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یَزَالُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رافعًا عن الخلق عذاب اللّٰہ مالم یؤثروا صفقۃ دنیاھم علی صفقۃ دینھم فاذا اثروا ثم قالوا لا الٰہ الا اللّٰہ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ خلقت سے عذاب الٰہی دور کرتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دین کو دنیا پر ترجیح دی جائے۔ اگر دنیا کو دین پر ترجیح دیجائے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کذبتم لستم بھا صادقین تم نے جھوٹ بکا ہے اس بارے میں تم سچے نہیں۔

پس یہ شخص اگرچہ یہ کلمہ کہتا ہے اور اس کے معنی جانتا ہے۔ جب اس کا دلی رُخ دنیا۔ مرتبے اور خواہشات کی طرف ہے۔ اور تمام حالات میں فرمانِ الٰہی نہیں تو وہ اس کلمہ کے بارے میں جھوٹا ہے۔ بلکہ پہلا جھوٹ اس کا یہ ہے۔ کہ جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہونے کے وقت کہتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ تو اُسے کہا جاتا ہے کہ جھوٹ نہ کہہ۔ کیونکہ اگر تیرے دل میں اللہ تعالےٰ کی بزرگی ہوتی۔ تو اس کی فرمانبرداری کرتا نہ کہ شیطان کی۔ اور اُسے مطلب کرتا۔ نہ کہ دنیا اور خواہشات کو۔ اور جب وہ کہتا ہے اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ میں اپنا چہرہ اس کی طرف کرتا ہوں جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ تو اُسے کہا جاتا ہے کہ جھوٹ نہ کہو۔ کیونکہ اگر تیری مراد اس ظاہری چہرہ سے ہے۔ تو تو نے اس کی طرف رُخ نہیں کیا۔ اس واسطے کہ وہ کسی طرف نہیں۔ اور اگر دلی رُخ سے کہتا ہے تو وہ تمہارا دنیا۔ مرتبے۔ مال۔ شان و شوکت اور خواہشات کی طرف ہے۔ پھر تو جھوٹ کیوں کہتا ہے۔ اور یہ بھی ایسے شخص کے سامنے جو تیرے بھید سے واقف ہیں۔ اور جانتا ہے کہ تیرے دل کا چہرہ کس طرف ہے۔ اور جب کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں۔ تب بھی اسے جھٹلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تو درہم و دینار کا بندہ ہے اور جاہ و حشمت کا غلام سو تو ان کی پرستش کرتا ہے۔ عبادت اسی کی ہوتی ہے جس کے خیال میں ہے۔ پس یہ شخص جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے لیکن اس کا حال اور درجہ وہ ہے۔ وہ بیچارہ شخص کہ بغیر ہو سکتا جس نے اپنی تمام خواہشات کو ترک کرنے کی الزام دے

رکھی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

واضح رہے کہ توحید اور معرفت بمنزلہ مسہل ہیں جن کا اصلی مقصد نیرے باطن کو خدا کے روبرو سے صاف کرنا ہے۔ اگر انسان مسہل کھائے۔ اور وہ مسہل اپنا کام نہ کرے تو ایسے مسہل سے شفا اور سلامتی حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر توحید کا مسہل دل میں داخل ہو کر حرص و ہوا کی بیماری کو نہ گھٹائے۔ تو وہ ایسے مسہل کی طرح ہے جو اثر نہیں کرتا۔ یہ شخص اس شخص جیسا کب ہو سکتا ہے۔ جسے توحید نے تمام تعلقات سے الٹ دیا ہو۔ اور ان کی ایک صفت ایک طرف اور ایک معبود بنا دیا ہو۔ گو یہ دونو لا الہ الا اللہ کے اہل ہیں۔ لیکن پھر بھی ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پانچواں درجہ یہ ہے۔ کہ توحید کا یہ مسہل اس کے باطن میں صرف اسی قدر عمل کرے کہ خواہشات کو مغلوب کرے۔ بلکہ حرص و ہوا کو بالکل مٹا دے۔ تاکہ آیندہ وہ شخص کسی کام میں حرص و ہوا کی فرمانبرداری نہ کرے۔ نہ شریعت کے موافق اور نہ اس کے مخالف۔ بلکہ اس کی ایک ہی ہمت ہو۔ اور ایک ہی ارادہ ہو۔ اور اس کی یہ حالت ہو جائے کہ محض اللہ تعالےٰ ہی کی خاطر حرکت و سکون اور کلام کرے۔ اگر روٹی کھائے تو اس واسطے نہ کہ طعام کی لذت حاصل کرے۔ بلکہ اس واسطے کہ طاعت و عبادت کی قوت اس میں آجائے۔ اگر قضائے حاجت کیلئے جائے تو اس واسطے کہ فراغت سے عبادت کر سکے تاکہ رکاوٹ کو دور کرے۔ اور اسے تمیز نہ رہے کہ طعام معدے میں جاتا ہے یا اس سے نکلتا ہے۔ بلکہ دونو کام فراغت اور قوت عبادت کیلئے کرے۔ اگر سوئے تو آرام کی خاطر نہیں۔ بلکہ از سر نو عبادت کیلئے قوت حاصل کرنے کی خاطر۔ اگر نکاح کرے تو شہوت کی خاطر نہیں بلکہ سنتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑھانے کی خاطر۔ تاکہ ان پر فخر کر سکے اس کے تمام حالات کی یہی کیفیت ہونی چاہئے۔ اگر کہے۔ سنے یا دیکھے تو سب کچھ حق تعالیٰ کی خاطر ہو۔ اس درجے اور چوتھے درجے میں فرق بہت بڑا ہے۔ کیونکہ توحید نے اس شخص کو خواہشات سے بالکل نکال نہیں دیا۔ بلکہ صرف شرع کے برخلاف خواہشات سے روکا ہے۔ لیکن اس شخص کو مطلق شہوات سے بری کر دیا ہے۔

چھٹا درجہ یہ ہے۔ کہ توحید اسے پہلے اس کے ہاتھ سے اور پھر جو کچھ جہان میں ہے۔ سب کے ہاتھ سے نکال دے۔ بلکہ اسے آخرت کے ہاتھ سے بھی بالکل اس طرح

نکال دیئے۔ جیسا کہ دنیاوی خواہشات سے اسے نکال دیا ہے۔ اس کی ہمت اور نظر اور راک کے سامنے نہ نفس رہے نہ دنیا و مافیہا بلکہ صرف ذات حق ہی رہے۔ اپنے آپ کو فراموش کر دے۔ بلکہ اللہ تعالٰے کے سوا تمام کو بھول جائے۔ وہ سب سے غائب ہو جائے اور سب اس سے غائب ہو جائیں۔ نہ وہ رہے نہ جہان صرف حق رہ جائے۔ قل اللہ ثمّ ذرھم اس کے حال پر صادق آئے۔ اور کل شیئ ھالک اِلّا وجھہٗ اسے میسر آئے۔ اہل بصیرت اس حالت کو فنا فی التوحید کہتے ہیں کہ سوائے حق کے سب کچھ فانی ہوتا ہے۔ اس طرح کہ اگر اپنی فنا کی طرف خیال کرے۔ تو اس خیال سے حق تعالٰی میں مشغول ہو جس میں اس کے سمجھنے کی طاقت نہیں۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس قسم کی نے عت کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور اپنی توحید کا کمال یہی ہے جو فرمایا ہے۔ لَا یَزَالُ العَبدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوافِلِ حتی احبّہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و لسانہ الذی ینطق بہ۔ جب بندہ نفلوں سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ تو میں اسے محبت کرتا ہوں۔ اور جب میں اُسے پیار کرتا ہوں تو میں خود اس کے کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ پس پانچویں درجے والا خود ہوتا ہے۔ خود کہتا ہے۔ اور خود سُنتا ہے خود دیکھتا ہے لیکن حق کی خاطر نہ کہ اپنی خاطر۔ مگر چھٹے مرتبے والا نہ خود ہوتا ہے نہ خود دیکھتا ہے نہ خود سنتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالٰے کو ان سب میں دیکھتا ہے اور کہتا ہے ما رأیت شیئًا الا و رأیت اللہ عز وجل معہ۔ میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس کے ساتھ اللہ تعالٰے کو نہ دیکھا ہو۔ یہ شخص خود سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں دیکھتا اور کہتا ہے۔ ما اری الّا اللہ و لیس فی الوجود غیر اللہ۔ میں اللہ تعالٰے ہی دیکھتا ہوں اور وجود میں سوائے اللہ تعالٰے کے اور کوئی نہیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ سوائے اللہ تعالٰے کے اور کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہتا ہے کہ سوائے اللہ تعالٰے کے اور کوئی موجود نہیں۔ پس اُس مرد کی توحید اس مرد کی توحید کا ایک جزو ہے۔ کیونکہ اُس نے معبود جزوی کی نفی کی اور اس نے موجودِ جزوی کی نفی کی۔ اور نفی موجود میں نفی معبود زیادہ ہے۔ پس جس طرح اس مرد کے توحید اور توحید کے درجات پوشیدہ ہیں۔ اور ضمنًا اسے حاصل

ہوتے ہیں۔ اسی طرح باقی تمام کی توحید بھی اسے حاصل ہے۔ پس وہ مرد اس مرد خاص الخاص کے مقابلہ میں بمنزلہ عام ہے جس طرح اُس کے مقابل میں بچھلے درجوں والے (چھٹے درجے والے کے مقابلہ میں پانچویں درجے والا عام ہے۔ اور پانچویں درجے کے مقابلہ میں چوتھے درجے والا۔ علےٰ ہٰذالقیاس) توحید کا درجہ کمال یہ چھٹا درجہ ہے اس درجے والوں کو احوالات کے غلبہ کے وقت سُکر کا شبہ ہوتا ہے۔ اور اُس حالت سُکر میں دو قسم کی غلطی کرتے ہیں۔ ایک یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ اتحاد حاصل ہوگیا ہے کہ وہ خود حق بن گئے ہیں۔ اور دو تو ایک ہو گئے ہیں۔ اور دوسرا جانتا ہے کہ اتحاد محال ہے لیکن ساتھ ہی یہ خیال کرتا ہے کہ اتحاد حاصل ہوگیا ہے۔ یعنی حلول ہوگیا ہے۔ اسی واسطے پہلی خیال والا کہنے لگتا ہے۔ کہ میں خدا ہوں اور میں پاک ہوں اور میری شان کیا ہی اعلےٰ ہے۔ "انا الحق" "سُبحانی وَمَا اَعظَمَ شَانِی" جب وہ سُکر صحو سے بدل جاتی ہے تو پھر انہیں معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ تو غلطی تھی۔ کیونکہ حلول تو عرض کو جوہر میں یا جسم کو کسی مجوف جسم میں ہوتا ہے۔ سو یہ دونو حق تعالےٰ کے حق میں محال ہیں۔ اور دو چیزوں کا اتحاد ناممکن ہے۔ اگرچہ دونو ہی محدث ہوں۔ اس واسطے کہ جب متحد ہو جائیں تو تین حالتوں سے خالی نہیں۔ یا دونو موجود ہونگے اگر دونوں موجود ہونگے تو متحد نہ ہونگے یا دونوں معدوم ہونگے۔ تو اس صورت میں دونو نیست ہیں۔ یا ایک موجود ہوا اور دوسرا نیست۔ تو پھر اتحاد کیسا۔ سو توحید کا کمال یہ ہے کہ سوائے ایک کے موجود نہیں نہ یہ کہ سوائے ایک کے معبود نہیں۔ گو یہ بھی درست ہے لیکن اس میں شامل ہے اور اس سے زیادہ +

سوال۔ آپ کہتے ہیں کہ اس میں وہ شامل ہے اور یہ اُس سے زیادہ ہے۔ یہ تو محال اور نامعقول معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آسمان زمین ستارے۔ فرشتے اور شیطان سبھی موجود ہیں۔ پھر اس کے کیا معنی کہ ایک کے سوا اور کوئی موجود نہیں؟

جواب سنو! اگر عید کے دن بادشاہ جنگل میں جاکر اپنے تمام غلاموں کو اپنے جیسے گھوڑے اور ساز و سامان عطا کرے تو جو شخص انہیں دیکھیگا یہی کہیگا۔ کہ دولت مندی میں یہ سب برابر ہیں۔ اور سب کے سب دولت مند ہیں۔ اس کی بات کو وہ شخص تو سچ مانیگا جسے سرکار کی خبر نہیں۔ لیکن جو سرکار سے باخبر ہے وہ کہیگا۔ کہ

بادشاہ نے ان غلاموں کو یہ نعمت مستعار دی ہے۔ جب عید کی نماز پڑھ چکینگے ان سے واپس لے لیگا۔ پس ایسی صورت میں وہ غلام دولتمند نہیں۔ دولتمند تو صرف بادشاہ ہے۔ اور حقیقت میں ہے بھی ایسا ہی جیسا اس نے کہا ہے کیونکہ جس نے کوئی چیز مستعار لی ہے۔ وہ صرف ایک تھوڑے عرصہ کے لئے اس کے پاس ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ چیز اُس کی ہے محض ایک مجازی امر ہے مستعار لینے والا تو درویش ہی ہے۔ در اصل تو انگر تو مستعار دینے والا ہے۔ لیکن جتنا عرصہ وہ درویش کے پاس ہے اتنا عرصہ تو انگری اس سے جدا نہیں۔ اب سمجھ لو کہ تمام چیزوں کا وجود مستعار ہے لیکن چیزوں کی ذات سے نہیں۔ بلکہ حقتعالیٰ سے ہے اور حقتعالیٰ کا وجود ذاتی ہے کسی اور جگہ سے نہیں آیا۔ ہست حقیقت میں وہی ہے باقی تمام چیزیں ہست نما ہیں۔ لیکن جو شخص نہیں جانتا اس کے حق میں عاریتاً ہیں۔ پس جو شخص کام کی اصلیت و حقیقت سے واقف ہے اس پر کل شئ ھالک الا وجہہ اس کے چہرے کے سوا باقی سب چیزیں فانی ہیں۔ عیاں ہے اور ایسا ازل سے ابد تک ہے نہ کہ کسی خاص وقت میں، بلکہ تمام چیزیں ہر وقت جہاں پر اس کی ذات سے معدوم ہیں۔ اور ان کی ہستی ان کی ذات سے نہیں بلکہ ذات حق سے ہے۔ پس یہ موجود مجازی ہے نہ حقیقی۔ پس یہ بات کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں درست ہے۔ جب یہ درست ہے تو "لا ھو الا ھو" بھی درست ہے۔ کیونکہ ھو کا اشارہ موجود کی طرف ہے پس اگر کوئی ایسا موجود ہو۔ کہ اس کے سوا کوئی اور بھی موجود ہو تو اس کے حق میں یہ کہنا درست نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں لا الہ الا ھو کے یہی معنی ہیں۔ اگر کوئی نہ سمجھ سکے تو وہ معذور ہے کیونکہ اسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔

مسئلہ تم نے پوچھا تھا کہ اللہ ھو النور کے کیا معنی ہیں۔ اور نور وہ ہوتا ہے جس کی روشنی اور شعاع ہو:۔

جواب۔ واضح رہے کہ اس کے معنی بھی قرآن شریف میں مرتب کئے گئے ہیں۔ ہر شخص غور و تامل کرے معلوم کر سکتا ہے۔ اگر نور کے یہی معنے ہوتے کہ اس نور کے سوائے محسوس نہ ہوتا جس کی شعاعیں ہوتی ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ قرآن شریف

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نور نہ کہتا۔ اور وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا کے کچھ معنی نہ ہوتے۔ اور نہ یہ فرماتا۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؛

پس واضح رہے کہ نور سے مراد وہ چیز ہے کہ اسے تو نہ دیکھ سکیں لیکن اس کے ذریعے اور چیزوں کو دیکھ سکیں۔ اور یہ اضافت ظاہری جسے بصر کہتے ہیں۔ دل کی بھی آنکھ ہوتی ہے۔ اور اس آنکھ کا بھی نور ہوتا ہے۔ جس طرح ظاہری آنکھیں نور سے دیکھتی ہیں۔ اسی طرح دل کی آنکھیں بھی نور باطنی سے دیکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عقل کو نور کہا گیا ہے۔ قرآن شریف کو نور کہا گیا ہے۔ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو نور کہا گیا ہے۔ اُن کو دل آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور اُن سے دوسری چیزیں دیکھ سکتے ہیں۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے نور کا اطلاق اس کے حق میں بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ظاہری آنکھوں کے نور سے چیزیں دکھائی دیتی ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔ اسی طرح عقل اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن دوسری چیزوں کو دیکھتی ہے۔ پس ظاہری آنکھ کی روشنی اور شعاع اور ہے۔ اور باطنی آنکھ کی روشنی اور چشم باطنی کے لحاظ سے قرآن شریف بھی نور ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی نور ہے۔ جب یہ جائز ہے کہ عقل کو اس واسطے نور کہیں کہ وہ چیزوں کے دکھائی دینے کا سبب ہے۔ چونکہ عقل اور دکھائی دینا دونو اسی سے ہیں۔ تمام ظاہری اور باطنی آنکھیں اسی سے ہیں۔ اس کے دیدار کا ہر ایک ظہور و نور جو جہان میں ہے اِسی سے ہے۔ اس لئے یہ نام اسی پر صادق آتا ہے۔ جب معنی بھی درست ہو گئے۔ اور لفظ بھی کتاب و سنت ہر دو میں آیا تو پھر اس کے یقین کرنے میں کونسی چیز مانع ہے۔ اس امر کی تشریح اس سے زیادہ مشکوٰۃ الانوار میں لکھی گئی ہے۔ اگر لفظ پر اعتراض ہے تو قرآن شریف میں یہ لفظ موجود ہے ؛

چنانچہ فرمایا ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور حدیث میں ہے کہ جب جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج کی بابت پوچھا گیا۔ کہ کیا جناب نے حضرت باری کو بھی دیکھا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نور انی اراہ نور ہے واقعی میں نے دیکھا ہے اگر معنوں پر اعتراض ہے۔ تو اس کی تشریح کر دی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اس کے بعد اگر اعتراض ہے تو شخص

جہالت کی وجہ سے ؛

مسئلہ تم نے پوچھا تھا کہ یہ بات کہ انسانی روح اس جہان میں مسافر ہے اور اس کا شوق عالم علوی کی طرف ہے اس کی بابت کیا رائے ہے کیونکہ یہ نصاریٰ اور فلسفیوں کا قول ہے ؛

جواب۔ واضح رہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ عِیْسٰی رَسُوْلُ اللہِ عیسائیوں کا قول ہے لیکن سچ ہے جھوٹ نہیں۔ اگر باطل آدمی کوئی سچ بات کہے۔ تو محض اس واسطے کہ وہ ایک جھوٹے نے کہی ہے غلط نہیں ہو جاتی۔ یہ جہالت کا انتہائی درجہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے۔ کہ جب کسی سے ایک جھوٹ سرزد ہو تو پھر جو کچھ وہ کہے جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہی ہو تو بدعتی اور کافر اس بات پر قادر نہیں۔ کہ جو کچھ حق بات ہے اس کو مانیں۔ مگر صرف اس ایک بات کو جسے کافر اور بدعتی مانتے ہیں۔ اس طرح تمام سچ باتیں جھوٹ ہو جاتی ہیں لیکن داناؤں کا طریقہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے لَا تعرف الحق الا بالرجال اعرف الحق تعرف اھلہ حق بات آدمیوں سے پہچانی جاتی ہے لیکن حق کو وہی پہچانتے ہیں جو اس کے قابل ہیں۔ پس یہ بات کہ انسانی روح اس جہان میں مسافر ہے اور یہ کہ اصل میں وہ بہشت سے ہے اور اس کا کام فرشتوں کے موافق ہے اور اس کی قرارگاہ اور وطن وہ جہان ہے جسے بہشت اور عالم علوی کہتے ہیں۔ قرآن اور کتاب اس کی دلیل ہے ؛

نیز واضح رہے کہ فلسفی یا نصرانی کے قرار دینے سے باطل نہیں ہو جاتا۔ یہ بات آیات و اخبار کے لحاظ سے ظاہر ہے۔ لیکن از روئے بصیرت جو شخص انسانی روح کی حقیقت سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی خاصیت بارگاہ الٰہی کی معرفت ہے اور اس کی غذا وہ ہے اور جو اس جہان کی نسبت سے وہ وہ ذات باری سے غریب ہے اور رہائشی کے لئے جائز ہے۔ کہ وہ اور اس کے ساتھ ہوئے معرفت الٰہی اور معرفت حضرت ربوبیت کے بغیر تنہا اس کی زندہ رہتی ہے۔ باقی رہتی ہے۔ اور خوش رہتی ہے۔ اس کی تحقیق تشریح احیاء العلوم اور کیمیا سعادت میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ ان کتابوں میں

کرے۔ اگر کوئی شخص دشمنی اور حسد کی وجہ سے نہ دیکھے۔ اور یہ کتابیں اُسے تشفی بخشیں تو اس مختصر سے اُس کی تسلی کیونکر ہو سکتی ہے۔ دشمنی اور حسد کی زبان نہیں کُھلتی۔ اس میں دل لگانے کے کچھ معنی نہیں۔ اگر کوئی شخص اس علم کی حقیقت کا طالب ہے اور اسے کتابوں سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ اور اسے سمجھ نہیں سکتا تو اُسے میرے پاس آکر پڑھنا چاہیئے۔ فالعلم ما یوخذ من افواہ الرجال۔ علم وہ ہے جو آدمیوں کے منہ سے حاصل کیا جائے۔ پانچوں کتابوں میں مَیں نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس کو مَیں برہانِ قطعی سے ثابت نہیں کر سکتا لیکن ایسے شخص کے روبرو کر سکتا ہوں جو سمجھ سکتا ہے۔ اور حسد اور دشمنی کی بیماری سے خالی ہے نہ ایسے شخص کے ساتھ جس کے حق میں کہا گیا ہے۔ انا جعلنا علیٰ قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اذانھم وقرا وتدعھم الی الھدی فلن یھتدوا اذا ابدا۔ ہم نے اُن کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے اس لئے وہ سوچ بچار نہیں کر سکتے۔ ان کے کانوں میں بہرہ پن ہے۔ تم انہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہو لیکن یاد رہے کہ وہ کبھی ہدایت نہیں پائینگے ۔

جو یہ درخواست کی گئی ہے کہ اس قسم کی جو باتیں مشکل ہیں ان کی شرح کر دیتا کہ بخوبی ذہن نشین ہو جائیں۔ سو واضح رہے کہ کسی کتاب میں ایسی بات نہیں جس کی شرح اس کے ساتھ نہ ہو۔ جو سمجھ سکتا ہے وہ وہیں سے سمجھ لے۔ اگر نہیں سمجھ سکتا تو آکر بالمشافہ سمجھ لے۔ جاہل کے اعتراض کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کہ اس کی بنا کس پر ہے۔ اس واسطے اس کا جواب بھی مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ جہالت اور دل کی بیماریوں کے اسباب مختلف اور بیشمار ہوا کرتے ہیں۔ ان میں دل نہیں لگانا چاہیئے اس واسطے کہ اگر اعتراض میں سے کوئی بات محفوظ رکھ سکتا۔ تو قرآن کو محفوظ رکھتا جب جاہلوں کے اعتراض کو قرآن سے رد نہیں کیا۔ کیونکہ جاہلوں کے دلوں میں لاکھوں مشکلیں ہیں جن کا علاج نہیں تو دوسری باتوں کی نسبت یہ امید کرنا محال ہے ؎

ومن یک ذا فم مر مریض
یجد مرا بہ الماء الزلالا

جس کے منہ کا ذائقہ بسبب مرض کڑوا ہوا اُسے میٹھا پانی بھی کڑوا معلوم ہوتا ہے ۔

مسئلہ تم نے پوچھا تھا کہ اس بات کے کیا معنی ہیں۔ کہ ربوبیت کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے۔ اگر یہ بھید سچا ہے تو پھر کفر کیوں ہے۔ اگر جھوٹ ہے تو جھوٹ کے ظاہر کرنے میں ہرج ہی کیا ہے ؛

جواب۔ واضح رہے کہ قوت القلوب میں ابو طالب کی یہ بات بیان کیگئی ہے۔ اور میں نے اس سے پہلے ایک کتاب میں لکھ دی ہے ؛

کسی عارف نے کہا ہے کہ ربوبیت کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے اس کے معنی یہ ہیں۔ یہ ربوبیت کے بھیدوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کو بہت سے آدمی نہیں سمجھ سکتے۔ اسی واسطے سننے والے اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ اور جھٹلا نے لگتے ہیں۔ اسی مطلب کو جناب سرورِ کائنات نے یوں بیان فرمایا ہے۔ نحن معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم ہم انبیا کا گروہ اس بات کا حکم دیئے گئے ہیں۔ کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کریں؛ یہ ایک مثال ہے۔ قدر کے بھید کی روح کے بھید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے ہیں اور جید عالم بھی لیکن بیان اس واسطے نہیں کرتے کہ لوگ انہیں سمجھ نہیں سکتے اس واسطے کفر میں جا پڑتے ہیں ؛

حدیث میں ہے القدر سر اللہ فلا تفشوہ قدر بھید الہٰی ہے۔ اس کو ڈھانپو،

ایک گروہ کے مذہب کے مطابق ایک مثال تنزیہ ہے اس واسطے کہ اگر یہ بھید کہدو کہ اللہ تعالےٰ کسی طرف میں نہیں۔ یعنی جہان سے متصل بھی ہے اور منفصل نہیں بھی۔ اور یہ کہ نہ وہ جہان میں داخل ہے نہ اس سے خارج۔ چھ طرفیں اس سے خالی ہیں۔ تو بہت سی خلقت اس کو سنکر برداشت نہیں کر سکے گی۔ اس لئے کافر ہو جائیگی۔ کہ اگر ایسا ہی ہے تو ہے ہی نہیں۔ کیونکہ جو چیز جہان کے اندر بھی نہیں اور باہر بھی نہیں وہ معدوم ہے۔ یا کہینگے۔ کہ یہ باطل ہے ایسا ہونا نہیں چاہئے۔ اور شبہ میں پڑ جائینگے۔ یہ ایک الٰہی بھید ہے۔ اسے کبھی جناب سرور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صراحتًا بیان نہیں فرمایا تھا۔ کہ انہیں معلوم تھا کہ اس کی حقیقت یہ ہے۔ یہ مثال اس مسئلہ کی اسی گروہ

کے مذہب کے مطابق ہے۔ جو گذشتہ لوگوں کا طریقہ رکھتے تھے۔ اس گروہ کے نزدیک ایک اور مثال یہ ہے کہ یہ نہیں کہنا چاہیئے۔ کہ ہم جو ذکر و طاعت یا کفر و نافرمانی کرتے ہیں اللہ تعالےٰ اس سے خوش یا ناراض ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے نزدیک دونو برابر ہیں۔ کیونکہ اس میں نہ ناراضگی ہے نہ خوشی۔ تو پھر ہم اپنے آپ کو کیوں تکلیف دیں۔ ان سے رضا و غضب کی تاویل بیان نہیں کرنی چاہیئے۔ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ ناراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس طرح نقص لازم آتا ہے۔ اس واسطے کہ غصہ اس شخص پر جائز ہوتا ہے۔ جو دوسرے کی مراد کے برخلاف کچھ کرسکتا ہے جب اس کے بغیر کوئی فاعل ہی نہیں۔ تو پھر غصہ کیسا! اور غصہ کرے تو کس سے کرے۔ اور خوش وہ ہوتا ہے جس کی کوئی مراد پوری ہو۔ جب اس کی کوئی مراد ہی نہیں تو وہ خوش کیسے ہوسکتا ہے۔ لیکن ایسا کہنا گویا خلقت کو طاعت سے باز رکھنا اور کفر و اباحت میں مبتلا کرنا ہے۔ اس کی مثالیں بے شمار ہیں نہ ہم قدر کا بھید بیان کرتے ہیں۔ نہ روح کا خلقت کو اس کے نقصان پہنچنے کی وجہ اس وقت سمجھ میں آتی ہے۔ جب اس مسئلہ کو سن لیں۔ لیکن جب جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہیں دی۔ کہ روح کی بابت قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے زیادہ کہیں۔ تو ہمیں کس طرح ہو سکتی ہے بلکہ سلیم دل وہ شخص ہے جو یقین کرلے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو روح کی حقیقت معلوم تو تھی۔ لیکن اس کے بیان کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ جو شخص روح کی حقیقت نہیں جانتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کو نہیں جانتا۔ یا مشکل سے پہچان سکتا ہے ؂

باب دوم

اُن خطوط میں جو امرا و علماء کی طرف لکھے گئے ہیں

بغداد میں بارہ خط ہیں جن میں سے پانچ صاحب شہید نظام الدین فخر الملک کے نام ایک صدر نواز احمد بن نظام الملک کے جواب میں تین شہاب الاسلام کے نام وزارت سے پہلے اور تین وزیر شہید مجیر الدین کے نام (اللہ تعالےٰ اسے اپنی بخشش میں ڈھانپے) لکھے گئے۔ اِن خطوط میں سے ہر ایک حکمت کا خزانہ اور اسرار شریعت کی سیپی ہے ؛

پہلا خط

جو نظام الدین فخر الملک کے نام لکھا گیا ہے اور اس میں شرع و عقل کے حقائق و اسرار کا ذکر اور اُن سے ڈرانے کا بیان ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امیر حسام اور زعیم اور جو اس کے مشابہ ہے سب خطاب و القاب ہیں اور یہ محض اسم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اور میری اُمت کے متقی تکلف سے بیزار ہیں امیر کے معنوں سے واقف ہونا اور اُس کی حقیقت کو طلب کرنا سخت مشکل ہے۔ کیونکہ جس کا ظاہر و باطن امیری کے معنوں سے آراستہ ہے وہی امیر ہے اگرچہ اُسے امیر نہیں کہتے اور جن میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ وہ امیر نہیں۔ خواہ سارا جہان ہی اُسے امیر کہے امیر کے معنی یہ ہیں۔ کہ لشکر پر اس کا حکم جاری ہو اول وہ لشکر جو آدمی کے اندر ہیں۔ اور ان لشکروں کی بہت قسمیں ہیں وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ تیرے پروردگار کے لشکروں کو وہی جانتا ہے، اِن لشکروں کے سردار تین ہیں۔ ایک شہوت جو برائیوں اور بدیوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ دوسرے غضب جس سے قتل۔ مار پیٹ اور جھگڑے وغیرہ برپا ہوتے ہیں۔ تیسرے

مکاری جس سے مکر و فریب اور دھوکہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اِن معنوں کو اگر شکل و صورت میں پہچانیں تو پہلا خنزیر کی صورت کا ہوتا۔ دوسرا کتے کی صورت کا اور تیسرا شیطان کی صورت کا۔ خلقت کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ نے توان تینوں کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے۔ اور ان پر حکمرانی کرتے ہیں۔ یہی لوگ امیر اور بادشاہ ہیں۔ یہ لوگ اس جہان کے اندھے اور قیدی ہیں۔ اس جہان کے اندھے امیر اور بادشاہ کو گدا اور مسکین کہتے ہیں۔ اور قیدی اور عاجز کو امیر و وزیر اور بادشاہ کہتے ہیں۔ اہل بصیرت ایسے ہی اصطلاحوں کو کافور ہلاکت کے بیان کو جائے نجات کہتے ہیں اور اس سے تعجب نہیں کرتے۔ انہیں صاف طور پر معلوم ہے کہ یہ جہان عالم التباس اور عالم انعکاس ہے۔ اور کیا تعجب ہے کہ دونو جہان کی پیدائش جن میں سے ایک عالم حقائق و معانی ہے اور جسے عالم ملکوت بھی کہتے ہیں۔ اور ایک عالم صورت جسے عالم الشہادت بھی کہتے ہیں۔ ایک ہی ہو جو عالم شہادت ہے وہ ہست نما نیست ہے۔ (در اصل نیست ہے لیکن بظاہر ہست معلوم ہوتا ہے) اور یہ لگاؤ اور لاشے شے کی صورت میں ہے اور جو عالم حقیقت میں ہے نیست نما ہست ہے (در اصل ہست لیکن بظاہر نیست معلوم ہوتا ہے) اس ظاہری آنکھ کی وجہ سے ہے کہ لوگ اسے دیکھتے نہیں۔ جب موت کے وقت یہ آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ اور جہان کے پردہ سے حقیقت نکلتی ہے تو معاملہ برعکس دکھائی دینے لگتا ہے یعنی جو پہلے نیست معلوم ہوتا تھا۔ وہ ہست دکھائی دینے لگتا ہے۔ اور جو پہلے ہست دکھائی دیتا تھا وہ نیست معلوم ہونے لگتا ہے اس وقت کہتا ہے۔ بار خدایا! یہ کیا حالت ہے یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہو گیا ہے۔ اس وقت بارگاہ الٰہی سے ندا آتی ہے:-

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَائَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔ ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اُٹھا دیا ہے۔ سو آج تیری بینائی تیز ہے۔ اس وقت عرض کریگا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ حقیقت یہ ہے۔ پھر عرض کریگا۔ ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحًا اے ہمارے پروردگار ہم نے اور سن لیا ہے۔ ہمیں پیچھے لوٹا تاکہ ہم عمل صالح کریں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرمائیگا۔ اولم نعمرکم ما یتذکر فیه من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا وما للظالمین من نصیر کیا ہم نے

پہلے تم نہیں عمر نہیں دے چکے اے مدت جس نے کرنا تھا کر چکے۔ حالانکہ تمہارے پاس
ڈرانے والا بھی آیا۔ پس اب اپنے کئے کا مزہ چکھو۔ یاد رکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں
کیا قرآن شریف میں تم نے نہیں دیکھا کہ کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً
حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئاً ووجد اللہ عندہ فوفّٰہ حسابہ
وہ بمنزلہ سراب ہے۔ جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے حتیٰ کہ جب اس کے پاس آتا ہے
تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا اور خدا کو اپنے پاس موجود پایا۔ اس نے اس کا حساب
پورا پورا چکا دیا۔

جس شخص کی سمجھ میں نہیں آتا کہ نیست نما ہست اور ہست نما نیست کا کیا
مطلب ہے، تو ہم حقائق معانی کمزور فہم والوں کو سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کرتے
ہیں۔ فرض کرو کہ ایک صاف ہوا میں دیکھتے دیکھتے ایک بگولا زمین سے اٹھا۔ اور
منارہ کی صورت میں چکر کھانے لگا۔ دیکھنے والے کو یہی معلوم ہوگا کہ مٹی چکر کھاتی
ہے۔ لیکن اصل معاملہ یوں نہیں بلکہ مٹی کے ہر ایک ذرے کے ساتھ ہوا کا ذرہ ہے
جو اسے حرکت دے رہا ہے۔ اب ہوا کو تو دیکھ نہیں سکتے۔ پس خاک کا متحرک ہونا
ہست نما نیست ہے اور ہوا اس موقعہ پر "نیست نما ہست ہے" کیونکہ خاک جو حرکت
میں ہے تو محض اس واسطے کہ وہ ہوا کے قبضے میں عاجز ہے۔ اور ہوا اس پر غالب ہے،
جس طرح چاہے اسے چکر دے۔ لیکن ہوا کا غالب آنا دکھائی نہیں دیتا۔ اس سے
زیادہ اچھی مثال جو تحقیق سے نزدیک ہے۔ وہ تیرا جسم اور روح ہے جن میں
سے روح نیست نما ہست ہے اور جسم ہست نما نیست ہے۔ لیکن روح کی نیست
نما ہست ہونا ہر شخص کی سمجھ میں بآسانی نہیں آ سکتا۔ حالانکہ روح جسم پر غالب،
قادر اور نافذ ہے۔ اور جسم بیچارہ اس کا مغلوب مقہور اور قیدی ہے۔ ظاہر میں
جو کچھ دکھائی دیتا ہے۔ جسم ہی جسم ہے۔ لیکن جسم اس سے بے خبر ہے۔ اسی طرح
سارے جہان کو قیوم عالم (خدا) سے یہی علاقہ ہے۔ یعنی قیوم عالم نیست نما ہست
ہے۔ کیونکہ جہان میں سے کسی ذرے کا خود بخود وجودی قیام نہیں بلکہ قیوم کی طرف سے
عاریتاً نصیب ہوا ہے۔ اور ہر چیز کا قیوم ضروری اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور
اس کے وجود کی حقیقت بھی وہی ہوتا ہے۔ در اصل چیز کا وجود اس قیوم کی

سے ثابت ہوتا ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ لیکن جو شخص معیت نہیں جانتا۔ اُسے سمجھ لینا چاہئے کہ معیت تو جسم کی جسم کے ساتھ ہوتی ہے۔ یا عرض کی عرض کے ساتھ۔ یا عرض کی جسم کے ساتھ یہ تینوں معیتیں قیوم میں محال ہیں۔ اس معیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ قیومیت کی معیت کسی جسم کو حاصل نہیں۔ بلکہ اس کی حقیقت سے معیت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ نیست نما ہست ہے۔ جو لوگ اس معیت کو نہیں جانتے وہ قیوم کو ڈھونڈھتے ہیں لیکن نہیں ملتا۔ اور جنہوں نے یہ پہچان لیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ڈھونڈھتے ہیں لیکن نہیں پاتے۔ بلکہ ہر جگہ حق کو ہی دیکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ لیس فی الوجود الا القیوم۔ سوائے قیوم کے اور کسی کا وجود نہیں۔ اس شخص میں جو اپنے آپ کو ڈھونڈھتا ہے اور نہیں پاتا۔ اور اُس شخص میں جو قیوم کو ڈھونڈھتا ہے اور نہیں پاتا۔ بڑا فرق ہے۔ اور یہ بات اندازہ سے بالکل باہر ہے۔ لیکن بے ساختہ قلم سے نکل گئی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں ابنائے جنس کی نسبت عقل زیادہ ہے خبردار! انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ سے اپنے عقل کی کمی کے لئے پناہ مانگے کیونکہ بہت لوگ عقل ناقص کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ جیسا کہ واکثر اھل الجنۃ البلہ و اھل العلیین ذو الالباب جنتیوں کا اکثر حصہ کم عقل ہیں اور اہل علیین عقلمند ہیں ✤

لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک عوام جو تقلید پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔ اور راستے کے اپنے کام میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کرنا جانتے ہیں بلکہ دوسرے سے سیکھتے ہیں۔ گو یہ لوگ زیادہ مرتبے والے تو نہیں۔ لیکن تاہم اہل نجات ہیں ✤

دوسرے[۲] عقلمند ہیں۔ وہ اہل علیین ہیں۔ ہر ایک زمانہ میں ان سے یا ایک ہوتا ہے یا دو۔ اس سے زیادہ نہیں ہوتے ✤

تیسرے اہل تصرف ہیں۔ جو محض عقلی ڈھکوسلوں سے کام لیتے ہیں یا دیکھو ایسے لوگ ہی تباہ ہوا کرتے ہیں۔ کامل طبیب سے شفا کی امید ہوتی ہے اس کا پیشہ باقی میں تصرف نہیں کرتا۔ لیکن نیم طبیب بیماروں کے خون کا پیاسا ہوتا ہے (جیسا بچہ

ضرب المثل ہے کہ (نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملا خطرۂ ایمان) جو نفس عقل سے تصرف کرتا ہے۔ وہ نیم طبیب کی طرح ہے۔ ایسے لوگوں کا سرغنہ شیطان ہے کہ ایک قسم کی عقل اور تصرف سے اس نے کام لیکر یہ کہنا شروع کیا۔ انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین میں آدم علیہ السلام سے اچھا ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے ۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا شیطان فقیہ اور عقلمند ہے۔ فرمایا ہے۔ اگر نہ ہوتا تو عقلمند اور فقیہ گمراہ نہ ہوتے۔ اولو الالباب (صاحب خرد عقل) کی یہ پہچان ہے۔ کہ شیطان کی ان تک رسائی ہی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جن پر تو کسی طرح غالب نہیں آ سکتا۔ جو شخص سستی در حرص و ہوا کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کے حکم کے برخلاف چلے وہ شیطان کا شاگرد ہے اور اس کا نائب۔ فاتخذوہ عدوا انما یدعو حزبہ لیکونوا من اصحٰب السعیر اسے اپنا دشمن سمجھو وہ تمہیں اپنے گروہ میں شامل کرکے دوزخی بنانا چاہتا ہے۔ اگر آخرت کی سعادت چاہتے ہو تو اللہ تعالےٰ کے احکام بجالاؤ۔ نہ پوچھو نہ ڈھونڈو اور نہ تصرف کرو۔ لیکن حق تعالیٰ کے فرمان میں۔ اگر تمہارے دل کو قرار نہیں۔ اور تم کاموں کی حقیقت سے آگاہ ہونے کے سخت مشتاق ہو۔ تو کیمیائے سعادت کا مطالعہ کرو۔ اور ایسے شخص کی ہمنشینی اختیار کرو۔ جو شیطان کے ہاتھ سے بچا ہوا ہو۔ تاکہ تمہیں بھی بچا سکے۔ والسلام ؛

دوسرا خط

جو فخر الملک کیطرف اس بارہ میں لکھا گیا ہے کہ فقہ کیا چیز ہے علاوہ ازیں اس بات میں ایسے شخص کو رضا کی تقلید کی رغبت دلائی ہے جو صیاد حسنت میں اس کے قابل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آپ کی مجلس عالی توفیق الٰہی سے آراستہ رہے تاکہ آپ دنیاوی مشغولیت

اپنے حصے اور نصیبہ کو فراموش نہ کریں +

قولہ تعالیٰ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کرو۔ دنیا میں سے ہر ایک کا نصیب وہ چیز ہے۔ جو آخرت کے لئے توشہ ہو سکے۔ کیونکہ تمام خلقت مسافر ہے۔ اور سب نے درگاہ الٰہی میں جانا ہے۔ دنیا اس سفر کی راہ پر ایک منزل ہے۔ توشہ نہ لئے ہوئے غافل مسافروں کی وہی مثال ہے جیسے حاجی لوگ بغداد پہنچکر تماشا میں مشغول ہو جائیں۔ اور ایک بغیر اونٹ اور توشہ کے جنگل میں سفر شروع کر دے اور خیال کرنے لگے کہ میں تو کعبہ رُخ جا رہا ہوں لیکن اس کا یہ خیال غلط ہے وہ تو اپنی ہلاکت کی طرف جا رہا ہے آخرت کا توشہ و سامان تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ کی بنیاد دو چیزیں ہیں۔ وہ یہ ہیں التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت کرنا۔ جو بادشاہ کسی نالائق کو حکومت کا کام یا کوتوالی سپرد کرتا ہے۔ اس میں اتنا نقصان نہیں ہوتا۔ جتنا ایک نالائق کو قاضی بنا دینے میں۔ کیونکہ حکومت اور ریاست دنیا وی عمل ہیں۔ اگر دنیا دار کو دئے جائیں تو مناسب ہے لیکن قضا کی مسند مقام نبوت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اس لئے اس منصب پر وہی شخص مقرر کرنا چاہئے۔ جس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت ہے۔ اور ایسا شخص جو قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندہ ہو اُس بات کو ملحوظ نہ رکھیگا۔ تو التعظیم لامر اللہ کو کم سمجھیگا۔ کیونکہ اس کی تعظیم منصب نبوت کی تعظیم میں ہے اور ساتھ ہی والشفقۃ علیٰ خلق اللہ بھی جاتا رہا۔ کیونکہ لوگوں کا مال و اسباب اور جان اور فروج کو خطرے میں رکھ دیا ہے اگر کوئی شخص ایسا کرے کیا وہ خیال کر سکتا ہے کہ میں نے آخرت کیلئے جمع کیا ہے۔ قضا کے خطرناک کاموں میں سے ایک یتیموں کا مال ہے۔ اگر صاحب تقویٰ ہیں تو یتیموں کا مال بطور جاگیر تقسیم کر دیگا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارًا و سیصلون سعیرا۔ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں گویا وہ اپنے پیٹ میں آگ سے بھرتے ہیں عنقریب ہی دوزخ میں ڈالے جائینگے +

جس شخص کو اس چیز کی سے ڈر نہیں لگتا۔ وہ دوسرے سے موت کب ڈر سکتا ہے۔

یہ جھڑکی قرآن شریف میں خاص اسی سے مخصوص نہیں۔ جو یہ کرتا ہے۔ بلکہ اس میں دو شریک ہیں۔ ایک وہ وزیر جو اس کی عزت کرتا ہے۔ دوسرے وہ مسلمان جو اسے اس حکم سے باز رکھ سکتے ہیں لیکن کوتاہی کرتے ہیں۔ وہ بھی سزا میں اس کے شریک ہوتے ہیں۔ اگر کسی دیندار کے سپرد کر دیں تو مسلمانوں کا مال و جان اور فروج سب محفوظ رہیں گے آج کل فلاں شخص نیک خصلت اور دیانتداری میں بے نظیر ہے۔ اس کی قابلیت اس شغل کے لئے آپ پر پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ آج کل جرجان کا گرد و نواح اس سے زندہ ہے۔ آپ کی رائے عالی میں جو کچھ آئیگا۔ بہتر ہوگا۔ اور نیکی سرمایہ و حصہ پروردگار رہے۔ والسلام ؛

تیسرا خط

جو صاحب شہید فخر الملک کی طرف لکھا گیا ہے

اس میں شرع کے خلاف امور کے کرنے پر انتہائی درجہ کی جھڑک اور رکاوٹ انصاف معدلت کے لئے پوری پوری تحریص و ترغیب اہل طوس سے سختی کو دور کرنے اور اپنے باپ نظام الملک کی پیروی کرنے کی تاکید مندرج ہے۔ اس خط کے شروع میں لکھا تھا کہ یہ کڑوا لیکن مفید شربت بھیجا جاتا ہے۔ اس پر تنہائی میں غور و تامل کرنا۔ اور اپنے ہی کانوں سے سننا۔ کیونکہ کڑوا لیکن مفید شربت حقیقی دوست بھیجا کرتے ہیں اور میٹھے لیکن مضر شربت حقیقی دشمن جو بظاہر دوست معلوم ہوتے ہیں ارسال کیا کرتے ہیں ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا واتقیاءُ اُمتی براءٌ من التکلف میں اور میری امت کے متقی اس سے بیزار ہیں۔ القاب مقرر کرنا تکلف و عادت میں داخل ہے۔ جو بات دیانتداری سے کی جائے۔ وہ تکلف و عادت سے ہی ہونی چاہئے۔ عادت کے طریقہ میں منصب بھی جو کمال پر پہنچ جائے۔ اسے القاب کے لگاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب خوبصورتی بدرجہ کمال ہو۔ تو وہاں کنگھی چوٹی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر کوئی شخص خواجہ امام شافعیؒ یا خواجہ امام ابو حنیفہؒ کہے تو یہ بھی

ایک قسم کا عیب اور تکلف ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا گویا ایک کام کو جو بدرجہ کمال پہنچ گیا ہے تکلف اور بگاڑوں میں داخل کرنا ہے۔ اور کمال پر زیادتی کرنا بھی کمی ہے۔ آپ کا کام بھی دنیاوی خواجگی میں اس درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ کہ آپ کے کہنا کہ آپ ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ بغیر خطاب اس میں نقصان لازم نہیں آتا ✤

اب رہی دینی امور میں خواجگی جو آپ کی نسبت اچھی ہونی چاہیئے۔ سو واضح رہے کہ یہ زمانہ ایسا ہے جس میں دینی امور میں سستی کی جارہی ہے۔ اور آخری زمانہ ہے۔ اور دینی کام آخر کو پہنچ چکے ہیں۔ اور اس پر یہ آدق آرہا ہے۔ کہ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ انسانوں کے لئے اُنکا حساب قریب آگیا ہے۔ اور وہ غفلت میں پڑ کر اس سے روگردانی کر رہے ہیں ✤

اِس کمزوری کے زمانہ میں ہر شخص کو حصن حصین کی ضرورت ہُوا کرتی ہے۔ سو بعض نے گروہ۔ لشکر اور تیر و تلوار کو اپنا حصن حصین بنا رکھا ہے۔ اور بعض نے مال و نعمت کو جمع کیا ہے۔ اور بلند مکانات اور لوہے کے دروازے لگا کر اس کو اپنا مضبوط قلعہ بنا رکھا ہے۔ اور بعض نے درویشوں اور مسلمانوں کی دعاؤں کو مضبوط قلعہ بنا رکھا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے پہلے گروہ کی غلطی کی برہان بیان فرمائی ہے۔ تا کہ انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ لشکر اور گروہ آسمانی بلا کو رفع نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ طوس کے اُمرا کی حالت سے ظاہر ہے۔ اسی طرح دوسرے گروہ کی غلطی کی برہان بھی۔ تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ بلند دیواریں۔ آہنی دروازے اور مال و نعمت کا جمع کرنا بلائے آسمانی کو روک نہیں سکتا۔ بلکہ اُلٹا بلا کا سبب ہُوا کرتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت قرآنی سے ظاہر ہے۔ جمع مالا و عددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا الی اخرالسورۃ وما اغنی عنی مالیہ ہلک عنی سلطانیہ وما یغنی عنہ مالہ اذا تردی اس نے مال جمع کیا۔ اور گن گن کر رکھتا رہا۔ کہ وہ اس کی بدولت زندہ رہیگا مجھ سے اس کا مال نہ دور ہوا۔ اس کا غلبہ میرے زور پر دبا رہا۔ اب نکمی کو اس کا مال اس سے رفع نہیں کر سکتا۔ جب کہ اُسے لوٹا یا جائے ✤

جیسا کہ حمید خراسانی کے حال سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی حالت سے وہ لوگ جو غلطی پر ہیں۔ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو کی ایک ذرّی اور شوربے کا پیالہ جو

کسی درویش کو دیا جاتا ہے۔ وہ اس قدر کام کرتا ہے کہ جو لاکھ دینار اور لاکھ سوار سے نہیں ہو سکتا۔ یہ زخمی اور بگڑے ہوئے کام کو درست کرتا ہے۔ یہ اس واسطے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ سہام اللیل (رات کے تیروں) کا اثر ہونا چاہیئے۔ نہ کہ سہام نخیل (گروہ کے تیروں) کا۔ اس معجزہ سے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر ہوتی ہے جو فرماتے ہیں الدعا یرد البلاء دعا سے بلا رد ہوتی ہے، نیز فرماتے ہیں الدعاء والبلاء یتعالجان دعا و بلا آپس میں ایک دوسرے کا علاج ہیں +

نجیب الطرفین وہی ہے جو اپنی دولت کی گدی اپنے نوکر کے سپرد کر دے +

آپ کے والد شہید قدس سرہٗ (اللہ تعالےٰ آپ کو اس کی پیروی کی توفیق عنایت کرے) جب سن پاتے کہ کرمان والے خیرات کرتے ہیں۔ تو اُن کے سارے اعضا کانپ اُٹھتے تھے۔ نہ اس واسطے کہ نیک کام کو وہ بُرا خیال کرتے تھے۔ بلکہ اُن کا مقولہ تھا کہ مشرق و مغرب میں کوئی شخص مجھ پر خیرات میں سبقت نہ لیجائے (جنہیں ایسے کام کی رغبت ہوا کرتی ہے۔ وہ ایسا کیا ہی کرتے ہیں) دینی امور کے سوا باقی تمام میں حسد کرنا حرام ہے +

چنانچہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاحسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہُ مالاً فھو ینفقہٗ فی سبیل اللّٰہِ و رجل اتاہ اللہ علماً فھو یعمل و یدعو الخلق الیہ۔ دو شخصوں کے سوا کسی کا حسد نہیں کرنا چاہیئے ایک وہ جسے اللہ تعالےٰ نے مال دیا ہو۔ اور وہ اُسے راہ خدا میں صرف کرتا ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جسے علم عطا کیا گیا ہو۔ اور وہ اُس پر عمل کرتا ہو۔ اور خلقت کو اُس کی طرف بلاتا ہو۔ سمجھ لو کہ یہ شہر واقعی ظلم و ستم کے سبب ویران تھا۔ انتظامی معاملات میں جب تک آپ نے سُستی نہ کی تھی تب تک سب ڈرتے تھے۔ دہقان ڈر کے مارے غلہ فروخت کرتے تھے۔ اور ظالم مظلوموں سے دہقانوں اور نانبائیوں نے غلہ کی دکانیں بند کر دی ہیں۔ ظالم دلیر ہو گئے ہیں۔ چوری چکاری ہونے لگی ہے۔ رات کو کوئی دکان نہ ہو نقب لگائی جاتی ہے۔ اور اس میں زاہد اور پرہیزگاروں کو پھنسایا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کو اطلاع دے۔ کہ شہر میں امن چین ہے تو سمجھ لو کہ جھوٹ بکتا ہے۔ اور آپ کے دین کا دشمن ہے۔ رعیت کی خبر لو۔ نہیں نہیں اپنے کام کو سنبھالو۔ اور اپنی حالت پر رحم کرو۔ اور خلق خدا کی طرف سے غافل نہ ہو۔ اور درویشوں کی یا رب سے

جو دن رات کرتے ہیں۔ ڈرو۔ اگر یہ بگڑا ہوا کام آپ کی کوشش سے سنور گیا۔ تو بہت ورنہ اس گناہ میں اپنا ماتم کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے خلقت الخیر وخلقت لہ بدا فطوبیٰ لمن خلقتہ للخیر وتشرت الخیر علیٰ یدیہ ویل لمن خلقتہ للشر وتشرت الشر علیٰ یدیہ میں نے نیکی پیدا کی اور ساتھ ہی اس کے لئے ایک ہاتھ پیدا کیا۔ وہ خوش نصیب ہے جسے نیکی کے لئے پیدا کیا ہے اور اس کے ہاتھ سے نیکی پھیلائی ہے۔ اور افسوس ہے اُس پر جسے میں نے برائی کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھ سے برائی پھیلائی ؛

اس قسم کی مصیبت کا علاج آنکھوں کا پانی (رونا) ہے۔ نہ انگور کا پانی (شراب) بدر فرمانی کے تمام دوستدار اپنی اس مصیبت سے بے خبر ہوتے ہیں۔ اور عیش وعشرت اور گلچھرے اڑانے میں مصروف ؛

واضح رہے کہ طوس کے لوگوں کی دعا نیکی و بدی میں مجرب ہے۔ عمید کو میں نے نصیحت بارہا کی۔ لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ سو اس کی حالت وہ ہوئی جو تمام کے لئے عبرت ہوئی۔ مصرعہ

وما ظالم الا و یبلی بظالم۔ ثم ینتقم اللہ منہا جمیعاً

کوئی ظالم ایسا نہیں جو کسی اور ظالم سے آزمائش نہ کیا جائے۔ پھر دونوں ہی سے اللہ تعالٰے بدلہ لیتا ہے ؛

اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر ایک صاحب مال و ولایت کیلئے یقینی اور قطعی طور پر یہ پیش آتا ہے۔ جو اپنے دل کو مال و ولایت کی دُھن میں جلاتا ہے۔ بالضرور اس کے فراق میں جلتا ہے۔ لیکن اس کے بھی تین درجے ہیں:۔

ایک نیک لوگوں کا درجہ ہے۔ وہ یہ کہ اپنے اختیار سے مال و ولایت چھوڑ دے مظلوموں کو دے۔ اور صدقہ کرے۔ یہ توبہ اور جدائی اگرچہ اختیار سے ہوتی ہے لیکن پھر بھی دل کو جلاتی ہے۔ مگر در اصل اس سے کام سنورتا ہے منہم سابق بالخیرات ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں ؛

دوسرا درجہ یہ ہے۔ کہ کوئی شخص مقرر کیا جائے۔ جو اس سے جبراً و قہراً مال و ولایت لے لے۔ یہ عذاب اور سختی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ بھی کفارہ اور طہارت ہوتی ہے۔

ایسے لوگ "منہم مقتصد" میں شامل ہیں +

تیسرا درجہ بدبختوں کا ہے کہ دنیا میں ہی سے ان کی دولت اور حکومت جبراً لیا جاتا ہے اور نہ وہ اپنی خوشی و اختیار سے چھوڑتا ہے۔ آخر ملک الموت اسے اسی واسطے مرتا ہے۔ پناہ بخدا! یہ سب سے سخت ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون اگر وہ جانتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ واقعی آخرت کا عذاب بڑا ہے۔ ایسے لوگ ظالم لنفسہ کے زمرے میں شامل ہیں +

جو شخص اپنے عذاب کو دنیا میں رفع کر لیتا ہے۔ وہ نیک بخت ہے آپ اس بات کی کوشش کریں کہ سابق بالخیرات کے زمرے میں داخل ہوں۔ کیونکہ باقی کے دونو درجے بدبختی کے ہیں۔ ان تینوں میں سے ایک حالت ضروری ہوتی ہے یہ تلخ لیکن مفید باتیں اس شخص سے سنو جس نے بادشاہوں سے اپنی طمع منقطع کر لی ہے۔ تمہیں ایسی باتیں کہ سکتا ہے کسی اور سے تم ایسی باتیں نہ سنو گے +

واضح رہے کہ اس کے برعکس جو تمہیں لکھتا ہے۔ اس کے اور کلمۃ الحق کے مابین اس کی طمع کا پردہ حائل ہے۔ آپ کو اللہ تعالےٰ اور اپنے شہید باپ کے حق کی قسم کہ آج رات ہی جبکہ لوگ سوئے ہوں۔ اٹھ کر پاک لباس پہنو اور وضو کرکے تنہائی میں پاکیزہ مکان پر دو رکعت نماز ادا کرو۔ اور سربسجود ہو۔ بعد ازاں اللہ تعالےٰ سے نہایت عاجزی کے ساتھ دعا مانگو۔ تاکہ تمہارے لئے سعادت کی راہ کھل جائے۔ اس سجود کی حالت میں کہو یا ملکا لایزول ملکہ ارحم ملکا قارب الزوال ملکہٗ وایقظہ من غفلتہ وفقہ لاصلاح رعیتہ۔ بعد ازاں رعیت کے کام کی بابت سوچو۔ کہ یہ قحط و ظلم کیوں ہو رہا ہے۔ پھر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ مصلحت کی راہ کیونکر ہاتھ آتی ہے۔ اور اس کی نیکی کی مدد کس طرح شامل حال ہوتی ہے۔ والسلام +

چوتھا خط

یہ فخر الملک کی طرف امام شہید ابراہیم مبارک کے حق میں لکھا گیا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نظامی مجلس عالی اُخروی وسرداری کی روشنی سے آراستہ ہو۔ اور اس عزیز کا دل انوار الہٰی کی روشنی سے منور۔ وہ روشنی اور نور جو سینوں کے کھلنے کا سبب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ جسے اللہ تعالےٰ ہدایت عطا فرمانی چاہتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے جس کا سینہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔ وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر ہے ٭

جب یہ نور اور روشنی ظاہر ہوتے ہیں۔ تو ان کی علامت یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ جب انسان دنیا کی طرف دیکھتا ہے تو تمام خلقت کو اُس کا ظاہر اچھا دکھائی دیتا ہے لیکن وہ اپنے باطن کو آلودہ خیال کرتا ہے اور جب عمر کی طرف نگاہ کرتا ہے تو تمام خلقت اُس سے تروتازگی اور ہدایت دیکھتے ہیں لیکن آخرت کا خطرہ و حسرت دیکھتا ہے۔ جب موت کی طرف دیکھتا ہے تو تمام خلقت اس کو وعدہ اور ادھار خیال کرتی ہے لیکن وہ اُسے نقد و نقدیت دیکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ بس اب موت آئی۔ اور واقعی موت جوتی کے تسمے سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ جب وہ اپنے نزدیکیوں اور تعلقوں کی طرف دیکھتا ہے تو سب اس سے طرح طرح کی امیدیں کرتے ہیں لیکن اُس کا خیال رونے اور ڈرنے کی طرف ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خوف خاتمہ کی وجہ سے ایسا خیال کرتا ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے۔ افرأیت ان متعناھم سنین ثم جاءھم ما کانوا یوعدون ما اغنی عنھم ما کانوا یمتعون کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کو چند سال فائدہ پہنچایا۔ پھر انہیں وہی در پیش آیا جس کا انہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ لیکن جس سے وہ فائدہ اٹھاتے تھے وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔ اگر صدر وزارت کو یہ نور اور روشنی عنایت ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ اپنے دل کو تختی بنالے۔ اور اس پر اپنی وزارت کے جو جو کام کئے ہیں اور جو اُسے یاد ہیں لکھے۔ اور پھر نظام الملک تاج الملک اور فخر الملک اُن کا مطالعہ کرے۔ اولم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون یمشون فی مساکنھم ان فی ذلک لاٰیٰت لاولی النھٰی۔ کیا ان لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ان سے پہلے کئی امتوں کو ہلاک کیا۔ جو اپنے مکانوں میں چلتے پھرتے تھے لم

الم نہلک الاولین ثم نتبعہم الآخرین کیا ہم پہلوں کو ہلاک کرکے دوسروں کو ان کے پیچھے نہیں بھیجتے۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایہا الناس کان الموت علی غیر ماکتب وکان الحق فیہا علی غیر ما وجب وکان الذین نشیعہم من الاموات سفر عما قلیل الینا راجعون نبوئہم اجداثہم وتاکل تراثہم کانا مخلدون بعدھم قد نسینا کل واعظ واتھمنا کل صایحۃ اے لوگو! تم یہ خیال کرتے ہو کہ موت تمہارے لئے نہیں بلکہ اور کے لئے ہے اور اس کے حقوق بھی تمہارے غیروں پر واجب ہیں۔ حالانکہ جنہیں ہم عدم سے وجود میں لاتے ہیں وہ بھی تھوڑے عرصے بعد ہماری طرف لوٹ آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہم ان کی قبروں میں ٹکنا دیتے ہیں۔ اور ان کا مال اس بے فکری سے کھاتے ہیں کہ گویا ہم نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے۔ ان کے بعد ہم ہر واعظ و ناصح کو بھول جاتے ہیں۔ اور تہمت لگاتے ہیں۔

ہر ایک وزیر اس کے کام کے انجام سے غافل تھا۔ سب نے اس کے کام کی ولایت و علت دیکھی ہے۔ لیکن اتنا بھی نہیں جانا۔ کہ جو کام اس کے کام میں آکر تباہ ہو۔ وہ بہت ہی ضعیف ہوتا ہے۔ مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً الخ ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دوست بناتے ہیں۔ مکڑی کی طرح ہے وہ گھر الخ۔

اللہ تعالیٰ صدر وزارت کو اس نور کی روشنی سے آراستہ رکھے۔ تا کہ کاموں کی حقیقت اور بھید سے واقف ہو جائے۔ اس نور کا منبع اور مبدء دو خصلتیں ہیں۔ عدل اور عدالت۔ عدالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں آپ کی وہ حالت ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اس کے بندوں کی ہوا کرتی ہے۔

عدل یہ ہے کہ خلق خدا کے ساتھ ایسا سلوک کریں۔ کہ آپ رعیت ہوں اور دوسرا صاحب ولایت تو آپ کو اس کا سلوک پسند آئے۔ آپ ان دونوں باتوں کو اپنا شعار بنائیں۔ اور جو کام در پیش آئے۔ سب میں خدا یا خلقت کے ساتھ انہیں دو اصولوں کے مطابق رجوع کریں۔ ... جو ان دو حکموں کا مخدوم ہے وہ کبھی

اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ ملکوں کی تباہی اس کی مبارک نظروں سے پوشیدہ رکھی رہے۔ کیونکہ اس سستی کا قیامت کے دن اُسے جواب دہ ہونا پڑیگا۔ اگرچہ میں نے میل جول اور خط و کتابت کا سلسلہ تقریباً بند کر دیا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ باتیں ضرورتاً لکھ کر بطور مبارکباد وزرات بھیجتا ہوں۔ اس میں اہل دین کی آسایش اور دوسری باتوں کی تنبیہ کی گئی ہے۔ مبارکباد تحفہ سے خالی نہیں ہوتی۔ سو علما کا تحفہ وظیفہ کے بعد لوگوں کی مصلحت کے ارشاد کے لئے دعا ہوا کرتی ہے۔ شہر گرگان مدت ہوئی کسی عامل عالم کے وجود سے خالی رہا۔ جو قابل اقتدا ہو۔ اب جب سے مسلمانوں کے ناصح ابراہیم مبارک اپنے وطن مالوف کو لوٹ گئے ہیں۔ اور وہ گرد و نواح ان کی پرہیزگاری اور علم سے زندہ ہوگیا ہے۔ اور آپ کی تعلیم و وعظ کے فوائد دور دور تک پہنچے ہیں۔ اہل سنت اور اجماعت کو ایک تازہ زندگی نصیب ہوئی ہے۔ یہ صاحب قریباً بیس سال تک میرے پاس رہے ہیں۔ طوس۔ نیشاپور۔ بغداد اور سفر شام اور سفر حجاز میں ہزار سے زیادہ میرے طالب علم ہوتے ہیں لیکن علم۔ صدق۔ پرہیزگاری اور عبادت کا جو نور میں نے ابراہیم مبارک میں دیکھا ہے۔ وہ کم کسی میں دیکھا ہے جس شہر میں اس قسم کا عالم ہو۔ وہ ضرور آباد ہوتا ہے۔ ان کی ترقی کو دیکھ کر ان کے بہت سے حاسد ہو گئے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ مکر و فریب سے وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت میں عرض کریں۔ کہ کسی طرح ان کے کام میں سستی و کمزوری آجائے۔ صدر وزارت کا دینی فرض یہ ہے کہ انہیں اپنی حمایت و عنایت کے دامن میں لیکر ان کی دعا کو قیامت کا ذخیرہ بنائیں۔ اور ضروریات سے ان کی مدد کریں۔ اللہ تعالٰے اپنے فضل و کرم سے آپ کے کام کے آغاز و انجام کو دینی و دنیوی سعادت سے آراستہ اور زمانے کی آفتوں اور مصیبتوں کو اس جگہ سے دور رکھے والسلام ؎

پانچواں خط

فخر الملک کی طرف لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا اختصھم بِالنِّعَم

لمن فتح لعبد فی ذوقھا فھم وکلاء الرحمٰن طوبیٰ لھم وحسن مآب بے شک اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہیں بندوں کے فائدہ کے لئے نعمتوں سے مخصوص کیا گیا ہے۔ وہ اسے ادا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ رحمان کے وکیل ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے خوشخبری اور نیک بازگشت ہے۔ اللہ تعالےٰ جو بدبختوں کو نعمت دیتا ہے۔ تو یہ اُس کا مکر اور استدراج ہے۔ جیسا کہ خود ہی فرمایا ہے۔ سنستدرجھم من حیث لا یعلمون واملی لھم ان کیدی متین ہم عنقریب ان کے درجوں کو اس طرح کم کرینگے کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اور میں انہیں فرصت دونگا۔ واقعی میرا مکر مضبوط ہے۔ کوئی اہل نعمت ان حالتوں سے باہر نہیں۔ انّا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً بیشک تم نے اُسے راہ دکھائی پس یا وہ شاکر بنا یا ناشکرگذار یعنی یا شاکر ہوگا۔ یا ناشکرگزار نعمت وولایت کا شکر اور دنیا و آخرت کی تائید و مدد کی علامت یہ ہے کہ انسان عدل کرے۔ حق پر قائم رہے ظلم کو برباد کرے۔ اور رعیت پر رحمت و شفقت کرے۔ اور انہیں عطا کرے۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا۔ یا داؤد انا جعلناك خلیفۃ فی الارض الخ اے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ الخ۔ جو شخص دنیا کی نعمت سے اپنی بدبختی خریدتا ہے اس کی علامت یہ ہے بانذی۔ نصرت۔ دولت اور نعمت جس قدر زیادہ دیکھتا ہے اُسی قدر خلقت سے بے رحمی اور بے شفقتی سے پیش آتا ہے ؛

قرآن شریف میں لکھا ہے الم نھلك الاولین ثم نتبعھم الاٰخرین کذالك نفعل بالمجرمین کیا ہم پہلوں کو ہلاک نہیں کرتے۔ اور پچھلوں کو اُن کے پیچھے نہیں بھیجتے۔ ہم مجرموں سے ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں +

اور اس کے سینے میں اس قدر غفلت اور کفران نعمت بڑھ جاتے ہیں کہ اپنے دل میں کہنے لگتا ہے۔ وما اظن ان تبید ھذہ ابداً میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ کبھی بھی خراب نہ ہوگی +

جو شخص دنیاوی نعمت سے نیک بختی حاصل کرتا ہے۔ اُس کی علامت یہ ہے کہ اسے خلق خدا کے ساتھ احسان کرنے کی توفیق دی جاتی ہے۔ اور اسے عقل کا کمال اور دین و دیانت کی مضبوطی اس قدر عطا کی جاتی ہے۔ کہ جہاں کہیں بُری دعائیں اور جھوٹے طمع

رشوت خواری ظلم کا مادہ اور حادثوں کا غبار ہو۔ سب کچھ شفقت و رحمت کے ہاتھ سے
جہان کے مرکز سے اُٹھا دیتا ہے! ور بدعت کی ملاوٹ کو دین و دنیا کے اطراف سے
دور کرتا ہے۔ اور جس قدر اس کے درجہ میں ترقی ہوتی ہے اسی قدر وہ خلق خدا پر زیادہ
رحم اور شفقت کرتا ہے۔ پھر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اس جہان کی عزت اُس جہان
کی عزت سے مل جاتی ہے۔ اور یہ خلعت حاصل کرتا ہے کہ یہ غیر محدود عطیہ اور یہ جزائے
نیک اس اجل اور بلند مجلس کو (اللہ تعالےٰ اُسے ہمیشہ بلند رکھے) حاصل ہے والسّلام ؛

وزیروں کے خط

وہ خط جو حجۃ الاسلام نے صدر الوزرا احمد بن نظام الملک وزیر عراق کے جواب میں
لکھا۔ جو حجۃ الاسلام کے عہد کے آخری حصے میں ایک حکم وزیر خراسان صدر الدین محمد بن
فخر الملک کے نام لکھا تھا۔ جس میں عزت و توقیر و بزرگی میں سب لفظ سے کام لیا۔ اور یہ کچھ بھیجی
کر چکا اور ایک حکم اپنی طرف سے لکھ کر دو تو حجۃ الاسلام کے پاس بھیجو۔ تاکہ وہ بغداد
کے مدرسہ میں تدریس کا کام سنبھالے۔ اور اس دینی مہم کے لئے جلدی تیار ہو جائیں کیونکہ
ایسا کرنا تقدس نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرتا ہے۔ صدر الوزرا نے اسباب میں
ترغیب و تحریص دو دی۔ اور حجۃ الاسلام کو اس بھاری عہدے کیلئے جو در اصل صاحب
شرع کی خلافت ہے مخصوص مقرر کیا۔ جب یہ احکام طرح طرح عزت و توقیر اور بزرگی
و عظمت سے پُر حجۃ الاسلام کی خدمت میں پہنچے۔ جن میں لکھا تھا۔ کہ عراق۔ بغداد
کے امرا اور عراق کا لشکر سبھی آپ کے منتظر ہیں۔ اور امام مقدس نبوی مستظہری آپکی
تشریف آوری کے ہر گھڑی سخت منتظر ہیں۔ تو حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ اب میرے
سفر فراق کا وقت ہے نہ کہ سفر عراق کا۔ پھر اس خط کا جواب لکھا جس میں اس کے
قبول کرنے سے عذر کیا۔ اور علاوہ ازیں اس میں طرح طرح کی وعظ و نصیحت اور
ڈراوا اور خوف دلانا مندرج تھا۔ گویا وہ دُرِّ یتیم تھے۔ جو اور دلوں میں شاذ و
نادر ہی ہوتے ہیں ؛

وزیر عراق کا خط وزیر خراسان کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواجہ اجل سید صدر الدین نظام الاسلام مظہر الدولت نصیر الملة وبہاء الامة قوام الملک شمس الوزراء عزت و نعمت سعادت و رفعت اور حق تعالیٰ کی رضامندی میں دیر تک زندہ رہیں ؛

جناب کی رائے عالی پر روشن ہے کہ سب سے عمدہ توفیق اور سب سے اعلیٰ جو پائی جاتی ہے۔ وہ آثار اسلاف رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تازہ رکھنا اور ان کی نیکیوں کے معالم کو زندہ رکھنا۔ اور اُن کے نیک قواعد پر چلنا۔ اور دین و صلاح کی باتیں جو تمام مسلمانوں میں ہوتی چاہیئے۔ خصوصاً یہ عزت افزائی جس کا نتیجا دین کے قواعد کو بچھانا ارکان اسلام کو مشید کرنا اور علم شرع کو تروتازہ کرنا ہے۔ اور جس سے دونو جہان کا سب سے اعلیٰ وصف حاصل ہوتا ہے۔ علاوہ بریں آپ پر روشن ہے کہ مدرسہ نظامی اللہ تعالیٰ اُسے پاک رکھے۔ کا بغداد میں ہونا بزرگی و شرافت کا باعث ہے کیونکہ شاہ و ملک شہید قدس اللہ سرہ نے اس کی بنا ڈالی ہے۔ اور دار الخلافۃ میں اس کا ہونا اور پھر ایسی مقدس جگہ کے قرب و جوار میں ہونے نے اُسے علم دین کی کان فضیلت کا منبع، تدریس کا مقام۔ اماموں اور علما کی جائے پناہ۔ فائدہ اٹھانے والوں اور طالب علموں کا مقصد بنا دیا ہے۔ اگرچہ خداوند شہید (اللہ تعالیٰ آپ کی خوابگاہ کو ٹھنڈا رکھے) کی نشانیاں جہان میں جا بجا پھیلی ہوئی ہیں لیکن مدرسہ نظامیہ سے بڑھ کر کوئی نہیں کیونکہ اُس کے ساتھ ہی مقدس نبوی (اللہ تعالیٰ اس کے جلال کو زیادہ کرے) کی ہمسائے عزیز ہے۔ اور جب تک جہان باقی ہے۔ یہ نیکی ہمیشہ رہیگی۔ اور یہ وصف ابد تک قائم رہیگا اس لئے ہمارے لئے اور تمام اہلبیت کے لئے فرض ہے کہ اس بزرگی کی بنا کو قائم رکھنے کے لئے بدرجہ غایت کوشش کریں۔ اور اس کے بندوبست اور کاروبار میں ہر طرح کی سعی کریں۔ اور صدر الدین (اللہ تعالیٰ اُس کی بقا سے ہماری مدد کرے) کیلئے خاص کر ضروری ہے کہ جو اس پاک جگہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی امداد فرمائیں۔ اور جو اس خاندان کا قرۃ العین ہے۔ اس کی ضروریات کو بخوشی مہیا کریں۔ ایک تو اس واسطے کہ

یہ نہایت مبارک اور قوی شاخ ہے۔ دوسرا اس واسطے کہ خیرات کے پھیلانے اور سلف صالح پر عنایات کرنے کیلئے مقتدی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مدرسہ کی ضروریات میں ایک اشد ضرورت یہ ہوا کرتی ہے کہ مدرسہ عالم و فاضل ہو۔ ضروریات میں سے اصل مدرس ہے اور باقی اس کی شاخیں۔ مدرس ہی سے علم کی تر و تازگی اور درس کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ اگر مدرسہ مدرس سے خالی ہو تو فوائد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے خواہ مدرسہ اس باب آلات ضروریہ سے پر ہی کیوں نہ ہو۔ اب تک تو امام کیا ہراسی اور طبری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے یہ مدرسہ رونق پر تھا اور درس کا کام متواتر ہو رہا تھا۔ چنانچہ بہت سے طالب علم آپ سے مستفید ہوئے فقیہ اور مناظر ہوئے ہیں۔ علم کی گرم بازاری رہی ہے اور بہت کچھ رونق رہی ہے۔ آپکے انتقال فوری سے مدرسہ کی حالت میں کچھ گڑبڑی سی آگئی ہے چنانچہ مقررہ قاعدہ سُست ہوگیا اور افادہ و استفادہ کی گرم بازاری جاتی رہی۔ اب عراق میں کوئی ایسا شخص نہیں۔ جو امام مذکور کا جانشین ہو سکے۔ اور اُسی طرح درس و تدریس کے کام کو جاری رکھ سکے۔ اب ہمارے دل میں سب سے زیادہ خیال یہی دامنگیر رہتا ہے۔ کہ کسی طرح اس بات کا تدارک کیا جائے۔ نیز مقدس نبوی (اللہ تعالےٰ اس کے انوار کو ظاہر کرے) کی رائے عزیز سے وسیلہ ڈھونڈا گیا۔ اور اس کی تدبیر کے لئے مبالغہ کیا گیا۔ تو یہ خطاب صادر ہوا کہ جب تک صدر الدین (اللہ تعالےٰ ان کی عمر دراز کرے) اس کام پر خواجہ امام اجل زین الدین حجۃ الاسلام۔ فرید الزمان ابو حامد محمد بن محمد بن الغزالی (اللہ تعالےٰ آپ کی تمکنت کو ہمیشہ رکھے) کو مامور نہ فرمائینگے یہ کام سرانجام نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اس وقت بے نظیر۔ جہان کے پیشرو۔ اور زمانہ بھر کے انگشت نما ہیں۔ اور آئمہ دین کے زمرہ میں اس وقت وہ سب سے لائق و فائق گنے جاتے ہیں۔ اور تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حجۃ الاسلام کے جو اوصاف مشہور ہیں۔ واقعی وہ اُن میں پائے جاتے ہیں۔ علاوہ مقدس نبوی امامی (اللہ تعالےٰ آپکے جلال کو دائم رکھے) کی رائے سے یہ منصب حجۃ الاسلام کے سپرد ہوا ہے۔ اور ان پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ان پر یہ دلی خیال ظاہر کیا گیا ہے۔ اور انہیں جتلایا گیا ہے کہ اس طرف آنے۔ اس کام میں مشغول ہونے۔ اور اس کار خیر کو سرانجام دینے میں کسی قسم کا انکار یا عذر نہ کریں۔ اور آپ جناب سے (اللہ تعالےٰ آپ کے علو مرتبہ کو دائم رکھے) توقع کیجاتی ہے

کہ اپنے وجود مبارک سے زینت بخشیں گے۔ اس واسطے ضروری اور مناسب ہے کہ صدر الدین سلسلہ جنبانی کر کے حجۃ الاسلام کو بلا کر انہیں مدرسہ کی مدرسی کے مجبور و قائل کریں اور اس کو ایک کار اہم سمجھ کر اس میں کوتاہی نہ کریں۔ والسلام ؂

وہ خط جو نظام الدین احمد بن صاحب الشہید نظام الملک اسحاق بن علی بن اسحاق نے بغداد کے مدرسہ نظامیہ کی تدریس کے بارہ میں حجۃ الاسلام کی طرف لکھا اور یہ الہام کیا ہے اس رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد لکھا گیا ہے

حجۃ الاسلام کے نام وزیر عراق کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواجہ امام حجۃ الاسلام (اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے) پر واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا اور ان کا شکریہ بجا لانا تمام اہل جہان کے لئے واجب ہے اور یہ فیض الٰہی ہمیشہ اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے۔ جب شکر ادا کیا جائے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر کروگے تو میں تم پر اپنی نعمت زیادہ کروں گا۔ اور چونکہ بندوں پر حق تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں اور عنایتوں میں سے سب سے بڑھ کر علم ہے۔ جیسا کہ خود فرمایا ہے۔ یؤتی الحکمۃ من یشاء جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے الخ۔ جس شخص کو اس عنایت سے مخصوص اور پیرایہ علمی سے آراستہ کیا ہو۔ اس کے لئے اس نعمت کا شکر بھی ضروری ہے۔ سو اس نعمت کا شکریہ ہے۔ کہ مستفیدوں کو فائدہ اور مسلمانوں کو علم کا فیض پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حجۃ الاسلام کو یہ نعمت باقیوں کی نسبت بہت زیادہ دے رکھی ہے۔ اور اس فضیلت کی زیادتی سے موسوم کیا ہے۔ اور علم میں جو تمام اوصاف سے بڑھ کر اس درجہ تک پہنچایا ہے۔ کہ جہان کا پیشرو۔ یگانہ وقت اور قائم روزگار بنا دیا ہے سو جس طرح اس قدیم الشان نعمت میں بے نظیر بنایا ہے اسی طرح حجۃ الاسلام کے لئے واجب ہے کہ اپنا وقت اس کی زکوٰۃ دینے کے لئے صرف کریں۔ اور اس کی زکوٰۃ

یہ ہے کہ علم کو پھیلایا جائے۔ اور متعلموں کی رہنمائی کی جائے۔ اگرچہ آپ کی عمر اس نیکی سے آراستہ رہی ہے۔ اور جہاں کہیں آپ رہے ہیں۔ آپکے انفاس کی برکتوں اور فائدوں سے مسلمان خالی نہیں رہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس طرح آپ علم میں یکتائے زمانہ ہیں۔ اسی طرح آپکے لئے مقام اور مسکن بھی اسلامی ممالک میں سبکے اعلے منتہا اور بزرگ ہونا چاہئے۔ تاکہ تمام روئے زمین کے شاگرد فائدہ اٹھا سکیں سو اس مطلب کے لئے بغداد سبسے اچھی جگہ ہے۔ مدت سے مسلمانوں کا یہ خیال تھا۔ اور یہ بھی ٹھیک اور بہتر۔ اگر اس التماس کو آپ منظور فرمائیں۔ تو علاوہ بریں کہ آپکو فضیلت و ثواب حاصل ہو۔ ہماری رضامندی اور خوشنودی کا باعث ہوگا۔ اور انشاء اللہ آپ کی یہاں تشریف آوری بڑے ثواب نیکیوں اور عمدہ تعریف کا موجب ہوگی ⁂

صدرالوزراء کے نام

حجۃ الاسلام روح اللہ روحہٗ فی دارالسلام کی طرف سے

جوابِ خط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قولہ تعالٰے " وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ "

اللہ تعالٰے فرماتا ہے کوئی ایسا آدمی نہیں جس نے کسی کام کی طرف رخ نہ کیا ہوا ہو۔ وہی کام اس کا مقصد اور قبلہ ہوتا ہے۔ فاستبقوا الخیرات تو تم اس کی طرف رُخ کرو۔ جو سب سے بہتر ہے۔ اور اس میں جلدی اور سبقت کرو۔ نیکی کو قبلہ بنانے کے لحاظ سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں :-

اول عوام جو اہل غفلت ہیں ⁂

دوم خواص جو اہل کیاست ہیں ⁂

سوم خواص الخاص جو اہل بصیرت ہیں ⁂

ان میں سے اہل غفلت کی نظر صرف جلدی آنے والی نیکی پر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کی نعمتیں سب سے بڑی ہیں جن کا پھل مال و مرتبہ کا منبع ہے

سو انہوں نے مال و مرتبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے۔ لیکن جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا ہے۔ ماذئبان ضاریان ارسلا فی زریبۃ غنم باکثر فسادا فیہا من حب الشرف والمال فی دین المرء المسلم جس قدر نقصان ایک مسلمان کے دین میں مال و مرتبہ کی محبت کرتی ہے اتنا بھیڑوں کے گلہ میں نقصان وہ دو بھیڑیے نہیں کرتے، یہ غافل نہ تو بھیڑیئے اور شکار میں اور نہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور گرمی میں تمیز کرتے ہیں۔ اس واسطے نگونساری کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ نہ جسے بلکہ ہر وہ بلندی خیال کرتے اور جانتے ہیں۔ یہ انکی نگونساری ہے۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے "تعس عبد الدینار تعس عبد الدرھم تعس ولا انتعش واذا شیک فلا انتقش" درم و دینار کے بندوں کے لئے ہلاکی ہو عیش و عشرت میں زندگی بسر نہ کرو۔ اگر کوئی چیز تمہاری ہو۔ تو اسی کو ہر وقت دل میں جگہ نہ دیئے رکھو۔

دوسرے خواص جو اہل بصیرت ہیں انہوں نے دنیا و آخرت سے نسبت دی اور سمجھ لیا کہ آخرت دنیا کی نسبت بہتر ہے۔ اس آیت کا مطلب ان پر منکشف ہوا۔ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی آخرت اچھی اور باقی رہنے والی ہے ایسی عقلمندی نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ ابدی کو فانی سے اچھی سمجھو۔ پس انہوں نے دنیا سے منہ پھیر آخرت کو اپنا قبلہ بنایا ہے انہوں نے بھی گو مطلق بہتری کو اختیار نہیں کیا۔ تاہم دنیا سے بہتر چیز پر قناعت کی ہے۔

تیسرے خواص الخواص جو اہل بصیرت ہیں انہوں نے پہچان لیا ہے کہ جس چیز کے بعد کوئی چیز ہو سکتی ہے وہ مطلق نہیں۔ اور جس سے بڑھ کر کوئی ہے۔ وہ چھپ جانیوالا ہے۔ والعاقل لایحب الآفلین عقلمند آدمی چھپ جانیوالی چیزوں سے پیار نہیں کرتا۔ پس انہوں نے دیکھا کہ دنیا اور آخرت دونو پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور طعام و نکاح کی جگہ ہیں۔ جن میں چوپائے بھی شریک ہیں اور دنیا اور آخرت کا پیدا کرنے والا اور بادشاہ ان دونو سے بہتر ہے۔ یہ کلمہ ان پر منکشف ہوا کہ وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اللہ تعالےٰ سب سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے، اس لئے انہوں نے ان اصحاب الجنۃ الیوم فی شغل فاکھون کے مقام کو چھوڑ فی مقعد صدق عند

ملیک مقتدر اور المقتدر اختیار کیا۔ بعد ان لوگوں پر لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت ظاہر ہوئی اور اُنہوں نے جان لیا کہ آدمی جس چیز کے خیال میں ہوتا ہے۔ اس کا بندہ ہوتا ہے۔ اور وہ چیز اس کا معبود اور اللہ ہے۔ اسی واسطے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تعس عبد الدرہم۔ درم کے بندے کیلئے ہلاکی ہے۔ پس جن کا مقصود اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور چیز ہے۔ اُس کی توحید کامل نہیں۔ اور شرک خفی سے خالی نہیں۔ ان لوگوں نے کل جہان کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک اللہ اور دوسرا ماسوی اللہ۔ پھر ان دونو کے دو پلڑے ترازو کی طرح بنائے۔ اور دل کو اس ترازو کا زبانہ بنا کر۔ جب اس کو اچھے پلڑے کی طرف مائل دیکھا۔ تو کہا۔ قد ثقلت کافۃ الحسنات ٹھیک نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ جو اس ترازو پر درست نہیں اترتا۔ وہ قیامت کے ترازو پر بھی درست نہیں اتریگا۔ جس طرح پہلا گروہ دوسرے گروہ کے مقابلہ میں بمنزلہ عوام ہے۔ اسی طرح دوسرا گروہ تیسرے گروہ کے مقابلہ میں بمنزلہ عوام ہے۔ اس لئے ان کی باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور اسی واسطے انہیں النظر الی وجہ اللہ کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ وہ زبانی بہت کچھ کہتے ہیں۔ چونکہ صدر الوزرا کو اللہ تعالےٰ نے انہیں اعلےٰ مقامات پر پہنچایا۔ مجھے ادنےٰ جگہ سے اعلےٰ جگہ پر بلاتے ہیں۔ اس لئے میں انہیں اَسْفَلُ السَّافِلِیْن سے اعلےٰ علیین کی طرف بلاتا ہوں۔ اسفل السافلین پہلے گروہ کا مقام ہے۔ اور اعلےٰ علیین تیسرے گروہ کا ۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من احسن الیکم فکافئوہ جو تم سے نیکی کرے تم بھی اس کو بدلہ دو ۔

چونکہ ایسا کرنے سے میں عاجز ہوں۔ اس واسطے میں ایسا بدلہ و عوض دینے پر مجبور ہوں۔ سو صدر الوزرا اس بات کی جلدی کوشش کریں۔ عام کے درجہ سے نکل کر خواص کے مقام میں داخل ہوں۔ کیونکہ طوس اور بغداد پر کیا منحصر ہے۔ تمام جہان سے اللہ تعالےٰ کی طرف راہ یکساں ہے۔ کسی کی نزدیک ہیں اور بعض دور لیکن اس مقام سے حق تعالےٰ کی طرف تمام راہیں مساوی ہیں۔ یہ آپ اچھی طرح سمجھیں۔ کہ اگر آپ نے کوئی فرض ترک کریں۔ یا ایک کام شرع کے برخلاف کریں یا ایک رات آرام سے سو جائیں یا آپکی ولایت میں ایک شخص بھی رنجور اور مظلوم رہ جائے۔ تو آپکے در پیش ضروری کمی آئیگی اور

اہل غفلت میں شمار ہونے لگینگے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔ اَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ يُّوْقِظَ مِنْ نَوْمِ غَفْلَةٍ لِيَنْظُرَ فِیْ يَوْمِهِ لِغَدِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ الْاَمْرُ مِنْ يَّدِهٖ یہی لوگ غافل ہیں اسی واسطے یہی لوگ آخرت میں نقصان اُٹھائینگے۔ اللہ تعالےٰ سے اس بات کی التجا کرو۔ کہ وہ تمہیں غفلت کی نیند سے جگائے تاکہ تم آج ہی پیشتر اس کے کہ تمہارے ہاتھ سے کام لے لیا جائے کل کے لئے دیکھ بھال کر سکو۔

اب ہا مدرسہ بغداد کا معاملہ اور صدر وزارت کے حکم سے انکار کی وجہ عذر یہ ہے۔ کہ وطن کو اس واسطے ترک کیا جاتا ہے۔ کہ یا تو دین میں زیادتی ہو یا دنیا میں۔ سو دنیا کی زیادتی طلب اقبال (اللہ تعالےٰ کا شکر ہے) پہلے ہی میرے دل سے اٹھ چکے ہیں۔ اگر بلا میری کوشش بغداد و طوس ہی لے آئیں۔ اور میرے لئے خوشگوار اور عمدہ ہو۔ تو بھی اگر دل اس طرف متوجہ ہو جائے۔ تو مصیبت دُگنی ہو جاتی ہے۔ اور یہ توجہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ وقت گذار دیتا ہے۔ اور تمام کاموں کی پروا کھو دیتا ہے۔ رہی دینی ترقی سو اس کے لئے عمر کی حرکت و طلب درکار ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ علم کا فیض وہاں بآسانی پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور سامان تیار ہے۔ اور طلبہ کی تکلیف زیادہ ہے لیکن اس زیادتی کے مقابلہ میں ایک دینی عذر بھی ہے۔ وہ یہ کہ وہ زیادتی اس نقصان کی تلافی نہیں کر سکتی۔ ایک تو یہ کہ یہاں پر قریباً ایک سو پچاس پرہیزگار شاگرد فائدہ اُٹھانے میں مشغول ہیں۔ ان کا یہاں سے نقل مکان کرنا اور اسباب کا مہیا کرنا سخت مشکل ہے۔ زیادتی کی امید پر ان کو تکلیف میں چھوڑ۔ اور ان کا دل دُکھا کر دوسری جگہ جانا ٹھیک نہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ فرض کرو کہ کسی آدمی کے زیر سایہ دس یتیم پرورش پا رہے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ کر بیس اور یتیموں کی پرورش کے لئے دوسری جگہ چلا جائے۔

دوسرا عذر یہ ہے کہ جن دنوں صدر شہید نظام الملک قدس سرہٗ نے مجھے بغداد میں بلایا تھا۔ میں تنہا تھا۔ اور بال بچوں کے تعلقات سے بری۔ لیکن آج اہل و عیال والا ہوں۔ ان لوگوں کا نقل مکان کرنا مشکل ہے۔ ان کو چھوڑنا اور دلوں کو مجروح کرنا جائز نہیں۔

تیسرا عذر یہ ہے کہ جب میں سنہ ۴۸۹ ہجری کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار مبارک پر

پہنچا۔ جسے آج قریباً پندرہ سال گذر رہے ہیں۔ تین منتیں مانی تھیں۔ اور اب تک تینوں پر کاربند ہوتا آیا ہوں ⁂

ایک یہ کہ کسی بادشاہ کے پاس نہیں جاؤنگا ⁂

دوسرے کسی بادشاہ کا مال نہ لونگا ⁂

تیسرے مناظرہ نہیں کرونگا ⁂

اگر میں ان تینوں اقراروں کو توڑدوں تو میرا دل اور وقت دونو خراب ہونگے اور کوئی دینی کام بن نہیں پڑیگا۔ بغداد میں رہ کر مناظرہ بھی کرنا پڑیگا۔ اور سلام و خلافت بھی نہیں ترک سکینگے۔ جب میں شام سے لوٹ کر بغداد میں آیا تھا۔ تو میں نے سلام نہیں کیا تھا۔ اور ہر طرح سے بچا ہوا تھا۔ کیونکہ کسی کام میں مشغول نہ تھا۔ اب اگر کسی کام میں مشغول ہو جاؤں۔ یا باطن انکار کرے اور خالی نہ ہو۔ تو جو نتائج اس وقت باطن سے ظہور میں آئینگے وہ ضائع ہو جائیں۔ سب سے بڑا عذر زندگی بسر کرنے کا ہے۔ کیونکہ میں شاہی مال لینا نہیں چاہتا۔ اور بغداد میں میری ملکیت نہیں۔ اس لئے وہاں دن کاٹنے مشکل ہو جائینگے۔ جب تک میں قناعت اور میانہ روی سے کام لیتا ہوں۔ تب تک وہ مختصر جائداد جو طوس میں ہے۔ میرے اہل بچوں کے لئے کافی ہے۔ اگر طوس سے چلا جاؤں تو قناعت اور میانہ روی میں ضرور فرق آئیگا۔ یہ تمام عذر دینی ہیں۔ گو خلقت ان امور کو سہل سمجھتی ہے۔ لیکن میرے نزدیک بڑے ہیں ⁂

آخری عذر یہ ہے۔ کہ چونکہ عمر کا بہت سا حصہ گذر چکا ہے اس لئے اب وداع و فراق کا وقت ہے نہ کہ سفر عراق کا۔ اب میں جناب کے مکارم اخلاق سے امید کرتا ہوں کہ آپ میرے ان عذرات کو قبول فرمائینگے۔ اور یہ فرض کر لینگے کہ غزالی بغداد میں پہنچا اور اجل نے اسے آگھیرا۔ اب مدرسہ کے لئے کوئی اور تدبیر کرنی چاہیئے۔ جو تدبیر میرے فوت ہونے کے بعد کرنی ہے۔ وہ آج ہی کریں۔ واللہ اعلم ⁂

اللہ تعالے آپ کو ایمانی حقیقت سے جو ایمانی صورت سے بڑھ کر ہے۔ آراستہ کرے تاکہ جہان اس ایمان سے آباد ہو جائے ⁂

اور خطوط

وہ خطوط جو شہاب الاسلام کے نام لکھے گئے ہیں اور جن میں دل کے معالجہ اور اس کے مرض سے بچنے اور اس کی شفا کو دل کے اطبا اور صاحب دل اشخاص سے طلب کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

پہلا خط

جو شہاب الاسلام کے نام لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کی مجلس عالی دینی و دنیوی سعادت سے پُر ہو اور اس مجلس عالی اور آپ کے دل سے حادثے اور تشویشیں۔ بدنصیبی کی علامات اور شیطانی مکروفریب دور رہیں۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ داووا مرضاکم بالصدقۃ اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو۔ عوام الناس اس معالجہ سے مراد جسمانی علاج لیتے ہیں۔ لیکن خواص دل کے علاج سے مراد لیتے ہیں۔ جسمانی اور قلبی امراض میں بڑا فرق ہے۔

قولہ تعالیٰ فی قلوبھم مرض ان کے دلوں میں مرض ہے۔ دلی امراض جس قدر پُرخطر ہیں۔ اسی قدر اس کے مریض بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ جسمانی بیمار ہزاروں سے ایک آدھ ہوتا ہے لیکن دلی بیمار ہزار میں سے نوسو ننانوے۔

یاد رہے کہ جس کا قلب سلیم ہوگا وہی نجات پائیگا جس طرح جسمانی مرض کی علامت کھانے پینے کی رغبت کا کم ہونا ہے۔ اسی طرح دلی مرض کی علامت اس کی غذا یعنی ذکر الٰہی کی طرف کم مائل ہونا ہے جس طرح خوراک اور غذا بغیر بدن قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ اسی طرح دل بھی حق تعالیٰ کی محبت بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یاد رکھو دلوں کا اطمینان ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص ذکر الٰہی میں زندگی بسر نہیں کرتا۔ اس کا دل مردہ ہے۔ ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان لہ قلب اس میں صاحب دل کے لئے

عادتوں کو اکٹھا کیا ہوا ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک جمشید کا قاعدہ اور بنیاد ہے جن کی ابتدائیں بھی علماء واقف ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی عنایت ہے کہ اس نے اس قسم کی فضیلت خاص کر رکھی ہے۔ یہ دعاگو جب سے مشاہدہ کریم سے مستفید ہوا ہے۔ بغداد یا جہاں کہیں گیا ہے۔ شام۔ حجاز۔ عراق وغیرہ کے سفر میں بھی اس رفیع بارگاہ کی نعمتوں کے شکریہ اور مدح وثنا سے خالی نہیں رہا۔ اب مدت سے اس نے گوشہ نشینی اختیار کی ہوئی ہے اور بادشاہوں سے خط وکتابت بارہ سال کا سلسلہ بند کر دیا ہے اور قلم و زبان پر مُہر لگا دی ہے۔ اپنی عادت کے برخلاف جو بندہ نے آپ کی طرف کچھ لکھا ہے اس کے دو باعث ہیں۔ ایک یہ کہ جائے زیارت کے قریب ہونے۔ مبارک فتح کے لئے طلب بشارت کرنے اور اس خوشخبری کی خوشی کی وجہ سے جو بھری انوار بند ہستے اس ولایت کے باشندوں کو نصیب ہوئی۔ تکلف سے نہیں بلکہ خودبخود جوشِ طبیعت سے قلم و زبان میں حرکت پیدا ہوئی۔

دوسرے یہ کہ اس کمزوری کے وقت میں جو اس علاقہ میں آگئی تھی ہر ایک بڑے آدمی کو ایسی طلب بشارت کے سبب جو ایسے وقت میں غالب ہوتی ہے۔ کسی جگہ کا ارادہ کرے۔ سو فلاں شخص نے اس اخلاص اور خدمت کی وجہ سے جو اسے آپ کی بزرگ بارگاہ کے غلاموں سے تھا۔ ارادہ کیا کہ خود حاضر خدمت ہو کر عرض کرے۔ اور مبارکباد کی رسم ادا کرے۔ لیکن اس کے آنے میں زیادتی اور گھبراہٹ تھی کیونکہ اس کے چلے جانے سے شہر خالی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے جب اس بارے میں مجھ سے مشورہ کیا۔ کہ ایسے وقت میں ٹھہر جانا ہی مناسب ہے۔ جب فرمان عالی صادر ہوگی۔ روانہ خدمت ہوگا۔ میں نے بھی جناب کی رائے ثاقب روشن متین اور بخشش شعار پر نظر کرتے ہوئے سیاست کا ذکر لیا کہ واقعی تمہاری یہ رخصت منظور ہوگی۔ کیونکہ رسموں کے ادا کرنے کی نسبت رعیت کی بہتری کو مقدم سمجھنا جناب کی مجلس بزرگ کا خاصہ ہے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے جو اسے تمام ہم عمر والے فضیلت کی زیادتی۔ خوشخوئی۔ کم آزاری۔ رعیت پر شفقت کرے۔ عین جوش جوانی میں پرہیزگاری جو کاموں کے تجربہ کی ابتدا ہوا کرتی ہے اور وقار سکون اور حسن تدبیر میں جو عمر بھی میں دیر تک رہنے اور تجربہ کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ بارگاہ سے اس پر بحرہ

کیا جاتا تھا۔ امید کرتا ہے کہ مجلس عالی سے اس کے نام احکام جاری ہونگے۔ اور بطور سابق اس کی امداد فرمائی جائیگی۔ تاکہ اخلاص میں جو اُسے خصوصیت حاصل ہے اسکا اثر ظاہر ہو۔ چونکہ ریاست کے نائب میں کفایت شعاری اور استواری کا ہونا ضروری ہے سو اس عرصہ میں قریبًا قریبًا فلاں شخص پر اعتبار کرتے تھے۔ چونکہ نسب علم۔ کفایت اور دیانت میں اپنے ہم جنسوں میں بے نظیر تھا۔ اس واسطے بغیر اس کی خواہش کے اس کے نام حکم جاری ہوا۔ لیکن اس نے اس حکم کی بجا آوری میں اس واسطے توقف کیا کہ زمانہ میں گڑبڑی تھی۔ اور میں اُسے رعیت کی ترغیب دیتا تھا۔ وہ اس حکم کو سخت ملالت و کراہت سے کرتا تھا۔ لیکن اب اُمید ہے کہ تمام کاموں کا انتظام ہو جائیگا اور بڑے بڑے آدمیوں میں موافقت پیدا ہو جائیگی۔ سو آپ کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس بارے میں حکم صادر فرمائیں۔ تاکہ اس قسم کا توقف اور تردد جاتا رہے۔ جب آپ کی طرف سے حکم جاری ہوگا۔ تو تمام دل مطمئن ہو جائینگے۔ طلس کے معاملہ میں خاص غور و خوض کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ شہر پرہیزگار اور دیندار لوگوں سے آراستہ ہے۔ جن کی دعا حصن حصین ہوا کرتی ہے۔ گرد نواح میں یہ عصبیت رہا ہے کہ لوگ حسد اور غرض سے بناوٹی باتیں بیان کرتے ہیں۔ لیکن اکثر آدمیوں کی یہی خصلت ہوا کرتی ہے۔ ان کی باتوں سے دین کی راہ میں توقف اور دیر پیدا ہوتی ہے ان احوال کی تفصیل فلاں شخص بیان کردیگا۔ جو ہر طرح سے قابل اعتبار ہے۔ فلاں شخص کی مجلس اور اطراف۔ اور گرد و نواح کے لوگ سخت منتظر ہیں کہ آپ جلدی اس کے نام فرمان مبارک جاری کریں۔ تاکہ گرد و نواح کے لوگ فارغ البال ہو جائیں۔ مدد اور دعا کریں۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی دعا جو محمدی بارگاہ عالی کے بارے میں کرینگے۔ قبول فرمائیگا۔ کیونکہ وہ دین و دنیا کی پناہ ہے والسلام۔

اور خط

جو مجیر الدین کے نام لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ تعالیٰ۔ ستجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ من اللہ

مالکم من ملجإ یومئذ وما لکم من نکیر فان اعرضوا فما ارسلناک علیهم حفیظا ان علیک الا البلاغ. لوگو! تم اس روز کے آنے سے پہلے جو خدا کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اپنے پروردگار کا کہا مانو۔ کہ اس دن نہ تم کو کہیں پناہ ہوگی۔ اور نہ تم گناہوں سے انکار کر سکو گے۔ اگر اتنا سمجھانے پیچھے روگردانی کریں تو کرنے دو۔ تم داروغہ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے ۔

یوم لا مرد لہ سے مراد موت کا دن ہے جس دن حسرت و ندامت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جب وہ ہمارا خوف کھینچیں گے۔ تو اس وقت ان کا ایمان ان کے لئے مفید نہیں ہوگی ۔

بلاغ (پہنچانے) کی بابت خود ہی فرمایا ہے الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ هواها دانا وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو حقیر سمجھ کر آخرت کیلئے عمل کیا۔ اور احمق وہ ہے جس نے اپنی نفسانی خواہشات کی تابعداری کی ۔

فرمانبرداری یہ ہے کہ آخرت کے توشہ کی تیاری کرے یعنی دنیا میں سے صرف اسی قدر لے جو آخرت کے سفر کا توشہ ہو سکے۔ آخرت کا توشہ یہ ہے کہ پہلے اپنی فریادرسی کرے اور بعد میں خلق خدا کی۔ جو شخص خلق خدا کو ظالموں کے پنجہ بیداد سے رہا کر کے ان کی فریادرسی کرتا ہے اس کا لقب آسمان میں مجیر اللہ ولہ ہے۔ القاب آسمان سے اترا کرتے ہیں ۔

چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے علم حاصل کر کے اس پر عمل کیا اور اوروں کو سکھایا اس کو آسمانی بادشاہت میں عظیم کے نام سے پکارتے ہیں ۔ ہر ایک شخص کی حالت کے مطابق آسمان پر اس کا نام لقب ہوتا ہے۔ اپنی فریادرسی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو حرص و ہوا غضب و شہوت اور کبر و رعونت کی بدی سے بچائے۔ کیونکہ تمام لوگ شیطانی لشکر ہیں۔ اور عقل جو ایک ہی لشکر ہے۔ ان ظالموں کے پنجے میں قیدی ہے۔ اور ان کی خدمت کیلئے مجبور ہے اور اپنی کوشش اور ہمت اس بات پر صرف کرتا ہے کہ کسی طرح اپنے غضب و شہوت کو پورا کرنے کا کوئی حیلہ نکالے۔ جو عقل ان شیطانی لشکروں کی

غلامی اور قید سے آزاد کی گئی ہے۔ وہ بارگاہ الٰہی کے مطالعہ کے لئے لائق ہے۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لولا ان الشیاطین یحومون علیٰ قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السماء۔ اگر شیطان انسان کے دلوں کے گرد نہ پھرتے تو وہ آسمانی بادشاہت کو دیکھتے۔ جس شخص نے اپنی عقل کو ان صفات سے بچا لیا ہے اور بارگاہ الٰہی کے لائق ہو گیا ہے۔ اس کا لقب آسمان میں "مجیر الحضرۃ" ہے۔ چونکہ آپ اپنے زمانہ کے حکام میں سب سے ممتاز اور دانا ہیں۔ اس لئے آپ کی کمال عقل سے مجھے امید ہے۔ کہ آپ اپنے آپ کو مذکورہ بالا معانی پیش کر کے خود ہی اپنے لقب کی تحقیق کرینگے ❊

کہا گیا ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے۔ جو اٹل ہے۔ خواہ وہ جلدی آئے یا دیر سے لیکن آئیگا ضرور۔ خلقت کی فریاد رسی عوام کے لئے واجب ہے۔ کیونکہ ظلم حد سے بڑھ گیا ہے۔ جب میں نے اس حالت کا مشاہدہ کیا۔ تو قریباً ایک سال ہونے آیا ہے میں طوس سے چلا گیا تا کہ ممکن ہے میں بے رحم اور بے حرمت ظالموں کے مشاہدہ سے بچ جاؤں۔ جب مجھے مجبوراً یہاں لوٹ آنے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ ظلم بدستور سابق جاری ہے۔ اور لوگوں کی تکلیف پہلے سے دو چند ہے ❊

دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو بشری صفات سے جو کہ دنیاوی ذلت اور اخروی عذاب کے باعث ہیں بچائیے۔ اور اسی کو "جہاد اکبر" کہتے ہیں۔ اس جہاد میں فتح کی علامت یہ ہے۔ کہ جس کو یہ فتح نصیب ہوتی ہے۔ وہ ایک ایسا بادشاہ بنجاتا ہے۔ کہ وہ جہان کے بادشاہوں کی خدمت سے کنارہ کشی کرتا ہے۔ بلکہ اس درجہ ترقی کرتا ہے۔ کہ وہ ترک کی خدمت کرتا ہے۔ جو انسانی قالب میں ایک حیوان ہے۔ جو شخص ترک کی خدمت اس سے کرنا چاہے تو نا ممکن ہے۔ عمدہ لباس اور زیب و زینت والے کپڑوں سے انسان رعونت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور گو بظاہر مرد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ عورت ہوتا ہے۔ اگر اس واسطے کرتا ہے کہ عوام الناس اور بازاری لوگ اس کی خدمت کریں۔ تو وہ کبر کا گرفتار رہے۔ ایسا شخص گو بظاہر عقلمند معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں جاہل ہے۔ کیونکہ اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ اس ترک کی خدمت کرنے سے اسے دینی و دنیاوی ہزاروں طرح کی تکلیف اور نقصان

ہے۔ عوام الناس بازاری لوگوں کی خدمت سے اسے کسی طرح کی شرافت وفضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ اگر غور کرے۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ کوئی شخص اس کی خدمت نہیں کرتا۔ بلکہ ان کی خدمت یا سجود اپنی طمع اور شہوت کو ہے۔ اور اس مال کی خاطر ہے۔ جو اس سے حاصل کرتے ہیں۔ البتہ اس کو دھوکا ضرور دیتے ہیں۔ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں اس کا دوست ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ ان چند پیسوں کے دوست ہیں۔ جو اس سے حاصل کرتے ہیں۔ سو وہ اسے اپنی خواہش کا وسیلہ اور ٹھٹھول بناتے ہیں۔ اور اسے دھوکا دیتے ہیں۔ کہ ہم تیرے خدمتگذار اور دوست ہیں۔ اگر وہ سن پائیں کہ ہمارے آقا کی نیت ہمیں برطرف کرنے اور ہماری جگہ کسی اور کو مقرر کرنے کی ہے۔ تو سب منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور اس کے دشمن کی خدمت اس سے کئی گن کرنے لگتے ہیں۔ اگر غور کرے۔ تو انسان کی خوشی لوگوں کی ہنسی اور معافی پر ہے۔ اور اس کے شرف کی بنا اس ترکی پر ہے۔ کہ اگر اس کا خیال چھوڑ دے۔ تو جہان اس پر دوزخ کی طرح تاریک تنگ ہو جائے۔ انسانی دل ہنڈیا سے بڑھ کر جوش مارتا ہے۔ وہ شرف بہت ہی بودا ہے جس کی بنا مخدوم کے دل کے میلان پر ہو۔ وہ دراصل مکڑی کے جالے سے بھی بودا ہے۔ مثل الذین اتخذوا من دون اللّٰہِ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً...الخ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو اپنا دوست بناتے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے گھر بنایا...الخ ۔

اصلی شرف وہ ہے جو معرفت اور آزادی پر مبنی ہو۔ اور اسے ہی باقی رہنے والی نیکیاں کہتے ہیں۔ معرفت اس بات کا نام ہے کہ دنیا کے غرور اور آخرت کے شرف کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔ آزادی اس بات کا نام ہے کہ اپنی صفات کی بندگی اور غلامی سے ایسا آزاد ہو جائے کہ اگر بالفرض دنیا کے تمام بادشاہ اس کی خدمت کریں تو اس کی پرواہ نہ کرے۔ اور اگر اپنے وطن میں اُس کی تیاری یا توجہ کو دیکھے تو اپنی حالت پر ماتم کرے۔ کیونکہ اگر خیال تک دل میں ہے تو ابھی بندہ و غلام ہے۔ اور بیچارہ اور حاجتمند ہے۔ کیونکہ اس کی خوشی اور غم دوسرے سے وابستہ ہے جس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو فرمایا اذا تقرب الناس علی اللّٰہ تعالیٰ باعمال البشر فتقرب انت للّٰہ بعقلک

جب لوگ قرب الٰہی اعمال بشری سے حاصل کریں تو تم اپنی عقل سے قرب الٰہی کی جستجو کرو۔

یہ کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واسطے فرمائے کہ جو شخص بذریعہ عقل قرب الٰہی کی جستجو کرتا ہے۔ وہ بمنزلہ کیمیا گر کے ہے۔ اور جو بذریعہ اعمال قرب الٰہی کی جستجو کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے پاس چند ایک درہم ہوں۔ جو چند روز میں صرف ہو جائینگے۔ اس واسطے کہ بذریعہ عقل قرب الٰہی حاصل کرتا ہے وہ کام کی اصلیت سے واقف ہوتا ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ دنیا حقیر ہے اس واسطے اس کی نگاہوں میں دنیا کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح کہنے لگتا ہے۔ کہ میں نے دنیا کو تین طلاقیں دیں۔ جب تک اس قسم کی عقل ظاہر نہ ہو۔ دنیا کی حقیقت نہیں کھلتی۔ اور دنیا کی غلامی کا عقدہ نہیں ٹوٹتا۔ جب تک دنیا کی زندگی باقی ہو۔ بارگاہ الٰہی کا جمال نہیں دیکھ سکتے جسے شرع میں رویت کہتے ہیں۔ جس شخص کی کوشش محض بہشت اور حور و قصور کے لئے ہو۔ وہ ولی اللہ نہیں۔ کیونکہ اس کا قرب الٰہی حاصل کرنا عوام سے بڑھتا چلتا ہے جیسے بادشاہ اور وزیر کہ ان کا محبوب اور مطلوب ان کی غرض ہوا کرتی ہے۔ جو اس سے حاصل کرتے ہیں۔ جو اس کے سوا کسی غیر کی خواہش کرتا ہے۔ وہ ہی غیر اس کا محبوب ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو عقل کامل عنایت فرمائی ہے اس لئے میں متمنی تب ہوں کہ آپ بذریعہ عقل قرب الٰہی حاصل کریں۔ تا کہ ارباب عقل میں شامل ہوں اور سراب کی چمک کا دھوکا نہ کھائیں۔ لوگ جو آخرت کا منہ پھیر کر دنیا کی طرف رخ کئے ہوئے ہیں۔ یہ ان کی کم عقلی اور غفلت ہے۔ کیونکہ خواہشات نفسانی ان کی آنکھوں پر ایسی قابض ہو رہی ہیں۔ کہ اس بارے میں سوچنے کی مہلت ہی نہیں دیتی۔ جس کی عقل راہ آخرت کو طے کرنے سے باز آتی ہے۔ اس کے دو سبب ہوا کرتے ہیں یا تو وہ کسی نفسانی صفت کا گرفتار رہتا ہے۔ جو مال۔ آفت۔ اور دشمنوں کے نقصانات پر خوش ہونیکی وجہ سے یہ نہیں کہہ سکتا۔ سو اس کا علاج یہ ہے۔ کہ انسان عزم بالجزم کرے۔ اور بیچارے نفس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ اور کمینوں کی خوشامد سے درگذر کرے۔ اور دنیا سے اس واسطے روگردان ہو جائے کہ اس میں مصیبتیں بکثرت ہیں

بہ جلدی فنا ہو جاتی ہے۔ اور اس کے شریک کینے ہوتے ہیں۔ یا کسی شبہ یا بصیرت کی کمی کی وجہ سے آخرت کے کام میں دیر کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص آخرت کو محسوسات اور متخیلات کے قیاس پر درست کرنا چاہے اور درست نہ ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ وہ نہیں مانتا۔ اور ایک گروہ بھی مدبر عالم کو نہیں مانتا تھا۔ ایسے شخص کا علاج یہ ہے۔ کہ ہر وقت کوشش میں لگا رہے۔ اور یہ خیال نہ کرے۔ کہ میری بصیرت اور عقلمندی تمام گہری باتوں سے واقف ہے۔ بلکہ لوگوں سے پوچھ پوچھ کر اصل حقیقت معلوم کرے جیسا کہ حکم ہے۔ "فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون" اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو۔ جس طرح ایک طبیب کو بذریعہ دلیل عقلی معلوم ہوتا ہے کہ انسانی روح ایک خاص عرصے تک جسم میں رہتی ہے۔ اور کھانیوالی چیزیں اس کی غذا ہیں۔ اور زہر اس کی ہلاکت ہے۔ اسی طرح مجھے بذریعہ برہان نہ بطریق تقلید اخبار و آثار سے تحقیق ہو گیا ہے۔ کہ انسانی حقیقت کو دائمی بقا ہے جس میں عدم کو دخل ہی نہیں اور یہ کہ اس کی نجات صفات بشری سے آزاد ہونے میں ہے۔ اور سعادت حضرت ربوبیت کی ملاحظہ معرفت میں ہے۔ نجات اور چیز ہے اور سعادت اور۔ ان کی شرح شاعروں کی گپ زنی کی طرح خیالی نہیں۔ یا واعظوں کی دل خوش کن یا ظنی دلیل کی طرح نہیں جو عوام و خواص کی خوراک ہے۔ بلکہ حقیقی اور عقلی برہان سے جو خاص محققوں کے سمجھنے کے لائق ہے۔ کی گئی۔ سو آپ پر واجب ہے۔ کہ اپنی جانچ پڑتال کریں۔ اور دیکھیں کہ آپ میں ایسی کونسی چیز ہے۔ جس نے آپ کو آخرت کے بارے میں متوقف بنا رکھا ہے۔ پھر اس کا علاج کریں تاکہ اگر خلقت کی فریاد رسی نہیں تو اپنی فریاد رسی تو کر لیں۔ والسلام ؎

تیسرا خط

جو مجیر الدین کے نام لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ من احسن الیکم

فکافئوہ۔ جو تم سے نیکی کرے اس کے ساتھ تم بھی ویسی ہی نیکی کرو۔
کلمہ حق کو صبر سے سُن لینا بھی ایک طرح کی آزمائش کرنا ہے۔ اسی واسطے آپ کی مجلس عالی دعا کی مستحق ہے۔ مَیں اللہ تعالےٰ سے اس بات کی التجا کرتا ہوں کہ آپ کو حقیقی سعادت کی معرفت نصیب کرے اور اس سے مخصوص کرے۔ بعد ازاں کہتا ہوں کہ سعید وہی ہے جو غیر کو دیکھ کر نصیحت اختیار کرے۔ سب سے پہلے شخص جو اس بات سے محروم رہا۔ تاج الملک تھا۔ جسے نظام الملک کے حال کا انجام زبان حال سے پکار پکار کر کہتا تھا۔ کہ مناسب ہے کہ یہ امرا گذشتہ امرا کے کاموں کو دیکھ کر برکت حاصل کریں۔ لیکن اسے عبرت نہ آئی۔ بڑی لمبی چوڑی امیدیں لگائیں اور کہنے لگا کہ نظام الملک بچہ تھا۔ اسے کافی مہلت ملی۔ ہم اپنی عمر کا بہت سا حصہ گذار چکے ہیں۔ سو تقدیر آسمانی نے اسے بہت ہی جلدی اس کے غرور کو ظاہر کر دیا۔ لازم تھا کہ مجد الملک ہی عبرت و نصیحت حاصل کرتا لیکن اس نے کہا کہ فوج تاج الملک کی دشمن تھی۔ اور وہ خیانت اور مخالفت سے منسوب تھا سو ہم میں یہ بات نہیں۔ ہم زمانے سے خود ہی انصاف کرائینگے۔ اور اپنی مراد کے موافق حکمرانی کرینگے لیکن زمانے نے تھوڑی مدت میں اس کے غرور کو بھی اس پر ظاہر کر دیا۔ اور اسے کہا۔ اولم نعمر کم ما یتذکر فیہ من تذکر الخ کیا ہم نے تمہیں زندگی نہ دی تھی جس نے سوچ لیا سوچ لیا۔ پس مناسب اور ضروری تھا۔ کہ موید الملک ہی زمانے کی عادت پہچانتا۔ کہ جو چیز تین دفعہ مقرر ہوتی۔ اور نہ رہی وہ میرے پاس کیونکر رہیگی۔ لیکن اس نے دل میں کہا۔ کہ یہ لوگ بلحاظ نسب اس عہدے کے مستحق نہ تھے۔ اس واسطے ان پر زوال آیا۔ لیکن میں ہر طرح سے مستحق ہوں۔ مگر زمانے نے تھوڑے عرصے میں اس کے حال کو بھی دوسروں کے لئے عبرت بنایا اور ظاہر کر دیا۔ کہ وہ بھی محض دھوکا ہی تھا۔ اب مجیر الدولہ کی باری ہے کہ ملکوں میں اس کے سوا وزیر نہیں۔ اسے بارگاہ الٰہی سے ندا ہوتی ہے۔ اولم یھد لھم کم اھلکنا قبلھم من القرون یمشون فی مساکنھم ان فی ذالک لاٰیٰت لاولی النھٰی کیا ہم نے دکھا نہیں دیا کہ ان سے پہلے کتنی امتوں کو جو اپنے مسکنوں میں بود و باش کیا کرتی تھیں ہلاک کیا۔ اس میں صاحب عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔

اور کہتے ہیں سنڈ زیدوں ہیں سے سب سے عقلمند! خبردار! اپنے انتہی حسب نسب سے قطع تعلق نہ کرنا۔ کیونکہ اس میں نصیحت تو ہے لیکن عقلمندوں کے لئے۔ جو گذر چکے ہیں۔ اور جنہوں نے اس سے قطع نسب کیا ہے۔ ذرا اُن کی حالت پر غور کر۔ اور دیکھ کر کس قدر باغ اور چشمے چھوڑ گئے ہیں۔ اپنا بھی یہی حال سمجھ لو۔ کہ اگر بالفرض اپنی مراد کے موافق تو کچھ مدت بسر کریگا۔ تو دیکھ انجام کیا ہوگا۔ افرایت ان متعناھم سنین ثم جاءھم ما کانوا یوعدون ما اغنیٰ عنھم ما کانوا یمتعون۔ کیا تو نے دیکھا کہ ہم نے انہیں کئی سال فائدہ پہنچایا۔ پھر جس چیز کا اُن سے وعدہ تھا وہ اُنہیں آن پہنچی۔ لیکن جس سے وہ فائدہ اُٹھاتے تھے وہ ان کے کسی کام نہ آئی، آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ کوئی وزیر اس بدبیں مستبد نہ ہؤا۔ جو اس زمانے میں ہے۔ کسی وزیر کے زمانہ میں ایسا ظلم اور ایسی خرابی نہ تھی۔ جو اب ہو رہی ہے۔ اگرچہ تم کام کے آدمی ہو۔ لیکن حدیث میں ہے۔ کہ جب قیامت کے دن ظالموں سے مواخذہ کیا جائیگا۔ حتیٰ کہ صاحب قلم و دوات سے بھی باز پرس کی جائیگی۔ اچھی طرح جان لو کہ آپ کی غمخواری کوئی شخص نہیں کریگا۔ اپنی تدبیر آپ ہی کرو۔ اور دین و دنیا کی سعادت اس سے قطع تعلق کرنے سے حاصل کرو۔ اگر یہ میسر نہ ہو۔ تو سمجھو دنیا سے سلامتی جاتی رہی ہے۔ اپنی ساری ہمت آخرت کے توشہ کی تدبیر میں صرف کرو۔ ان کو ظلم سے منع کرنے سے بڑھ کر کوئی مفید توشہ نہیں۔ جس قدر ہو سکے اُن کو ظلم سے منع کرو۔ خاص کر اس علاقے کے مسلمانوں سے تو ظلم کو ہٹاؤ۔ اُن کی تو ہڈیوں تک چھری پہنچ چکی ہے۔ اور اُن کی بیخ کنی ہو چکی ہے۔ جو دینار اُنہوں نے آپس میں تقسیم کئے ہیں۔ ان کا کئی گنا رعیت سے وصول کیا لیکن سرکاری خزانے میں داخل نہیں کیا۔ ظالم لوگ اسے عام کمینوں اور گھٹیل آدمیوں میں لے گئے۔ جو شخص بند و بست اور پہچان چاہے۔ اُس کے ظلم کی طمع گذرے ہوؤں سے گذرتی ہے۔ گذشتہ کی تلافی کی تو اُمید نہیں البتہ آپ کی شفقت و عنایت سے اتنی امید ہے۔ کہ آپ کوشش کریں کہ آیندہ اس قسم کے ظلم نہ ہونے پائیں۔ اور جتنی مقدور ہے اس علاقے کی مدد کریں۔ اور ان مسلمانوں کی دعا سے اپنے زمانے کی آفتوں کیلئے مضبوط قلعہ بنائیں۔ آپکو دنیا سے بچی سعادت تعالیٰ نصیب کرے۔ مدد دے اور رہنمائی کرے اور اپنے فضل و کرم سے درست کرے۔

(۳)

باب سوم

اُن خطوط میں جو حجۃ الاسلام سے مشائخ اور ارکانِ دولت کے نام لکھے گئے

پہلا خط

جو معین الملک کے نام لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قولہ تعالیٰ تلک الدار الاخرۃ نجعلہا... الخ یہ دارِ آخرت ہے ...... الخ

آخرت کی نجات کی دو شرطیں ہیں۔ بڑائی کی طلب اور فساد سے دُور رہنا جو شخص دولت کی ولایت کا طالب ہے۔ اس کی طلب علو معلوم ہے۔ جو شخص نادانوں اور بیوقوفوں کی طرح کھیل کود اور عیش و عشرت میں مشغول ہے۔ وہ فساد سے موسوم ہے۔ نجات کی شرطوں بغیر نجات کی امید کرنا عین غرور ہے۔ اور اس بات سے انکار کرنا کہ یہ نجات کی شرطیں نہیں۔ قرآن شریف کو جھٹلانا ہے۔ آخرت سے دل اُٹھانا اور بدبختی پر راضی رہنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ جس میں یہ دونو باتیں ہوں اور پھر ثروت کی طلب کرنا ہو عیش و عشرت اور کھیل کود میں مصروف ہو اگر کوئی کہے۔ اور خیال رکھے کہ اللہ تعالےٰ رحیم اور کریم ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ رحیم اور کریم ہے لیکن نیکوں کیلئے۔ ساتھ ہی اُسے یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ نیک لوگ بہشت میں ہونگے اور بد دوزخ میں۔ یا وہ شخص یہ کہے کہ میں کل توبہ کروں گا مگر وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ شیطان کئی سال سے اُسے دھوکے میں ڈال کر کل کے وعدہ پر توبہ سے باز رکھتا آیا ہے۔ اور ضروری ہے کہ کئی سال شیطان ایسا ہی کرتا رہیگا۔ شاید اس کے پاس عمر کا قبالہ لکھا ہؤا ہے۔ یا وہ جانتا ہے کہ اجل

ہیں ابھی کچھ مدت باقی ہے۔ یا ملک الموت سے اُس نے کوئی عہد و پیمان کر لیا ہے۔ لیکن اُسے معلوم نہیں کہ شیطان نے کتنے کھایان ایسا ہی دھوکہ دے کر جلا دئیے ہیں ؛

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں حد حسم اهل النار من سوف اہل دوزخ صرف اسی وجہ سے زرد رو ہو گئے کہ انہوں نے کہا کہ ہم عنقریب ہی کام کرینگے ؛

آخری عمر میں جو انسان اگر ایسے خطرے میں پڑے تو اس کا سبب امن اور غفلت کے سوا جو تمام بدبختیوں کا سرمایہ ہے اور کیا ہو سکتا ہے ؛

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ کیا بستیوں والے نڈر ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر نازل ہو جائے اور وہ دن کے وقت کھیل کود میں مشغول ہوں تو کیا اللہ تعالےٰ کے داؤ سے نڈر ہو گئے ہیں۔ سو اللہ تعالےٰ کے داؤ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں۔ جو آخر کار برباد ہونے والے ہیں ؛

اللہ تعالےٰ ہمیں اور سب کو خواب غفلت سے جگائے اور آپ کے عزیز کو نفس کو نہایت نرم طریقہ سے تنبیہ کرے۔ کیونکہ ایک ولی نے اللہ تعالےٰ اس کی عمر دراز کرے۔ ان دنوں بیان کیا ہے کہ آپ ایک ایسے فعل کے مرتکب ہوتے ہیں جو حرمت کے لئے ایک نہایت خطرناک ہے۔ اسے سُنکر میرا دل کڑھا۔ سو چونکہ میرے پاس دل و زبانی تنبیہ اور قلمی نصیحت کے سوا اور کچھ نہیں اس واسطے اگر آپ اس بات کو مانیں کہ میں آپ پر شفقت کروں۔ کیونکہ آپ تو اپنی حالت پر شفقت نہیں کرتے۔ تو میں اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ نشہ چھوڑ دیں۔ اگر ظالموں کے ہاتھ سے ہاتھ اٹھانا آپ کیلئے مشکل ہے۔ کیونکہ جب بدکاری اور ظلم آپس میں مل جاتے ہیں۔ تو شاذ و نادر ہی موت سے پہلے جایا کرتے ہیں۔ تو اتنا تو ضرور کریں کہ نشہ چھوڑ دیں کیونکہ اس بڑھاپے میں ایسی شراب خوری بہت ہی بُری ہے ؛

نظام الملک رحمۃ اللہ علیہ جب بوڑھے ہو گئے تھے تو انہوں نے کبیرہ گناہوں سے توبہ کرلی تھی کہ آیندہ فسق و فساد اور شراب خوری نہیں کرونگا اور

پھر آخری عمر تک اس توبہ کو نباہا۔ آپ کا یہ عذر کہ خراسان کا بادشاہ اس بات کے لئے مجبور کرتا ہے! ایک عذر لنگ ہے! اور زمین و آسمان کا بادشاہ اُسے قبول نہیں کرتا

مصرعہ لو صح منک الهوی ارشدت للحیل

اگر تو اپنی خواہش پوری کریگا تو وہ تجھے صلح سکھائیگی

جب آپ اُس کے ترک کرنیکا پکا ارادہ کرلیں۔ تو امید ہے کہ خراسان کا بادشاہ بھی آپ کی توبہ دیکھ کر خود توبہ کریگا۔ ورنہ آپ کی توبہ میں تو خلل انداز نہ ہوگا۔ جو دوستی کی شرط تھی وہ میں بجا لایا ہوں۔ الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین متقیوں کے سوا باقی دوستوں کی یہ حالت ہے کہ آج بعض بعض کے دشمن ہیں۔ وصلی اللہ علی محمد وآلہ واجمعین +

دوسرا خط

جو سعادت خاں کے نام لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قولہ تعالیٰ۔ وان من شیء الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم ہمارے پاس ہر شئے کا خزانہ ہے جس میں سے ہر ایک معین مقدار اتارتے ہیں +

تمام بادشاہوں کے خزانوں کی انتہا ہے لیکن الٰہی خزانوں کوئی انتہا نہیں۔ ان کا ایک خزانہ سعادت ہے اور ایک بدبختی! اور یہ دونو خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ ان دونو کی دو الگ الگ چابیاں ہیں۔ ایک کو فرمانبرداری کہتے ہیں دوسری کو نافرمانبرداری۔ اور یہ دونو چابیاں دو غیبی خزانوں میں ہیں۔ جن میں سے ایک کو توفیق اور دوسرے کو رسوائی کہتے ہیں۔ پھر یہ دو تو دو اور غیبی خزانوں رضا اور ناخوشی میں ہیں۔ جن سے صدیقوں یا پکے عالموں کے سوا عام لوگوں کے وہم اور خاص لوگوں کے تذوق قاصر ہیں۔ عبارت میں یہ بات ٹھیک ٹھیک ادا نہیں ہوسکتی علما اور صدیق کوئی نتیجہ برآمد نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ان کی عبارت بھی قاصر ہے۔ ایک کی

تعبیر یوں ہے۔ ان الذین سبقت لہم منی الحسنیٰ وہ لوگ جنہیں ہماری طرف سے نیکی پہلے پہنچ چکی ہے۔ اور دوسرے خزانے کی تعبیر یوں ہے۔ لقد حق القول علیٰ اکثرھم اکثر پر فرمودہ خدا پورا ہو چکا ہے۔ ان معنوں کے بھید ہیں جو ان دو آیتوں سے تعبیر کئے گئے ہیں۔ قضا و قدر کے بھید مخفی رکھے گئے ہیں۔ جیسے معراج میں یوں کہا جاتا ہے۔ کہ صم بکم ہو رہ۔ اور زبان کو محفوظ رکھ۔ قدر ایک الٰہی بھید ہے اسے ظاہر نہ کرنا۔ اسے یہ ایک ایسا بھید اور خزانہ ہے۔ جو ان تمام خزانوں کا مصدر و منبع ہے۔ اس کو تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان مقامات کی ترقی میں فرمایا ہے۔ اعوذ بعفوک من عقابک تیرے عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں۔ جب اس سے ترقی کی تو فرمایا اعوذ برضاک من سخطک تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ مانگتا ہوں۔ جب اس سے بھی ترقی کی تو فرمایا اعوذ بک منک میں تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔ اس سے آگے ترقی کرنی چاہی تو رستہ حجاب عزت سے بند دیکھا۔ اور فرمایا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

اعوذ برضاک من سخطک کے مقام تک علما ترقی کر سکتے ہیں لیکن اعوذ بک منک پر صرف انبیا ہی پہنچتے ہیں۔ اس سے آگے وہ عالم ہے۔ کہ نہ وہاں علما ترقی کر سکتے ہیں۔ اور نہ انبیا۔ صدیق اور انبیا جب اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ تو سوائے دہشت و حیرت کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ سب کے سب عاجز رہکر عشق و شوق کی آگ میں جلتے ہیں۔ اور قدوس کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے عجز کا رونا یوں روتے ہیں۔ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک میں تیری ایسی تعریف نہیں بیان کر سکتا جیسی تو نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔

صدیقوں کے سردار اپنے عجز کے اندوہ اور دولت کی خوشی دونو کو ملا کر ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں۔ العجز عن درک الادراک ادراک ادراک کے رستے

عاجز آجانا ہی ادراک ہے، کبھی عجز کا ماتم کرتے ہیں۔ اور کبھی اس بات کی خوشی مناتے ہیں کہ ادراک سے عاجز رہنا ہی ادراک ہے ✤

الٰہی خزانوں اور ان کے دیکھنے والوں کا یہ حال ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ سونا چاندی جو دنیاوی بادشاہوں کے خزانوں میں ہے وہ دوزخ کی چابی ہے۔ درہم و دینار کے غلام ہلاک ہونگے۔ قیامت کے دن جب منادی ہوگی کہ دوزخ کی چابیوں کا دفتر کھولو۔ اور انہیں سیاست کے میدان میں حاضر کرو۔ اگر اس دفتر میں سعادت کا نام سعادت میں نکلا۔ تو بہتر ورنہ یاد رکھو کر وہاں نہ خراسان کا بادشاہ فریاد رسی کرسکے گا۔ اور نہ وزیر خراسان دستگیری کرسکیگا۔ کیونکہ انہیں خود ہزاروں دستگیروں کی ضرورت ہوگی ✤

تیسرا خط

یہ ایک رئیس کی طرف صدقہ اور صدقہ دینے کے طریقہ کے بیان میں لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس عارضے اور تکلیف کے باعث جو طبیبوں کی حیرت اور کوتاہی کے سبب ہوا کرتی ہے دل متفکر ہے۔ واضح رہے کہ جس نے بیماری بنائی ہے اُسنے ساتھ ہی اُس کی دوا بھی بنادی ہے۔ لیکن خلقت سمجھتی ہے کہ عطار کی دکان سے دوائی لاکر استعمال کرنے سے آرام ہوا ہے۔ مگر ایسا خیال کرنا سراسر غلطی ہے۔ کیونکہ بالعموم ایسا ہوتا ہے۔ کہ بیمار کو طبیب کے اختیار کرنے میں الہام ہوتا ہے پھر طبیب کو دوا کے اختیار کرنے کے لئے الہام ہوتا ہے۔ تب کہیں طبیب خاص قسم کی دوا۔ اس کی مقدار۔ اس کا وقت استعمال ٹھیک ٹھیک تجویز کرتا ہے۔ اور ان تینوں باتوں میں بعض اوقات غلطی بھی درست معلوم ہونے لگتی ہے مریض کو الہام کا ہونا۔ طبیب کو الہام کا ہونا۔ اور دواؤں کا عطاروں کی دکان سے ملنا وغیرہ سب کی چابیاں فرشتوں کے خزانوں میں آسمانی بادشاہت کے اندر

رکتی ہوئی ہے۔ کیونکہ خلقت کاموں میں جو ہدایت خلقت کو ہوتی ہے وہ فرشتوں کے خزانوں سے ہوتی ہے۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب ..... الخ کسی انسان میں یہ تاب نہیں کہ خدا اُس سے روبرو ہو کر کلام کرے۔ مگر الہام کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے ... الخ یہ الہام مہیا اللہ تعالےٰ کے پیاروں کی دعا کے سوا نہیں خرید سکتے۔ کیونکہ ان کی دعائیں جس حد تک یقین ہوتی ہیں۔ سب کے سب باب فرشتوں کی طرف سے مہیا ہو جاتے ہیں اللہ تعالےٰ کے ہاں ہر شے کا خزانہ ہے جس میں سے ایک معلومہ مقدار عنایت کی جاتی ہے۔ اہل دین کی دعائیں اور توجہ کو احسان اور صدقہ ہی حرکت میں لا سکتا ہے پس صدقہ سے دعائیں حرکت میں آتی ہیں۔ اور ان کی دعاؤں کی حرکت کے سبب ملکوت کے خزانوں سے فیضان ہدایت مریض اور طبیب کے دلوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور اُن کی ہدایت دوائی کے استعمال کا سبب ہوتی ہے۔ اور دوائی کا استعمال شفا کا باعث ہوتا ہے۔ داووا مرضاکم بصدقۃ اپنے بیماروں کا علاج صدقے سے کرو۔ کا بھید یہی ہے۔ وہی یہ بات کہ بزرگوں کی ارواح کی حرکت کیونکر فرشتوں کی روحانیات کی حرکت کا باعث ہوتی ہے۔ سو ارواح اور روحانیت میں مناسبت ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اسی سمندر سے ہے ؎

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔ تمہیں اگر روح کی بابت پوچھیں تو کہہ دینا کہ یہ امر ربی ہے ؎

یہ ایک نہایت ہی غور طلب بات ہے اور اس بھید کے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں صرف اس قدر سمجھ لینا کافی ہے۔ کہ ارواح اور روحانیت باہم متناسب ہیں۔ کیونکہ یہ ربانی امور ہیں ؎

جیسا کہ فرمایا ہے۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ و للہ الخلق والامر۔ عالم امر عالم خلق سے الگ ہے۔ جہان میں کوئی غوطہ خور نہیں۔ جو اس گہرے سمندر کی تہ تک پہنچے۔ یا جانتا ہوں کہ یہ ضبط کرنے کے قابل ہے ؎

مقصود یہ ہے کہ صدقہ کے سبب دعا سے شفا کا تعلق معلوم ہو جائے۔ سو اس کے واسطے فرمایا ہے۔ اللہ عابد وانبلاء والدعاء وانبلاء یتعالجان

دعا سے بلا دور ہوتی ہے دعا اور بلا آپس میں ایک دوسرے کا علاج ہیں دعوات و دعا
اگر بہت لوگوں کی طرف سے ہو۔ تو اغلب اوقات قبول ہو جاتی ہے نماز استسقا
اور مل کر نماز پڑھنے کا بھید یہی ہے علم طبعی کا عالم جو کہتا ہے کہ جو مرض گرمی کے باعث
پیدا ہوا ہے۔ اس کے زائل کرنے کے لئے سردی درکار ہے۔ اس لئے صدقہ کو دفع
مرض سے کیا مناسبت۔ اس کی بات کا کچھ حصہ ٹھیک ہے۔ وہ یہ کہ طبیعت واقعی
حق ہے لیکن طبیعی کی تیز نگاہ صرف طبیعت تک پہنچتی ہے۔ مگر اس تک پہنچنے سے
قاصر ہے۔ جس کے ماتحت طبیعت اور مستعمل طبیعت ہے۔ اس کی مثال اس چیونٹی کی
طرح ہے۔ جو کاغذ پر لکیر پڑتی دیکھ کر خیال کرتی ہے۔ کہ یہ لکیر قلم کی حرکت کا نتیجہ ہے
کیونکہ اس کی نگاہ کاتب کا ہاتھ دیکھنے سے قاصر ہے۔ اور اس کی بصیرت اس بات سے
قاصر ہے۔ کہ کاتب کے دل کو دیکھے جو کاتب کے ہاتھ کا محرک ہے۔ اسے کسی طرح بھی
معلوم نہیں ہو سکتا۔ کہ کاتب کے دل کو کیونکر شکار کر سکتے ہیں۔ تاکہ اس سے کام
لیں طبیعت بمنزلہ قلم ہے۔ اور فرشتے بمنزلہ انگلیوں کے۔ اور بڑا فرشتہ جس کے تحت
تمام فرشتے ہیں بمنزلہ ہاتھ ہے۔ اور ہاتھ۔ قلم اور انگلیوں کا مالک ان کے سوا کوئی
اور ہے۔ وہ بلحاظ جبروت فرد ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے قلوب المؤمنین
بین اصبعین من اصابع الرحمٰن مومنوں کے دل رحمان کی دو انگلیوں میں ہوتے
ہیں جدھر چاہے پلٹا دے +

آدم کی صورت حضرت ربوبیت کی صورت کی مثال ہے۔ جیسا کہ فان اللہ
تعالیٰ خلق آدم علیٰ صورتہ واقعی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت کا بنایا۔
اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے گویا اپنے
پروردگار کو پہچانا، سے ظاہر ہے۔ جس طرح دل۔ ہاتھ اور انگلیاں قلم سے اوپر
ہیں۔ اسی طرح پیدائش کے تمام اسباب طبیعت سے اوپر ہیں۔ اور طبیعت سب سے
نیچے ہے۔ اعلیٰ درجہ کی بصیرت ہونی چاہئے۔ جو اسفل سے اعلیٰ تک پہنچ سکے۔
تمام خلقت کی نگاہ طبیعات اور جسمانیات تک رہتی ہے۔ اگرچہ در اصل انسان کو
عالم روحانیات سے لائے۔ اسی واسطے فرمایا ہے:۔

قولہٗ تعالیٰ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہٗ

اَسْفَلَ سَافِلِین ہم نے انسان کو سب سے عمدہ شکل کا پیدا کیا پھر اسے سب سے اسفل
درجہ کی طرف دھکیل دیا۔ پس تمام حاجتوں میں عالم روحانیات سے مدد مانگنی چاہیئے
وہ عالم اعلےٰ ہے اس عالم تک مال وجاہ کے بازوؤں سے نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ
ہمت اور دعا کے بازو سے پہنچ سکتے ہیں۔ الیہ یصعد الکلم الطیب
اُس کی طرف پاک کلمات صعود کرتے ہیں۔ ان دعاؤں کو اٹھا کر لیجانا عمل صالح
کا کام ہے۔ والعمل الصالح یرفعہ عمل صالح اسے اوپر لیجاتا ہے۔ نیاز و
اور فقیر گداؤں کو جن کے دروازے پر جمع کر کے گوشت روٹی کھلانا اس بوجھ کو
اٹھانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا صرف چھوٹے بڑے بازاری لوگوں کی
خواہشات کو جوش میں لانا ہے۔ اہل دین کے لئے ایسی چیز جو اس کے نزدیک
سب سے عزیز ہے اور اُسے بالکل جدا نہیں کرنا چاہتا۔ وہ حرص و ہوا اور شیطان
کے ہاتھ سے جدا کرلے اور بیچ دے۔ اور اپنی روزی کے لئے صرف کرے بعض
ایسے لوگوں کو دیتے ہیں جن کی قدر دین میں انہیں معلوم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ
صالح آدمیوں کو دیں تاکہ درویشوں کو پہنچائیں اور تنگ روزی عیال دار کو دیں
اور اِن سے دعا منگائیں۔ تاکہ ظاہر و باطن میں ظاہر اور باطنی ٹھیک علاج میسر ہو
طبیب آسمانی الہام اور تائیدات سے مشکل بیماری کا علاج کرسکتا ہے۔
حیران طبیب کے لئے اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں کہ وہ وہ آسمانی الہام و تائید آ
سے کام لے۔ جاہل طبیبوں کے قول پر بھروسہ و اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ
کسی حاذق طبیب کے قول پر اعتبار کرنا چاہیئے۔ جو بیماری کی شناخت اور سبب
علاج کر سکے۔ والسلام۔

چوتھا خط

جو تمام ارکان دولت و بزرگوں کی طرف اپنے بعض بھائیوں کے
حق میں لکھا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قولہ تعالیٰ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ

جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا اُسے اس کا اجر ملیگا۔ اور جو ذرہ بھر بدی کریگا اسے اس کا بدلہ مل جائیگا۔ انسان پر کوئی بازپرس خاموشی۔ عطا اور منع نہیں۔ یا تو وہ سعادت کا خزانہ جمع کرتا ہے۔ یا بدبختی کا بیج بوتا ہے۔ لیکن وہ اس سے غافل ہے۔ مگر موکل فرشتے ذرہ ذرہ لکھتے جاتے ہیں اور محفوظ رکھتے ہیں۔ اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ۔ جب اس جہان سے رخصت ہوتا ہے اور اس کی عمر کا دفتر شروع سے لیکر اخیر تک ایک لحظہ میں اس کے پیش کیا جاتا ہے۔ یوم تجد کل نفس عملت من خیر محضرا۔ اس دن ہر شخص کے پیش جو جو اس نے نیکی کی ہے کی جائیگی... الخ۔

تب نیکیاں ایک پلڑے میں اور بدیاں دوسرے پلڑے میں رکھی جائینگی۔ اس طرح تول کر اسے دکھا دیں گے اس وقت ڈر اور خوف کے مارے اس کی عقل چکرا جائیگی۔ اور خطرے میں پڑ جائیگا کہ دیکھئے کونسا پلڑا جھکتا ہے "فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ جس کا نیکیوں والا پلڑا جھک جائیگا وہ عیش و عشرت میں ہوگا۔ اور جس کا پلڑا ہلکا رہیگا وہ دوزخ میں ڈالا جائیگا"۔

مال والوں کا حال خرچ کرنے کے بارے میں یہی ہوگا۔ کہ جو کچھ حرص ہوا کی خاطر خرچ کیا جائیگا۔ وہ بدیوں کے پلڑے میں رکھا جائیگا۔ اور جو کچھ اللہ تعالٰے کی فرمانبرداری کے لئے صرف کیا جائیگا۔ وہ نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائیگا۔ اگر اپنے مال کا اکثر حصہ نیک کاموں میں صرف کیا ہوگا۔ تو نجات پائیگا۔ ورنہ تباہ ہو جائیگا۔ اور دوزخ میں جھونک دیا جائیگا۔

اس خطرے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ بچ گئے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنا سارا مال جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ فرزندوں کے لئے کیا رکھا ہے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول۔ کیونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا جو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ ان دولتمندوں کے سوا جو اپنا مال راہ خدا میں صرف کرینگے تمام مال دار ہلاک ہو جائینگے۔ ھلک الاکثرون الا من قال بالمال ھکذا وھکذا وھکذا۔ چونکہ انسانی طبیعت میں بخل و کنجوسی قدرتی امر ہے۔ صرف کرنا نہیں چاہتا اس لئے

اگر کچھ صرف کرے تو مستحقوں کو دے۔ تاکہ اس کا ثواب دُگنا ہو جائے۔ ممکن ہے کہ قیامت کے دن ایک درم ہزار درم پر سبقت لیجائے۔ اور وہ درم وہ ہے۔ جو اہل دین اور علما کو دیا جائے۔ اور حلال کی کمائی ہو۔ اور خوش دلی سے اور بغیر احسان جتانے دیا جائے ؛

قولہٗ تعالیٰ لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی اپنے صدقوں کو احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے باطل نہ کرو ؛ والسلام ؛

پانچواں خط

جو مغرب کے فاضیوں کے نام عربی زبان میں لکھا گیا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَاٰلِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ؛

میرے اور شیخ جل سید السدید معتمد الملک امین الدولہ اللہ تعالے اس کی تائید کی نگہبانی کرے کے مابین قاضی جلیل امام مردان اللہ تعالے اس کی توفیق اور حسن اعتقاد کو زیادہ کرے کے وسیلے قرابت جیسے تعلقات پیدا ہو گئے ہیں جو دائمی کے مقتضی ہیں۔ میرے پاس اس کے لئے سب سے اچھا صاف نصیحت ہے۔ کیونکہ علماء کا ہدیہ بھی نصیحت ہوا کرتی ہے۔ اور اس تحفے کا لطف اسی وقت ہے کہ جسے یہ تحفہ بھیجا جائے۔ وہ اسے دنیاوی تاریکیوں سے فارغ دل سے سُنے اور قبول کرلے

مَیں اس بات کا خوف دلاتا ہوں۔ کہ جب انسانی گروہ صاحب دلوں کے ہاں تیز کئے جائیں۔ تو وہ سب سے زیادہ عقلمندوں کے گروہ میں ہو ؛

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آدمیوں سے سب سے معزز کون ہے؟ فرمایا جو تم میں بہت متقی ہے ؛

پھر پوچھا سب سے عقلمند کون ہے؟ فرمایا جو موت کو اکثر یاد کرتا ہے اور اس کے لئے بڑے زور شور سے تیاری کرتا ہو ؛

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں الکیس من دان نفسہ وعمل

لما بعد الموت۔ والاحمق من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع کیا۔ اور آخرت کے لئے کچھ کام کیا۔ اور احمق وہ شخص ہے۔ جس نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔ اور اللہ تعالے سے جزا نیک کی امید رکھی۔

سب سے اجہل وہ شخص ہے جو دنیاوی امور میں جو کہ موت کے وقت خفیہ معلوم ہوتے ہیں مشغول رہا ہے۔ اور اسے کبھی یہ خیال نہ آئے۔ کہ معلوم تو کروں کہ آیا میں اہل بہشت سے ہوں یا اہل دوزخ سے۔ حالانکہ اللہ تعالے نے صاف صاف جتلا دیا ہے کہ نیک لوگ بہشت میں ہونگے۔ اور بد دوزخ میں۔

نیز فرمایا ہے۔ فاما من طغی واثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی۔ جس نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو اچھا سمجھا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور جس نے اپنے پروردگار سے ڈر کر اپنے نفس کو خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

نیز فرمایا ہے۔ من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وباطل ما کانوا یعملون جو شخص دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے۔ ہم دنیا میں اس کے اعمال کی جزا پوری پوری دے دیتے ہیں۔ اور اس میں خسارہ نہیں ہوتا۔ لیکن یاد رہے کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن دوزخ کے سوا اور کچھ نصیب نہ ہوگا۔ ان کے اعمال کا اجر کچھ نہیں ہوگا۔ سب باطل و رائگان جائینگے۔

اِس بات کو پسند کرتا ہوں کہ انسان اپنی ہمت اس طرف صرف کرے اور بیشتر اس کے کہ اس کا محاسبہ کیا جائے اور اس کے ظاہر و پوشیدہ ہر قسم اقوال و افعال۔ خیالات وغیرہ ظاہر کر دئے جائیں۔ خود ہی اپنا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ کیا اپنی ساری ہمت اس چیز پر صرف کر رہا ہے۔ جس سے قرب الہی اور سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے۔ یا ایسی چیز پر صرف کرتا ہے جو اس کی دنیا کو آباد کرتی ہے اور اس کے لئے ایسی اصلاح کرتی ہے۔ جو در اصل کدورتوں سے پر اور تفکرات سے بھری

ہوئی ہے۔ اور نعوذ باللہ جس سے شقاوت ابدی حاصل ہوتی ہے۔ پھر بصیرت کی آنکھیں کھول کر دیکھے۔ کہ میرے نفس نے آخرت کیلئے کیا تیاری کی ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھ رکھے۔ کہ اپنے سوا اپنے نفس کا نہ کوئی خیر خواہ ہوتا ہے اور نہ محافظ۔ جس بات کے درپے ہے اس سے عبرت حاصل کرنے کیلئے اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ اگر وہ زمین آباد کرنے کے درپے ہے تو دیکھے کہ کتنے ایسے گاؤں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ملیا میٹ کر دیا ہے۔ اور آباد ہونے کے بعد اپنی چھتوں پر گرے ہوئے ویران پڑے ہیں۔ اگر کنواں یا نہر وغیرہ بنانے کے درپے ہے۔ تو یہ سوچ لے کہ کئی ایسے کنوئیں بیکار پڑے ہیں۔ جو نہایت ہی مضبوط بنائے گئے تھے۔ اور کئی ایسی عمارتیں جن کی بنیادیں نہایت ہی مضبوط تھیں اپنے رہنے سہنے والوں کے بعد کھنڈرات ہوگئی ہیں۔ اگر باغ یا باغیچے لگانے کی لوگی ہوئی ہے تو دیکھے کہ موجودہ باغوں کے لگوانے والے جوان ہیں مزے اڑایا کرتے تھے۔ کتنے باغ چشمے کھیت اور عمدہ عمدہ مقامات چھوڑ گئے ہیں۔ اور ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اور لوگوں کو ان پر قبضہ دیا۔ ان پر آسمان و زمین بھی نہیں روئے۔ اور نہ انہیں مہلت دی گئی۔ جو ان کے دیکھنے والے تھے۔ ساتھ ہی اللہ تعالےٰ کے اس قول کو پڑھے افرایت ان متعناھم سنین ثم جاءھم ما کانوا یوعدون ما اغنی عنھم ما کانوا یمتعون۔ بھلا بتلائے کہ اگر ہم ان کو کچھ سالوں تک کامیاب رکھیں پھر جس چیز کا ان سے وعدہ تھا۔ وہ انہیں مل جائے۔ تب وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے ان کے کسی کام نہ آئیگی۔

اگر عیاذاً باللہ بادشاہ کی دھن ہے۔ تو یہ حدیث پڑھے اور اس پر غور کرے حدیث۔ الامراء والرؤساء یحشرون یوم القیمۃ فی صور الذر تحت اقدام الناس یطؤھم باقدامھم امیروں اور رئیسوں کا حشر قیامت کے دن لوگوں کے قدموں تلے چھوٹی چیونٹیوں کی صورت میں ہوگا۔ اور وہ انہیں پاؤں تلے روندینگے۔

اور جو اللہ تعالےٰ نے ہر متکبر اور جبار کے بارے میں فرمایا ہے پڑھے۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حبًّا و لا یملك اھل بیتہ

نیز فرمایا ہے۔ ما ذئبان ضاریان ارسلا فی ذریبۃ غنم باکثر فساد من حب الشرف والمال فی دین الرجال المسلم جس قدر نقصان مال و مرتبہ کی محبت ایک بندہ مسلمان کے دین کو پہنچاتی ہے اس قدر درد نقصان پہنچانے والے بھیڑیئے بھیڑوں کے بچوں کے گلہ کو نہیں پہنچا سکتے ،،

اگر انسان مال کے حاصل اور جمع کرنے کی فکر میں ہو۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یاد رکھئے۔ جو فرماتے ہیں ”حواریو! غنی دنیا میں تو خوش رہتا ہے لیکن آخرت میں اُسے نقصان ہوتا ہے۔ بخدا! غنی لوگ آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہونگے“

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن دولتمند چار فرقوں میں تقسیم کئے جائینگے۔ بعض ایسے ہونگے جنہوں نے جائز طور پر مال جمع کیا۔ اور جائز طور پر خرچ کیا۔ ان کی نسبت کہا جائیگا۔ کہ اچھا اسے کھڑا کردو۔ اور اس سے پوچھو کہ اس نے دولتمندی کے باعث کسی فرض کو ضائع تو نہیں کیا۔ یا نماز۔ وضو۔ رکوع۔ سجود اور خشوع میں کمی تو نہیں کی۔ یا زکوٰۃ اور حج میں کوتاہی تو نہیں کی۔ جب وہ کہیگا کہ میں نے مال جائز طور پر جمع کیا اور فرائض کو کما حقہ نباہا۔ تو پھر اس سے کہا جائیگا۔ شاید اپنے متعلقین کے بارے میں کسی قسم کی سستی کی ہو۔

پھر پوچھا جائیگا کہ پڑوسیوں کے حق اور مساکین کے حقوق میں کسی قسم کی تقدیم و تاخیر۔ یا کمی بیشی تو نہیں کی۔ اس وقت سب کے سب کہینگے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے سامنے اُسے غنی بنایا اور ہمیں محتاج۔ اور انہوں نے ہماری حاجت پوشی کی اگر ان سے کسی قسم کی کوتاہی وقوع میں آئی ہوگی۔ تو سیدھے دوزخ میں بھیجدے جائینگے اور اگر نہیں ہوئی ہوگی۔ تو اُسے کہا جائیگا کہ اچھا ٹھیر جاؤ۔ اور وہ شکریہ لاؤ جو تم نے ہر ایک نعمت کھانے۔ اور لذت کا ادا کیا تھا۔

اسی طرح اس سے متواتر سوال ہوتے رہینگے۔ یہ ان دولتمندوں کا حال ہے جو پرہیزگار اور ہر قسم کے حقوق ادا کرنے والے ہونگے۔ وہ میدان قیامت میں حساب کے واسطے دیر تک ٹھیرینگے۔ جب ایسے نیک لوگوں کی یہ حالت ہے۔ تو پھر ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی جو افراد سے کام لیتے ہیں۔ اور شبہات در گناہوں

ہمہ تن مشغول ہیں۔ اور یہی نفسانی خواہشات پر مرمٹتے ہیں۔ جیسا کہ اس بارے میں کہا گیا ہے۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لوگو کثرت مال و اولاد کی حرص تم کو غفلت میں ڈالے رہتی ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں آتے ہو۔ تب تمہیں غفلت کا انجام معلوم ہو جائیگا۔

یہ مطالب فاسدہ ہیں جنہوں نے لوگوں پر غلبہ پا کر شیطان کے لیے مسخر کیا ہے اور شیطان کا ٹھٹھول بنا رکھا ہے۔ سو آپ اور ہر ایسے شخص کے لئے جو اپنے نفس کی عداوت پر کمر بستہ ہیں۔ ضروری ہے کہ اس مرض کا علاج سیکھے جو لوگوں کو دامنگیر ہو رہا ہے۔ دلوں کے مرض کا علاج بدنی امراض کے علاج کی نسبت زیادہ ضروری اور مشکل ہے۔ اور سوائے اس شخص کے کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ جو اپنا دل سلامت لایا ہو۔ دل کی بیماری کے دو علاج ہیں۔ ایک یہ ہے کہ موت کو ہمیشہ یاد رکھے۔ اور عبرت سے دیر تک اس میں غور کرے۔ اور دنیاداروں اور بادشاہوں کے انجام کو عبرت کی نگاہ سے دیکھے۔ کہ انہوں نے کس طرح مال کثیر جمع کیا۔ اور محلوں میں راتیں بسر کیں۔ اور دنیا میں مغرور خوش رہے۔ پھر ان کے محل قبر میں بنے۔ اور سب کے سب ملیا میٹ ہو گئے۔ اور تقدیر میں ہی ایسا لکھا تھا۔

اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ کیا ہم نے اُن پر یہ بات ظاہر نہیں کر دی کہ تم سے پہلے کئی ایک کو ہم نے ہلاک کیا۔ جو اپنے مقام رہائش میں چلتے پھرتے تھے۔ اس میں واقعی علامتیں ہیں۔ کیا وہ نہیں سُنتے۔

اُن کے محل اُن کی املاک اور اُن کے رہنے سہنے کے مقامات گو خاموش ہیں لیکن زبان حال سے اپنے بنانے والوں کے غرور کو بیان کرتے ہیں۔ اب اُن سب کو دیکھو کیا ان میں سے تم کسی ایک کو درست کرتا ہے۔ یا اُن کی آہٹ سنتا ہے۔

دل کی بیماری کا دوسرا علاج کتاب الٰہی میں سوچ بچار کرنا ہے۔ کیونکہ وہ اہل عالم کے لیے شفا و رحمت ہے۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو واعظوں کی ملازمت

کے لئے ان الفاظ میں وصیت فرمائی ہے۔ ترکت فیکم واعظین صامتًا وناطقًا میں نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں ایک خاموش ہے یعنی موت ؛ دوسرے ناطق یعنی قرآن شریف۔ بہت سے لوگ قرآن شریف کی طرف سے مردہ ہیں۔ گو بظاہر زندگی بسر کرنے کے لحاظ سے زندہ ہیں۔ اور قرآن شریف کی طرف سے گونگے ہیں۔ گو وہ زبان سے اسے پڑھتے ہی نہیں اور اُن کے سُننے سے بہرے ہیں۔ گو وہ اپنے کانوں سے سُنتے ہیں۔ اس کے عجائبات سے اندھے ہیں۔ گو وہ اس کے مصاحف کو دیکھتے ہیں اس کے اسرار و معانی سے بے خبر ہیں۔ گو اس کی مختلف تفسیروں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تم ایسے لوگوں میں شامل ہونے سے بچو۔ اور اپنے کام کی تدبیر کرلو۔ یاد رکھو جو شخص اپنے کام کی تدبیر نہیں سوچتا وہ آخر کار ندامت اور حسرت اُٹھاتا ہے۔ تم اپنے کام کی دیکھ بھال کرلو۔ اگر اس شخص کے کام کی جس نے اپنے کام کی دیکھ بھال نہیں کی دیکھ بھال کروگے تو معلوم ہوجائیگا۔ کہ مرتے وقت اُس نے کیسی ندامت و حسرت اٹھائی۔ کتاب الٰہی کی ہر ایک آیت میں ہر ایک صاحب بصیرت کیلئے عبرت و نصیحت ہے ؛

خبردار ! تمہارے اموال و اولاد تمہیں یاد الٰہی سے روکنے نہ پائیں کیونکہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ نقصان اُٹھاتے ہیں ؛

خبردار ! کبھی بھُول کر بھی مال جمع نہ کرنا۔ اگرچہ تم اس کے جمع کرنے سے خوش ہوگے لیکن اس کی وجہ سے تم آخرت کے کام کو بھُول جاؤگے۔ اور حلاوتِ ایمانی تمہارے دل سے جاتی رہیگی ؛

چنانچہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا تنظروا الی اموال اهل الدنیا فان بریق اموالھم یذھب حلاوة ایمانکم اہل دنیا کے مال طرف نہ دیکھو کیونکہ ان کے مال کی بھڑک تمہاری حلاوتِ ایمانی کو کھو دیگی۔ یہ ثمرہ صرف دیکھنے کا ہے۔ اس سے اندازہ کرلو کہ مال کو جمع کرنے۔ سرکشی اور بے حد خوشی کا کیا کچھ نتیجہ ہوگا ؛

تو ضیح مجلس امام مردان و اللہ تعالٰے اس جیسے اہل علم بکثرت کرے اپنے ہمیں

ٹھنڈک ہے۔ اس میں علم و تقوےٰ دو فضیلتیں موجود ہیں لیکن دائمی طور پر اُن کا سرانجام کرنا باقی ہے۔ اور یہ انجام وہی اُسی وقت ہو سکتی ہے کہ آپ ضروریات میں اس کی مدد کریں۔ تاکہ وہ اور بھی اُن کی طرف راغب ہو سکے۔ ایسے شریف بیٹے کو آخرت کا ذخیرہ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں کا وسیلہ بنانا ضروری ہے۔ اور مناسب ضروری ہے کہ آپ اُسے ضروریات سے فارغ کر دیں۔ تاکہ وہ عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ اور خدا کی طرف راہ کو منقطع نہ ہونے دیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف کی راہ سے مراد حلال کی طلب کرنا اور صرف اس قدر مال پر قناعت کرنا جس سے عبادت کی قوت حاصل ہو۔ اور دنیا داروں کے سے ارادوں سے جو محض شیطانی دھوکے کی ٹٹی ہیں الگ رہنا ہے۔ سو یہ باتیں اسی وقت نصیب ہو سکتی ہیں جب امرا اور سلاطین کے میل جول سے کنارہ کشی کی جائے ؛

حدیث میں ہے۔ الفقہاء امناء اللہ تعالیٰ مالم یدخلوا فی الدنیا اذا دخلوا فیہا فاتھموھم علیٰ دینکم فقیہ لوگ اللہ تعالےٰ کے امین ہوتے ہیں جب دنیا میں داخل نہیں ہوتے پس اگر داخل ہو جائیں تو تمہارے دین کو گمراہ کرنیوالے ہیں ؛

اللہ تعالےٰ نے ان امور کی رہنمائی بھی کی ہے۔ اور ان کی سرانجام دہی آپکے لئے آسان کر رکھی ہے۔ سو اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ رضا کی برکت اور دعا سے اُس کی مدد کریں۔ کیونکہ والد کی دعا ایک بڑا ذخیرہ اور دنیا اور آخرت کی تیاری ہے۔ اور لازم ہے کہ آپ دنیا سے الگ تھلگ رہنے میں اُس کا اتباع کریں۔ کیونکہ بیٹا اگرچہ شاخ ہوتی ہے لیکن بسا اوقات کثرت عمل کی وجہ سے جڑھ ہو جاتا ہے ؛

اسی واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ باپ! جو علم مجھے حاصل ہوا ہے وہ ابھی تک تجھے حاصل نہیں اس لئے تو میری پیروی کر تاکہ میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ اور اس بات کی کوشش کریں کہ اپنے جگر گوشہ کی عزت افزائی سے نیامت میں کمی کو پورا کر سکیں۔ کیونکہ آخرت میں اہل دنیا کو اس بات کی بڑی حسرت ہوگی۔ کہ کوئی ایسا ہو جو آج اُن کے لئے شفاعت کرے۔ اور حمایت کرے ؛

قولہ تعالیٰ فلیس لہ الیوم ھٰھنا حمیم آج کے دن یہاں اس کا کوئی دوست نہیں،

میں اللہ تعالےٰ سے اس بات کی التجا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی نگاہ میں دنیا کی قدر و منزلت کم کردے۔ اور دین کی زیادہ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے ہاں خود اسکی قدر و منزلت کم ہے۔ اور دین کی زیادہ ہے۔ اور یہ کہ ہمیں اور آپ کو ان چیزوں کی توفیق عطا فرمائے۔ جن میں اس کی رضامندی ہے۔ اور اپنے فضل و کرم سے آپ کو فردوس اعلےٰ اور بہشت بریں میں پہنچائے ؛

میں نے سُنا ہے کہ قاضی مردان دارالسلام میں اس واسطے آیا تھا کہ اپنے باپ کی طرف سے قاضی بننے کے لئے دارالخلافہ سے حکم حاصل کرے حجۃ الاسلام ان دنوں مدرسہ بغداد کے مدرس تھے۔ ان کے رسُوخ کو اُس نے وسیلہ بنایا۔ حجۃ الاسلام نے خلیفہ وقت سے اس بارے میں التماس کی۔ تو امامی نبوی کی رائے اشرف اس بات کی مقتضی ہوئی۔ کہ جب تک کسی شخص کے حالات و صفات سے آگاہ نہ ہوں۔ قضا نہیں دے سکتے۔ البتہ حجۃ الاسلام کی التماس کے بموجب ہم اس کے باپ کو قضا کا عہدہ دیتے ہیں۔ قاضی مردان نے یہ حکم حاصل کر کے باپ کا حق ادا کیا۔ اور حجۃ الاسلام نے التجا کی کہ آپ میرے والد کی طرف ان حالات کا ایک مشرح خط لکھیں۔ حجۃ الاسلام نے فرمایا۔ اگر اصل حقیقت لکھتا ہوں تو دارالخلافہ میں اس پر چہ میگوئیاں ہوتی ہیں۔ بہتر ہے کہ معمولی خط لکھکر اس بات سے کنارہ کروں؛

پس مذکورہ بالا خط لکھ کر قاضی مردان کی طرف روانہ کیا۔ مکتوب الیہ نے اسے پڑھا۔ اور اصل حال سے واقف ہؤا۔ تو کہا اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ قضا مجھے نہیں دی گئی۔ اور حجۃ الاسلام نے یہ میری طرف نہیں لکھا ؛

باب چہارم

ان خطوط میں جو فقہا اور آئمہ دین کیطرف لکھے ہیں

پہلا خط

اپنے ایک مخالف خواجہ امام احمد ازعباسیؒ کے نام لکھا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام وصیتوں کی اصل دو حکموں میں جمع فرمائی ہے۔ چنانچہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وصیت کیلئے درخواست کرتا۔ آپ فرماتے۔ قل ربی اللہ ثم استقم کہدے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور پھر اُس پر قائم رہ ✤

ربی اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی ہستی نہ دیکھے اور حق تعالیٰ کی ہستی غالب ہو۔ ماسوی اللہ کو نیست دیکھے تاکہ ہستی نیستی معلوم ہو وجود کی کیفیت محض اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ جس قدر ماسوی اللہ سے قطع تعلق کریگا۔ اتنا ہی حق تعالیٰ کے وجود کو پائیگا۔ حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی اُس کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ اور کسی چیز پر بھروسہ نہ کرے ✤

رہا استقم یہ تین طرح ہے۔ دل میں دل کے اخلاق اور نفسانیت میں اور اعضا میں۔ اعضا کی استقامت کا یہ مطلب ہے کہ انسان کی تمام حرکات و سکنات سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں۔ اخلاق میں استقامت کا مطلب یہ ہے کہ خواہشات کا ابھار اپنے نفس کے کہنے سے نہ ہو۔ بلکہ دین کے اشارہ سے حکم الٰہی کی

موافقت کے بغیر اپنے اعضا کو حرکت نہ دے۔ اور اس بات کا منتظر رہے۔ کہ اس کی خواہش کو عقل وزن کرے۔ اور اس کی مقدار۔ وقت اور کیفیت سے واقف ہوجائے کہ اس میں بہتر کیا ہے۔ اور جب مقرر ہو جائے اور اسے اجازت مل جائے تو عقل کے مطابق خواہشات سے کام لے۔ خواہش کی طبیعت یہ ہے۔ کہ جب کوئی خواہش پیش آتی ہے تو طبیعت یہ حیلہ کرتی ہے۔ کہ یہ ایک خواہش صرف اس دفعہ پوری کرلینے دے۔ پھر میں رک جاؤنگی۔ اس کا علاج یہ ہے کہ انسان طبیعت سے کہدے۔ کہ اب کی مرتبہ باادب رہ۔ اور آرام کر۔ دوسری مرتبہ اگر یہی خواہش ہوئی۔ تو پوری کردونگا جب دوسری دفعہ وہی خواہش ہو۔ تو پھر بھی یہی چال چلے۔ جس طرح طبیعت نے دھوکا دے تم بھی طبیعت کو دھوکا دو۔ دل کی استقامت کا یہ مطلب ہے کہ وہ ذکر حق کی قرارگاہ بنے۔ اور انسان اس بات کا خیال رکھے کہ دل میں ذکر الٰہی کے بغیر اور کوئی خیال نہ آئے۔ اگر کرے اور ضرور کریگا۔ تو اس بات کی کوشش کرے۔ کہ وہ صرف دل کے گرد اگرد رہے۔ اندر دخل نہ کرے۔ دل کے اندرونی حصے کو ذکر الٰہی کے لئے وقف کردے۔ اور باقی کے خیالات دل کے بیرونی حصے میں رہیں۔ ذکر الٰہی کے سوا کسی کو مکمل طور پر دل نہ دے۔ جب ایسا اتفاق ہو جائے کہ اشکر جرار دل کو چھیننا چاہے۔ تو جلدی ہی اس سے دل ہٹا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو جائے۔ جیسا کہ واذکر ربک اذا نسیت۔ جب تو بھول جائے یاد الٰہی کر، سے ظاہر ہے۔ جب اکثر احوال میں دل پر ذکر غالب آجاتا ہے۔ تو اکثر امور میں وہ خواہش پر بھی غالب آجاتا ہے۔ اس طرح انسانی حرکات و سکنات سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوتی ہیں اور نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو جانے کی وجہ معافی اور نجات کا مستحق ہوکر ہمیشہ کیلئے مصیبتوں کے جھگڑے سے بچ رہتا ہے *

دوسرا خط

ابو الحسن مسعود بن محمد بن غانم کے خط کے جواب میں لکھا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فلاں شخص اللہ تعالے اس کی تائید کی حفاظت کرے، اور اس کی توفیق کو ہمیشہ رکھے

کرم عہد۔ علم کی اور وفور علم سے روگردان ہے! وہ اشتیاق سوزش سے بچا ہوا ہے کیونکہ اسے دیکھے ہوئے اور اُس کے ساتھ خط و کتابت کئے ہوئے مدت گذر گئی تھی۔ گذشتہ تمام سفروں میں ہمیشہ آپ کی طرف دھیان رہتا تھا۔ اور میں آپ کی خوشخبری سُننے کی انتظار میں رہتا تھا۔ تحصیل علم میں جو کامیابی آپ نے حاصل کی اور وہ اقبال جو آپ نے مشاہدہ کر لیا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ ہمیشہ مستعد رہنگے اور انشاء اللہ منزل مقصود پر پہنچیں گے۔ جو کچھ آپ کی عقلمندی اور ذہانت میں نے دیکھی تھی۔ اِس سے میں تاڑ گیا تھا۔ کہ آپ متین۔ دیانتدار۔ نیک عقیدہ ہونگے۔ اور استقامت کے سوا اور کچھ اختیار نہ کرینگے۔ اور سوائے دینی کاموں کے اور کسی کے لئے تیار نہ ہونگے کیونکہ کام کے آغاز میں اس کے انجام کا پتہ لگ جاتا ہے۔ چونکہ آپ نے علم فقہ اور ادب میں استقلال کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ اور فضیلت کے درجوں پر کھڑے رہنا عاجزوں کا کام ہے۔ سو آپ کے لئے مناسب ہے۔ کہ آپ ان علوم سے اعلیٰ علم حاصل کریں۔ جو ہمہ تن آخرت کی طرف لیجاتا ہے +

واضح رہے کہ علم مذہب کا ماحصل وہ قوانین اور قواعد ہیں۔ جو عوام اور خواص کے مابین جاری ہوتے ہیں۔ جب کہ وہ خواہشات نفسانی۔ جہالت۔ جھگڑے اور دنیاوی لذتوں کے حاصل کرنے میں مشغول ہوں۔ ایسے علم کو اس علم سے کیا مناسبت ہو سکتی ہے جس میں اسرار ربوبیت کی معرفت ہو۔ علم ثانی کا ماحصل ظنی ڈھکوسلے اور نفرت ہے۔ کسی کام کے بارے میں درستی کی طلب میں اگر خطا ہو جائے۔ تو اس کا ایک اجر ملتا ہے۔ اور درست ہو جائے تو دو۔ ایسا علم اور ایسا اجر اسی شخص کو نصیب ہوتا ہے۔ جو اجتہاد کے درجے تک پہنچ جائے جنکی نسبت کہا گیا ہے۔ فان اخطاء فلہ اجر واحد وان اصاب فلہ اجران اگر غلطی کر جائے تو اُسے ایک اجر ملتا ہے اور اگر درست کہے تو دو اجر ملتے ہیں +

ایسے علم کو جس میں غلطی یا درستی کی جزا اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی اس علم سے کیا مناسبت ہے۔ کہ جس میں درستی کی جزا سعادت ابدی اور غلطی کی سزا شقاوت ابدی ہو۔ اور یہ اسرار کی معرفت انسانی جوہر ہے۔ کہ وہ پہنچانے کہ اس کو ہلاک کرنیوالی نفسی صفات ہیں۔ اور نجات سعادت دینوالی کون۔ اور وہ کیمیا کونسی ہے۔ کہ جوہر دل

کو اسفل السافلین سے نکال کر علی العلیین (بارگاہ الٰہی) تک پہنچا دیتی ہے۔
اور اس کی کونسی راہ ہے۔ جس پر چل کر انسان اس درجے پر پہنچتا ہے! اور یہ کہ اس
کا توشہ کیا ہے! اور اس میں کونسی تکلیفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر اللہ تعالے اپنی
عنایت سے انسان کو یہ راہ عطا فرمائے کہ وہ اس علم کی بو سونگھ لیں۔ تو پھر باقی
سارے علوم اس کی نگاہوں میں حقیر اور مختصر ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب تک چکھے
کیونکر جان سکتا ہے ؎

مرغے کہ خبر ندارد از آب زلال
منقار در آب شور دارد ہمہ حال

چونکہ مجھے آپ کی عقلمندی کا اعتقاد ہے۔ اور آپ کے وصف جوہر سے معلوم
ہو گیا ہے۔ کہ آپ ہر ایسے علم کے قابل ہیں جو اسرار دین سے تعلق رکھتا ہے۔
اِس لئے آپ کو متنبہ کیا گیا ہے۔ وَالسَّلَام +

تیسرا خط

جو اپنے بعض مخالفوں کے حق میں عنایت اور بیمار پرسی کے طور پر لکھا ہے اور یہ کسی خاص شخص کی طرف نہیں بلکہ جو اسے دیکھے اُسی کے لئے ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الدنیا ملعونۃ
وملعون ما فیہا الا ما کان للہ منہا (دنیا و ما فیہا ملعون ہے سوائے اس
چیز کے جو اس میں سے اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو ÷

مرتبہ کی بلندی اور مال و دولت کی کثرت سب بدبختی کا بیج اور تباہی کا
سبب ہیں۔ صرف وہ چیز نہیں جسے آخرت کا توشہ اور قیامت کا ذخیرہ بنائیں ایسے
مال اور صاحب مال کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نعم المال

الفضائل ما تجمل بصاحبہ سب سے اچھا مال وہ ہے جو نیک اور پاک ہو اور نیک اور پاک آدمی کے لئے ہو۔ سب سے عمدہ اور قابل معافی وہ نزدیکی اور سب سے مقبول بریت اور سب سے باموقع وہ عزت ہے جو عالم دیندار اور اہل ورع کی کی جائے۔ والسلام ۔

چوتھا خط

یہ خط اخوانیات کے معنی میں خواجہ عباسی خوارزمی کے نام لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ پر اللہ تعالے کا سلام ہو دینی اخوت اور علمی قرابت سب سے پکا وسیلہ ہے اگرچہ ظاہر میں مجھے آپ سے جان پہچان نہ تھی لیکن باطنی تعارف تھا۔ کیونکہ ارواح ایک مضبوط لشکر ہوتے ہیں۔ نظر دلوں کی طرف ہوتی ہے نہ کہ بدنوں کی طرف۔ جب سے میں نے آپ کی ہمت اور خدمات مفصل سُن لی ہے۔ تب سے میرا دل آپ کے دیدار کا مشتاق ہے، میں اس بات کا شکر کرتا ہوں کہ الحمد للہ ایسے گئے زمانے میں آپ کا سا شخص موجود ہے جس میں علوم شرعی۔ سیرت تصوف اور اقتداء الصحابہ جمع ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی ایک پر کاربند ہونا بھی غنیمت ہے۔ تینوں کا جمع کرنا تو سب سے اچھا ہے۔ اگر دعوت خلق کا طریقہ اختیار کر کے ان کو رضائے حق اور سعادت کی راہ بتاتے۔ لوگوں کو سلام کرنے کی اجازت دیتے۔ تو آپ مکمل طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم کے پیرو ہوتے۔ اور یہ بات اعلے درجے کا کمال ہوتی۔ اس سے بڑھ کر نیک اور اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ انسان اللہ تعالے کی طرف اوروں کو بلائے۔ اور نیک عمل کرے۔ اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ میں اللہ تعالے سے التجا کرتا ہوں کہ ہمیں آپ کی برکاتِ سکنات و حرکات سے محروم نہ رکھے ۔

پانچواں خط

یہ خط ابن عامل کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین۔ شیخ الاسلام پر اللہ تعالے کا سلام

رحمت اور عنایت ہو ⁂

آپ کا معزز خط ملا جس میں طرح طرح کی بڑائی - بزرگی - اور فضیلت مندرج تھی۔ اور جو فضیلت کی تروتازگی - علم کی زیادتی اور اعتقاد کے خلوص سے پُر تھا۔ اس کے مطالعہ سے کچھ ڈھارس ہوا - میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اہل علم و فضیلت کے زمرے میں آپ جیسے اشخاص زیادہ کرے - اور آپ کو علم کے مختلف علوم اور ان کے عجائبات کی اہلیت سے واقف کرے - اللہ تعالےٰ اور متابعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر چیز کا علم اور اس کی فضیلت بمنزلہ گناہ و وبال ہے ⁂

چنانچہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے من ازداد علمًا ولم یزدد ھدی لم یزدد من اللہ تعالیٰ اِلّا بُعدًا - العلم الھادی ھو الذی یدعوك من الخلق الی الخالق ومن الدنیا الی الاخرۃ ومن التکبر الی التواضع ومن الحرص الی الزھد ومن الریا الی الاخلاص ومن الشک الی الیقین ومن اسیرۃ المترفین الی اسیرۃ المتقین ۔ جس کا علم بڑھے لیکن علم کی زیادتی سے ہدایت میں ترقی نہ ہو تو اللہ تعالےٰ سے اور بھی دُور جا پڑتا ہے - علم ہادی وہی ہے - جو خلق سے خالق کی طرف دنیا سے آخرت کی طرف - حرص سے زہد کی طرف - ریا سے اخلاص کی طرف شک سے یقین کی طرف اور بدکاروں کی خصلت سے متقیوں کی خصلت کی طرف لیجائے ⁂

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جو شخص دینی علوم میں مشغول ہے - وہ دینی راہ کا سالک ہے - لیکن انہیں یاد رہے کہ اصل معاملہ یوں ہے ⁂

جیسا کہ آنجناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے من طلب علمًا مما یبتغی بہ وجہ اللہ لینال بہ عرض الدنیا لم یجد عرف الجنۃ جس علم سے لقائے الٰہی حاصل ہو سکتا ہے - اس علم کو اگر دنیاوی عزت حاصل کرنے کے واسطے طلب کیا جائے - تو یاد رکھو جنت کی بُو بھی نصیب نہیں ہوتی ⁂

درحقیقت اہل علم کے لئے یہ مصیبت کافی ہے - کیونکہ علم و فضل کے جمع کرنیکا خطرہ مال کے جمع کرنے کے خطرہ سے کہیں بڑھ کر ہے - اس واسطے اہل دنیا دنیاوی چیزسے اس سے دنیا کی طلب کر سکتے ہیں لیکن علم دین ایک دینی کام ہے - اگر اسے دنیا کی

تو اس مصیبت سے غافل اور بے خبر ہیں۔ اُن پر لفظ علما کا اطلاق محض مجازی ہے۔ یہ لوگ غافل ہیں۔ یہ بالضرور آخرت میں نقصان اُٹھائینگے ✣

دوسرے اس ماتم میں بیٹھے ہیں اور اس مصیبت سے بچے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہمارے زمانے میں شاذو نادر پائے جاتے ہیں ✣

تیسرا گروہ ان سے زیادہ خاص ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جن کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ وھم السابقون السابقون اولئك المقربون وہ سابقین کے سابق ہیں اور یہی لوگ بارگاہ الہٰی کے مقرب ہیں ✣

وہ آنکھیں نہایت خوش نصیب ہیں۔ جنہوں نے ایسے شخصوں کو یا اُن اشخاص کو جنہوں نے ایسے شخصوں کو دیکھا ہے، دیکھا ہے، کاش ہم بھی ان کے دیدار کو آنکھوں کا سرمہ بناتے ✣

تین درجے یہ ہیں جن کی تفصیل اللہ تعالے نے یوں بیان فرمائی ہے فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات ان میں سے بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ بعض میانہ رو ہیں اور بعض نیکی میں سبقت لیجاتے ہیں۔ اللہ تعالے آپ کو اور ہمیں اپنا مخلص بنائے۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں اہل جہان کے غرور سے بچائے ✣ والسلام ✣

چھٹا خط

یہ اپنے ایک مخالف کے نام لکھا گیا ہے تاکہ وہ علم کو طلب و تحصیل کرنے کی اجازت دے۔ اور راہ کا روڑا نہ بنے ✣

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

واضح رہے کہ اللہ تعالے کی تقدیر یوں ہے کہ سعادت کے طالب علم و پرہیزگاری کے وسیلے بزرگ عزیز ہوں۔ ہزاروں میں سے بہت کم ایسے ہونگے جو دنیاوی دھندوں کو چھوڑ علم و تقوا کا رخ کرتے ہوں۔ اور پھر ان میں سے جو علم و تقوا کا رخ کریں بہت کم

ایسے ہونگے۔ جن کی طبیعت اور سمجھ علوم کے باریک نکات کے سمجھنے کے لائق ہو۔ اور جن کی طبیعت اور سمجھ اس لائق سے تھی۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہونگے جن کی طبیعت اور ذہانت دنیاوی مال و اسباب جمع کرنے کی طرف مائل نہ ہو۔ تاکہ عالم باعمل اور پرہیزگار ہو سکیں۔ اور خلقت کی راہبری کے لائق ہوں۔ اور اُن لوگوں میں سے ہو سکیں جن کی نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وجعلناھُم ائمۃ یھدُون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون ہم نے انہیں پیشرو بنایا۔ جو لوگوں کو ہمارے حکم کی ہدایت کرتے تھے۔ اُنہوں نے صبر کیا۔ اور ہماری آیتوں پر یقین کیا۔ نہ کہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن کی نسبت فرمایا ہے واتل علیھم نبأ الذی اتیناہ اٰیٰتنا فانسلخ منہا الخ ان کو اُس کی خبر پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی نشانی دی تھی۔ اور وہ گمراہ ہو گیا۔ جو تھوڑے سے اس قابل ہیں کہ ان کی طبیعت کمالات کے لئے مستعد ہے۔ اور قدرتاً ان میں پرہیزگاری کی قابلیت پائی جاتی ہے۔ ان کی نسبت تقدیر الٰہی یوں ہے کہ ان پر شیطان مقرر کئے جاتے ہیں تاکہ جس طرح ممکن ہو کمال پر پہنچنے سے پیشتر ہی اُن کی راہزنی کریں۔ ان میں سے ایک رکاوٹ قرابت ہے۔ اور دوسری مال۔ اور تیسری باہمی دشمنی یہی باتیں اس قسم کے طالب کی راہزنی کرتی ہیں۔ سو فلاں شخص میں یہ باتیں کم پائی جاتی ہیں اور اس کی طبیعت قدرتاً کمال علمی اور پرہیزگاری کے لئے قابل واقع ہوئی ہے۔ اگر اسے دنیاوی اسباب کی طرف سے فارغ البال کر دیا جائے۔ تاکہ وہ کمالیت کے درجہ تک ترقی حاصل کر سکے۔ تو اُس کا نتیجہ دین و دنیا میں دیکھ لینگے۔ اور اگر ہر گھڑی اس کے واپس آنے کا تقاضا کریں۔ اور اس کے اسباب فراغت میں کسی قسم کا فتور آ جائے۔ اور عین شفقت کے موقع پر بے شفقتی سے کام لیں۔ تو گویا اُس کی سدِ راہ ہیں ✦

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا تکُن عونًا للشیطان علی اخیک اپنے بھائی کے بارے میں شیطان کے مددگار نہ ہو،

یہ جو کہتا ہے کہ صلہ رحم کی خاطر چند روز کے لئے واپس آنا۔ اس ارادہ کا مانع نہیں ہو سکتا۔ سو یاد رکھو۔ بہت لوگوں نے اسی طرح طلب علم سے منہ پھیر لیا ہے اور ان کی علمی ترقی مسدود ہو گئی ہے جو اسی ارادہ سے اپنے وطن کو گئے ہیں گھر

کی دلیل بلند ہوتی ہے۔ اور وطن تعلقات اور رکاوٹوں کی دلیل ہوتی ہے اس لئے
جو وطن جاتا ہے۔ کوئی نہ کوئی رکاوٹ ایسی پیش آجاتی ہے جس کے سبب سے ترقی
منقطع ہو جاتی ہے۔ جو نعمت کا حق تھا ادا کیا گیا ہے۔ جس چیز کے لئے کوئی شخص
پیدا کیا گیا ہو۔ وہ اس کے لئے آسان ہوتی ہے ایسا شخص نہایت خوش نصیب ہے
جو نیکی اور اس کی مدد کے لئے پیدا کیا گیا ہے ۔

ساتواں خط

یہ خط قاضی امام سید عماد الدین محمد وزان کی طرف ایک شخص کے حق میں بطور عنایت و شفقت اور تیمارداری لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخبار و حالات کے متعلق جو کچھ پہنچتا ہے بہت ہے۔ بلحاظ یگانگی کہ تمام
مومن ایک جان ہیں باہمی قرابت اور اسے انتہائی درجے تک خاص کرنا واجب ہے
جو کچھ علمی حال سے مناسبت رکھتا ہے۔ وہ علمائے سلف کی خصلت ہے اور وہی
آخرت کے توشے۔ قیامت کے ذخیرے اور امت کے اقتدا کے لئے ضروری اور
مناسب ہے اور بڑی بھاری نعمت ہے۔ سب کو اس پر خوش ہونا چاہئے۔ اور
مبارکباد دینی چاہئے۔ اگر اس کے برخلاف ہو تو بہت ہی بڑی مصیبت ہے۔
سب کو اس مصیبت کے ماتم میں شریک ہونا چاہئے۔ چونکہ یہ نامہ خط و
کتابت ایک قسم کی تضییع اور دنیاوی رسم ہے۔ اس لئے میں بلا ضرورت کبھی
کچھ نہیں لکھتا ۔

قولہ تعالیٰ لا خیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ
او معروف او اصلاح بین الناس

اس بارے میں خط و کتابت بہت ہی نہایت ارشاد فرمایا ہے [illegible]

تحریر بردار شخص کے حال پر دال ہے۔ جو نفیسوں اور دلیروں میں سے ہے۔ حسب کا عالی اور
طرح طرح کی فضیلتوں سے آراستہ ہے۔ اور اس وقت اس کام کی خاطر اس طرف
آنا چاہتا ہے۔ آپ کی عنایت کی اسے ضرورت ہوگی۔ جو عنایت۔ عزت۔ حاجت
روائی اور احترام اس سے کی جائیگی۔ اس کے مقابلہ میں ثواب جزیل۔ نیک دعا۔
اور شکر و ثنا ملینگے ؎

آٹھواں خط

جو ہر ایک گروہ کی طرف عموماً لکھا گیا ہے اور اس میں بطریق عنایت و شفقت اپنے ایک مرید شدہ کے حق میں لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گو دین کی راہ کی شاخیں اور اس کے مقامات بہت ہیں۔ لیکن وہ سب کے سب
دو ورق سے خالی نہیں۔ ان میں سے ایک ورق معاملہ ہے۔ دوسرا ورق معرفت ؎
معاملہ معرفت کا مقدمہ ہے۔ معاملہ کا آغاز صدق نیت اور اس کا انجام تمام
اعمال میں اخلاص۔ جب یہ اس انتہائی مقام سے گذر جاتا ہے تو معرفت کا ورق
شروع ہوتا ہے اس ورق کا پہلا خط لا الہ الا اللہ کی حقیقت ہے۔ جو بندہ میں معرفت
سے نمودار ہوتی ہے ؎

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اول ما خط اللہ تعالی
فی الکتاب الاول لا الہ الا انا و سبقت رحمتی علی غضبی کتاب اول میں پہلے
پہل جو اللہ تعالے نے لکھا وہ یہ تھا کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میرے
غضب سے میری رحمت زیادہ وسیع ہے ؎

معاملہ کے ورق میں تمام ہے لیکن عقیدہ کسی تو معرفت کے درجہ پر
نہیں پہنچا ہوتا۔ جب اس کی [illegible] معرفت نمودار ہوتی ہے اتمام اور عقیدے
اس [illegible] ہیں اور وہ بمنزلہ حجاب ہے۔ تو نفسوں کے خیال سے نکلنے لگتے ہیں۔ اور

چھلکے سے مغز نمودار ہونے لگتا ہے۔ معرفت کے ورق میں بات جس قدر مختصر ہو اُسی قدر بہتر ہوتی ہے۔ کیونکہ سالک اس ورق کے جس کلمے پر پہنچتا ہے اسے تشریح کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور جو وہاں تک نہیں پہنچتا۔ وہ منکر ہوتا ہے۔ اس سے گفتگو کرنے کا نتیجہ جھگڑا اور دشمنی ہے! ابھی اس کے نزدیک ہدایت ہی نہیں آئی یعنی معاملہ کے ورق میں جس قدر کسی بات کی زیادہ تشریح کی جائے! اسی قدر مفید ہوتی ہے۔ یہ ہم نے پہلے کہا ہے کہ اسی ورق کی ابتدا حلال لقمہ ہے۔ طلب حلال میں پرہیزگاری چار طرح کی ہے:-

اول عدل ہے جس کے نہ ہونے سے عدالت، شہادت، روایت اور قضا حاصل نہیں ہوتی۔ علمائے شرع کے فتوے کے مطابق جو دنیاوی مال حرام ہے وہ پرہیزگاری کو باطل کرتا ہے۔

دوسرا درجہ پرہیزگاری کا نیک لوگوں کی پرہیزگاری ہے۔ نیک شبہات کے موقعوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ گو ظاہری شرع میں وہ موقعے حرام نہیں ہوتے جیسا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو فرمایا۔ استفت عن قلبك وان افتوك المفتون اپنے دل سے فتوے طلب کر اگرچہ تجھے مفتی فتوے دیں۔

نیز فرمایا دع ما یریبك الیٰ ما لا یریبك مشکوک کو چھوڑ یقینی اختیار کر ایسا کرنا فضائل میں داخل ہے نہ کہ فرائض میں۔

تیسرا درجہ متقی لوگوں کی پرہیزگاری ہے جس کی نسبت جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا یکون المرء من المتقین حتی یدع ما لا باس به مخافۃ ما به باس جب تک حرام کے خوف سے مباح کو ترک نہ کرے پرہیزگار نہیں کہلا سکتا۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے منہ میں سنگریزے رکھتے تاکہ آپ کوئی مباح بات بھی نہ کریں۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو مباح بات بیان کرتے وقت کوئی نا کہنے کے قابل بات منہ سے نکل جائے۔

حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قریبی کی اوڑھنی سے کستوری

کی خوشبو سونگھی جو بیت المال کی کستوری وزن کر کے آیا تھا۔ اور انگلی اوڑھنی کو لگائی تھی۔ آپ نے اس اوڑھنی کو اس قدر دھویا کہ اس میں سے کستوری کی خوشبو بالکل زائل ہوگئی۔ اگرچہ اوڑھنی سے خوشبو میں لگے رہنے سے کوئی حرج تو نہیں تھا۔ لیکن آپ ڈرتے تھے کہ کہیں اس سے زیادتی کی عادت نہ ہو نے ۔

چوتھا درجہ صدیقوں کی پرہیزگاری ہے جس میں تمام مباحات کو اپنے لئے حرام سمجھا جاتا ہے۔ صرف وہ مباحات حلال سمجھے جاتے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی خاطر استعمال کئے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کھانا۔ پینا۔ بولنا چالنا۔ پھرنا۔ سب اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتا ہے۔ اگر کھانا کھاتے ہیں۔ تو طاعت کی خاطر اگر یہ دوپہر کو سوتے ہیں تو تہجد کے لئے۔ اگر رات کے پہلے حصہ میں سوتے ہیں تو سحر کے وقت جاگنے کے لئے ان کا بولنا ذکر اور ان کی خاموشی فکر ہوتا ہے۔ ان کی نگاہ ہمیشہ عبرت ہوتی ہے ان کی چشم پوشی ہیبت ذرمت ہوتی ہے۔ تمام احوال میں ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو معاملہ کے ورق میں سے حلال حرام کی خبر ہے۔ وہ تین طرح کے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا... جن لوگوں نے صرف عدل کی پرہیزگاری پر اکتفا کی وہ مقتصد ہیں اور جنہوں نے یہ بھی پورا نہیں کیا۔ اور اس پر قائم نہیں ہے۔ وہ ظالم ہیں اور جنہوں نے اسی قناعت نہ کرکے اس سے اعلےٰ درجوں پر ترقی کی۔ وہ سابق ہیں اور جنہوں نے چوتھے درجہ کی بلندی کا قصد کیا ہے۔ وہ سابقوں کے سابق ہیں۔ سابقوں کا درجہ اس آخری زمانے میں مشکل۔ عزیز الوجود اور قریب قریب محال ہے لیکن امید ہے کہ جو لوگ اس گئے گذرے زمانے میں عدل کی پرہیزگاری پر کاربند ہیں۔ اور اس کی شرائط بجالاتے ہیں۔ انہیں سابقوں کا درجہ دیا جائیگا ۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سیاتی علی الناس زمان من تمسک بعشر ما انتم علیہ نجا عنقریب ہی انسانوں کے لئے وہ زمانہ آنیوالا ہے۔ جو کچھ تم اس وقت کرتے ہو اگر وہ اس کا دسواں حصہ بھی کرینگے۔ تو نجات کے مستحق ہوجائینگے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا لانکم تجدون علی الخیر اعوانا کیونکہ تمہیں نیکی کے مددگار ملے ہیں۔ پس اگر

کوئی یہ خیال کرے کہ جو شخص دہقانوں اور اہل بازار کے مال پر قناعت کرے وہ پارسا ہے
اور جو بادشاہ کا مال قبول کرے وہ مشتبہ ہے تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ جیسے کہ
اہل بازار کا مال مشتبہ ہے۔ اسی طرح بادشاہوں کا مال بھی مشتبہ ہے۔ بادشاہوں کا
مال تین قسم کا ہوتا ہے:۔

ایک جو چھین کر یا جرمانہ کے طور پر لیا جائے اور ایسے شخص سے خراج لیا جائے
یا اس کے مال کا تہائی حصہ تقسیم کیا جائیگا جیسا معلوم ہے۔ تو یہ مال بھی محض حرام ہے
اگر اس مال کا لینے والا صاحب مال کو مال نہ لوٹائے۔ تو ظالم ہے:

دوسرا وہ مال جو کسی کو رشوت دے کر یا اس کی جان بخشی کر کے یا اپنے سے بڑے
سے لیا گیا ہو۔ تو ایسے مال کا لینے والا مقتصد ہے نہ کہ ظالم۔ اگر بادشاہ کے مال میں
شبہ ہو تو سابقوں کی پرہیزگاری باقی رہتی ہے۔ نہ کہ عادلوں اور مقتصدوں کی۔

تیسرا مال وہ ہے کہ چھینا گیا ہو۔ لیکن اصل مالک نہ معلوم ہو۔ ایسی صورت
پر شرعی فتویٰ یہ ہے۔ کہ ایسا مال کسی مصلحت میں صرف کرنا چاہیئے یا درویشوں
کو بانٹ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ان کے ہاتھ میں رہیگا۔ تو ظلم و فساد کا باعث ہوگا
لیکن ایسے مال کا لینے والا درویش ہو اور اپنی ضرورت کے موافق لے یا دولتمند ہو
تو اس میں سے اپنی ضروریات میں صرف نہ کرے۔ صرف درویشوں کو دے۔ یا کسی مصلحت
ملکی یا دینی میں صرف کرے۔ جو شخص اہل و عیال کی ضرورت سے زیادہ ایسا مال
نہ لے وہ مقتصد ہے ظالم نہیں:

فلاں شخص ہماری خانقاہ میں مدت تک رہا۔ اس کی خصلت پسندیدہ تھی۔ اگر اسے
کبھی اپنے اہل و عیال کے لئے شاہی بیت المال اور خیرات اور وقف سے کچھ
لینے کی کبھی ضرورت بھی ہوتی تو اتنا ہی لیا جو شرعاً جائز تھا۔ ایسے لوگ شاذ و نادر
ہوتے ہیں۔ جو اس زمانے میں تھوڑی آمدنی پر اتنے بڑے کنبے کا گذارہ کر سکیں
اور کریں اور شرعی قوانین کے مطابق۔ اس زمانے میں ایسے شخص کو اپنے آپ سے
جدا نہیں کرنا چاہیئے۔ امید ہے۔ کہ ان بھائی اور دوسرے مشائخ اللہ تعالے
دین و دنیا میں اس کی سفارش کرینگے۔ جب اس کا حال سنینگے تو اس کی مدد کرنے
میں دریغ نہیں کرینگے۔ والسلام علی سیدنا المرسلین:

باب پنجم (۵)

ان فصلوں اور پند و نصائح میں جو خاص موقعہ پر بیان فرما کر تحریر کی ہیں

فصل اوّل

اس میں علم مناظرہ اور وعظ و نصیحت کی آفات لکھی ہیں اور بیان فرمایا ہے کہ اس میں کیونکر نفسانی لطف حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ شیطان اہل علم کو بہکا کر مناظرہ اور تذکیر کے وسیلے کیونکر استدراج میں ڈالتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کی ناراضگی اور ابدی بدبختی کا موجب ہوتا ہے ساتھ اس کے بیان فرمایا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصیحت کرنا اور نصیحت کی خواہش کرنا دونو آسان ہیں لیکن نصیحت کا قبول کرنا مشکل ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو علم و فضل علم کی طلب میں مشغول ہو۔ کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ صرف علم ہی اس کا وسیلہ نجات بن جائیگا عمل کی چنداں حاجت نہیں لیکن یاد رہے کہ علم کی نسبت عمل کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اس کی پختہ دلیل و حجت یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کو ہوگا۔ جس کے علم کا فائدہ اسے نہ پہنچا ہو۔ پس اگر آخرت کی سعادت چاہتے ہو۔ اور علم کو اپنے لئے حجت نہیں بنانا

تو چار کاموں سے بچو :-

اوّل مناظرہ نہ کرو کیونکہ اس سے سوائے طبعی مشق اور ریاضت کے اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اس میں مصیبتیں زیادہ ہیں۔ اس کے گناہ بہ نسبت اُس کے نفع کے زیادہ ہیں۔ اس واسطے کہ وہ ریا۔ حسد اور فخر وغیرہ اخلاق ذمیمہ کا منبع ہے پس اگر کوئی مشکل پیش آ جائے اور اُس میں حق و باطل کی تمیز منظور ہو تو ایسی صورت میں مناظرہ جائز ہے۔ سو اس کی دو علامتیں ہوا کرتی ہیں۔

ایک یہ کہ اس بات میں فرق نہ کرے کہ سچ اس کی زبان پر مکشوف ہوتا ہے یا دشمن کی زبان پر۔ اور دوسرے یہ کہ مباحثہ خلوت میں ہونا کرے ٭

دوئم یہ کہ وعظ و نصیحت نہ کرے۔ اور اس بات کا خیال کرے جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کو فرمائی گئی تھی۔ یابن مریم عظ نفسک فان اتعظت فعظ الناس والا فاستحی منی اے ابن مریم! پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر۔ اگر وہ نصیحت اختیار کرے تو پھر لوگوں کو نصیحت کرنا۔ ورنہ مجھ سے شرم کرنا۔ پس اگر تم خویش اقارب کی خاطر تمہیں مناظرہ کرنا پڑے تو دو باتوں سے بچو۔ ایک یہ کہ زبان پر جھکر خوش کلام اور زیادہ مقفےٰ و مسجع عبارت سے بچو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تکلف کرنے والوں کو دشمن سمجھتا ہے۔ اگر زیادہ مسجع عبارت سے کام لیا جائے۔ تو یہ باطنی خرابی اور دلی غفلت کی علامت ہے۔ کیونکہ وعظ و نصیحت کے یہ معنی ہیں کہ خطر آخرت کی آتش مصیبت دل میں بڑھکر انسان کو بے قرار کر دیتی ہے۔ اس آگ کے جوش اور اس مصیبت کا رونا رونے کو وعظ و نصیحت کہتے ہیں۔ اگر پانی کا طوفان کسی کے گھر کے دروازے تک آ جائے اور اس کے بچوں کو ہلاک کرنا چاہے۔ تو وہ گھر میں واویلا مچا دیگا۔ کہ بچو بچو۔ بھاگو بھاگو طوفان آگیا ہے۔ ایسے وقت میں اسے مقفےٰ و مسجع عبارت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی مثال خلقت کو وعظ و نصیحت کرنے کی ہے۔ دوسرے اس بات کی طرف زیادہ توجہ نہ دے۔ کہ اُس کی وعظ و نصیحت کے وقت خلقت نعرہ مارے۔ حالت طاری ہو اور شور مچ جائے۔ تاکہ لوگ کہیں کہ وعظ کی مجلس نہایت عمدہ تھی۔ کیونکہ ایسا کرنا بھی غفلت اور ریا کی دلیل ہے۔ بلکہ ہمّت یہ کرے کہ انہیں دنیا سے پھیر کر آخرت کی طرف حرص سے زہد کی طرف اور

غفلت سے بیداری کی طرف لائے۔ چنانچہ جب مجلس سے نکلیں تو اپنے دل پر کچھ اثر لیجائیں۔ اور اُن کے باطن میں تبدیلی آجائے۔ یا ظاہری معاملہ میں نمودار ہو اور وہ جس عادت میں سستی کرتے تھے اُس سے باز آجائیں۔ اگر وعظ و نصیحت کا یہ اثر ہو تو بہتر ورنہ کہنے اور سننے والے دونوں کے لئے وبال ہوجاتا ہے ۔

سوئم یہ کہ کسی بادشاہ کو سلام نہ کرے۔ بلکہ اُن سے میل جول نہ کرے۔ کیونکہ بادشاہوں کی ہم نشینی میں بڑا فساد ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص مجبوراً اُن سے ملنے جائے تو ان کی لمبی چوڑی مدح و ثنا نہ کرے۔ اور جب واپس آئے تو بھی ایسا ہی کرے۔ کیونکہ جو شخص کسی فاسق کی مدح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اور جو شخص کسی ظالم کی عمر درازی کی دعا کرتا ہے۔ وہ گویا اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ شخص زمین پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے ۔

چہارم یہ کہ بادشاہ سے کچھ نہ لو۔ خواہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہو۔ اُن کے جاہ و مال کی طمع کرنا دین کے بگاڑ کا باعث ہے۔ اس سے ظلم وغیرہ کی موافقت لحاظ اور سستی لازم آتی ہے۔ جو سراسر ہلاکت کا باعث ہیں ۔

مذکورہ بالا چاروں مخطور ہیں اُن سے بچنا چاہئے۔ کیونکہ یہ نہ کرنے کے قابل ہیں۔ اب جو کرنے کے قابل ہیں وہ بھی چار ہیں۔ انہیں ہمیشہ کرنا چاہئے :۔

اوّل یہ کہ ہر ایک معاملہ میں جو اس کے اور خلقت کے مابین ہے ایسا کرے کہ اگر وہی معاملہ اس سے کیا جائے تو وہ جائز سمجھے اور پسند کرے۔ کیونکہ آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اوروں سے ویسا سلوک نہ کرے۔ جیسا کہ وہ اپنے ساتھ کیا جانا پسند کرتا ہے ۔

دوئم یہ کہ اپنے اور خالق کے مابین معاملہ کو اس طرح سر انجام دے کہ اگر اُسکا غلام اُس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے تو اُسے پسند کرے۔ جو بات اپنے غلام سے اپنے حق میں پسند نہیں کرتا حالانکہ وہ اس کا حقیقی بندہ نہیں۔ وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حق میں پسند نہ کرے ۔

سوئم یہ کہ جب تربیت علمی میں مشغول ہو۔ تو ایسے علم میں مشغول ہو کہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اگلے ہفتے تک میں فوت ہو جاؤں گا۔ تو اسی علم میں مشغول رہے

یہ علم نہ تو علم شعر ہے۔ نہ علم ترسل۔ نہ علم خلاف۔ نہ علم مذہب۔ نہ علم اصول اور نہ علم کلام۔ جس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں اگلے ہفتے تک اس دنیا سے کوچ کر جاؤنگا۔ تو اُسے اگر توفیق الٰہی حاصل ہو گی تو مراقبہ دل اور اُس کی صفات کی معرفت کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو گا۔ تاکہ اُسے دنیاوی تعلقات اور اللہ تعالےٰ کے سوا باقی تمام تعلقات سے پاک کرے۔ اور محبت الٰہی اور اللہ تعالےٰ کی پسندیدہ صفت سے آراستہ کرے۔ اگر کسی کو اطلاع دیں کہ اسلامی بادشاہ تجھے سلام کرنے آتا ہے تو اس ہفتہ کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتا۔ صرف وہی کام کرتا ہے جو بادشاہ کو منظور ہوں۔ اور اپنے بدن لباس اور مکان کو مکروہات سے صاف رکھتا ہے اور عمدہ عمدہ چیزوں سے آراستہ کرتا ہے۔ وان اللہ تعالیٰ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم وانما ینظر الی قلوبکم۔ اور اللہ تعالےٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے۔ نہ اعمال کو بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے ؛

احوال دل کا حال احیاء العلوم یا کیمیائے سعادت یا جواہر القرآن کے ربع مہلکات اور منجیات سے حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ علوم جو زیادہ ضروری اور فرض عین ہے۔ یہی ہے۔ باقی یا تو فضیلت ہے جیسے خلاف مذہب یا فضول جیسے علم شعر اور علم بیان وغیرہ ؛

چھٹا دم یہ کہ دنیا کا مال اس قدر رکھائے جو اُس کے گذارے کے لئے کافی ہو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صرف اسی قدر مال اپنے اہل بیت کیلئے کافی سمجھا۔ چنانچہ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اللّٰھُمّ اجعل قوت آل محمد کفافاً اے معبود! آل محمد کی خوراک روز بروز عنایت کر ؛

نیز فرماتے ہیں من اخذ من الدنیا فوق ما یکفیہ اخذ جیفۃ وھو لا یشعر۔ جو شخص کافی سے زیادہ دنیا سے لیتا ہے وہ مردار ہے۔ لیکن وہ اس بات کو سمجھتا نہیں ؛

فصل دوم

اس شخص کے حق میں لکھا ہے جس نے بدایۃ الہدایۃ لکھی تھی اس میں ان اوصاف اور شرائط کا ذکر کیا ہے جو ایک طالب علم میں ہونی چاہئیں تاکہ اس میں یہ قابلیت ہو کہ بدایۃ الہدایۃ کو پڑھ سکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو کچھ تم نے اس کتاب میں لکھا ہے۔ وہ ہدایت کا آغاز ہے نہ کہ انجام۔ ہدایت کی علامت یہ ہے کہ یک نفس۔ یک ہمّت۔ یک اندیشہ۔ اور یک بیدار ہو جاؤ۔ یک نفس سے مراد یہ ہے کہ گذشتہ و آیندہ کا خیال نہ کرے۔ نہ کل گذشتہ نہ کل آیندہ کی سوچ بچار کرے۔ نہ گذشتہ کا غم کرے نہ آیندہ کی تدبیر۔ بلکہ صرف موجودہ دم کی نگہداشت کرے۔ کیونکہ جو گذشتہ ہے وہ یقینی نیست ہے۔ اور جو آیندہ ہے ممکن ہے کہ وہ بھی نیست ہو۔ سوائے موجودہ دم کے کوئی یقینی نہیں ؛

یک ہمّت کا یہ مطلب ہے کہ موجودہ دم میں سوائے حق تعالےٰ کے اور چیز اس کا مقصود نہ ہو۔ اسی کی طرف رخ کرے۔ اسی کا ذکر کرے۔ بلکہ مشہود محبوب و دیدار کو مدنظر رکھے۔ ان سب کا ایک درجہ اور ہے ؛

یک اندیشہ کا یہ مطلب ہے کہ سوائے حق کے جو خیال آئے۔ اسے بآسانی دل سے دور کر سکے۔ اور جو کم غیرحق کے متعلق ہو دل سے اس کی نفی کر سکے۔ "الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ" ذکر الٰہی کے سوا دنیا و مافیہا ہر دو ملعون ہیں، اور جو حق تعالےٰ کے بغیر ہے وہ دنیا و مافیہا میں شمار ہوتا ہے ؛

یک بیدار کا یہ مطلب ہے کہ جس چیز کو دیکھے اس میں اللہ تعالےٰ کو دیکھے۔ کیونکہ حقیقی وجود سوائے ذات حق کے کسی کو نہیں۔ باقی تمام "ہست نما نیست" ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا درجہ ہے۔ اور اسی کے مطابق اللہ تعالےٰ کے ہاں درجات نصیب ہوتے ہیں۔ جو ان درجوں کو بتدریج طے کریگا۔ وہ ہدایت کے شروع سے اخیر تک۔

پہنچ جائیگا۔ والسلام

فصل سوم ۳

یہ ملحد اور بے دین اباحتیوں کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ شیطان اُنپر کیونکر اپنا سکہ جماتا اور انہیں بھرکاتا ہے اور یہ کہ ایسے لوگ سب سے بُرے ہوتے ہیں

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ستفترق امتی بینف وسبعین فرقۃ الناجیۃ منہا واحدۃ عنقریب میری امت کے بہتر فرقے ہونگے جن میں نجات صرف ایک فرقے کو ہوگی باقی سب کے سب ہلاک ہونگے۔ اتنے مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امت کے اصل میں تین گروہ ہیں۔ ایک اچھے۔ دوسرے بُرے۔ اور تیسرے میانہ +

سب سے اچھے تو صوفی ہیں جنہوں نے اپنی تمام خواہشوں کو اور مرادوں کو حق تعالےٰ کی مراد کی خاطر چھوڑ دیا ہے +

اور سب سے بُرے بدکار ہیں جو ظلم کرتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں اور شہوت کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں یا کر سکتے ہیں کر گذرتے ہیں۔ ایسے لوگ اس بات پر مغرور ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کریم اور رحیم ہے اور اس پر بھروسہ کر کے اہل صلاح میں داخل ہوتے ہیں۔ اس طرح پر ان میں سے ہر ایک کے چوبیس فرقے ہوئے ہیں اور جب آپس میں مل جل گئے تو بہتر ہو گئے۔ ان کی زیادتی کا باعث یہ ہے کہ شیطان نے صوفیوں پر حسد کیا۔ کیونکہ وہ خلقت میں سے سب سے اچھے تھے اور کسی نافرمانی اور شہوت سے آسودہ نہ تھے۔ پھر بدکاروں پر حسد کیا۔ اور کہا کہ اگرچہ یہ امت میں سے سب سے بُرے ہیں لیکن ممکن ہے کہ اپنی بے عزتی اور نقصان کا خیال کر کے توبہ کریں اور چونکہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنیوالے کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ [illegible] کوئی ایسی تجویز اور تدبیر کرنی

کہ وہ بھی ان کی نافرمانی سے آلودہ ہو جائیں۔ بدکار لوگ اندھے ہو جائیں۔ تاکہ اپنی آلودگی اور رسوائی نہ دیکھ سکیں۔ اس لئے اس نے صوفیوں اور بدکاروں کو ملانا چاہا۔ سو اس مطلب کے لئے صوفیوں کو کہا کہ تم آرام کرو۔ اپنے آپ کو کیوں اتنی تکلیف دیتے ہو۔ اللہ تعالےٰ کو تمہاری بندگی کا کیا پرواہ ہے اور تمہاری نافرمانبرداری سے اسے نقصان کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ غفور الرحیم ہے تکلیف سے غرض یہ ہے۔ کہ عوام الناس ضبط میں رہیں اور دنیاوی مال کے باعث آپس میں دنگہ و فساد نہ کریں۔ اور طاعت سے مراد قرب الٰہی ہے۔ سو تمہیں حاصل ہے۔ پھر ناحق جان کو تکلیف میں رکھنا اور دنیاوی لذتوں سے دست بردار ہونا۔ بیوقوفی اور حماقت نہیں تو کیا ہے۔ جب ان لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا گیا اور اس نے اثر کیا۔ تو دنیاوی خواہشات کے پیچھے پڑ کر نافرمانی کرنے لگے۔ عورت اور مال بچوں کو مباح کر دیا۔ اور صوفیوں کے لباس میں زندگی بسر کرنے لگے۔ اور الفاظ و زندار کہنے لگے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہ ہؤا کہ گو اللہ تعالےٰ کریم ہے لیکن ساتھ ہی شدید العقاب بھی ہے۔ اور یہ کہ اُن کا قرب اور درجہ پیغمبروں کے قرب اور درجہ سے بڑھ کر نہیں۔ جب تمام پیغمبروں نے طاعت و عبادت کو نہیں چھوڑا۔ تو یہ کیوں دربردار ہوتے ہیں۔ پس جب شیطان نے ان کے دلوں پر پودا لگا دیا۔ جو اچھی طرح پھلنے پھولنے لگا۔ تو اُن کی طرف سے فارغ ہو گیا۔ کہ یہ بالکل اصلاح کی طرف نہیں آئینگے۔ اور قابل علاج نہ ہونگے۔ کیونکہ یہ اچھی طرح دنیا و شہوات کے مقید ہو گئے ہیں۔ اور صوفیوں کے لباس میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بارگاہ الٰہی کا مقرب خیال کرتے ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ یہی لوگ فی الحقیقت تمام خلقت سے بُرے ہیں۔ اور امت میں سے سب سے بُرے۔ ایسے شخص لاعلاج ہیں۔ اُن سے مناظرہ کرنا یا انہیں وعظ و نصیحت کرنا بالکل بے سُود ہے۔ ایسے شخصوں کی بیخ کنی اور خونریزی تک مباح بلکہ واجب ہے اس کے سوا اور کوئی اصلاح کا طریقہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ جو بات برہان اور قرآن سے نہیں کرتا۔ وہ پھر تلوار اور نیزے سے کرتا ہے ۔

فصل چہارم

نصیحت کے بیان میں

مَیں نے سُنا کہ کوئی شخص دُور دراز مقام سے حجۃ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے نصیحت کا خواستگار ہُوا۔ آپ نے اُسے یہ نصیحت فرمائی:-

قولہٗ تعالیٰ وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ذکر کر کیونکہ ذکر مومنوں کو فائدہ دیتا ہے،

اگر تم راہ سعادت کے طالب ہو۔ تو سمجھ لو کہ سعادت کے تین اصول ہیں۔ ملازمت۔ مخالفت اور موافقت۔

ملازمت تو ذکر الٰہی کی کہ ہر حال میں ذکر الٰہی کرتے رہو۔ جہاں تک ہو سکے کسی حالت اور کسی وقت میں اس سے خالی نہ رہو۔

مخالفت نفس کی۔ تاکہ حرص و ہوا اور نفس امارہ عاجز ہوکر تمہارے قیدی بن جائیں۔ اور تمہیں ذکر الٰہی سے باز نہ رکھیں۔ کیونکہ اگر وہ غالب آ جائینگے تو تمہیں قیدی بنا کر اس میں مشغول رکھیں گے۔ جو آپ کی خواہش ہے۔ اور حق تعالےٰ سے محجوب بنا دینگے۔

اور موافقت حدود شرعی اور سنن و آداب کی۔ کہ تمام حرکات و سکنات ظاہری اور تمام خیالات اور ظن باطنی میں شرعی حدود اور سنن و آداب کو ملحوظ رکھو۔

جب تمہیں ان تینوں کی توفیق دیجائیگی۔ تو دل سراسر ذکر ہو جائے گا اور تمام اعضا فرمانبردار اور نفسانی صفات مغلوب ہو جائینگی سعادت مکمل ہو کر سب سے بڑی کرامت حاصل ہو گی۔ اگر شروع شروع میں کوئی صورت یا نور دیکھو تو اس پر دل نہ لگاؤ۔ اور نہ اس کی طرف توجہ کرو۔ اور نہ ہی اس کو کچھ بڑی چیز سمجھو۔ اگر نہ دیکھو۔ تو دل کو اس میں مشغول بھی نہ رکھو۔ اگر ان تین اصول کے پابند ہو جاؤ گے۔ تو ظاہر و باطن آباد ہو جائیگا۔ والسلام

اور ماسوے اللہ سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔ اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔ اگر قدم پر ظاہر ہو۔ تو راہ حق میں قدم اٹھاتا ہے۔ اگر کسی ایک عضو پر اس بیداری کے آثار پائے جائیں۔ تو سمجھ لو کہ اب اُس کی ابتدا ہو گئی ہے +

اس کو غنیمت سمجھ کر اس میں ہمہ تن مشروف ہو جائیں۔ ورنہ عذاب اکبر کے لئے تیار ہو جائیں۔ عذاب اکبر دوزخ کی آگ سے نہیں دیا جائیگا۔ بلکہ دلی عذاب ہو گا جو روحانی آگ سے دیا جائیگا۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ اللہ تعالےٰ کی آگ بھڑکتی ہے جو دل پر ظاہر ہوتی ہے، اور بارگاہ الٰہی سے حجاب ہوگا۔ کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون ثم انھم لصالوا الجحیم خبردار! آج کے دن وہ اپنے پروردگار سے محجوب ہیں۔ پھر انہیں دوزخ میں پھینک دیا جائیگا +

اللہ تعالےٰ دل اور زبان سے وہی کہلائے جو نجات کا باعث ہے۔ اور دونوں قسم کے عذاب سے بچاؤ کی صورت ہو۔ اور سعادت ابدی نزدیکئے حق اور اُس کی رضا کا سبب ہو +

فصل ششم

دعا استسقا اور نماز استسقا جو حالات کے رنج کیلئے تحریص و ترغیب کے بیان میں

دنیاوی آفات بکثرت اور آسمانی بلائیں متواتر ہیں۔ دل پریشان اور ہمتیں دنیاوی کاموں میں مشغول ہیں۔ اور خیالات راہ حق سے پھرے ہوئے۔ اور دنیاوی ناپائدار اور بے حقیقت اشیا پر لگے ہوئے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم اللہ تعالےٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک اُسے خود حالت بدلنے کا خیال نہ ہو، چونکہ خلقت نے پورے طور پر دنیا کا رُخ کیا۔ اور ہمہ تن اُسی میں مصروف ہو گئے۔ اس لئے دنیا نے بیماری گی انہیں

پیچھے دکھائی۔ کل یتبوع ممنوع والحریص محروم۔ تمام پسندیدہ ممنوع ہیں اور حریص محروم رہتا ہے ٭

اس کا علاج یہ ہے کہ ہمیشہ طاعت عبادت میں مشغول اور دنیا اور اس کی طلب سے روگرداں رہیں۔ اور یہ طاعت دنیا کے واسطے لوگوں کی تعریف اور ثواب کی خاطر نہ کریں۔ بلکہ محض اللہ تعالےٰ کی خاطر۔ اگر طاعت ہی سے غرض ہوگا۔ تو اللہ تعالےٰ بھی راضی ہوگا۔ اور وہ طاعت بھی بارگاہ الٰہی کے لائق ہوگی۔ اور ارواح اور روحانیت کے مابین مناسبت محقق ہو جائیگی۔ اس وقت اللہ تعالےٰ سے جو دعا مانگیں گے یا جس چیز کی خواہش کرینگے۔ بہت جلدی قبول و پوری ہوگی جیسا کہ خود فرمایا ہے۔ وادعونی استجب لکم۔ تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا۔ یہ فرمان انہیں لوگوں کے حق میں ہے جو شرائط سے کام لیتے ہیں۔ ورنہ ان شرائط بغیر دعا کرنا محض بے سود ہے ٭ والسّلام ٭

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ وخیر خلقہ ونور عرشہ

محمد وآلہ

واصحابہ واہلبیتہ وذریتہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

آمین

تمت

یکم فروری ۱۹۲۴ء

اردو ترجمہ کتاب

قسطاس المستقیم

تصنیف ابو حامد حجت الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس رسالہ میں حضرت امام رحمۃ اللہ اور ایک باطنی شیعہ کے ہوا جس میں اُس کی کجی کو درست کیا۔ اور اس کی عقل و استعداد کے مطابق گفتگو کر کے اُسے جتا دیا کہ تمہارے برادر وہ نتائج غلط ہیں۔ دلیل اور نقل سے مناظرہ کر کے عجائبات اُسے دکھا کر گمراہی سے نکال سیدھی راہ پر لے آئے اور اسے مختلف ترازو کو سمجھا دیں۔ تاکہ قسطاس المستقیم سے وزن کر سکے۔ نہایت عمدہ چھپ کر تیار ہے قیمت ۶/

اُردو ترجمہ سہ دفتر

مکتوبات شریف

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مع مفصل سوانح عمری

کون شخص ہے جو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی و اسم گرامی سے واقف نہ ہو یہ وہ آپ کا مجموعہ مکتوبات ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے پیر دستگیر حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں اور دیگر احباب کی طرف ارقام فرمائے تھے۔ اور جن تلاش اور جستجو میں مدت مدید اور عرصہ بعید سے طالبانِ مولےٰ عموماً اور حلقہ بگوشان سرکار عالیہ نقشبندیہ خصوصاً حیران و سرگردان پھرتے تھے چونکہ یہ گنجینۂ اسرار معانی نہایت دقیق فارسی زبان میں ہر ادنےٰ و اعلےٰ کی فہمید سے باہر تھا۔ لہذا خادمان فقرا نے بپاس خاطر ہر چہار سلاسل عالیہ حلقہ بگوشان سرکار خاندان نقشبندیہ کے لئے بصرف زر کثیر اُردو ترجمہ کرا کر نہایت خوشخط اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر طبع کرائے ہیں۔ جن کو خرید کر ہر ایک طالب مولےٰ بیساختہ یہ شعر اپنی زبان سے ورد کرے گا ؎

جماد سے چند دادم جاں خریدم | بنام ایزد عجب ارزاں خریدم

قیمت

دفتر اول ۵/ دفتر دوم ۶/۸ دفتر سوم ۶/۸

ہر سال مسرود ختم ہوگا۔

سلسلۂ تصوّف نمبر ۷۹

اُردو ترجمہ کتاب

راحت القلوب

یعنی

ملفوظات سُلطان المشائخ شیخ الشیوخ عالم برہان العاشقین زبدۃ الحق و شرع والدین بندگی

حضرت بابا فریدُ الدّین گنج شکر اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ

از تصنیف

حضرت شیخ المشائخ سُلطان العارفین محبُوب الٰہی محمّد نظام الدّین بدایونی

خلیفہ اعظم حضرت بابا فریدُ الدّین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

جسے

اللہ والے کی قومی دکان مالک ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین نقشبندی مجددی تاجر کتب

منزل نقشبندیہ

کوچہ گلے زنیاں ——— بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

مشہور عالم برقی لاہور پریس بااہتمام پنڈت

دگ ... کے چھپوایا

قیمت فی جلد ۶ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ فریدیہ

مختصر حال برکت اشتمال حریق المحبت برہان العاشقین حضرت خواجہ فرید الحق والملۃ والدین مسعود گنجشکر اجودھنی قدس سرہ العزیز

نام نامی واسم گرامی آپ کا مسعود بن سلیمان ہے۔ آپ قوم سے شیخ فاروقی یعنی خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد سے ہیں کہ سلسلہ نسبی آپ کا ستر واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت کی والدہ کا نام بی بی قرسم خاتون بنت مولینا وجیہ الدین خجندی ہے آپ اعظم النساء عارفات سے گذری ہیں۔ ذکر خیر آپ کا اکثر کتب سیر میں بشرح وبسط ہے +

لقب شریف آپ کا فرید الدین گنج شکر اور حریق المحبت ہے کہ آتش عشق ومحبت الٰہی نے آپکے وجود میں بجز اپنی ذات کے جلوہ کے اور کچھ نہ چھوڑا تھا +

دوسری وجہ فرید الدین لقب آپ کو عطا فرمودہ حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مولف تذکرۃ الاولیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لقب آپ کو پردۂ غیب سے حاصل ہوا تھا۔ اور لقب گنج شکر سے ملقب ہونے کی تین وجہ کتب سیر میں مرقوم ہیں +

اوّل یہ کہ ایک مرتبہ آپنے دہلی میں روزہ طی رکھا تھا۔ بعد وقت مقررہ افطار کیا۔ الّا کوئی شے ایسی اُس وقت آپ کو دستیاب نہیں ہوئی۔ کہ جو باعث تسکین جوع ہوتی۔ لاچار بعد از نصف شب آپنے غایت گرسنگی سے ہاتھ زمین پر مارا، چند سنگریزے اُس وقت ہاتھ میں آئے۔ آپنے اُن کو اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لیا کہ وہ پتھر کے ٹکڑے آپکے مُنہ میں شکر ہو گئے۔ جب یہ خبر آپکے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ فرید، گنجشکر ہے +

دوم یہ کہ ایک دفعہ آپ خدمت مبارک حضرت خواجہ شہید المحبت قدس سرہ العزیز میں حاضر ہونے کیواسطے جائے اقامت سے روانہ ہوئے۔ تو راہ میں کئی مقام تک آپ کو کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ ایک روز

غایت ضعف و گرسنگی سے آپ زمین پر گر پڑے اور جو خاک آپ کے منہ میں پہنچی وہ شکر ہو گئی۔
اور جب یہ خبر سمع مبارک حضرت خواجہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ میں پہنچی۔ آپکے ارشاد فرمایا
کہ فرید الدین گنج شکر ہے ۔

سوم یہ کہ ایک روز آپ بر سر راہ تشریف فرما تھے کہ ایک بنجارہ آپکے سامنے سے گذرا جس کے
بوروں میں شکر لدی ہوئی تھی۔ آپنے اُس سے دریافت کیا کہ ان بوروں میں کیا ہے؟ اُس نے ازراہ
تمسخر جواب دیا کہ نمک ہے۔ آپنے فرمایا (خیر نمک ہی ہوگا) وہ شکر سب اسی وقت نمک ہو گئی۔ جب
منزلِ مقصود پر پہنچکر اُس نے بار کشادہ کئے۔ تو بجائے شکر کے نمک پایا۔ وہ روتا ہوا حضور میں حاضر
ہوا۔ اور عرض کیا۔ غلطی مجھ سے ہوئی جو شکر کو نمک بتلایا۔ کہ انفاس نفیسہ حضور سے نمک ہو گئی۔ ور
اصل وہ شکر تھی۔ آپنے فرمایا کہ جا بابا وہ شکر تھی۔ تو شکر ہو گئی۔ جب اُس بنجارہ نے آکر دیکھا تو
نمک سب شکر تھی۔ بیرم خاں خانخاناں مرحوم نے اس تلازمہ میں کیا خوب کہا ہے ؎

کان نمک در گنج شکر شیخ فرید — گز گنج شکر کان نمک گردید
در کان نمک کرد نظر گشت شکر — شیرین تر ازیں کرامتے کس نشنید

ولادت باسعادت آپ کی قصبہ کھوتی وال میں کہ آج کل اُس کو مشائخ کی چاولی کہتے ہیں۔ کہ جو
درمیان پاکپٹن و مہار شریف ضلع ملتان میں واقع ہے۔ آپنے قبل از ارادت رُبع مسکون کی سیر فرمائی
اور ہر شہر و دیار کے اولیاء اللہ سے فیض محبت پایا۔ چنانچہ یہ امر آپکے ملفوظات سے ظاہر ہے اور
جب دہلی میں پہنچے۔ اور آوازہ عظمت و جلال حضرت خواجہ شہید المحبت قطب الاقطاب قطب الدین
بختیار کاکی اوشی رضی اللہ عنہ کا سُنا تو آپ حاضر ہو کر مجلس اول ہی میں فرط عظمت و کشش شیخ سے مُرید
ہوئے خواجہ حریق المحبت خود ہی اعتراف فرماتے ہیں کہ میں نے سیر رُبع مسکون کی کی۔ اور ہزار ہا اولیاء
اللہ دیکھے اور اُن سے شرف فیض پایا۔ مگر جو عظمت و جلال میری نظر نے حضرت خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی اوشی قدس اللہ سرہٗ کا دیکھا وہ کسی کا نہ دیکھا۔ میں اُن کا مرید ہوا۔ میرے شیخ نے بعد
تین روز کے دروازہ عطائے کرم کا مجھ پر کھول دیا۔ اور مجھے مالا مال کر دیا۔ اور فرمایا کہ اے فرید کامل
ہونے کے میرے پاس آئے۔ انتہے کلامہ ؎

اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ تحصیل علم میں جب کہ بمقام ملتان مصروف تھے۔ اور ایک بزرگ صاحب
درس (یعنی تعلیم دینے والے) سے کتاب نافعہ جو فقہ کی مشہور کتاب ہے پڑھتے تھے۔ انہی ایام میں
حضرت خواجہ شہید المحبت مقام اوش سے ملتان تشریف لائے۔ جب آپ کی نظر آپ پر پڑی۔ تو کشف قلوب
آئینہ سے حال آپ کا معلوم کیا۔ اور رنگ دیگر بدل کر فرمایا۔ کہ اے صاحب کیا پڑھتے ہو۔ آپنے عرض
کی کہ کتاب نافعہ پڑھتا ہوں۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ کہ نافعہ سے کچھ نفع پہنچنے کی اُمید ہے۔ آپ نے

گذارش کی . نعوے خیر ، مگر مجھ کو نگاہ کرم حضور سے فائدہ پہنچنے کی زیادہ تر اُمید ہے ۔ یہ کہکر قدم مبارک
حضرت خواجہ شہید المحبت رضی اللہ عنہ میں گر پڑے اور معتقد ہوئے اور تعلیم چھوڑ کر ہمراہی حضرت خواجہ
شہید المحبت نور اللہ مرقدہ دہلی تشریف لائے اور رشتۂ مریدان میں منسلک ہوکر خرقۂ خلافت سے مستفیض ہوئے
کتب سیر میں لکھا ہے کہ وقت بیعت آپ کی عمر پندرہ یا اٹھارہ سال کی تھی ۔ اور بعد بیعت آپ
اسی برس تک زندہ رہے جملہ عمر شریف آپ کی پچانوے یا اٹھانوے سال کی ہوئی ؛
آپ کو فقر و فاقہ و ستر حال نہایت محبوب و مرغوب تھا جب کسی مقام پر آپ تشریف لیجاتے .
وہاں کے باشندے انوار نبی کو جو آپکے رخ انور میں تاباں تھے ، دیکھ کر فوراً حاضر خدمت ہوتے یہ امر
آپ کو ناگوار ہوتا تھا ۔ آپ اُن سے کنارہ کش ہوکر دوسری جگہ تشریف لیجاتے تھے ۔ جب وہاں
بھی ایسا معاملہ پیش آتا تو کسی اور جگہ تشریف لیجاتے ۔ شدہ شدہ اجودھن میں پہنچے کہ باشندے
وہاں کے منکر درویشان نہایت بدمزاج اور سخت گیر تھے ۔ کسی نے آپکے پہنچنے پر التفات تک نہ
کیا ۔ اور نہ خاطر و مدارات سے پیش آئے ۔ بلکہ بُرا کہنا شروع کیا ۔ جب آپنے یہ معاملہ دیکھا بہت
خوش ہوکر اپنے نفس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے فرید تیرے رہنے کی جگہ ہے ۔ اور ساکنان اجودھن
نے اپنی جبلی عادت کی وجہ سے آپ کو شہر میں بھی رہنے نہ دیا ۔ پس آپ شہر کے باہر ایک گھنیا اور
کیکرے کے درخت کے سایہ میں مقیم ہوئے ۔ اور یاد خدا میں مشغول ہوئے ؛
اکثر وقت اپنا مسجد جامع میں آپ بسر فرماتے تھے ۔ وہیں آپکے اولاد ہوئی ۔ آپ فاقہ پر فاقہ
کرتے اور شدت سے سختی و محنت کی تکلیف اُٹھاتے اور وہیں نشو و نما پاتے ؛
چونکہ آپ کی دلیل روشن اور برہان قوی تھے ۔ پوشیدہ طور پر رہنا نہ ہوا ۔ شہرت آپکے نزدیک
و دور پہنچی اور ہر اطراف و جوانب سے مشائخ اور ائمہ دین آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور
بالآخر اس شہرت نے یہاں تک شہرت پکڑی کہ آمد و رفت و بود و باش صلحاء سے اجودھن کا نام
تبدیل ہوکر پاکپٹن ہوگیا ؛
آپنے بمتابعت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے چار شادیاں کیں اور پانچ فرزند نرینہ اور تین لڑکیاں
آپسے باقی رہیں ۔ پوتوں اور نواسوں کا کوئی شمار نہ تھا ؛
آپکے ذکر اور خوارق عادات سے جملہ کتب سیر معمور ہیں ۔ باقی حالات آپکے اس ترجمہ کتاب
جواہر فریدی مصنفہ و مرتبہ مولوی محمد علی اصغر صاحب ابن مخدوم شیخ ... ابن مخدوم شیخ محمد
قریشی چشتی بدایونی ثم فتحپوری ... زاد اولاد بندگی حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رضی عنہ مسودہ
خاص حضرت مصنف مرحوم قدس سرہ العزیز کو دیکھنا چاہیے ؛
اس نایاب کا اردو ترجمہ بصرف زر کثیر ملک فضل الدین و ملک چنن الدین و ملک تاج الدین کے زئی

تاجران کتب قومی کوچہ گگے زئیان وبازار کشمیری لاہور نے کروا کر نہایت خوشخط اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر کافۂ اسلام کے لئے عموماً اور صوفیائے کرام اور طالبان رضا کے لئے خصوصاً طبع کرا کر شائع کیا ؛

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی کرامت کی بابت کتب سیر میں لکھا ہے۔ کہ آپ کی ادنیٰ کرامت یہ تھی۔ کہ آپ نے دروازہ رحمت و بخشائش الٰہی ہر کس وناکس کے واسطے کھول دیا تھا۔ کیسا ہی خاطی و مذنب اور فاسق و فاجر آپ کے حضور میں حاضر ہوتا تھا۔ آپ اُس کو شرف بیعت سے مشرف فرما کر مقامات اعلےٰ پر آن واحد میں پہنچا دیتے تھے ؛

آپ کے خلفاء کی تعداد پچاس ہزار تین سو بیالیس ہے۔ مریدوں کا اندازہ اس تعداد خلفاء سے کر لیا جائے واللہ اعلم کس قدر ہوں گے ؛

وفات شریف آپ کی عہد سلطان غیاث الدین بلبن انار اللہ برہانہٗ میں بروز سہ شنبہ پنجم ماہ محرم الحرام ۶۶۶ھ ہجری کو واقع ہوئی۔ مزار مبارک آپ کا پاکپٹن میں زیارت گاہ خلائق ہے ؛

التماس مترجم

واضح ہو کہ ہم نے یہ مختصر حالات آپ کے کتب سیر جواہر فریدی وغیرہ سے منتخب کر کے بطور مقدمہ کے شروع ترجمہ کتاب میں حسب عادت اپنی لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ ناظرین کتاب کو اس امر کی واقفیت ہو جائے۔ کہ یہ کتاب کس بیان اور کس بزرگ کے حالات میں ہے اور مجملاً کچھ حال کتاب بھی معلوم ہو جائیں ؛

خدا کا شکر ہے کہ میں اس ارادہ میں کامیاب ہوا اور بابا صاحب کے کچھ مختصر حالات لکھ کر اس مقدمہ کو ختم کیا ؛

دُعا ہے کہ

خدائے تعالےٰ مجھ کو اور میرے کرم مخدوم ملک فضل الدین و ملک چنن الدین و ملک تاج الدین اور ناظرین کتاب کو اس کی جزائے خیر دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ؛

اُردو ترجمہ کتاب

راحۃ القلوب

یعنی

ملفوظات زہد الانبیا سراج الاولیا حضرت خواجہ فریدالدّین گنجشکر مسعود

اجودھنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ حضرت محبوب الٰہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والسلام علےٰ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین۔ واضح رہے۔ کہ یہ الہام ربانی کے خزانے کے جواہر اور علوم سُبحانی کی فصل کے غنچے سلطان المشائخ۔ شیخ شیوخ العالم۔ قطب علامۃ الدنیا۔ بدرالطریقۃ۔ برہان الحقیقت سید العابدین۔ بدر العابدین۔ عمدۃ الابرار۔ قدوۃ الاخیار۔ تاج الاصفیا۔ سراج الاولیا۔ ملک السالکین برہان العاشقین۔ فرید الحق والشرع والدین اللہ تعالےٰ اِن کو دیر تک زندہ رکھ کر مُسلمانوں کو مستفیض کرے اِن کی زبان گوہر فشاں سے منکر جمع کیا۔ اور اِس مجموعے کا نام 'راحت القلوب' رکھا۔ بتوفیق اللہ تعالےٰ ؛

پندرہ ماہ رجب بروز بدھ ۶۵۵ھ ہجری کو پابُوسی کی دولت نصیب ہوئی مُسلمان کا دُعاگو نظام الدین احمد بداؤنی جو سلطان الطریقت کا ایک غلام ہے۔ اور اِن معانی کا جمع کرنیوالا ہے عرض پرداز ہے۔ کہ جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہؤا۔ تو آپ نے چارترکی کلاہ جو زیب سر فرمائی ہوئی تھی۔ اُتار کر دُعاگو کے سر پر رکھی۔ اور خاص خرقہ اور لکڑی کی نعلین عطا فرمائی ؛

نیز فرمایا کہ میرا ارادہ تو تھا۔ کہ ہندستان کی ولایت کسی اور کو دوں۔ لیکن تم راستے ہی میں تھے کہ الہام ہؤا۔ کہ یہ ولایت نظام الدین احمد بداؤنی کی ہے۔ اِسے دو۔ میں پابُوسی کے اشتیاق سے اُٹھ کر کچھ عرض کرنے لگا۔ لیکن مارے رعب کے نہ کر سکا۔ آپ نے روشن ضمیری کی وجہ سے واقف ہو کر فرمایا۔ کہاں ہیں سے تمہارا اشتیاق جیسا کہ دل میں ہے۔ اِس سے زیادہ ہم پر روشن ہے ؛

نیز یہ بھی فرمایا کہ داخل دہشتہ جب میں نے یہ سنا۔ تو دل میں خیال کیا کہ جو کچھ زبان مبارک سے نکلے گا میں اسے تعین کرتا جاؤں گا۔ ابھی یہ خیال پختہ طور سے دل میں گذرنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ فرمایا۔ اس مرید کی کیا ہی سعادت ہے۔ جو اپنے پیر کے فرمودہ کو قلمبند کرے۔ اور گوش ہوش اس طرف لگائے۔ اس واسطے کہ بزرگ اولیاء میں لکھا ہے۔ کہ جب مرید جو کچھ اپنے پیر کی زبانی سنے لکھے۔ تو ہر حرف نوشتہ کے بدلے ہزار سال کی طاعت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد اس کا مقام علیین میں ہوتا ہے۔ اس وقت زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا ؎

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

پھر اس موقع کے مناسب فرمایا۔ کہ لوگوں کو ہر وقت ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اس واسطے کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا۔ کہ ایسے شخص کے دل میں یہ ندا نہیں آتی۔ کہ زندہ دل وہی ہے جس میں محبت اور اشتیاق ہے ؛

الغرض درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ درویشی پردہ پوشی ہے۔ اور خرقہ پہننا اس کا مرتبہ ہے جو مسلمان وغیرہ کے عیب کو چھپائے اور کسی کے آگے ظاہر نہ کرے۔ اور جو دنیاوی مال اس کے پاس ہو۔ اسے راہ خدا میں صرف کرے اور ذخیرہ نہ کرے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اصحاب طریقت اور مشائخ کبار اپنے فوائد میں لکھتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہوتی ہے۔ زکوٰۃ شریعت۔ زکوٰۃ طریقت۔ زکوٰۃ حقیقت۔ شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اگر دو سو درم ہوں۔ تو ان میں سے پانچ درم راہ خدا میں صرف کرے۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو میں سے پانچ اپنے پاس رکھے۔ اور باقی راہ خدا میں خرچ کرے۔ اور حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ جو کچھ ان میں سے کچھ بھی نہ بچائے بلکہ تمام راہ خدا میں تقسیم کر دے۔ اس واسطے کہ درویشی خود فروشی ہے ؛

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک دفعہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی زیارت کی ہے۔ اور چند روز آپ کی خدمت میں بسر کئے۔ ... تقریباً ... ہر روز آپ کے ... اور سب راہ خدا میں صرف کر دیتے ... کو ایک پیسہ بھی نہ بچا سکے ساتھ ہی یہ فرماتے۔ کہ اگر میں کچھ بچاؤں تو مجھے درویش نہیں ... کہیں گے۔ کہ یہ درویش مالدار ہے ؛

پھر اسی موقع پر فرمایا۔ کہ درویشی قناعت ہے۔ جو کچھ اسے ملے یہ نہ کہے کہ ایسا نہ چاہئے تھا کیونکہ سلوک ... میں میں نے لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ... رحمۃ اللہ علیہ کسی درویش کی

نیز درست ہو گئے۔ تو اس کے بعد سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اسی اثنا میں جو کی دو دینار درویش کے پاس بھیجیں۔ جن سے نمک ... دینار نے فرمایا۔ اگر نمک ہوتا تو بہتر ہوتا۔ درویش کی لڑکی نے یہ سنتے ہی کوزہ بقال کی دکان پر گروی رکھا۔ اور نمک لا کر حاضر کیا۔ دونوں نے اس کو کھایا۔ تو مالک دینار نے فرمایا۔ کہ قناعت اسی کا نام ہے۔ لڑکی نے ادب بجا لا کر عرض کی۔ کہ اگر آپ میں قناعت ہوتی تو ہمارا کوزہ بنئے کی دکان پر گروی کیوں رکھا جاتا۔ اے مالک دینار! سنو۔ ہماری یہ حالت ہے۔ کہ تیس سال سے ہم نے نمک بالکل ترک کیا ہوا ہے۔ یہ جو آپ نے فرمایا ہے۔ درویش آپ کے لیے ہے۔ اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔ رباعی

چوں عمر درگذشت درویشی بہ — چوں کار بقسمت است درویشی بہ
چوں زیں حیات است درپیشی بہ — چوں گفتہ نوشتہ است خاموشی بہ

اور تجھے معلوم نہیں۔ کہ درویش کے سر پر کیا کیا سختیاں گذرتی ہیں۔

بعد ازاں خرقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات خرقہ عطا ہوا۔ جب معراج سے واپس تشریف لائے۔ تو صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا۔ کہ مجھے پروردگار سے خرقہ ملا ہے۔ اور حکم ہوا ہے۔ کہ تم میں سے کسی ایک کو دوں۔ اب میں ایک بات پوچھوں گا۔ جو اس کا جواب ٹھیک دیگا۔ اسی کو خرقہ دوں گا۔ پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اے ابابکر! اگر میں یہ خرقہ تجھے دوں تو کیا کرے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر یہ خرقہ مجھے عنایت ہو۔ تو میں صدق اختیار کروں۔ اللہ تعالے کی طاعت کروں۔ اور جو دنیاوی مال میرے پاس ہے سب راہ خدا میں صرف کروں۔

بعد ازاں امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمر! اگر یہ خرقہ تجھے عنایت ہو۔ تو کیا کرے۔ عرض کی۔ کہ عدل کروں اور بندگان خدا سے انصاف سے پیش آؤں اور مظلوموں کی داد دوں۔ پھر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اگر یہ خرقہ تجھے عنایت ہو۔ تو تو کیا کرے۔ عرض کی کہ نفاق سے الگ ہو کر کام کروں۔ اور جو حق ہوا اسے بجا لاؤں۔ حیا اختیار کروں۔ اور سخاوت کروں۔ پھر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا۔ کہ اے علی! اگر یہ خرقہ تجھے دوں تو کیا کرے۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں پردہ پوشی کروں۔ اور بندگان خدا کے عیب پوشیدہ رکھوں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے علی! یہ خرقہ میں تجھے دیتا ہوں۔ اور مجھے پروردگار کا حکم بھی یہی تھا۔ کہ یاروں میں سے جو یہ جواب دیگا۔ خرقہ اسے دینا۔ اس وقت شیخ سعد حسب زار زار روئے اور بیہوش ہو گئے۔ جب

ہوش میں آئے تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ معلوم ہوا۔ کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔ پس درویش پر لازم ہے کہ ان چار چیزوں سے دور رہے۔ اول یہ آنکھیں اندھی بنالے۔ تاکہ لوگوں کے عیب نہ دیکھے۔ دوسرے کانوں کو بہرا کرے تاکہ نہ سننے کے لائق باتیں نہ سنے۔ تیسرے زبان گونگی کرے تاکہ نہ کہنے کی بات کوئی نہ کہے۔ چوتھے پاؤں کو لنگڑا کرے تاکہ جہاں جانا مناسب نہ ہو وہاں نہ جائے۔ پس اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہوں تو سمجھ لو کہ درویش ہے۔ ورنہ دروغگو مدعی ہے۔ اور اس میں درویشی کی کوئی بات نہیں +

پھر اسی موقع پر فرمایا۔ کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ نے چالیس سال تک آنکھ بند رکھی۔ سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ تاکہ لوگوں کے عیب نہ دیکھوں۔ اگر اتفاقاً دیکھوں۔ تو پردہ پوشی کروں اور کسی سے نہ کہوں۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے دیر تک مراقبہ کیا۔ مراقبہ سے سر اٹھا مجھے فرمایا بابا نظام الدین! جب درویش کی یہ حالت ہوتی ہے تو وہ درویش کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اس وقت جو کچھ کہتا ہے یا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس موقع پر شیخ الاسلام پر رقت طاری ہوئی۔ اتنے میں محمد شاہ نام ایک دوست آکر آداب بجالایا۔ فرمایا۔ بیٹھ جا۔ بیٹھا تو اس کی حالت دگرگوں تھی۔ کیونکہ اس کا بھائی حالت نزع میں تھا۔ آپ نے پوچھا کیوں بھائی تم کیوں ایسے متغیر ہو۔ عرض کی۔ اپنے بھائی کی حالت کے سبب فرمایا۔ جاؤ تمہارا بھائی تندرست ہوگیا ہے۔ گھر جاکر دیکھا۔ تو واقعی صحتیاب ہوگیا تھا۔ اور کھانا کھا رہا تھا۔ گویا کبھی بیمار تھا ہی نہیں +

پھر فرمایا۔ درویشی وہی تھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک جو کچھ آتا۔ راہ خدا میں صرف کرتے۔ اور حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ بار ہا خطبہ میں فرمایا کرتے۔ کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شام کو کوئی چیز بچا کر رکھی ہو +

اسی اثناء میں مولانا بدرالدین اسحاق نے پوچھا۔ کہ اسراف کسے کہتے ہیں۔ اور اس کی حد کہاں تک ہے۔ فرمایا جو کچھ بے نیت دیوے اور اللہ تعالےٰ کے نام پر نہ دیوے وہ اسراف ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لئے دے تو اسراف نہیں۔ اسی اثناء میں نماز ظہر کی بانگ ہوئی۔ نماز ادا کر کے مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ الحمد للہ علی ذالک +

۱۶۔ ماہ شعبان بروز جمعرات ۶۵۵ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ بدرالدین غزنوی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ مولانا شرف الدین نبیہ۔ قاضی حمید الدین ناگوری اور اور اصحاب حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو شخص میرے پاس آئے خواہ دولتمند ہو خواہ غریب اسے محروم نہ رکھنا۔ جو کچھ حاضر ہو اسے دو +

پھر فرمایا۔ جو شخص تیرے پاس آجائے۔ اور کوئی چیز نہ لائے۔ تجھ پر واجب ہے۔ کہ اسے
کچھ دو۔ نہ جواب دو۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسولِ خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں علم اور احکامِ شرعی کی طلب کے لئے حاضر ہوتے۔ جب وہاں سے باہر
آتے۔ تو ایک دوسرے کی راہ نمائی کرتے۔ اور فائدے حاصل کرتے ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیا خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز
کی یہ رسم تھی۔ کہ اگر خانقاہ میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی۔ تو اپنے خادم شیخ بدرالدین غزنوی کو فرماتے
کہ پانی تو ہے۔ جو شخص آئے۔ اسے پانی دو۔ تاکہ بخشش اور عطا سے خالی نہ جائے ؛

پھر اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ بغداد کی طرف میں سفر کر رہا تھا۔ شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ
علیہ کو دیکھا۔ جو کہ باہیبت مرد بزرگ تھے۔ جب آپ کی خانقاہ میں داخل ہوا۔ اور سلام کہا۔ تو
متفکر ہو کے میری جانب دیکھ کر فرمایا۔ آ شکر حاضر ہو بیٹھ جا۔ بیٹھا۔ چونکہ مجھ پر نہایت لطف فرمایا۔ چند روز
خدمت میں رہا۔ لیکن کبھی نہ دیکھا۔ کہ کوئی شخص خانقاہ سے محروم رہ گیا ہو۔ اگر اور کچھ نہ ہوتا۔ تو
خستہ خرما ہی اس کے ہاتھ میں دیکر دعا دیتے۔ کہ اللہ تعالےٰ تیرے رزق میں برکت دے۔ وہاں کے لوگوں
سے میں نے سنا۔ کہ جس کو آپ یہ دعا دیتے۔ وہ پھر زندگی بھر محتاج نہ ہوتا ؛

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ جب میں وہاں سے وداع ہوا۔ تو بغداد کے باہر غار میں
ایک اور درویش دیکھا۔ میں نے سلام کیا۔ سلام کا جواب دیکر فرمایا۔ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔
دیکھا۔ کہ بدن میں ہڈیاں اور چمڑا ہے۔ گوشت کا نام تک نہیں۔ میرے دل میں خیال آیا
کہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے۔ اس کی کیا حالت ہوگئی ہے۔ مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ اے
فرید۔ چالیس سال سے میں اس غار میں رہتا ہوں۔ گھاس تنکوں پر میرا گزارہ ہے۔ جب بھید
کھولا۔ تو میں آداب بجا لایا۔ اور کہا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ چند روز رہ کر وہاں سے وداع ہوا۔
پھر بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو با عظمت و ہیبت بزرگ تھے
جب آپ کے جماعت خانے میں داخل ہوا۔ تو آداب بجا لایا۔ فرمایا بیٹھ جا۔ بیٹھ گیا۔ میری طرف بار بار
دیکھ کر فرماتے۔ کہ یہ شخص بھی مشائخ روزگار سے ہوگا۔ اور تمام جہان میں اس کے مرید اور فرزند
ہوں گے۔ پھر سیاہ گدڑی جو کندھے پر تھی۔ میری طرف پھینکی اور فرمایا پہن لے۔ میں چند
روز حاضر خدمت رہا۔ تقریباً ہزار آدمی دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ جب کھانا کھا چکتے۔ تو پھر بھی
جو شخص آتا۔ محروم نہ جاتا۔ کچھ نہ کچھ لے ہی جاتا۔ پھر میں وہاں سے باہر نکلا۔ اور رات پاس کی
ایک مسجد میں گذاری۔ میں نے سنا کہ وہاں پر کٹیا میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ جب اندر نگاہ کی۔ تو
ایک باہیبت بزرگ دیکھا۔ جو پہلے ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ [illegible] ہوا۔ آنکھیں آسمان کی طرف

رنگا ئے ہوئے تھا۔ چنانچہ تین دن رات بعد عالم صحو میں آیا۔ میں نے سلام کیا۔ سلام کا جواب دیکر فرمایا۔ کہ میری وجہ سے تجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا۔ میں شمس العارفین کے مریدوں سے ہوں اور تیس سال سے اس کٹیا میں معتکف ہوں۔ لیکن ان تیس سال میں حیرت و دہشت کے سوائے میرے نصیب کچھ نہیں ہوا۔ کیا تو جانتا ہے۔ کہ یہ کس سبب سے ہے۔ میں آداب بجا لایا۔ کہ جس طرح فرمان ہو۔ فرمایا۔ کہ سیدھی راہ یہی ہے۔ جو شخص اس راہ میں راستی سے قدم اٹھاتا ہے۔ نجات پا جاتا ہے۔ اور اگر دوست کی رضا کے بغیر ایک قدم بھی اٹھائے تو جل جائے۔ بعد ازاں اس بزرگ نے اپنا حال یوں بیان فرمایا۔ کہ اے فرید! جس روز مجھے اپنے دروازے پر بار دیا۔ ستر ہزار حجاب درمیان تھے۔ حکم ہوا کہ اندر آجا۔ جب پہلے حجاب میں گیا۔ تو مقربانِ بارگاہ کو دیکھا کہ دونوں آنکھیں آسمان کی طرف کئے کھڑے ہیں۔ ہر ایک خاص ہی صفت میں ہے۔ ان کا نیاز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اور سب زبانِ حال سے کہتے ہیں۔ کہ ہم تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اسی طرح ہر حجاب سے میں گذرتا گیا۔ تو ہر ایک حجاب میں اور ہی محبوں کو اور ہی حالت میں دیکھا۔ جو ایک دوسرے کے بالکل مشابہ نہ تھے جب حجاب خاص میں پہنچا۔ تو آواز آئی۔ کہ اے فلاں! اس حجاب میں وہ شخص آتا ہے۔ جو دُنیا و مافیہا بلکہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو۔ میں نے کہا میں سب سے بیگانہ ہوں۔ آواز آئی کہ چونکہ تو سب سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم سے یگانہ ہو۔ میں نے آنکھ آگے بڑھائی تو اپنے تئیں اس کٹیا میں دیکھا۔ پس اے فرید! اس راہ میں سب سے بیگانہ ہونا چاہیئے تا حق سے یگانہ ہو سکیں +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ جب رات ہوئی تو شام کی نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا۔ کہ آش کے دو پیالے اور چار چپاتیاں عالم غیب سے اس بزرگ کے سامنے موجود ہوگئیں۔ مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اندر گیا۔ کھانا کھایا۔ جو لذت مجھے اس کھانے سے حاصل ہوئی۔ وہ کبھی کسی اور کھانے سے نہ ہوئی۔ رات وہیں بسر کی۔ صبح اٹھ کر دیکھا۔ کہ وہ بزرگ غائب ہے۔ پھر میں لوٹ کر ملتان کی طرف چلا آیا۔ وہاں اپنے بھائی بہاؤ الدین ذکریا کی زیارت کی۔ مصافحہ کے بعد مجھ سے پوچھا۔ کہ کام میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ کہا۔ یہاں تک کہ اگر اس کرسی کو جس پر آپ بیٹھے ہیں۔ کہوں کہ ہوا میں معلق ہو جا۔ تو ہو جائے۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے نہ پایا تھا۔ کہ کرسی ہوا میں معلق ہوگئی۔ بہاؤ الدین ذکریا نے کرسی پر ہاتھ مارا۔ تو نیچے آگئی۔ فرمایا۔ مولانا فرید! خوب ترقی کی ہے۔ وہاں سے دہلی پہنچا۔ اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ میں بیان سے باہر وصف

دیکھئے اور مرید بن گیا تین دن میں میرے پیر نے سب نعمتیں عنایت فرمائیں۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ مولانا فرید کام ختم کر کے میرے پاس آیا ہے۔ جب شیخ الاسلام نے بات ختم کی۔ تو نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ چنانچہ ایک دن رات بیہوشی حالت میں پڑے رہے۔ جب ہوش میں آئے تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ مردان خدا ایسا ہی کرتے ہیں۔ پھر کسی مرتبے پر پہنچتے ہیں۔ لیکن یہ سعادت تمام اشخاص میں ہوتی ہے۔ اور فیض نازل ہوتا ہے۔ مگر مرد کو کسی مقام میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ اے بھائی! اس راہ میں جب تک سفر نہ کریگا اور دل سے کھلے نہ کرے گا۔ اور قدم صدق نہ رکھیگا۔ ہرگز ہرگز مقام قرب میں نہیں پہنچ سکیگا۔ بعد ازاں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

تو راہ نرفتہ ازاں نمی نمودند ورنہ کہ زد ایں در کہ برو نکشودند

جاں ذرہ رہ دلہاست اگر میخواہی تو نیز چناں شو کہ ایشاں بودند

جب شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا۔ تو سر سجدے میں رکھدیا۔ اور پھر کھڑے ہو گئے چنانچہ نماز کا وقت ہو گیا۔ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ خلقت اور دعاگو واپس چلے آئے

الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

سوموار کے روز بیسویں تاریخ ۶۵۵ھ ہجری کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی حمید الدین ناگوری کے فرزند رشید مولانا ناصح الدین ناگور سے آئے ہوئے تھے۔ اور مولانا شمس الدین برہان حاضر خدمت تھے۔ دنیا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ' (دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے) پھر فرمایا۔ قال اھل المعرفۃ من ترک الدنیا ملک و من اخذھا ھلک، اہل معرفت کا قول ہے۔ کہ جس نے دنیا کو چھوڑ دیا وہ بادشاہ بن گیا۔ اور جس نے اسے لیا وہ ہلاک ہو گیا۔ شیخ عبداللہ تستری فرماتے ہیں۔ کہ دنیا بندے اور مولیٰ کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔ اس واسطے کہ جس قدر بندہ اس میں مشغول ہوتا ہے۔ اسی قدر حق تعالےٰ سے دور رہتا ہے ؛

پھر فرمایا۔ کہ اگر مرد اپنی پیٹھ کی طرف دیکھنا چاہیئے۔ تو اتنے ہی میں دل کے سامنے حجاب آجاتا ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ کسی حالت میں بھی دنیا میں مشغول نہ ہوویں۔ کیونکہ جس قدر دنیا میں مشغول ہوگا۔ اسی قدر حق سے دور رہے گا ؛

پھر فرمایا۔ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہٗ کی زبانی سنا ہے۔ اور انہوں نے اپنے استاد کی زبانی روایت فرمائی ہے کہ جب تک انسان دنیا کی زنگار محبت کے صیقل سے

اپنے دل سے دُور نہیں کرتا۔ اور ذکرِ حق سے اُنس نہیں کرتا۔ اور غیر کی ہستی کو بیچ سے نہیں اُٹھا دیتا
وہ کبھی خدا سے یگانہ نہیں ہوتا۔ جب تک وہ یہ ساری باتیں نہیں کر لیتا۔ ہرگز ہرگز خدا رسیدہ
نہیں ہوتا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ تحفۃ العاشقین میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ صلاحیت
کی بنیاد آدمی میں ہوتی ہے۔ اور وہ دل کی صلاحیت سے تعلق رکھتی ہے۔ جب دل صلاحیت
پکڑ جاتا ہے۔ تو آدمی کی صلاح ہو جاتی ہے ٭

پھر فرمایا۔ کہ دل مردہ بھی ہوتا ہے اور زندہ بھی۔ چنانچہ کلام اللہ میں لکھا ہے: اومن کان
میتاً۔ یعنی دُنیاوی شغلوں کی کثرت سے دل مر جاتا ہے۔ فاحییناہ بذکر المولیٰ۔ پس اسے ذکر
الٰہی سے زندہ کرو۔ پھر فرمایا۔ جب دل دُنیاوی لذتوں اور شہوتوں، ماکولات اور مشروبات میں
مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت کا اُس پر اثر ہوتا ہے۔ اور خواہش نفس پر غالب آتی ہے۔ بباعث
سے دل میں خطرات آنے شروع ہوتے ہیں۔ جو دل کو سیاہ کرتے ہیں۔ حضرت حق تعالےٰ کا اندیشہ
دل کو سیاہ نہیں کرتا۔ جب دل سیاہ ہوتا ہے تو گویا مردہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ جس زمین شور
زیادہ ہو جائے۔ تو بیج قبول نہیں کرتی۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ زمین مُردہ ہے۔ اسی طرح جس دل
سے ذکر چلا جائے۔ تو اُس پر دیو و پری غالب آجاتے ہیں۔ پس جو دل دیو و پری کی نشستگاہ
ہے۔ وہ مردہ ہے۔ اس واسطے کہ ذکرِ حق حق ہے اور جو کچھ اس کے سوا ہے۔ وہ خذلان ابتلا
ہے۔ ضروری ہے۔ کہ حق کے سوا کچھ نہ سُنے۔ کیونکہ سننا زندوں کا کام ہے نہ کہ مُردوں کا۔ لیکن
جس وقت انسان کے دل سے دنیاوی تعلق دور ہو جاتا ہے۔ اور ہوائے نفسانی اس سے
چلی جاتی ہے۔ اس وقت وہ ذاکر بنتا ہے۔ ایسا دل نورِ ذکر سے زندہ ہوتا ہے ٭

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ اس راہ
کا اصول دل کی صلاحیت ہے۔ اور یہ صلاحیت اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ باطن تمام
مذمومات دُنیاوی یعنی غل و غش۔ حسد و تکبر اور حرص و بخل سے پاک کرے۔ اور دل مذموم کو
ان سے صاف کرے۔ جو کہ اصلی بات ہے۔ اور درویشی جوہر تجلی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے ٭

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جس درویش نے دنیا کا کام شروع کیا ہے اور
مال و مرتبہ و ترقی چاہی ہے۔ وہ درویش نہیں۔ بلکہ طریقت کا مرتد ہے۔ اس واسطے کہ دُنیا
سے روگردانی کا نام فقر ہے ٭

بعد ازاں اسی موقع پر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں بغداد میں خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ
کی خدمت میں تھا۔ اور درویشوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ سنجری نے فرمایا
کہ خواجہ جنید رحمۃ کے عمدہ میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ تمام مذاہب میں فقیر کو اہلِ دُنیا سے رابطہ

رکھنا اور بادشاہوں اور امیروں کے پاس آنا جانا حرام ہے ٭

پھر اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ حرائق میں لکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ شاہِ عراق تین سال تک بیمار رہا۔ خواجہ شہاب تستری کو بلایا۔ تاکہ دُعا کریں۔ جب آپ آئے۔ تو اُس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا جس سے مرض دور ہوگیا۔ اور واپس چلے آئے۔ بس ایک گھڑی کے کم رہنے میں جو بادشاہ کے پاس مدت ہوئی۔ سات سال اہلِ دُنیا سے بول چال قطع کر دیا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ اس بارے میں مشائخ طریقت کہتے ہیں۔ کہ فقرا کے لئے دُنیا کی صحبت زہر قاتل ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ دولت مند آدمیوں سے جس قدر پرہیز کی جائے۔ اُسی قدر خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ اہلِ دُنیا کی محبت جس قدر اُن کے دل میں ہوگی۔ اسی قدر نقصان ہوگا۔ اس واسطے کہ فقر۔ تقرب اور طریقت کا مذہب یہ ہے۔ کہ درویش کے دل میں ذرہ بھر بھی اہلِ دُنیا کی محبت نہ رہے۔ اور خلقت کی قبولیت و رد درویش کے دل میں برابر ہو ٭

بعد ازاں ذکر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ درویش کو ذکر میں ایسا فرد ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے بدن کا ہر ایک بال زبان بن جائے چنانچہ اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضور باطن سے خواجہ ابو سعید ابو الخیر ذکر میں مشغول تھے۔ آپ کے ہر مسام سے خون جاری ہوا۔ نیز کہتے ہیں۔ کہ اہلِ بیت میں سے کسی نے مٹی کا پیالہ شیخ صاحب کے بازو تلے رکھ دیا جب پیالہ پُر ہوگیا۔ تو پی لیا ٭

بعد ازاں شیخ الاسلام نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس راہ میں بڑا اصول حضوری دل ہے اور حضوری دل حلال لقمہ کھائے اور اہلِ دُنیا سے پرہیز کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مشائخ طبقات فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص حرام کا لقمہ کھائے اور اہلِ دنیا اور بادشاہوں کی مجلس سے دور نہ رہے۔ اس کے لئے گودڑی پہننا جائز نہیں۔ کیونکہ صوف کی گودڑی پہننا انبیاء ابدال اور اوتاد کا کام ہے۔ گودڑی کی قدر و منزلت حضرت موسیٰ کلیم اللہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت محمد مصطفےٰ حبیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ٭

بعد ازاں اسی موقع پر فرمایا۔ کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ چشت میں خواجہ مودود چشتی کی خدمت میں دس سال رہا۔ ہر وقت حاضر خدمت رہا۔ لیکن کبھی نہ دیکھا۔ کہ آپ کسی بادشاہ یا امیر کے ہاں گئے بجز سوائے جمعہ کی نماز کے ٭

بعد ازاں انہیں سے سُنا۔ کہ جب درویش بادشاہوں کے پاس جائے۔ تو اس سے گودڑی لے لینی چاہیئے۔ اور درویش کا اسباب جو اس کے پاس ہو چھین لینا چاہیئے۔ اور اسے اجازت

دینی چاہیئے۔ کہ اپنے تئیں درویشی سے خارج کرے۔ اگر خارج نہ کرے۔ تو اس کی گدڑی اور جامہ آگ میں جلا دینا چاہیئے۔ اس واسطے کہ جب درویش اہل دُنیا سے میل جول کرے تو سمجھو کہ درویش نہیں۔ وہ جھوٹا مدعی ہے اس واسطے کہ میں نے بعض مشائخ طریقت کو دیکھا ہے۔ کہ جب انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو صوف کی گدڑی اور گردن میں زنجیر پہن کر اسی کو مناجات میں شفیع بناتے ہیں۔ جس کی برکت سے اللہ تعالےٰ ان کی حاجات پوری کرتا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ جو صوف پہنے اسے چرب اور شیریں لقمہ نہیں کھانا چاہیئے۔ اور نہ ہی اہل دُنیا سے میل جول رکھنا چاہیئے۔ جب ایسا نہ کرے تو گویا وہ اولیاے سلوک کے لباس میں خیانت کرتا ہے۔

بعد ازاں اسی موقع پر فرمایا۔ کہ اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید بادشاہ کے ہاں اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ اور وہاں سے صرف اسے پردہ ڈھانکنے کے لئے کچھ ملتا تھا۔ خواجہ نے اُسے بُلا کر گدڑی وغیرہ چھین لی۔ اور جلا دی اور سخت ناراض ہو کر فرمایا۔ کیا تو انبیاء اور اولیاء کے لباس کو خبیث آدمیوں میں پھراتا ہے۔ اور دکھا کر چاہتا ہے کہ یہی لباس پہنکر اللہ تعالےٰ کے ہاں بھی آئے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین کرتے پہنتے۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو دو اُتار دیتے اور درمیانی کُرتے سے نماز ادا کرتے۔ وجہ پوچھی گئی۔ تو فرمایا۔ کہ ظاہری پیراہن ریا و رسم کی وجہ سے اُتار گیا ہے۔ اور باطنی پیراہن میں حرص حسد بخل اور غش کی بُو آتی ہے۔ لیکن درمیانی پیراہن ان دونوں سے خالی ہے۔ پس اس سے نماز ادا کرنا بہتر ہے۔

پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ متقدمین ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔ جس کے سبب اُنہوں نے مراتب حاصل کئے ہیں۔ پھر نماز کا وقت ہوا۔ تو نماز میں مشغول ہوئے اور خلقت اور دُعا گو واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ستائیسویں ماہ مذکور ۵۵۶ھ ہجری کو بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جمال الدین متوکل اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ اور شمس دبیر اور نجم الدین بھی بیٹھے تھے۔ شب معراج اور اس کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ ماہ رجب کی ستائیسویں رات بڑی بزرگ مرتبہ رات ہے۔ کیونکہ اس رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تھا۔ جو شخص اس رات جاگتا ہے۔ وہ گویا اُس کی شب معراج ہوتی ہے۔ اور

معراج کی سعادت اسے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے +
پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ایک شہر میں بزرگوں اور ان کے
مسکن کی بابت حکایت پوچھی۔ الغرض ایک درویش کا پتہ لا۔ جو دجلہ کے کنارے غار میں رہتا
تھا۔ جب وہاں پہنچا تو اسے نماز میں مشغول پایا۔ نماز سے فارغ ہونے تک میں وہیں ٹھیرا
رہا۔ بعد میں میں آداب بجا لایا۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ جس ہیبت و عظمت
کا وہ بزرگ دیکھا ہے۔ کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ مجھ
سے پوچھا۔ کہ کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کی۔ اجودہن سے۔ فرمایا۔ جو شخص ارادت سے
بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ بزرگ ہو جاتا ہے۔ جب یہ بات فرمائی۔ تو
میں آداب بجا لایا۔ بعد ازاں اپنی حکایت اس طرح شروع کی۔ کہ مولانا فرید! پچاس سال سے
اس غار میں رہتا ہوں۔ میری خوراک گھاس تنکے ہے۔ میں خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے
مریدوں سے ہوں۔ یہ رات جو گذر گئی ہے ستائیسویں رجب تھی۔ گر تو چاہے تو میں اس رات
کی فضیلت بیان کروں۔ میں آداب بجا لایا۔ کہ جس طرح فرمان ہو۔ فرمایا۔ تیس سال سے مجھے
معلوم نہیں۔ کہ رات کیسی ہوتی ہے۔ میں کبھی نہیں سوتا۔ لیکن گذشتہ رات میں مصلے پر سو گیا۔ کیا
دیکھتا ہوں کہ پہلے آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے زمین پر آئے ہیں۔ اور میری روح اوپر
لیگئے ہیں۔ جب پہلے آسمان پر پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں فرشتے آسمان کی طرف آنکھیں لگائے
یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں "سُبحان ذی الملک والملکوت" آواز آئی۔ کہ جس روز سے یہ پیدا
ہوئے ہیں۔ اوپر کی طرف آنکھیں جمائے یہی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ پھر میری روح کو دوسرے
آسمان پر لے گئے۔ غرض اسی طرح ہر آسمان میں عجائبات قدرت دیکھتا گیا۔ جب عرش کے
نیچے پہنچے۔ تو آواز آئی۔ کہ ٹھیر جاؤ۔ میں ٹھیر گیا۔ تمام انبیاء اور اولیاء وہاں موجود تھے اپنے
جد بزرگوار خواجہ جنید کو بھی دیکھا۔ جو سر جھکائے کھڑے ہیں۔ اور کچھ نہیں بولتے۔ آواز آئی
اے فلاں۔ میں نے کہا۔ اے بار خدا! حاضر ہوں۔ حکم ہوا۔ عمدہ موقعہ پر آیا ہے۔ جو عبادت
کا حق ہے۔ وہ تو بجا لایا ہے۔ اب تیری عبادت کا بدلہ یہی ہے۔ کہ علیین میں رہے۔ میں
بہت خوش ہوا۔ اور سجدۂ شکر بجا لایا۔ حکم ہوا۔ کہ سر اٹھا۔ اٹھایا۔ تو میں نے پوچھا۔ کہ یہ
سے اوپر جاؤں۔ آواز آئی۔ کہ اس سے اوپر تو نہیں جا سکتا۔ کیونکہ تیرا یہی معراج ہے۔
جب تو کام میں اور ترقی کرے گا۔ تو تیرا مقام اور بھی بلند ہو جائے گا۔ جو لوگ تجھ سے
کامل ہیں۔ ان کا مقام حجب عظمت تک ہے۔ جب میں نے یہ آواز سنی۔ تو اپنے جد بزرگوار
شیخ جنید علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آکر سر قدموں پر رکھ دیا۔ میں نے پوچھا۔ کہ آپ نے سر

کیوں جھکایا ہوا ہے۔ فرمایا جس وقت تجھے وہاں لایا گیا۔ تو میں اس حیرت میں تھا۔ کہ کہیں تو ہمارے خلاف نہ ہو۔ یا اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کوتاہی نہ کی ہو۔ جس سے مجھے شرمندہ ہونا پڑے۔ اور کہیں جنید کا مرید برخلاف تھا۔ جب میں جاگا۔ تو اپنے تئیں اس مقام میں پایا۔ اے فرید! جو شخص اللہ تعالیٰ کے کام میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کام میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں مرد کو چاہیئے۔ کہ کام کرنے میں اپنے مرتبے کو ترقی دے ✤

پھر فرمایا۔ کہ جو شخص رات کو جاگتا رہے۔ اسے ضرور یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ میں اس بزرگ کی خدمت میں رہا۔ جو عشاء کی نماز کے بعد نماز معکوس کرتا۔ اور ہمیشہ اپنے پاؤں باندھے رکھتا۔ اور اپنے تئیں لٹائے رکھتا۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ✤

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اس رات میں سو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ درود پڑھے۔ بعد ازاں سجدے میں سر رکھ کر جو دعا کرے انشاء اللہ قبول ہو گی ✤

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے شیخ معین الدین سنجری قدس سرہ سے سنا ہے۔ کہ معراج کی رات رحمت کی رات ہوتی ہے۔ جو اس رات کو جاگتا رہے۔ امید ہے کہ رحمت الٰہی سے بے نصیب نہیں رہیگا ✤

بعد ازاں فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ معراج کی رات آسمان سے ستر ہزار مقرب فرشتے نور کے بھرے ہوئے تھال لے کر نیچے آتے ہیں۔ اور ہر ایک گھر میں جاتے ہیں۔ جو شخص اس رات جاگتا ہے۔ اور گناہ نہیں کرتا۔ حکم الٰہی ہوتا ہے کہ ان کے سر پر یہ نور کے تھال نثار کئے جائیں۔ شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ کیوں لوگ اپنے تئیں اس نعمت سے محروم رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے کام میں غفلت کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے۔ کہ شیخ بدرالدین غزنوی معہ چند درویشوں کے حاضر خدمت ہوئے۔ اور آداب بجا لائے بیٹھنے کا حکم ہوا۔ اس وقت سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا۔ چنانچہ شیخ جمال الدین ہانسوی نے فرمایا۔ کہ سماع سے دل کو راحت ہوتی ہے۔ اور اہل محبت کو جو آشنائی کے سمندر میں شناوری کرتے ہیں جنبش حاصل ہوتی ہے۔ اسی اثناء میں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اہل آشناؤں کی یہی رسم ہے۔ کہ جب آشنا کا نام سنتے ہیں تو آشنائی کرتے ہیں ✤

بعد ازاں شیخ بدرالدین غزنوی نے عرض کی۔ کہ اہل سماع کو جو شورش کیا وجہ ہے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا جس روز سے انہوں نے الست بربکم کی آواز سُنی ہے۔ اُسی روز سے بیہوش ہیں۔ اور وہ بیہوشی آج تک اِن میں پائی جاتی ہے۔ پس جب سماع سُنتے ہیں۔ تو اِسی بیہوشی کا اثر اِن میں ہوتا ہے پھر شمس دبیر نے پوچھا۔ کہ جس روز الستُ بربکم کی ندا آئی۔ تو کیا تمام ارواح ایک ہی تھے۔ فرمایا۔ ہاں کیونکہ بلیٰ سب نے کہا تھا۔ پوچھا پھر ہندو اور یہودی کس طرح ہو گئے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ جب پروردگار نے الست بربکم کی آواز دی۔ تو تمام ارواح برابر تھے۔ یہ ندا سُنتے ہی اُن کی چار صفیں ہو گئیں۔ پہلی صف نے دِل اور زبان دونوں سے بلیٰ کہا یعنی تو ہمارا پروردگار ہے۔ اور اُسی وقت سجدہ کیا۔ وہ صف انبیاء اور اولیا۔ صدیقوں اور نیک لوگوں کی تھی۔ دوسری صف نے دِل سے تو بلیٰ کہا۔ لیکن زبان سے نہ کہا۔ اور سجدہ کیا۔ چونکہ دِل سے اُنہوں نے یقین کر لیا۔ آخر مُسلمان ہوئے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو پہلے ہندو وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور آخر میں اللہ تعالےٰ انہیں ایمانی دولت نصیب کرتا ہے۔ تیسری صف نے زبان سے تو کہا۔ لیکن دِل سے نہ کہا۔ اور سجدہ کیا۔ لیکن پھر دِل میں کراہت کی۔ کہ کیوں سجدہ کیا۔ اور ایسے لوگ شروع میں تو مُسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آخر میں کافر ہو کر مرتے ہیں۔ چوتھی صف نے نہ دِل سے اور نہ ہی زبان سے بلیٰ کہا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اوّل و آخر کافر ہی رہتے ہیں +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اہل سماع جو سماع میں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ وہ اِسی الست بربکم کی ندا کے سبب جو انہوں نے سُنی تھی بیہوش ہوتے ہیں۔ پس یہ وہی بیہوشی ہے۔ جو اس روز تک اِن میں پائی جاتی ہے۔ جونہی کہ دوست کا نام سُنتے ہیں۔ حرکت۔ حیرت۔ ذوق اور بیہوشی اِن پر طاری ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ معرفت کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی جب تک دوست کی شناخت حاصل نہ ہو۔ خواہ ہزار سال بھی عبادت کرے اِسے طاقت میں ذوق حاصل ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کہ وہ طاعت کِس کے لئے کرتا ہے۔ یہ طاعت ہی مقصود ہے۔ جو اہل سلوک۔ اہل عشق اور مشائخ طبقات نے فرمایا۔ نیز قرآن مجید میں حکم ہے "وَما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون" جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، لیکن اہل سلوک اِس کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ لیعبدون سے لیعرفون یعنی اِس سے مراد دوست کی شناخت ہے۔ جب تک پہلے اِس کی شناخت تجھے نہ ہوگی۔ ہرگز طاعت کا ذوق نہیں پائیگا۔ اِس واسطے کہ عشق مجازی میں جب تک آدمی کسی کو نہیں دیکھ لیتا۔ اُس کا عاشق نہیں ہوتا جب تک اِس کے دوستوں سے دوستی نہیں کرتا۔ اِس سے آشنائی نہیں حاصل ہوتی۔ پس طریقت اور حقیقت میں بھی یہی حکمت ہے۔ کہ جب تک

اللہ تعالےٰ کی شناخت حاصل نہیں ہوتی۔ یا جب تک اس کے دوستوں سے تعلق پیدا نہیں کیا جاتا ہرگز ہرگز طاعت وعبادت میں ذوق حاصل نہیں ہوتا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ الست بربکم کی ندا سے بھی شناخت ہی مقصود تھی۔ یعنی جب تک خدا کو نہیں پہچانیگا۔ طاعت میں ذوق حاصل نہیں کرے گا۔

بعد ازاں محمد شاہ نام گویا جس نے اوحد کرمانی کے روبرو سرود گایا۔ اُس روز حضرت کے حاضر خدمت ہوا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی اور شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت تھے۔ حکم ہوا کہ سماع شروع کرو۔ جب سماع شروع ہوا۔ تو شیخ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ اور رقص کرنے لگے۔ چنانچہ سات دن رات رقص کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو نماز ادا کر کے پھر سماع میں مشغول ہو جاتے۔ ساتویں روز ہوش میں آئے اُس وقت قوال یہ غزل گا رہے تھے ؎

ملامت کردن اندر عاشقی راست — ملامت کے کن آنکس کہ بینا است
نہ ہر تردامنے را عشق زیبد — نشانِ عاشقی از دور پیدا است
نظامی تا توانی پارسا باش — کہ نورِ پارسائی شمع دلہاست

اس کے بعد سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اہلِ سماع وہ گروہ ہے۔ کہ جب وہ سماع اور تحیر میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اس وقت اگر لاکھ تلوار بھی اس کے سر پر ماری جائے تو اُنہیں خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا۔ کہ لوگ جس وقت عالم تحیر اور دوست کی خواہش میں متحیر ہوتے ہیں۔ اس وقت اُنہیں کسی آنے جانے والے کی خبر نہیں ہوتی۔ اس وقت اگر ہزار ہا تیر اس کان آئیں اور اُس کان نکل جائیں۔ تو اُنہیں خبر نہیں ہوتی۔ پھر درویشوں نے شیخ الاسلام کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہم مسافر ہیں۔ ہم اپنے اپنے مقام میں جانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس خرچ نہیں۔ شیخ الاسلام نے اُٹھ کر پاس پڑی ہوئی کھجوریں عنایت فرمائیں۔ اور فرمایا۔ کہ جاؤ۔ جب باہر نکلے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ ہم خستہ کھجوروں کو کیا کریں گے۔ یہ پھینکنی چاہئیں۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ خستہ کھجوریں سونے سے بدل گئی ہیں۔ اُنہوں نے اقرار کیا۔ واپس حاضر خدمت ہوئے۔ خواجہ صاحب انہیں فوائد میں تھے۔ کہ نماز کی اذاں ملی۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

جمعرات کے روز انتیسویں شعبان ۵۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی حاضر خدمت تھے۔ معراض کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبانِ مبارک

سے فرمایا۔ کہ سیر العارفین میں یوں دیکھا ہے۔ کہ جب کوئی مسلمان کسی پیر کا مرید ہونا چاہئے۔ تو پہلے غسل کرے۔ اور اگر ہو سکے تو رات کو جاگتا رہے۔ اور اپنی خیریت سے اللہ تعالٰے کی درگاہ سے دعا مانگتا رہے۔ گر رات بھر نہ جاگ سکے۔ تو جمعرات کے روز چاشت کے وقت یا سوموار کے روز خدا کے پیاروں اور نیک مردوں کو جمع کرے۔ اور قبلہ رُخ سجادے پر بیٹھے۔ پھر دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پھر مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر متبرک آیات پڑھ کر اسے دم کرے۔ آیات پڑھنے سے پیشتر مرید کو کہے۔ کہ استغفار پڑھے۔ پھر قبلہ رُخ ہو کر مقراض لے۔ تین مرتبہ بلند آواز سے تکبیر پڑھے۔ قینچی چلاتے وقت اہل سلوک کا اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہیں۔ کہ تکبیر کہتے وقت نفس امارہ کی طرف خیال کرے۔ اور یہ ارادہ کرے۔ کہ لڑائی کے لئے تیار ہوا ہے۔ اور جس طرح غازی مرد تکبیر کہا کرتے ہیں۔ اسی طرح کہے۔ تاکہ فرشتے مدد کے لئے آئیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہے۔ اور پھر اور کوئی خیال دل میں نہ لائے۔ جب تکبیر سے فارغ ہو۔ تو ایک مرتبہ کلمہ توحید پڑھے۔ اور اکیس مرتبہ درود اور اکیس مرتبہ استغفار۔ جب اس سے فارغ ہو۔ تو مقراض لیکر سامنے کا ایک بال کترے۔ بعد ازاں کہے۔ کہ اے بادشاہ! یہ تیری درگاہ سے بھاگا ہوا بندہ تھا اب تیری غلامی میں آنا چاہتا ہے۔ اور تیرا حلقہ بگوش غلام بننا چاہتا ہے۔ پھر دائیں طرف کا ایک بال کاٹے اور ایک بائیں طرف کا۔ پھر ان تینوں کو ملا دے۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف ایک بال لے۔ اور زیادہ نہ لے۔ صحیح قول وہ ہے جس کی روایت حسن بصری رح نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی ہے۔ کہ اسی طرح مقراض چلانا دوسرے طریقوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل صفہ کے خلیفہ ہیں۔ اور یہ حدیث آنجناب کے بارے میں وارد ہے۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ میں علم کا شہر ہوں۔ اور حضرت علی رض اس کا دروازہ ہے۔

بعد ازاں میں نے پوچھا۔ کہ مقراض چلانا کس نے شروع کیا۔ فرمایا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اور تلقین حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک روز حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص نے آکر کہا۔ میں فلاں کا مرید ہوں۔ پوچھا تیرے مرید نے کیا کہا تھا۔ کہا۔ میرے سر پر مقراض چلائی۔ اور کچھ نہ کہا۔ دونوں فریاد کر اٹھے۔ کہ وہ خود گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیر کو اپنے مرید کے احوال سے واقف ہونا چاہیئے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے حاضرین کو فرمایا۔ کہ پیر میں اسقدر قوت باطنی ہونی چاہیئے۔

کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے لئے اُن کے پاس آئے۔ تو نورِ معرفت اور اپنی ذاتی قوت سے
اس کے سینے کو زنگار سے صاف کرے تاکہ اس کے سینے میں کوئی کدورت نہ رہے۔ اور آئینے
کی طرح روشن ہو جائے۔ اگر خود اس میں اس قدر طاقت نہیں۔ تو بہتر ہے۔ کہ مرید نہ بنائے۔
جو خود گمراہ ہے۔ وہ دوسرے کی راہبری کیا کرے گا ؛

پھر فرمایا۔ کہ جب کسی کا مرید ہونا چاہے۔ تو پہلے اُس کے نفوسِ ثلاثہ کی حرکات و سکنات
کو دیکھے۔ اور سوچے کہ یہ نفس امارہ میں مبتلا تو نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "وما
ابری نفسی ان النفس الامارہ بالسوء" پھر اس کے نفس لوامہ کی طرف دیکھے کہ
کہیں خفیہ طور پر یہ نفس لوامہ کا گرفتار تو نہیں۔ قولہ تعالےٰ "فلا اقسم بالنفس اللوامۃ"
بعد ازاں مطمئنہ کی طرف دیکھے۔ قولہ تعالےٰ "یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک
راضیۃ مرضیۃ" پھر اس کے قلب سلیم کے اوصاف کی طرف نگاہ کرے۔ کہ اس کا دل سلیم
ہے یا نہیں۔ جب مذکورہ بالا اشیاء کو اپنی روشن ضمیری کی نظر سے صقل کرے۔ تو پھر بیعت
کرے اگر کوئی شخص اہل سلوک کے طریق کے موافق مقراض چلانا نہیں جانتا۔ تو وہ خود گمراہ
ہے۔ اور نیز وہ بھی گمراہ ہے جو اس کا مرید ہو ؛

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جس روز بشر حافی نے توبہ کی۔ تو پشیمان
ہو کر خواجہ جنید بغدادی کی بارگاہ کا رُخ کیا۔ اور ان کے ہاتھ تو بکی۔ ا سے خرقہ اور
مقراض کی رسم سکھائی۔ بعد ازاں خواجہ بشر حافی واپس چلے آئے۔ اور زندگی بھر لکڑی
کی نعلیں بھی استعمال نہ کی۔ پوچھا۔ کہ جوتی کیوں نہیں پہنتے۔ فرمایا۔ کیا مجال ہے۔ کہ بادشاہ
کے فرش پر جوتی پہنے پھروں۔ دوسرے یہ کہ جس روز میں نے اللہ تعالےٰ سے آشتی
حاصل کی۔ اس روز میں پاؤں سے ننگا تھا۔ اب مجھے جوتی پہنتے شرم آتی ہے ؛

پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اہل سلوک نے فرمایا ہے۔ کہ جو پیر اہل سُنت و جماعت
کے طریق پر کاربند نہیں۔ اور اس کے اقوال و افعال۔ حرکات و سکنات۔ حدیث اور
قرآن مجید کے مطابق نہیں۔ وہ اس راہ میں راہزن ہے۔ جس طرح دھوئیں سے آگ کا ہونا معلوم
ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرید کو دیکھ کر اس کے پیر کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ بہت سے مرید
جو گمراہ ہوتے ہیں۔ تو اس کا یہ سبب ہوتا ہے۔ کہ اس کے پیر کامل نہیں ہوتے۔ یہاں پر کام
حسن ارادت اور کمالیت سے ہے۔ اس واسطے کہ مقراض ایک سر الٰہی ہے۔ کوئی اس
بھید سے واقف نہیں۔ اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ مقراض قطع طریق ہے۔ پس مقراض میں
اس قدر کام ہیں۔ کہ اس کو ہر شخص نہیں پڑھ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس راہ میں بغیر مجاہدہ

اور شفقت قبولیت کا اثر نہیں ہوتا ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ بارگاہ الٰہی میں مومن کے دل کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ لیکن لوگ دل کی اصلاح سے غافل ہیں۔ اسی واسطے گمراہی میں پڑتے ہیں۔ سلوک کا اصل اصول یہی دل ہے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو درویش ابھی ستر پردوں میں ہے۔ اور ذرہ بھر بھی روشنی اسے نصیب نہیں ہوئی۔ وہ کسی کو مرید کرنا چاہتا ہے۔ اور اسے خود مقراض اور خرقہ کی رسوم سے واقفیت نہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہے۔ اور مرید کو بھی گمراہ کریگا۔ درویش عالم اور صاحب قوت ہونا چاہیئے۔ تاکہ مقراض اور خرقہ کی رسوم میں اہل سنت وجماعت کے خلاف نہ کرے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ خواجہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ دلیل الثانی میں لکھتے ہیں۔ کہ جس شخص کو خلقت سے گوشہ گیری حاصل نہیں۔ جان لے وہ حق سے دور ہے۔ اس واسطے کہ فقیر کے لئے اہل دنیا سے میل جول کرنا خالی از نقصان نہیں۔ جو طالب اللہ ہے اس کو راہ راست سے باز رکھتا ہے۔ چنانچہ سالک سلوک میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اس راہ کے چلنے والے کو بغیر ضرورت گھر سے نہیں نکلنا چاہیئے۔ اور ناجنس آدمیوں سے مل کر نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ البتہ عالموں کی مجلس میں بیٹھے لیکن بے ضرورت بات نہ کرے۔ پھر اپنی بندگی کی تاثیر دیکھے۔ کہ کس قدر روشن ضمیری اس میں پیدا ہوتی ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ مرید کے سر پر مقراض چلانے سے پہلے اسے غسل کرائے۔ اور اپنے ہاتھ سے کچھ مٹھائی اس کے منہ میں ڈالے۔ اور یہ نیت کرے۔ کہ پروردگارا اپنے اس بندے کو اپنی راہ کی طلب کے ذوق سے شیریں بنا پھر اگر خلوت کے لائق ہے۔ تو خلوت کرے نہیں تو سکوت۔ پھر تلقین فرمائے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ سر العارفین میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ خلوت چالیس روز کی ہوتی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ستر روز کی۔ بعض کی رائے ہے کہ ننانوے دن کی۔ لیکن معتبر وہی ہے جو شیخ عبداللہ تستری نے فرمایا ہے۔ کہ طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال ہے۔ اور بصریہ کے نزدیک بیس سال۔ اہل سلوک کے قول کے مطابق تعین سے مقصود یہ ہے کہ نفس امارہ کو ریاضت کے سبب مغلوب کیا جائے۔ اور نفس کے کتے کو قید کیا جائے۔ مشائخ طبقات کے مذہب میں مراقبہ ہے جو خلوت میں سوائے مراقبہ کے اور کچھ اختیار نہیں کرتے۔ جب خلوت میں بیٹھنا چاہے۔ تو اپنے سر کا کپڑا پہنے۔ تاکہ اس کپڑے کی برکت سے روشنائی حاصل ہو جائے۔ کیونکہ خرقہ دینے کا مطلب یہی ہے۔ بعض مشائخ طبقات مثلاً خواجہ فضیل عیاض اور خواجہ حسن بصری رحمۃ

رحمۃ اللہ علیہا لکھتے ہیں۔ کہ پیر کو چاہیئے۔ کہ پہلے مرید کے سر پر رکھے۔ اور بعد ازاں ذکر کی تلقین کرے۔ کہتے ہیں کہ ذکر تین ہیں۔ اوّل لا الہ الا اللہ۔ دوّم سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ سوّم یاحی یا قیوم۔ اگر پہلا ذکر اختیار کرے تو نو بار لا الہ الا اللہ کہے اور دسویں مرتبہ محمدؐ الرسول اللہ کہے۔ اکیس مرتبہ سُبحان اللہ پھر تیس مرتبہ یاحی یا قیوم کہے۔ لیکن بلند آواز سے تاکہ پاس بیٹھنے والے اس سے حظ اُٹھائیں اور بہرہ ور ہوں۔ لیکن اتنا بلند نہ کہے کہ ہمسائے سُنیں ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ طبقہ جنیدیہ میں بارہ مرتبہ ہی ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اس قدر ذکر کرے کہ اس کے بدن کا ہر ایک بال زبان بنجائے۔ اسی موقعہ پر زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ یحییٰ پیغمبر علیہ السّلام ذکر کرتے وقت ایسے بیہوش ہو جاتے۔ کہ جنگل کا رُخ کرتے اور غلبات شوق کی وجہ سے بلند آواز سے کہتے۔ اے منزہ! اپنے مکان سے ارادہ کر کیونکہ تیرے ذکر کے اندیشے سے میرا دل پر ہو گیا ہے۔ اگر خود کھوں اور تیرا ذکر نہ ہو۔ تو میں اسی وقت مر جاؤں ؛

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز شرح الاسرار میں لکھتے ہیں۔ کہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ دایہ کی طرح ہوتا ہے اور مرید بچے کی طرح۔ جس وقت بچہ بدخوئی کرے۔ تو اسے کسی اور چیز میں مشغول کرے۔ تاکہ وہ خوشدل ہو کر خوگیر ہو۔ اسی طرح پیر مرید کو کبھی ذکر کا حکم کرے۔ اور کبھی قرآن شریف پڑھنے کا۔ تاکہ کسی اور چیز سے اسے قرار حاصل نہ ہو ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ بھی لکھا ہے کہ اہلِ دُنیا سے زیادہ میل جول نہ کرے۔ کیونکہ ان کی صحبت فقیر کے دل کو پریشان کرتی ہے ؛

اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ فقیر کے لئے دولتمندوں کی صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز مُضر نہیں جب فقیر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ تو اُس کے دینی اور دُنیاوی کام خود بخود بنتے چلے آتے ہیں ؛

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ پیر و مرید کو ہر حال میں ایسا ہی رہنا چاہیئے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اگر کسی شخص کا شیخ کامل نہ ہو۔ تو اہلِ سلوک کی کتاب کو پیش نظر رکھے اور اس کی متابعت کرے۔ تاکہ ارادت اور مقراض کے مشابہ ہو ؛

پھر فرمایا۔ شیخ کو واجب ہے کہ مرید کو صحبت ملوک اور اہلِ دُنیا سے دُور رہنے کی وصیت کرے۔ نیز یہ وصیت کرے کہ شہرت اور ثروت کا طالب نہ بنے۔ بات زیادہ نہ کہے۔ بے ضرورت کسی اور جگہ نہ جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اصلی مقصود سے رہ جاتا ہے۔ اس واسطے کہ دُنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے ؛

پھر اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ سجادے سے دور نہ ہو۔ مگر ضرورت کے وقت۔ اس واسطے کہ اصحابِ طریقت نے فرمایا ہے۔ کہ جب کوئی دانشمند ہر روز دنیا کی طلب کے لئے پھرے اور حلال وحرام کے علم کو بیان کرتا رہے۔ اور اگر صوفی کوچوں اور بازاروں میں پھریں تو سلوک اور سجادہ کون کرے گا؟

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ راہ قبول کے چلنے والوں کی علامت یہ ہے۔ کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ جمعرات کھڑے ہو کر گذارے۔ خواہ ذکر میں خواہ تلاوت میں۔ خواہ نماز میں۔ لیکن افضل یہی ہے کہ نماز میں رات گذارے۔ یہی معراج کی صفت ہے کہ "الصلوٰۃ معراج المومنین"۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اہل سلوک نے کہا ہے کہ سلوک کا اصل ریاضت ہے اور اس کا ثمرہ ارادت۔ غرض یہ ہے کہ بندہ اپنے تئیں اہل دنیا۔ دولتمندوں اور بادشاہوں کی صحبت اور ہوائے نفسانی سے الگ رکھے۔ اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "صحبۃ الصالحین نور ورحمۃ للعالمین" نیکوں کی صحبت نور اور اہل عالم کے لئے رحمت ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

گیارھویں ماہ مذکور ۲۵ ہجری کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات ان لوگوں کے بارے میں ہو رہی تھی۔ جو نماز میں استغراق کی وجہ سے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں رکھتے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ غزنی سے میں نے سفر کیا۔ وہاں پر چند درویشوں کو دیکھا جو زہد یا درلیتی میں مشغول تھے۔ رات انہیں کے پاس رہا۔ جب دن ہوا۔ تو شہر کے پاس ایک حوض تھا۔ وہاں تازہ وضو کرنے کے لئے گیا۔ تو ایک درویش کو دیکھا۔ جو بہت ہی کمزور تھا۔ اس کا حال پوچھا۔ فرمایا۔ مدت سے مجھے پیٹ کا کوئی عارضہ ہے۔ جس کے سبب میں کمزور ہو گیا ہوں۔ وہ رات اس درویش کے پاس رہا۔ رات کے وقت اس کی بیماری اور بھی زور پکڑ گئی۔ کیونکہ ہر رات ایک سو بیس رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جب قضائے حاجت کے لئے جاتا۔ تو ہر مرتبہ غسل کر کے پھر نماز میں مشغول ہوتا۔ چنانچہ اس رات ساٹھ مرتبہ قضائے حاجت کے لئے گیا۔ اور ساٹھ ہی مرتبہ نہا کر دوگانہ ادا کیا۔ اور اپنا وظیفہ پورا کیا۔ آخری مرتبہ جب غسل کرنے گیا۔ تو پانی میں جان بحق ہو گیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ بندگی میں وہ درویش کیسا ہی راسخ الاعتقاد تھا۔ آخری دم تک قاعدے کی پابندی کرتا رہا۔ جب اسے نباہ لیا تو جان یار کے حوالے کی۔

پھر فرمایا۔ کہ جس شخص کو کوئی زحمت یا تکلیف ہو۔ سمجھو کہ اسے گناہ سے پاک کر رہے ہیں۔ اور یہ اُس کی خیریت کی دلیل ہے +

بعدازاں فرمایا۔ کہ ایک روز بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ اور عرض کی۔ کہ یا امام! میرے پاس مال ہے اور مُدت سے اس میں نقصان ہو رہا ہے۔ اور نیز میرے اعضا کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ اے بھائی! مومن کے مال میں نقصان ہو۔ تو سمجھو کہ اس نے زکوٰۃ دینے میں قصور کیا ہے۔ اور بیماری صحت ایمان کی علامت ہے +

پھر اسی موقع پر فرمایا۔ کہ اصحاب تابعین اپنے آثار میں لکھتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن فقرا کو وہ درجے حاصل ہونگے۔ کہ تمام لوگ یہ آرزو کرینگے۔ کہ کاش! ہم بھی دُنیا میں فقیر ہوتے۔ تاکہ ہمیں یہ مرتبے حاصل ہوتے۔ اور مریضوں کو بھی وہ درجے عطا ہوں گے۔ کہ سارے لوگ یہی خواہش کرینگے۔ کہ افسوس ہم بھی دُنیا میں بیمار ہوتے۔ تو یہ مرتبے حاصل کرتے +

بعدازاں فرمایا۔ کہ بندے کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ سب درد اور محبت اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ اور اپنے نفس کا طبیب خود بننا چاہیئے۔ پھر آبدیدہ ہو کر یہ مثنوی پڑھی ؎

اے بسا درد کاں ترا داروست   اے بسا شیر کاں ترا آہوست

بعدازاں بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ ہر حالت میں درویشوں کے حق میں نیک گمان اُٹھانا چاہیئے۔ اور اپنا عقیدہ درست رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان کی برکت سے حمایت حاصل ہو +

بعدازاں فرمایا کہ شیر خاں والیٔ اوچہ و ملتان کچھ میرا معتقد نہ تھا۔ بارہا یہ شعر اُس کے حق میں کہا گیا ؎

افسوس کہ از حال منت نیست خبر   آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

اسی سال چند روز بعد کافروں نے اس ولایت کو لوٹ لیا +

پھر فرمایا۔ کہ ایک روز سیوستان کی طرف میں مسافر تھا۔ جب شیخ اوحد کرمانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مجھ سے بغلگیر ہو کر فرمایا۔ زہے سعادت کہ تو ہمارے پاس آ پہنچا۔ آپ کے جماعت خانہ میں بیٹھا تھا۔ کہ دو اور صاحب نعمت درویش آئے۔ اور ایک دوسرے سے اظہار کرامت کی بابت گفتگو کرنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ اچھا اگر کوئی صاحب کرامت ہے تو اپنی کرامت دکھائے۔ انہوں نے کہا پہلے اپنی کرامت دکھاؤ۔ کیونکہ آپ سب درویشوں کے پیش رو ہیں۔ شیخ صاحب نے درویشوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اس شہر کا حاکم میرا معتقد نہیں۔ اور کبھی کبھی تکلیف بھی دیتا ہے۔ اگر میدان سے آج سلامت آ گیا۔ تو بڑے

ہی تعجب کی بات ہوئی۔ جونہی یہ فرمایا۔ ایک نے آکر خبر دی۔ کہ ابھی اس شہر کا بادشاہ میدان میں گیند کھیل رہا تھا۔ گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اور اُس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور فی الفور مر گیا۔ پھر درویشوں نے مجھے کہا۔ تم بھی کوئی کرامت دکھاؤ۔ میں نے مراقبہ کیا پھر سر اٹھا کر کہا۔ کہ آنکھیں بند کرو۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میرے سمیت خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں کچھ دیر وہاں رہ کر واپس آئے۔ تو درویشوں نے اقرار کیا کہ ہاں یہ بھی درویش ہے۔ پھر میں نے اور شیخ صاحب نے درویشوں کو کہا۔ کہ ہم تو اپنا کام کر چکے۔ اب تم بھی کچھ دکھاؤ۔ درویشوں نے سر خرقے میں کیا۔ اور گم ہو گئے۔ خرقے خالی رہے +

پھر شیخ الاسلام نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ مولینا نظام الدین! جو اللہ تعالے کے کام میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالے اس کے کام میں ہوتا ہے۔ یعنی جو اللہ تعالے کی خدمت میں کمی نہیں کرتا۔ اور جس میں دوست کی رضا ہے۔ وہی کام کرتا ہے۔ اور نفس کے ساتھ نمازیوں کی طرح پیش آتا ہے۔ تو اللہ تعالے بھی وہی چیز موجود کر دیتا ہے۔ جس میں اس بندے کی رضا ہوتی ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ بدخشان کی طرف مسافر تھا۔ اس شہر میں بزرگ اولیاء رہتے تھے۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک غار میں شیخ ذوالنون مصری کے مرید شیخ عبدالواحد رہتے تھے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو دیکھا کہ نہایت دُبلے ہوئے ہیں۔ اور ایک پاؤں غار میں ہے اور دوسرا باہر۔ اور ایک پاؤں پر کھڑے عالم تحیر میں آنکھیں اوپر کی طرف لگائے ہوئے ہیں۔ نزدیک جا کر سلام کیا۔ فرمایا۔ ٹھیر جا۔ میں تین دن بعد عالم صحو میں آئے۔ تو فرمایا اے فرید۔ میرے نزدیک نہ آنا۔ نہیں تو جل جائے گا۔ اور دور بھی نہ جا۔ کیونکہ تجھ پر جادو کا اثر ہو جائے گا۔ اب میری سرگذشت سُن۔ آج ستر سال سے اس غار میں کھڑا ہوں۔ ایک عورت کو دیکھ کر میرا دل مائل ہوا میں نے غار سے باہر آنا چاہا۔ تو غیبی آواز آئی۔ کہ اے مدعی! تیرا وعدہ تو یہ تھا۔ کہ ہمارے سوا تو کسی کی طرف مائل نہ ہوگا۔ چھری پاس تھی۔ اس سے یہ پاؤں کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ اس واسطے کہ یہ پاؤں ہوائے نفسانی کے سبب غار سے باہر نکلا گیا تھا۔ اب تقریباً تیس سال سے اسی عالم تحیر میں ہوں۔ اور ڈرتا ہوں۔ کہ قیامت کے دن منہ کس طرح دکھاؤں گا۔ اسی حالت میں شرمندہ ہوں۔ پھر مالک المشائخ نے فرمایا۔ کہ رات وہیں رہا افطار کے وقت دودھ اور کچھ کھجوریں تھال میں رکھ کر اُس کے پاس لائے۔ میں نے گنیں تو تعداد میں دس تھیں۔ فرمایا اے فرید! پانچ میں کھایا کرتا تھا۔ آج دس آئی ہیں۔ سو پانچ تیری ہیں۔ آدھ دودھ لیکر افطار کر۔ جب اس بزرگ نے دودھ اور کھجوریں سامنے رکھیں۔ تو میں آداب بجا لایا۔ اور کھا گیا

وہ بزرگ پھر عالم تحیر میں مشغول ہؤا۔ بدخشان کا خلیفہ مع اپنے بادشاہی لشکر آیا۔ اور کھڑا ہو گیا اِس بزرگ نے پوچھا۔ تیری کیا حاجت ہے۔ خلیفہ نے کہا۔ سیوستان کا مالک مال نہیں دیتا اب میں اجازت طلب کرتا ہوں۔ کہ اس پر چڑھائی کروں۔ مسکرا کر لکڑی سیوستان کی طرف پھینک کر فرمایا۔ مَیں نے سیستان کے مالک کو مار دیا ہے۔ جب خلیفہ نے دیکھا تو واپس چلا گیا۔ چند روز نہ گذرنے پائے تھے۔ کہ اس کے آدمی بہت سا مال لیکر آئے۔ اور بیان کیا۔ کہ سیستان کا مالک دربارِ عام میں تخت پر بیٹھا حکم دے رہا تھا۔ کہ دیوار میں سے لاٹھی نمودار ہوئی۔ اور اس کی گردن پر لگی۔ جس سے اس کی گردن جدا ہو گئی۔ پھر آواز آئی۔ کہ یہ ہاتھ شیخ عبدالواحد بدخشانی کا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ چند روز اِن کی صحبت میں رہا۔ پھر اجازت لیکر واپس چلا آیا۔ یہ ختم کر کے شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے ؞

تیرھویں ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہؤا۔ شیخ ابوالغیث یمنی قدس سرہ العزیز۔ از حد بزرگ تھے۔ آپ نے شیخ یوسف الحسنی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ فریدالدین عطار اور شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ اسرارہم کی زیارت کی تھی اور نیز اور بہت سے بزرگوں کی

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ مغلوں نے یمن کو آگھیرا۔ اِس وقت خواجہ ابوالغیث کُٹیا میں تھے۔ خلیفہ نے جا کر مغلوں کے آنے کی بابت سب کچھ عرض کیا۔ خواجہ صاحب نے پاس پڑی ہوئی چھوٹی سی لکڑی دی۔ اور فرمایا۔ کہ رات کو اُن کے لشکر کی طرف پھینک دینا۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ اُس کے پھینکنے سے انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کیا۔ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ آخر معلوم ہؤا۔ کہ سبز پوشوں کا لشکر تھا۔ جس نے کافروں کو جہنم واصل کیا۔ جب دن چڑھا تو ایک بھی زندہ نہ بچا ؞

پھر فرمایا۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں شیخ جلال تبریزی اور شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتان میں تھے۔ اِس روز قباچہ والئی ملتان نے آکر عرض کی۔ کہ مغل شہر کے نزدیک آ پہنچے ہیں۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ شیخ قطب الدین کے پاس ایک تیر تھا۔ اسے دیکر فرمایا۔ کہ مغلوں کے لشکر کی طرف پھینک دینا۔ اِس نے ویسا ہی کیا۔ تو سب مغل بھاگ اٹھے ؞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ مدت تک یمن میں مینہ نہ برسا۔ اور خلقت قحط سے ہلاک ہونی شروع ہوئی۔ کھیتیاں خشک ہو گئیں۔ تمام اہل یمن شیخ ابوالغیث کی خدمت میں گئے۔ کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ فرمایا۔ کل سب میری نمازگاہ میں جمع ہوں۔ سب دعا ہوئے۔ شیخ صاحب نے منبر پر چڑھ کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ اور پھر پیغمبر خدا پر درود بھیجکر آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی۔ کہ اے پروردگار اگر تیری بارگاہ میں میری خاطر منظور ہے تو باران رحمت بھیج

ابھی یہ بات زبان سے نہ نکلنے پائی تھی۔ کہ بارش ہونے لگی۔ اور اس قدر ہوئی۔ کہ پانچ دن رات پانی ختم نہ ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے قسمیں کھا کر کہا۔ کہ عمر بھر میں ایسی بارش ہوتے نہیں دیکھی +

بعد ازاں شیخ ابو الغیث کی وفات کا حال یوں بیان فرمایا۔ کہ جس دن آپ فوت ہوئے اس روز صبح کی نماز ادا کر کے حسب معمول مصلے پر بیٹھے رہے اور اشراق کی نماز ادا کر کے سب یار کو کہا کہ نہلانے والے کو لاؤ۔ اور کپڑا گھڑا اور خوشبو موجود کرو۔ یاروں نے غسال کو بلایا اور مطلوبہ چیزیں موجود کیں + بعد ازاں فرمایا۔ کہ جگہ خالی کرو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے شہسوار یہاں آئیں۔ شیخ صاحب نے سورہ یٰس شروع کی۔ جب "فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیئٍ والیہ ترجعون" پر پہنچے۔ تو منہ کھول کر قضا کی۔ اور گھر کے کونے سے آواز آئی۔ کہ دوست دوست سے جا ملا پھر شیخ الاسلام زار زار روئے اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آ کر یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر شوق کے انہیں غلبات میں فرمایا۔ کہ جب مہتر موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کی عمر کے دن پورے ہوئے تو ایک روز مستوں کی طرح راہ میں ٹہل رہے تھے۔ ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔ سلام کیا سلام کا جواب ملا۔ پوچھا تو کون ہے؟ کہا ملک الموت۔ اس وقت مہتر موسیٰ علیہ السّلام شوق اور اشتیاق میں تھے۔ اس کے چہرے پر ایسا دھپیڑا مارا۔ کہ وہ سامنے سے بھاگ گیا۔ اور کہا کہ میں پھر نہیں آؤنگا ملک الموت نے اپنے مقام پر آ کے سجدہ کیا اور عرض کی۔ کہ پروردگارا! تو نے تو ایسے شخص کے پاس بھیجا تھا۔ کہ اگر میں اس کے پاس سے بھاگ نہ جاتا۔ تو ہلاک ہو جاتا۔ اس وقت خطاب ہوا۔ کہ یہ اس واسطے تھا۔ تاکہ تجھے معلوم ہو جائے۔ کہ ہمارے اور ہمارے محبوں کے مابین غیر کو دخل نہیں صرف یا ہم جانتے ہیں یا ہمارے دوست۔ دوسرے روز مہتر موسیٰ علیہ السلام نماز ادا کر کے قبلہ رخ بیت المقدس میں بیٹھے تھے۔ کہ مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آ کر سلام کیا۔ اور بہشتی سیب آنحضرت کے ہاتھ میں دیا۔ جونہی جناب نے سونگھا۔ اس سیب سے دوست کی خوشبو دماغ میں پہنچی۔ تو نعرہ مار کر جان دوست کے حوالے کی۔ یہ شیخ الاسلام یہ حکایت ختم کر کے اس طرح روئے کہ حاضرین نے بھی رونا شروع کیا۔ مجلس سے نعرہ اٹھا۔ اور شیخ الاسلام بیہوش ہو گئے اور پھر زبان مبارک سے یہ شعر فرمایا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر فرمایا۔ کہ مشائخ کبار میں سے ایک معہ اپنے اصحاب مہتر موسیٰ علیہ السلام کے روضہ پر پہنچے۔ روضہ سے آواز آئی۔ "رب ارنی انظر الیک" اس بزرگ نے فرمایا یہ ہے عشق واقعی زندگی میں بھی یہی حالت ہوگی۔ اگر مرد کی یہ حالت ہو۔ تو جب اٹھیگا اس کی وہی حالت ہوگی۔ قیامت کے دن بھی مہتر موسیٰ علیہ السلام عرش کے کنگرے میں ہاتھ مار کر فریاد کریں گے۔ "رب ارنی انظر الیک" اگر اس

حالت میں فرشتے انہیں نہ پکڑینگے تو تمام مخلوق مارے اشتیاق کے درہم برہم ہو جائیگی ۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے فرمایا۔ کہ طالب کو ہر حالت میں مطلوب کے عشق و محبت اور اس کی یاد میں رہنا چاہیئے ۔ ہر گھڑی ۔ ہر روز ۔ ہر لحظہ اور ہر ساعت اسی کے عشق میں ہے ۔ تاکہ ان لوگوں میں سے ہو جائے ۔ جو اس سے پیشتر گذرے ہیں ۔ پھر کئی مرتبہ یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

در کوئے تو عاشقان چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا ۔ کہ ایک مرتبہ ایک جوان حالت نزع میں تھا ۔ اور واصل حق ۔ جب اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوا ۔ تو عزرائیل نے مشرق سے مغرب تک ڈھونڈا ۔ لیکن اس جوان کو نہ پایا پھر اپنے مقام پر آ کر سر سجدے میں رکھا ۔ اور مناجات کی ۔ کہ پروردگارا مجھے وہ جواں نہیں ملتا ۔ اس کا نام بھی تختی سے مٹ گیا ہے ۔ حکم ہوا ۔ کہ فلاں جنگل میں ہے ۔ جب ملک الموت واپس آیا ۔ تو اس جنگل میں نہ پایا ۔ پھر جا کر عرض کی ۔ حکم ہوا ۔ کہ ہمارے دوستوں کی جان قبض نہیں کر سکتا ۔ نہ ہی انہیں دیکھ سکتا ہے ۔ نہ پا سکتا ہے ۔ وہ ہماری یاد میں اس طرح جان دیتے ہیں ۔ کہ تجھے خبر بھی نہیں ہوتی ۔

بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے اور یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ جس وقت سے بھائی شیخ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز انتقال کرنے کو تھے ۔ اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ صدرالدین دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے ایک آدمی نے آ کر خط دیا ۔ اور کہا کہ اسے کھولے بغیر اندر پہنچا دو ۔ حکم ہوا ہے ۔ کہ صدرالدین کے ہاتھ دینا ۔ تاکہ وہ شیخ بہاؤالدین کو پہنچا دے اور وہ اسے پڑھ لیں ۔ شیخ صدرالدین سر نامہ پڑھ کر زار زار روئے ۔ اور کہا کہ یہ دوست کا پروانہ ہے ۔ اور عزرائیل لایا ہے ۔ کہا بیشک ۔ پوچھا ۔ خود کیوں نہیں جاتے ۔ کہا ۔ حکم ہے کہ آپ کے ہاتھ دوں اور آپ شیخ صاحب کو پہنچائیں ۔ جب خط اندر لیا گیا ۔ تو شیخ صاحب یاد الٰہی میں مشغول تھے ۔ جب فارغ ہوئے تو آداب بجا لا کر شیخ صاحب کو خط دیا کھول کر مطالعہ کیا ۔ پھر سجدہ میں سر رکھ کر جان دے دی ۔ اندر سے آواز آئی ۔ کہ شیخ بہاؤالدین دوست سے جا ملے ۔ اس وقت شیخ الاسلام قدس سرہ نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے ۔ اور بیہوشی میں یہ آواز نکلی ۔ کہ ہم بھی ایسے ہی ہوں گے ۔ اور دوست کو ملیں گے ۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر شیخ سعدالدین حمویہ کی بات شروع ہوئی ۔ تو فرمایا ۔ کہ شیخ صاحب زاہد بزرگ تھے ایک شہر کے اندر ایک مسجد میں چند روز ٹھیرے ۔ اس شہر کے مسلمانوں میں بیماری کا بڑا زور تھا ۔ جب آپ نے یہ

ماجرا سن تو حکم دیا۔ کہ جو مریض ہو اسے میرے پاس۔ وہ تمام بیمار لائے گئے۔ شیخ صاحب نے اپنا دست مبارک پھیرا۔ کئی ہزار بیماروں کو شفا حاصل ہوئی۔ پھر وہاں سے غزنی آئے وہاں بھی چند ایک بیمار تھے۔ جو آپ کے دست مبارک کی برکت سے شفا پا گئے۔ بعد ازاں اوچہ پہنچے۔ جس روز انتقال ہونے والا تھا۔ معہ یاروں کے جنگل جا کر قبلہ رخ ہو کر سورۂ بقر پڑھنی شروع کی۔ اور اشراق تک سارا قرآن شریف ختم کیا۔ ور سجدہ میں پڑھ کر جان دیدی۔ آواز آئی جو تمام حاضرین نے سنی تھی کہ نیک بخت بندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بلالیا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی۔ کہ جہاں نماز ادا کرتے وہیں سو رہتے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گذر جاتا تو اٹھتے۔ امام اور موذن موجود ہوتے پھر عشاء کی نماز ادا کر کے ساری رات جاگتے رہتے۔ آپ کی عمر اسی طرح گذر گئی ؂

بعد ازاں فرمایا۔ کہ بخارا میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بخارا کے دروازے سے ایک جلتی ہوئی مشعل باہر لیجا رہے ہیں۔ بیدار ہو کر ایک بزرگ سے تعبیر پوچھی۔ فرمایا کہ یہاں سے کوئی صاحب نعمت انتقال کرے گا ؂

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی نے بھی اپنے پیر کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں۔ کہ اب اشتیاق زیادہ ہو گیا ہے۔ اس ہفتہ میں متواتر ذکر کیا۔ اور اس میں فراق اور وداع خلق کا ذکر تھا سب حیران تھے کہ کیا کہتے ہیں۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ مسلمانو! واضح ہے کہ میرے پیر نے خواب میں مجھے بلایا ہے۔ سو میں جاتا ہوں۔ یہ کہکر نیچے اترے۔ گھر آئے۔ تو اسی رات انتقال ہو گیا۔ تمام اصحاب بیٹھے تھے اور مشعل جل رہی تھی۔ شیخ سیف الدین فراق میں تھے۔ ایک پہر رات گذری۔ کہ ایک بزرگ صوف پوش نے سیب لا کر آداب بجا لا کر اس کے ہاتھ میں دیا۔ جونہی سونگھا جان بحق ہوئے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں شیخ الاسلام نے شیخ بدر الدین غزنوی اور مولانا اسحاق کو حکم دیا۔ کہ تم بھی یہ شعر پڑھو۔ تاکہ ہم رقص کریں۔ تین دن رات تک حالت بیخودی میں رہے۔ پھر عالم صحو میں آئے الحمد للہ علیٰ ذالک ؂

پچیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ چند درویش شیخ بہاؤالدین ذکریا قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس سے حاضر خدمت تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ طریقت کی راہ دشوار و تسلیم ہے۔ اگر کوئی شخص گردن پر تلوار

مارے تو اسی پر راضی رہے۔ اور دم نہ مارے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ جس کی یہ حالت ہو۔ وہ درویش ہے اسی اثناء میں ایک بڑھیا روتی پیٹتی آئی اور آداب بجالائی۔ آپنے فرمایا۔ نزدیک آ۔ آئی تو آپنے آہستہ پوچھا۔ کہ تمہاری کیا حالت ہے۔ بڑھیا نے کہا۔ اے بزرگوار! بیس سال کا عرصہ ہونے آیا ہے کہ میرا فرزند مجھ سے جدا ہے۔ میں نہیں جانتی زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ آپنے دیر تک مراقبہ کیا۔ پھر فرمایا۔ کہ تیرا بیٹا آجائیگا۔ سنکر آداب بجالائی۔ جب گھر گئی تو ایک گھڑی نہ گذرنے پائی تھی۔ کہ لڑکے نے آکر دستک دی۔ پوچھا ہم ضعیفوں کے دروازے پر کون ہے آواز آئی کہ میں ہوں آپ کا فرزند بڑھیا آکر اپنے جگر گوشہ کو سینے سے لگا اندر لے گئی۔ اور پوچھا تو کہاں تھا۔ کہا۔ یہاں سے ڈیڑھ ہزار کوس کے فاصلے پر تھا۔ پوچھا۔ پھر کس طرح آگیا۔ کہا۔ دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ کہ میرا خیال تمہاری طرف لگا۔ میں رو رہا تھا۔ کہ ایک شخص سفید ریش خرقہ پوش پانی سے نمودار ہوا۔ اور پوچھا کہ کیوں روتا ہے۔ میں نے حالت بیان کی۔ فرمایا۔ کہ تجھے میں لے چلوں۔ میں نے کہا۔ مجھے تو بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اس درویش نے کہا۔ ہاتھ مجھے دے اور آنکھ بند کر۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ اور اپنے تئیں گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔ بڑھیا تاڑ گئی کہ وہ بزرگ شیخ الاسلام ہی ہیں۔ فوراً آکر سر قدموں پر رکھدیا اور واپس چلی گئی ❊

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ اگر عابد سے کوئی ورد طاعت فوت ہو جائے۔ تو وہی اُس کی موت ہے ❊

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں شیخ یوسف چشتی کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک صوفی نے آکر آداب بجا کر عرض کی۔ کہ آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ میری موت نزدیک ہے شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ تجھ سے صبح کی نماز فوت ہو گئی ہے۔ جب اس نے سوچا۔ تو ٹھیک وہی بات نکلی جو شیخ الاسلام نے فرمائی تھی۔ ضروری ہے کہ جو کچھ تو نے خواب میں دیکھا ہے۔ تجھے فی الواقعہ دکھایا جائے۔ کیونکہ صاحب ورد سے اگر ورد فوت ہو جائے تو اُس کے لئے بجائے مرگ ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ قاضی رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ سورہ یٰس کا وظیفہ کیا کرتے تھے۔ ایک روز ناغہ ہو گیا۔ تو اُسی روز گھوڑے پر سے گرے اور پائے مبارک ٹوٹ گیا۔ جب غور کی تو معلوم ہوا کہ اُس روز وظیفہ میں ناغہ کیا تھا ❊

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ صاحب ورد کو چاہیئے۔ کہ جو وظیفہ ہو۔ اگر دن کو پورا نہ کر سکے تو رات کو کرے۔ بہرحال وظیفہ ترک نہ کرے۔ کیونکہ اس کی ترک کی شامت تمام اہل شہر پر پڑتی ہے اور شہر میں خرابی پیدا کرتی ہے ❊

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک سیاح میرے پاس آیا۔ دمشق کا حال اس نے یوں بیان کیا۔ کہ جب میں وہاں پہنچا۔ تو اُسے اُجڑا ہوا پایا۔ چنانچہ بیس گھر سے زیادہ آباد نہ تھے۔ جب اس شہر

کی خرابی کی بابت جستجو کی۔ کہ اِس شہر میں تمام اہل سنت وجماعت آباد تھے۔ اور سب صاحب ورد تھے۔ چند ایک مسلمانوں نے اپنا وظیفہ ترک کر دیا۔ ایک سال بھی گذرنے نہ پایا۔ کہ مغلوں نے آکر سارا شہر برباد کر دیا۔ اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ اُن کے وظیفہ کی ترک کے سبب یہ شہر برباد ہوا ہے۔ وظیفہ کے ترک کرنے کی شامت اس قسم کی ہوتی ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی۔ کہ جب کوئی ہمسایہ فوت ہو جاتا۔ تو اُس کے جنازے کے ہمراہ جاتے۔ اور جب لوگ چلے آتے تو اُس کی قبر پر بیٹھکر مروجہ وظائف پڑھتے۔ آپ کے ایک ہمسائے نے اجمیر میں انتقال کیا۔ تو آپ حسب معمول جنازے کے ساتھ گئے۔ اور لوگوں کے چلے آنے کے بعد اُس کی قبر پر وظیفہ کرنے لگے اور دیر کے بعد اُٹھے۔ شیخ الاسلام قطب الدین فرماتے ہیں۔ کہ میں اس وقت ہمراہ تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کا رنگ لحظہ بلحظہ متغیر ہوتا ہے اُس وقت وظیفہ برابر کرتے رہے۔ اُٹھکر کہا۔ کہ الحمد للہ بیعت بھی اچھی چیز ہے شیخ الاسلام قطب الدین اوشی نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا۔ جب اِس شخص کو دفن کیا گیا۔ تو فرشتوں نے آکر عذاب دینا چاہا۔ شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز نے آکر فرمایا کہ اسے عذاب مت کرو۔ یہ میرا مرید ہے۔ فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ کہو۔ کہ بیشک آپ کا مرید ہے۔ لیکن آپ کے خلاف تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ بیشک خلاف تھا۔ لیکن مرید تو ہے۔ حکم ہوا۔ کہ فرشتو! شیخ کے مرید سے ہاتھ اُٹھالو۔ کہ میں نے اسے شیخ کے بدلے بخشا ؛

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ اپنے تئیں کسی کا بنانا اچھا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ جو شیخ قطب الدین کی زبان مبارک سے سُنا تھا ؎

گر نیک توام مرا ازیشاں گیرند   ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ مجھے حالت طاری ہوئی۔ تو حاضرین نے کہا۔ کہ اگر قوال ہوں۔ تو سماع سُنیں۔ اتفاقاً اس روز قوال موجود نہ تھے۔ مولانا بدر الدین اسحاق نے تمام مکتوبات اور رقعات وغیرہ جو تھیلے میں تھے۔ ٹٹولے۔ وہی مکتوبات نکلا۔ اِسے شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر کیا۔ فرمایا اُٹھ کر اس کو پڑھو۔ چنانچہ مولانا بدر الدین اسحاق نے اُٹھکر پڑھا۔ کہ فقیر حقیر ضعیف۔ نحیف محمد عطا۔ جو درویشوں کا غلام ہے۔ اور سر آنکھوں سے اِن کے قدموں کی خاک لگاتا ہے جب اس قدر پڑھا گیا۔ تو سُنتے ہی شیخ الاسلام کو حال اور ذوق پیدا ہوا۔ جو وہم و فہم سے باہر ہے۔ یہ رباعی پڑھی رُباعی

آں عقل کجا کہ از کمال تو رسد   واں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال   آں روح کجا کہ در جلال تو رسد

شیخ الاسلام ایک دن رات اسی رُباعی کو سُن کر سماع کا ذوق حاصل کرتے رہے ⁂

بعد ازاں شیخ الاسلام بختیار اوشی کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ تو زبان مُبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ قطب الدین اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہما جب آپس میں ملے۔ تو سیاحی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ میں بھی حاضر خدمت تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ نے یوں شروع کی۔ کہ ایک مرتبہ میں قرش کی طرف مسافر تھا۔ میں نے بہت بزرگوں کی خدمت کی۔ الغرض ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچا۔ جو شہر کے نزدیک ایک غار میں رہتا تھا۔ اُس وقت وہ نماز میں مشغول تھا۔ جب فارغ ہوا تو میں نے سلام کیا۔ سلام کے جواب میں کہا وعلیکم السلام یا شیخ جلال الدین میں حیران رہ گیا۔ کہ اسے میرا نام کس طرح معلوم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ جو تجھے یہاں لایا ہے۔ اسی نے تیرا نام بتایا ہے۔ میں آداب بجا لایا۔ حکم ہوا بیٹھ جا۔ بیٹھ گیا۔ اس نے یوں حکایت شروع کی۔ کہ ایک مرتبہ میں نے اصفہان میں ایک درویش ڈیڑھ سو سال کا نہایت باعظمت دیکھا۔ جو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں سے تھا۔ جو مسلمان وغیرہ کی مہم کے لئے اس بزرگ کی خدمت میں آتے۔ ابھی پہنچ نہ چکتے۔ کہ وہ سرانجام ہو جاتی ⁂

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے ایک ہزار سات سو پیروں کی خدمت کی ہے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ نصیحت کی ہے۔ آخری مرتبہ خواجہ شمس الدین والعارفین رحمۃ نے مجھے یہ نصیحت فرمائی۔ کہ اے درویش اگر تو خدا رسیدہ اور اس کے نزدیک ہونا چاہتا ہے۔ تو دنیا اور اہل دُنیا سے بیزار ہو۔ اور ان سے دور رہو۔ درویش دُنیاوی تعلقات کی وجہ سے عاجز رہ جاتا ہے۔ کیونکہ دُنیا کی محبت ہی تمام خطاؤں کا سر ہے۔ جو اہل دُنیا سے بیزار ہوا۔ وہی خدا رسیدہ ہو گیا۔ پس اے جلال الدین مردانِ خدا نے سب سے قطع تعلق کیا ہے۔ تب کہیں خدا رسیدہ ہوئے ہیں۔ پھر شیخ جلال الدین نے فرمایا۔ میں رات وہیں رہا۔ افطار کے وقت کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جَو کی دو روٹیاں عالم غیب سے نمودار ہوئیں۔ اس بزرگ نے ایک میرے آگے رکھی۔ کہ افطار کر۔ جب افطار کیا تو فرمایا کہ گوشے میں جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ رات کا تیسرا حصہ گزرا تھا۔ کہ میں نے ایک صوف پوش مرد کو جس کے ہمراہ سات شیر تھے۔ دیکھا۔ اس نے آ کر سلام کیا۔ اور اس بزرگ کے سامنے بیٹھا۔ اور کبھی اس کے گرد پھرتے تھے۔ میں دیکھ کر کانپ اُٹھا۔ کہ الٰہی یہ کیسے آدمی ہیں۔ کہ شیروں سے محبت لگا رکھی ہے۔ الغرض کلام اللہ شروع کیا۔ اور پھر کے آخر تک دس مرتبہ ختم کیا۔ تلاوت کے بعد اُٹھے۔ اور تازہ وضو کر کے پھر تلاوت میں مشغول ہوئے۔ جب صبح ہوئی۔ تو میں نے بھی ان کے ہمراہ نماز ادا کی۔ اس بزرگ نے مجھے فرمایا۔ کہ یہ میرا بھائی خضر ہے اس کے دیکھنے کی مجھے آرزو تھی۔ جب یہ بات کی۔ تو میں نے دوبارہ مصافحہ کیا۔ مجھ پر کمال شفقت فرمائی۔ بعد ازاں وہ بزرگ اور شیر

آداب بجا لا کر واپس چلے گئے۔ پھر میں نے وداع ہونا چاہا۔ تو اس بزرگ نے فرمایا کہ اے جلال الدین تو جاتا تو ہے لیکن بندگانِ خدا کی خدمت کرنا۔ اور اپنے تئیں اُن کے حوالے کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے کام میں سستی نہ کرنا۔ تا کہ تو کسی مقام پر پہنچ جائیگا۔ لیکن اس راہ میں کہ تو جاتا ہے۔ ایک دریا ہے اس کے کنارے دو شیر رہتے ہیں تو وہاں پہونچیگا تو وہ تجھے تکلیف پہنچانی چاہیں گے۔ تو میرا نام لینا تو سلامتی سے گذر جائے گا +

بعد ازاں شیخ جلال الدین نے فرمایا۔ کہ میں آداب بجا لا کر واپس چلا آیا۔ جب وہاں پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں شیر غراتے ہوئے میری طرف پھاڑنے کو آئے۔ جب نزدیک آئے۔ تو میں نے انہیں للکارا کہ میں فلاں بزرگ کے پاس سے آ رہا ہوں اور اب گھر کو جاتا ہوں۔ جونہی اُنہوں نے بزرگ کا نام سُنا دوڑ کر میرے قدموں پر سر ملنے لگے اور پھر واپس چلے گئے۔ میں صحیح سلامت اپنے مقام پر پہونچ گیا +

پھر شیخ الاسلام نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ جب شیخ جلال الدین حکایت ختم کر چکے۔ تو شیخ قطب الدین نے اپنے سفر کی حکایت یوں شروع کی۔ کہ ابتدائے حال میں ایک شہر میں پہنچا جہاں پر ایک درویش اُجڑی ہوئی مسجد میں رہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابتدا میں اس مسجد کے سات منارے تھے۔ لیکن اب وہاں پر ایک ہے۔ اس درویش کی خدمت میں ایک دُعا پہنچی جسے ہفت دُعا کہتے ہیں۔ دوگانہ نماز میں جو اس دُعا کو پڑھے۔ اسے خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ شیخ قطب الدین نے فرمایا۔ کہ ماہ رمضان کی ایک رات جب میں اس مسجد میں گیا۔ اور دوگانہ ادا کر کے اس منارے پر چڑھا اور یہ دُعا پڑھی نیچے اُتر کر تھوڑی دیر ٹھہرا تھا۔ وہاں کسی کو نہ پا کر نا اُمید ہو کر واپس آیا۔ جب دروازے سے باہر ہوا۔ تو ایک ایک شخص نے للکارا۔ کہ اس مکان میں کیوں آیا تھا۔ کہا اس واسطے کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو۔ دوگانہ ادا کر کے دُعا بھی پڑھی۔ لیکن یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ اب میں گھر جا رہا ہوں۔ اس نے کہا خضر کو کیا کرے گا۔ وہ بھی تیری طرح مارا مارا پھرتا ہے اس کے دیکھنے سے کیا ہو سکتا ہے شاید تو دُنیا طلب کرتا ہے۔ کہ نہیں۔ کہا اس شہر میں ایک آدمی ہے جس کے دروازے پر خضرؑ آیا کرتا ہے۔ بارہ مرتبہ گیا ہے۔ لیکن اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ میں اور وہ یہی باتیں کر رہے تھے۔ کہ ایک نورانی مرد سبز پوش ظاہر ہوا۔ وہ بڑی تعظیم سے اس کے پاس گیا۔ اور اس کے پاؤں پر گر پڑا۔ جب وہ پھر میرے پاس آیا۔ تو اس مرد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کیا تو اس درویش کو جانتا ہے۔ کہ وہ دُنیا طلب کرتا ہے یا زر۔ کہا نہ زر نہ دُنیا۔ لیکن میری اور تیری ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔ یہی بات کر رہے تھے۔ کہ نماز کی بانگ سُنی۔ ہر طرف سے درویش اور صوفی آئے۔ تکبیر کہہ کر ایک امام بنا اور نماز ادا کر کے تراویح میں بارہ سیپارے ختم کئے۔ میرے دل میں آیا۔ کہ اگر زیادہ پڑھتے تو بہتر ہوتا۔ الغرض نماز ادا کر کے ہر ایک کسی طرف کو چلا گیا۔ میں اپنی جگہ چلا آیا۔ جب دوسری رات ہوئی

تو سویرے ہی وضو کر کے مسجد میں گیا۔ لیکن صبح تک کسی متنفس کو نہ دیکھا۔ جب شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کر چکے تو نماز میں مشغول ہوئے۔ اور خلقت اور دُعاگو واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ◆

پانچویں ماہ رمضان المبارک ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اہل صفہ کے عزیز حاضر خدمت تھے۔ بات ماہ رمضان کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ یہ مہینہ بڑی بزرگی والا مہینہ ہے اس ماہ میں ابلیس لعین کو بند کیا جاتا ہے تاکہ اس سے مسلمان بے کھٹکے رہیں اور رحمت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس مہینے میں ہر دن اور ہر رات ہر آدمی کے لئے آسمان سے فرشتے رحمت کے تھال لیکر نیچے اُترتے ہیں۔ حکم ہوتا ہے کہ جب بندے روزہ افطار کریں تو اُن کے سر پر قربان کریں ◆

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ روزہ مولیٰ اور بندے کے درمیان ایک سر ہے۔ بندہ جو طاعت کرتا ہے اس کا عوض مقرر ہے۔ لیکن روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں فرماتا ہے "الصوم لی وانا اجزی بہ" روزہ میرے لئے ہے اور میں اُس کی جزا دونگا! پھر فرمایا۔ کہ اس مہینے کے تین قسم کے نام ہیں۔ پہلے کو دہہ رحمت دوسرے کو دہہ مغفرت تیسرے کو دہہ آزادی کہتے ہیں۔ پہلے دہہ میں دوزخ کی آگ بند کی جاتی ہے۔ اس میں سراسر رحمت ہے۔ اور آسمان سے بندے پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور دوسرے دہہ میں سب مغفرت۔ بخشنا اور معاف کرنا ہے اور کوئی ایسی گھڑی یا لحظہ نہیں گذرتا جس میں لاکھوں مسلمان نہ بخشے جاتے ہوں۔ تیسرے دہہ میں تمام روزہ دار مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے ◆

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص ماہ رمضان کے آنے سے خوش ہو حق تعالیٰ اسے کبھی ناخوش و غمناک نہیں کرتا۔ اور اس کی روزی میں برکت اور نیکی عطا فرماتا ہے۔ اور جو اس کے جاتے وقت غمناک ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہان کی خوشیاں عنایت کرتا ہے اور کبھی غمناک نہیں کرتا ◆

بعد ازاں فرمایا۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنے سے ہزار سال کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہیں۔ نیز فرمایا کہ شب قدر صرف اخیر کے عشرے میں پائی جا سکتی ہے۔ اس مہینے میں ایک شب قدر ہے۔ مرد کو اس رات سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ تاکہ اس رات کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے ◆

پھر فرمایا۔ کہ مردان معنیٰ کے لئے سارے سال کی راتیں ہی شب قدر ہیں۔ اور شب قدر کی نعمت ان میں پائی جاتی ہے۔ ایسے لوگ شب قدر کی دولت ضرور حاصل کر لیتے ہیں ◆

بعد ازاں فرمایا کہ بزرگ اور خواجگان اس مہینے کی ہر رات تراویح میں قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ شیخ عثمان ہارونی ہر رات تراویح میں دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے

یعنی ماہ رمضان میں ساٹھ مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے ؛

پھر فرمایا۔ ایک مرتبہ سفر کرتے کرتے مغرب کی طرف امام حدادی کی مسجد میں ماہ رمضان میں اتزا۔ وہاں پر ایک بزرگ باعظمت شیخ عبداللہ محمد۔ باخرزی نام رہتا تھا۔ جو امامت کرایا کرتا تھا۔ ہر رات تین مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتا۔ اور اِن کے علاوہ چار سیپارے اور پڑھتا۔ وہ مہینہ میں نے وہیں بسر کیا۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھ کے یہ سعادت حاصل کی۔ پھر فرمایا کہ اس کام میں جب تک ایسا مجاہدہ اور اس قسم کی ریاضت نہ کرے گا۔ کبھی کسی مقام کو نہ پہونچیگا۔ اس واسطے کہ اہلِ صفہ کہتے ہیں۔ کہ اِس راہ میں مجاہدہ بہت ہے ؛

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ایک ایک دو دو سال تک نفس کو پانی تک نہیں دیا۔ اور نفس کی کوئی آرزو پوری نہیں کی۔ تب کہیں باریاب ہونے میں۔ جب باریاب ہوئے تو غیب سے آواز آئی۔ کہ ابھی تجھ میں دُنیاوی آلائش موجود ہے جب تک تو اسے نہ پھینکیگا آگے نہیں آسکیگا۔ عرض کی۔ پروردگارا میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آواز آئی کہ اچھی طرح دیکھ بھال۔ جب دیکھا تو ایک پوستین اور کوزہ پانی والا تھا۔ وہ بھی پھینک دیا۔ تب اس مقام میں پہنچا۔ جب شیخ الاسلام اِس بات پر پہنچے تو زار زار روئے۔ اور فرمایا کہ بایزید پوستین اور لوٹے کی وجہ سے باریاب نہ ہو سکے۔ تو لوگ اِس قدر تعلقات کے ہوتے ساتے کس طرح باریاب ہونگے

پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ یہ بھی تو ماہ رمضان ہے کوئی ہے جو میں تراویح میں قرآن شریف ختم کروں۔ سب آداب بجا لائے اور عرض کی۔ کہ زہے سعادت آپ اِس بات کے ذمہ دار ہوئے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ہر رات تراویح میں دو مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے۔ ہر رکعت میں دس سیپارے پڑھتے۔ پھر رات سے پہلے پہلے ختم بھی کر لیتے۔ اس مہینے میں مَیں بھی حاضر خدمت تھا ؛

بعد ازاں کشف و کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ اور شیخ جمال الدین ساکن اوجہ ایک ہی جگہ تھے۔ وہ صاحب قوت و نعمت درویش تھا ہم دونو بیٹھے تھے۔ کہ راستے میں چند قلندر درویش آہنی سیخیں کمر میں لٹکائے آپہنچے۔ اور سلام کر کے شیخ صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔ ہر ایک قلندر سخت سخت باتیں کرتا تھا۔ اس وقت شیخ صاحب کے جماعت خانہ میں کھانا کچھ موجود نہ تھی۔ ان قلندروں نے کچھ چھ مانگی۔ شیخ صاحب میرا منہ دیکھتے تھے اور میں اِن کا۔ پوچھا۔ کیا کروں۔ میں نے کہا۔ آپکے جماعت خانہ کے سامنے پانی جاری ہے میں انہیں وہاں بھیجتا ہوں۔ تاکہ وہ مچھلی پکڑ لیں۔ شیخ جمال الدین نے درویشوں کو کہا کہ اس ندی پر جا کر مچھلی پکڑ لو۔ چنانچہ وہ اُٹھکر ندی کے کنارے پہونچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام پانی مچھلی بنا ہوا ہے جس قدر ان سے ہو سکا پکڑ لی۔ شیخ صاحب نے درویشوں کو کہا۔ کہ اندر جا کر بیٹھو۔ اور آرام کرو ؛

پھر شیخ صاحب کی بزرگی کی نسبت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرد نے حج سے آ کر سلام کیا اور کہا کہ میں نے حج کیا ہے آپ طواف میں میرے ہمراہ تھے۔ شیخ صاحب نے للکارا۔ کہ اے نادان! کیا تو مردوں کی بات فاش کرتا ہے چپ رہ۔ کہ مردانِ خدا گودڑی میں ہوتے ہیں۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں کعبہ خود ہمارے پاس ہے۔ اگر مرد پائیں۔ تو مشرق سے مغرب تک کی ساری چیزیں دکھا سکتے ہیں اور پھر اپنے مقام پر آجاتے ہیں۔ ایک گھڑی نہ گذرنے پائی تھی۔ کہ اس مرد کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کہ آنکھ بند کر۔ آنکھ بند کی۔ تو اپنے تئیں معہ شیخ صاحب کوہ قاف پر اس فرشتے کے پاس پایا جو اس پہاڑ کا موکل ہے اور پھر اسی لحظہ اپنے مقام پر بھی آگئے۔ پھر اقراری ہوا۔ اور کہا۔ کہ واقعی درست کہا ہے۔ کہ مردانِ خدا کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ نماز کے وقت کوئی شخص شیخ جلال الدین کو نہ دیکھتا۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ نظر سے غائب ہو جاتے۔ آخر معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اسی وقت خانہ کعبہ میں جا موجود ہوتے۔ شیخ الاسلام یہی فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک جوگی پیر مجاہدہ کئے ہوئے دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آداب بجا لایا۔ آپ کی ہیبت کی وجہ سے سر زمین سے نہ اٹھا سکا۔ جب آپ کی نظر پڑی۔ تو غصے سے فرمایا۔ کہ سر اٹھا۔ ہاتھ بڑھا کر اٹھا۔ آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے اور کس طرح؟ جوگی مارے ڈر کے کچھ نہ کہہ سکا جب دو تین مرتبہ پوچھا۔ تو آہستہ سے عرض کی کہ آپ کی دہشت نے مجھ میں اس قدر اثر کیا ہے۔ کہ منہ سے بات نہیں نکل سکتی +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جوگی دعوےٰ سے ہمارے پاس آیا تھا۔ جب اس نے سر زمین پر رکھا۔ تو دل میں خیال آیا۔ کہ اس کا چہرہ زمین پر ہی رہے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا بہتیرا چاہتا تھا۔ کہ اٹھائے لیکن نہ اٹھا سکا۔ اگر اس جوگی کو بخشا نہ جاتا۔ تو قیامت تک اسی حالت میں رہتا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے جوگی سے پوچھا۔ کہ اپنے کام میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ عرض کی۔ کہ جوگی جب کمال کو پہنچتا ہے تو ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ فرمایا جلدی کر تاکہ ہم دیکھیں۔ جوگی اڑا آپ نے اپنی نعلین مبارک اس کے پیچھے پھینکی۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے وہ نعلین جوگی کے سر پر جس طرف جوگی اڑتا۔ وہ نعلین مبارک اس کے سر پر پڑتیں۔ فوراً نیچے اتر آیا۔ مان گیا اور کہنے لگا کہ جس شخص کی نعلین یہ برکت ہے وہ خود کیسا ہوگا۔ فوراً مسلمان ہو گیا۔ اور عارف باللہ بنا۔ اس وقت جوگی نے یہ بیان کیا۔ کہ جہاں میں جو نیک اور بد فرزند پیدا ہوتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ صحبت کرنا نہیں جانتے ہیں۔ الغرض ساری کیفیت اس نے بیان کی۔ ایک روز میں نے وہ ساری حقیقت شیخ الاسلام کی خدمت میں عرض کی۔ مسکرا کر فرمایا۔ مولانا نظام الدین یہ بات ہے تو اچھی۔ لیکن تیرے کس کام؟ اسی کو سلامت رہنے دو +

بعد ازاں اسی موقعہ پر ایک درویش معہ چند صوف پوش درویشوں کے بیت المقدس سے حاضر خدمت ہوا آداب بجا لایا۔ حکم ہوا بیٹھ جا۔ بیٹھ گئے۔ جس وقت وہ بزرگ شیخ الاسلام کے چہرہ مبارک کو دیکھتا سر نیچا کر لیتا۔ جب اس میں صبر و قرار نہ رہا۔ تو سر قدموں پر رکھ دیا اور عرض کی۔ فریدا جو دوستی کے فرزند آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ لیکن کیا تو اپنا وعدہ بھول گیا۔ یہ سُن کر وہ شرمندہ ہوا۔ کہ میں نے یہ کیا کیا۔ جب شرمسار ہوا۔ تو شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اے عزیز! نور کے مرد جہاں بیٹھتے ہیں۔ وہیں خانہ کعبہ ہوتا ہے۔ وہیں عرش اور کرسی۔ اور تمام مخلوقات اُس کے سامنے موجود رہتی ہے۔ اس درویش کو فرمایا۔ کہ آنکھ بند کر۔ جب بند کی تو حکم ہوا۔ کہ کھول۔ جب کھولی تو ٹھیک وہی ہوا۔ جیسا کہ شیخ الاسلام نے فرمایا تھا۔ وہ درویش نعرہ مار کر بیہوش ہو گیا۔ دیر بعد جب ہوش میں آیا۔ تو اقرار کیا۔ اور آپ سے کلاہ پائی۔ اور اسے سیوستان کی خلافت عنایت فرمائی۔ وہاں چلا گیا۔ بعد ازاں خشکی و تری کے مسافروں سے معلوم ہوا۔ کہ شیخ الاسلام ہر روز ایک مرتبہ بیت المقدس میں جایا کرتے تھے۔ اور جھاڑو کیا کرتے تھے۔ اور پھر اُسی وقت واپس چلے آتے +

بعد ازاں اپنے حال کی حکایت یوں بیان فرمائی۔ کہ میں بیس سال فکر میں رہا۔ اس بیس سال کے عرصے میں میں ہمیشہ کھڑا رہا۔ چنانچہ سارا خون پاؤں کی راہ رواں ہو گیا۔ اور بیس سال میں یہ عہد کر لیا کہ کبھی نفس کو سر و پانی نہ دونگا۔ اور نہ طعام کا لقمہ۔ شیخ الاسلام اسی حکایت میں تھے۔ کہ آپ کا ایک مرید شہاب الدین غزنوی آ کر آداب بجا لایا۔ حکم ہوا بیٹھ۔ بیٹھا۔ اس درویش کو والی لاہور نے تقریباً سو دینار دیکر شیخ الاسلام کی خدمت میں بھیجا۔ فرمایا۔ لا۔ اس نے پچاس دئے۔ اور باقی اپنے پاس رکھے۔ مسکرا کر فرمایا کہ شہاب تو نے اچھی تقسیم کی۔ درویشوں کے لئے ایسا کرنا اچھا نہیں۔ سخت شرمندہ ہوا۔ اور باقی کے دینار بھی حاضر خدمت کئے۔ فرمایا۔ اگر اس کام میں میں تجھے ترغیب دیتا تو اس کام میں شرمندہ ہوتا۔ اور آئندہ تو مردان خدا کے مقصد کو نہ پہنچ سکتا۔ فرمایا۔ از سر نو بیعت کر۔ کیونکہ اس بیعت میں خلل آ گیا ہے۔ جاؤ جس کو کلاہ دینی ہے دو۔ اب تیرا کام ختم ہو چکا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

پچیسویں ماہ شوال بروز دوشنبہ ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ شیخ بدر الدین غزنوی۔ مولانا بدر الدین اسحٰق۔ اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ ایک جوگی شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس روز اس سے میں نے پوچھا۔ کہ تم کس راہ جاتے ہو۔ اور تمہارے کام کا اصول کیا ہے۔ کہا مجھے اسی قدر علم ہے۔ کہ آدمی کے نفس کے لئے دو عالم ہیں۔ ایک عالم علوی۔ دوم عالم سفلی۔ چوٹی سے ناف تک عالم علوی ہے۔ اور ناف سے قدموں تک عالم سفلی ہے +

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ واقعی ایسا ہی۔ جیسا کہ وہ بیان کرتا

ہے۔ لیکن عالم علوی میں صدق و صفا۔ اخلاق حمیدہ اور نیک معاملہ ہے۔ اور عالم سفلی میں تمام گندگی اور ناپاکیزگی۔ پارسائی اور زہد ہے۔ پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اِن کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی ہے۔

پھر فرمایا۔ جو اس راہ میں اللہ تعالےٰ کی دوستی کا دعویٰ کرے اور دُنیا کی محبت اُس کے دل میں ہو۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ تواریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ تین وقت نزولِ رحمت ہوتا ہے۔ اول سماع کے وقت۔ دوم طاعت کی نیت سے کھانا کھاتے وقت۔ سوم درویشوں کے حالات دریافت کرتے وقت۔ یہ تقریر کر چکنے کے بعد آپ کی خدمت میں چھ سات درویش جو سب کے سب خورد سال، صاحب نعمت اور خواجگان چشت کے خانوادے سے تھے حاضر ہوئے۔ عرض کی۔ کہ ہم میں سے ہر ایک کی حقیقت ہے وہ بندہ سُن لیں۔ مجھے اور مولانا بدر الدین کو فرمایا کہ اِن کا ماجرا سُن لو۔ اُنہوں نے بیان کرتے وقت تعظیم کے ایسے الفاظ استعمال کئے۔ کہ ان کی خوش تقریری سے ہم دونوں آبدیدہ ہو گئے۔ اور آپس میں کہا۔ کہ شاید یہ فرشتے ہیں۔ جو ہماری تعلیم کے لئے آئے ہیں۔ تاکہ باہمی فیصلہ اس طرح کیا جائے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے یہ حکایت سُنی۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ مرد سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ یعنی ناراضگی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب لوگ کھانا کھائیں۔ تو چاہئے۔ کہ طاعت کو ثابت کریں۔ کیونکہ طاعت کے لئے کھانا کھانا بھی طاعت ہے۔ اور ہوائے نفسانی کے لئے کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

پھر فرمایا۔ کہ راحۃ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک درویش کی کٹیا دجلہ کے کنارے تھی۔ چند سال وہاں رہا۔ ایک درویش اُس کے پاس آیا۔ پہلے درویش نے کھانا تیار کر کے اپنے اہل و عیال کو بلایا۔ اور کہا کہ یہ کھانا اس درویش کو دو۔ عورت نے کہا کہ راہ میں کشتی تو ہے نہیں میں پار کس طرح جاؤنگی۔ درویش نے کہا۔ کنارے پہنچ کر یہ کہنا۔ کہ اس درویش کی حرمت سے جس نے ان تیس سالوں میں صحبت نہیں کی مجھے راہ دے۔ وہ راستہ دے دیگا۔ عورت یہ سُنکر متعجب ہوئی۔ کہ اتنے فرزند پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ ایسی بات کیوں کہتا ہے۔ آخر جانا باندھ کر روانہ ہوئی۔ اور دریا کنارے پہنچ ویساہی کہا۔ پانی پھٹ گیا اور اس نے پار جا کر کھانا درویش کے سامنے رکھا۔ درویش نے کھانا کھا کر کہا۔ جاؤ۔ عورت حیران ہوئی۔ کہ اب واپس کس طرح جاؤں۔ درویش نے پوچھا۔ کہ آئی کس طرح تھی۔ عورت نے سارا ماجرا بیان کیا۔ درویش نے کہا۔ اب دریا کنارے جا کر یہ کہنا کہ اس درویش کی حرمت سے جس نے ان تیس سالوں میں کھانا نہیں کھایا راہ دے۔ دریا کنارے پہنچ ویساہی کہا۔ رستہ مِل گیا۔ اور پار اپنے خاوند کے پاس پہنچی۔ کہا کہ ان دونوں جھوٹ کی وجہ

بیان کرو۔ اس نے کہا ہم دونوں نے سچ کہا ہے۔ اس واسطے کہ میں نے ہوائے نفسانی سے صحبت نہیں
کی۔ بلکہ حق تعالیٰ کے لئے۔ اور درویش نے بھی ہوائے نفسانی سے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ طاعت
کی قوت کے لئے۔

بعد ازاں بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ خواجہ عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ پست قد تھے۔ اور
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے کنیفہ العلم یعنی کا تھیلا۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے۔ کہ پست قد تھے۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر تھا۔ میرا ایک ہم خرقہ ریکس
نام آیا۔ اور آداب بجا لایا اور عرض کی۔ کہ میں نے آج خواب میں دیکھا ہے۔ کہ ایک گنبد ہے جس کے
گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کہ گنبد میں کون ہے۔ کہا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور
جو آمد و رفت کرتا ہے وہ خواجہ عبداللہ مسعود ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کرنا۔ کہ میں پابوسی کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ مسعود
اندر جا کر باہر نکلے۔ اور فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ تو اس لائق نہیں۔ کہ
میری زیارت کر سکے۔ لیکن ہاں بختیار کاکی کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا۔ کہ ہر رات جو تحفہ تم بھیجا کرتے
تھے وہ پہنچتا تھا۔ لیکن آج رات نہیں پہنچا۔ خدا خیر کرے۔ پھر شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا
کہ شیخ الاسلام قطب الدین ہر رات تین ہزار مرتبہ درود پڑھتے تو پھر سوتے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام قطب الدین اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے مجاہدہ کی بابت فرمایا۔ کہ بیس
سال تک عبادت الٰہی میں نہ سوئے اور نہ ہی لیٹے۔ پھر فرمایا کہ درویش کے لئے خواب حرام ہے اس
واسطے کہ جب درویشی ہے۔ تو خواب و آرام حرام ہو جاتی ہے۔ ایک روز شمس دبیر نے مطول
لا کر پڑھنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ کر پڑھو۔ جوں جوں پڑھتا تھا۔ آپ اس کے معنے
بیان فرماتے تھے۔ اور بعض جگہ اصلاح بھی فرماتے۔ جس سے شمس دبیر بہت ہی خوش ہوا۔ اسی اثناء
میں شیخ الاسلام نے پوچھا۔ کہ تیرا مدعا کیا ہے۔ عرض کی۔ کہ میری والدہ بڑھیا ہے۔ میں اس کی پرورش
میں رہتا ہوں۔ اور معاش کی تنگی ہے۔ آپ نے فرمایا بازار سے شکر لے آ۔ الغرض شمس دبیر گیا۔ اور
چند ایک چیتل لے آیا۔ اس میں ایک چیتل کم و بیش پچیس چیتل کے برابر تھا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا
کہ اسے بانٹ دو۔ ہر ایک کو ایک چیتل کے قریب ملا اور مجھے چار چیتل کے قریب عنایت
فرمایا۔ شیخ الاسلام نے دعا فرمائی۔ اس کے رزق میں وسعت ہو۔ چنانچہ چند ہی روز میں سلطان
غیاث الدین کے ہاں دبیر گیا۔ اور اس کا کام بن گیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

پندرھویں تاریخ ماہ مذکور سنہ ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ والی اجودھن نے اپنے

نوکروں کے ہاتھ دو گاؤں کا حکمنامہ اور بائیس بوریاں نقدی کی شیخ الاسلام کی خدمت روانہ کیں جب پہنچے تو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ اور وہ مال وغیرہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے شروع سے اب تک اس قسم کا مال کبھی سے قبول نہیں کیا۔ اور نہ ہی ہمارے خواجگان کی یہ رسم ہے۔ اسے واپس لے جاؤ۔ کیونکہ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ انہیں دو۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے اس کے مناسب حال یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین رحمۃ علیہ نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ جو ملتان کی طرف آ رہا تھا۔ چار گاؤں کی ملکیت کا حکمنامہ اور کچھ نقدی بطور نیاز میرے پاس بھیجی۔ جن میں سے چاروں گاؤں میرے لئے تھے۔ اور نقدی درویشوں کیلئے میں نے مسکرا کر کہا۔ کہ اسے لیجاؤ۔ اس کے طالب اور بہت ہیں انہیں دو۔ ہمارے خواجگان اور مشائخ نے اس قسم کی چیزیں قبول نہیں فرمائیں۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ اگر ہم اس قسم کی چیزیں لیں۔ تو ہمیں شیخ نہیں کہینگے۔ بلکہ مالدار کہیں گے۔ اور کہینگے کہ یہ گاؤں کا مالک ہے۔ پھر یہ منہ درویشوں کو کس طرح دکھائینگے۔ اور ان میں کس طرح کھڑے ہونگے۔ اسے لے جاؤ اور دوسروں کو دے دو۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ وزیر سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ معہ سلطانی لشکر آ پہنچا۔ کہ بادشاہ نے چھ گاؤں کی ملکیت اور کچھ چیز بطور نذر بھیجی ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اگر ہمارے خواجگان قبول کرتے۔ تو ہم بھی کرتے اگر آج ہم ان متابعت نہ کریں۔ تو قیامت کے دن انہیں کیا منہ دکھائینگے۔ بہر حال اسے لیجاؤ کیونکہ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ جو کلاہ پوش ہیں ؛

پھر مشارق الانوار کی حدیثوں کی بابت ذکر شروع ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ جو حدیثیں مشارق الانوار میں لکھی ہیں۔ اور جو تعداد میں تیس ہزار ہیں۔ سب صحیح ہیں۔ اس کتاب میں سب موافق لکھی گئی ہیں۔ قیامت کے دن ان کی تصحیح کی بابت مصنف اور اللہ تعالےٰ کے درمیان گفتگو ہوگی ؛

مولانا رضی الدین اصفہانی رح کی بزرگی کی بابت فرمایا۔ کہ اگر مولانا کو دو حدیثوں میں مشکل پیش آتی اور خلقت کے ساتھ نزاع ہوتی۔ تو اس نزاع میں خواب کے اندر وہ حدیثیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کرتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کو صحیح فرماتے ؛

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی۔ اس وقت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کھڑا کر لیا۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی۔ تو عبداللہ بن عباس اپنے مقام سے پیچھے ہٹ گئے آنحضرت صلعم نے نماز توڑ اس کا ہاتھ پکڑ پھر اپنے برابر کر لیا۔ اور پھر نماز شروع کی۔ پھر عبداللہ بن عباس رض پیچھے ہٹے۔ پھر آنحضرت صلعم نے ویسا ہی کیا۔ چنانچہ دو تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم

کرامت کسی کے پاس ظاہر نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے۔ کہ نماز کی اذان ہوئی۔ نماز
میں مشغول ہوئے۔ میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذالک +

بیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ بدرالدین غزنوی اور دو درویش
عزیز حاضر خدمت تھے۔ اور بابت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عدل کے بارے میں بات
تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آنجناب کے عدل کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اسلام قبول کیا۔ تو بلال
رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ کہ مسجد کے منارے پر چڑھ کر اذان دو۔ اور خود تلوار سونت لی۔ اس روز ہزاروں کافروں
کو معلوم ہوا۔ کہ عمر بن الخطاب نے اسلام قبول کیا ہے جس سے کفر کے کام میں خلل واقع ہوا +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ایک راہ سے گذر رہے تھے چھاچھ بیچنے
والی راہ میں کھڑی رو رہی تھی۔ اس نے کہا۔ کیا یہ جائز ہے۔ کہ تیرے عہد میں زمین میری چھاچھ پی جائے
فرمایا۔ اے زمین! اس بڑھیا کی چھاچھ دیدے۔ ورنہ اسی درے سے تیری خبر لونگا۔ ابھی یہ بات
اچھی طرح نہ کہنے پائے تھے۔ کہ زمین پھٹ گئی۔ اور اس میں سے ساری چھاچھ باہر آگئی۔ جسے اس
چھاچھ بیچنے والی نے برتن میں ڈال لیا +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خطیرہ میں بیٹھ کر خرقہ بخیہ کر رہے تھے۔ آپ کی پشت مبارک سورج کی طرف
تھی۔ جب دھوپ نے اثر کیا۔ تو پھر کر غضب کی نگاہ سے دیکھا۔ فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ سورج سے روشنی
چھین لو۔ اس نے عمر کی پیٹھ کیوں گرم کی۔ فرشتوں نے روشنی لے لی۔ تو سارا جہان تاریک ہو گیا۔ ان
دنوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم زندہ تھے۔ از حد غمناک ہو کر فرمایا۔ شاید قیامت برپا ہوئی ہے۔ جو
آفتاب سے روشنی چھین گئی ہے۔ اسی ثنا میں جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قیامت قائم نہیں ہوئی۔ بلکہ آفتاب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیٹھ گرم ہوئی تھی۔ جنہوں نے غضب
کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ سو اسی وقت اس سے روشنی ہم نے چھین لی۔ اگر حضرت عمر رضہ اس
کا قصور معاف کر دیں۔ تو ہم روشنی واپس دینگے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رض کو بلا کر پوچھا
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ ہاں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے ہی غضب کی نگاہ
سے دیکھا تھا۔ لیکن اب میں نے بخشا۔ فوراً آفتاب کو روشنی واپس ملی۔ اور پہلے کی طرح روشن ہو گیا +

پھر فرمایا۔ ایک مرتبہ قیصر روم کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ تو مال کیوں نہیں بھیجتا۔ اس نے عذر
کیا کہ اگر قاصد کو لائق پائینگے تو ہم بھیجینگے۔ ورنہ نہیں۔ جب قیصر روم کے قاصد مدینہ منورہ میں
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ پوچھا۔ کہاں ہیں۔ جب خطیرہ میں پہنچے۔ تو دیکھا کہ خرقہ کو بخیہ کر رہے
ہیں۔ انہوں نے سلام کیا۔ آپ روشن ضمیری کے سبب معلوم کر گئے۔ پوچھا مال دیتے ہو۔ انہوں نے کہا۔
وہ نہیں دیتے۔ درہ پاس پڑا تھا۔ اٹھا کر فرمایا۔ ٹھہرو! میں نے قیصر روم کو پکڑ لیا۔ وہ سب حیرت زدہ رہ گئے

اثنا میں انہوں نے سُنا۔ کہ قیصر روم تخت پر بیٹھا دربار عام کر رہا تھا۔ کہ اتفاقاً دیوار پھٹی۔ اور ایک ہاتھ صد درد نمودار ہوا جس سے قیصر کا سر کٹ گیا۔ قاصدوں نے جو کیفیت دیکھی تھی۔ بیان کی۔ پھر اسقدر ان پر ہیبت چھائی جسکی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور کئی ہزار کافر مسلمان ہوئے۔ الحمد للہ علی ذٰلک +

پنجشنبہ ماہ مذکور دعاگو کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بات دنیا کی ترک کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ بزرگانِ دین میں سے کوئی سطح آب پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے۔ کہ پروردگار! فلاں شخص سے گناہ کبیرہ ہو رہا ہے۔ اسے توبہ نصیب کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی آموجود ہوئے۔ اور پوچھا میرے بزرگوار بھائی! جو قصور مجھ سے ہوا ہے اُسکا پتہ دے تاکہ میں اس سے توبہ کروں۔ کہا تو نے فلاں جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ اور تُو اس کے سائے میں آرام کرتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے کہ میں نے یہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں درخت لگایا ہے۔ خضر علیہ السلام نے اُسی وقت توبہ کی۔ اس بزرگ نے درحقیقت دنیا کی ترک کے معنی خضر علیہ السلام کو سمجھائے۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ تیری کیا حالت ہے۔ اور کس طرح گذارا کرتا ہے۔ کہا۔ میری تو حالت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے دیدیں اور کہیں کہ اس کا حساب تجھ سے نہیں لیا جائیگا۔ اور یہ بھی کہیں کہ اگر تو دنیا کو قبول نہیں کریگا۔ تو تجھے دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ تو بھی میں دوزخ میں پڑنا قبول کر لونگا۔ مگر دنیا کو قبول نہیں کرونگا۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ کیوں؟ کہا۔ اسواسطے کہ اس پر حق تعالےٰ کا غضب ہے اور جسے اللہ تعالےٰ دشمن رکھتا ہے اُسے میں بھی دشمن ہی سمجھتا ہوں۔ اور اس کی بجائے دوزخ قبول کروں گا۔ لیکن دنیا قبول نہ کرونگا +

پھر اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ کہ انسان کو ہر حال میں یاد الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک شخص نے صاحب نعمت درویش سے درخواست کی۔ کہ جب تم اللہ تعالےٰ کو یاد کرے۔ اُسوقت میرے حق میں بھی دعا کرنا۔ اُس نے کہا۔ وہ ساعت بڑی عجیب ہوگی۔ کہ مجھے تو یاد آئے +

پھر عقل اور علم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کتاب [illegible] پڑی تھی۔ اور اس میں لکھا تھا کہ اللہ تعالےٰ کو بندوں سے دو طرح کی محبت ہے۔ ایک ظاہری دوسری باطنی۔ ظاہری تو علم ہے اور باطنی عقل ہے۔ اسواسطے کہ اگر علم ہے اور عقل نہیں۔ تو اُسے علم کچھ فائدہ نہ دیگا +

پھر فرمایا۔ کہ آثار التابعین میں لکھا ہے۔ کہ جو چیز حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ وہ موجودات کا علم ہے۔ جو جبرائیل علیہ السلام نے پہنچایا۔ وعلم اٰدم الاسماء کلہا ثم عرضہم علی الملٰئکۃ۔ جب عقل اور علم دونوں اس کے لئے پیش کئے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے کہ ان میں سے کونسی چیز قبول کروں۔ پس اس نے عقل کو قبول کیا۔ اسواسطے کہ سوچا کہ عقل سے علم بھی

حاصل کر سکوں گا۔

پھر فرمایا۔ کہ مہتر سلیمان صلوٰۃ اللہ علیہ کو مصحف میں فرمان ہوا۔ کہ تمام عاشقوں اور محبوں پر واجب ہے۔ کہ چار گھڑیوں سے غافل نہ ہوں۔ اوّل وہ ساعت کہ اپنے پروردگار سے مناجات کرے۔ نماز میں شروع سے لیکر آخیر تک غافل نہ رہے۔ دوسرے اس وقت جبکہ اپنی طرف خیال کرے کہ کس قسم کے گناہ میں گرفتار ہوں۔ اور کیا کھا رہا ہوں۔ اور کس کام میں مشغول ہوں۔ تیسرے جس وقت بھائی کے پاس بیٹھے۔ اور اس کا کوئی عیب دیکھے۔ تو اس عیب کو لوگوں پر ظاہر نہ کرے۔ چوتھے جس وقت نہ کچھ کھائے۔ اور نہ سوئے۔ اور نیک کام کرے اور برے آدمیوں کی صحبت میں نہ بیٹھے۔

پھر فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ بیشک عقل اور علم ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ کیونکہ عقل کے لئے علم ضروری ہے۔ اور علم کے لئے عقل۔ پس آدمیوں سے سب سے اچھا وہی ہے جو اپنے تئیں پہچانے۔ اس صورت میں عقل مختار رہے۔

پھر فرمایا۔ کہ نوارنج میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ ہر چیز کی نہایت اور عبادت کی نہایت عقل ہے۔ اس واسطے کہ بغیر علم کے عبادت کرنا فضول تکلیف ہے۔ اور علم بغیر عقل کے مفت کی سردردی۔ قیامت کے دن کی حجت بھی یہی عقل ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ ہر آیت اور حدیث سے ہزار مسئلہ استخراج کرتے ہیں۔ یہ کس چیز کی مدد سے کرتے ہو۔ فرمایا۔ کہ عقل کی مدد سے۔ اگر عقل نہ ہوتی۔ تو شرع کا ایک مسئلہ بھی اخراج نہ کر سکتا

شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ عقل سب سے شریف چیز ہے۔ اس واسطے کہ اگر عقل نہ ہوتی۔ تو معرفت الٰہی کا علم بھی نہ ہوتا۔

بعد ازاں نماز کی اذان ملی۔ تو شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پچیسویں بادشاہی قدسہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت علم اور عقل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک روزے نماز اور حج وغیرہ سب سے افضل عبادت علم ہے۔ پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ علم وہ علم ہے جس کو اہل جہان نہیں جانتے۔ اور زہد وہ زہد ہے جس کی زاہدوں کو خبر نہیں۔ تمام ان دونوں سے جو بہتر ہے۔ مرد کو چاہئے۔ کہ ان دونوں سے درگذر رہے۔ اور دل ہٹائے۔

پھر فرمایا۔ اگر لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہو جائے۔ تو تمام کام چھوڑ کر تحصیل علم میں مشغول ہو جائیں۔ سو سنئے کہ علم نیک ایسا بادل ہے جو باران رحمت کے سوا نہیں برستا۔ پس اس بادل کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز ایک ہی جگہ تھے فرمایا کہ علم ایک ایسا نور ہے۔ جو پاک شیشے میں چمکتا ہوا ہے۔ جس سے تمام آسمان و عالم ملکوت روشن ہیں۔ جو شخص علم میں مشغول ہے۔ اُسے تاریکی کا کیا ڈر ہے کیونکہ اُسکے لئے تمام جہان روشن ہے +

پھر فرمایا کہ علماء زمانہ غافل ہیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ گاہ بنایا ہوا ہے اور شہرت کو حصیل سمجھ رکھا ہے۔ پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ اب وہ قوت و برکت کہاں رہی ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ علماء کی بات یہ کہتا ہے۔ کہ قیامت کے دن ان علماء کے لئے جو اہل دنیا میں مشغول تھے۔ اور علم کا کام نہیں کرتے تھے۔ حکم ہوگا۔ کہ ان کے گلوں میں آگ کے طوق پہنا کر دوزخ میں لیجایا جائے +

پھر فرمایا کہ یہ علماء وہ ہیں۔ جو ظاہر میں پارسائی دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن باطن میں اُنکا عمل ٹھیک نہیں۔ اور مکر و حیلے سے دُنیا کو لوٹتے ہیں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ راحۃ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص علم کے کام میں مست ہو جائے۔ اور اس پر عمل کرے۔ تو اللہ تعالے اسے اس قسم کی توفیق عنایت کرتا ہے۔ کہ حق اور باطل میں تمیز کر سکے۔ اور نیک اور بد میں فرق کر سکے۔ اور حلال اور حرام کو پہچان سکے +

پھر فرمایا۔ کہ علم کی کئی قسمیں ہیں۔ درحقیقت علم وہ ہے جسے نبوی علم کہتے ہو۔ اور نبوی علم آسمانی ہے۔ جو اللہ تعالے کی طرف سے بذریعہ وحی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچا +

پھر معرفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جس شخص کو اپنی شناخت حاصل نہیں۔ وہ حرص و ہوا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر اپنے آپ کو پہچان لے۔ تو دوسروں سے گفتگو نہ کرے۔ جس کو اللہ تعالے سے محبت ہے۔ اس کے پیش اگر اٹھارہ ہزار عالم بھی کئے جائیں تو بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا +

بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اہلِ معرفت وہ لوگ ہیں۔ اگر عرش سے تحت الثرٰی تک بلکہ مقرب فرشتے جبرائیل۔ میکائیل۔ اور اسرافیل جیسے بھی بغلوں میں لائے جائیں۔ تو معرفت والے کے سوا کسی کو موجود خیال نہ کریں۔ اور نہیں ان کے آنے جانے کی خبر بھی نہ ہو۔ اگر اس کے برخلاف ہے۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے نہ کہ اہلِ معرفت +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالے کسی بندے کو دوست بنانا چاہتا ہے۔ تو اس پر ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور حیرت اور دہشت کی منزل میں لاتا ہے۔ جو اُس کی عظمت اور بزرگی کا مقام ہوتا

ہے۔پس وہ شخص اللہ تعالیٰ کی حفظ وحمائیت میں ہوتا ہے +

بعدازاں فرمایا۔کہ ایک روز شیخ الاسلام سنجری قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا فرمایا۔کہ اہل معرفت کو توکل ہوتا ہے۔اور وہ توکل علوی علم اور شوق کی وجہ سے ہوتا ہے پس جو شخص یہ مقام سیر ہوتا ہے اسوقت اگر آگ میں بھی جلا دیں۔تو اسے خبر نہیں ہوتی۔ بعد ازاں فرمایا۔کہ اہل معرفت کا گفتگو کا دعوے اسوقت درست ہوتا ہے کہ پہلے اپنے تئیں خلقت کو معرفت کا نہ دکھائیں اور جو لوگ محبت کا دعوے کریں۔انہیں کرامت کی قوت سے قتل کریں +

پھر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت حکائیت بیان فرمائی۔کہ رحلت کے وقت آپ کی خدمت میں صرف ایک مرید حاضر تھا۔ وہ مرید بیان کرتا ہے کہ جب آپ نے اس جہان سے رحلت فرمائی۔تو آپ مسکرا رہے تھے۔میں نے پوچھا کہ آپ تو مردہ ہیں۔مسکرانے کیوں ہیں فرمایا۔عارفوں کا یہی حال ہوتا ہے +

بعدازاں فرمایا۔کہ عشق ومحبت میں ٹھیک وہی شخص ہے کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی چیز اُسے یاد نہ آئے +

پھر فرمایا۔کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ قطب الدین بختیار اوشی علیہ الرحمۃ کی زبانی سُنا ہے کہ عقل کے درخت کو سوچ بچار کا پانی دینا چاہیئے۔تاکہ خشک نہ ہو جائے۔اور پھلے پھولے اور غفلت کے درخت کو جہالت کا پانی دیں۔تاکہ بڑھے۔توبہ کے درخت کو ندامت کا پانی دیں۔تاکہ بڑھے۔اور محبت کے درخت کو موافقت کا پانی دیں۔تاکہ اسکی نشو ونما ہو +

بعدازاں فرمایا۔کہ خواجہ معین الدین سنجری کے واقعات کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ جب رات آپ نے رحلت فرمائی۔کئی سو مرتبہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔جو فرماتے تھے کہ اللہ تعالے کا دوست معین الدین سنجری آئیگا۔اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں جب خواجہ صاحب انتقال فرما گئے۔تو آپ کی پیشانی پہ لکھا تھا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" شیخ الاسلام اسی حکائیت میں تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔خواجہ صاحب نماز میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے +

بارھویں ماہ ذیقعد ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اور مولانا بدرالدین غزنوی شیخ بدرالدین ہانسوی اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ دُنیا کے ترک کرنے کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جس روز سے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اسے دشمنی کی نگاہ سے دیکھتا ہے +

پھر فرمایا کہ حضرت امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔کہ میں دو چیزوں سے بڑا

ڈرتا ہوں - ایک درازی امل سے - دوسرے ہوائے نفسانی کی متابعت سے - اسواسطے کہ نفس بندے کو یاد حق سے باز رکھتا ہے - اور درازی امل آخرت کو فراموش کر دیتی ہے +

پھر فرمایا - بزرگی میں ایک بزرگ تھا - اس سے پوچھا - کہ دُنیا ہماری طرف پیٹھ کرتی ہے اور آخرت چہرہ - ان میں سے کونسی پسند کرنی چاہئے - فرمایا آخر کو بہت کر دو تاکہ تمہارے کام آئے - جو آج یہاں بناؤ گے - وہ کل وہاں نہیں بنا سکو گے +

پھر فرمایا - کہ خواجہ عبداللہ سہیل تستری نے اپنا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دیا - خاندان اور دوسرے لوگوں نے طعن کیا - کہ تو نے تو ضروریات کے لئے بھی نہ رکھا - فرمایا ذخیرہ کرنیکی کیا ضرورت ہے +

پھر فرمایا - کہ اسرار عارفین میں لکھا دیکھا کہ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حکمت آسمان سے نیچے اُترتی ہے - تو اس دل میں قرار نہیں پکڑتی جس میں یہ چار خصلتیں پائی جاتی ہوں - اوّل دُنیا کی حرص - دوسرے اس بات کی فکر کہ کل کیا کرونگا - تیسرے مسلمانوں کے ساتھ بغض اور حسد - چوتھے شرف وجاہ کی دوستی - اگر ان چار میں سے ایک بھی ہو - تو بھی وہاں قرار نہیں پکڑتی +

پھر فرمایا - کہ میں اور بھائی بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی جگہ تھے - زہد کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی - فرمایا - کہ زہد اور درویشی تین چیزوں کا نام ہے - جس میں تین چیزیں ہیں اُس میں زہد ہے - وہ یہ ہیں - اوّل دُنیا کو پہچاننا اور اس سے دست بردار ہونا - دوسرے اہل خانہ کی خدمت کرنا - اور ادب ملحوظ رکھنا - تیسرے آخرت کی آرزو کرنا - اور اُس کی طلب کی کوشش کرنا +

بعد ازاں فرمایا - کہ ہمارے خواجگان سے خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن دُنیا کو آراستہ کیا جائیگا - اور وہ میدان قیامت میں ٹہلیگی - اور اپنی خوبی اور زینت دکھائیگی - اور کہیگی کہ پروردگار! مجھے اپنے کسی بندے کے لائق بنا دو - آواز آئیگی - کہ میں تجھے بھی پسند نہیں کرتا - اور انہیں بھی نہیں جو تیری پیروی کرتے ہیں - پس دنیا کو نیا میٹ کر دیا جائیگا - پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا - کہ دُنیا کو ترک کر دے - تاکہ قیامت کو تو دوزخ میں نہ جائے +

پھر فرمایا - کہ میرے پاس اسقدر فتوح آتی ہیں - کہ اگر انہیں جمع کروں - تو خزانے ہو جائیں لیکن جو کچھ آتا ہے - راہِ خدا میں صرف کرتا ہوں +

پھر فرمایا - کہ خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز شرح اولیا میں لکھتے ہیں - کہ تمام دنیا کو ایک مکان میں جمع کریں - تو اُس کی چابی دُنیا ہے جو زاہد ہے وہ اس گھر اور چابی کی پروا نہیں

کرو۔ کیونکہ تمام برائیاں خباثت پیدا ہوتی ہیں۔ بعد ازاں امر زنا کی تفسیر پر بات پڑی تھی۔ اس میں سے روایت دیکھی۔ کہ "نجی المخففون وھلک المثقلون" کہ ہلکے بوجھ والے نجات پا جائیں گے اور بھاری بوجھ والے ہلاک ہونگے ✦

بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بزرگ ہے پس جب یہ بات ہے۔ تو پھر لوگ کیوں ایسی نعمت سے اپنے تئیں محروم رکھتے ہیں۔ اور کیوں اپنی ساری عمر اسکے فکر اور ذکر میں صرف نہیں کرتے ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ کہ دوست کا نام سنتے ہی جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسرار التابعین میں آیا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک درویش ... تک ایک جنگل میں عالم تفکر میں رہا۔ اچانک غیب سے آواز آئی۔ ... درویش ... سنا۔ تو نعرہ مار کر گر پڑا۔ جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ جان خدا کے حوالے کی ہے ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر اہل سلوک دم بھر بھی یاد الٰہی سے غافل ہو جائیں۔ تو وہ جانتے ہیں کہ ہم مُردے ہیں۔ اگر ہم زندہ ہوتے۔ تو یاد حق ہم سے فوت نہ ہوتی ✦

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ بغداد میں ہر روز ایک ہزار مرتبہ ذکر الٰہی کیا کرتے۔ ایک روز ناغہ ہو گیا۔ تو عالم غیب سے آواز آئی۔ کہ فلاں کا بیٹا فلاں نہیں رہا۔ چنانچہ سب اہل شہر یہ آواز سنکر اُس کے گھر آئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ صحیح سلامت بیٹھے ہیں۔ دنگ رہ گئے۔ اور معافی مانگی۔ اُس بزرگ نے مسکرا فرمایا کہ در اصل تم سچے ہو۔ واقعی ایسی ہی مجھو جیسے آواز آئی تھی۔ کیونکہ مجھ سے میرے وظیفے میں ناغہ ہو گیا ہے۔ اس لئے عالم غیب سے آواز آئی ہے۔ کہ فلاں کا بیٹا فلاں نہیں رہا ✦

پھر فرمایا۔ کہ زبان پر ذکر مولیٰ کا رکھنا ایمان کی نشانی۔ نفاق سے بیزاری شیطان سے حفاظت اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ کی صورت ہے ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شرح مشائخ میں لکھتے ہیں۔ کہ جب مومن ذکر الٰہی سے منہ کھولتے ہیں تو آسمان سے آواز آتی ہے۔ کہ اُٹھکر خوشی کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں ✦

پھر فرمایا۔ کہ سیوستان میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا۔ جو تمام عمر بجز اس کے سوائے ذکر کے کچھ بات نہ کرتا تھا۔ چونکہ سعادت ابدی ذکر میں رکھی گئی ہے۔ اس لئے انسان کو دن رات بیٹھتے اُٹھتے۔ سوتے جاگتے۔ پاکیزگی اور پلیدی کی حالت میں یاد الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہئے مگر قضائے حاجت کے وقت ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک بزرگ ایسا تھا۔ کہ اگر کسی کو حدیث میں کچھ مشکل پیش آ جاتی۔ تو وہ

کر دیتا۔ ایک روز داڑھی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ داڑھی کو کنگھی کرنا سنت نبوی ہے اور نیز دوسرے پیغمبروں کی بھی سنت ہے۔ جو شخص رات کو وقت داڑھی کو کنگھا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے کبھی مفلسی نہیں دیتا۔ اور اس کی داڑھی میں جتنے بال ہوتے ہیں۔ ہر بال کے بدلے ہزار غلام کی آزادی کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہیں۔ جو ثواب کنگھا کرنے میں ہے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ تو باقی تمام عبادتیں چھوڑ کر اسی میں مشغول ہو جائیں۔ پھر فرمایا کہ ایک ہی کنگھی دو شخصوں کو استعمال نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس سے جدائی پڑتی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت نے دو بچے جنے جو آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی۔ تو سوچ میں پڑ گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے پیغام دیا۔ کہ ایک ہی کنگھی دونوں کے لئے استعمال کرو۔ انشاء اللہ جدا ہو جائینگے۔ فرمایا جو کر ایسا ہی کرو۔ چند روز بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے +

بعد ازاں نماز با جماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس بارے میں بہت ہی غلو کیا فرمایا کہ اگر دو شخص کہیں اکٹھے ہوں۔ تو نماز با جماعت ادا کرنی چاہئے۔ اگرچہ وہ آدمیوں کی جماعت تو نہیں ہوتی۔ لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ اگر صرف دو ہوں تو ایک صف میں کھڑے ہونا چاہئے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں لاہور جا رہا تھا۔ کہ ایک بزرگ صاحب نعمت کو دیکھا جب ملاقات ہوئی۔ تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ لوگوں کو ذکر الٰہی چھ باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اوّل ایسی حالت کو پہنچ جائے۔ کہ اللہ تعالےٰ کو یہ خیال کرے۔ کہ وہ دل کو دیکھ رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسے گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ جو شخص ذکر کے وقت گناہوں کی فکر میں رہے سمجھو کہ اللہ تعالےٰ نے اُسے دور پھینک دیا ہے۔ تیسرے ذکر الٰہی کی کثرت کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کی دوستی کو دل میں جگہ دے۔ چوتھے جب کوئی شخص اللہ تعالےٰ کو یاد کرتا ہے۔ تو وہ اُسے دوست بنا لیتا ہے۔ پانچویں جو ذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہے۔ وہ دیو پری کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ چھٹے قبر میں اللہ تعالیٰ اس کا مونس ہوتا ہے +

پھر فرمایا۔ کہ کوئی ذکر کلام الٰہی سے بڑھ کر نہیں۔ اسے پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ اس کا پھل تمام طاعتوں سے بڑھکر ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ توریت میں سورۂ ملک کا نام مانعہ ہے۔ اور فارسی میں مانعہ کہتے ہیں اس سے قبر کا عذاب اٹھ جاتا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ خبر میں مسطور ہے۔ کہ جو شخص رات کو سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے۔ گویا اس نے شب قدر

پالی ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ بغداد میں ایک بزرگ اللہ اللہ بہت کرتا تھا۔ ایک روز راستہ گذرتے ہوئے اُس کے سر پر لکڑی لگی جس سے خون بہ نکلا۔ خون کے ہر قطرے سے زمین پر اللہ کا نقش بن گیا۔ واقعی جو شخص جسطرح کسی کام میں مرتا ہے اُن کام میں اُسکا حشر ہوتا ہے +

بعد ازاں دُعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ فتاوے کبرے میں لکھا دیکھا ہے کہ ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لیس شئی اکرم عند اللہ من الدعاء" اللہ تعالے کے نزدیک دُعا سے بڑھکر کوئی چیز بڑی نہیں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ آپ قوت القلوب میں لکھتے ہیں "ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء" یعنی اللہ تعالے ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو دعا بہت کرتے ہیں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں اور بھائی بہاؤالدین زکریا مُلتان میں اکٹھے تھے۔ ایک بزرگ صاحب نعمت بھی وہاں پر موجود تھا۔ دعا کے بارے میں جب گفتگو ہوئی۔ تو اس بزرگ نے فرمایا جو شخص چار چیزیں چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالے اُس سے چار چیزیں اُٹھا لیتا ہے۔ اوّل جو زکوٰۃ چھوڑے اللہ تعالے اُس سے مال اُٹھا لیتا ہے۔ جو صدقہ اور قربانی نہ دے۔ اللہ تعالے اُس سے آرام اُٹھا لیتا ہے۔ جو نماز کو ترک کرتا ہے۔ اللہ تعالے موت کے وقت اُس سے ایمان چھین لیتا ہے۔ جو دعا نہیں کرتا۔ اللہ تعالے اُس کی دُعا قبول نہیں کرتا +

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں ایک شخص کو حکومت کے بھوکے شیر کے آگے پھینکا گیا۔ سات روز اسی شیر کے پاس رہا۔ لیکن خدا کی قدرت سے بالکل صحیح سلامت نکل آیا۔ اُس کی سلامتی کا سبب یہ تھا کہ اُس کے پاس اسم بزرگ تھا۔ اسم عظیم یہ ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم یا دائم بلا فناء ویا قائم بلا زوال ویا امیر بلا وزیر"

پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ تیرا ذکر [illegible] تیرا نفس [illegible] اسی اثنا میں نماز کی اذان سنائی دی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذالک +

دوسری بار قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ فاتحہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے میں نے سنا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز حسب ذیل طریق سے ادا کرے۔ یعنی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین

اور دوسری میں فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ ایک مرتبہ پڑھے - تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھواتا ہے +

بعد ازاں فرمایا - ایک دفعہ کوئی فاسق بدکردار و گنہگار جوان مرگیا - لوگوں کو اس کے حال پر افسوس تھا کہ آگے قبر میں اس کی کیا حالت ہوگی - اس موقعہ پر ایک بزرگ نے اس جوان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا - کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا - جواب دیا - کہ جب لوگ قبر میں مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور فرشتوں نے گرزیں لیکر مجھے عذاب کرنا چاہا - تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا - کہ اس سے ہاتھ اٹھاؤ - میں نے اسے بخشدیا ہے - اور اسے بہشت میں جگہ دی ہے - فرشتوں نے عرض کی - کہ یہ جوان بدکار اور گنہگار تھا - اس سے ایسی کونسی نیکی ہوئی جس کے سبب تو نے اسے بخش - حکم ہوا - کہ جو کچھ تم کہتے ہو ٹھیک ہے - لیکن وہ ہر سال ذی الحجہ کی پہلی رات دو رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا - اس لئے میں نے اسے بخشدیا +

بعد ازاں فرمایا - کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں - کہ اللہ تعالیٰ نے مہتر موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کو یہ کلمے بھیجے - جسے جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے - کہا - اے موسیٰ! جو شخص ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں یہ کلمات کہیگا - گویا اس نے بارہ ہزار مرتبہ توریت پڑھی - اور ان کلمات کے کہنے والے کو دس ہزار نیکیاں ملینگی - اور اس کی دس ہزار بدیاں دور کی جائینگی - اور ہزار فرشتے درود پڑھینگے - اور اسکا عمل اہل زمین سے افضل ہوگا +

بعد ازاں فرمایا - کہ شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے معارف میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی روایت کے مطابق لکھا ہے - کہ یہ کلمات انجیل میں نازل ہوئے - تو ان کی برکت سے نابینا بینا ہو گئے +

بعد ازاں فرمایا - کہ جو شخص ان کلمات کی حرمت و تعظیم کریگا - انشاء اللہ اسکا اثر دیکھیگا - پہلے روز سو مرتبہ یہ پڑھے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحی و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شیءٍ قدیر - دوسرے روز سو مرتبہ یہ کلمات کہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واحدا احدا صمدا فردا وترا لم یتخذ صاحبۃ و لا ولدا تیسرے روز سو مرتبہ یہ کلمہ کہے - اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ احد صمد لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا احد ، چوتھے روز سو مرتبہ یہ کلمات کہے " اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحی و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شیءٍ قدیر - پانچویں روز سو مرتبہ یہ کلمات کہے " حسبی اللہ و کفی و سمع اللہ لمن دعا و لیس وراء اللہ المنتھی

میں فاتحہ ایک بار سورۂ اخلاص پانچ بار پڑھے۔ اسکا ثواب بیحد و بے انتہا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ عید الضحی کے روز جب نماز سے فارغ ہووے۔ تو خطبہ سننے اور خطبے کے بعد چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح ایک مرتبہ۔ دوسری رکعت میں فاتحہ کے "والمرسلات" ایک مرتبہ۔ تیسری میں فاتحہ کے بعد "والضحی" ایک مرتبہ اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد اخلاص ایک مرتبہ +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص عید الضحی کے بعد دو رکعت نماز اپنے گھر میں ادا کریگا۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ والمرسلات پانچ مرتبہ پڑھیگا۔ وہ حج عمرہ اور حاجیوں کی دعا میں شامل ہوگا۔ اور سمجھا جائیگا۔ کہ اس نے طواف میں کوشش کی ہے اور حقتعالے اس کے مال میں برکت دیگا + . .

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز میں لکھا دیکھا ہے کہ سال کے آخیر اور ذی الحجہ کے آخری روز جو شخص یہ دعا پڑھیگا۔ اللہ تعالے اسے سال بھر اپنی حفظ و امان میں رکھیگا۔ دعا یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللھم ما عملت من عمل فی ھذہ السنۃ مما نھیتنی عنہ ولم ترضہ ونسیتہ ولم تنسہ وحلمت عنی بعد قدرتک علی عقوبتی ودعوتنی الی التوبۃ بعد جرأتی علیک اللھم انی استغفرک فیھا یا غفور فاغفرلی وما عملت من عمل ترضاہ عنی ووعدتنی الثواب فتقبلہ منی ولا تقطع رجائی یا عظیم الرجاء۔ اللھم ارزقنی خیر ھذہ السنۃ وما فیھا برحمتک یا ارحم الراحمین +

پھر فرمایا۔ کہ میرے بھائی شیخ بہاؤ الدین ذکریا فرماتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص ذی الحجہ کے مہینے کے آخر میں دو رکعت نماز اس طرح ادا کرتا ہے۔ کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد کچھ تھوڑا سا قرآن شریف اور سلام کے بعد یہ دعا سات مرتبہ پڑھے۔ تو خداتعالے اس کے اس سال کے گناہ بخشدیتا ہے۔ شیخ الاسلام ابھی فوائد ہی میں تھے۔ کہ نماز کی اذان ہوئی آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذالک +

ساتویں ماہ ذوالحجہ سنہ ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مذہب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ پہلا مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا۔ دوسرا مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ کا۔ تیسرا مذہب امام مالک رضی اللہ عنہ کا اور چوتھا مذہب امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کا ہے۔ لوگوں کو چاہئے۔ کہ ان چاروں مذہبوں میں شک نہ کریں۔ بلکہ سنی مسلمان ہوں۔ اور اس بات کا یقین کرے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب باقی تینوں سے افضل ہے۔ کیونکہ

باقی تینوں سے پہلے یہی مذہب رائج تھا۔ والفضل للمتقدم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق مذہب ایک ہی ہے۔ جس مذہب میں ہم ہیں وہ ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ یہ مذہب بالکل درست ہے۔ یہاں خطا کا احتمال تک نہیں۔ لیکن یہ جو بعض نے کہا ہے۔ کہ چاروں مذہب سنت و جماعت پر تھے اور کوئی مجتہد ہوائے نفسانی اور بدعت کی طرف مائل نہ تھا۔ جیسے بندگانِ خدا گذرے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت نبوی کی متابعت کے برخلاف کام کیا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ فتاویٰ ظہیری میں صاحب فتاویٰ لکھتے ہیں۔ کہ جب مسلمانوں کے امام ابوحنیفہؓ نے آخری مرتبہ حج کیا۔ تو دل میں سوچا۔ کہ شاید پھر حج کرنے پر قادر نہ ہو سکوں۔ خانہ کعبہ کے دربان کو فرمایا۔ کہ دروازہ کھول دو۔ اور اس بات کی اجازت دو۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ کہا۔ آپ سے پہلے کسی کو یہ نصیب نہیں ہوا۔ ہاں اگر اہل علم لوگ آپ کا اقتدا کریں۔ تو میں دروازہ کھول دونگا۔ آخر دروازہ کھولا گیا۔ آپ اندر گئے۔ اور دونوں ستونوں کے درمیان بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں پر رکھ کر کھڑے ہوئے۔ اور آدھا قرآن شریف پڑھا۔ پھر دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھ کر آدھا قرآن شریف ختم کیا۔ سلام کے بعد مناجات کی کہ پروردگار! میں نے جیسا کہ حق ہے عبادت نہیں کی۔ اور نہ ہی جیسا کہ آپ کا حق ہے تجھے پہچانا۔ اب میری خدمت کی کمی سے اپنی کمال معرفت کے سبب درگذر کر۔ ہاتف نے آواز دی۔ کہ اے ابوحنیفہ! واقعی تو نے میری عبادت کی۔ اور مجھے پہچانا۔ میں نے تجھے بخش دیا۔ اور نیز ان کو جو قیامت تک تیرے مذہب کے پیرو ہونگے۔ جب شیخ الاسلام یہ حکایت ختم کر چکے۔ تو فرمایا۔ کہ الحمد للہ ہم آپ ہی کے مذہب میں ہیں +

پھر فرمایا۔ کہ صحیح روایت سے اسمٰعیل بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے محمد حسین شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔ فرمایا۔ مجھے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اگر میں چاہتا۔ تو تجھے عذاب کرتا۔ بشرطیکہ تو علم بیان نہ کرتا۔ اسمٰعیل کہتے ہیں۔ کہ میں نے پوچھا کہ امام اعظم کہاں تک ہیں۔ فرمایا علیین میں +

بعد ازاں مذاہب کے فرق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ افسوس ہے۔ امام اعظم کا نام نہیں لے سکتے۔ لیکن آپ کا ایک شاگرد محمد شیبانی تھا۔ جب وہ سوار ہوتا تو امام شافعی رکاب پکڑا کرتے۔ اور امام محمدؒ کے شاگرد تھے۔ پس یہیں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذاہب میں کسقدر فرق ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری شیخ قطب الدین بختیار اوشی۔ شیخ جلال الدین تبریزی۔ اور شیخ بدرالدین غزنوی قدس اللہ سرہم العزیز دہلی کی جامع مسجد میں چند روز معتکف ہوئے

پھر فرمایا۔ کہ ایک بزرگ بن شیخ قطب الدین نامے جو از حد بزرگ تھے۔ تہجد کی نماز ایک دفعہ فوت ہوگئی۔ آپ کو زانو میں درد شروع ہوا۔ چند روز اسی درد میں مبتلا رہے۔ آخر معلوم کرنا چاہا۔ کہ درد کیوں ہے۔ آواز آئی کہ اے بزرگ تو نے تہجد کی نماز فوت کردی۔ اسی وجہ سے تو درد میں مبتلا ہوا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس سرہٗ کے اوراد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ دیکھا ہے۔ کہ جو شخص سورۂ بقر کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے۔ چار آیتیں آیۃ الکرسی سے پہلے کی اور چار بعد کی۔ اور دو سورۂ بقر کے آخر کی۔ تو اس گھر میں شام تک شیطان نہیں آتا۔ اور اگر رات کو پڑھے۔ تو دن تک نہیں آتا +

پھر فرمایا جس کو مفلسی لاحق ہو۔ وہ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" بکثرت پڑھے +

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے آکر سلام کیا۔ حکم ہوا بیٹھ جا۔ بیٹھ گیا۔ عرض کی۔ کہ معاش کی تنگی ہے۔ آپ نے فوراً فرمایا۔ کہ کیا تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نہیں پڑھتا۔ عرض کی۔ نہیں۔ فرمایا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ جو شخص یہ کلمہ بکثرت پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے مفلسی کی تکلیف سے بچائے رکھتا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ خاتم المجتہدین ابو اللیث سمرقندی قدس اللہ سرہ العزیز کی کتاب تنبیہ میں لکھا ہے۔ کہ مجھے اس بات کا بڑا تعجب ہے۔ کہ چار گروہ چار چیزوں سے غافل ہیں۔ اوّل وہ گروہ جو غم میں گرفتار ہو۔ اور "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" نہ کہے۔ اس واسطے کہ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ فاستجبنا لہ ونجینٰہ من الغم وکذلک ننجی المؤمنین

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب حضرت ایوب صلوات اللہ علیہ کیڑوں کی بلا میں مبتلا ہوئے تو چوبیس سال تک تکلیف اُٹھائی۔ جب نجات کا وقت قریب آیا۔ تو مناجات کی۔ حکم ہوا۔ کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین بہت پڑھا کرو۔ چند روز یہ کلمہ پڑھا۔ تو حق تعالیٰ نے آپ کو اس مصیبت سے نجات عنایت فرمائی +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک جوان کو ہارون الرشید نے کسی قصور کے سبب قید کر دیا۔ پھر اسکو ہلاک کرنا چاہا۔ ایک بزرگ نے اسے نہایت غمگین دیکھ کر حال پوچھا۔ حال عرض کیا۔ فرمایا۔ یہ آیت پڑھا کر۔ وہ چند روز پڑھی۔ رہا ہو گیا۔ اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ دوسرے وہ گروہ جو کسی سے ڈرتا ہے۔ اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل نہیں کہتا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ فانقلبوا بنعمۃ من اللہ [illegible]

فضل لم یمسسہم سوء +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے جو مجنون ہوگیا تھا۔ خدائی دعویٰ کیا۔ اس نے
سوچا۔ کہ میں کیا حیلہ کروں جس سے یہ فن مجھ میں مضبوط ہو جائے۔ ایک وزیر رکھتا تھا۔ اسکی طرف رخ کیا۔ وہ
آداب بجا لایا۔ کہا میں کچھ عرض کیا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ کہو۔ عرض کی۔ بشرطیکہ تو کر سکے۔ فرمایا۔ بیان
کر۔ عرض کی۔ کہ شہر میں بہت سے دانشمند ہیں۔ پہلے انہیں قتل کیجئے۔ جب وہ نہیں رہینگے۔ تو
تو اسلام کو کوئی نہیں جانیگا۔ پھر جو مرضی ہے آپ دعوے کیجیں۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ تو شہر کے
مسلمان گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ اور اس نے دعوائے خدائی کیا۔ اسی اثنا میں اہل کتاب میں سے خواجہ
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک بزرگ گرفتار ہوکر آیا۔ تو یہ کلمہ بکثرت کہا کرتا
تھا۔ بادشاہ اُسے دیکھتے ہی تخت سے اُتر آیا۔ اور معافی مانگی۔ اور فرمایا۔ کہ اسے چھوڑ دو۔ اور
خلعتِ خاص سے مشرف کیا۔ اس بادشاہ نے کہا۔ کہ جب اس بزرگ کو لایا گیا۔ تو اس کے
دائیں اور بائیں دو اژدہا مجھے دکھائی دیئے۔ جن کا ایک ہونٹ زمین میں۔ اور دوسرا آسمان پر
اور منہ سے آگ کے پھنکارے مار رہے تھے۔ انہوں نے مجھے نگلنا چاہا۔ میں نے عاجزی کی۔
کہا۔ اس بزرگ سے دست بردار ہو۔ نہیں تو ہم تجھے ہلاک کرینگے۔ جب اس بزرگ سے پوچھا
گیا۔ کہ آپ کس طرح رہا ہوئے تو فرمایا۔ کہ میں حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولےٰ
ونعم النصیر بہت دفعہ پڑھا کرتا تھا۔ جو شخص یہ کلمات بکثرت پڑھتا ہے اُسے کوئی
چیز ضرر نہیں دیتی +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ تیسرا وہ گروہ جو لوگوں کے مکر سے ڈرے اور افوض
امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد نہ پڑھے۔ اسواسطے کہ حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے
فوقہ اللہ سیئات ما مکروا +

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب حجاج بن یوسف کے پاس
جاتے۔ تو یہ آیت پڑھتے۔ حجاج یوسف سوگند کھا کر کہتا تھا۔ کہ مجھے کسی سے اتنا ڈر نہیں لگتا
جتنا خواجہ حسن بصری سے ہے۔ جب وہ رخ ہی دکھاتے ہیں۔ تو میں کانپ اٹھتا ہوں۔ ان کے
ہمراہ دو شیر آتے ہیں۔ جو گویا مجھے ابھی پھاڑ کھائینگے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ چوتھا وہ گروہ جو بہشت کی طرف مائل ہو۔ لیکن ماشاء اللہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ نہیں کہتا۔ قولہ تعالےٰ معنی الی ان یوتین خیرا من جنتک +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ تابعین کے آثار میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ایک جوان نہایت سن
ہمیشہ بدکاری میں مشغول رہتا۔ لیکن سوتے وقت یہ کلمات بہت دفعہ پڑھا کرتا تھا۔ غرض جب

فوت ہوگیا۔ تو اسے خواب میں دیکھا۔ کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ متعجب ہوکر پوچھا تو کہا۔ گرچہ میں یہ کام کیا کرتا تھا۔ لیکن صبح شام یہ کلمات "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" بکثرت کہا کرتا تھا۔ جو سعادت مجھے نصیب ہوئی ہے۔ اسی کے سبب سے ہوئی +

بعد ازاں قبر کے ڈر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ فرمایا میں تجھے ایک ایسی چیز بتاتا ہوں۔ اگر تو کرے گا تو نہیں ڈرے گا۔ فرمایا جو شخص جمعرات کو دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور [illegible] پچاس بار پڑھے۔ تو منکر اور نکیر سے امن میں رہیگا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس شخص نے دو رکعت نماز ادا کرنے کی عادت مقرر کی۔ شرح اولیا میں لکھا ہے۔ کہ جب وہ شخص مر گیا۔ تو خواب میں اس سے پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا۔ اور منکر نکیر سے کس طرح رہائی پائی۔ کہا جب منکر نکیر نے آکر مجھ سے پوچھا۔ اور میں جواب نہ دے سکا۔ تو مجھے عذاب کرنا چاہا۔ مگر ہوا کہ ان کی طرف سے [illegible] کیونکہ میں نے بخش دیا ہے۔ مجھ سے دست بردار ہوئے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ "هل عندك ضغطة القبر قال نعم" یعنی کیا تیرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو عذاب قبر سے چھڑائے۔ فرمایا۔ ہاں۔ جو شخص دو رکعت نماز جمعرات کو ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ اور "اذا زلزلت الارض" پندرہ مرتبہ پڑھے۔ وہ عنایت الٰہی سے عذاب قبر سے ضرور رہا ہوگا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اور اور بہت سے بزرگ اور مشائخ حاضر خدمت تھے۔ اور بات قبر کے خوف کے بارے میں ہو رہی تھی۔ مولانا شہاب الدین قریشی بھی جو دہلی کے مفتی تھے حاضر تھے۔ فرمایا۔ جو ان پانچ سورتوں کو لکھ کر ہر روز پڑھا کرے۔ وہ عذاب قبر سے امن میں رہیگا۔ وہ پانچ سورتیں یہ ہیں۔ واقعہ۔ مزمل۔ والشمس۔ والتین۔ اور الم نشرح +

بعد ازاں میں نے کہا۔ کہ خاندان حبیش کا ایک درویش فوت ہوگیا۔ جب اسے دفن کیا گیا تو اسی وقت فرشتوں نے آکر سوال کیا۔ اس درویش نے صحیح جواب دیا۔ اسی وقت اس کی قبر سے روشنی ظاہر ہوئی۔ اسے خواب میں دیکھا۔ حال پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا۔ بخشدیا۔ اور نہایت مہربانی کی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ مگر ہوا کہ مجھے [illegible] بخشدیا +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ حدیثوں میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص نماز فریضہ کے بعد تین مرتبہ سورۃ الناس اور تین مرتبہ درود پڑھے۔ اور بعد ازاں ایک مرتبہ یہ آیت پڑھے "ومن یتق اللہ

یجعل له مخرجا و یرزقه من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی الله فهو حسبه ان الله بالغ امره قد جعل الله لکل شیء قدرا" اور آسمان کی طرف چھینکے۔ تو حق تعالیٰ اس بندے کو تین نعمتیں عنایت کرتا ہے۔ ایک درازی عمر۔ دوسرے زیادتی مال۔ تیسرے برخورداری۔ کہ بہشت میں بے حساب داخل ہوگا +

شیخ الاسلام یہی حکایت بیان فرما رہے تھے۔ کہ نماز کی اذان ہوئی۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذٰلک +

بیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ چاشت کے وقت جماعت خانہ میں بیٹھے تھے۔ اور بہت سے درویش در خدمت تھے میں آداب بجا لایا۔ تو فرمایا۔ کہ اے خدا کے دوست! بیٹھ جا۔ بیٹھ گیا۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی ہے۔ کہ مولانا نظام الدین جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں۔ انہیں ملجائے +

بعد ازاں درود کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ آثار مشائخ میں آیا ہے۔ اور میں نے لکھا بھی دیکھا ہے۔ کہ جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے۔ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔ اور ایک لاکھ نیکی اُس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔ اور اسے اولیاء اللہ سے پکارا جاتا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ صحابہ تابعین اور مشائخ میں سے ہر ایک نے اپنا وظیفہ مقرر کیا ہے۔ اگر کسی رات اس وظیفے میں ان سے ناغہ ہو جاتا۔ تو اپنے تئیں مردہ تصور کرتے۔ اور اپنا ماتم کرتے۔ کہ آج رات ہم مردے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے۔ تو خواجہ کائنات کے درود میں ہم سے ناغہ نہ ہوتا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے درود کا وظیفہ فوت ہو گیا۔ ہر روز تین ہزار مرتبہ درود پڑھا کرتے تھے۔ الغرض جب دن ہوا۔ تو اپنا ماتم کیا۔ اور جیسے کوئی مردے کے ماتم کے لئے بیٹھتا ہے۔ اس طرح بیٹھے۔ لوگوں نے آکر دریافت کیا۔ کہ کیا سبب ہے۔ فرمایا۔ آج رات وظیفے میں مجھ سے ناغہ ہو گیا ہے۔ یہ ماتم اسی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ میں اس نعمت کی سعادت سے محروم رہ گیا ہوں۔ خواجہ یحییٰ معاذ رازی یہی حکایت کر رہے تھے کہ فرشتہ غیبی نے آواز دی۔ کہ اے یحییٰ! جس قدر ثواب تجھے ہر رات ملا کرتا تھا۔ اس سے کئی سو گنا گذشتہ رات کا ثواب دیا۔ اور تیرا نام درود بھیجنے والوں میں لکھا گیا ہے۔ پھر شیخ الاسلام روئے۔ اور فرمایا کہ خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ رسالت مآب نے چہرہ مبارک چھپا لیا۔ خواجہ صاحب نے دوڑ کر پائے مبارک پر بوسہ دیا۔ اور عرض کی۔ یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر فدا ہو۔ کس واسطے چہرہ مبارک مجھ سے چھپایا یعنی میں نیکر فرمایا کہ تو نے درود بھیجا میری ستقدر مدح کی ہے کہ اب میں شرمندہ ہوں کہ میں کسطرح عذر خواہی کروں بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے۔ اور فرمایا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالے کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جن سے کثرت درود کے سبب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم شرمندہ ہیں۔ انکی جان پر ہزار رحمت ہو۔ جو اس ثواب کو حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی حالت میں مرتے ہیں۔ اور اسی حالت میں ان کا حشر ہوتا ہے ✦

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ ایک مسلمان درویش نے آکر ان سے کچھ مانگا۔ انہوں نے بطور تمسخر کہا کہ اب شاہ دو جوانمردان آرہے ہیں۔ وہ تجھے کچھ دینگے اس نے آپ کا دست مبارک پکڑ سلام کیا۔ اور اپنی تنگی ظاہر کی۔ جب آپ نے دیکھا۔ تو کچھ نہ تھا لیکن بسبب دانائی تاڑ گئے۔ کہ یہودیوں نے اسے آزمائش کے لئے بھیجا ہے۔ الغرض اس کا ہاتھ پکڑ کر اسکی ہتھیلی پر دس مرتبہ درود شریف پڑھکر پھونکا۔ اور فرمایا مٹھی بند کر لے۔ جب وہ انکے پاس آیا۔ تو پوچھا کہ کیا ملا کہا۔ دس مرتبہ درود شریف پڑھکر مٹھی پر پھونکی۔ انہوں نے کہا کھول جب مٹھی کھولی۔ تو دیناروں سے پر تھی۔ اس روز کئی ہزار یہودی مسلمان ہوئے ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید تقریباً چھ مہینے تک بیمار رہ کر قریب المرگ ہو گیا۔ اتفاقاً شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس سے گذرے۔ جب اس نے سنا تو آپ ہی کے ہاتھ بلوا بھیجا۔ جب آپ نے دیکھا۔ تو فرمایا۔ خاطر جمع رکھو آج ہی بیماری رفع ہو جائیگی ایک مرتبہ یہ درود پڑھکر اس پر ہاتھ پھیرا۔ تو فوراً تندرست ہو گیا۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ صحت آپ کی درود شریف کی برکت سے وقوع میں آئی ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص یہ درود شریف پڑھے بہتر ہے۔ لیکن نماز میں ورد بہتر ہے گو سارے درود شریف یکساں ہیں لیکن پھر بھی فضیلت میں ذرا ذرا فرق ہے۔ وہ پنج درود یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد بعدد من صلیٰ علیہ وصل علیٰ محمد بعدد من لم یصل علیہ وصل علیٰ محمد کما تحب وترضیٰ ان تصلی علیہ وصل علیٰ محمد کما ینبغی الصلوۃ علیہ وصل علیٰ محمد کما امرتنا بالصلوٰۃ علیہ ✦

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ یہی سبب ہے کہ مولانا شیخ ابوالحسن زندوی رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ مبارک میں درود کی بابت لکھا ہے۔ کہ امام شافعی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالے نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا پنج درود کی برکت سے بخشدیا۔ دوسری فضیلت یہ ہے۔ کہ ایک روز سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ اور گرداگرد اصحاب تھے

اتنے میں ایک شخص آیا۔ فرمایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اوپر بیٹھو۔ ابوبکر سوچ میں پڑ گئے۔ یہ دل نے خیال کیا۔ کہ شاید مہتر جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ نہیں تو اور کسی کو یہ مرتبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس شخص نے مجھ پر اسقدر درود بھیجا ہے۔ کہ کسی نے نہیں بھیجا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شاید یہ کھانا پینا نہیں کھاتا پیتا۔ اور نہ ہی کسی اور کام میں مشغول ہوتا ہے۔ فرمایا۔ کھاتا پیتا بھی ہے اور اور کام بھی کرتا ہے۔ صرف ایک مرتبہ دن کو اور ایک مرتبہ رات کو مذکورہ بالا درود بھیجتا ہے۔ شیخ الاسلام ابھی یہی فوائد بیان کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں پانچ درویش آ پہنچے۔ آداب بجا لائے۔ حکم ہوا۔ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ تو عرض کی۔ ہم مسافر ہیں۔ خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ ہے۔ لیکن خرچ نہیں۔ کچھ عنایت ہو۔ تاکہ فراغ دلی سے ہم سفر کر سکیں شیخ الاسلام یہ سنکر سوچ میں پڑ گئے۔ مراقبہ کر کے کھجوروں کی چند گٹھلیاں لیں۔ اور کچھ پڑھ کر اُن پر پھونکا۔ اور دیدیں۔ درویش حیران رہ گئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ دیکھو۔ جب دیکھا تو وہ دینار تھے۔ آخر شیخ بدر الدین اسحاق سے معلوم ہوا۔ کہ شیخ الاسلام نے درود پڑھ کر ان پر دم کیا تھا۔ اس درود کی برکت سے وہ دینار ہو گئے تھے +

پھر آیۃ الکرسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جس روز آیۃ الکرسی نازل ہوئی تو ستر ہزار مقرب فرشتے کرسی کے ارد گرد معہ مہتر جبرائیل علیہ السلام سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ اسے بڑی تعظیم وتکریم سے لو۔ اور سر و آنکھوں پر رکھو۔ مہتر جبرئیلؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حکم الٰہی یوں ہے۔ کہ جو میرا بندہ مقررہ آیۃ الکرسی پڑھیگا۔ ہر حرف کے بدلے ہزار سال کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔ اور اس کرسی کے گرد کے ہزار فرشتے اپنے ہزار ثواب اسے دینگے۔ اور اسے اپنا مقرب بنا لینگے +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ فتاوٰے ظہیری میں لکھا ہے۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھکر گھر سے نکلے۔ تو اللہ تعالےٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ واپس آنے تک اس کی بخشش کے لئے التجا کریں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھکر گھر میں داخل ہو۔ اللہ تعالےٰ اس گھر سے مفلسی دور کرتا ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ کوئی درویش بغداد میں تھا۔ ایک رات اس کے گھر میں دس آدمی آئے۔ اور اندر گھس آئے۔ اس درویش نے آیۃ الکرسی پڑھکر باہر دم کیا ہوا تھا۔ وہ چور اندھے ہو گئے۔ درویش نے انکی یہ حالت دیکھی۔ تو پوچھا۔ کہ

کون ہو؟ کہا ہم چور ہیں۔ چوری کے لئے آپ کے گھر آئے تھے۔ اندھے ہوگئے۔ اب دعا کرو۔ کہ تاکہ آنکھیں بینا ہو جائیں۔ ہم نے اس کام سے توبہ کی۔ اور آپ کے ہاتھ مسلمان ہوئے۔ اس بزرگ نے مسکرا کر فرمایا۔ آنکھیں کھولو۔ حضرت کے کہنے سے فوراً بینا ہو گئے۔ اور سب توبہ کر کے مسلمان ہوگئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

بعد ازاں اس دعا گو کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کے مطابق لکھا دیکھا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جسے کوئی مہم در پیش آئے یا کوئی ایسا کام در پیش ہو۔ جو قابل اصلاح نہ ہو۔ تو صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا حی یا قیوم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد فان لم یصح قدلنا علی الہدیٰ" پڑھے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام قطب الدین اوشی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ دعا کے بارے میں فرما رہے تھے۔ کہ جسے تنگی معاش ہو۔ وہ نماز عشا کے بعد یہ دعا پڑھے "بسم اللہ الرحمن الرحیم یا دائم العز والملک و لبقا یا ذالجود والعطا یا ودود ذوالعرش المجید فعال لما یرید"۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص عاجزی کے وقت ان اسماء کو ہزار مرتبہ کہے وہ مہم فوراً بخیر و خوبی سرانجام ہوجاتی ہے۔ اور وہ اسماء یہ ہیں "اقوی معین واہدی دلیل بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین"۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں میں نے دیکھا ہے کہ جو شخص چاہے کہ اس کے اعمال قبول ہوں۔ وہ یہ دعا پڑھے "ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم" جب دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہے۔ اور دوزخ سے خلاصی۔ تو یہ آیت پڑھے "ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار"۔ اور جب ہر حالت میں صبر ہونا چاہے۔ اور ہر کام میں ثابت قدم ہونا چاہے۔ اور دشمنوں پر فتح پانی چاہے۔ تو یہ آیت پڑھے "ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین"۔ جب چاہے کہ دل امن و امان میں اور با ایمان رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نثار رہے۔ تو یہ پڑھے "ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا و ہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب"۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ اور گرد گرد صحابہ کرام بیٹھے

تھے۔ اور گذشتہ پیغمبروں کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں ایک یار نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میرا دل ایمان سے کس طرح ایمن ہو کہ میں با ایمان جاؤں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوچ میں پڑ گئے جبرئیل نے آکر عرض کی۔ میں یہ آیت لایا ہوں۔ جو اسے ہمیشہ پڑھیگا۔ اُسکا دل ایمان سے مطمئن رہیگا۔ اور امید ہے۔ کہ دُنیا سے با ایمان جائیگا +

شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی تھی جبکہ میں نے التجا کی تھی۔ اسی موقعہ پر فرمایا۔ جو اللہ تعالےٰ کے دوستوں سے ملنا چاہے۔ تو یہ آیت بکثرت پڑھے " انک جامع الناس لیوم لاریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد "۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص اس آیت پر مداومت کرے وہ ضرور اللہ تعالےٰ کے دوستوں سے ملتا ہے۔ کیونکہ میں سعادت سے اپنی تئیں محروم رکھنا چاہیئے +

پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص نیک لڑکا لینا چاہے۔ یا اُسکا غلام بھاگ گیا ہو۔ یا اُسے کوئی مہم پیش آئی ہو۔ تو یہ آیت پڑھے " رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ حضرت زکریا صلوات اللہ علیہ مناجات میں یہی آیت پڑھا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے قبول فرما کر ایک فرزند مسمّٰی یحییٰ کا اسے عنایت کیا۔ جو جوانی اور لڑکپن میں خوف خدا سے اسقدر روئے کہ آپ کے رخساروں کا سارا گوشت پوست گل گیا۔ آپ کے والدین بھی روئے۔ کہ بیٹا تُو تو ابھی بچہ ہے۔ تو کیوں روتا ہے؟ عرض کی۔ والدہ صاحبہ جب آپ چولھے میں آگ جلانا چاہتی ہیں۔ تو پہلے چھوٹی لکڑیاں رکھکر اوپر بڑی رکھتی ہیں۔ اسواسطے میں ڈرتا ہوں۔ کہ شاید قیامت کے دن دوزخ میں پہلے چھوٹوں کو ڈالا جائے۔ اور بعد میں بڑوں کو +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں سیوستان کیطرف مسافر تھا۔ وہاں کے اولیاؤں اور بزرگوں سے ملاقات کی۔ ایک روز شیخ محمد سیوستانی کی خدمت میں حاضر تھا۔ جو صاحب ولایت بزرگ تھے۔ سلوک کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ درویش آپس میں بحث کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آکر آداب بجا لایا۔ اور بیٹھ گیا۔ خواجہ محمد سیوستانی نے اسکی طرف دیکھتے ہی درویشوں کو فرمایا۔ کہ حاجتمند آیا ہے۔ اس شخص نے سجدہ کیا۔ کہ واقعی۔ فرمایا۔ جاؤ۔ یہ آیت پڑھا کرو۔ اللہ تعالےٰ فرزند عنایت کریگا۔ رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء۔ مدت کے بعد اس کے ہاں فرزند ہوا۔ جس نے پا برہنہ سترہ حج کئے۔ اور صاحب سجادہ ہوا۔ شیخ محمد کو جو مکاشفہ ہوا۔ اسی نیت میں وہ مرگیا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ کشف میں میں نے ایسا دیکھا ہے۔ کہ جب کوئی شخص نیک مردوں کے خواب میں دیکھنا چاہے۔ تو حضرت قیامت کو دیکھنا چاہے۔ تو یہ آیت بکثرت پڑھے۔

ربنا اٰتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انک لا تخلف المیعاد پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص بخارا میں نہایت مشہور بدکار تھا۔ جب مر گیا۔ تو خواب میں اسے لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ کے دوستوں اور ولیوں میں کھڑا ہے۔ حیران ہو کر وجہ پوچھی۔ کہا۔ تفسیر کشاف میں دیکھا تھا۔ کہ جو شخص یہ آیت پڑھے ربنا اٰتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ خدا تعالےٰ اسے نیک مردوں سے ملاتا ہے۔ میں نے صدق نیت سے یہ آیت پڑھی تھی۔ اللہ تعالےٰ چونکہ نیک پذیر اور بدی بخش ہے۔ اس نے میری یہ طاعت قبول فرمائی۔ اور مجھے بخش دیا۔ اور حکم ہوا۔ کہ ان میں جا ملو۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ جب کوئی ظالموں کی صحبت سے نجات حاصل کرنا چاہے۔ تو اسے یہ آیت بکثرت پڑھنی چاہئے۔ ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک نصیرا اللہ تعالےٰ اس کے پڑھنے والے کو اپنے دوستوں کی صحبت نصیب فرماتا ہے۔ اور ہمیشہ فتح و نصرت اسے نصیب کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ غول بیابانی کے جنگ میں عاجز آ گئے۔ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھا۔ کہ جو جنگ کی شرائط تھیں میں سب بجا لا چکا ہوں۔ جب یہ خط پہنچا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دلگیر ہوئے۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لیکر آئے۔ ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا ..... الخ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھ بھیجی۔ کہ اسے ہمیشہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کی برکت سے فتح و نصرت نصیب کی۔ چنانچہ اس غول بیابانی کو دوسرے روز زندہ پیش میں پکڑ لائے۔

پھر فرمایا۔ کہ مولانا برہان الدین کی تفسیر میں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص چاہے کہ اس پر برکت اور رحمت نازل ہو۔ روزی فراخ ہو۔ اور کسی کا محتاج نہ ہو۔ تو یہ آیت پڑھے ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واٰخرنا واٰیۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ آیت حضرت موسےٰ علیہ السلام کی قوم کے حق میں تھی۔ سب جو بے شکر ہو گئے تھے ناشکر ہوئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے انہیں سور اور ریچھ کی صورتوں میں تبدیل کیا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص دنیا و آخرت میں اہل ظلم سے نہ ہونا چاہے۔ تو یہ آیت بکثرت پڑھے۔ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین۔

پھر فرمایا۔ جو شخص چاہے۔ کہ اس کی زندگی خیر و سلامتی اور ایمان کے ساتھ گذرے۔ تو یہ آیت

بکثرت پڑھے ربّنا افرغ علینا صبراً وثبّت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین ÷

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرد کسی ظالم کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ اس نے یہ آیت پڑھی۔ "ربّنا لاتجعلنا فتنۃ للقوم الظّالمین ونجّنا برحمتک من القوم الکافرین" جب چاہے کہ مسلمان ہو کر مرے اور اپنے تئیں نیک مردوں میں ملائے۔ تو یہ آیت پڑھے۔ "فاطر السمٰوٰت والارض انت ولیّ فی الدّنیا والاٰخرۃ توفّنی مسلمًا والحقنی بالصّالحین ÷

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب مہتر یوسف اور مہتر یعقوب علیہما السلام اکٹھے ہوئے۔ تو پہلے پہل مہتر یوسف نے سجدے میں یہ پڑھا۔ فاطر السمٰوٰت والارض انت ولیّ فی الدّنیا والاٰخرۃ توفّنی مسلمًا والحقنی بالصّالحین۔ اور زار زار روئے۔ اور عرض کی۔ کہ مجھے بادشاہی تو عنایت فرمائی ہے۔ لیکن میری یہ خواہش نہ تھی۔ یہ تیری مرضی پوری ہوئی ہے۔ پروردگار قیامت کے دن مجھے بادشاہوں میں نہ اٹھانا۔ مجھ بیچارے میں یہ طاقت نہیں۔ کہ تو میرا حشر بادشاہوں میں کرے ÷

اگر کوئی شخص دیو پری اور دشمنوں کے شر سے امن میں رہنا چاہے۔ اور بت پرستی میں مبتلا نہ ہونا چاہے۔ تو یہ آیت بکثرت پڑھے "ربّ اجعل ھٰذا البلد اٰمنا واجنبنی وبنیّ ان نعبد الاصنام" ÷

بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ آیت اسطرح نازل ہوئی۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے پند و نصیحت فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک اعرابی آیا۔ اور آداب بجا لا کر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس کے سبب میں اور میری اولاد بت پرستی سے بچ جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوچ میں پڑ گئے۔ اتنے میں مہتر جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لائے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حکم ہوا ہے۔ کہ یہ آیت اس اعرابی کو دو۔ کہ یاد کر کے بکثرت پڑھا کرے۔ اللہ تعالےٰ اسے بت پرستی سے بچا لیگا ÷

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص کافروں کا مغلوب نہ ہونا چاہے وہ یہ آیت پڑھے۔ ربّنا لاتجعلنا فتنۃ للّذین کفروا واغفر لنا ربّنا انّک انت العزیز الحکیم۔ جب چاہے کہ ایمانی نور اس کے دل میں کامل ہو جائے۔ تو یہ آیت بکثرت پڑھے۔ ربّنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انّک علیٰ کلّ شیءٍ قدیر ÷

بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ تمہاری ترغیب کے لئے ہے اسواسطے کہ پیر مرید کو سنوارنے والا ہوتا ہے۔ جب تک مرید کو کما حقہ ساری آراستگی نصیب نہ کرے اور طریقت کی راہ طے کرنے کے لئے اسے پاک نہ کرے۔ سمجھے کہ وہ بیچارہ مرا کی

میں رہیگا۔ کبھی بھی اس سے نہ نکل سکیگا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اس دعاء کو دن میں ایک مرتبہ پڑھے۔ اگر اسی دن مرجائے۔ تو بہشتی ہوگا۔ اگر اس رات بھی مرے تو بھی بہشتی ہوگا۔ دعاء یہ ہے۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط لا الٰہ الا انت خلقتنی و انا عبدك و انا علیٰ عهدك و وعدك ما استطعت نعوذ بك من شر ما صنعت ابوء بنعمتك علیّ و ابوء بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت برحمتك یا ارحم الراحمین ط

بعد ازاں فرمایا۔ کہ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب سے میں نے اس دعاء کی بابت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ ہر فریضہ نماز کے بعد بلاناغہ پڑھتا ہوں +

پھر فرمایا۔ کہ وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھکر آپ سے پوچھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا بخشدیا۔ اور اس دعاء کی برکت سے جو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ بہشت عطا فرمایا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص ہر روز رات تک یہ دعاء پڑھے۔ تو اس کی برکت سے اس روز کی بلائیں اس سے دور رہینگی۔ جب مصیبت آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ تو اس دعا کے پڑھنے والے سے دور ہی رہتی ہے۔ اگر اس شخص میں صدق اور اخلاص نہ ہو۔ تو دعاء کو رد کرکے اس پر نازل ہوتی ہے۔ میں نے یہ خواص شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سُنے ہیں۔ کہ انسان کو کسی حالت میں دعاء کرنے اور شفیع بنانے سے خالی نہ رہنا چاہئیے +

پھر فرمایا۔ کہ ابو طالب مکی قوت القلوب میں لکھتے ہیں۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اس دعاء کو پڑھے۔ رات تک اُسے کوئی مصیبت نہیں پہنچتی۔ دعاء یہ ہے:۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط انت ربی لا الٰہ الا انت علیك توکلت وانت رب العرش العظیم ما شاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن اشهد ان لا الٰہ الا اللہ واعلم ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شیٔ علما و احصیٰ کل شیٔ عددا انی اعوذ بك من شر نفسی و من شر ذریتی و من کل شر کل دابۃ انت اخذ بنا صیتها ان ربی علیٰ صراط مستقیم" +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ قاضی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کفایہ میں لکھتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کے ایک بزرگ کے ہاں ایک جوان لونڈی تھی۔ اور وہ خود بڈھا تھا۔ لیکن اس لونڈی نے اس سے عاجز آکر بہت لوگوں سے شکایت کی۔ کہ میں کیا تدبیر کروں جس کے سبب بڈھے سے رہائی ہو۔ اس شہر میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ اس نے کہا۔ میں اس مطلب کے لئے تجھے زہر

ہلاہل دونگی۔ کوزے میں ڈال افطار کیوقت اسے دیدیا۔ لونڈی نے زہر دیا۔ لیکن ذرہ بھر اثر
نہ ہوا۔ لونڈی منتظر تھی۔ کہ اب تبھی زاہد مرتا ہے۔ جب دن ہوا۔ تو لونڈی نے بیتاب ہو کر
ساری کیفیت زاہد کو سنائی۔ کہ خواہ رکھ خواہ مار۔ میں نے تو تجھے زہر دیا تھا۔ لیکن تجھ سے
کچھ اثر نکیا۔ زاہد نے مسکرا کر فرمایا۔ میں ایک دعا پڑھا کرتا ہوں۔ جو اسے پڑھتا ہے۔ وہ تمام
بلاؤں سے بچا رہتا ہے۔ وہ دعا یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بسم اللہ خیر
الاسماء بسم اللہ رب الارض ورب السماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئ
فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم +

بعدازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ دعا کی شرائط بہت ہیں۔ اگر میں بیان کروں۔ تو طول
ہو جائیگا۔ لیکن پہلی شرط یہ ہے۔ کہ شروع اللہ تعالےٰ کے نام سے کرے۔ کیونکہ رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کل امر ذی بال لم یبدأ فیہ بسم اللہ فھو ابتر۔ پہلے بسم اللہ
پڑھنی چاہئے۔ اور پیچھے دعا کرنی چاہئے۔ دوسری شرط یہ ہے۔ کہ اپنے اہل کو خلقاں کی بلند
آوازی سے منع کرے۔ کیونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ لا یستجیب
دعاء قوم یرفعون من لسانھم یلبسون خلخال مع الصوت۔ تیسری شرط یہ ہے۔ کہ
دعا کے شروع اور انجام میں صدقہ دے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت روایت ہے
کہ آپکو کچھ ضرورت تھی۔ جس کے واسطے آپ بادشاہ کے پاس گئے۔ ایک درویش کو صدقہ دیکر
فرمایا دعا کرو۔ کہ میری حاجت پوری ہو۔ اسواسطے کہ شرط یہ ہے۔ کہ جو شخص بادشاہ کے پاس
جائے۔ پہلے درویش کو کچھ دے۔ چونکہ درویش اللہ تعالے کے دربان ہوتے ہیں۔ جب وہ خوش
ہوگئے۔ تو حاجت پوری ہو جائیگی۔ الحمد للہ علی ذلک +

غرض تمام شہر کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جو دن کے تمام شہر سے چھوٹے
بڑے۔ مشائخ۔ درویش۔ اور مسکین آکر آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ شیخ الاسلام
مصلے کے نیچے ہاتھ ڈال کر جو کچھ کسی کی قسمت ہوتی۔ دیتے۔ لوگ جو شیرینی دیتے اُسکا ڈھیر لگ
گیا۔ آپ اُس سے تھوڑی تھوڑی درویشوں کو دیتے۔ اس روز شہر کا کوئی غریب مسکین خالی نہ گیا
آپکی یہ عادت تھی۔ کہ ہر روزہ کے تیرہ کو اسی طرح کرتے +

بعدازاں محمد احمد بلخی نے جو واصل حق تھے۔ آکر سلام کیا۔ اور بیٹھ گئے۔ شیخ الاسلام مراقبہ میں تھے
اسی وقت ذکر کرنے لگے۔ ستر دفعہ ذکر کیا۔ کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ شیخ قطب الدین بختیار اوشی کا
خرقہ اُن پر ڈال دیا۔ دیر بعد ہوش میں آئے۔ [illegible] ہو کر بولے۔ لیکن مجھے نہ معلوم ہوا۔
یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے بھی کہا۔ کہ اسی وقت مر کر آؤں۔ تا تمہارا جنازہ ادا کریں۔ پھر شیخ الاسلام

بعد حاضرین نے نماز جنازہ ادا کی +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے خبر آئی ہے۔ کہ غائب کی نماز جنازہ ادا کرنی روا ہے۔ اس واسطے کہ جب امیر المومنین حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے یار قتل ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ ادا کی +

بعد ازاں عاشورہ کے روزہ متبرکہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ اس عشرہ میں کسی دنیوی کام میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ صرف طاعت، تلاوت، دعا، اور نماز میں۔ اسواسطے کہ اس عشرہ میں قہر ہوا ہے۔ اور بہت رحمت نازل ہوتی ہے +

پھر فرمایا۔ کہ اس عشرہ میں بہت سے مشائخ نے تفریع وغیرہ کا عذاب اپنے اوپر لیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ اس عشرہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گذری اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند کس طرح بے رحمی سے شہید کئے گئے۔ بعض پیاس کی حالت میں ہلاک ہوئے۔ اور بے دینوں نے انہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا۔ جب شیخ الاسلام یہ فرما چکے۔ تو نعرہ مار کر بیہوش ہو پڑے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو فرمایا۔ کہ جیسے سنگدل کافر بے عاقبت بے سعادت اور نامہربان تھے۔ کیا انکو نہیں معلوم تھا کہ یہ دین دنیا و آخرت کے بادشاہ کے فرزند ہیں۔ پھر بھی انہیں بڑی بے رحمی سے شہید کیا۔ انہیں یہ خیال نہ آیا کہ قیامت کے دن یہ منہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کس طرح دکھائینگے +

پھر فرمایا۔ کہ ماہ محرم کے غرہ میں اس دعا کے لئے حکم ہوا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم انت اللہ الابدی القدیم وھذہ سنۃ جدیدۃ اسئلک فیہ العصمۃ من الشیطان الرجیم والامان من الشیطان ومن شر کل دین ومن البلایا والآفات فیہ ونسئلک العون والعدل علی ھذہ النفس الامارۃ بالسوء والاشتغال بما یقربنی الیک یا بر یا رؤف یا رحیم یا ذا الجلال والاکرام برحمتک یا ارحم الراحمین +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جو شخص ماہ محرم کی پہلی رات چھ رکعت نماز اسطرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص دس بار۔ اور روایت صحیحہ کے مطابق دو رکعت نماز اسطرح ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۃ یٰسین ایک بار پڑھے۔ تو اللہ تعالے اسے بہشت میں دو ہزار ایسے محل عنایت کریگا جن میں ہر ایک میں یاقوت کے ہزار دروازے ہونگے۔ اور ہر دروازے پر سبز زبرجد کے تخت پر حور بیٹھی ہوگی۔ اس نماز کے پڑھنے والے کی چھ ہزار بلائیں دور

ہوتی ہیں۔ اور چھ ہزار نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ امام شعبی علیہ الرحمۃ کی کتاب میں یہ بھی دیکھا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز سو مرتبہ یہ کلمہ کہے۔ اللہ تعالےٰ اسے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ وہ کلمہ یہ ہے "لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیئ قدیر۔ لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد" اور پھر ہاتھ چہرے پر ملے۔ تو خدا تعالےٰ اُسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے۔ کہ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ شیخ الاسلام انہیں فوائد میں تھے۔ کہ نماز کی اذان ہوئی۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

دسویں ماہ مذکور ۶۵۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شمس دبیر۔ شیخ جمال الدین ہانسوی شیخ بدر الدین غزنوی اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ عاشورہ کے روزے کی نسبت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ عاشورا کے روزے میں جنگلی جانور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی دوستی کے سبب اپنے بچوں کو دودھ نہیں دیتے۔ پس کیوں اس روزے کو ترک کیا جائے۔ جبکہ حیوانات کی یہ حالت ہے +

پھر فرمایا۔ بغداد میں ایک بزرگ تھا۔ اس کے سامنے امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کا حال بیان کیا گیا۔ تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی محبت کے سبب اسقدر سر زمین پر مارا۔ کہ خون جاری ہوا۔ اور دیر تک زمین پر پڑا رہا۔ جب دیکھا۔ تو مرا پڑا ہے۔ اسی رات اس بزرگ کو خواب میں دیکھا۔ کہ امیر المومنین حسین رضہ کے پاس کھڑا ہے۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا۔ کہا مجھے بخش دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہو +

اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم معہ تمام صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کو کندھے پر سوار کرکے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا۔ سبحان اللہ! دوزخی بہشتی کے کندھے پر سوار ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے سنا تو پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو معاویہ کا بیٹا ہے۔ دوزخی کس طرح ہے؟ فرمایا۔ اے علی یہ یزید وہ بدبخت شخص ہے۔ جو حسن رضہ حسین رضہ اور میری تمام آل کو شہید کرے گا۔ حضرت علی رضہ نے تلوار میان سے نکال لی تاکہ اسے قتل کر دیں۔ لیکن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ تقدیر الٰہی یہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روئے اور پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی ہونگے؟ فرمایا۔ نہیں۔ پوچھا۔ ہم میں سے کوئی ہوگا۔ فرمایا۔ نہیں۔ پھر پوچھا۔ میں ہونگا۔ فرمایا نہیں۔ پوچھا کیا فاطمہ ہوگی۔ فرمایا۔ نہیں۔ اے علی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے کے بعد پچاس سال کا

ماتم کون کریگا۔ فرمایا میری اُمت۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اور رسولِ خدا زار زار روئے۔ اور شہزادوں کو گود
میں لیا۔ اور فرمایا۔ کہ آپ نے خود بتایا۔ معلوم نہیں کہ تمہارا حال اس جنگل میں کیا ہوگا +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ جس روز امیرالمومنین حسین رضی اللہ عنہ شہید ہونے کو تھے۔
اسی رات ایک بزرگ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ کہ انبیاء علیہم
السلام کی ساری عورتوں کے ہمراہ آکر دامن کمر سے باندھ دشتِ کربلا کو جہاں پر امیرالمومنین حسینؓ
نے شہادت پائی تھی آستین سے صاف کر رہی ہیں۔ اور فرماتی ہیں۔ کہ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں پر ہمارے
غریب حسین رضؓ کا سر مبارک شہید ہوگا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ جب
ہم میں سے کوئی نہ ہوگا تو ان کی ماتم داری کون کریگا؟ عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی
اُمت آپ کے فرزندوں کا ماتم کریگی۔ جس کا بیان نہیں ہوسکتا +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ عاشورہ کی رات چار رکعت نماز کا حکم
ہے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی تین بار اور اخلاص دس مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ نماز سے
فارغ ہوکر سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنی چاہیئے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ شبِ عاشورہ میں سورج نکلتے وقت دو رکعت نماز ادا
کرنی چاہیئے۔ اور جتنا قرآن مجید ہوسکے ان رکعتوں میں پڑھنا چاہیئے۔ اسکا ثواب بیحد ہے۔ بعد
ازاں یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا اول الاولین ویا آخر الآخرین
لا الہ الا انت اول ما خلقت فی ھذا الیوم ومخلوق آخر ما تخلق فی ھذا الیوم
اعطنی فیہ خیر ما اولیت صادیۃ بانبیاءک واصفیائک من النوائب وبلایا
واعطنی ما اعطی فیہ من الکرامۃ محمد علیہ السلام +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں
آپ کے خطِ مبارک سے لکھا دیکھا ہے۔ کہ عاشورہ کے روز چھ رکعت نماز ادا کرے کہ ہر
رکعت میں فاتحہ ایک بار والشمس۔ انا انزلنا۔ اذا زلزلت الارض۔ اخلاص اور معوذتین
سب ایک ایک بار پڑھے۔ نماز سے فارغ ہوکر سر بسجود ہوکر قل یا ایہا الکافرون پڑھے
تو جو حاجت مانگیگا۔ پائیگا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ دعاؤں میں یہ بھی لکھا ہے کہ عاشورہ میں ستر مرتبہ حسبی اللہ و
نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر پڑھے تو حق تعالیٰ اسے بخشدیگا۔ اور اس کا نام اولیاء اور

مشائخ کبار میں لکھینگے +

پھر اُسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ پہلے زمانے میں ایک شخص کفن چور تھا۔ جس نے قریباً دو ہزار آدمیوں کے کفن چرائے۔ الغرض جب اس کو دست توبہ کی۔ تو خواجہ حسن بصری کے ہاتھ تائب ہوا۔ خواجہ صاحب نے پوچھا۔ کہ جن کے تو نے کفن چرائے۔ اُن کی حالت تو بیان کر۔ عرض کی۔ اگر ساروں کا حال بیان کروں۔ تو طول کھینچ جائیگا۔ البتہ چند ایک کا حال عرض کئے دیتا ہوں۔ عرض کی۔ جب ایک قبر میں نے کھودی۔ تو اس میں کسے دیکھا۔ کہ وہ آدمی دیکھا کہ اس کے ہاتھوں میں آگ کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں۔ اور اس کی زبان سے خون اور پیپ جاری ہے اور اس کے پیٹ سے گندگی کی اسقدر بو آتی ہے کہ لوگ نفرت کرتے ہیں۔ جب میں وہاں سے ہٹا تو اس مُردے نے آواز دی۔ کہ بات سُن جاؤ۔ ذرا میرا حال تو سُنتے جانا۔ کہ میں کیا کیا کرتا تھا۔ جس کے سبب اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہوں۔ میں لوٹ گیا۔ تو فرشتے عذاب کی زنجیریں لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے اس کا حال پوچھا۔ کہ تو کون ہے۔ کہا۔ میں مسلمان ہوں۔ لیکن میں زانی اور شراب خور تھا۔ چونکہ دنیا میں مست رہتا تھا۔ اسلئے اب میری یہ حالت ہے۔ پھر میں نے ایک اور قبر کھودی۔ تو مُردے کو دیکھا۔ کہ کالا منہ ہوا ہے۔ اور اُس کے گرد آگ ہے جس میں اسے جلا رہے ہیں۔ اُس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے۔ اور اس کی گردن میں زنجیریں ہیں۔ جونہی مجھے دیکھا۔ کہا۔ خواجہ مجھے تھوڑا پانی دینا۔ کہ میں پیاس کے مارے تنگ آگیا ہوں۔ میں نے مدد کرنی چاہی۔ فرشتوں نے للکارا۔ کہ خبردار اسے پانی نہ دینا۔ یہ تارک الصلوٰۃ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اسے پانی نہ دیا جائے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ کہ دُنیا میں تو کیا کام کیا کرتا تھا۔ کہا۔ تھا تو مسلمان۔ لیکن میں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی طاعت نہیں کی تھی۔ اسی طرح اور مُردوں کو بھی میں نے عذاب میں گرفتار دیکھا۔ اس کے بعد ایک اور قبر کھودی۔ تو ایک نہایت خوبصورت جوان دیکھا۔ جس کے گرد اگرد سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اور پانی کی نہریں جاری ہیں۔ اور اس کے روبرو بہشتی حوریں تخت پر بیٹھی ہیں۔ میں نے پوچھا۔ اے جوان! تو کون ہے۔ اور دُنیا میں تو کیا کرتا تھا اور یہ درجہ تجھے کس سبب سے نصیب ہوا۔ کہا۔ اے خواجہ! میں تیری طرح تھا۔ لیکن ایک دفعہ میں نے سُنا۔ کہ جو شخص ماہ محرم میں عاشورہ کے روز چھ رکعت نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بخشدیتا ہے۔ میں نے یہ نماز بعد ازاں ہمیشہ ادا کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مجھے بخشدیا +

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص عاشورہ کے روز یا رات کو چار رکعت نماز فرشتوں کی خوشنودی کے لئے ادا کرے تو اللہ تعالیٰ

شکر کہ بیرے سلام سے بچ لیتا ہے اور خوشنود کرتا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک ❖

چونکہ ماہ صفر [illegible] ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں چند روز شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے یار شیخ محمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر حاضر خدمت ہوا۔ میں آداب بجا لایا۔ حکم ہوا۔ بیٹھ جا۔ بیٹھ گیا۔ جو خط شیخ برہان الدین نے دیا تھا۔ اسے آپ نے مطالعہ فرمایا ❖

بعد ازاں فرمایا۔ کہ تو نے دیر کیوں کی۔ عرض کی۔ کہ بندے کا جسم خاکی تو وہاں تھا لیکن دل یہاں تھا۔ مخدوم بندہ نواز نے فرمایا۔ واقعی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ ہمارا اشتیاق بڑھا تم پر غالب آیا ہے۔ تم کہتے تھے۔ کہ اگر پر ہوں۔ تو اڑ کر چلا جاؤں۔ اور خواجہ صاحب کی قدمبوسی حاصل کروں ❖

بعد ازاں خلقت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ مرید اور شیخ کا فرزند ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ مولانا نظام الدین نے فرمایا۔ کہ ایک مکتوب بھی لکھا جس میں پابوسی کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اور ایک شعر بھی لکھا تھا۔ جسے میں نے یاد کر لیا تھا۔ جب تمہیں یاد کرتا۔ تو اس شعر کو پڑھ لیا کرتا تھا۔ وہ شعر واقعی بے نظیر تھا۔ اگر پڑھے۔ تو سنوں۔ میں نے آداب بجا لا کر وہ شعر پڑھا ؎

زآنکس کہ بندۂ تو داند مرا　　　بر مردمک دیدہ نشانند مرا

لطف و منت عنایت فرمودہ است　　　ورنہ کیم ز کس چہ داند مرا

جب میں نے یہ شعر پڑھا۔ تو شیخ الاسلام میں رقت پیدا ہوئی۔ اٹھ کر رقص کرنے لگے اس قدر رقص کیا۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ چاشت سے لیکر دوپہر تک رقص کرتے رہے جب فارغ ہوئے۔ تو خاص دعا گو کو خلعت عنایت فرمایا۔ اور عصا بھی اسی روز مرحمت کیا۔ اور مصلیٰ اور چوبی نعلین بھی بخشیں۔ اور مجھے بغل میں لیکر فرمایا۔ کہ مولانا نظام الدین! اب وقت آگیا ہے کہ میں تجھے رخصت کروں۔ اور پھر تیرا دیدار نصیب ہو۔ جاؤ۔ آج ہی تمہاری رخصت کا دن ہے۔ ہاں۔ کچھ دن اور ٹھہرو۔ کیونکہ دیدار غنیمت ہے۔ بعد ازاں زار زار روئے اور یہ شعر پڑھا ؎

دیدار دوستان موافق غنیمت است　　　چوں یا نقیم حیف و دگر بکنیم

بعد ازاں اتنے میں کسی طرف سے مسافر آئے۔ اور آداب بجا لائے۔ حکم ہوا۔ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ کھانا موجود نہ تھا ❖

بعد ازاں ماہ صفر اللہ تعالیٰ اسے خیر و ظفر سے ختم کرے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ یہ بڑا بھاری اور سخت مہینہ ہے۔ کیونکہ جب یہ مہینہ آتا۔ تو اول مہینہ سے آخر تک دل تنگ رہتا۔ اور جب گذر جاتا۔ تو خوش ہو جاتے۔ آنحضرت صلعم کا یہ

تغیر اس مہینے کی گرانی کے سبب ہوتا +

بعد ازاں فرمایا - کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے ماہ صفر کے گذرنے کی خوشخبری دیگا میں اُسے بہشت میں جانے کی خوشخبری دونگا - "من بشرنی بخروج الصفر ان بشرتہ بدخول الجنۃ +

بعد ازاں فرمایا - کہ اللہ تعالے ہر سال دس لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل کرتا ہے - جن میں سے صرف اس ایک مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار نازل ہوتی ہیں - پس اس مہینے کو دُعا اور طاعت سے بسر کرنا چاہئے - پھر کوئی بلا پیش نہیں آتی +

بعد ازاں فرمایا - کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سُنا ہے - کہ جو شخص ماہ صفر میں مصیبتوں سے بچنا چاہے - وہ ہر نماز کے وظیفہ کے بعد یہ دعا بکثرت پڑھے :- بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ باللہ من شر هذا الزمان و استعیذ من شرور لا یمن الی بجلال و جمالک و کمال قدرتک ان تجیرنی من فتنۃ هذا السنۃ وقنی شرما قضیت فیها واکرمنی بالنظر بکرم النظر واختم بالسلامۃ والسعادۃ لاهلی و اولادی واقربائی وجمیع امۃ محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم +

بعد ازاں فرمایا - کہ ماہ صفر میں پہلی رات کو نماز عشا کے بعد مسلمانوں کو چاہئے کہ چار رکعت نماز کے وظیفہ کے بعد اس طرح ادا کرے - کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون پندرہ بار - دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ گیارہ مرتبہ تیسری میں فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الفلق پندرہ بار - اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الناس پندرہ بار پڑھے - اور سلام کے بعد انا انزلنا پندرہ مرتبہ ... ستر مرتبہ درود شریف پڑھے - جب یہ نماز ادا ہو جائے - تو اللہ تعالے جو بلائیں اس روز تقدیر میں لکھی ہیں - ان سے اپنے فضل سے محفوظ رکھتا ہے +

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا - کہ شیخ الاسلام شیخ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ کی شرح میں لکھا دیکھا ہے - کہ سارے ماہ صفر میں تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں - آخری چہار شنبہ نہایت بھاری ہے - اس روز چار رکعت نماز ادا کرے - تاکہ حق تعالے اسے بلاؤں سے محفوظ رکھے - دوسرے سال تک کوئی بلا اس پر نازل نہیں ہوتی - دعا یہ ہے - بسم اللہ الرحمن الرحیم - یا شدید القوی ویا شدید المحال یا مفضل یا عزیز لا الہ الا انت برحمتك يا ارحم الراحمين"

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا - کہ جو شخص بلا میں گرفتار ہوتا ہے - اسی ماہ صفر میں ہوتا ہے

چونکہ پیدائش کے سبب آدم علیہ السلام نے جو گندم کی دانہ سے کھائی تھی۔ اسی ماہِ صفر میں بہشت سے
نکلے تین سو برس روتے رہے۔ جب آپ کے وجود پر گوشت پوست نہ رہا۔ تو حکم ہوا۔ کہ توبہ کرو۔ ہم نے
تمہاری توبہ قبول کی۔ یہ بھی ماہِ صفر میں ہوا ۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔ کہ
جب ہابیل و قابیل دونوں بھائی ماہِ صفر میں شکار کے لیے نکلے۔ تو مہتر آدم علیہ السلام نے انہیں
منع فرمایا۔ کہ ماہِ صفر میں باہر نہ نکلو۔ انہوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ جب جنگل میں پہنچے۔ تو دونوں بھائیوں
میں تکرار ہو پڑی۔ قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ اور پشیمان ہوا۔ کہ یہ میں نے کیا کیا۔ جب یہ خبر مہتر آدم
نے سُنی۔ تو سخت گھبرائے۔ مہتر جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا۔ کہ حکمِ الٰہی یوں ہے کہ ہابیل کی اولاد
سے سارے سُنی ہونگے۔ اور جو قابیل سے ہونگے۔ وہ یہودی اور کافر وغیرہ ہونگے۔ اس واسطے کہ اس
نے ماہِ صفر میں بھائی کو مارا ہے ۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ مہتر نوح علیہ السلام کی قوم پر ماہِ صفر ہی میں طوفان کی بلا آئی
اور ہلاک ہوئی۔ اور ماہِ صفر کی پہلی تاریخ ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا گیا۔ اور ماہِ صفر میں ہی مہتر
ایوب علیہ السلام کیڑوں کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ ماہِ صفر کے آخر میں مہتر زکریا علیہ السلام کے
سر پر آرہ رکھا گیا۔ ماہِ صفر کی آخری چہار شنبہ کو مہتر یحییٰ علیہ السلام کے حلق میں چھری گھونپی گئی۔
ماہِ صفر ہی میں مہتر جرجیس علیہ السلام کے سات ٹکڑے کئے گئے۔ ماہِ صفر ہی میں مہتر یونس علیہ
السلام مچھلی کے پیٹ میں بند ہوئے ۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نعرہ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو فرمایا۔ کہ
ماہِ صفر ہی میں سلطان الانبیا کو مرضِ موت لاحق ہوا۔ اور اسی مہینے میں وصال ہوا ۔

پھر فرمایا۔ تمام انبیاء پر جو مصیبتیں نازل ہوئی ہیں۔ سب ماہِ صفر میں ہوئی ہیں۔ یہ مہینہ
بہت ہی بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں تمہیں اور تمام مسلمانوں کو ماہِ صفر کی
گزند سے بچائے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک ۔

۲۹ انتیسویں ماہِ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مجاہدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی
تھی۔ عزیزانِ اہلِ سلوک در خدمت تھے۔ چنانچہ شیخ [illegible] الدین ہانسوی۔ شیخ ملہو لاہوری۔
شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ اور خاندانِ چشت کے چند صوفی آئے ہوئے تھے اور مجاہدہ کے
بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا۔ کہ جب خواجہ بایزید سے مجاہدہ کی بابت پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں
تیس سال تک عالمِ تفکر میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے کھڑا رہا۔ سو ان تیس سال میں مجھے یاد نہیں کہ
[illegible]

عالم محو میں رہا۔ اس دو سال میں نفس کو پیٹ بھر پانی نہ دیا۔ ہاں ہفتے یا مہینے بعد دو دم پانی دیتا۔ جب اپنا کام کمال کو پہنچایا۔ تو دس سال تک پھر پانی پیٹ بھر نہ دیا۔ بعد ازاں نفس کو ٹھنڈے پانی کی خواہش ہوئی۔ تو میں وعدے میں ٹالتا رہا۔ چنانچہ دس سال تک نفس یہی خواہش کرتا رہا۔ اور فریاد کرتا رہا۔ کہ تو مجھے اور کب تک ماریگا۔ میں نے کہا۔ اپنے آخری دم تک۔ گر میں اپنا مجاہدہ بیان کروں۔ تو تم کو اس کے سننے کی طاقت نہیں۔ جو معاملات میں نے اپنے نفس سے کئے ہیں۔ وہ صرف کہنے سے۔ تحریر سے ٹھیک بیان نہیں ہو سکتے۔ غرضیکہ جب ستر سال اسی طریق پر گذر گئے۔ تو پھر جب دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی۔ کہ اندر آ جا۔ تو نے ہمارے کام میں کوئی کوتاہی یا کمی نہیں کی۔ اب ہم پر واجب ہے کہ تجھ پر تجلی کریں۔ جب یہ آواز سنی۔ تو نعرہ مار کر جان یار کے حوالے کی +

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ کے جان دینے کی کیفیت یہی تھی۔ پھر فرمایا۔ کہ جو مجاہدہ کرتا ہے وہ مشاہدہ بھی کرتا ہے بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند   کا نجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا۔ کہ مجاہدہ کیا ہے۔ فرمایا نفس کو بری حالت میں ترساتر سا کر مارنا۔ یعنی جو اس کی خواہش ہو۔ وہ اسے نہ دی جائے۔ جو اس کی آرزو ہو وہ پوری نہ کیجائے۔ بلکہ ترسایا جائے۔ اور جس طاعت پر نفس راضی نہ ہو۔ وہی طاعت کرے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے نفس کو کہا کرتے تھے۔ کہ اے نفس! اگر تو آج کی رات میری بات مانے۔ تو دو رکعت میں قرآن مجید ختم کر لوں۔ لیکن نفس نے کہا نہ مانا۔ دوسرے روز مناجات کی۔ اور عہد کر لیا۔ کہ بیس سال تک نفس کو پیٹ بھر کر پانی نہ دونگا۔ اس رات کا یہی اسواسطے کی کہ نفس کو پیٹ بھر پانی دیا گیا +

پھر فرمایا۔ کہ شاہ شجاع کرمانی چالیس سال نہ سوئے۔ بعد ازاں ایک رات سوئے تو حضرت کو خواب میں دیکھا۔ بعد ازاں جہاں جاتے خواب کے کپڑے ساتھ لیجاتے۔ اور سوتے تاکہ شاید پھر وہ دولت نصیب ہو۔ غیب سے آواز آئی۔ اے شاہ شجاع! وہ چالیس سال کی بیداری کا ثمرہ تھا جیسا پہلے کیا تھا۔ ویسا ہی کر۔ پھر یہ دولت نصیب ہوگی +

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ جب خواجہ شاہ شجاع کرمانی کا آخری وقت نزدیک آیا تو جس روز آپ کا انتقال ہونیوالا تھا۔ اس روز ہزار رکعت نماز ادا کی۔ اور مصلے پر سو گئے۔ اور حضرت ذوالجلال کو دوبارہ دیدار ہوا۔ حکم ہوا۔ کہ شاہ شجاع ابھی آنا چاہتے ہو یا کچھ دن ٹھیرو۔ چاہتے ہو سو [illegible] کی ... اب رہنے کی جگہ نہیں۔ میں آنا چاہتا ہوں۔ اسی اثنا میں آنکھ کھلی۔ تو وضو کر کے ... عشاء کا وقت تھا۔ سر سجدے میں رکھکر جان بحق تسلیم ہوئے۔ شیخ الاسلام ... بیہوش ہو گئے۔

جب ہوش میں آئے - تو یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا - کہ ایک دفعہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا - کہ اپنے مجاہدات کی بابت کوئی بات سنا دو - فرمایا - اگر میں اپنے مجاہدہ کی بابت سب کچھ سناؤں - تو تم سن نہیں سکو گے - البتہ جو معاملہ میں نے نفس سے کیا ہے - اس میں سے تھوڑا سا سناتا ہوں - وہ یہ کہ ایک رات نفس کو میں نے عبادت کے لئے کہا - تو اس نے سستی کی - اسکی وجہ یہ تھی - کہ اس روز عادت سے زیادہ دو کھجوریں کھا گیا تھا - مختصر یہ کہ نفس نے کہنا نہ مانا - جب دن ہوا - تو میں نے عہد کر لیا - کہ میں کچھ مدت کھجوریں نہیں کھاؤنگا - چنانچہ پندرہ سال تک نفس کو کھانے نہ دیا - اور آزردہ ہی رہا - بعد ازاں نفس نے کہا - کہ جو کچھ تو فرمائے میں بجا لاؤں گا - اسوقت میں نے اجازت دی - تو فرمانبردار ہو گیا - جو کچھ میں اسے کہتا بجا لاتا بلکہ اس سے زیادہ کرتا ۔

بعد ازاں فرمایا - کہ خواجہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کو لوگوں نے پوچھا - کہ مجاہدہ میں آپ نے کہاں تک ترقی کی ہے - فرمایا - یہانتک کہ دو دو تین تین سال تک نفس کو پانی نہیں دیتا - دس سال گذر گئے ہیں کبھی نفس کو پیٹ بھر پانی نہیں دیا - اور رات کو جب تک دو مرتبہ قرآن شریف ختم نہیں کر لیتا کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتا ۔

بعد ازاں خواجہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کی بابت فرمایا - کہ خواجہ صاحب ایک روز معہ اصحاب بیٹھے تھے - اور درویشوں کی موت کے بارے میں گفتگو شروع تھی - اتنے میں ایک خوبصورت سبز پوش جوان سیب لئے آیا - اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا - خواجہ صاحب ہر بار فرماتے کہ خوش آمدی و نیکو آمدی و صفا آوردی - کچھ دیر بعد وہ سیب نوجوان نے خواجہ صاحب کو دیا - خواجہ صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سیب لیا - اور مسکرا کر فرمایا - کہ تم بیٹھے رہو - جب وہ چلا گیا - تو لوگوں کو بھی رخصت کیا - کچھ دیر بعد رو بقبلہ ہو کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا - جونہی قرآن مجید ختم کیا - اس سیب کو سونگھا - اور جان بحق تسلیم ہوئے - بعد ازاں آپ کا جنازہ مسجد کے پاس لائے - تاکہ نماز جنازہ ادا کریں - اسوقت اذان ہو رہی تھی - جب مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچا - تو خواجہ صاحب نے کفن سے ہاتھ باہر نکال انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا اشہد ان محمد رسول اللہ - انگشت مبارک کھڑی ہی رہی - لوگوں نے بہتیرا زور لگایا - کہ کسی طرح سیدھی ہو - لیکن نہ ہو سکی - آواز آئی - کہ اس انگلی کو ذوالنون نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اٹھایا ہے - جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ ہو نیچی نہیں ہو گی - بعد ازاں خواجہ صاحب زار زار روئے - اور یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز ۔

جنازہ تیار کیا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اٹھائے۔ سب حیران تھے۔ دیر بعد آواز آئی۔ تو خلقت نے نماز
ادا کی۔ جب یہ کہ جنازہ اٹھتا نہیں۔ تو ناگہاں آپ ہی سے خود بخود ہوا میں آگے آگے۔ یہ نہ ہوا اور خلقت
پیچھے پیچھے۔ جتنے بیدین تھے سب آکر مسلمان ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ کس سبب سے تم
مسلمان ہوئے۔ کہا ہم نے پیغمبر خود دیکھے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب کا جنازہ فرشتے اٹھائے لئے
جا رہے ہیں۔ جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی۔ تو نعرہ مار کر گر پڑے اور یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　　کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

اسی اثنا میں موذن نے اذان دی۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خلقت واپس
چلے آئے۔ الحمد للہ علی ذلک ◆

دوسری ماہ رجب ۶۵۵ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس بندے کو خلعت
خاص سے مشرف فرمایا۔ اور بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ مولانا نظام الدین کو ہم
نے ہندوستان کی ولایت دی۔ اور جب سجدہ کیا۔ تو یہی یہ فرمایا۔ میں نے دوبارہ سجدہ کیا۔ حکم ہوا
آگے بیٹھو۔ سر برہنہ تھا۔ آپ نے شیخ قطب الدین کی جو دستار سر پر رکھی ہوئی تھی۔ عطا فرمائی۔
اور عصا دیا۔ اور خرقہ اپنے ہاتھ سے پہنایا۔ اور فرمایا۔ دوگانہ ادا کر۔ جب میں روبقبلہ ہوا۔ تو
ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف کر کے فرمایا۔ کہ تجھے خدا کو سونپا ◆

بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ میں تجھے دیتا ہوں۔ اس واسطے کہ تو آخری وقت میرے پاس
نہیں ہوگا۔ فرمایا۔ کہ میں بھی اپنے خواجہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے
وقت حاضر نہ تھا۔ اس وقت میں ہانسی میں تھا۔ الغرض پھر شیخ بدرالدین اسحاق کو حکم ہوا۔ کہ
مثال لکھ دو۔ جب میں نے مثال لی۔ تو میرا سر بغل میں لیکر فرمایا۔ کہ تجھے خدا رسیدہ کیا۔ پھر
فرمایا۔ کہ شیخ جمال الدین کو نہ دیکھنا۔ پھر فرمایا۔ کہ آج رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا عرس ہے
آج ٹھہرو۔ کل چلے جانا ◆

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میں نے اپنے خواجہ سے سنا ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت سے
ثابت ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسری ماہ ربیع الاول کو انتقال فرمایا۔ دوسرے روز تجہیز
کے لئے رکھی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی۔
گویا سارے جہان کے عطریات وجود مبارک میں سمائے ہوئے ہیں۔ رنگ و صورت میں ذرہ بھر تفاوت
نہ تھا۔ جیسی زندگی کی حالت میں تھی۔ ویسی ہی وفات کے بعد۔ اس واسطے اکثر یہودی کافر مسلمان
ہوئے۔ دو روز تک جو آپ کا وجود مبارک رکھا گیا۔ یہ صرف معجزے کے لئے تھا۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے جو پردہ فرمانے تھے۔ تب تو جو پہلے ہو چکے۔ تو اس روز امیر المومنین ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے ختم دیا۔ چنانچہ سارے اہل مدینہ نے کیا۔ جب بارھواں دن ہوا۔ تو شہادت ہوئی۔ اسی واسطے مسلمان بارھویں کو عرس کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا عرس بارھویں تاریخ ہوتا ہے۔ لیکن صحیح روایت کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال دوسری ربیع الاول کو ہوا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب تکلیف حد سے زیادہ ہوگئی۔ تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم تین روز تک مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ تیسرے روز بلال رضی اللہ عنہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے دروازے پر آئے۔ آواز دی الصلوٰۃ یا رسول اللہ۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا۔ بلال رض کو کہو۔ کہ ابوبکر رض اور عمر رض آئیں۔ تاکہ مجھے مسجد میں لے جائیں۔ ابوبکر عمر رض۔ عثمان رض اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین آئے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ان کے کندھوں پر دست مبارک رکھکر مسجد تشریف لائے۔ امامت کرنی چاہی۔ لیکن نہ کرسکے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑکر آگے کھڑا کیا۔ یہ حالت دیکھ کر اصحاب نعرہ مارنے لگے۔ قریب تھا کہ صحابہ کا زہرہ آب آب ہوجائے۔ الغرض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم واپس حجرے میں تشریف لائے اور سیاہ گودڑی لیکر لیٹ گئے۔ اتنے میں ایک اعرابی نے دروازے پر دستک دی۔ جس سے در و دیوار کانپ اٹھے۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا باہر نکلیں۔ اور فرمایا۔ کہ اس وقت موقعہ نہیں۔ ہر چند معذرت کی۔ لیکن اس نے ایک نہ سنی۔ یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی سنی۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اور فرمایا۔ اے جان پدر یہ اعرابی نہیں۔ بلکہ وہ ہے۔ کہ اگر دروازہ بھی بند کردوگی۔ تو یہ دیوار کی راہ اندر آجائیگا۔ اگر دیوار بند کردوگی۔ تو سوراخ کی راہ آجائیگا۔ یہ بچوں کو یتیم کرتا ہے۔ یہ تیرے والد ہی کی عزت ہے۔ کہ اجازت طلب کرتا ہے۔ اسے کہو۔ کہ اندر آجائے۔ یہ حکم آیا ہے۔ حجرے سے نعرہ اٹھا۔ کہ ملک الموت آیا ہے۔ آداب بجا لایا ہے۔ جیسے کہ حکم ہوا ہے۔ پوچھا۔ کہو ملک الموت کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کی۔ آپ کی زیارت کا حکم ہوا ہے۔ اور نیز یہ کہ اگر فرمائیں۔ تو جان قبض کروں۔ ورنہ واپس چلا جاؤں۔ فرمایا۔ ذرا صبر کرو۔ جبرائیل کو آلینے دو۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے آکر پوچھا۔ بھائی صاحب کیا حالت ہے؟ اور عرض کی۔ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کے فرشتے نور کے تھال ہاتھوں میں لئے جناب کی جان پاک کے منتظر ہیں۔ اور بہشت اور آسمان کے دروازے کھول دئے گئے ہیں۔ اور انبیاء کی ارواح منتظر ہیں۔ بہشتی حوریں بھی منتظر ہیں۔ انہوں نے بہشت آراستہ کیا ہوا ہے۔ تاکہ آپ تشریف لائیں۔ فرمایا [illegible]

عرض کی۔ مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ آپ اپنی امتوں کو خدا تعالیٰ کے سپرد کریں۔ فرمایا۔ میں نے سپرد کیا۔
بعد ازاں ملک الموت کو فرمایا۔ کہ اب اپنا کام شروع کرو۔ وہیں ملک الموت نے
پائے مبارک کے تلوے پر ہاتھ رکھا۔ پاؤں ٹھنڈا ہو گیا۔ بتدریج روح قبض کرلی۔ پانی کا بھرا
ہوا پیالہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑا تھا۔ اس وقت دست مبارک اس سے تر
کرکے سینے پر پھیرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ الٰہی میرے اوپر سکرات موت اے پروردگار
موت کی تلخی کو آسان کر۔ جب وقت بالکل قریب آگیا۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم لب
مبارک ہلاتے تھے۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے کان لگا کر سنا۔ تو فرما
رہے تھے۔ کہ پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان دینے کی عزت سے میری امتوں پر
رحم فرما۔ آخری وقت تک یہی فرماتے رہے ٭

جب شیخ الاسلام یہ ختم کر چکے۔ تو تمام حاضرین مجلس سے خروش اٹھا۔ اور شیخ الاسلام بیہوش
ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ جن کی خاطر تمام مخلوقات پیدا کی
گئی۔ اور جن کی دوستی کی خاطر حق تعالیٰ نے اپنی سلطنت ظاہر کی۔ اسے اس جہان سے اٹھا لیا
گیا۔ تو ہم تم کس گنتی میں ہیں۔ پس ہمیں بھی مردہ ہی خیال کرنا چاہئے۔ ہاں توشہ کی تدبیر
کرنی چاہئے۔ اور غفلت و گفتگو میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ تاکہ قیامت کے دن شرمندگی
نہ اٹھانی پڑے ٭

جب شیخ الاسلام یہ ختم کر چکے۔ تو شمس دبیر آداب بجا لایا۔ اور عرض کی۔ کہ خواجہ [illegible]
کی نظم یاد ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو پڑھوں۔ فرمایا۔ پڑھو۔ جب نظم پڑھی۔ تو شیخ الاسلام
پر حالت سی آگئی۔ ایک پہر تک حالت رہی۔ اس روز خاص بار شمس دبیر کو عنایت ہوا۔ اور
نظم کے بعد اوقات میں مشغول ہوئے۔ میں نے لوگوں سے سنا ہے۔ کہ پھر تا حیات کسی
سے مشغول نہ ہوئے۔ صرف یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ واللہ اعلم۔ نظم جو شمس دبیر
نے پڑھی۔ یہ ہے:۔

نظم

جہاں ہیست بگذر زنیرنگ او ۔۔۔ رہائی کہ ننگ آرد از چنگ او
مقیمے نہ بینی دریں باغ کس ۔۔۔ تماشا کنند ہر یکے ہر نفس
دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست ۔۔۔ کہ کیسہ بر مرد خود کانہ نیست
درد ہر دمے نوبتے می رسد ۔۔۔ یکے میرود دیگرے می رسد

جہاں گرچہ آرامگاہے خوش است — شناسندہ را نعل در آتش است

دو در دارد این باغ آراستہ — در و بند این ہر دو برخاستہ

درآ از در باغ و بنگر تمام — ز دیگر در باغ بیروں خرام

وگر زیرکی باگلے خو مگیر — کہ باشد بجا ماندنش ناگزیر

دریں دم کہ داری بشادی بسیچ — کہ آیندہ و رفتہ ہیچ است و ہیچ

یکے را درآرد بہ ہنگامہ تیز — دگر را ز ہنگامہ گوید کہ خیز

نظامی سبک باش یاراں شدند

تو ماندی بغم غمگساراں شدند

تمام شد

تصوّف کی کتابوں کا اشتہار

اُردو ترجمہ کتاب عین الفقر

یہ کتاب لطیف پُر از اسرارِ الٰہی عاشقوں کی جان صادقوں کا ایمان حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ العزیز کی اعلیٰ تصنیفات سے ہے۔ اس میں مصنف علیہ الرحمۃ نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل تصوف کو بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا آگاہی ناظرین کے لئے چند مضامین درج ذیل کرتے ہیں جو اس کتاب میں ہیں۔ حمد۔ نعت۔ سببِ تالیف و نامِ کتاب۔ مرشدِ کامل و مرشد ناقص۔ سالک مجذوب و مجذوب سالک۔ علم دین و علم دنیا۔ ذکرِ سری کا بیان اور اسکی فضیلت۔ مقاماتِ۔ علم ظاہر سے علم باطن کا حصول۔ فقر کے صفات فقر آزادی سے نہیں۔ بلکہ علم و عمل اور شریعت و طریقت کے جمع کرنے سے ہوتا ہے۔ بشرح برزخ اسم اللہ و توحید۔ فنا فی اللہ۔ ذکر اللہ کے فتوحات کا۔ تشریح اسم اللہ ہر جاندار کے سانس سے اسم ھُو نکلتا ہے۔ کسرِ نفسی اور اسکا محاسبہ۔ حصولِ کمال کے لئے ریاضت و مشقت۔ مرشدِ کامل کی مثال اور اس کی ضرورت۔ عشقِ حقیقی و عشقِ مجازی۔ عبادت میں توجہ نہ کرنا جب نفس فنا ہو جاتا ہے تو نفسانیت کا شائبہ مطلق نہیں رہتا۔ مرشد کامل سے روگردانی۔ ذکر اللہ کی شان۔ توحید مطلق۔ خلاف شرع گمراہی ہے تجلیات و تحقیق مقاماتِ نفس و ماسوی اللہ وغیرہ۔ تجلی کے اقسام اور اس کے مقامات۔ ذکر مستلذہ۔ عشق الٰہی کے لوازمات مرشد و طالب کی خصوصیات۔ انسان کے وجود میں اس کے مقامات۔ صاحب باطن و صاحب یقین۔ صاحب زر و صاحب نظر تحقیق کا بیان اور اس کی مثال۔ عارف دنیا و عارف عقبیٰ و عارف مولیٰ۔ لطیفہ۔ استغراق۔ معارف پر کشف کرامت کا بند ہونا۔ مرشد کا مرید کیلئے آئینہ ہونا۔ مراتب علم و معرفت۔ لطیفہ۔ نفس سے مخالفت اور اس کے زیر کرنے کا بیان۔ تمثیل۔ فقر کی سانس ذاکر ہوا کرتی ہے۔ نفس و شیطان و دنیا کی مثال۔ نفسانیت اور اس کا نتیجہ۔ ابلیس و نفس اور دنیا کے اتفاق کی مثال۔ فقر فنا اور فقر بقا و فقر منتہی۔ شریعت طریقت حقیقت کی مثال زندہ دل اور مردہ دل۔ ذکر علما و فقرا۔ علم رحمانی اور علم شیطانی۔ زبدۃ علم الفقر لا یحتاج کے معنے۔ خواہائے نفس۔ توکل کو چھوڑ کر ضعیف کی طرف اور قوی کو چھوڑ کر ... جو ذکر خدا فی قتل ہے۔ فقر ہیں وہ کون کون مقامات جن میں آتے ہیں ذکر مراقبہ و مشاہدہ و خواب اور جواب برزخ اور تمیز غرق و وحدت۔ ذکر روحی اور ذکر سری۔ مراقبہ اور اسکی منزلیں۔ مراقبہ کی مثال۔ مراتب مراقبہ۔ قلب کے اقسام۔ عشق و محبت۔ لطیفہ میں صحابہ کرام کی مثال۔ خاتمہ کتاب وغیرہ۔ جو صاحب علم تصوف کے شائق ہوں۔ انکا فرض ہے کہ اس دُرِّ بے بہا کو خرید فرماویں۔ یہ کتاب نہایت عمدہ خوشخط اردو زبان میں ترجمہ ہو کر چھپ گئی ہے۔ منگوائیں اور اس کے مطالعہ سے حظ اٹھائیں قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

اُردو ترجمہ کتاب مجالستہ النبی

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیف لطیف سے ہے۔ جس کا نہایت سلیس
اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس میں بھی حضرت نے عمدگی سے بعض مسائل تصوف کو بیان فرما کر طالبان خدا اور عاشقین
جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ اس کتاب میں جو جو مضامین ہیں۔ ان کی
آگاہی ناظرین کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین بعد ملاحظہ مضامین مندرجہ کے اس کتاب کو خرید فرماویں
حمد۔ نعت۔ کتاب کے لکھنے کی وجہ اور اُسکی منفعت۔ اس رسالہ کے پڑھنے والے کو اس سے نفع پہنچنا۔ تزکیہ نفس و تصفیہ
قلب اور روح وغیرہ کا بیان۔ معرفت الٰہی کا علامت حاصل ہونا۔ اور ظاہر ہونا اُن کی مثال۔ مراقبہ کی تفصیل یعنی
مقام فنا فی الشیخ و مقام فنا فی الرسول کی شناخت۔ انسان کے وجود میں مقامات نفس وغیرہ۔ تغیر کی بدولت نام کے
ذرہ ہونا ہے۔ تصور اسم اللہ کی تاثیر۔ قلب سے خود بخود ذکر جاری ہونا۔ ذکر قلبی کی شناخت۔ انسان کے وجود
میں اربعہ عناصر کی مثال۔ یہ نفس کہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کے وجود میں مقامات نفس اور اُس کے نام
روح پاک و ناپاک۔ شرح پیر و مرشد وغیرہ قیمت ۔ ۲ر

اُردو ترجمہ کتاب گنج الاسرار

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیف سے ہے۔ جو طالبان حق کی خاطر
اس کا ترجمہ بھی فارسی سے اُردو میں کیا گیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل مضامین ہیں۔ حمد۔ نعت۔ رسالہ کے
لکھنے کا سبب۔ رسالہ کے مقاصد۔ طریقہ قادریہ کی فضیلت۔ طریقہ قادریہ کے اقسام۔ یاد حق سے
غافل رہنے کا نام دُنیا۔ اور اُس کی بحث۔ طریقہ قادریہ میں معرفت الٰہی کے خزائن۔ خلوت کی منفعت
اور اُس میں سے دُنیا کی بے تعلقی کا ظہور جو فقر کا ایک رُکن اعظم ہے۔ مرشد کے اقسام۔ مرشد [illegible]
نہیں۔ نسبت طریقہ قادریہ کے ابتدائی مراتب۔ محبت دُنیا سے طالب کے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔
حُبِ دُنیا کے متعلق ایک حکایت۔ کل اولیاء کے حق میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا قول۔ مرشد نفس
مریدوں کی حالت سے واقف رہتا ہے۔ فقیر کو جلال و جمال دونوں مقامات سے گذرنا چاہیئے۔ فقیر کو ذکر
میں ذکر کے اقسام۔ سماع کا بیان۔ فقیران فنا فی اللہ کو ہوا و ہوس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ فقیری کی نسبت
جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد۔ طالب اللہ کو فقیر کامل کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ ذکر [illegible]
تمام کی شرح اور اُسکی فضیلت۔ خاتمہ کتاب قیمت .. .. ر

المشتہران

ملک فضل الدین ملک چنن دین ملک تاج الدین تاجران کتب قومی [illegible] لاہور

سلسلۂ تصوف نمبر ۱۰۱

سوانح عمری حضرت محبوب الٰہی

نظام الدین اولیا

رحمۃ اللہ علیہ

جس میں حضرت سلطان [illegible] اولیا نظام الحق والدین قدس سرہ کی پیدائش، تعلیم و تربیت، کشف و کرامات، بیعت و خلافت، بادشاہان [illegible] اور وفات تک کے حالات نہایت عمدہ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں

مؤلفہ

جناب محمد نثار علی صاحب شہرت چشتی سابق ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم ریاست جموں و کشمیر

چھپے

بعد حصول جملہ حقوق

اللہ والے کی قومی دکان مالک [illegible] تاجران کتب

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں ——— بازار کشمیری

لاہور

تصوف کی بہترین بے نظیر کتابوں کا لاجواب سلسلہ

اردو ترجمہ کتاب خیالات العشاق

مصنفہ جناب حضرت قاضی حمید الدین صاحب ناگوری رحمۃ اللہ علیہ استاد جناب حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب میں قاضی صاحب نے تصوف کے ایسے ایسے باریک مسائل بیان فرمائے ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں مشکل سے ملتے ہیں۔ قیمت ۔۔۔۔۔۔ ۶/

اردو ترجمہ کتاب مجالس الحسنہ

از ارشادات و حالات خاندان حضرت خواجہ کمال الدین صاحب علامہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ و ملفوظات حضرت خواجہ حسن محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمع کردہ حضرت شاہ اللہ ... حضرت خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ چشتی مصنف چہل و دو رسائل نبیرہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ قیمت ۔۔۔۔۔۔ ۳/

اردو ترجمہ کتاب مونس الارواح

یعنی حالات حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ۔ و حالات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ و احوال حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ و قاضی حمید الدین ناگوری و حالات حضرت خواجہ نظام الدین بہ تفصیل درج ہیں۔ ان حالات کو علیا حضرت جہاں آرا بیگم بنت شاہجہان نے نہایت خوش اسلوبی سے لکھا ہے۔ قیمت ۔۔۔۔ ۴/ (?)

اردو ترجمہ کتاب آداب الطالبین

یہ کتاب حضرت شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ چشتی مصنف رسائل و دو نبیرہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی تصنیفات میں سے ہے۔ اس میں حضرت نے طالبان خدا کے لئے نہایت عمدگی سے دستور العمل ترتیب دیا ہے۔ اس رستہ کے چلنے والوں کو جو ہدایت تلقین فرمائی ہیں۔ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ قیمت ۔۔۔۔ ۳/ (?)

نحمدہ و نستعین

کل مخلوقات پردۂ عدم میں مستور تھی اُس کے بعد عالم وجود میں آئی۔ آگے چل کر پھر عدم میں چھُپ جاوے گی۔ گویا کہ یہ حیاتِ مستعار دو عدموں کے بیچ میں چند روزہ ہے۔ جس کو بھی عدم ہی کہنا چاہیئے۔ پس معدوم مخلوق اُس کی کیا تعریف کر سکتی ہے جس نے تمام عالم بنایا۔ اگر ہر انسان عمر بھر اللہ تعالےٰ کی حمد بیان کرے تو بھی ایک نکتہ اُس کی حمد کا بیان نہیں کر سکتا۔ اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت بھی مجھ عاجز سے کیا ہو سکے جس کی شان میں طٰہٰ و یٰسین آئی ہے۔ خداوند تعالےٰ جن کی تعریف بیان فرماوے۔ ہیں عاجز بندہ گندہ اُس کی تعریف کیا بیان کر سکتا ہوں +

(محمد نثار علی شہرت)

التماس

اس رسالہ میں پانچ باب قائم کئے گئے ہیں۔ اور اُن کے درمیان میں ۱۵ فصلیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

باب اوّل اس میں تین فصلیں ہیں۔
فصل ۱ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش اور تعلیم وغیرہ کے بیان میں۔
فصل ۲۔ ادب و آداب کے بیان میں۔
فصل ۳۔ نماز کے بیان میں۔

باب دوم۔ اس میں چار فصلیں ہیں۔
فصل ۱۔ اخلاق اور اشفاق کے بیان میں۔
فصل ۲۔ توبہ وغیرہ کے بیان میں۔
فصل ۳۔ تلاوت کلام مجید کے بیان میں۔
فصل ۴۔ استغراق کے بیان میں۔

باب سوم۔ اس میں فقط ایک فصل ہے۔
فصل ۱۔ کشف و کرامات کے بیان میں۔

باب چہارم۔ اس میں چار فصلیں ہیں۔
فصل ۱۔ سلوک کے بیان میں۔
فصل ۲۔ سماع و وجد کے بیان میں۔
فصل ۳۔ اطاعت کے بیان میں۔
فصل ۴۔ کھانا کھلانے کی فضیلت کے بیان میں۔

باب پنجم۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔
فصل ۱۔ عالم محبت کے بیان میں۔
فصل ۲۔ ریاضات و عبادات کے بیان میں۔
فصل ۳۔ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بیان میں۔

سوانح عمری خواجہ نظام الدین رح

باب اول

فصل اول

حضرت خواجہ نظام الدین رح کی پیدائش اور تعلیم کے بیان میں

مقبول بارگاہ الہی عالی جناب شیخ نظام الحق والدین بدایونی قدس سرہ خلفائے نامدار و محرمان اسرار و محبان باوقار شیخ فرید الملت والدین گنجشکر اجودھنی کے ہیں۔ آپکے اسم گرامی محمد بن دانیال بن علی بخاری ہے۔ اور لقب سلطان المشائخ و سلطان الاولیا و سلطان السلاطین آپ کا ہے۔ اور محبوب الہی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی ذات فیض آیات سے تمام ہندوستان کو فائدہ پہنچا ہے۔ آپ کے جد بزرگوار کا نام خواجہ عرب ہے۔ خواجہ عرب مع اپنی اہلیہ بزرگ اور اپنے فرۃ العین (یعنے والد ماجد خواجہ صاحب) کے بباعث حوادث روزگار بخارا سے ہجرت کر کے لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ کچھ دنوں یہاں قیام فرمایا اُس کے بعد بدایوں میں تشریف لے گئے اور وہاں پر سکونت اختیار فرمائی۔ شہر بدایوں میں شیخ نظام الدین اولیا ۶۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اس سن سلطان شمس الدین التمش اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے انتقال فرمایا ہے۔ جب حضرت خواجہ کی عمر پانچ برس کی ہوئی۔ تو آپ کے والد ماجد یعنے خواجہ شیخ احمد دانیال نے انتقال فرمایا۔ چنانچہ آپ بدایوں میں مدفون ہوئے۔ حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ معظمہ کا اسم مبارک یعنے نام نامی بی بی زلیخا تھا۔ جنھوں نے آپکی پرورش نہایت جانفشانی سے فرمائی۔ اور آپکی تربیت

اور تعلیم آپ نے نہایت عمدگی اور کوشش کے ساتھ دلائی۔ بہت تھوڑے دنوں کے بعد علم حدیث۔ علم تفسیر۔ صرف و نحو منطق۔ معانی وغیرہ وغیرہ میں آپ کو کامل دستگاہ ہوگئی اور آپ کے سر مبارک پر بارہ برس کی عمر میں دستار فضیلت باندھی گئی۔ جب آپ کی عمر ۲۰ برس کی ہوئی تو حسب اتفاق شیخ ابوبکر قوال جو سفر و سیاحت کر کے بدایوں آیا تو اُس نے اپنی سیاحت کا حال حضرت خواجہ سے بیان کیا اور اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے سامنے سماع کیا ہے۔ وہ ایک بڑے بزرگ عابد اور زاہد اور متقی اور صاحب کرامت ہیں اور اُس نے یہ بھی کہا کہ میں اجودھن گیا ہوں۔ وہاں میں نے درویشی کی بادشاہت دیکھی ہے۔ یہاں ایک بزرگ فریدالدین نام تشریف رکھتے ہیں جو کرامت اور اتقا اور زہد و تقویٰ میں اپنا ثانی روئے زمین پر نہیں رکھتے۔ طالبوں کو مرید کر کے فوراً خدا تک پہنچا دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو روئے زمین پر قاسم نعمت پیدا کیا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے جو یہ باتیں سنیں عشق جوش میں آیا۔ اور اُسی وقت بخدمت شیخ نجیب الدین حاضر ہوئے۔ اور بوساطت شیخ صاحب آپ کو حضرت خواجہ فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں باریابی ہوئی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب شیخ فریدالدین کے حضور میں شیخ نظام الدین پہنچے تو حضرت خواجہ فریدالدین نے اُن کو دیکھ کر یہ شعر اپنی زبان گوہر فشاں سے فرمایا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

یہ شعر گویا کہ ایک تیر تھا جو حضرت خواجہ فریدالدین شکر گنج کی زبان سے نکل کر خواجہ نظام الدین کے سینہ میں لگا۔ پس شیخ نظام الدین اُسی وقت خواجہ ممدوح کے مرید ہوگئے مدتوں تک آپ نے اپنے پیر کے سایہ میں ریاضات کیں۔ اُس کے بعد خرقہ خلافت پیشگاہ خواجہ فریدالدین شکر گنج سے آپ کو مرحمت ہوا۔ اُس کے بعد آپ دہلی میں تشریف لائے۔ اور الہام غیبی کی رو سے مقام غیاث پور میں سکونت اختیار کی۔ اُس وقت آپ اور آپ کے ہمراہی فقرا کی معاش بہت تنگ تھی۔ چار چار روز تک بھی رزق میسر نہ آتا تھا کہ جس سے درویش روزہ کھولیں۔ آپ کے محلہ میں ایک صالحہ بزرگ عورت تشریف رکھتی تھی۔ جو رسیاں اُجرت پر بٹتی تھی اور اُس سے جو خرید کر اُس کے آٹے کی روٹیاں

بے نمک پکاتی وہ اس سے روزہ افطار کرتی۔ ایک روز انہوں نے جو معلوم کیا کہ فقرا کو ذ قہ ہے۔ آدھ سیر جو کا آٹا آپ کی خدمت میں حاضر لائی۔ خواجہ نظام الدین نے شیخ کمال الدین یعقوب (یہ آپ کے بڑے دوستوں میں سے ہیں) سے کہا کہ اس آٹے کو دیگ میں ڈال کر پانی ڈالو اور جوش دو کہ آنے والوں کے وہ نصیب میں ہو جاوے۔ انہوں نے دیگ چولہے پر رکھا۔ وہ اس کے نیچے آگ جلائی۔ چنانچہ دیگ جوش میں آئی کہ ناگاہ ایک درویش گدڑی پوش تشریف لائے اور بلند آواز سے کہا اے نظام الدین جو کچھ ماحضر ہے لا۔ آپ نے جواب دیا کہ دیگ پک رہی ہے ذرا توقف کیجئے اور اس کے بعد نوش فرمائیے۔ اس درویش نے خواجہ سے فرمایا کہ تم خود اٹھو اور جس حالت میں دیگ ہے اسی حالت میں لے آؤ۔ خواجہ صاحب اٹھے اور آستینوں کو چڑھایا۔ وہ دیگ کو چولہے پر سے اتارا اور اس کو کھولا اور آگے ان فقیر صاحب کے اس کو رکھ دیا۔ وہ بزرگ اس میں سے گرم گرم لقمے نکال کر کھانے لگے۔ اور تعجب ہوتا تھا کہ اس کا اثر آپ کے ہاتھوں اور منہ کو نہ ہوتا تھا۔ انہوں نے جس قدر حاجت تھی کھایا اور بعد ازاں اس دیگ کو جھٹکے کے ساتھ زمین پر ڈال دیا۔ یہاں تک کہ وہ دیگ ٹوٹ گئی۔ وہ پھر یہ فرمایا اے نظام الدین نعمت باطن فرید سے تو نے پائی اور ظاہری فاقہ و افلاس تجھکو حاصل ہے پس دیگ فاقہ و افلاس کو توڑ دیا۔ پس اب تو سلطان ظاہری اور باطنی ہو گیا۔ یہ کہا اور آدمیوں کی نظر سے غائب ہو گیا۔ پس اسی روز سے اس قدر فتوح اور نذرانہ پہنچنے لگا کہ اس کا حساب کیا ہو سکے۔ اور صاحب تذکرۃ العاشقین لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ غیاث پور میں معز الدین کیقباد نے نیا شہر آباد کرنا چاہا اس سبب سے وہاں آمد و شد بادشاہ اور وزرا کی بہت ہوئی۔ تو خواجہ صاحب گھبرا گئے اور تنگ آگئے۔ اور ارادہ مصمم کر لیا کہ نقل مکان کیا جاوے۔ ایک روز آپ اسی خیال میں تھے کہ ایک جوان نیک بخت آپ کے پاس آیا اور آتے ہی اس نے یہ شعر پڑھا

روزیکہ تو مہ شدی نمے دانستی
کانگشت نمائے عالمے خواہد شد

اس شعر کے پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اول مشہور نہیں ہونا چاہیئے اور جب

کوئی آدمی مشہور ہو گیا تو ایسی کوشش کرے کہ بحضور رسول مقبول شرمندہ نہ ہو دے خلق سے گوشہ گیری کرنا اور اللہ کی یاد میں مصروف ہو جانا سہل ہے۔ لیکن مردانگی یہ ہے کہ خلوت انجمن میں ہو اور باوجود انبوہ خلق مشغولی میں خلل واقعہ نہ ہو۔ جب اس نوجوان نے یہ جملہ ختم کیا۔ خواجہ صاحب اٹھے اور قدرے طعام اس کے سامنے رکھا۔ لیکن اس نے طعام پر توجہ نہ کی۔ میں نے جانا کہ غصّہ کی حالت میں ہیں۔ پس اسی وقت میں نے دل میں نیت کی کہ میں نقل مکان نہ کرونگا۔ اسی جگہ ہدایت خلق اور عبادت خدا میں مصروف رہونگا۔ جب میرے دل میں یہ بات آئی تو وہ نوجوان خوش ہوا پھر اس نوجوان نے کھانا کھایا۔ اور رخصت ہوا۔ خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ پھر میں نے اسکو نہیں دیکھا ؛

فصلِ دوم

ادب و آداب

کہا گیا ہے کہ ایک درویش ایک خانقاہ میں آیا اور شیخ بوسعید ابو الخیر نے اس کو دیکھا اور اس کے کمال کو معلوم کیا۔ انھوں نے بوقت افطار روزہ پانی کا کوزہ اپنی لڑکی کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا یہ لڑکی کم سن یعنے صغیر سن تھی۔ لیکن نہایت ادب اور حرمت کے ساتھ وہ پانی کا کوزہ اس کے آگے سامنے لے گئی۔ شیخ ابو السعید کو اپنی لڑکی کا یہ ادب اور یہ اخلاق پسند آیا۔ اور آپ نے اپنے دل ہی میں خیال کیا کہ خداوندا ایسا کونسا نیک بخت ہوگا۔ جس کے نکاح میں یہ لڑکی آوے گی۔ جب شیخ علیہ الرحمۃ کے دل میں یہ خیال آیا تو حسن موذن کو کہا کہ جاؤ بازار کو اور دیکھو کیا غل ہو رہا ہے۔ حسن موذن بازار میں گیا اور اس کے بعد واپس آیا۔ اور شیخ سے کہنے لگا کہ میں نے ایسی بات آج سنی ہے کہ طاقت کوئی کان اس کے سننے کی نہیں

رکھتا۔ شیخ نے کہا کہہ تو سہی۔ اُس نے کہا کونسی زبان سے بیان کروں۔ میری تو زبان سے کہا نہیں جاتا۔ شیخ نے اُس کو اجازت دی اور کہا ڈرو نہیں جو کچھ سنا ہے کہہ دو جس نے کہا ایک آدمی دوسرے آدمی سے یہ بیان کر رہا تھا میاں شیخ ابو سعید نکاح اپنی بیٹی سے کر گیا۔ شیخ یہ سنکر ہنسنے لگے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ میں نے جو خطرہ کیا تھا یہ اُس کا مؤاخذہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پیر جناب خواجہ قطب الدینؒ صاحب بختیار کاکی کی خدمت میں معروض کی جرأت کی اور وہ یہ کہ میں نے ایک بار حضرت شیخ سے چلّہ کی درخواست کی تاکہ میں گوشہ نشینی اختیار کروں۔ آپ نے جواب دیا کچھ حاجت اس امر کی نہیں۔ کیونکہ اس سے شہرت ہوتی ہے اور ہمارے بزرگان دین کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ اپنی شہرت کی تدابیر کریں۔ میں نے گذارش کی کہ میرا مدعا اور میری نیت شہرت کی نہیں ہے۔ کیونکہ شہرت کے لئے چلّہ نہیں کھینچتا۔ اس کا جواب خواجہ قطب الدین العالم نے کچھ نہیں دیا خاموش رہے۔ اس کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ جب حضرت اپنا خیال ظاہر فرما چکے تھے تو مجھ کو جواب دینا نہیں چاہیئے تھا۔ اور جب آپ نے حکم دیا تھا تو اسی کے مطابق تعمیل کرنی چاہیئے تھی۔ میں تمام عمر پچھتایا کہ تو نے کیوں جواب دیا تھا۔ اور بہت بار توبہ و استغفار پڑھی۔ جب آپ یہ حکایت بیان فرما چکے تو یہ فرمانے لگے کہ مجھ سے بھی بلا قصد اس قسم کی جرأت ایک بار ہوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت کے پاس ایک نسخہ عوارف کا تھا اُس سے آپ فوائد بیان فرمایا کرتے تھے۔ مگر وہ نسخہ ایسا زدہ اور بوسیدہ ہو گیا تھا کہ اس میں آپ کو دقت ہوتی تھی۔ ایک نسخہ عوارف کا میں نے نہایت صحیح و صاف شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس دیکھا تھا اُس وقت مجھکو وہ یاد آگیا۔ میں نے گذارش کی شیخ نجیب الدین صاحب کے پاس ایک نسخہ ہے جو بہت صحیح ہے یہ میرا کہنا آپ کو ناگوار گذرا۔ آپ نے اُسی وقت فرمایا کہ درویش کو تصحیح کی قوت اس زدہ کی کہاں۔ یہ الفاظ دو تین بار آپ نے فرمائے۔ مجھے کچھ بھی خیال نہیں تھا اُس وقت آپ یہ الفاظ خفگی سے فرما رہے ہیں یا مسرت سے۔ اگر میرے دل میں اس قسم کی کوئی بات ہوتی یا میں نے قصداً یہ امر کیا ہوتا تو مجھ کو گمان ہوتا کہ آپ شاید میری نسبت فرما رہے ہیں۔ جب دو تین بار آپ نے الفاظ مذکورہ فرمائے تو مولانا بدر الدین

الحق علیہ الرحمۃ جو اُس وقت تشریف رکھتے تھے میری طرف مخاطب ہوکر بولے۔ کہ
تمہیں کو شیخ صاحب فرما رہے ہیں۔ تب تو مجھے ہوش آیا۔ میں اُٹھا اور آپ کے قدموں
میں سر ننگا کرکے جا پڑا۔ اور پھر میں نے گذارش کی کہ میرا یہ خیال نعوذ باللہ نہیں تھا اور
نہ حضرت کی نسبت میرا اس میں اشارہ تھا۔ میں نے ایک نسخہ دیکھا تھا اُس کے ذکر کا قصد
تھا۔ اس کے علاوہ اور میرے دل میں کسی قسم کی کوئی بات نہ تھی۔ میں معذرت ہرچند
کرتا تھا۔ لیکن حضرت کی خفگی کا اثر پایا جاتا تھا۔ جب میں وہاں سے الگ ہوا تو مجھپر
ایسا غم طاری ہوا کہ جو حیطۂ بیان سے باہر ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے رنج کا دن پھر نہ
دکھلائے۔ متحیر تھا کہ کیا کیجئے۔ لاچار اضطراب کی حالت میں باہر آیا۔ پھر میں اس خیال
سے ایک کنوئیں پر پہنچا کہ اُس میں ڈوب مروں۔ پھر دل میں خیال آیا اس حرکت سے
بھی بدنامی ہوگی۔ اس مصیبت و حیرت کے عالم میں سراسیمہ و پریشان روتا ہوا جنگل
کو نکل گیا۔ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اُس وقت میرا کیا حال تھا۔ قصہ مختصر حضرت
خواجہ کا ایک لڑکا تھا جس کا لقب شہاب الدین تھا۔ مجھ میں اور اس میں کمال درجہ
کی محبت اور دوستی تھی۔ جب اُس کو میرے اس خیال پر ملال کی خبر ہوئی وہ شیخ کی
خدمت میں گیا۔ اور میرا حال اُنہوں نے سچا سچا بیان کردیا۔ حضرت خواجہ نے شیخ
محمد علیہ الرحمۃ کو میرے ڈھونڈھنے کے لئے بھیجا۔ میں اُن کو ملا وہ مجھے حضرت کے
پاس لے گئے۔ میں نے اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھا۔ آپ کا غصہ جاتا رہا اور
اور آپ مجھ سے خوش ہوگئے۔ دوسرے روز آپ نے مجھے بلایا اور بہت شفقت
و مہربانی میرے حال پر فرمائی۔ اور یہ ارشاد کیا ہم نے تو یہ قول میرے حالت کی تکمیل
کے لئے کہے تھے۔ اور یہ الفاظ اسوقت آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے
کہ پیر مرید کا مشاطہ ہوتا ہے اُس کے بعد آپ نے مجھے خلعت عطا فرمایا اور خاص
لباس سے مجھ کو شرف بخشا۔ آپ نے یہ حکایت فرمائی کہ مولانا برہان نسفی بڑے
عقلمند اور عمدہ حالت رکھتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کا شاگرد ہونا چاہتا تو تین
شرطیں اُس سے اول یہ کرلیتے جب اُس کو پڑھانے کے ذمہ وار بنتے۔ (شرطیں
یہ ہیں):

(۱) جو چیز پڑھانے کو تیرا دل چاہے کہا مگر ایک وقت سے دوسرے وقت نہ

کھا اس واسطے کہ اندر تری غم کی خالی رہے۔

(۲) سبق کبھی ناغہ نہ کرنا۔ اگر تو کسی روز ناغہ سبق کریگا تو پھر تجھ کو آگے سبق نہ دیا جاوے گا۔

(۳) رہیں اگر تجھ کو ہم سے ملنے کا اتفاق ہو تو فقط سلام علیک کہنا لیکن یہ نہ کرنا کہ جیسے ہاتھ چومنے اور پاؤں پکڑنے غرضکہ اس قسم کی تعظیم درمیان میں نہ کرنا۔

جب یہ حکایت آپ بیان فرما چکے تو پھر فرمایا میرے پاس خلق خدا آتی ہے اور قدمبوسی کرتی ہے۔ چونکہ اس فعل کو خواجہ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ قطب الدین رضی اللہ عنہ منع نہیں فرماتے تھے اس لئے میں بھی منع نہیں کرتا۔ اس موقع پر چند مریدوں نے گذارش کی کہ مرید جو اپنے مخدوم کے پاس آتا ہے اور زمین بوسی کرتا ہے تو اس میں زیادتی مرتبوں کی ہوتی ہے اور نفس شکستہ ہوتا ہے۔ اور آپ کو تو اللہ تعالےٰ نے بزرگ بنایا ہے۔ پس مرید کی بزرگی کرنے پر آپ کی بزرگی کا انحصار نہیں ہے۔ اس کے متعلق پھر آپ نے یہ حکایت اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائی۔ پچھلے دنوں ایک بزرگ زادہ سیلانی جو روم و شام بھی دیکھے ہوئے تھا میرے پاس آیا وہ بیٹھا ہی تھا کہ میاں وحید الدین قریشی آئے۔ اور انہوں نے قاعدہ کے مطابق زمین بوسی کی۔ اس بزرگ زادہ نے بلند آواز سے کہا کہ تو نہ کر سجدہ یہ جگہ سجدہ کرنے کی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس امر کی بابت جھگڑا کرنے لگا۔ میں نے مناسب خیال نہ کیا کہ اس کو جواب دیا جاوے لیکن میں نے دیکھا کہ وہ چپ ہی نہیں ہوتا تو میں نے اسقدر گفتگو اس سے کی کہ بھائی سنو۔ ضرورت شور و غل مچانے کی نہیں ہے۔ جس امر فرض کی فرضیت اٹھا دی جاتی ہے تو اس کا درجہ استحباب باقی رہ جاتا ہے۔ جیسے کہ ایام بیض اور ایام عاشورہ کے روزے کہ پہلی امتوں پر فرض تھے۔ لیکن جبکہ روزے رمضان کے مقرر ہوئے۔ تو ان دنوں کی فرضیت اٹھ گئی مگر باقی استحباب رہ گیا۔ اسی طرح ہم بیان سجدہ کا کرتے ہیں کہ سجدہ مستوجب پچھلی امتوں پر تھا۔ چنانچہ رعایا بادشاہ کو سجدہ کرتی تھی۔ اور اسی طرح شاگرد استاد کو سجدہ کرتا تھا۔ اور تمام امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی۔ جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو وہ استحباب جاتا رہا فقط رہا سنت باقی رہ گئی۔ اب اگر مستحب نہیں ہے لیکن مباح تو ہے۔ اور نہیں کی نسبت کہیں ممانعت نہیں آئی ہے۔ تم ہی بیان کرو کہ یہ محض انکار

کس کام کا ہے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو اس سے کچھ جواب نہ بن سکا۔ پھر حضرت نے فرمایا (بعد تمام کرنے حکایت مذکورہ کے) کہ میں نے جو گفتگو اُن سے کی اس سے بہت نادم ہوا۔ کیونکہ میں نے یہ بات کہی شاید میری اس بات سے وہ آزردہ ہوئے ہوں۔ پس مجھ کو یہ بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ دو امر سے مجھکو ندامت ہے۔ ایک تو اس سے کہ میں نے اُسے الزام دیا۔ دوسری یہ کہ وہ ایک مسافر تھا۔ مجھکو تو یہ چاہیئے تھا کہ میں اُن کو کچھ پیشکش کرتا یا کپڑا یا نقدی اُن کو دیتا تو بہتر بات تھی ان دونوں کے نہ کرنے سے مجھے شرمندگی ہوئی۔ اس کے بعد یہ حکایت اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائی۔ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جو شخص مناظرہ اور مباحثہ کے ساتھ پیش آئے تو سلوک اُس کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک شخص بوڑھا معہ اپنے بیٹے کے جناب شیخ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں شیخ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ پس میں نے آپ کو اُن کے پاس دیکھا تھا۔ حضرت شیخ اُسے پہچانتے نہ تھے۔ جب اُس نے حالات بیان کئے تب اُنہوں نے اُسے پہچانا پھر اُس کا لڑکا آپ سے بات چیت کرنے لگا۔ اور بے ادبانہ طور پر وہ مباحثہ پر آ تلا اور گستاخانہ طور پر گفتگو کرنے لگا۔ اور باتوں میں چڑانے لگا۔ پھر حضرت شیخ بھی زور سے بولنے لگے۔ حضرت خواجہ فرماتے ہیں اور مولنا شہاب الدین اور حضرت شیخ کے صاحبزادے دروازے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آوازیں بلند آنے لگیں تو ہم اندر آئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ لڑکا بے ادبی کر رہا ہے مولنا شہاب الدین سے رہا نہ گیا۔ انہوں نے تشریف لاتے ہی اُس لڑکے کے ایک چانٹا رسید کیا لڑکا تیز ہو گیا۔ اور چانٹا کھا کے مولنا شہاب الدین سے کہا کہ تم کہتے ہو جاؤ سے میں نے ہاتھ اُس کا پکڑ لیا۔ حضرت شیخ کبیر فرمانے لگے نہیں نہیں صفائی کر لینی چاہیئے۔ مولانا شہاب الدین چلے گئے اور کچھ نقدی اگر دونوں باپ بیٹوں کو دی۔ پھر وہ خوشی خوشی چلے گئے۔ یہ عادت حضرت شیخ کی تھی کہ ہر شب بعد افطار مجھے طلب فرماتے اور مولنا رکن الدین اور شہاب الدین بھی کبھی کبھی وہاں موجود ہوتے اور کبھی نہ ہوتے۔ اور آپ دن بھر کی کل کیفیت دریافت فرماتے۔ چنانچہ اس دن بھی مجھکو اور مولنا رکن الدین کو انہوں نے طلب فرمایا۔ اور دن بھر کی کیفیت دریافت کی میں نے اُس بوڑھے اور

جوان لڑکے کا سب حال عرض کیا۔ آپ ہنسے پھر حضرت خواجہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا۔ وہ لڑکا چاہتا تھا کہ مولانا شہاب الدین سے اولجھ پڑے۔ لیکن میں نے جھٹ اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حضرت ہنسے اور فرمایا تم نے بہت اچھا کیا۔

پھر آپ نے یہ حکایت فرمائی شیخ نجیب الدین متوکل کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام احمد تھا۔ شیخ نجیب الدین کا یہ حال تھا کہ اگر ان پر خفا بھی ہوتے تو اس طرح فرماتے کہ اے خواجہ محمد یہ کیا کیا تم نے۔ اور ایسا کیوں کیا تم نے اور اے احمد تم کو یہ لائق تھا۔ گو کتنا ہی غصہ آپ کو آتا مگر ہر حال میں آپ نام کا ادب ملحوظ رکھتے۔ پھر آپ نے کہا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت آدمیوں کے نام تبدیل فرمائے ہیں چنانچہ مرقوم ہے کہ ایک شخص نے آکر بیان کیا میرا نام عاصی ہے۔ آپ نے فرمایا ہم نے اس کا نام مطیع رکھا۔ ایک شخص کا نام آپ نے دریافت کیا اُس نے کہا میرا نام مضطجع ہے (زمین پر پہلو رکھنے والا) آپ نے فرمایا تیرا نام بدل دیا گیا۔ تیرا نام منبعث رکھ گیا۔ (یعنے زمین سے اُٹھنے والا) اسی طرح ایک عورت سے آپ نے اُس کا نام دریافت کیا اُس نے کہا میرا نام شعب الضالہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہم نے تیرا نام شعب الہدے رکھا۔ ایک دفعہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوت و طاقت کی وجہ سے جَبَل رکھا۔ اور امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور آپ نے دریافت کیا اس بچہ کا تم نے کیا نام رکھا۔ انہوں نے کہا حرب رکھا ہے آپ نے فرمایا اس کا نام حسن رکھو +

ایک دن آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردی کا ذکر فرمایا اور یہ کہا کہ جب انہوں نے دستار اپنے پیر سے پائی تو ہمیشہ اُس کو اپنے پاس رکھتے اور اس سے برکت حاصل کرتے۔ ایک دن حسب اتفاق اُس دستار پر کہیں پاؤں آپ کا بھولے سے پڑ گیا جب آپ اُٹھے تو بہت قلق اور اضطراب آپ کو ہوا۔ اور نہایت افسوس کیا اور کہا کہ قیامت کے روز اس بے ادبی کے سبب مجھ سے مواخذہ ہوگا +

فصل سوم

نماز کا بیان

مؤلف فوائد الفواید فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ کی نماز جمعہ سے پہلے دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا آج کیا سبب ہے کہ وقت معینہ سے پہلے آ گئے۔ میں نے گذارش کی کہ میں نماز تراویح حافظ مولوی ظہیر الدین کے پیچھے پڑھا کرتا ہوں جو ہر روز تین سیپارہ کلام مجید کے پڑھتے ہیں۔ اس لئے میرا منشاء یہ ہے کہ دس روز تک اُن کے پیچھے نماز پڑھ لوں تاکہ قرآن مجید ختم ہو جاوے۔ اور اُس کا ثواب حاصل کروں۔ پس اگر حکم ہو تو جمعہ کی نماز پڑھ کر چلا جاؤں اور تراویح وہاں جا کر پڑھوں آپ نے یہ سُنکر فرمایا بہت خوب۔ اُس کے بعد آپ نے یہ حکایت زبان فیض ترجمان سے فرمائی۔ شیخ بہاؤالدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ نے حضار مجلس سے کہا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے کہ جو دو رکعت نماز پڑھے اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین میں سے کسی نے اس امر کی حامی نہیں بھری۔ آخرکار شیخ خود ہی نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے۔ ایک رکعت میں آپ نے تمام کلام مجید ختم کیا۔ اور چار سیپارہ بھی پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھکر نماز ختم کر دی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ شیخ بہاؤالدین فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا ہے نماز سے حاصل ہوا ہے۔ میں نے مشائخوں اور زاہدوں کے بہتیرے ورد اور وظیفے پڑھے مگر ایک چیز مجھ سے نہ ہو سکی۔ مجھ سے ایک صاحب نے کہا تھا کہ فلاں بزرگ صاحب آغاز صبح سے طلوع آفتاب تک ایک کلام اللہ ختم کرتے ہیں۔ میں نے اس بارے میں بہت کوشش کی لیکن مجھ سے یہ امر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان کی کہ قاضی حمید الدین ناگوری ایک بار طواف خانہ کعبہ کا کر رہے تھے کہ ایک بزرگ کو انہوں نے دیکھا وہ اُن کے پیچھے ہو لئے۔ جس جگہ وہ بزرگ قدم

رکھتے تھے وہاں وہ بھی رہتے تھے یعنی اُن کے قدم پر چلتے تھے۔ چونکہ وہ بزرگ
روشن ضمیر تھے انہوں نے فوراً سمجھ لیا اور فرمایا کہ اس اتباع سے کیا فائدہ ہے جو
کچھ میں کرتا ہوں اُس کا اتباع کرنا چاہیئے۔ قاضی صاحب نے اُن سے دریافت کیا کہ
آپ کیا کرتے ہیں انہوں نے فرمایا۔ ہر روز سات سو مرتبہ کلام مجید پڑھ لیتا ہوں قاضی
صاحب یہ بات سن کر نہایت متحیر ہوئے اور اپنے دل میں انہوں نے یہ خیال کیا کہ بھلا
سات سو بار یہ کب پڑھ لیتے ہوں گے۔ یوں کلام مجید کے پڑھ لینے کا خیال کر لیتے
ہوں گے۔ اُن بزرگ صاحب نے پھر منہ موڑا اور فرمایا ملفوظاً لا موہوماً یعنی موہوم طور پر
نہیں پڑھتا ہوں۔ بلکہ لفظاً لفظاً پڑھ لیتا ہوں۔ جب خواجہ صاحب نے یہ ذکر تمام
اعزالدین علی شاہ آپ کے مرید نے کہا کہ حضور یہ کیا کرامت ہے۔ خواجہ صاحب نے
فرمایا بیشک کرامت ہے۔ وہ بات اور ہے۔ جو عقل میں آئے اور جو امر خلاف عقل
ہو اور عقل کی رسائی وہاں تک نہ ہو وہ کرامت ہے۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا شیخ
ابوسعید ابوالخیر فرمایا کرتے تھے جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا ہے وہ نماز سے حاصل ہوا ہے۔
پھر حضرت خواجہ نے فرمایا ایک مرتبہ مجھکو معلوم ہوا کہ حضور نے نماز معکوس پڑھی ہے
بس میں نے اپنے پاؤں کو رسی سے باندھا اور اوندھا ہو کر کنوئیں میں لٹکا۔ اور نماز معکوس ادا کی جب
یہ حکایت آپ بیان فرما چکے تو مولف مذکور کی طرف آپ نے منہ کیا اور فرمایا جو کچھ ہوتا
ہے حسن عمل سے ہوتا ہے اور اسی سے مقام پر پہنچتا ہے۔ اگرچہ اللہ کا فضل ضروری
ہے مگر خود بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

ایک جلسہ میں نماز اور امام مقتدی کی حضوری کا ذکر فرمانے لگے فرمایا حضوری اول یہ
ہے کہ نماز پڑھانے والا یعنی امام جو کچھ پڑھتا ہے۔ اُس کے معنوں کا دھیان دل میں جما دے
پھر فرمایا کہ شیخ بہاؤالدین کے مریدوں میں سے ایک صاحب تھے جنکو لوگ حسن افغان کہا کرتے تھے
جو بڑے صاحب ولایت اور بزرگ شخص تھا۔ چنانچہ شیخ بہاؤالدین فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالےٰ
مجھ سے پوچھے گا کہ تو ہماری درگاہ میں کیا لایا تو عرض اس وقت کروں گا حسن افغان یہ حسن افغان
ایک روز ایک گلی کی مسجد میں گئے نماز کا وقت تھا موذن نے تکبیر کہی امام آگے بڑھا
اور جماعت پیچھے کھڑی ہو گئی چنانچہ حسن افغان بھی جماعت میں شامل ہو گئے۔ جب نماز
ختم ہوئی اور سب لوگ چلے گئے تو خواجہ حسن افغان پیچھے سے امام کے پاس گئے اور

اس سے کہا اے خواجہ تو نے نماز پڑھنی شروع کی میں بھی تیرے پیچھے ہو لیا۔ تو دو دفعہ نماز پڑھ کے دہلی گیا اور وہاں سے خرید و فروخت کر کے خراسان پہنچا۔ پھر ملتان واپس آیا۔ پس میں تیرے پیچھے پھرتے پھرتے پریشان ہو گیا۔ تب ذرا تو ہی کہہ یہ تمہاری کیا نماز ہے ؞

ایک جلسہ میں خواجہ صاحب فرمانے لگے جسکے بعد نماز ظہر ایک سلام سے دس رکعت نماز پڑھو۔ اور ان میں دس سورتیں آخر قرآن مجید سے پڑھو اس کے بعد آپ نے فرمایا اس کو نماز خضر کہتے ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ نماز حضرت خضر کی ہے جو کوئی اس نماز کو ہمیشہ پڑھے گا وہ حضر علیہ السلام کی زیارت ملاقات سے مشرف ہوگا۔ بعد ازاں سنتوں میں معین ہونا سورتوں کا بیان کیا۔ فجر کی سنتوں میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور الم تر کیف۔ ظہر کی چار سنتوں میں قل یا ایہا الکافرون سے لے کر قل ہو اللہ تک پڑھے اور فرض کے بعد دو سنتوں میں آیت الکرسی اور آمن الرسول مغرب کی دو سنتوں میں سورہ کافرون اور قل ہو اللہ احد۔ عشا کی سنتوں میں آیۃ الکرسی آمن الرسول۔ شہد اللہ قل اللهم مالک الملک۔ وتر میں انا انزلنا و قل یا ایہا الکافرون اور سورہ اخلاص پھر ایک روز لیلۃ الرغائب کی فضیلتوں کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا رغائب رغبت کی جمع ہے۔ یعنی اس شب میں بہت سی چیزیں ہیں فرمانے لگے کہ ایک شخص اس نماز کو ہمیشہ پڑھا کرتا تھا جس سال میں اس کی وفات ہوئی تھی وہ برس گذر گیا اس واسطے نماز لیلۃ الرغائب اس کو پڑھنی نصیب نہیں ہوئی اور دن کے وقت اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر کچھ ذکر نماز حضرت خواجہ اویس قرنی کا ہونے لگا۔ فرمانے لگے یہ نماز رجب کی تیسری۔ چوتھی۔ پانچویں کو پڑھتے ہیں۔ اور تیرھویں چودھویں۔ پندرھویں کی بھی روایت ہے۔ اور یوں بھی کہتے ہیں کہ تیئسویں چوبیسویں پچیسویں کو بھی پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس نماز کی فضیلت کا ذکر فرمایا اور پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ مدرسہ سفری میں ایک دانشمند تھا اسکو مولانا تازی الدین کہا کرتے تھے۔ یہ شخص بڑا عمدہ آدمی تھا جو مسئلہ لوگ اس سے دریافت کرتے فوراً بتاتا اور جواب شافی دیتا۔ اور مباحثہ میں عقلمندی کے ساتھ بحث کرتا۔ ایک دن لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کی تحصیل علم کہاں تک ہے اس نے

صاف یہ جواب دیا کہ بھائی میں نے نہ کچھ لکھا ہے اور نہ پڑھا ہے۔ اور نہ کسی کی شاگردی کی ہے۔ صرف بات یہ ہے کہ جب میں ضعیف و بوڑھا ہونے لگا تو میں نے حضرت خواجہ اویس قرنی کی نماز پڑھنی شروع کی۔ اسی میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میں نے کچھ نہیں سیکھا۔ الیٰ مجھ کو علم عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کی برکت سے دروازۂ علم مجھ پر کھول دیا۔ اب جو مسئلہ مشکل ہوتا ہے میں اُس کو حل کر لیتا ہوں اور عمدہ طور پر بیان کر دیتا ہوں۔ اور پھر آپ نے فرمایا درازیٔ عمر کے لئے بھی ایک نماز آئی ہے اس کے بعد آپ فرمانے لگے کہ شیخ بدرالدین غزنوی اس نماز کو پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے نظام الدین پسر شیخ ضیاءالدین پانی پتی سے سنا ہے کہ جس سال شیخ بدرالدین غزنوی نے وفات پائی اس سال اُنھوں نے نماز مذکور ادا نہ کی۔ جب اُن سے دریافت کیا گیا کہ اب کے سال آپ نے وہ نماز کیوں نہیں پڑھی تو آپ فرمانے لگے میری عمر میں اب کچھ باقی نہیں رہا۔ چنانچہ اسی سال اُن کا انتقال ہو گیا۔

ایک جلسہ میں آپ نے فرمایا کہ لاہور میں ایک شخص تھا۔ اُس کو شیخ دندان تکہ کہا کرتے تھے۔ یہ شخص بزرگ و نیک تھا۔ عید کے روز تمام خلق خدا نماز کو گئی۔ تو اُس نے منہ آسمان کی طرف کر کے کہا کہ آج عید کا روز ہے۔ ہر ایک بندہ اپنے آقا سے کہتا ہے کہ عیدی دو۔ چونکہ میں تیرا بندہ ہوں پس تو مجھے عیدی دیدے۔ اُن کے کہتے ہی ایک حریر کا ٹکڑا آسمان سے اُس کی گود میں آگرا۔ اُس پر لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تجھکو دوزخ سے آزادی دی۔ خلق خدا نے جو یہ کیفیت دیکھی سب کے سب اُس کے قدموں پر آرہے۔ اور اُن کا بہت سا اعزاز و اکرام کرنے لگے کہ اتنے میں اُس شیخ کے دوستوں میں سے ایک یار آگیا۔ اُس نے اُن سے عرض کی آپ نے تو حضرت عزت سے عیدی پائی آپ مجھے عیدی دیں اُن بزرگ نے جو یہ بات سنی وہ ٹکڑا حریر کا اُس کے حوالہ کر دیا۔ اور اُس سے کہا جا یہ عیدی تو لے۔ قیامت کے دن میں جانوں اور دوزخ۔ ایک روز نماز جماعت کی فضیلت کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا مولف کی طرف خطاب کر کے نماز جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔ میں نے گذارش کی کہ میرے مکان کے قریب ایک مسجد

ہے مگر ہم لوگ جہاں پر قیام رکھتے ہیں اگر اُس مقام پر کوئی نہ ہو دے تو اُس کی نگرانی کون کرے۔ اس لئے ہم لوگ گھر ہی ہی جماعت کر لیتے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جاوے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے پیغمبروں کے وقت سوائے مسجد کے اور کسی جگہ نماز پڑھنی درست نہ تھی۔ مگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے یہ بات ہے کہ جس جگہ چاہو نماز پڑھ لو۔ اور پہلے زکوٰۃ بھی مال کا چوتھا حصہ تھی اور اب دوسو پر کل پانچ درم دینے پڑتے ہیں +

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگر جماعت کھڑی ہو اور امام اور مقتدی نماز میں ہوں اور اس جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو واقع ہوا ہو تو مردوں کو چاہیئے کہ سبحان اللہ کہیں۔ اور اگر کوئی عورت سہو سے باخبر ہو جاوے تو وہ ہاتھ پر ہاتھ مارے کس واسطے کہ وہ لہو ہے۔ یہ چاہیئے کہ ہاتھ کی پشت پر ہتھیلی مارے مدعا یہ کہ لہو ولعب وغیرہ اس طرح کی اور چیزوں سے احتراز کرنے کا حکم آیا ہے +

ایک موقع پر آپ نے تاکید فرمائی ہے کہ اگر دو آدمی بھی ہوں تو بھی جماعت کرنی چاہیئے۔ اگرچہ دو آدمیوں کی جماعت کو جماعت نہیں کہتے ہیں لیکن تب بھی اُن دو کو جماعت کا ثواب ملے گا۔ دوسرے آدمی کو چاہیئے کہ برابر کھڑا رہے۔ پھر فرمایا ایک بار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا لیکن کوئی آپ کے پاس نہ تھا۔ عبداللہ بن عباس بچہ تھے آپ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر برابر کھڑا کر لیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن عباس اُس جگہ سے ہٹ آئے کیونکہ بچہ تھے۔ آپ نے نماز توڑ کر اُن کو پھر پاس کھڑا کر لیا۔ اور پھر آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن عباس اُسی جگہ سے ہٹ آئے۔ غرضکہ تین بار انہوں نے ایسا کیا۔ جب دو بار ہو گیا۔ پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ تو کیوں ہٹ جاتا ہے۔ عبداللہ نے کہا میری کیا طاقت اور کیا مجال کہ آپ کے پاس کھڑا رہوں۔ اُس کا یہ حسن ادب آپ کو پسند آیا آپ نے اُن کے حق میں یہ دعا کی۔ اللھم فقھہ فی الدین پھر خواجہ صاحب

نے فرمایا کہ حضرت امیر مومنین کے بعد وہی فقیہہ تھے۔

پھر ایک روز تراویح میں ختم قرآن کا بیان ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا ایک بار ایک درویش حضرت جنید بغدادی کی خانقاہ میں آیا۔ اُس نے گذارش کی کہ میں تراویح پڑھنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا غرضکہ اُس درویش نے تیس راتوں میں تیس قرآن ختم کئے۔ شیخ ہر روز اُن کے حجرہ میں ایک پیالہ پانی کا اور ایک روٹی رکھوا دیتے تھے۔ غرضکہ جب تراویح ختم ہوگئیں۔ اور عید ہوئی وہ درویش رخصت ہوگیا۔ تو اُس کے حجرہ میں سے تیس روٹیاں بجنسہ موجود پائی گئیں۔ اور یہ معلوم ہوا کہ اُن بزرگ نے صرف پانی کے پینے پر ہی قناعت کی تھی۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ امام اعظم جنید کوفی رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے مہینے میں ہر شب ایک قرآن شریف ختم فرماتے تھے اور اسی طرح دن میں ایک قرآن شریف ختم فرماتے تھے۔ غرضکہ تمام رمضان میں ۶۱ کلام مجید آپ ختم فرماتے تھے۔

ایک روز تراویح کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا تراویح سنت ہے اور ایک ختم قرآن بھی تراویح میں سنت ہے۔ خواہ ایک رات میں یا تیس راتوں میں۔ پس ایک ختم تراویح میں ضرور سننا چاہیئے۔ پھر آپ نے فرمایا تراویح سنت ہے جماعت سنت ہے۔ ایک ختم تراویح میں سنت ہے۔ بندہ نے گذارش کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یا اصحاب کرام کی سنت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنت صحابہ ہے۔ ایک روایت میں تو یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں پڑھی ہیں۔ اور ایک روایت میں یوں ہے ایک رات۔ مگر اس سنت کی مداومت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں خوب کی ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے دریافت کیا کہ کیا صحابہ کی سنت کو بھی سنت کہتے ہیں۔ فرمایا ہمارے مذہب حنفیہ میں اس کو بھی سنت کہتے ہیں۔ اور شافعی مذہب میں سنت وہی ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

ایک دفعہ میں نماز کا ذکر ہو رہا تھا کہ فرض ادا کرنے کے بعد بدلی جگہ کی کرنی چاہیئے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ جگہ بدل لی جاوے۔ اور اگر امام اپنی جگہ [illegible] رہے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر مقتدی اگر جگہ نہ بدلے تو البتہ کراہت ہے

جگہ بائیں جانب بدلنی چاہیئے تاکہ کعبہ دائیں جانب ہو +

ایک جلسہ میں نماز اور اس کی حضوری کا ذکر آیا۔ بندہ نے گذارش کی اب سنا گیا ہے کہ شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ اگر نماز میں کبھی نہ ہوتے تھے۔ لیکن جہاں بیٹھتے تھے سجدہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا درست۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ ممدوح حجرہ میں تشریف رکھتے تھے اور دروازہ بند کر دیا تھا۔ میں نے جو دروازوں کی درزوں سے دیکھا تو آپ ہر بار کھڑے ہوتے تھے اور پھر سجدہ میں گر جاتے تھے اور یہ مصرعہ فرماتے تھے سے

"از بہر تو میرم از برائے تو زیم"

پھر حضرت خواجہ اُن کے انتقال کا حال فرمانے لگے۔ ۵ محرم کو تکلیف زیادہ ہوئی۔ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی لیکن پھر بیہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر ہوش آگیا۔ فرمانے لگے میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے یا نہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں عشاء کی نماز آپ نے پڑھ لی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک بار اور پڑھ لوں خدا جانے کیا ہو۔ جب دوسری دفعہ نماز ادا کر چکے پھر بیہوش ہو گئے اس کے بعد پھر آپ کو ہوش آیا۔ پھر آپ نے اسی طرح دریافت کیا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے لوگوں نے گذارش کی آپ نے تو دو بار نماز پڑھ لی ہے کہنے لگے ایک بار اور پڑھ لوں۔ خدا جانے کیا ہو۔ تیسری بار آپ نے نماز پڑھی اُس کے بعد اللہ کی رحمت سے جا ملے +

ایک بار بندہ نے حضرت خواجہ سے عرض کی اگر کوئی شخص نماز نفل پڑھتا ہو اور کوئی بزرگ تشریف لے آویں تو اُس کو کیا کرنا چاہیئے آپ نے فرمایا اُسکو اپنی نماز تمام کرنی چاہیئے۔ پھر میں نے گذارش کی کہ ایسے موقع پر اگر اُس کا پیر آجاوے تو اُس کی قدمبوسی کرے یا نہ حالانکہ اعتقاد یہ ہے کہ اُس نفل سے قدمبوسی کا حصہ زیادہ ثواب کا ہے۔ فرمایا حکم شرع وہی ہے جو بیان کیا گیا +

ایک جلسہ میں نماز کا ذکر ہونے لگا ایک شخص نے کہا جمعہ نہ پڑھنے کی بھی کوئی دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی دلیل نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ غلام ہو یا مسافر یا مریض اگر کوئی مریض جمعہ کی نماز کے لئے جا سکتا ہے۔ اور وہ نہ جاوے تو وہ بہت بڑا سنگدل ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص ایک بار جمعہ کی نماز نہ

پڑھے تو ایک سیاہ نقطہ اُس کے دل پر جمتا ہے۔ اگر وہ دو جمعہ نہ جاوے تو دو نقطے اُس کے دل پر ہو جاتے ہیں۔ اگر تین جمعہ نماز پڑھنے نہ جاوے تو اس کا دل تمام سیاہ ہو جاتا ہے۔ اُس کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن کا ذکر ہونے لگا کہ وہ نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں بڑا پکا تھا۔ اور اُس کا عقیدہ بہت ہی عمدہ تھا۔ پھر آپ نے فرمایا اُس نے لشکر کے قاضی سے کہا۔ رات کل کی کیسی برکت والی تھی۔ قاضی نے کہا کیا آپ پر ظاہر ہوا۔ فرمایا ہاں میں نے دیکھا۔ اس درمیان میں میں نے گذارش کی کہ وہ شب شاید شب قدر ہوگی۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ رات شب قدر تھی جو اُن کو حاصل ہوئی۔ اور ایک دوسرے کے حال سے وہ مطلع ہوئے +

ایک جلسہ میں قاضی قطب الدین کاشانی کی دیانت اور علم کا ذکر ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا آپ کی سکونت ملتان میں تھی۔ اور آپ کا ایک مدرسہ بھی تھا۔ شیخ بہاؤالدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ ہر روز صبح وہاں تشریف لاتے اور نماز صبح کی پڑھتے ایک دن مولنا قطب الدین نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ جو اپنے مقام سے اتنی دور یہاں تشریف لاتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے۔ فرمانے لگے میں عمل اس حدیث پر کرتا ہوں۔ من صلّے خلف عالم تقی کانّہٗ صلّے خلف نبی مرسلٍ۔ یعنے جس نے نماز متقی عالم کے پیچھے پڑھی گویا کہ اُس نے نبی مرسل کے پیچھے پڑھی نماز۔ اس کے خواجہ صاحب نے فرمایا دروغ برگردن راوی میں نے سنا ہے کہ شیخ بہاؤالدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ ایک روز نماز میں شامل تھے۔ اور قاضی قطب الدین اُس جماعت میں امام تھے۔ جب قاضی قطب الدین تشہد میں بیٹھے تو اُن کے سلام پھیرنے سے پہلے شیخ بہاؤالدین کھڑے ہو گئے اور نماز ختم کر دی۔ جب سب نے نماز پڑھ لی تو قاضی قطب الدین نے دریافت کیا کہ آپ سلام سے پہلے کیوں کھڑے ہو گئے تھے۔ اور سجدہ آپ نے کس لئے نہیں کیا۔ شیخ ممدوح نے فرمایا اگر کسی کو نور باطن سے ظاہر ہو جاوے کہ سہو امام کو ہوا ہے۔ تو اُس کو جائز ہے کہ وہ کھڑا ہو جاوے۔ قاضی قطب الدین نے کہا کہ موافق احکام شرع وہ نور نہیں ہے دیوانگی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس جگہ شیخ ممدوح پھر نماز کو تشریف نہیں لائے +

باب دوم

فصل اوّل

ذکر اخلاق و اشفاق

ایک بار آپ کی محفل میں مولانا کیتھلی کے اخلاق کا ذکر ہونے لگا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ ایک روز میرے پاس تشریف لائے۔ میرا خدمتگار مبشر نامی اس زمانہ میں بچہ تھا اُس سے بے ادبی کی حرکت ہو گئی تھی۔ اُس کی بے ادبی پر میں نے اُس کے ایک قمچی ماری۔ مولانا کیتھلی اُس کے قمچی لگنے سے بیتاب ہو گئے اور وہ ایسے بیتاب ہو گئے کہ گویا میں نے اُن کے قمچی لگائی تھی۔ مولانا کیتھلی رونے لگے اور فرمانے لگے کہ یہ بڑی خرابی ہے جو مبشر کو رنج پہنچا۔ خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ ان کی شفقت اور رقت سے میرے دل میں پوری شکستگی پیدا ہو گئی۔ پھر حضرت خواجہ نے ایک اور حکایت ان کی بابت بیان فرمائی کہ میں نے اُنہی سے سنا ہے کہ دہلی میں قحط سالی کا موقع تھا اور اُن ہی دنوں میں تحت المریدی لودھی نے انتقال کیا تھا۔ میں بھوکا تھا۔ بازار کی طرف سے گزرا تو میں نے ٹھان لیا اور پھر دل میں یہ خیال آیا کہ اس کو تنہا بیٹھ کر کھاؤں یا کسی کے ساتھ مل کر کھاؤں تو بہتر ہے۔ ایک گدڑی پوش درویش کو میں نے دیکھا کہ وہ جا رہے ہیں میں اُس کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ حضرت میں بھی درویش ہوں اور آپ بھی درویش ہیں کھانا موجود ہے آؤ ہم اور تم دونوں مل کر کھا لیں۔ اُس درویش نے اس امر کو پسند کیا ہم دونوں ایک نانبائی کی دوکان پر گئے اور کھانے میں مصروف ہوئے۔ کھانا کھانے میں میں نے اُس درویش

سے کہا کہ میں ۲۰ تنگہ کا مقروض ہوں چاہتا ہوں کہ اس قرضہ سے نجات پاؤں۔ مگر
اب تک کوئی سبیل ادائیگی قرضہ کی نہیں ہوئی۔ اُس درویش نے جواب دیا کہ بخاطر
جمع کے ساتھ کھانا کھاؤ تجھے بیس تنگہ دیدونگا۔ مولانا کیتھلی کہتے تھے میں نے اپنے
دل میں کہا کہ یہ بیچارہ مجھے بیس تنگہ کہاں سے دیگا یہ تو خود حالت میں ہے۔ خیر
جب ہم دونوں کھانا کھا چکے تو وہ میرے ساتھ ہو لیا اور پھر وہ مسجد کی طرف گیا۔
وہاں ایک قبر تھی اُس کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی لکڑی
تھی۔ اُس لکڑی کو آہستہ آہستہ قبر پر وہ مارنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ اس شخص
کو بیس تنگہ قرضہ دینا ہے اس کو دیدو۔ پس اُس نے پھر آسمان کی طرف منہ کیا اور
پھر مجھ سے کہا کہ اب تم جاؤ تم کو بیس تنگہ مل جاوینگے۔ مولانا کیتھلی کا بیان
ہے کہ یہ بات میں نے اُس کی سُنی اور پھر اُس کا میں نے ہاتھ چوما اور پھر اُس سے
رخصت ہو کر شہر کی طرف آیا۔ لیکن متحیر تھا کہ بیس تنگہ مجھکو کہاں سے مل جاوینگے
مجھکو ایک شخص کو خط دینا تھا اس لئے میں خط دینے کے لئے روانہ ہوا۔ میں شہر
کے دروازہ کمال تک پہنچا تو کہ میں نے دیکھا کہ ایک ترک اپنے مکان کے چھجہ پر
بیٹھا ہے۔ جیسے کہ جو اُس نے دیکھا اُس نے مجھے آواز دی اور اپنے غلاموں کو حکم
دیا کہ اس شخص کو ہمارے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ غلام مجھے اُس ترک کے پاس
لے گئے۔ اس ترک نے میرے پہنچنے سے بڑی خوشی ظاہر کی اور اُس کی گفتگو سے
معلوم ہوا کہ وہ مجھے جانتا ہے حالانکہ میں نے اُسے نہیں پہچانا۔ اُس ترک نے
مجھ سے کہنا شروع کیا کہ تم وہی دانشمند ہو کہ جنہوں نے فلاں مقام پر میرے ساتھ
یہ نیکیاں کی ہیں۔ باوجودیکہ میں اُس کو کہتا تھا کہ آپ کو میں نہیں پہچانتا۔ لیکن وہ
یہی کہے جاتا تھا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں، تم نے اپنے آپ کو چھپایا ہو۔
غرضکہ وہ اسی قسم کی تعریف بڑی دیر تک کرتا رہا۔ پھر اندر گیا۔ اور ۲۰ تنگہ لایا اور بہت
عذر کے ساتھ ۲۰ تنگہ میری نذر کئے۔ حضرت خواجہ نے بیان کیا یہ مولانا کیتھلی بہت
بزرگ آدمی تھے۔ اور وہ بھی تنگہ کو [illegible] نہیں جانتے تھے۔ اور بہت سی اُن کی
[illegible] تھیں۔ پھر آپ نے اُن کا ایک اور ذکر فرمایا کہ ایک بار میں عالم
مسافرت میں تھا۔ تب یہ اتفاق ہوا دو درختی کے پاس بیٹھا تو میں نے لوگوں سے

سنا کہ کل اس طرف کی راہ بند تھی۔ کیونکہ بہت سے مسلمان یہاں مارے گئے تھے
اُن مسلمانوں میں سے ایک شخص دانشمند تھا۔ جس کو کینتھلی لوگ کہتے تھے وہ کلام مجید
کی تلاوت کر رہے تھے۔ اسی عالم میں ظالموں نے انہیں شہید کیا۔ حضرت خواجہ صاحب
فرمانے لگے میں نے خیال کیا کہ یہ وہی کینتھلی ہوں گے۔ دوسرے روز میں ان کشتوں
کے پاس گیا اور میں نے فاتحہ پڑھی۔ اور تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ اُن مقتولوں
میں وہی مولٰنا کینتھلی بھی تھے +

حضرت خواجہ کے سامنے ایک روز کا ذکر ہے بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے
تھے اُن میں سے بعض کے اوپر دھوپ تھی۔ اس وقت حضرت خواجہ نے لوگوں
سے کہا کہ آپ سب لوگ ذرا گنجان ہو کر بیٹھیں کہ جو لوگ دھوپ میں ہیں اُن کو
بھی جگہ مل جاوے۔ کیونکہ یہ لوگ تو دھوپ میں بیٹھے ہیں اور جل میں رہا ہوں
چنانچہ حضرت نے پھر یہ حکایت فرمائی کہ ایک بزرگ بدایوں میں رہتے تھے۔ جن کا نام
شیخ شاہی موئے تاب تھا۔ ایک بار اُن کے یار اُن کو سیر کے لئے لے گئے اور کھیر
پکا کر اُن کے سامنے رکھدی۔ انہوں نے کھیر کو دیکھکر کہا اس میں ضرور خیانت ہوئی
ہے دو آدمیوں نے دودھ میں سے لانے سے پہلے خیانت کی ہے اور یہ بات بڑی
خلافی ہے۔ خواجہ شاہی نے لوگوں کو بلا کر اس امر کی تحقیقات شروع کی لوگوں نے کہا
دودھ آبلنے لگا تھا۔ ہم نے یہ خیال کر کے کہ یونہی گر کر خراب ہوگا اس واسطے پی لیا
تھا اُس وقت اگر ہم یہ نہ کرتے تو اور کیا کرتے۔ آپ نے فرمایا یہ بھی گناہ کی بات
ہے۔ تم نے یہ امر کیوں کیا یہ جوابدہی دو شخص کر رہے تھے جو اپنے فعل سے اقراری
تھے۔ چنانچہ یہ عذر اُن کا اُن بزرگ نے قبول نہیں کیا۔ جہاں یہ دونوں کھڑے تھے
وہاں دھوپ تھی۔ اُس کی گرمی سے اُن کے بدن سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ اُسی وقت
خواجہ شاہی نے کہا نائی کو بلاؤ تاکہ جسقدر خون میرے یاروں کے بدن سے خشک
ہوا ہے اسی قدر وہ میرے بدن سے نکالے۔ جب حضرت خواجہ بیان کرتے کرتے
اس موقع پر پہنچے فرمانے لگے کہ دیکھئے آپ کی کیسی نگہداشت اور محبت تھی۔ اور
اُن کے دل میں کس قدر انصاف تھا +

مصنف کتاب فوائد الفواید فرماتے ہیں کہ میں دلہ گیر اشک کے ساتھ چلا

گیا تھا۔ جب میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرے حال پر نہایت شفقت اور مہربانی فرمائی اور آپ راستہ کی تکلیف کا حال دریافت فرماتے رہے میں نے گذارش کی کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ملیح تھا لیکن وہ بیمار ہو گیا تھا میں اسی حالت میں چھوڑ کر آئے سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ اس کی کیفیت اور حالت دریافت فرمانے لگے میں نے گذارش کی راستہ میں اس کی طبیعت نادرست ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے راہ میں ٹھہرنا پڑا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا کیا راستہ میں اگر اپنے ہمراہی کو تکلیف پہنچے تو اس کی تکلیف میں شامل ہونا چاہیئے اور اپنے ہمراہی کو چھوڑنا نہیں چاہیئے۔ اس کے بعد آپ نے یہ حکایت اپنی زبان مبارک سے فرمائی کہ ابراہیم خواص ہمیشہ سفر کی حالت میں رہتے تھے اور کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ نہ رہتے تھے یعنے چالیس دن سے پہلے اس شہر سے اور دوسرے شہر کی طرف چلے جاتے تھے۔ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے گذارش کی میری درخواست یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہا کروں۔ انہوں نے فرمایا میں کبھی کسی شہر میں ہوتا ہوں اور کبھی کسی شہر میں پس تو میرے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔ اس کے علاوہ کبھی میرے پاس سامان ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا بھلا میرے ساتھ تو کیونکر رہ سکیگا۔ باوجود سمجھانے کے وہ نہ مانا اور اپنی اس بات پر اڑا رہا کہ میں آپ کے ساتھ رہا کروں گا۔ جب وہ بہت ہی مصر ہو گیا تو لاچار ابراہیم خواص نے فرمایا تیری مرضی۔ غرضکہ وہ شخص اور ابراہیم خواص دونوں شہر بہ شہر پھرنے لگے جہاں ٹھہرتے چالیس دن سے پہلے وہاں سے چلے جاتے۔ یہ دونوں ایک دفعہ جو ایک مقام پر پہنچے وہ جوان بیمار ہو گیا۔ چنانچہ اس کی علالت کی وجہ سے ابراہیم خواص کو اس مقام میں تین مہینے ٹھہرنا پڑا۔ جب وہ جوان اچھا ہوا تو اس نے ابراہیم خواص سے یہ فرمائش کی کہ میرا دل روٹی اور مچھلی کو بہت ہی چاہتا ہے۔ اس اخلاق کو دیکھئے آپ نے اپنے سواری کے گدھے کو فروخت کر کے اس کی فرمائش کو پورا کیا۔ جب اس جوان کو اچھی طرح شفا ہو گئی تو خواجہ نے سفر کا ارادہ کیا۔ اس جوان نے رستے کہا کہ سواری کا گدھا جو ہے وہ مجھے عنایت کر دیجئے تاکہ میں اس پر چڑھوں کیونکہ ضعیف ہوں حضرت ابراہیم خواص نے اس جوان سے کہا کہ تونے

جو مجھ سے روٹی اور مچھلی کی فرمائش کی تھی میرے پاس کچھ نہ تھا آخر میں نے اُس گدھے کو فروخت کر کے تیری فرمائش کو پورا کر دیا +

ایک مجلس میں حضرت خواجہ کے مکارم اخلاق کا ذکر ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر اور بوعلی سینا آپس میں ملاقی ہوئے جب یہ دونوں صاحب ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو شیخ نے بوعلی صوفی سے کہا کہ تم یہاں ہی رہو بس جو کچھ حضرت میری نسبت فرمائیں مجھے اطلاع دینا جب حکیم بوعلی سینا تشریف لے گئے تو آپ نے تشریف لے جانے کے بعد شیخ ابوسعید صاحب نے آپ کا کوئی ذکر نہیں کیا جب صوفی نے دیکھا حضرت تو بوعلی سینا کی نسبت کچھ فرماتے ہی نہیں تو اُس نے حضرت سے پوچھا بوعلی سینا ایسا آدمی ہے۔ انہوں نے فرمایا حکیم ہے اور طبیب ہے اور علم والا انسان ہے۔ مگر مکارم اخلاق نہیں رکھتا۔ بس صوفی نے جا کر یہ حال بوعلی سینا سے بیان کیا۔ بوعلی سینا نے یہ حال معلوم کر کے شیخ ابوسعید صاحب کو خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ میں نے مکارم اخلاق کے متعلق کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ شیخ کیونکر فرماتے ہیں کہ میں اخلاق نہیں رکھتا حضرت شیخ نے بوعلی سینا کی تحریر کو دیکھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا میں نے تو یہ نہیں کہا کہ بوعلی سینا مکارم اخلاق نہیں جانتا۔ بلکہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ بوعلی سینا مکارم اخلاق نہیں رکھتا۔ اس کا مدعا یہ ہوا کہ مکارم اخلاق سے واقف تو ہے۔ مگر عمل نہیں کرتا +

آپ کی مجلس میں اخلاق اور اہل خدمت کا ذکر ہونے لگا آپ نے ارشاد فرمایا ایک بادشاہ تھا اُس کو تارابی کہا کرتے تھے۔ وہ شیخ سیف الدین باخرزی سے بہت خلوص رکھتا تھا۔ لوگوں نے اُس بادشاہ کو شہید کر دیا اور ایک اور بادشاہ اُس کی جگہ بٹھایا۔ سبب اتفاق اُس کا ایک مصاحب الیاس مقرر ہوا جو شیخ سیف الدین کا دشمن تھا۔ ایک دن اُس نے بادشاہ سلامت سے کہا کہ اگر آپ اپنا ملک برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو شیخ سیف الدین کو مروا دیجئے۔ ملک میں جس قدر تحویلات اور تبدیلات ہوتی ہیں یہ سب ان ہی شیخ صاحب کے کرتوت ہیں۔ بادشاہ نے اس سے کہا تجھکو اختیار ہے جس طرح تیرا دل چاہتا اُسے یہاں لے آ وہ شخص

شیخ سیف الدین کی گرفتاری کے لئے چلا۔ شیخ صاحب کو نہایت گستاخانہ اور بے ہودہ طور پر لایا یعنے دستار آپ کے گلے میں ڈال کر دربار میں لایا۔ جب شیخ پر بادشاہ کی نظر پڑی تو وہ اسی وقت تخت سے نیچے اُتر آیا۔ اور آپ سے معذرت کرنے لگا بادشاہ نے شیخ کے پاؤں اور ہاتھ چومے اور نہایت عزت و توقیر کی اور بوقت واپسی ایک گھوڑا اور لونڈی آپ کے سامنے پیش کی اور یہ گذارش کی کہ میں نے آپ کو اس طرح نہیں بلایا تھا۔ آپ مجھ کو معاف فرمادیں غرضکہ شیخ صاحب بادشاہ پاس سے واپس اپنے گھر آئے۔ دوسرے روز بادشاہ نے اس مصاحب کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر شیخ صاحب کے پاس بھیجدیا۔ اور کہلا بھیجا کہ یہ شخص قابل گردن مارنے کے ہے پس آپ جس طرح چاہیں اس کو قتل کریں۔ جب وہ شخص ان کے ہاں شیخ کے پاس پہنچا تو شیخ نے اُس کے ہاتھ پاؤں کھلوائے اور اپنے کپڑے اُسے پہنائے اور اپنے پاس اُس کو بٹھا لیا۔ اور فرمایا آج پیر کا دن ہے میرے وعظ کہنے کا پس تو میرے ساتھ چل غرضکہ آپ اس کو اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے اور اپنے پاس اُس کو بٹھایا اور پھر آپ ممبر پر گئے اور یہ شعر پڑھا ؎

آنانکہ بجائے من بدیہا کردند

گر دست رسد بجز نکوئی نہ کنیم

اس کے بعد خواجہ صاحب نے یہ فرمایا کہ جو فعل انسان سے سرزد ہوتا ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اُس کا خالق خدا ہی ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اُسی سے ہوتا ہے کسی سے کیا رنجیدہ ہونا چاہیئے۔ پھر آپ نے یہ ایک حکایت فرمائی کہ ایک بار شیخ ابو سعید ابو الخیر راستہ میں جا رہے تھے ایک احمق نے پیچھے سے آکر آپ کے ایک دھول ماری آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اُس احمق نے کہا آپ کیا دیکھتے ہیں۔ آپ کا قول ہے کہ جو کچھ بھلائی برائی ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ شیخ نے فرمایا بیشک یہ میرا قول ہے لیکن میں یہ دیکھتا ہوں کہ درمیان میں کس کے نامزد یہ بدبختی ظاہر ہوئی ۔

حضرت خواجہ نے ایک روز فرمایا شیخ نجیب الدین متوکل کے مکان میں ایک رات چور آیا یہ جو ہے تھے۔ چور سارے گھر میں پھرا اُس کے کچھ ہاتھ نہ لگا۔ پھر

وہ واپس جانے لگا۔ شیخ احمد صاحب نے اُسے قسم دیکر کہا ٹھہر جا۔ پھر اپنی کارگاہ میں ہاتھ ڈالا سات گز کپڑا بناہوا نکال کر اُس کے آگے ڈال دیا اور کہا لیجاؤ۔ چنانچہ وہ لے گیا دوسرے دن وہ چور اور اُس کی والدہ دونوں آپ کے پاس آئے اور پاؤں میں گر گئے چور نے اُسی وقت چوری کرنے سے توبہ کی ؛

فصل دوم

ذکر توبہ وغیرہ

حضرت خواجہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا۔ اگر کوئی شراب پینے سے توبہ کرے تو اُس کے دوست اور اُس کے ہم جلیس توبہ کی مخالفت کرینگے۔ اور بار بار اُس کو شراب پینے کی ترغیب دیں گے اسواسطے کہ وہ شراب پیئے اور ہم را ساتھی بنے۔ خوب یاد رکھو یہ بات تب ہوگی کہ اُس کے دل میں کوئی شراب کی رغبت ہوگی۔ اگر توبہ کرنے والا اس خیال سے دل صاف کریگا۔ تو پھر کوئی اُس کا ہمجلیس اس ارادہ سے کہ اُسے پلادیں اُس کے پاس نہ آویگا۔ پھر آپ ارشاد فرمانے لگے دیکھو جس کا ذکر گناہ اور فسق سے لوگ زبان پر لاتے ہیں یہ امر جب تک ہے کہ جب تک اس کے دل میں فسق اور معصیت کی رغبت موجود ہے۔ لیکن جب توبہ کنندہ اپنے دل کو ان معصیت کے امور سے پھیر لے گا کسی شخص کا دل بھی جرم و خیانت سے اس کو یاد نہ کریگا۔ بس یہ دلیلیں ہیں استقامت توبہ کی یعنے توبہ کرنے والا جب تک توبہ پر قائم ہے نہ تو اس کو کوئی گناہ کے ساتھ یاد کریگا نہ فسق سے اس کا نام زبان پر لائیگا۔ اگر وہ مائل گناہ کی طرف ہوگا اور اُس گناہ کی اُس کو رغبت ہوگی تو بیشک اس سے مزاحمت ہوگی۔ اور بیشک لوگوں کی زبانوں پر اُس کے فسق و فجور کا ذکر آویگا۔ سچ ہے سد گردن پہ سر نہ تہ تو کبھی درد سر نہ ہو ؛

ایک مجلس میں توبہ پر قائم ہونے کا تذکرہ ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ جب
پیر کی بیعت پر قائم ہوا تو جو کچھ اس نے اس سے پہلے گناہ کیا ہے اُس کے لئے
ماخوذ نہ ہوگا۔ پھر آپ نے ایک حکایت فرمائی کہ قصبہ پوہرکار رہنے والا ایک شخص
سراج الدین نامی تھا۔ میں ایک دفعہ مقام مذکور میں گیا اور اس کے گھر پر اُترا۔ وہ اور
اُس کی تمام قوم شیخ فریدالدین کے مریدوں میں سے تھی۔ جس روز میں اُس کے پاس
پہنچا تھا اُس کے اہل قوم اس سے لڑائی کر رہے تھے۔ اور اس کو ناحق کلمات
کہہ رہے تھے۔ اور اس پر تہمت بھی لگا رہے تھے۔ کہ اُس شخص کی گھروالی نے
ان لوگوں کو جواب دیا کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ امور غور کرو اور سوچو کہ وہ بیعت
سے پہلے کئے ہیں یا بعد کے۔ خواجہ صاحب جب اس فقرہ پر پہنچے تو فرمانے
لگے کہ اُس عورت نے کیا اچھی بات کہی تھی ٭

ایک جلسہ میں توبہ کا ذکر ہونے لگا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ توبہ تین قسم
کی ہوتی ہے۔ حال اور ماضی اور استقبال۔ حال کی توبہ یہ ہے کہ وہ پشیمان ہو۔ اور جو
گناہ اُس نے کئے ہیں اُن سے نادم ہو۔ اور ماضی کی یہ ہے کہ دشمنوں کو خوش کرے
اگر کسی کے دس درم قرض کرلئے زبانی توبہ کرے تو یہ نہیں ہے۔ بلکہ توبہ وہ
ہے کہ جو درم اُس کے اس کو واپس دے۔ اور اس کو راضی کرے۔ پھر اُس وقت
اُس کی توبہ توبہ کہلائی جاسکتی ہے۔ اور جو اُس نے کسی کو بُرا کہا ہے تو اُس سے
عذر خواہی کرے اور کسی طریقہ سے اُس کو خوشنود کرے۔ اور اگر کسی شخص کو بُرا کہا ہے
اور وہ مرگیا ہے تو جس طرح اُس کی حیات میں اُسے بُرا کہا ہے اب اُس کی موت
کے بعد اُسے نیکی کے ساتھ یاد کرے اور اگر کسی کو قتل کر ڈالا ہے اور اس کا کوئی
ولی موجود نہیں ہے تو اس کو چاہیئے کہ ایک بردہ آزاد کرے۔ اور جو کسی کی منکوحہ
یا مملوکہ سے زنا کا اتفاق ہوا ہے۔ تو اس شخص سے معذرت کرے۔ اور خدا کی
جناب میں اپنے گناہ کی معافی کے لئے دعا کرے۔ اور اگر کوئی شراب پینے
والا تائب ہو تو وہ شربت اور ٹھنڈے پانی لوگوں کو پلائے۔ اس سے
مدعا یہ ہے کہ ہر حالت میں گناہ کی عادت اسی کے مناسب آئی ہے۔ تیسری
قسم کی توبہ مستقبل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیت کرے کہ میں نے گناہ

کے پاس نہ جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب میں حضرت
خواجہ فریدالدین صاحب کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوا۔ اور توبہ کی تو آپ نے
اپنی زبان سے کئی بار فرمایا کہ دشمنوں کو خوشنود کرنا چاہیئے اور حقداروں کی رضامندی
کے واسطے بہت تاکید فرمائی تھی۔ اُس وقت مجھے یاد آیا کہ میں بیس جیتل کا مقروض
ہوں۔ اس کا حال یہ ہے کہ ایک شخص سے میں نے ایک کتاب بطور مستعار لی تھی
اور پھر وہ کتاب میرے پاس سے جاتی رہی تھی۔ اس وقت حضرت خواجہ فرید جو مجھکو
دشمنوں کے خوشنود کرنے کے لئے فرما رہے تھے میں سمجھ رہا تھا کہ حضرت خواجہ
کتب لینے والے بھیدوں کے ہیں۔ دل میں یہ عہد کیا کہ اب کے بار جو دہلی جاؤں گا
تو اس شخص کو خوشنود کرونگا جس کی کتاب میرے پاس سے جاتی رہی ہے۔ پھر جو میں
اجودھن سے دہلی آیا تو اُس بزاز کے پاس گیا جس سے مجھے بیس جیتل دینے تھے
اور جن سے میں نے پارچہ خریدا تھا اور یہ قرضہ اس سبب سے رہ گیا تھا کہ کسی وقت
پاس میرے جیتل جمع نہ ہوتے تھے کہ اس کو ادا کر کے فارغ ہوتا کیونکہ وجہ معاش تنگ تھی
پس جب اب دس جیتل میرے پاس آئے تو میں اُس بزاز کے گھر پر گیا اور اسے باہر آواز
دی۔ وہ میری آواز پر گھر سے باہر آیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ بیس جیتل تمہارے میرے
ذمہ ہیں اتنا میسر نہیں ہوتا کہ ایک ہی بار اُس کو ادا کر دوں۔ پس یہ دس جیتل میں
تمہارے پاس لایا ہوں۔ یہ لے لو۔ اور باقی دس بھی اللہ چاہے تو جلد ادا کر دونگا۔
اُس نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا۔ تم تو مسلمانوں کے پاس سے آئے ہو یہ دس
جیتل مجھ کو دو اور وہ باقی دس جیتل میں نے تم کو معاف کر دئے۔ پھر میں اس شخص
کے پاس گیا جس سے میں کتاب لایا تھا اور وہ کھوئی گئی تھی۔ میں نے اس کو آواز
دی اُس نے کہا کون ہے میں نے کہا اے صاحب میں وہ شخص ہوں کہ جو آپ سے
کتاب مانگ کر لے گیا تھا اور وہ کتاب تو میرے پاس سے جاتی رہی ہے۔ اور
میں وہ کتاب تلاش کر کے اس کی نقل کر کر آپ کے پاس لے آؤنگا اُس شخص
نے اندر سے ہی جواب دیا کہ تم یہاں سے آئے ہو اُس کا ثمرہ یہی ہے وہ کتاب
میں نے تم کو بخشدی ٭

اُس کے بعد توبہ کی نسبت آپ نے یہ اور فوائد بیان فرمائے کہ جو شخص

گناہ کرتا ہے گناہ کی طرف اس کا منہ ہوتا ہے اور پشت اُس کی حق کی طرف ہوتی ہے اور جب وہ تائب ہو تو یہ چاہیئے کہ پشت اُس کی گناہ کی طرف ہو۔ اور منہ اس کا اللہ تعالے کی طرف ہو۔ پھر آپ نے فرمایا جو شخص تائب ہے اُس کو عبادت میں بہت ذوق ہونا چاہیئے۔ اور جو شخص گناہ کی طرف پھر چلا جاتا ہے تو اس سبب سے اس کی طاعت میں ذوق نہیں ہوتا +

ایک مجلس میں آپ کے عصمت اور توبہ کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ایک بزرگ کا قول ہے۔ عنایت دو چیزوں کے ساتھ ہے یا تو اول عصمت کے ساتھ یا آخر میں توبہ کے ساتھ۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ متقی وہ ہے کہ تھوڑے سے گناہ میں بھی ملوث نہ ہو۔ اور تائب وہ ہے کہ ملوث ہو مگر توبہ کئے ہوئے ہو اور کہنے لگے اس امر کی بابت لوگوں کے بہت سے قول ہیں۔ بعض کا قول یہ ہے۔ کہ تائب اور متقی دونوں برابر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ درجہ تائب کا متقی سے زیادہ ہے۔ کیونکہ توبہ کرنے والا ذائقہ گناہ کا چکھے ہوئے ہے۔ پھر اُس کا اُس طرف سے ہٹ آنا بہ نسبت اُس کے کہ جو پاس تک بھی گناہ کے نہیں گیا وقعت زیادہ رکھتا ہے بعضوں کا قول ہے کہ متقی تائب سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ اس کی صحت کے متعلق آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار دو شخصوں کے درمیان مباحثہ ہوا۔ ایک کہتا تھا متقی تائب سے بڑھا ہوا ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ تائب متقی سے بڑھا ہوا ہے۔ بحث ہوتے ہوتے بات بڑھ گئی وہ دونوں شخص اس وقت کے پیغمبر کے پاس گئے اور انہوں نے گذارش کی کہ اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں بطرف سے اس بارے میں کچھ نہیں کہتا منتظر وحی کا ہوں۔ اتنے میں اللہ کا حکم نازل ہوا کہ ان دونوں شخصوں کو واپس کر دو۔ کہدو کہ اب تم چلے جاؤ۔ لیکن دونوں رات کو ایک جگہ رہو۔ صبح کو جب تم دونوں گھر سے باہر نکلو تمہارے سامنے اول جو شخص آئے اس سے اس مسئلہ کو دریافت کرو۔ حکم کے مطابق یہ دونوں چلے گئے رات کو ایک جگہ رہے جب صبح کو یہ دونوں گھر سے نکلے تو ایک شخص سامنے سے آیا دونوں نے اُس سے کہا حضرت ہماری مشکل حل کیجئے۔ انہوں نے کہا کہو۔ اُن میں سے ایک نے کہا وہ شخص زیادہ بہتر ہے کہ جس

نے کبھی گناہ نہ کیا ہو یا کہ وہ بہتر ہے جس نے گناہ کیا اور پھر توبہ کر لی ہو۔ اس نے جواب دیا صاحبو میں لکھا پڑھا تو کچھ نہیں ہوں جولاہا ہوں۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ تار بہت سے ٹوٹتے ہیں اور اُن کو جوڑتا ہوں۔ لیکن وہ تار جو ٹوٹ کر جوڑے جاتے ہیں اُن تاروں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ جو نہیں ٹوٹے۔ یہ سنکر وہ دونوں پیغمبر صاحب کے پاس آئے اور سارا حال ظاہر کیا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا تمہارے سوال کا جواب یہی تھا۔

پھر ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ توبہ انابت جوانی ہی میں بہتر ہے۔ اور اگر بڑھاپے میں توبہ نہ کریگا تو کیا کرے گا کہ قوت بھی نہیں رہی۔ اس کے بعد آپ نے یہ دو بیت فرمائے ؎

چوں پیر شوی در سر انجام آئی   آئی سر حرف خویشتن ناکام آئی
سازی خود را نہ بیرہ رائی   معشوق اوز بے نوائی

آپ کی مجلس میں ایک روز یہ ذکر ہو رہا تھا کہ بعض توبہ کرنے والوں سے توبہ کرنے کے بعد لغزش ہو جاتی ہے۔ اگر بغاوت کا حصہ زندگی میں باقی رہتا ہے تو وہ توبہ کر کے اس سے مجتنب ہو جاتا ہے آپ نے اسی کے مناسب یہ حکایت اپنی زبان سے فرمائی۔ قمر نامی ایک مطربہ نہایت جمیل اور حسین تھی۔ خیر ٹمہ میں اس سے توبہ واقع ہوئی۔ اور وہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی مرید ہوئی۔ اس کے بعد وہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے چلی اور ہمدان میں پہنچی۔ والی شہر کو جب اس کے آنے کی خبر معلوم ہوئی اس نے آدمی بھیجے کہ ہمارے پاس آؤ اور مجرا کرو۔ اس نے یہ کہا کہ میں نے توبہ کر لی ہے اور خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جا رہی ہوں اس لئے مجھے معاف فرمائیے اب میں یہ کام نہیں کرنے کی۔ والئے ہمدان نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے مجبور کیا کہ آؤ اور مجرا کرو۔ بہت توبہ عورت نے ادت دوسرے بادشاہی حکم کرنے لگی رہے۔ لیکن پھر بھی وہ شیخ یوسف ہمدانی کے حضور میں حاضر آئی اور اپنا سارا حال اس سے بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا تو آج کی رات اور ہے پھر کل صبح میرے پاس آئیو۔ اس نے میرے کام میں مشغول ہوتا ہوں۔ جب صبح ہوئی تو وہ عورت شیخ ممدوح کی خدمت میں حاضر آئی۔ شیخ نے کہا خزانہ تقدیر کو جو دیکھا جاتا ہے

تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک گناہ اور تیرے نام لکھا ہے۔ تب تو وہ عورت لاچار ہو گئی۔ کیونکہ حاکم کے لوگوں نے تنگ کر رکھا تھا۔ آخر وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اس عورت نے گانا شروع کیا۔ ابھی ایک بیت گائی تھی کہ تمام لوگ گر گئے اول بادشاہ ہمدان غائب ہوا اور اس کے بعد اور لوگ +

فصل سوم

تلاوت کلام مجید

آپ کی مجلس میں تلاوت کلام مجید اور رات کے قیام کا ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے گذارش کی خواجہ صاحب سے کہ اگر اپنے گھر میں قیام کیا جاوے تو کیسی بات ہے۔ آپ نے فرمایا ایک سیپارہ اپنے گھر میں پڑھنا مسجد میں قرآن ختم کرنے سے بہتر ہے +

ایک روز آپ کی مجلس میں تلاوت کلام مجید اور ترتیل کلام مجید کا ذکر آیا آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ پڑھنے والے کو اگر کسی آیت میں ذوق پیدا ہو تو اس کو چاہئے کہ اس آیت کو کئی کئی بار پڑھا کرے۔ اور اس سے ذوق اور راحت حاصل کیا کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو سعادت سماع اور حالت تلاوت میں ہوتی ہے۔ وہ تین طرح پر ہے۔ یا تو انوار ہیں یا احوال ہیں یا آثار ہیں۔ اور یہ تین عالموں سے نازل ہوتے ہیں عالم ملک۔ یا عالم ملکوت یا عالم جبروت سے جو دونوں کے درمیان واقع ہے۔ اور یہ تینوں سعادتیں تین جگہ نازل ہوتی ہیں۔ ارواح پر۔ قلوب پر۔ جوارح پر۔

(۱) انوار جوارح پر عالم ملکوت سے نازل ہوتے ہیں۔

(۲) احوال قلوب پر عالم جبروت سے وارد ہوتے ہیں۔

(۳) آثار جو جوارح پر عالم ملک سے نازل ہوتے ہیں۔

اس کے یہ معنی ہوئے کہ سماع کی حالت میں ارواح پر عالم ملکوت سے انوار نازل ہوتے ہیں۔ اس کے بعد دل میں جو کچھ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نام احوال ہے۔ قلوب پر اُس کا نزول عالم جبروت سے ہوتا ہے اس کے بعد جو آہ وزاری بکا یا کوئی حرکت ظاہر ہوتی ہے تو اس کا نام آثار ہے اور وہ عالم ملک سے اعضا پر آتے ہیں +

ایک روز پھر آپ کی مجلس میں تلاوت اور حفظ قرآن کی بابت ذکر ہونے لگا۔ میں نے گذارش کی اگر کلام مجید کا یاد کرنا قسمت میں نہ ہو تو کیا وہ ناظرہ پڑھے فرمانے لگے ناظرہ پڑھنا بہت بہتر ہے۔ اس سے آنکھوں کو بھی حظ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ جس کو کلام مجید یاد کرنے کے لئے فرماتے تو آپ اُسے بتلاتے کہ اول سورہ یوسف یاد کرو۔ جو شخص سورہ یوسف یاد کریگا اُس کی برکت سے کلام مجید بھی اُسے حفظ کرنا آسان ہو جائیگا۔ اور کلام مجید اس کو یاد بھی ہو جاویگا۔ پھر آپ نے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کی نیت کلام مجید یاد کرنے کی ہو اور وہ زیادہ یاد نہ کر سکے۔ اور اُس نیت کے عالم میں اس کا انتقال ہو جاوے تو اس کو جب قبر میں رکھیں گے تو بہشت کا ترنج فرشتے اُس کو لا کر دیویں گے۔ وہ شخص اُس کو دیکھ کر اور سونگھ کر بہت خوش ہوگا۔ اور پھر اُس کو کلام مجید یاد ہو جاویگا۔ اور حشر کے روز وہ حفاظ کے ساتھ اُٹھے گا +

ایک اور مجلس میں قرآن مجید کی تلاوت کا ذکر ہونے لگا کہ کلام مجید ترتیل اور تردید کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے دریافت کیا تردید کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا جو آیت کہ پڑھے اور اُس میں اس کو ذوق پیدا ہو تو وہ پھر مکرر اُسی آیت کو پڑھے۔ پھر آپ نے فرمایا ایک بار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کچھ پڑھنا چاہتے تھے آپ نے اسم اللہ ہی ابھی پڑھا۔ آپ کے دل میں اُس وقت ایک حال پیدا ہو گیا۔ تو آپ نے اُسے بیس دفعہ پڑھا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ کلام مجید کی تلاوت کے آٹھ مراتب ہیں اُن میں سے پانچ آپ نے فرمائے:۔

(۱) کلام مجید پڑھنے کے وقت قاری کو چاہیئے کہ دل اللہ سے لگا رہے +

(۲) اگر یہ بات میسر نہ ہو تو پڑھنے والے کو چاہیئے کہ پڑھتے وقت اللہ تعالےٰ کے جلال اور عظمت کا خیال دل میں لائے۔ حاضرین میں سے ایک نے استفسار کیا کہ یہ تو وہی بات ہے جو آپ نے پہلے فرمائی تھی۔ فرمایا نہیں وہ حق کی ذات کے ساتھ ہے۔ اور یہ حق کی صفات کے ساتھ ہے ٭

(۳) اگر یہ بھی میسر نہ ہو سکے تو جو کچھ وہ پڑھے اس کے معنوں کا دل میں ضرور خیال رکھے۔

(۴) پڑھتے وقت نیاز زیادہ غالب ہونی چاہیئے۔ کہ یہ دولت اور ہیں۔ بڑی ہی سعادت کا میرے لئے یہ موقع ہے۔

(۵) اگر یہ بات بھی میسر نہ ہو۔ تو یہ خیال کرے میں اللہ تعالےٰ کے سامنے قرآن مجید پڑھ رہا ہوں۔ اس کی جزا مجھے ضرور ملے گی۔

اس اثناء میں میں نے گذارش کی میں جب کلام مجید پڑھتا ہوں۔ دل کو صاف رکھتا ہوں۔ اس لئے کہ جو کچھ معنے ہو دل اُس سے محسوس ہو۔ اور جو بوقت تلاوت کلام مجید میرے دل پر کسی قسم کا فکر اور اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہ فکر اور اندیشہ کیا۔ پھر اپنے دل کو صاف کر کے کلام مجید کی تلاوت میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ پھر میں ایسی آیت پر پہنچ جاتا ہوں جو اس اندیشہ کی مانع ہوتی ہے۔ یا کسی آیت پر نظر پڑ جاتی ہے۔ جس میں اس کا حل ہو جاتا ہے۔ اور جو دل پر واقع ہوتی ہے۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا بہت خوب ہے۔ اس کو اچھی طرح نگاہ رکھو ٭

آپ کی مجلس میں ایک شخص آیا اور اس نے فاتحہ کی اس لئے درخواست کی کہ مجھے کلام مجید یاد رہے۔ اس کو بھول نہ جاؤں۔ حضرت خواجہ نے اُس کو فرمایا کہ تو نے کلام اللہ کس قدر یاد کر لیا ہے۔ اس نے جواب دیا میں نے ایک تہائی تو یاد کر لیا ہے۔ فرمایا اور بھی تھوڑا تھوڑا یاد کر۔ اور پہلے پڑھے ہوئے کو خوب دہرا۔ اسکے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ میں نے ایک رات شیخ بدرالدین علیہ الرحمتہ کو خواب میں دیکھا۔ خواب میں ہی ان سے کہ کلام مجید یاد رہے فاتحہ کی

درخواست کی انہوں نے فاتحہ پڑھی۔ جب صبح ہو گئی تو میں ایک عزیز سے ملا۔ اور اُس سے یہ سارا حال خواب کا بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ جیسا انہوں نے خواب میں فاتحہ پڑھی آپ بیداری میں پڑھئے۔ تاکہ آپ کی فاتحہ پڑھنے کی برکت سے مجھ کو کلام مجید یاد رہے۔ پھر اُس بزرگ نے فاتحہ پڑھی اور یہ فرمایا کہ جو کوئی سوتے وقت یہ دو تین آئتیں پڑھے گا اس کو کلام مجید یاد رہے گا۔ اور کلام مجید کو حفظ کریگا۔ آئتیں یہ ہیں:-

والٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمٰن الرحيم
ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار
لآيات لقوم يعقلون -

ایک اور مجلس میں کلام مجید کی برکت اور اس کے حفظ کا ذکر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ بدایوں میں ایک شخص بہت بزرگ اور صاحب کرامت تھا۔ ساتوں قرائتیں اُس کو یاد تھیں اور اُس کا نام شادی مصری تھا۔ ایک کرامت تو اُس کی یہ تھی کہ اگر کوئی لڑکا اُن سے ایک تختی بھی پڑھ لیتا تو وہ آخر کلام مجید پڑھ لیتا تھا۔ چنانچہ ایک سیپارہ میں نے بھی اُن سے پڑھا ہے۔ اُن کی ہی برکت سے مجھے کلام مجید یاد ہوا ہے یہ صاحب لاہور کے رہنے والے تھے۔ ایک شخص لاہور سے آیا۔ اُس سے آپ نے اپنے مرشد کی خیریت کا حال دریافت کیا۔ چونکہ آپ کے پیر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اُس شخص نے یہ خیال کر کے کہ آپ کو رنج ہوگا۔ اُن سے نہ کہا پھر انہوں نے اُس سے شہر کا حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا شہر کا حال کیا دریافت کرتے ہو۔ بارش بہت ہوئی۔ کثر مکانات ڈھیر ہو گئے۔ پھر ایک دفعہ جو آگ لگی تو ہزاروں گھر جل کر راکھ سیاہ ہو گئے۔ جب اُس نے یہ کیفیت بیان کردی تو ان بزرگ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے ہمارے خواجہ زندہ نہیں ہیں۔ اُس نے کہا بیشک آپ درست فرماتے ہیں دفعتاً اُن کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔

فصل چہارم

ذکر استغراق

آپ کی مجلس میں ذکر استغراق شیخ شہاب الدین کا ہونے لگا تو آپ نے ارشاد فرمایا ایک روز شیخ اوحد کرمانی شیخ شہاب الدین کے پاس تشریف لائے انہوں نے آپ کو دیکھ کر اپنا مصلے لپیٹا اور اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا۔ یہ فعل مشائخ کے نزدیک بہت بڑی تعظیم کا ہے۔ جب رات کا موقع آیا۔ تو شیخ اوحد نے سماع طلب کیا۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو بلایا۔ سماع کا مقام تجویز کر دیا۔ اور خود ایک گوشہ میں برائے عبادت مصروف ہو گئے۔ شیخ اوحد اور جو اہلِ سماع تھے سب سماع کی حالت میں مصروف ہو گئے۔ جب صبح کا موقع آیا تو خانقاہ کا خادم شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر آیا اور گذارش کی کہ رات سماع تھا۔ اب اس گروہ کے لئے نہاری کی ضرورت ہے۔ تعجب کے ساتھ شیخ نے فرمایا کہ کیا رات سماع تھا۔ اُس نے گذارش کی جی ہاں سماع تھا۔ شیخ نے فرمایا مجھ کو اس امر کی بالکل خبر نہ ہوئی۔ بعد ازاں خواجہ صاحب فرمانے لگے کہ غایت استغراق شیخ شہاب الدین کا دیکھنا چاہیئے۔ کہ کس طرح اپنے ذکر اور شغل میں مصروف رہے کہ سماع کے زور اور ہجوم کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ جب سماع میں وقفہ ہوتا تھا یعنی ٹھیرتا تھا۔ سماع سننے والے شیخ کے قرآن پڑھنے کی آواز سنتے تھے۔ مگر شیخ صاحب اس قدر شور و غل ہونے کے ان کا سماع نہیں سنتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک اپنے ذکر میں مشغول تھے۔ جب حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے لڑکے نے انتقال کیا۔ اور اُن کو دفن کیا گیا حضرت خواجہ و دیگر لوگ دفن کر کے واپس آئے۔ تو حضرت خواجہ کی بیوی سب لوگ رونے لگے۔

آپ کے کان میں بھی رونے کی آواز آئی۔ تو آپ نے تاسف کیا۔ شیخ بدرالدین نے پوچھا حضرت یہ تاسف کیسا ہے۔ فرمایا مجھے یاد آیا میں نے خدا تعالےٰ سے اپنے بچے کے زندہ رہنے کی دعا کیوں نہ کی۔ اگر میں اُس کے لئے دعا مانگتا تو وہ ضرور دعا قبول کر لیتا۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا۔ دیکھو حضرت خواجہ کا کس قدر درجۂ استغراق بڑھا ہوا تھا کہ اُن کو اپنے بچے کے پیدا ہونے اور مرنے کی بھی خبر نہ ہوئی۔

ایک روز آپ کی مجلس میں قاضی شہاب الدین کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے کہا میں پیر کے روز آپ کے وعظ میں جاتا تھا۔ ایک دن انہوں نے اپنے وعظ میں یہ رباعی پڑھی تھی ؎

لب برلب دلبران مہوش کردن واہنگ سرِ زلف مشوش کردن
امروز خوش است لیکن فردا خوش نیست خود راچو خسے طعمہ آتش کردن

حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ میں خود رفتہ اس رباعی کو سنکر ہو گیا کچھ دیر کے بعد ہوش آیا۔ اُس کے بعد خواجہ صاحب نے اُن کا حال بیان کیا کہ وہ بڑے صاحب ذوق اور شوق شخص تھے۔ ایک بار ان کو شیخ بدرالدین غزنوی کے گھر بلایا تھا۔ لیکن وہ دن پیر کا تھا۔ انہوں نے فرمایا آج پیر کا دن میرے وعظ کا ہے۔ بعد وعظ کے آؤں گا۔ غرضکہ جب آپ وعظ سے فارغ ہوئے تو مکان مذکور پر آپ تشریف لے گئے یہاں مجلس سماع سرگرمی کی حالت میں تھی۔ آپ کو وجد آیا۔ آپ نے اپنی دستار اور کرتہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے تھے۔ اُس وقت شیخ بدرالدین غزنوی کی غزل پڑھی جا رہی تھی۔ چنانچہ اپنی زبان مبارک سے آپ نے دو بیت فرمائیں۔ چنانچہ ایک بیت مجھے یاد رہ گئی اور ایک نہ رہی ؎

نوحۂ میکرد بہر من نوحہ گرد رمجمعے
آہ ازیں سوزم برآمد نوحہ گر آتش گرفت

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قاضی منہاج الدین شیخ بدرالدین کو شیخ سُرخ کہا کرتے تھے۔ اُس کے بعد شیخ نظام الدین ابو المویَد کے وعظ کا ذکر ہونے لگا میں نے گذارش کی آپ نے ان کا وعظ سنا ہے۔ فرمایا میں نے اُن کا وعظ سُنا ہے۔ لیکن میں اُس زمانہ میں بہت چھوٹا تھا۔ یعنی اچھی طرح نہ جانتا تھا ایک

دن میں نے دیکھا کہ حضرت جوتیاں اُتار کر مسجد میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ممبر پر تشریف لائے آپ کے پاس ایک شخص قاسم نام تھا۔ جو بڑا قاری اور خوش گو تھا۔ اُس نے اُس وقت ایک آئت پڑھی۔ بعدازاں شیخ نظام الدین ابوالموید نے وعظ فرمانا شروع کیا۔ ابھی آپ نے پورا فقرہ بھی بیان نہ کیا تھا۔ کہ لوگوں پر وہ اثر پڑا کہ سب رونے لگے۔ اُس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

نہ از عشق تو زتو خدا خواہم کرد   جاں در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

اس شعر کے پڑھتے ہی خلق اللہ کا ایک نعرہ بلند ہؤا۔ چنانچہ یہ شعر آپ نے دو تین بار پڑھا۔ اُس کے بعد اور شعر قاسم سغری نے اس کے متعلق آپ کو یاد دلائے چنانچہ آپ نے وہ بھی پڑھے اور ممبر سے نیچے اوتر آئے۔ آپ کے زمانہ میں مینہ کی کمی ہو گئی تھی۔ جب خلقت پریشان ہوئی تو اُس نے آپ سے کہا کہ دعا کیجئے۔ لاچار یہ ممبر پر آئے اور اللہ تعالےٰ سے عرض کی کہ خداوندا اگر تو مینہ نہ برسا دیا تو میں آبادی میں نہیں رہونگا۔ چنانچہ آپ کے ممبر سے اترنے کے بعد خوب بارش ہوئی +

ایک دفعہ آپ کی مجلس میں جماعت متحیرین کا ذکر ہونے لگا۔ کہ وہ اس طرح اللہ کی یاد میں مصروف ہیں کہ وہ کسی کی کچھ خبر نہیں رکھتے۔ حاضرین میں سے ایک نے بیان کیا کہ میں نے سات آٹھ آدمیوں کو ایک مقام پر دیکھا کہ وہ آنکھیں کھولے ہوئے آسمان کی طرف منہ کئے ہوئے متحیر کھڑے تھے۔ باوجود اس عالم کے جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو وہ نماز میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اور بعد نماز پھر اسی طرح کھڑے ہو جاتے تھے۔ اُس کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا انبیاء معصوم ہیں۔ اور ولی محفوظ اگر وہ رات دن اسی طرح متحیر رہیں تو ان کی نماز فوت نہ ہو۔ اُس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی حکایت بیان فرمائی کہ اُن کا حال چار چار روز تک یہی رہا ہے۔ کہ عالم استغراق میں رہے ہیں۔ اور آپ کے انتقال کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ آپ شیخ علی سنجری کی خانقاہ میں سماع سُن رہے تھے جب یہ شعر پڑھا گیا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو اسپر آپ کو وجد طاری ہوا۔ اور پھر آپ استغراق کے عالم میں آگئے۔ آپ جب فرماتے تھے یہی کہ اسی شعر کو پڑھے جاؤ۔ پس یہی شعر پڑھا جاتا تھا اور آپ استغراق حالت میں جب نماز کا وقت آتا تو نماز پڑھ لیتے اور پھر اسی حالت میں مبتلا ہو جاتے۔ چار رات اور دن آپ کا یہی حال رہا۔ پانچویں دن آپ نے اسی عالم میں انتقال فرمایا۔ شیخ بدرالدین غزنوی فرماتے ہیں۔ کہ جس شب آپ نے انتقال فرمایا میں آپ کے پاس موجود تھا۔ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو مجھ کو غنودگی سی آگئی۔ تو خواب میں میں نے دیکھا کہ خواجہ قطب الدین اپنی جگہ سے اوپر کو چلے جا رہے ہیں۔ اسی وقت مجھ سے کسی نے کہا کہ دیکھ خدا کے دوستوں کو موت نہیں ہوتی۔ جب میں جاگا تو معلوم ہوا کہ شیخ صاحب نے انتقال فرمایا ۰

باب اوّل

فصل اوّل

کشف و کرامات

حضرت سلطان المشائخ واسطے ادائے نماز جمعہ غیاث پور سے کیلوگڑھی کو پاپیادہ تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ کے خیال میں یہ بات آئی کہ اگر گھوڑی ہمارے پاس ہوتی تو اُسپر سوار ہو کر آیا جایا کرتے۔ دوسرے روز شیخ نورالدین دو گھوڑیاں آپ کے حضور میں حاضر لایا اور کہنے لگا کہ آج کی رات میرے پیر روشن ضمیر نے مجھ کو خواب میں فرمایا کہ دو گھوڑیاں تو رکھتا ہے۔ شیخ

نظام الدین کو دیدے کہ وہ پاپیادہ کیلہ گڈھی نہ جایا کریں۔ پس جو گھوڑیاں کہ میں رکھتا تھا آپ کی خدمت میں لایا ہوں قبول فرماویں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ حسب الحکم اپنے پیر کے گھوڑیاں میرے پاس لائے ہو۔ پس میں تب تک ان کو نہیں لے سکتا جب تک کہ اپنے پیر سے اجازت نہ لے لوں۔ جب رات ہوئی حضرت خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ نظام الدین کو خواب میں فرمایا کہ گھوڑیاں لے لو کہ ملک یار پران ہماری اجازت سے گھوڑیاں تمہارے پاس لایا ہے۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے صبح کو خوشی کے ساتھ وہ گھوڑیاں لے لیں۔ اور شکریہ عطیہ پیر مذکور کا بجا لائے +

اخبار الاولیا میں لکھا ہے کہ جب سلطان علاؤ الدین خلجی نے اس دار ناپائدار سے رحلت کی سلطان قطب الدین مبارک شاہ تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوئے۔ فرزند علاؤ الدین نے خضر خاں کو (کہ مرید سلطان المشائخ کا تھا اور یہ عمارت عالی کہ مقبرہ حضرت کے صحن میں ہے۔ اسی کی بنائی ہوئی ہے) شہید کیا۔ اور اُس کا یہ بھی خیال ہوا کہ حضرت خواجہ کو بھی اذیت دے۔ لیکن اُس نے آپ کے اذیت دینے کی اس لئے جرأت نہ کی کہ تمام لشکر شاہی اور تمام امرا وغلماء وکبار سب آپ کے مرید اور معتقد تھے۔ ایک روز قاضی غزنوی سے جو اُس کا مشیر تھا۔ اُس سے دریافت کیا کہ شیخ نظام الدین کا جو خرچ ہے وہ کہاں سے آتا ہے۔ چونکہ قاضی مذکور آپ سے خوش نہ تھا کہنے لگا کہ اکثر امرا شاہی بلکہ از وزیر تا سپاہی ہدیہ اور شکرانہ غنیمہ شیخ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں۔ اسی سبب سے بکشادہ پیشانی خرچ کرتے ہیں۔ اور دو ہزار تنگہ سُرخ خواجہ صاحب کے باورچیخانہ کا خرچ ہے۔ سلطان نے جب یہ بات سنی آتش حسد سے جل گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ جو شخص خواجہ کے پاس جاوے اور ہدیہ یعنی درہم یا دینار آپ کے پاس پیش کرے۔ اُس کا وظیفہ خزانہ شاہی سے بند کیا جاوے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ خبر سُنی خواجہ اقبال کو (یہ غلام و خادم و خوان سامان خواجہ صاحب کا تھا) حکم دیا کہ مطبخ کا جو خرچ ہے آج سے اُسے دوچند کر دو اور جب روپیہ کی تم کو ضرورت ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کے اس طاق سے نکال لیا کرو۔

چنانچہ خواجہ اقبال ایسا ہی کرتے رہے۔ جو کچھ زر نقد کی ضرورت ہوتی اُس جائی سے آپ نکال لیا کرتے۔ جب سلطان نے یہ حالات سنے نہایت منفعل ہوا۔ امراء دربار میں سے ایک شخص کو سلطان نے بخدمت خواجہ صاحب روانہ کیا اور اُس کو یہ پیغام دیا کہ خواجہ سے کہو کہ شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی میرے دیکھنے کو ہمیشہ آتے ہیں اور آپ دہلی میں ہی تشریف رکھتے ہو کبھی مجھکو نہیں دیکھتے۔ اس سے میری حقارت ہوتی ہے۔ جب اُس امیر نے حضرت خواجہ صاحب کے پاس یہ بیان کیا تو خواجہ صاحب نے اُس کو یہ جواب دیا کہ سلطان سے کہو کہ میرے پیروں کی عادت نہیں ہے کہ بادشاہی دیوانخانوں میں جاویں۔ لہذا مجھ کو معذور رکھنا چاہیئے۔ سلطان نے جب یہ پیام سُنا مانند سانپ کے بل کھایا اور کہا البتہ جس بات کا میں نے حکم دیا ہے شیخ کو اس کی تعمیل کرنا ہوگی۔ حضرت سلطان المشائخ نے شیخ علی سنجری کو شیخ ضیاؤ الدین رومی کی خدمت میں بھیجا (جو سلطان قطب الدین اور خلیفہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے پیر تھے) اور ان کو یہ پیام دیا کہ سلطان کو فقراء کے رنجیدہ کرنے سے باز رکھے۔ کیونکہ درویشوں کے رنجیدہ رکھنے سے فلاح نہیں ہے۔ شیخ حسن جو پاس شیخ ضیاؤ الدین کے پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ بہت بیمار ہیں۔ وہ واپس پھرے اور انہوں نے سب حال حضرت خواجہ سے ان کہدیا۔ تین روز کے بعد جب شیخ ضیاؤ الدین کا انتقال ہوگیا۔ فاتحہ کی تقریب پر تمام مشائخ اور اکابران دہلی اور سلطان قطب الدین مقبرہ شیخ ضیاؤ الدین میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت خواجہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ بھی اُس موقع پر رونق بخش ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ سلطان قطب الدین اُس وقت قرآن پڑھ رہا ہے۔ تمام حاضرین دربار حضرت خواجہ کی تعظیم کو اُٹھے۔ لیکن سلطان قطب الدین اسوقت آپ کی تعظیم کو اس لئے نہیں اُٹھا کہ وہ کلام مجید پڑھ رہا تھا۔ اس وقت بہت لوگوں نے آپ سے گزارش کی کہ سلطان اس مجلس میں موجود ہے۔ اگر اُس سے علیک سلیک کر لیں تو کیا ہرج ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ علیک سلیک کی حاجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ قرآن پڑھنے میں مصروف ہے۔ پس ایسے موقع پر تشویش نہیں دینی چاہیئے۔ اُس وقت کن انکھیوں سے بادشاہ نے آپ کو دیکھا اور غصہ

کے سبب تھر تھر کانپنے لگا۔ اُس کے بعد بادشاہ نے ایک مجمع کیا۔ اور اُس میں
مشائخوں کو بلایا۔ جب سب موجود ہو گئے تو اُس نے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سنا دو کہ
وہ روز میرے دیکھنے کو آیا کریں۔ یا خیر ایک ہفتہ کے بعد یا پندرہ دن کے بعد ملاقات
کیا کریں۔ اگر وہ تمہارے کہنے سے راضی نہ ہوں پس اطلاع دیدو تاکہ اُن کا فکر کرلوں۔
چنانچہ سید قطب الدین غزنوی اور شیخ عماد الدین طوسی و شیخ اوحد الدین اور برہان الدین
حسب ایمائے سلطان بخدمت شیخ نظام الدین حاضر آئے اور مصلحت وقت کے
لحاظ سے سب نے آپ سے گذارش کی۔ شیخ نے اول تامل فرمایا اور کہا۔ انشاءاللہ
تعالےٰ دیکھئے کیا ظہور میں آوے اور وہ لفظ انشاءاللہ سے تصور کریں۔ پس حضرات
مذکور بادشاہ کی خدمت میں گئے۔ اور گذارش کی کہ شیخ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے
کے لئے راضی ہیں۔ اس امر کے سننے سے بادشاہ خوش ہو گیا۔ ۲۷ ماہ صفر کی رات
کو خواجہ وجیہہ قریشی و اعزالدین علی برادر امیر خسرو خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر آئے
اور گذارش کی کہ ہم نے سُنا ہے آپ بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لیجاوینگے
آپ نے فرمایا کہ میں یہ امر خلاف اپنے پیروں کے نہیں کرونگا۔ وہ یہ بات سُنکر
حیران ہو گئے۔ بادشاہ منتظر ہے کہ کب حضرت خواجہ میرے پاس تشریف لاویں۔ اور
حضرت شیخ کا ارادہ جانے کا نہیں ہے۔ پس اس امر کی وجہ سے فتنہ عظیم برپا ہوگا۔
حضرت شیخ نے جو اُن کی حیرانی کو دیکھا فرمایا کہ سلطان قطب الدین مجھ پر کسی وجہ سے
فتحمند نہ ہوگا۔ چنانچہ رات کو میں نے خواب میں دیکھ لیا ہے کہ میں قبلہ رو بیٹھا ہوں
اور ایک گائے تیز سینگوں والی میری طرف آئی کہ مجھ پر حملہ کر کے ضرر پہنچادے پس
اٹھا اور دونوں سینگ اُس کے پکڑ کر میں نے اُسے گرا دیا۔ پس وہ گرتے ہی ہلاکت
ہو گئی۔ آپ کے دوستوں اور مریدوں نے جب یہ بات سنی تو گونہ تفویت ہو گئی۔
پس جب کہ ۲۷ تاریخ آئی ظہر کی نماز کے بعد خواجہ اقبال نے حضرت خواجہ سے گذارش
کی کہ آج شب ماہ ہے کیا آپ برائے ملاقات سلطان کے تشریف لے جاوینگے۔
جو حکم ہوا انتظام کروں۔ آپ نے فرمایا چپ رہو۔ جب عصر کی نماز بھی ہو گئی پھر خواجہ
اقبال نے آپ سے گذارش کی آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ انہوں نے خیال کیا حضرت
خواجہ بادشاہ کی ملاقات کو تشریف نہ لیجاویں گے۔ غرضکہ حضرت شیخ بادشاہ کے

دیکھنے کو تشریف نہ لے گئے۔ اُس روز کچھ تھوڑی رات گئی تھی کہ خسرو خاں نے کہ سلطان کا پروردہ تھا۔ سلطان کو قتل کر دیا۔ یہ خسرو خاں افسر ۵۰ ہزار سواروں کا تھا۔ اور اس کو بادشاہ نے مصاحبت خاص سے سرفراز کر رکھا تھا۔ مگر سلطنت کے لالچ سے اُس نے کوشک ہزار ستون پر ساتھ قاضی محمد غزنوی کے جاہریگ نامی سے قتل کرایا اور اسی وقت بادشاہ کے سب بچے بھی قتل کرا دیے گئے۔ اور اُس کی جتنی بیگمیں تھیں اُن کو وہ اپنے تصرف میں لایا۔ اور تخت دہلی پر بیٹھ گیا۔ اُس نے چند ماہ تک حکومت کی آخر وہ بھی سلطان غیاث الدین تغلق کے ہاتھ سے قتل ہؤا۔

سلطان علاؤالدین خلجی پدر سلطان قطب الدین نے ارادہ کیا۔ کہ حضرت خواجہ کو اپنے پاس بلائے اس واسطے اُنہوں نے یہ بہانہ کیا کہ ایک آدمی کو آپ کے پاس یہ پیام دیکر بھیجا کہ مدت ہوگئی کہ برادر الف خاں کو لشکر عظیم دیکر ارنگل کی طرف بھیجا ہے۔ لیکن اس وقت تک اُس کی خبر میرے پاس نہیں پہنچی فکر میں ہوں کہ کیا اور لشکر بھیجوں۔ مگر خواجہ صاحب ایک ساعت کے لئے تشریف لے آویں تو کمال عنایت ہوگی۔ اس امر کے سننے سے حضرت خواجہ مراقب ہوگئے۔ اُس کے بعد فرمایا۔ کہ سلطان سے کہدو کہ میرے آنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالے کل بوقت چاشت تم کو مژدہ فتح ارنگل اور سلامتی اپنے برادر کی پہنچے گی اور چند روز بعد الف خاں بھی بخیر و عافیت و بالفتح و فیروزی یہاں پہنچے گا۔ سلطان اس خبر کو سن کر بہت خوش ہؤا۔ اور خیال کیا کہ جسوقت یہ خبر فرحت اثر میرے پاس پہنچے گی پانسو دینار سُرخ حضرت خواجہ کی نذر کرونگا۔ پس ایسا ہی ہؤا کہ دوسرے روز خبر فتح و سلامتی لشکر الف خاں کی پہنچی۔ پس سلطان نے پانسو دینار سُرخ آپ کی خدمت میں بدست شہریار کے بھیجے۔ اس وقت حضرت خواجہ کی خدمت میں یک قلندر اسفندیار نامی موجود تھا۔ اُس نے جو دیناروں کو دیکھا نصف دینار اپنی طرف کھینچ لئے۔ اور یہ کہا الہدایا مشترک فرمود۔ حضرت خواجہ نے کل دینار اُس کو ہی دلا دیئے۔

ایک شخص شمس الدین نامی متمول شہر دہلی میں بزازی کی دوکان کرتا تھا۔ اور حضرت خواجہ کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا۔ اس لئے خواہ مخواہ اُس کو آپ سے قلبی عداوت ہوگئی تھی۔ ایک روز زیب و ضع افغانان کے وہ باغ و سبزہ زار میں اپنے یاروں کے

ساتھ بیٹھا ہؤا تھا۔ جب شراب وہ چاہتا تھا کہ پیئے۔ اُس نے اپنی آنکھوں سے شیخ کو دیکھا کہ آپ سامنے کھڑے ہیں۔ اور انگلی کے اشارے سے آپ شراب پینے سے منع فرما رہے ہیں۔ اُسی وقت شمس الدین نے شراب کا قرابہ توڑا اور حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ آپ نے فرمایا اے شمس الدین جس کو ہم سعادت دشمنی کی دیتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں جو امر تیرے ساتھ پیش آیا ہے۔ پس آپ نے اُسے مرید بنایا۔ اور سعادت ابدی اُسکو دلائی ؂

ایک موقع پر قاضی محی الدین کاشانی بہت بیمار ہو گئے یہاں تک کہ اُن پر نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ سلطان المشائخ اُن کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے۔ تو ملاحظہ کیا کہ قاضی صاحب نزع کی حالت میں ہیں۔ اور کسی کو پہچان بھی نہیں سکتے۔ دست مبارک قاضی صاحب کے منہ پر آپ نے ملا۔ قاضی صاحب ہوش میں آ گئے اور صحت کلی حاصل کی ؂

ایک روز حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں میں سے ایک صاحب کے ہاں مجلس سماع تھی۔ اور کھانا فقط حضرت خواجہ کے مریدوں کے لئے ہی تیار ہؤا تھا۔ جب سماع کا موقع ہؤا تو ہزاروں صوفی اور عوام لوگ آن موجود ہوئے۔ کھانا اس قدر بھی نہ تھا کہ پچاس آدمیوں کو کافی ہو سکے۔ بعد ختم جلسہ سماع صاحب مجلس حیران اور متحیر ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے یہ حال نور فراست سے معلوم کیا۔ حضرت خواجہ نے اپنے خادم بشیر کو حکم دیا کہ جا اور تمام خلق کے ہاتھ دُھلا۔ اور دو دو آدمیوں کو ایک ایک جگہ بٹھا اور جو نان موجود ہیں ان کے چار چار ٹکڑے کر دے اور اُن کو طباقوں میں ڈالدے اور اُن کے اوپر چادر ڈھانپ دے۔ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر ہر شخص کو تقسیم کر۔ پس بموجب حکم حضرت خواجہ صاحب کے بشیر نے ایسا ہی کیا۔ ہزاروں آدمی اُس طعام سے حضرت خواجہ صاحب کی برکت سے سیر ہو گئے اور لطف یہ ہؤا کہ جس قدر روٹیاں وغیرہ موجود تھیں اُسی قدر باقی رہ گئیں ؂

ایک شخص دانشمند نام قصبہ سامانہ میں رہتا تھا حسب اتفاق اُس کے گھر آگ لگ گئی۔ اور عطائے جاگیر کا جو فرمان اُس کے پاس تھا وہ بھی جل گیا۔ اس سبب سے پھر وہ دہلی آیا اور مُثنّیٰ نام فرمان دیوان سلطان سے حاصل کیا۔

دیوانخانہ سے نکلتے نکلتے وہ بھی حسب اتفاق سے نکل پڑا۔ جب اُسے معلوم ہوا۔ کہ فرمان نکل گیا تو بہت رویا بہت چلّایا اور حضرت خواجہ صاحب کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت خواجہ سے سارا حال رو رو کر بیان کیا حضرت خواجہ نے فرمایا اگر تیرا فرمان مل جاوے تو تو حضرت خواجہ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ کی نیاز دیگا۔ دانشمند نے کہا نیاز دونگا۔ پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ دانشمند کیا خوب بات ہو کہ اسی وقت حلوا خرید کر لے آؤ۔ وہ اُسی وقت اُٹھا اور دروازہ خانقاہ کے پاس جو حلوائی بیٹھا تھا گیا۔ اور چند درہم برائے خرید حلوا حوالہ حلوائی کئے۔ حلوائی نے وزن کیا اور کاغذ لایا اس لئے کہ اُس پر رکھکر حلوا اُس کے حوالہ کرے۔ دانشمند نے جو اُس کاغذ پر نگاہ کی تو دیکھتا کیا ہے کہ یہ تو وہی فرمان جاگیر کا ہے۔ دانشمند نے وہ کاغذ فرمان فوراً حلوائی سے لے لیا حلوہ در فرمان لیکر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور پھر آپ کا مرید ہوا +

ایک روز شیخ فرید الدین بحجرہ مقدس خوشی کی حالت میں تھے اور محو ذاتِ الٰہی ہو رہے تھے اور بہزار شوق یہ رباعی پڑھتے تھے ؎

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم | خاکی شوم و زیر پائے تو زیم
مقصود من بندہ ز کونین توئی | از بہر تو میرم و برائے تو زیم

اُس وقت مولٰنا بدر الدین اسحاق کو آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ ہمارے حجرہ میں کوئی نہ آوے۔ حسب اتفاق مولٰنا بدر الدین کو حاجت انسانی پیش آگئی انہوں نے شیخ نظام الدین کو نگہبانی مذکور کے لئے بجائے اپنے بٹھایا اور موقع حاجت کے لئے چلے گئے سلطان المشائخ نے دروازہ کے سوراخ سے دیکھا کہ شیخ جام عشق سے مدہوش ہیں۔ اور ہاتھ پشت پر رکھکر وجد کر رہے ہیں۔ اور بہزار شوق رباعی مذکور در وزبان ہے۔ حضرت خواجہ نے خیال فرمایا کہ اس عالم خوشی میں شیخ کی عطلت محروم نہیں رہنا چاہیئے اور بہر حال حجرہ میں پہنچنا چاہیئے۔ آپ نے توکل بخدا قدم حجرہ میں رکھا۔ اور سر زمین پر۔ شیخ فرید الدین نے حضرت خواجہ نظام الدین کو دیکھا حضرت خواجہ فرید الدین نے اسوقت شیخ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ سے کہا نظام الدین جو کچھ مانگتے ہو مانگو۔ حضرت خواجہ نے فرمایا میں دین وعقبےٰ اور خدا چاہتا ہوں۔ آپ نے

فرمایا دیا ہم نے چنانچہ سب کچھ پیر کی توجہ سے حاصل ہو گیا۔ لیکن تمام عمر افسوس کیا اس لئے کہ میں نے یہ اسوقت کیوں نہ چاہا کہ میری وفات سماع کی حالت میں ہو جاوے ✤

ایک روز سلطان المشائخ بزیارت مزار پرُ انوار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ واپس آرہے تھے تو کنارہ دریا پر گذر ہوا اور یہ دیکھا کہ میر حسن علائی سنجری شاعر اپنے یاروں کے ساتھ کنارۂ دریا پر شراب پی رہا ہے۔ اس کی جو نظر شیخ پر پڑی شرمندہ ہوا اور یہ شعر پڑھے ؎

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم — گر ز صحبتہا اثر بودے کجاست
زہد تا فسق از دل ما گم نہ کرد — فسق یاراں بہتر از زہد شما است

جب حضرت خواجہ نے یہ رباعی سنی آپ نے فرمایا ارے "صحبت را اثر ہاست" یہ فقرہ اس کے دل میں گھر کر گیا ننگے سر دوڑا اور حضرت خواجہ کے قدموں پر سر رکھا۔ اور آپ معہ اپنے یاروں کے تائب اور آپ کا مرید ہوا۔ اور دنیا و آخرت میں اُس کو بہرہ یابی ہوئی۔ چنانچہ اکثر اوقات یہ شعر پڑھا کرتا تھا ؎

اے حسن توبہ آنگہی کردی — کہ ترا طاقت گناہ نماند

یعنے انھوں نے یہ توبہ ۷۲ سال کی عمر میں کی تھی چنانچہ کتاب فوائد الفواید ملفوظات حضرت خواجہ اُن ہی کی تالیف سے ہے۔ جو کتاب بڑی مقبول ہے چنانچہ حضرت خواجہ امیر خسرو کہا کرتے تھے کہ اے حسن جسقدر تصانیف کہ میری ہیں وہ تیرے نام ہوتیں اور تیری تالیف فوایدالفواید میرے نام ہوتی ✤

چند طالب علم حضرت خواجہ کی خدمت بابرکت میں حاضر آئے اور ہر ایک نے اُن میں سے بطور تحفہ مختلف اشیاء کاغذ میں لپیٹ کر پیشکش کر دیں۔ لیکن ایک نے اُن میں سے حضرت خواجہ کی کشف و کرامات کا امتحان کرنے کے لئے خاک پڑیا میں باندھکر رکھدی تھی۔ اور حضرت خواجہ نے وہ پڑیا قبول فرمائی تھی۔ جب خادم اُن چیزوں کے اٹھانے کے لئے حاضر آیا اور وہ پڑیاں اٹھانے لگا۔ تو اُس نے اُس پڑیہ کے اٹھانے کے لئے بھی ہاتھ دراز کیا۔ جس میں خاک تھی۔ حضرت خواجہ نے اُس پڑیہ کے اٹھانے سے خادم کو منع کیا اور کہا اس کو نہ اٹھاؤ کہ ہماری

آنکھوں کا سُرمہ ہے۔ اس کرامت کو جب سب نے دیکھا آپ کے قدموں پر گر گئے اور مرید ہوگئے +

حضرت خواجہ نظام الدین متاہل نہ تھے آپ نے اپنی تمام عمر تجرد میں گذاری

کہا جاتا ہے کہ ایک روز آپ حضرت خواجہ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ اپنے پیر کے روبرو حاضر تھے خواجہ فرید الدین نے آپ سے فرمایا کچھ چیز لاؤ جو کھاؤں میں سلطان المشائخ نے اُسی وقت اپنی دستار کو فروخت کیا اور اس کا لوبیا خریدا اور اُس پر نمک ڈال کر جوش دیا۔ اور جب وہ پختہ ہوگیا تو حضرت خواجہ کی خدمت میں لا حاضر کیا شیخ ممدوح نے اپنے یاروں کے ساتھ اُسے کھایا اور فرمایا کہ یہ خوش نمکین اور پختہ ہے۔ اللہ سے چاہا میں نے کہ تیرے باورچیخانہ میں ہر روز ہفتاد و سہ من نمک واسطے پختگی طعام کے صرف ہؤا کرے یہ سخن دل آویز اور عنایت آمیز جب شیخ نظام الدین نے سُنا واسطے تعظیم کے اُٹھے۔ اُٹھتے میں خواجہ صاحب کی ازار پھٹ گئی تھی۔ چنانچہ حضرت فرید الدین کی نگاہ آپ کی ازار پر پڑی از راہ غایت عنایت آپ نے فوراً اپنی ازار طلب فرمائی۔ اور خواجہ نظام الدین کو دی اور ارشاد فرمایا کہ اس کو پہنو۔ خواجہ صاحب نے پیر کی عنایت ملاحظہ فرما کر وہ ازار اپنی ازار کے اوپر پہنی اور جلدی کے سبب سے ازار بند ہاتھ سے چھوٹ کر پاؤں پر گر پڑا۔ حضرت شیخ فرید الدین نے فرمایا اٹھاؤ اور آزار بند مضبوط باندھو۔ انہوں نے عرض کی کہ کیونکر باندھوں فرمایا ایسا باندھو کہ سوائے روزِ قیامت کے نہ کھلے۔ اور بہشت کی حوروں پر کھلے حضرت نظام الدین نے سر اپنا زمین پر رکھا اور عرض کی بہت بہتر چنانچہ آپ نے تمام عمر نکاح نہیں کیا۔ اور فرقہ نسواں سے غایت متنفر رہتے +

ایک روز آپ کی خانقاہ میں مجلس سماع گرم تھی اور حضرت سلطان المشائخ وجد کے عالم میں تھے۔ ناگاہ ایک صوفی نے ایک آہ کھینچی اور بمجرد آہ کھینچنے کے آگ اُس کے بدن میں لگ گئی اور اُس کا بدن تمام خاکستر ہوگیا۔ جب حضرت خواجہ ہوش میں آئے۔ پوچھا کہ یہ راکھ کیسی ہے جو حال تھا عرض کیا گیا۔ حضرت خواجہ نے پانی طلب کیا۔ جب پانی آگیا تو آپ نے وہ پانی اُس راکھ پر چھڑکا۔ وہ صوفی فوراً زندہ ہوگیا۔ آپ نے اُس صوفی کو فرمایا کہ جب تک تو پختہ نہ ہو ہماری مجلس میں نہ آنا

کیونکہ تم میں ابھی خامی ہے +

سلطان غیاث الدین تغلق بعد قتل خسرو خاں کے جب دہلی کے تخت پر بیٹھا تو اُس نے مہم بنگالہ کی طرف مراجعت کی اُس نے اثناء راہ میں خواجہ صاحب کو کہا کہ جب میں دہلی آؤں تم باہر غیاث پور چلے جاتا کیونکہ تمہاری سکونت سے وہاں آدمیوں کی کثرت ہوجاتی ہے اور شاہی متوسلوں کو جگہ نہیں رہتی۔ حضرت خواجہ نے اُس کا یہ حکم دیکھکر رنج کیا اور فرمایا کہ ہنوز دہلی دور ہے۔ پس اسی طرح ہؤا۔ کہ بادشاہ دہلی میں نہ پہنچا۔ تغلق آباد میں زیر قصر آیا اور مرگیا۔ چنانچہ یہ ضرب المثل کہ ہنوز دہلی دور است ہندوستان میں آجتک مشہور ہے +

یہ تذکرہ ہو رہا تھا کہ مردانِ خدا چھپاتے ہیں اپنے آپ کو اور اُن کو اللہ تعالےٰ ظاہر کرتا ہے۔ آپ نے اُس موقع پر ارشاد فرمایا کہ خواجہ ابو الحسن نوائی رحمتہ اللہ علیہ دعا کرتے تھے کہ اے خداوند تعالےٰ بستیوں میں اپنے بندوں سے مجھے پوشیدہ رکھو۔ اُسی وقت غیبی ندا ہوئی اے ابو الحسن کوئی چیز نہیں چھپاتی حق کو اور چھپا نہیں رہتا حق +

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر درویش کو کشف ہو اُس کو منہ سامنے پھر نہ کرنا چاہیئے۔ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

پیش منما جمال شہر افروز چوں نمودی بردسپند بسوز
آں جمالِ تو چیست مستی تو واں سپند تو چیست ہستئ تو

پھر آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ مرد کے واسطے حجاب راہ کشف و کرامات ہے۔ پس محبت اِس سے نہ رکھنی چاہیئے تاکہ استقامت کام میں ظاہر ہو +

پھر فرمایا شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری یہ دونوں صاحب ایک ہی پیر کے مرید ہیں۔ اور آپ کے پیر اپنے وقت کے قطب تھے۔ شیخ زنجانی لاہور میں تشریف رکھتے تھے۔ کچھ مدت کے بعد شیخ علی ہجویری کو آپ کے پیر نے فرمایا کہ تم لاہور چلے جاؤ۔ انہوں نے کہا وہاں تو شیخ حسین زنجانی تشریف رکھتے ہیں۔ پھر بھی آپ نے حکم دیا لاہور جاؤ۔ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش جس رات لاہور میں رونق

بخش ہوئے اُسی شب حسین زنجانی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ آپ صبح جو اُٹھے تو اُن کا جنازہ دیکھا +

آپ نے فرمایا ایک چھپے ہوئے ولی تھے اُن کے امتحان کے لئے اُن کے سامنے ایک شخص آ بیٹھا۔ اور اپنے دل ہی دل میں کہنے لگا کہ آنکھیں اس کی کور ہو جاویں۔ اُس کے بعد اُس نے چھپے ہوئے ولی کی طرف رُخ کیا۔ اور کہنے لگا کہ ولی کی نشانی کیا ہے۔ یہ وہ کہہ ہی رہا تھا۔ کہ اس کے ناک پر مکھی بیٹھی۔ اُس نے اُسے اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا۔ ہٹانے پر بھی پھر آ بیٹھی۔ اُس نے اُسے پھر اڑا دیا۔ وہ پھر اُس کے ناک پر آن بیٹھی۔ اُس شخص نے پھر اُن سے پوچھا کہ ولی کی نشانی کیا ہے۔ اُن چھپے ہوئے بزرگ نے فرمایا کہ ایک نشانی تو یہ ظاہر ہے کہ ولیوں پر مکھی نہیں بیٹھا کرتی +

آپ نے فرمایا کہ جو لوگ دعوے کرامت کا کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صاحب کشف بتاتے ہیں اچھا نہیں کرتے اور یہ امر ٹھیک نہیں ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ فرض اللہ تعالےٰ علی الاولیاء کتمان الکرامت کما فرض علی الانبیاء اظہار المعجزۃ۔ یعنے خداوند تعالےٰ نے کرامت کو چھپانا ولیوں پر فرض کیا۔ جیسا کہ نبیوں پر معجزہ کا ظاہر کرنا فرض کیا ہے۔ پس جو آدمی ظاہر کریگا اپنی کرامت کو وہ ترک کریگا اُس فرض کو پھر ارشاد کیا کہ سو مرتبوں میں سلوک کے سترواں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے۔ اگر سالک اس مرتبہ پر پہنچکر رہ جاویگا تو وہ تراسی مرتبوں سے بے فیض رہیگا۔

آپ نے سعد الدین حمویہ رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر فرمایا کہ وہ بڑے بزرگ آدمی تھے۔ لیکن حاکم شہر اُن کا معتقد نہ تھا۔ ایک دن آپ کی خانقاہ کی طرف سے بادشاہ یعنے حاکم شہر گذرا اور اُس نے ڈیوڑھی بان کو کہا کہ جاؤ اُس صوفی زادے کو میرے سامنے لاؤ۔ کہ میں اُس کو دیکھوں۔ دربان نے اُس کو بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا۔ اُس بزرگ نے اُس کی طرف التفات نہ کیا۔ اور برابر نماز میں مشغول رہے۔ اُس ڈیوڑھی بان نے بادشاہ سے کہا یک لخت بادشاہ کا غصہ فرو ہوگیا اور سواری سے وہ اُترا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب شیخ نے ملاحظہ کیا خود بادشاہ ہی مجھ

سے ملنے کیلئے آگیا تو شیخ اُٹھے اور اُن کے آنے کی خوشی ظاہر کی اور دونوں صاحب ایک مقام پر بیٹھ گئے اُس جگہ کے قریب ہی ایک باغیچہ تھا۔ شیخ سعد الدین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خادموں سے فرمایا سیب لاؤ خادم سیب لے آئے شیخ سیب کو تراش تراش کر بادشاہ کو دینے لگے غرضکہ دونوں صاحب سیب کھانے لگے اُس طباق میں کئی سیب تھے ایک بہت بڑا سیب تھا بادشاہ کے دل میں یہ خیال گذرا کہ یہ سیب مجھے شیخ دیدے تو میں شیخ کی کرامت اور صفائی باطنی کا معتقد ہو جاؤں۔ جوں ہی یہ خطرہ بادشاہ کے دل میں گذرا۔ شیخ نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اُٹھایا اور بادشاہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں ایک بار سفر میں تھا چلتے چلتے میں پہنچا ایک شہر میں تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُس شہر کے دروازہ پر آدمیوں کے غول ہیں میں نے سمجھا شاید بازیگر تماشا کر رہا ہے چنانچہ ایسا ہی دیکھا گیا اُس بازیگر کے پاس ایک گدھا تھا اُس کی آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور اُس بازیگر کے پاس ایک انگوٹھی بھی تھی اُس نے وہ انگوٹھی ایک تماشائی کو دیدی اور کہا کہ جس کے پاس یہ انگوٹھی ہو گی گدھا اُس کے ہی پاس کھڑا ہو جاویگا۔ چنانچہ اُس دراز گوش کو جس کی آنکھیں بندھی ہوئی تھیں اُس نے چھوڑا اب وہ حلقہ کی طرف پھرنے لگا اور پھرتے پھرتے جس شخص کے پاس انگوٹھی تھی اُس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ پس بازیگر نے اُس سے انگوٹھی لے لی۔ یہاں تک حضرت شیخ نے بیان کیا اُس کے بعد بادشاہ سے کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص کشف سے کچھ بیان کرے تو اُس کا رتبہ گدھے کی برابر ہو گا اور جو کوئی شخص کشف کو ظاہر نہ کرے اور کرامت نہ دکھائے تو اُس کو لوگ کہنے لگتے ہیں کہ اُس میں کچھ صفائی نہیں ہے یہ کہکر سیب (مذکور) بادشاہ کو دیدیا۔

پھر فرمایا کہ ایک صاحب عبداللہ رومی نام شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اُس کے بعد ہمارے پاس آیا اور عرض کی کہ ملتان جانے کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن راستہ نہایت خطرناک ہے آپ دعا کیجئے کہ میں سلامتی کے ساتھ ملتان جا پہنچوں آپ نے فرمایا فلاں موضع ہے جو یہاں سے اسقدر

کوس ہے اُس میں ایک حوض ہے پس حد وہاں تک ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو سلامتی کے ساتھ وہاں تک پہنچ جاؤ گا۔ اور وہاں سے ملتان تک شیخ بہاء الدین کی حد ہے۔ پس وہ یہ بات سنکر روانہ ہوا اور بخیر و عافیت اُس حوض تک پہنچ گیا نہ تو راستہ میں اُس کو رہزن ملے اور نہ کوئی اور نہ اُس کو تکلیف ہوئی اُس نے وہاں پہنچ کر وضو کیا اور دوگانہ نماز کا پڑھا اور پھر اُس نے شیخ بہاء الدین کو دل میں یاد کیا اور کہا کہ یہاں تک تو شیخ فریدالدین نے مجھے پہنچوا دیا۔ اب یہاں سے ملتان تک آپ کی حد ہے۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ میں جب حوض سے آگے بڑھا تو ملتان تک بھی مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ جب میں شیخ بہاء الدین کی خدمت فیض درجت میں پہنچا تو ایک دوشالہ اوڑھے ہوئے تھا۔ شیخ یہ دیکھ کر خفا ہوئے اور فرمایا یہ جو تو نے لباس پہن رکھا ہے۔ شیطانی ہے۔ میں نے عرض کی حضور کیا ہوا جو میں نے پہن لیا لوگوں کے پاس تو سونا چاندی اور مال و زر ہے اور مجھ پر اس قدر خفگی ہے۔ اس کے بعد میں لگا تھرتھرانے اور چلانے تو آپ نے فرمایا کہ تو اُس حوض کو یاد کر جہاں سے تو روانہ ہوا تھا۔ پس زکریا نے تجھے کیا تکلیف دی۔ آپ نے فرمایا میرا جی نہیں چاہتا تھا کہ شہر میں رہوں۔ ایک روز میں حوض تغلق خاں پر بیٹھا تھا یہ وہ ایام تھے جبکہ میں قرآن شریف حفظ کرتا تھا وہاں ایک فقیر تشریف رکھتے تھے جو شب و روز خدا کی عبادت میں بسر کرتے تھے میں اُن کے پاس پہنچا اور ان سے دریافت کیا آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں اور کیا آپ یہاں اپنے دل کی خوشی سے رہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا اپنے دل کی خوشی سے نہیں رہتا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں ایک روز کمال دروازے کے باہر لب خندق ایک درویش سے ملاقی ہوا جس جگہ وہ درویش رہتے تھے وہ ذرا زمین اونچی تھی کیونکہ وہاں [illegible] ہے۔ ان بزرگ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر [illegible] [illegible] تو اس شہر سے نکل۔ میں نے [illegible] خیال کیا کہ اس شہر سے [illegible] جانا چاہئے لیکن مجھ کو ایسے موقع

پیش آئے کہ میں پاس شہر سے نہ نکل سکا۔ حضرت خواجہ فرمانے لگے کہ اُس درویش سے جب میں نے یہ بات سُنی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اِس سے نکل جانا مناسب ہے۔ کئی جگہیں دل میں آئیں اور میں سوچتا رہا پھر میرے دل نے مجھ سے یہ کہا کہ قصبہ پٹیالی میں جا رہوں کہ ترک (مراد از امیر خسرو) بھی وہاں ہی ہے۔ اُس وقت پھر دوسرا خیال آیا کہ بسنالہ میں جا رہوں اس لئے کہ وہ مقام اچھا ہے۔ غرضکہ بسنالہ پہنچا۔ اور تین دن وہاں رہا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ نہ تو کوئی ٹوٹا مکان کرایہ پر ملا اور نہ قیمتاً کوئی مکان مجھے ملا ایک روز تو میں ایک شخص کا مہمان رہا اُس کے بعد وہاں سے چل نکلا اور رانی کے حوض پر پہنچا۔ وہاں پر ایک باغ تھا کہ اُس کو حیرت کہا کرتے تھے وہاں ٹھہرا وہ وقت مزیدار تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھ کو اِس مقام سے نکلنا چاہیئے میں اپنے اختیار سے کسی جگہ رہنا نہیں چاہتا جہاں تیری مرضی ہو وہاں ہی رہوں۔ فوراً غیب سے آواز آئی غیاث پور میں۔ میں نے کبھی مقام غیاث پور دیکھا بھی نہ تھا اور نہ اُس کا نام سُنا تھا۔ خیر میں اپنے ایک دوست سے ملنے کے واسطے گیا جو ایک نقیب نیشاپور کا تھا جب میں نے اُس کو اُس کے مکان پر دریافت کیا مجھ کو یہ جواب ملا کہ وہ تو غیاث پور گیا ہے۔ غرضکہ میرے دل نے مجھ سے کہا کہ یہی غیاث پور ہے جس کی بابت مجھے حکم ہوا ہے۔ میں دریافت کرکے غیاث پور پہنچا یہاں آکر میں نے دیکھا کہ یہ موضع بُرا نہیں ہے اوسط درجہ کا ہے اور لوگ بھی تھوڑے رہتے ہیں آخرکار میں نے اُس موضع میں رہنا سہنا اختیار کیا اُس کے بعد کیقباد وکیلو کھری میں آیا یہاں جب میں نے قیام کیا تو یہاں میرے پاس بادشاہ اور امرا اور عام لوگوں کی آمد رفت بہت ہو گئی پھر میرے دل نے مجھ سے کہا کہ یہاں سے بھی چل دینا چاہیئے میں اسی خیال میں تھا کہ میرے شہزادہ صاحب کا انتقال ہو گیا میں نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ میں بعد فاتحہ کے چلا جاؤں گا مگر اُسی روز ایک نوجوان آدمی بعد نماز عصر مجھ کو ملا بہت ناز غرا ور بہت خوبصورت تھا خبر نہیں اللہ جانے وہ مردان غیب میں سے تھا یا کون شخص تھا جب

وہ میرے پاس آیا تو اُس نے اول بات مجھ سے یہ کی ؎

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی
کانگشت نمائے عالم خواہی شد

اُنھوں نے اور بھی باتیں مجھ سے کیں جن کو میں نے لکھ لیا اور اُنھوں نے یہ فرمایا کہ

(۱) اول تو مشہور نہ ہونا چاہیئے اور جو مشہور ہو گیا تو ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ آگے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے شرمندگی اُٹھانی پڑے۔

(۲) کیا حوصلہ اور قوت ہے کہ اللہ کی مخلوق سے کنارہ کریں اور خدا کی یاد میں مصروف ہوں۔

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں کھانا لے کر آیا مگر اُنھوں نے نہ کھایا۔ لیکن جب میں نے یہ نیت کر لی کہ میں یہاں ہی رہونگا تب اس نے کھانا تھوڑا سا کھایا پھر وہ چلا گیا اور پھر وہ مجھ سے نہ ملا۔

آپ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ کبھی کرامت کا اظہار نہ کرنا چاہیئے اور یہ بھی ارشاد کیا کہ اِس کی خواہش ہرگز مسلمانوں کو نہیں کرنی چاہیئے اُس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ ابوالحسن نوائی ایک روز دجلہ کے کنارے تشریف لے گئے اور پھر آپ نے ایک مچھلی پکڑنے والے سے کہا کہ جال دریا میں ڈال اور پھر میری کرامت دیکھ اگر میں صاحب کرامت ہوں گا تو ڈھائی من کی مچھلی تیرے جال میں پھنس جاوے گی۔ چنانچہ اس نے جال ڈالا جس میں ڈھائی من کی مچھلی پھنس گئی۔ جب یہ خبر خواجہ جنیدؒ نے سنی تو فرمایا کہ اس جال میں کاش سانپ پھنستا اور وہ ابوالحسن کو کاٹتا تو بہتر بات تھی کہ اُس کا خاتمہ بالخیر ہوتا۔ اور وہ شہید مرتا۔ اب خبر نہیں اُس کا خاتمہ کس طرح ہو۔

آپ نے ایک درویش سے دریافت کیا کہ تو قرآن مجید میں سے کس آیت کو زیادہ دوست رکھتا ہے اُس نے جواب دیا "اُکلھا دائم"، پھر آپ نے اُس کا فائدہ اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ "اکل"! "اُکل اکلتہ"

اکلہ۔ اس کے بعد اُن چاروں لفظوں کے معنی بیان فرمائے کہ اکل مصدر ہے اکل جو کچھ کھایا اکلتہ، ایک بار ایک دفعہ۔ اکلۂ ایک لقمہ۔ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا جس کے ساتھ اُس کا چھوٹا لڑکا تھا۔ اُس نے آپ سے گذارش کی کہ یہ تختہ کاغذ کا حاضر ہے اور یہ میرا بچہ ہے۔ آپ اس کے لئے اس کاغذ پر ایک تختی لکھ دیجے تاکہ آپ کے لکھنے کی برکت سے خداوند تعالےٰ اس کو کلام مجید پڑھنا نصیب کرے آپ نے اپنے دست مبارک سے تختی لکھی اور ارشاد فرمایا کہ جو کلام جلد پورا ہوتا ہے اور میں تختی لکھنا شروع کرتا ہوں تو قلم آسانی کے ساتھ چلتا ہے اور کوئی دقت لکھنے میں نہیں ہوتی اور جو کام دیر میں ہونا ہوتا ہے تو قلم دشواری کے ساتھ چلتا ہے اور دیر میں لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا یہ عقل کی بات ہے۔ اسی طرح عقل کے مطابق اور باتیں ہیں اور اُن کا اظہار جواز میں داخل ہے۔ جیسا کہ محمود کاشی نے خواجہ شاہی مے سُے تاب کو فرمایا: "سیہ گرما بہ نیک گرم کردہ سوختہ خواہی شد" وہ بہت سیاہ تھے چنانچہ جلد مر گئے۔ اس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی ایک شخص گجرات میں گیا تھا اُس نے بیان کیا کہ وہاں ایک دیوانہ تھا جو صاحب کشف اور واصل باللہ تھا۔ میں اور وہ دونوں ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ میں ایک دن ایک حوض پر گیا جہاں پہرہ موجود تھا اور جس کے پاس کوئی جا نہیں سکتا تھا چونکہ اُن پہرہ والوں میں سے مجھے ایک سے تعارف تھا اُس نے مجھ کو نہیں روکا اور اندر جانے دیا۔ میں نے اُس حوض پر وضو کیا۔ اتنے میں عورتیں بھی پانی بھرنے کے لئے وہاں آنے لگیں لیکن اُن کو پہرہ والوں نے اندر آنے نہ دیا۔ ایک بڑھیا نے مجھ کو ٹھلیا دی کہ اس کو بھردے۔ میں نے اس کی ٹھلیا بھر دی پھر ایک اور عورت نے مجھے گھڑا دیا اُس کو بھی میں نے بھر دیا۔ غرضکہ اسی طرح پانچ ٹھلیاں میں نے اُن کی بھریں اور پھر میں اُس جگہ سے چلا آیا تو میں نے اُس دیوانہ آدمی کو سوتے ہوئے پایا چونکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا میں نے چاہا کہ اُسے جگاؤں پس میں نے پکار پکار کر تکبیر کہنی شروع کی کہ یہ جاگ اُٹھے۔ چنانچہ وہ جاگ اُٹھا اور مجھ سے کہنے لگا تم نے کیا شور مچا رکھا ہے وہی کام تھا جو تم نے عورتوں کو ٹھلیاں پانی کی بھر کر دیں

تھیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ سے جب میں نے خرقہ پایا تو میں اُس کو اپنی جان کے برابر رکھتا تھا۔ اُس وقت جبکہ میں جودھن سے دہلی کو آنے لگا تو اُس خرقہ کو بھی اپنے ساتھ میں نے لے لیا۔ راستہ میں سوائے اُس خرقہ کے میرا کوئی رفیق نہ تھا۔ میں پھر ایک مقام پر پہنچا جہاں ڈاکوؤں کا بڑا ڈر وخوف تھا اُس کے بعد میں ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد چند آدمی میری طرف آئے میں نے اُن کی طرف خیال نہیں کیا بلکہ خرقہ کی طرف خیال رکھا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ وہ میرے پاس آئے اور مجھے دیکھ کر دو اِدھر اور دو اُدھر اور باقی کسی اور طرف چلے گئے۔ اور سب آپس میں بھڑ گئے۔ اور انہوں نے مجھے ذرا بھی نہ چھیڑا۔ اور میں سلامتی کے ساتھ چلا آیا۔ کچھ بال بھی بیکا نہیں ہوا۔

پھر آپ کے پاس ایک شخص دانشمند نام آیا اور آتے ہی حضرت خواجہ کے قدموں پر گر گیا۔ اور یہ گذارش کی کہ میں اِس نیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے اپنا غلام بنالیں میں افغان پور میں پانی کے کنارے نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے آپ کی صورت مبارک کو دیکھا۔ مجھ کو حالت نماز میں ہی حیرت ہو گئی کہ مجھے تو آپ سے حسن ارادت نہیں ہے پھر یہ کیا معاملہ ہے میری حالت اُس وقت ایسی تھی کہ نماز میں ہی بیتاب اور پراگندہ ہو جاؤں اور دل سے بے قابو ہو جاؤں۔ خیر میں نے نماز ختم کی اور بعد نماز مجھ کو یہ خیال ہوا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مستفید ہوں۔ اِس واسطے میں آپ کی خدمت میں حاضر آیا ہوں۔ جب دانشمند نے یہ بیان ختم کیا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایک شخص بیعت کے لئے شیخ الاسلام فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جب روانہ ہونے لگا تو اُس کے ساتھ ایک گانے والی عورت بھی ہو گئی۔ اُس مطربہ نے بہت چاہا کہ یہ شخص میرا ہمراہی مجھ سے رغبت کرے لیکن یہ شخص نیک بخت تھا اُس نے اُس کی طرف التفات نہ کی۔ جب یہ پڑاؤ پر پہنچے تو ایسا موقع درپیش ہوا

کہ ایک بہلی کے سوا اور کوئی سواری ہاتھ نہ آئی۔ یہ اور وہ مطربہ دونوں ایک بہلی میں بیٹھ گئے اور وہ عورت اُس شخص کے سامنے اُس طرح بیٹھی کہ درمیان میں کوئی پردہ نہ رہا جب آمنا سامنا ہوا تو اُس شخص کا دل للچا گیا اور گویا کہ وہ اُس کی طرف رغبت کرنے لگا۔ اُس کے بعد یا تو اُس نے اُس سے کوئی بات کی یا اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ یکایک ایک شخص نمودار ہوا۔ اور اس نے آتے ہی اُس شخص کے مُنہ پر طمانچہ مارا اور یہ کہا کہ بدنصیب تو فلاں بزرگ کی خدمت میں جاتا ہے اور تیری نیت کا یہ حال ہے۔ وہ شخص طمانچہ کھا کر اور یہ سُنکر درست اور متنبہ ہو گیا اُس شخص نے پھر اُس عورت کی طرف نہ دیکھا القصہ جب وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہؤا تو اول شیخ نے اُس سے یہی کہا کہ اُس روز اللہ تعالےٰ نے تجھے بہت ہی محفوظ رکھا۔

باب چہارم (۴)

فصل اوّل

سلوک کا بیان

حضرت خواجہ کی مجلس میں اہل سلوک کے متعلق گفتگو شروع ہوئی کہ اصل اصول اس راہ کا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک شخص خواجہ اجل شیرازی کی خدمت میں حاضر آیا اور آپ کا مرید ہؤا اور منتظر رہا کہ حضرت خواجہ نماز یا وظیفہ کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے ارشاد کیا اپنے لئے جو چیز پسند نہ ہو وہ دوسرے کے واسطے بھی پسند نہ کرنا۔ جو اپنے واسطے پسند ہو وہی دوسرے کے لئے ارادہ کرنا۔ القصہ مختصر وہ شخص اجازت لیکر چلا گیا۔ پھر ایک عرصہ

بعد حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر آیا اور گذارش کی کہ حضور میں فلاں دن فلاں وقت آپ کی خدمت میں حاضر آیا تھا اور میں نے انتظار کیا تھا کہ مجھے حضور کوئی ورد یا وظیفہ یا نماز بتا دینگے۔ مگر آپ نے اُس روز مجھ کو کچھ نہیں بتایا۔ لہذا اب بتایئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اُس روز کیا تختی تم کو سکھائی گئی تھی مرید نے جو یہ بات سنی حیران ہوگیا۔ کہ آپ فرماتے کیا ہیں! وہ اُس نے حضرت کی اِس بات کا کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر خواجہ صاحب متبسم ہوئے اور کہا کہ اُس روز میں نے تم کو یہ سکھایا تھا کہ جو امر اپنے لئے پسند نہ ہو وہ امر دوسرے کے لئے بھی پسند نہ کرو۔ تو نے اُس تختی (مراد از سبق) کو بھلا دیا اور اُس کو یاد نہ رکھا۔ پس جب تو نے پہلی تختی یعنے پہلا سبق بھلا دیا اور ابھی تک اُس کو یاد نہیں کیا تو دوسرا سبق تجھ کو کیونکر دیا جاوے۔ بعد ازاں یہ حکایت اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمائی۔ ایک بزرگ پارسا اکثر بار فرمایا کرتے تھے کہ نماز۔ روزہ۔ ورد۔ وظیفہ۔ تسبیح یہ سب دیگ کے مصالحہ ہیں۔ اور فی الواقعہ اصل دیگ میں گوشت ہونا ضرور ہے۔ پس اگر دیگ میں گوشت نہیں ہے تو بھلا مصالحوں سے کیا ہوتا ہے۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ آپ اِس کی تشریح فرمائیں۔ جو ہماری سمجھ میں آوے انہوں نے کہا۔ گوشت سے مراد ترک دنیا ہے۔ نماز۔ روزہ۔ ورد۔ وظیفہ وغیرہ سب اُس کے مصالحہ ہیں۔ آدمی کو چاہیئے کہ دنیا ترک کرے یعنی کسی چیز سے تعلق نہ رکھے۔ کاش ورد وظیفہ وغیرہ ہوویں یا نہ ہوویں۔ اِس کا کوئی ڈر نہیں۔ لیکن دنیا کی محبت دل میں نہ ہونی چاہیئے یہ بات بُرائی کی ہے۔ اِس کے سبب دعائیں اور وظیفہ کچھ بھی فائدہ نہیں دیتے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر گھی اور مرچیں اور لہسن و پیاز دیگ میں ڈالدیں۔ اور اُس کے اُوپر پانی ڈال دیں تو یہ شوربائے دروغ ہوگا کیونکہ اصل شوربا تو گوشت سے ہوتا ہے۔ پس گوشت ہونا چاہیئے۔ یہ مصالح دیگر بھی خواہ ہوں یا نہ ہوں۔ بعد ازاں ترکِ دنیا کی تحقیق میں یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے۔ ترک دنیا سے یہ مراد نہیں ہے کہ برہنہ ہو گئے یا لنگوٹا باندھ لیا اور بیٹھ گئے۔

بلکہ ترکِ دنیا [illegible] کھانا بھی کھائے۔ لیکن جو کچھ بے جائز
طریقہ سے [illegible] اور اس کے جمع کرنے کی نیت نہ رکھے۔ اور کسی دنیا کی چیز
پر دل اٹکا نہ بیٹھے اس کا نام ترکِ دنیا ہے۔
حضرت خواجہ کی مجلس میں سلوک کا ذکر ہو رہا تھا آپ نے فرمایا
کہ اس راہ کا [illegible] سالک
سلوک کی حالت میں [illegible] پھر آپ نے فرمایا
کہ تین مرتبے ہیں ایک سالک دوسرا واقف تیسرا راجع۔ [illegible]
وہ [illegible] وقفہ
[illegible] خواجہ [illegible] نے حضرت خواجہ سے [illegible] کہ کیا
سالک کو بھی وقفہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں سالک کو بھی وقفہ ہوتا
ہے۔ جبکہ سالک کی طاعت میں کچھ فتور پیدا ہوتا ہے۔ تو اس طرح واقفہ
ہوتا ہے کہ بندگی میں ذوق حاصل نہ ہوا۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وقفہ ہوا۔
اگر بہت جلد اس نے اس بات کو معلوم کر لیا اور توبہ کی تو پھر سالک ہو گیا۔
اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس حالت میں رہا تو خوف اس بات کا ہے کہ راجع
ہو جاوے۔ بعد اس کے آپ نے تفسیر راہ کی سات اقسام کی فرمائیں
اعراض۔ حجاب۔ تفاصل۔ سلب مزید۔ سلب قدیم۔ تسلی۔ عداوت۔ پھر
ان ساتوں کی تفصیل اس طرح زبانِ فیض ترجمان سے فرمائی۔ دو دوست
مستغرق محبت عاشق و معشوق ہوں۔ اگر ان درمیان میں کوئی حرکت عاشق
سے ہو جاوے یا کسی قسم کی دیر ہو جاوے اور یہ امر دوست کے ناپسند
ہو تو وہ اس سے منہ پھیر لے۔ تو اس وقت عاشق کو لازم ہے کہ فی الفور
باتوں میں مصروف ہو۔ اور در پے معذرت رہے۔ اگر وہ ایسا کرے
تو یقین ہے کہ اس کا دوست اس سے راضی ہو جاوے اور جو ذرا سا
اعراض واقع ہوا تھا وہ جاتا رہے۔ اور اگر وہ دوست اپنی خطا پر اصرار
کئے جاوے اور عذر تقصیر نہ چاہے تو وہ اعراضی حجاب کے درجہ تک
پہنچ جاویگا۔ اور پھر معشوق حجاب کرنے لگے گا۔ جب حضرت خواجہ بیان

فرماتے فرماتے اس موقع پر پہنچے آپ نے ہاتھ اٹھایا اور آستین اپنے روئے مبارک کے سامنے کر لی اور فرمایا مثلاً اگر ایسا حجاب دوست اور محبوب میں ہو جاوے تو دوست کو چاہئے کہ عذر تقصیر کرے۔ اور برابر توبہ کرنے میں مصروف رہے۔ اگر اس امر میں اس نے تساہل کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حجاب فصل کے درجہ تک پہنچ جاوے گا یعنی محبوب اس سے الگ ہو جاوے گا۔ یعنے اول اعراض کچھ زیادہ نہ تھا جب عذر نہ کیا حجاب پیدا ہو گیا اور جب اس پر بھی اصرار کیا تو تفاصل واقع ہو گیا اور اس حالت میں بھی توبہ استغفار نہ کی مزید سلب پیدا ہوا۔ پس اس کی عبادت و سماعت کا ذوق اس سے چھین لیا گیا اگر اس پر بھی اس نے غفلت کی اور عذر تقصیر نہ چاہی اور تساہل کو راہ دی تو عداوت پیدا ہوئی یعنے پھر وہ محبت عداوت سے بدل گئی۔

حضرت خواجہؒ کی مجلس میں سیل بلاپ خلق سے ترک کرنے کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ حضرت نے زبان مبارک سے فرمایا کہ عالم جوانی میں بیٹھنا اٹھنا لوگوں کے ساتھ میرا رہا ہے۔ لیکن اُن کی صحبت مجھے ناگوار گذرتی تھی اور آرزو رکھتا تھا کہ وہ وقت یا اللہ کب آوے گا کہ میں اُن لوگوں سے الگ ہو جاؤں گا۔ اگرچہ بہت طلبا میرے پاس آتے تھے اور میں اُن کی تعلیم میں مصروف رہتا تھا مگر اکثر میرے دل میں نفرت ہوتی اور میں اپنے دوستوں سے کہتا کہ میں تم میں نہ رہوں گا میں تمہارا چند روزہ مہمان ہوں میں نے گذارش کی کہ حضرت خواجہ فریدالدینؒ کی خدمت میں تشریف لے جانے سے پہلے آپ یہ فرمایا کرتے تھے تو آپ نے ارشاد کیا ہاں۔

شیخ شہاب الدین خطیب ہانسوی کا ذکر آپ کی مجلس میں ہو رہا تھا تو آپ نے اُس وقت فرمایا کہ وہ دعا کیا کرتے تھے۔ یا اللہ میں نے عہد تیرے بہت سے پورے کئے ہیں۔ مجھ کو امید ہے کہ تو بھی میرے عہد کو پورا کریگا اور وہ یہ کہ جب میرے انتقال کا وقت آجاوے تو میرے پاس کوئی نہ ہو۔ یعنے نہ تو ملک الموت ہو اور نہ کوئی اور فرشتہ اُس وقت تو ہو اور میں ہوں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن بزرگ کا یہ حال تھا کہ ہر رات سورہ بقر پڑھ

کر سو با کرتے تھے ایک دن انہوں نے یہ بات بیان فرمائی کہ میں اُس سورت کو ایک رات پڑھ رہا تھا کہ مکان کے کونے میں سے یہ آواز آئی ؎

داری سرِ ما وگر نہ دور از برِ ما
ما دوست کشیم و تو نداری سرِ ما

باہر کے سب لوگ سوتے تھے میں اُس آواز کو سُنکر حیران ہو گیا کہ یہ کس نے فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ گھر میں کوئی ایسا آدمی بھی نہ تھا کہ جو اس شعر کو پڑھتا اس کے بعد پھر دوبارہ میں نے یہ شعر سُنا۔ جب خواجہؒ بیان فرماتے فرماتے اس مقام پر پہنچے اس قدر زار زار روئے کہ حکایت گریہ کے سبب پوری بیان نہ کر سکے۔ آپ زار زار روتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ اُنہوں نے بہت سے مصائب اور بلائیں جھیلیں اور دنیا سے اُسی طرح گئے جس طرح وہ جانا چاہتے تھے۔

حضرت خواجہؒ نے فرمایا اعتماد اللہ پر رکھنا چاہئے اُس کے سوا اور کسی پر اعتماد نہ کرنا چاہیے پھر فرمایا ایمان جب ہی کامل ہوتا ہے کہ وہ کُل جہان کو پشک شتر سمجھے۔ اس کے بعد یہ حکایت زبان فیض ترجمان سے فرمائی۔ ایک بار ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ حج کرنے کے لئے کعبہ کو تشریف لئے جاتے تھے اُن کو راستہ میں ایک لڑکا ملا آپ نے اُس لڑکے سے دریافت کیا کہ صاحبزادے کہاں جاتے ہو اُس نے جواب دیا کعبہ کی زیارت کو جاتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا زاد راہ تو آپ کے پاس ہے نہیں اُس نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ کسی بندہ کو بے اسباب نہیں رکھتا جب یہ بات ہے تو کیا اللہ تعالےٰ مجھے کعبہ تک نہ پہنچا دے گا۔ جب حضرت ابراہیم خواصؒ کعبہ شریف میں پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ لڑکا آپ سے پہلے وہاں پہنچا ہوا ہے اور کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ جب اُس کی نگاہ ابراہیم پر پڑی تو اُس نے کہا اے ضعیف الیقین تو نے جو مجھ سے کہا تھا اُس کی بابت تو نے توبہ بھی کی یا نہیں یعنے یہ جو کہا تھا کہ "تیرے ساتھ زاد راہ نہیں ہے" اس کے بعد آپ نے ایک اور حکایت بیان فرمائی ایک نباش خواجہ بسطامی بایزید رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور اپنے کرتوں

سے تو یہ بھی خواجہ محمد ؒ نے اُس سے کہا کہ تو نے کتنے مُردوں کے کفن چورائے ہیں۔ اُس نے کہا ہزار مُردوں کے کفن میں نے اُتارے ہیں۔ اُس سے آپ نے دریافت کیا تو نے کتنے مُردوں کے منہ قبلہ کی طرف دیکھے ہیں اُس نے کہا فقط دو آدمیوں کا منہ قبلہ کی طرف دیکھا ہے باقی سب کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا پایا۔ حاضرین نے خواجہ بایزیدؒ سے دریافت کیا کیا سبب ہے کہ فقط دو آدمیوں کا کعبہ کی طرف منہ رہا اور باقی کا کعبہ سے پھر رہا۔ آپ نے فرمایا اُن دو کا اعتماد حق پر تھا۔ اور اُن دو کے علاوہ اور جتنے تھے اُن کا اعتماد عقل و فکر پر تھا۔

آپ کی مجلس میں ایک درویش کا ذکر ہونے لگا آپ نے فرمایا کہ جو دنیا کے تعلقات سے دور ہو گا۔ وہ عزیز ہو گا اور جو دنیا میں ملوث ہو گا اُس کو بقا نہ ہوگی۔ اس کے بعد یہ دو مصرعہ آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے ؎

تا پاک نہ گردی بتو آتش ندہند
تا خاک نہ گردی بتو آتش ندہند

آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جس لباس میں موجود ہونا چاہیئے اس سے امید ہے کہ عاقبت سچائی پر ہو۔ اور پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک دفعہ ایک درویش کی نظر ایک شاہزادی پر پڑ گئی۔ اتفاق سے شاہزادی کا دل بھی اُس پر آ گیا اور دونوں آپس میں ایک دوسرے کے والہ و شیدا بن گئے۔ شاہزادی نے اُس درویش کو پیغام بھیج دیا کہ تو فقیر آدمی ہے میرے ساتھ وصل مشکل بات ہے ہاں ایک شکل ہے اگر تو اُسے کرے تو ممکن ہے کہ میں تیرے پاس پہنچ سکوں۔ اور وہ شکل یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو عابد بنا اور کسی مسجد میں رہنا سہنا اختیار کر اور خدا کی عبادت میں مصروف ہو جا اور اس قدر عبادت کر کہ تیری تمام شہر میں شہرت ہو جاوے جب تو لوگوں میں زاہد و پارسا مشہور ہو جاوے گا تو میں اپنے باپ سے تیرے پاس حاضر ہونے کی درخواست کروں گی اور جب بادشاہ اجازت دیدے گا تو تیرے پاس آ جاؤں گی۔ چنانچہ

اُس درویش سے بھی کام کیا۔ ایک مسجد میں جا بیٹھا اور خدا کی عبادت میں مصروف ہوگیا۔ جب عبادت کا ذوق و شوق اُس کو حاصل ہوا تو اُس کا دل اللہ سے جا لگا اور شہر میں شہرہ ہوا کہ فلاں شخص جو فلاں مسجد میں رہتا ہے بڑا عابد و زاہد ہے۔ لوگ اُس کے پاس آنے شروع ہوئے۔ بادشاہ کی بیٹی نے بھی بادشاہ سے اجازت چاہی کہ میں اُس عابد کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہوں بادشاہ نے اُس کو اجازت دی۔ بادشاہزادی اپنے باپ سے اجازت حاصل کر کے اُس عابد کے پاس آئی۔ باوجودیکہ شاہزادی بھی وہی تھی اور درویش بھی وہی تھا لیکن اُس درویش کو شاہزادی کے آنے پر کوئی رغبت یا شوق یا خوشی نہیں ہوئی جب شاہزادی نے دیکھا کہ یہ متوجہ ہی نہیں ہوتا تو اُس نے اُس درویش سے کہا کہ یہ حیلہ میں نے ہی تجھے بتایا تھا تو اب تجھے کیا ہو گیا۔ کہ میری طرف مطلق ملتفت نہیں ہوتا۔ ہر چند شاہزادی نے اُس کو کہا سنا۔ لیکن اُس درویش نے اُس سے یہی کہا کہ بد بخت میں تجھے جانتا ہی نہیں کہ تو ہے کون اِس لئے کہ اُس کا دل خدا کی طرف مصروف ہو گیا تھا پس اُس درویش نے اُس سے یہ باتیں کیں اور پھر اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اللہ تعالےٰ کی یاد میں مصروف ہو گیا۔ حضرت خواجہ جب اِس موقع پر پہنچے تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور یہ فرمایا کہ جس نے اُس سے ذوق حاصل کیا وہ دوسرے کی طرف کیوں مخاطب ہونے لگا۔

اِس کے بعد آپ نے یہ ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ شیخ عبداللہ مبارکؒ جوانی کے عالم میں ایک عورت سے عشق رکھتے تھے۔ ایک رات اُس کی دیوار کے نیچے آئے اور وہ عورت بھی سر نکالے ہوئے اُن سے باتیں کرنے لگی۔ دونوں خوب باتوں میں جٹ گئے۔ تمام رات شکوہ و شکایت میں ہی گذر گئی اور دونوں میں سے کسی کو خبر نہ ہوئی کہ رات ادھر ہو گئی وہ باتوں میں مشغول تھے ہی کہ موذن نے اذان دی نماز صبح کی یہ بزرگ عبداللہ سمجھے کہ یہ اذان عشاء کی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر میں پو پھٹی اُجالا ہو گیا جب معلوم ہوا کہ یہ تو صبح کی اذان تھی۔ اُسی وقت ندائے غیبی یہ اُن کے کان میں

آئی اسے عبداللہ ایک عورت کے عشق میں تمام رات بیدار رہا۔ پس بتا کہ کوئی رات تو خدا کے یاد میں بھی بیدار رہا ہے۔ عبداللہ نے جب یہ آواز غیبی سُنی فوراً تائب ہو گئے اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ آپ نے تو بہ اسی سبب سے کی ہے۔

فصل دوم

ذکر سماع و وجد

آپ کی مجلس میں سماع اور وجد کا ذکر ہونے لگا آپ نے ارشاد فرمایا واجد کے معنی وجد کے آئے ہیں یعنی بخشنے والا وجد کا۔ اور اُس کا نام شکور بھی ہے۔ اور شکور شکر کرنے والے کو کہتے ہیں۔ مگر اس جگہ معنی شکر کے یہ ہیں کہ وہ شکر بندوں کا قبول کرنے والا ہے اور اسی طرح الواجد کے معنی صاحب وجد کے ہیں لیکن یہ اللہ تعالےٰ کے حق میں ٹھیک نہیں پس اس موقع پر معنی واجد کے عطا کرنے والے وجد کے ہیں اُس کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردی کا ذکر ہونے لگا کہ اُنہوں نے سماع نہیں سنا۔ اور پھر آپ نے یہ فرمایا کہ شیخ نجم الدین کبرائے فرمایا کرتے تھے کہ جو نعمت انسان کے لئے زیادہ ممکن ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے شیخ شہاب الدین کو عطا ہوئی ہے۔ لیکن ذوق اور سماع نہیں ہوا۔

ایک دفعہ آپ کی مجلس میں ذکر سماع کا آیا آپ نے فرمایا مردوں کے واسطے سماع کسوٹی ہے۔

ایک اور مجلس میں آپ نے فرمایا کہ بڑے بڑے مشائخوں نے سماع کو سنا ہے اور وہ لوگ جو صاحب ذوق ہیں اور جن کے دل میں کچھ درد ہے وہ تو ایک ہی بیت میں رقت لے آتے ہیں۔ خواہ امیر ہو یا نہیں۔ البتہ جو لوگ ذوق کے عالم سے خبر ہی نہ رکھیں اُن کے سامنے

کیسی ہی قوالی گائیں اُن کو کچھ اثر ہوتا ہی نہیں۔ اور فی الواقعہ اُن کے دل میں درد نہیں ہوتا پس ظاہر ہوا کہ یہ کام درد سے متعلق ہے نہ کہ مزامیر وغیرہ سے۔
پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کو حضوری ہر روز کہاں ملتی ہے کوئی وقت خوش آجاتا ہے اور اگر وقت خوش آجاوے تو اُس کے اور متفرق اوقات پناہ میں اُس وقت کے آجاتے ہیں۔ اگر کسی جماعت یا مجلس میں کوئی شخص صاحب نسبت یا صاحب ذوق ہو تو اُس کی پناہ میں کُل اہل مجلس یا اہل جماعت آجاتے ہیں اُس کے بعد آپ نے یہ حکایت فرمائی کہ پہلے زمانہ میں ایک قاضی تھے کہ وہ اجودہن میں جناب شیخ فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ سے جھگڑا کیا کرتے تھے ایک بار وہ ملتان اس عداوت کی وجہ سے گیا اور وہاں کے علما سے اُس نے کہا کہ یہ کب جائز ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھے اور وہاں سماع ہو اور کبھی کبھی مسجد میں رقص بھی ہو۔ علمار نے کہا کون ایسا کرتا ہے تو اُس نے کہا شیخ فریدالدین۔ جب سب نے آپ کا نام سُنا تو کہا ہم اُن کی نسبت کچھ نہیں کہتے۔ اِس کے بعد آپ نے فرمایا جب سے میں نے سماع سننا شروع کیا ہے اب تک (بحق فرقۂ شیخ) سب کو شیخ کے وصفوں اور اخلاق پر حمل کرتا ہوں۔ چنانچہ ایک بار بحالتِ حیات حضرت شیخ میں ایک جماعت میں موجود تھا اور یہ بیت کہنے والا کہتا تھا۔ ؎

خرام بدین صفت مبادا
کز چشم بدت رسد گزندے

اُس وقت مجھے شیخ کے اخلاق اور اوصاف اور اُن کے کمالات اُن کی زندگی یاد آئی اور اِس قدر گریہ میں رقت طاری ہوئی کہ کیا بیان کیا جاوے۔ اگرچہ قوال نے چاہا کہ میں اور کوئی بیت پڑھوں لیکن میں نے اِسی بیت کو اُس سے کہلوایا جب فرماتے فرماتے آپ مقام مذکور پر پہنچے تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ کچھ تھوڑے ہی ایام گذرے تھے کہ انہوں نے انتقال فرمایا۔ پھر آپ نے یہ حکایت فرمائی۔ قیامت کے روز ایک شخص کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تُو نے سماع سنا و کیسے کا سنا۔ پھر اُس کو حکم ہوگا کہ جو بیت تو نے سنے اُس کو ہمارے وصفوں

پر محمول کیا وہ جواب دے گا ہاں پھر حکم ہوگا کہ وہ اوصاف تو حادث ہیں اور ہماری ذات قدیم ہے پھر یہ کس طرح سے جائز ہوگا۔ وہ جواب دے گا خداوندا میں غایت محبت کے سبب سے کہتا تھا حکم ہوگا کہ تو از راہ محبت کرتا تھا اس لئے ہم نے تجھ پر رحمت کی۔ پھر آپ آبدیدہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ اس کے لئے عنایت ہے جو اس کی محبت میں مستغرق ہے تو اور لوگ کیا جواب دینگے۔

ایک مجلس میں شیخ بہاء الدین کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب تھے ان کو عبداللہ رومی کہا کرتے تھے وہ ایک بار شیخ بہاء الدین کی خدمت میں حاضر آئے اور کہنے لگے کہ میں شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور انہوں نے سماع سنا ہے۔ اس وقت شیخ بہاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب شیخ شہاب الدین نے سماع سنا ہے تو زکریا کو بھی سماع سننا چاہئے۔ یہ فرماکر آپ نے عبداللہ کو اپنے پاس ٹھہرالیا۔ جب رات کا موقع آیا تو آپ نے ایک شخص سے کہا کہ ہمارے ایک یار کو اور عبداللہ کو حجرہ میں لے جاؤ۔ لیکن ان دونوں کے سوا اور کوئی حجرہ میں نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب شیخ بعد نماز عشاء ورد و ظیفہ وغیرہ سے فارغ ہوئے تو کیلے حجرہ کے دروازے پر تشریف لائے اس وقت سوائے دونوں کے حجرہ میں تیسرا نہ تھا۔ شیخ صاحب موصوف حجرہ میں بیٹھ گئے اور پھر آپ نے کلام مجید کا آدھا سیپارہ پڑھا اور اس کے بعد آپ نے حجرہ کی کنڈی لگادی۔ حضرت شیخ میری طرف مخاطب ہوئے اور کہا کچھ کہو۔ میں نے سماع شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ کو حرکت ہوئی آپ اُٹھے اور چراغ گل کیا جس سے حجرہ میں اندھیرا ہوگیا۔ پس ہم دونوں گاتے تھے اور دکھائی کچھ نہ دیتا تھا لیکن آہٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ شیخ کو جنبش اور حرکت ہو رہی ہے چونکہ اندھیرا تھا اور کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ غرضکہ جب گانا ختم ہوا تو شیخ نے دروازہ حجرہ کا کھولا اور اپنے مقام پر تشریف لے گئے۔ اور ہم دونوں وہاں ہی رہے۔ اُس وقت نہ ہم کو آپ نے کہا نا

دیا اور نہ پانی سادی رات یوں ہی گذر گئی جب صبح ہوئی تو ایک مرید آیا ایک نوین کپڑا اور بلیس تنکہ لایا وہ دونوں چیزیں مجھے دیں اور کہا کہ یہ تم کو شیخ نے دیا ہے اس کو لے لو اور چلے جاؤ۔ پھر ایک مجلس میں آپ نے فرمایا کہ مشائخوں اور مردان خدا کو وجد اور حال ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حال آتا تھا چنانچہ روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز باغ میں تشریف لے گئے۔ اور ایک کنوئیں پر جا بیٹھے اور آپ نے پاؤں اُس کنوئیں کے اندر لٹکا دیئے اور اپنی حالت میں مشغول ہو گئے آپ کے ساتھ اس وقت ابو موسےٰ اشعری تھے اور آپ نے اُن سے فرما دیا تھا کہ کوئی آدمی بے اذن ہمارے پاس نہ آئے اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ ابو موسے اشعری حضرت رسول خدا سے اجازت لینے آئے کہ حضرت ابو بکر تشریف لائے ہیں۔ آپ کو اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا انہیں بلا لو۔ غرضکہ حضرت ابو بکر آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کے بائیں جانب بیٹھ گئے لیکن حضرت رسول مقبول اسی طرح کنوئیں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ابو موسےٰ نے اُن کے آنے کی بھی خبر دی آپ نے فرمایا اُن کو بھی بلا لو وہ آپ کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے تھوڑی دیر کے بعد اُن کو بھی آنے کی اجازت ہوئی وہ بھی آپ کے سامنے بیٹھ گئے۔ بعد ازاں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح ہم اس وقت ایک جگہ ہیں موت بھی اسی طرح ایک جگہ ہوگی اور پھر قبروں سے اُٹھائے جاوینگے بھی ایک جگہ۔

ایک دن آپ کی مجلس میں سماع کا ذکر ہونے لگا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا آپ کو علم ہوا ہے کہ آپ جس وقت چاہیں سماع کو سنیں اور کہا آپ کے لئے یہ حلال ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو چیز حرام ہے وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہوتی اور جو شے حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہوتی۔ ... مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ حضرت شافعی رحمۃ اللہ علیہ

سماع کو معروف کے مباح کہتے ہیں۔ اور ہمارے علماء اس امر کے مخالف ہیں۔ اب اس اختلاف کی وجہ سے حاکم جو حکم دے وہی درست ہے حضار مجلس میں سے ایک نے کہا حال کا ذکر ہے بعض درویشوں نے آستانہ پر ہجوم کیا اور چنگ و رباب اور مزامیر اور رقص بھی موجود تھا حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ اُنہوں نے اچھا نہیں کیا یہ امر نامشروع اور ناپسندیدہ ہے بعد ازاں ایک شخص نے کہا کہ جب وہ گروہ اُس مقام سے چلا آیا تو اُن سے لوگوں نے کہا کہ یہ کیا آپ کرتے ہیں وہ تو مزامیر کی مجلس تھی۔ تم نے یہ سماع کس واسطے سُنا۔ اور رقص کیا۔ اُنہوں نے جواباً کہا ہم تو سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہم کو یہ نہ معلوم ہؤا کہ مزامیر ہے یا نہیں حضرت خواجہؒ نے یہ سُنکر فرمایا کہ یہ جواب بھی کچھ وقعت نہیں رکھتا وہ سب معصیت ہی میں تحریر کرنا چاہئے۔ اسی اثنا میں مولف فوائد الفوائد نے کہا صاحب مرصاد نے اسی کے مطابق ایک نظم لکھی ہے اُس کے یہ دو مصرعے عرض کرتا ہوں۔

گفتی کہ نزد من حرام است سماع

گر بر تو حرام است حرامت بادا

حضرت خواجہؒ نے یہ دونوں بیت سنکر فرمایا (ہاں) پھر آپ نے یہ پوری رباعی پڑھکر فرمائی۔ ؎

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا وال جیفۂ مردار بدامت بادا

گفتی کہ نزد من حرام است سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا

پھر میں نے گذارش کی کہ نفی سماع میں جو عالم بحث کرتے ہیں وہ تو خیر اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن جو لوگ جامہ فقر زیب بدن کئے ہوئے ہیں وہ کس لئے نفی کرتے ہیں اگر اُن کے نزدیک بھی سماع حرام ہے تو وہ نہ سنیں مگر سننے والوں سے تو دشمنی نہ کریں۔ کیونکہ درویشوں کے واسطے دشمنی کرنے کے نہیں ہیں۔ حضرت خواجہ یہ سنکر ہنسنے لگے اور پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ ایک صاحب نظم [illegible] مصروف تھا اور عامہ

کی جماعت اُس کے پیچھے تھی۔ ایک عام آدمی بھی اُس میں شامل تھا وہ طالب علم قعدہ اولی بھول گیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اُس عام آدمی نے غل مچانا شروع کر دیا یعنے زور زور کے ساتھ کہنے لگا سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ اور وہ یہ لفظ کہتے ہوئے اِس قدر چلایا کہ اُس کی نماز باطل ہو گئی۔ کیونکہ طالب علم اچھی طرح جانتا تھا کہ کیا کرنا چاہئے۔ ور جو علماء کہ اُس کے پیچھے تھے وہ بھی چُپ چاپ تھے۔ جب امام نے سلام پھیرا۔ تو امام نے اُس عام شخص سے کہا کیا اتنے عالم موجود تھے۔ انہوں نے تو کچھ نہیں کہا۔ تجھ کو بولنے کی ایسی کیا ضرورت تھی سب جانتے تھے کہ اُس کے ادا کی یہ صورت ہے کہ سجدہ سہو کا امام کرے گا۔ پس تُو کون تھا کہ تُو نے اِس قدر غل مچایا اور نماز کو اپنی خراب کیا۔ پھر بندہ نے گذارش کی کہ منکر سماع کے طائفہ کو میں خوب جانتا ہوں اور اُن لوگوں کے خیالات سے خوب واقف ہوں۔ جو نہیں سُنتے وہ کہتے ہیں ہم اِس لئے نہیں سُنتے کہ حرام ہے میں قسم نہیں کھاتا مگر یہ کہتا ہوں کہ اگر سماع حلال بھی ہوتا تو یہ لوگ جب بھی نہیں سُنتے یہ بات سُنکر حضرت خواجہؒ ہنسے اور فرمایا جبکہ اُن میں ذوق ہی نہیں تو پھر وہ سنیں گے کیا۔

ایک جلسہ میں آپ نے سماع کی بابت فرمایا کہ جب یہ چند چیزیں موجود ہوں اُس وقت سماع ہوتا ہے۔ مسمع۔ مسموع۔ مستمع۔ آلت سماع۔ پھر اِن سب کی بابت حضرت نے فرمایا۔ مسمع یعنے کہنے والا وہ مرد ہو اور مرد بھی پورا۔ لڑکا اور عورت نہ ہو۔ اور مسموع وہ جو کہا جاوے یعنے وہ ہزل اور فحش نہ ہو۔ اور مستمع وہ جو کہ سنتا ہے اُس کو چاہئے کہ وہ حق کی یاد سے بھرا ہوا ہو۔ اور جو سُنے حق کے ساتھ سُنے۔ آلات سماع یعنے چنگ و رباب وغیرہ جلسہ سماع میں موجود نہ ہو۔ تو ایسا سماع حلال ہے پھر آپ نے فرمایا کہ سماع موزون صوت ہے۔ وہ حرام کیوں ہووے اور وہ صرف سماع سے تحریک قلب ہے اگر یہ تحریک یاد حق کی وجہ سے ہے۔ تو سماع مستحب ہے ورنہ مائل بفساد ہے اور وہ بیشک حرام ہے +

فصل سوم

ذکر اطاعتِ حکم

حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ایک روز حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ دست بدعا تھے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِس وقت کوئی ہے جو اِس دعا کو یاد کرے۔ میں آپ کی اِس رمز کو سمجھ گیا کہ آپ کا منشا یہ ہے کہ میں اِس دعا کو یاد کروں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور گذارش کی کہ اگر مجھ کو حکم ہو تو اُس دعا کو یاد کر لوں۔ آپ نے وہ دعا مجھ کو سکھائی میں نے گذارش کی کہ اگر ایک مرتبہ میں آپ کے سامنے پڑھ لوں تو یہ دعا مجھے یاد ہو جاویگی۔ فرمایا اچھا پڑھو۔ جب میں نے پڑھی تو ایک جگہ اعراب کی آپ نے اصلاح فرمائی اور فرمایا اِس طرح پڑھو۔ میں نے اُن کے فرمانے کے بموجب اُسی طرح پڑھا گرچہ جس طرح کہ میں نے پڑھا تھا اُس کے معنی بھی درست ہو جاتے تھے مگر میں نے جناب کے فرمانے کا خیال رکھا حتیٰکہ کچھ دیر میں وہ دعا مجھ کو حفظ ہو گئی میں نے گذارش کی کہ حضور اب مجھ کو وہ دعا یاد ہو گئی اگر حکم عالی ہو تو سے پڑھوں فرمایا پڑھو میں نے اُس طرح پڑھ کر سنادی۔ جب میں حضرت شیخ کی حضور سے رخصت ہوا اور باہر آیا تو مولانا بدرالدین اسحٰق مجھ سے کہنے لگے کہ تم نے بہت خوب کیا کہ یہ اعراب اُسی طرح پڑھا جس طرح حضرت شیخ نے فرمایا تھا میں نے کہا اگر سیبویہ (جو اس علم کا عالم تھا) اور دوسرے لوگ جو بانی قواعد ہیں سب کے سب آویں اور مجھ سے کہیں کہ یہ اعراب اس طرح نہیں اِس طرح ہے تو میں ہرگز ہرگز نہ مانوں۔ اور اِسی طرح پڑھوں جس طرح شیخ نے فرمایا تھا۔ مولانا بدرالدین فرمانے لگے بھائی یہ آداب جو آپ میں ہیں ہم میں نہیں ہیں۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک معذرت نامہ لے کر آیا تھا اس سبب سے کہ حضرت خواجہؒ نے ایک شخص کی سفارش کی تھی اُس نے تعمیل ارشاد میں توقف کیا تھا غرضکہ اُس آنے والے شخص نے اُس کی طرف سے معذرت نامہ پیش کیا اور عفو تقصیر چاہی آپ نے فرمایا اگرچہ یہ رنج کی جگہ ہے میں رنجیدہ نہیں ہوتا بلکہ معاف کرتا ہوں۔ بعد ازاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی کا مرید ہوتا ہے تو اُسے تحکیم کہتے ہیں یعنے وہ شخص پیر کو اپنے اوپر حاکم مقرر کرتا ہے پھر اگر پیر کچھ حکم دے اور مرید اُس کی تعمیل نہ کرے تو اس کو تحکیم نہ کہیں گے اُس وقت مصنف فواد الفواد نے کہا اگر اُس کی خطا پیر نے بخشدی تو اللہ تعالےٰ اِس امر کو کیونکر جائز رکھے گا اور کس لئے معاف کرے گا۔ اُس وقت آپ نے فرمایا یہ عفو تقصیر پیر اللہ تعالےٰ کے ہی حکم سے کرتا ہے۔ پس مرید کو چاہیئے کہ جو پیر کہے اُس پر عمل کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ بھی حکم ہے کہ اگر پیر خلاف شریعت کسی امر کے لئے فرمائے تو مرید کو کرنا چاہیئے یا نہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ اول تو پیر ایسا ہونا چاہیئے کہ جو شریعت اور طریقت اور حقیقت کا جاننے والا ہو۔ پس جب پیر ایسا ہو گا تو وہ خلاف شرع حکم نہ دے گا اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ کسی کے نزدیک پیر کا فعل ہر حالت میں جائز ہے اور کسی کے نزدیک ناجائز ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ جو حکم پیر کرے مرید کو چاہیئے کہ اُس کی تعمیل ضرور کرے۔ اگرچہ اس امر کے بعضے آدمی برخلاف ہوں +

فصل چہارم
کھانا کھلانے کی فضیلت

آپ کی مجلس میں کھانا کھلانے کی فضیلت کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے بہ زبان فیض ترجمان یہ فرمایا کہ لوگوں کو کھانا کھلانا بڑی بہتر بات ہے

پھر آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ علی پسر خواجہ بزرگ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کفار تاتار کی چڑھائی کے وقت حراست میں آگیا اور چنگیز خاں کے پاس لایا گیا اُس خانوادہ کا ایک مرید حسب اتفاق وہاں موجود تھا جس کی وہاں بہت بڑی عزت تھی اور اُس کا وہاں کہنا سننا بہت چل جاتا تھا۔ جب خواجہ علی کو اس نے حراست میں دیکھا سخت متحیر ہوا۔ اور فکر کرتا رہا کہ اُن کی خلاصی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور اس کا تذکرہ چنگیز خاں سے کس طرح کروں۔ اگر میں اُس سے کہتا ہوں کہ یہ بزرگ خاندان کا آدمی ہے تو وہ کیا جان سکتا ہے۔ اگر اُن کی بندگی اور عبادت کا ذکر کروں تو اُس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ آخرالامر سوچ سوچ کر اُس نے ایک بات سوچی اور چنگیز خاں کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اِس کا باپ بہت بڑا شخص تھا اور خلق اللہ کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ پس اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ چنگیز خاں نے اُن سے سوال کیا کہ اِن کا باپ کھانا اپنے لوگوں کو کھلاتا تھا یا بیگانوں کو اُس نے کہا کہ اپنوں کو تو سب ہی کھلایا کرتے ہیں وہ تو بیگانوں کو کھانا دیا کرتے تھے چنگیز خاں یہ بات سن کر بہت ہی خوش ہوا اور کہنے لگا فی الواقع اِس کا باپ بڑا آدمی تھا۔ بڑا آدمی وہی ہے جو غیروں کو کھانا کھلاوے پس اُسی وقت حکم دیا کہ اُن کو چھوڑ دو۔ اور پھر اُن کو خلعت بھی دیا اور قصور کی معافی چاہی۔ اور خواجہ صاحب نے پھر یہ بھی فرمایا کھانا کھلانا کل مذہب میں بہتر ہے۔

حضرت خواجہؒ نے جبکہ ذکر کھانا کھلانے کا آپ کی مجلس میں ہو رہا تھا فرمایا ایک درم کا کھانا دوستوں کے سامنے رکھنا بیس درم صدقہ سے افضل تر ہے۔ پھر آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک شخص صدر جہاں بخارا کے حضور میں حاضر ہوا اور کہنے لگا مجھ کو بادشاہ سے کچھ کام ہے آپ میری سفارش کر دیں اُنہوں نے کہا بھلا کیا تیرا حق مجھ پر ہے کہ میں بادشاہ سے تیری سفارش کر دوں۔ اُس نے کہا ہاں ایک میرا حق تجھ پر ہے وہ یہ کہ تیرے ہاں دستر خوان بچھا ہوا تھا اور میں آیا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا تھا۔ بس وہ حق میرا تم پر ہے۔ صدر جہاں نے جب یہ بات سنی فوراً بادشاہ کے پاس گیا اور اُن کی سفارش کی جن کا کام بن گیا۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا مشائخ کے نزدیک رزق کی چار قسمیں ہیں۔ رزق مضمون۔ رزق مقسوم۔ رزق مملوک۔ رزق موعود۔ رزق مضمون اُس کو کہتے ہیں کہ کھانا پینا یعنے جو اُس کا کفا‌ف ہو وُہ سے پہنچے۔ پس اللہ تعالےٰ اُس کا ضامن ہے۔ بموجب آیت وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ رزق مقسوم وہ ہے جس کی تقسیم روز ازل ہو چکی ہے اور وہ لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ رزق مملوک وہ ہے کہ مال ومتاع وغیرہ بطور ذخیرہ اُس کے پاس ہو۔ اور رزق موعود وہ ہے کہ جس کا وعدہ خداوند کریم نے صالحوں کے واسطے کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رزق مضمون میں کل رزق ہوتا ہے نہ کہ اور رزقوں میں پس جو رزق مقسوم میں ہے اُس پر مجھ کو توکل کیا اور رزق مملوکہ میں بھی توکل نہیں اور نہ موعود میں کیونکہ جو کچھ وعدہ کیا ہے وہ تو ضرور پہنچے گا پس توکل رزق مضمون میں ہی ہے پس توکل کرنا چاہئے کہ جو کچھ میرا روزینہ ہے وہ ضرور ملے گا۔

پھر خواجہؒ نے فرمایا کہ مردان حق جو کھاتے ہیں کھانا اُن کی نیت حق پر ہوتی ہے پھر آپ نے فرمایا شیخ شہاب الدین قدس سرہ العزیز کتاب عوارف میں ارقام فرماتے ہیں کہ ایک درویش تھا جب وہ کھانا کھاتا اور منہ میں لقمہ لیتا یہ کہتا خدمت باللہ یعنے یہ لقمہ اُٹھاتا ہوں اللہ کے واسطے۔ کوئی شہوانی یا نفسانی خواہش اس میں نہیں ہے۔

ایک روز پھر کھانا کھانے کی بابت مجلس میں تذکرہ ہوا خواجہ صاحب نے فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے من زار حیا ولم یذق منہ شیئاً کانما زار میتا یعنے جس نے زیارت کی کسی زندہ شخص کی اور کوئی شئے اُس کے پاس سے نہ چکھی پس وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی مردہ کی زیارت کی۔

پھر حضرت خواجہؒ نے یہ اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ حضرت کے یار جب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے پس کچھ نہ کچھ کھا کر جاتے تھے یعنے روٹی یا چھوارے یا کوئی اور چیز پس جب کھا لیتے تھے جب جایا کرتے تھے۔ پھر آپ فرمانے لگے کہ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طریقہ تھا کہ اگر اُن کے پاس کچھ نہ ہوتا تو پانی ہی تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ میرا ایک تر کی کو منور بنا
اس سے بہتر ہے کہ میں شکم سیر ہو کر کھاؤں۔ اور رات کو کروں مقام۔ پھر آپ نے کہا
کہ شیخ کبیر روزہ کم رکھتے تھے۔
العبد جب قصد کرتے تب روزہ کم رکھتے یا جب بخار آجاتا تب روزہ
رکھتے۔

حضرت خواجہ رح نے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے
کہ جو کھانا کھایا جاوے متقی کے مال سے کھایا جاوے اور متقی کو ہی کھانا کھلانا
چاہیئے۔ پھر آپ نے فرمایا ہو سکتا ہے متقی کا کھانا کھانا کیونکہ معلوم کر سکتے ہیں۔
رہا یہ امر کہ متقی کو ہی کھانا کھلایا جاوے پس یہ امر دشواری کا ہے۔ کیونکہ پتہ نہیں
لگتا کہ کون متقی ہے اور کون متقی نہیں ہے پھر آپنے فرمایا کہ ایک حدیث مشارق
میں آئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو اُسے کھانا دیا جاوے خواہ اُسے
تم پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے ہو۔ اُس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔
بدایوں میں ایک شخص روزہ رکھا کرتا یعنے صائم الدہر تھا۔ شام کی نماز کے بعد
اپنے گھر کی دہلیز میں آبیٹھتا اور غلام دروازہ کے سامنے کھڑا رہتا جو آتا تھا یا
جاتا تھا اُس کو شربت پلاتے اور افطار کراتے۔ بعدازاں حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی حکایت آپ نے بیان فرمائی۔ کہ وہ بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھایا کرتے تھے
ایک روز ایک مشرک شخص آپ کا مہمان تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب اُسے مشرک
پایا اُس کو کھانا نہ دیا۔ فرمان آلہی اُسی دم نازل ہوا کہ اے ابراہیمؑ ہم تو اُسے جان دیتے
ہیں تو اُسے نان بھی نہیں دیتا۔ پھر حضرت خواجہ رح نے فرمایا میں ایک شہر میں رہتا
تھا کہ چند صوفی شیخ بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے بازار سے آئے۔ اُن میں سعید قریشی
بھی تھے جن کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ اُس روز مجلس سرگرم تھی۔ کھانا لایا گیا۔
سب کے سب برغبت تمام کھانا کھانے کے لئے تیار ہوئے۔ ایک میرا ہمسایہ
تھا جس کو شرف پیادہ کہا کرتے تھے وہ بھی آیا اور کھانا کھانے میں سب کے
ساتھ مشغول ہو گیا۔ یہ شرف پیادہ مجعد تھا اُس کے آتے ہی سعید قریشی اور دیگر
کئی آدمی کھانا کھانے سے دستکش ہو گئے اور اُس کا آنا اُن کو بہت ہی ناگوار گذرا

یہاں تک کہ سعید قریشی تو اُس مجلس سے باہر کو چلے گئے حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں۔ میں سخت حیران ہو گیا کہ اُن کو کیا ہو گیا تھا انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔ پھر میں نے اُن لوگوں سے دریافت کیا کہ تم کھانے سے کیوں دستکش ہو گئے انہوں نے کہا مجمع کے شامل ہو نہیں سکے۔ خواجہؒ نے فرمایا مجھے ہنسی آئی اور میں نے کہا یہ کہاں آیا ہے کہ مجمع کیسا تھا کھانا کھانا نہیں چاہیئے۔ اِس درمیان میں میں نے گذارش کی کہ مینے سعید قریشی کو دیکھا تھا اُنکی یہ حالت تھی کہ کوئی اُنکے پاس ٹھہر نہ سکتا تھا۔ فرمایا ہاں یہ اُس غیبت طلب کی شوخی تھی۔ جو وہ اِس میں مبتلا ہو گئے ۔

باب پنجم

فصلِ اول

عالمِ محبت

امیر حسن علاء سنجری جو آپ کے ملفوظات بطور کتاب برسوں لکھتے رہے ہیں فرماتے ہیں کہ میرا ایک غلام ملیح نام تھا۔ میں نے ارادت کے شکریہ میں اُس کو حضرت خواجہ صاحب کی نذر کر کے آزاد کر دیا حضرت خواجہ صاحب نے دعائے خیر میرے حق میں فرمائی۔ پھر وہ غلام حضرت خواجہؒ کے قدموں میں آ گرا اور بیعت کا اُس نے شرف حاصل کیا۔ اُس کے بعد حضرت خواجہؒ نے یہ الفاظ اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائے اِس راہ میں غلامی اور خواجگی نہیں ہے۔ جو شخص عالمِ محبت میں آ گیا کام اُسی کا بن گیا۔ اور فرمانے لگے کہ ایک بزرگ غزنی میں تشریف رکھتے تھے اُن کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام زیرک تھا جو اپنے آقا سے حسن ارادت اور صلاحیت اور محبت

رکھتا تھا جب اُس بزرگ کے زینت اُس مقام کے ہٹا کے انتقال کا وقت قریب آیا۔ مریدوں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد آپ کا کون جانشین ہوگا۔ اونہوں نے فرمایا زیرک۔ اُن بزرگ صاحب کے یہ چار بیٹے تھے۔ اختیار۔ حاجی۔ احسن۔ احمد۔ دیکھئے ان کی نسبت نہ فرمایا غلام کی نسبت فرمایا۔ زیرک نے اُن بزرگ سے عرض کی آپ کے فرزند مجھ کو حضرت بجا کب دینگے اُن کی جگہ میں بیٹھوں۔ وہ واقعی میرے ساتھ اس حالت میں دشمنی کرینگے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کوئی غم نہ کرو بے غم ہو کر بیٹھنا اگر میرے لڑکے تجھ سے دشمنی کرینگے تو میں اس شرکو دفع کرونگا بالقصہ وہ بزرگ انتقال کر گئے۔ اور زیرک حسب وصیت اُن کی گدی پر بیٹھ گیا۔ تو لڑکوں نے فساد شروع کیا کہ تو غلام ہے۔ تیرا کب حق ہے کہ ہمارے باپ کی گدی پر بیٹھے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا جب اس فساد نے ترقی کی تو زیرک اُن بزرگ کے روضہ مبارک پر آیا اور عرض کی اے خواجہ آپ نے فرمایا تھا کہ تیری گدی پر بیٹھنے سے اگر ہمارے لڑکے فساد کریں تو ہم اس فساد کو رفع کر دینگے۔ اب وہ میرے درپے آزار ہیں۔ آپ اپنے وعدہ کو وفا کیجئے یہ کہکر وہ اپنے مقام پر بیٹھا۔ اُن ہی دنوں میں غنیم نے غزنی پر فوج کشی کی بہت لوگ اُس سے لڑنے کے لئے گئے اُن بزرگ کے چاروں لڑکے بھی جنگ کے لئے گئے تھے قدرت خدا کی چاروں اُس جنگ میں کام آئے اور گدی کے متعلق جو مقام تھا وہ بھی بلا مزاحمت زیرک کو حاصل ہوا۔ جب شیخ مذکور مرید بن گیا تو حضرت خواجہ نے فرمایا تم دوگانہ نماز ادا کرو اور حکم دیا کہ نیت نفی کرنی چاہئے ماسوائے اللہ کے +

مولانا نور الدین کہتے ہیں کہ بہت عرصہ سے میرے دل میں ایک خیال تھا وہ میں نے ایک روز موقع پاکر عرض کیا یہ کہ ایک مرید پنج وقتہ نماز اور وظیفہ کم پڑھتا ہے۔ اور شیخ کی محبت دل میں رکھتا ہے اور پکا عقیدہ اُس کو اپنے شیخ پر ہے۔ اور دوسرا ایک مرید ہے کہ وہ بہت بندگی کرتا ہے۔ ورد اور وظیفہ بہت ہی پڑھتا اور حج بھی اُس کو نصیب ہوا ہے۔ لیکن شیخ کی محبت میں کم رکھتا ہے۔ اور شیخ کی نسبت اُس کے اعتقاد میں بھی فتور ہے۔ پس ان دونوں مریدوں میں سے مرتبہ کس کا بڑھ کر ہے۔ آپ نے فرمایا مرتبہ اُس کا بڑھا ہوا ہے جو اپنے پیر سے اعتقاد

اور محبت رکھتا ہے۔ اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا ایک وقت اعتقاد کی
شریعت کی وجہ سے بہت عبادت کرنے والے کے تمام اوقات سے زیادہ ہے
مؤلف فوائد الفواد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سے ایک روز عرض کی کہ کیا شیخ
جلال الدین جناب شیخ شہاب الدین صاحب کے مرید تھے۔ فرمانے لگے نہیں وہ تو
شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید تھے۔ جب ان کے پیر مذکور کا انتقال ہو گیا تب یہ ان
کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے ان کی ایسی خدمتیں کیں کہ کوئی
کیا کرے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ شہاب الدین شہر بغداد سے ہر سال حج کو جایا کرتے
تھے۔ ضعیفی کے سبب سفر میں کھانا آپ کے مزاج کے مطابق نہیں ہوا کرتا تھا۔
اور ٹھنڈا کھانا آپ سے کھایا نہیں جاتا تھا اس سبب سے شیخ جلال الدین ہنڈیا
اور چولھا سر پر رکھ کر آپ کے ساتھ سفر میں چلا کرتے تھے۔ جب حضرت کھانا طلب
کرتے فوراً آپ گرم کر کے ان کو کھلا دیتے تھے۔ اگر اس قدر ان کو ان سے محبت تھی آج
کوئی بھی کسی کی ایسی خدمت نہیں کرتا۔

ایک روز آپ کے حضور میں محبت اطفال کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ان سے بے تکلفی اور اخلاق سے پیش آیا
کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت حسنؓ کو بچوں کے ساتھ دیکھا۔ آپ نے ایک ہاتھ ان کے سر پر رکھا۔ دوسرا ہاتھ ٹھوڑی
میں رکھا۔ اور ان کو پیار کیا۔ اس موقع پر [illegible] کو کہتے ہیں [illegible] لوگوں کا بیان
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے لئے اونٹ بنتے تھے۔
آپ نے فرمایا بیشک یہ مشہور بات ہے۔ کہ آپ نے بھی زبان مبارک [illegible] نعم الجمل
جملکما۔ اس کے بعد آپ نے یہ حکایت فرمائی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک دوست
کو کسی شہر کا حاکم بنایا۔ اور اس کے نام کا حکمنامہ لکھ دیا۔ آپ [illegible] بیٹھے تھے کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچہ کو پیار کیا۔ اور اس پر بہت شفقت ظاہر کی [illegible] نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی طرف مخاطب ہو کر کہا میرے نو دس بچے ہیں۔ میں تو ان میں سے ایک کو بھی
پیار نہیں کرتا۔ یہ بات اس شخص کی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنی۔
تو آپ نے اس دوست سے کہا:۔ [illegible] کو حاکم شہر [illegible]

دیا تھا) کہ وہ پروانہ ذرا مجھے دکھانا انھوں نے وہ پروانہ نکال کر آپ کے ہاتھ میں دیدیا آپ نے اُس کو چاک کر دیا اور فرمایا جبکہ تو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا تو بڑوں پر کیا خاک کریگا۔

حضرت خواجہؒ نے فرمایا ہے کہ صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت حلیم تھے چنانچہ ایک شخص نے آپ کو بہت بُرا بھلا کہا آپ نے فرمایا مجھ میں تو بہت عیب ہیں تم کو میرے کل عیبوں کی خبر نہیں۔ جب حضرت خواجہؒ یہ فرما چکے تو لوگوں کے اُٹھنے کا وقت قریب آگیا میں نے گذارش کی کہ پیر کی خدمت میں جو مرید کم آوے اور وہ گھر پر برابر پیر کی یاد میں رہے وہ شخص کہ روز پیر کی خدمت میں حاضر آئے اور پیر کی محبت دل میں نہ رکھتا ہو کیسے ہیں حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ وہ شخص ہی بہتر ہے جو پیر کی محبت میں لگا رہے اگرچہ بصورت ظاہر پیر سے دور رہتا ہو پھر آپ نے یہ مصرعہ زبان مبارک سے فرمایا۔

بیروں تُز دروں نہ کہ دروں بیروں بہ

اُس کے بعد آپ نے یہ حکایت زبان فیض ترجمان سے فرمائی حضرت شیخ الاسلام فریدالدینؒ دو ہفتہ کے بعد اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے مگر شیخ بدرالدین اور دوسرے اعزا ہر وقت آپ کے پاس رہا کرتے تھے۔ جب خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میرا جامہ اور مصلا اور نعلین چوبیں دی جاویں شیخ فریدالدین کو حضرت خواجہ نظام الدینؒ فرماتے ہیں کہ جناب شیخ فریدالدینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس عصا اور جامہ کو جو دیکھا تو وہ دوہرا سلا ہوا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا انتقال ہوا تو شیخ فریدالدین صاحب اُس شب ہانسی میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے رات کو خواب میں ملاحظہ کیا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ خداوند تعالےٰ کی درگاہ میں لئے جارہے ہیں آپ یہ خواب دیکھ کر بیدار ہوئے اور صبح کو دہلی کی طرف روانہ ہوئے اور چوتھے روز دہلی میں آگئے شیخ حمیدالدین صاحب ناگوری نے وہ جامہ وغیرہ آپ کو دیا جس کی بابت حضرت خواجہ نے وصیت فرمائی تھی حضرت خواجہ

زیب تن فرمایا ... نے وہ جامہ پہنا اور شکرانہ کا دوگانہ ادا فرمایا۔ اب اِس موقع پر دو روایتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ حضرت خواجہ قطب الدین صاحب کے مکان میں تین روز رہے اور بعضوں کے نزدیک سات دن رہے اور پھر واپس ہانسی میں تشریف لے آئے۔

ایک جلسہ میں دنیا کی محبت اور عداوت کا ذکر ہونے لگا حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ دنیا کے لوگ تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ دنیا کو عزیز رکھتے ہیں اور شب و روز اُسی کی تگ و دو و خیال میں رہتے ہیں اور فی الواقع ایسے لوگ بہت ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو دنیا کو دشمن جانتے ہیں اور اُس کی مذمت کرتے رہتے ہیں اور اُس کی دشمنی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ تیسرے وہ انسان ہیں کہ نہ تو وہ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور نہ اُس کو دشمن جانتے ہیں۔ اور نہ اُس کی عداوت کا ذکر کرتے ہیں اور نہ محبت کا۔ چنانچہ یہ قسم دونوں اقسام سے اچھی ہے اُس کے بعد آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک شخص حضرت رابعہؒ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوا اور اُس نے دنیا کی برائیاں کرنی شروع کیں۔ حضرت رابعہؒ نے اُس سے فرمایا اے شخص پھر تو میرے پاس نہ آنا اِس لئے کہ تو دنیا کو دوست رکھتا ہوگا ہے۔ اس واسطے کہ تو اُس کا ذکر بہت کرتا ہے۔

حضرت خواجہؒ نے یہ حکایت اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائی ایک شخص نے ایک درویش صاحب دل باخدا سے درخواست کی کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں مشغول ہو تو اُس وقت میرے واسطے بھی دعا فرمائیے گا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ بڑا افسوس ہے اگر تو اُس وقت یاد آئے۔

فصل دوم

ریاضات و عبادات

آپ نے فرمایا جو طاعت اور وظیفہ صاحب نعمت کی طرف سے قبول

کیا جاتا ہے۔ کچھ اور بھی راحت اُس کے ادا کرنے میں ہے۔ پھر آپ نے ارشاد
فرمایا کہ کئی وظیفے اپنے اوپر میں نے لازم کر لئے ہیں اور کئی ورد ایسے ہیں جو میں نے
اپنے خواجہ سے سُنے ہیں۔ جو راحت اُن دونوں میں حاصل ہوتی ہے اُس میں زمین
و آسمان کا فرق ہے۔

اُس کے بعد پھر ذکر ترک اختیار کا ہونے لگا۔ اُس کے یہ معنی کہ کوئی کام
اپنے اختیار سے نہیں کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ جو دوسرے کا حکم کوئی شخص
بجا لائے تو بہتر ہے کہ وہ خود حاکم ہو۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر
جمعہ کی نماز پڑھنے اپنی خانقاہ سے نکلے۔ انہوں نے اپنے مریدوں سے دریافت
کیا کہ نماز کا رستہ جامع مسجد کا کس طرف کو جاتا ہے۔ وہ جانتے تھے پس ایک نے
آپ کو راستہ بتا دیا۔ اُن سے اُن کے مریدوں نے دریافت کیا کہ آپ اس قدر
مرتبہ تک نماز پڑھنے کے لئے اس راستہ سے گئے۔ پھر بھی آپ کو راستہ معلوم نہ
ہوا۔ انہوں نے کہا میں جانتا ہوں لیکن میں نے اس لئے دریافت کیا کہ میں کام
دوسرے کا کہا ہوا کروں تو بہتر بات ہے۔ اس کے بعد آپ ترک وعدہ دیگر کی نسبت
اور دیگر بارے میں وعظ فرماتے رہے اور یہ ابیات پڑھیں۔ ؎

دشت را گیر ہمچو وحوش — خانہ را ہماں گربہ و موش
قوت عیسیٰ جو آسماں سازند — ہم بداں جاش خانہ پردازند
خانہ را گر برائے قوت کنند — مور در خور عنکبوت کنند

اس کے یہ معنے ہوئے۔ مثل وحشیوں کے جنگل و پہاڑ میں رہنا اختیار کر۔ اور
گھر بار کو بیویوں اور بچوں کے واسطے چھوڑ۔ تو دیکھتا نہیں کہ حضرت عیسیٰ نے
گھر کو چھوڑا۔ آسمان میں پہنچے اور وہیں گھر بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو وہاں بھی روزی
دیتا ہے۔ جن لوگوں نے گھر کو روزی بنا رکھا ہے وہ کون ہیں چیونٹیاں بھڑیں
بڑیاں ہیں۔ ان کی مراد یہ ہے کہ تو اُن جیسا نہ ہو۔

آپ نے فرمایا کہ عبادت دو طرح کی ہوتی ہے ایک لازمی۔ دوسری
متعدی۔ عبادت لازمی جس کا نام ہے کہ اس سے فائدہ عبادت کرنے والے
نفس کو پہنچے۔ مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ اور وظیفہ و تسبیح ورد عبادت متعدی جس کا

ساتھ عبادت کرنے لگا خدا کی قدرت دیکھئے چند روز کے بعد لوگوں کی یہ تجویز ہوئی
کہ اس شخص کو اوقاف مسجد دمشق کا متولی بنایا جاوے چنانچہ اُس کو تولیت کے لئے
بلایا گیا اُس نے اُس جائداد کے متولی بننے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس ارادہ سے
بھی باز آیا میں نے اِس امر کے لئے بہت سعی کی جب میں نے اپنے اِس ارادہ کو منسوخ
کر دیا تو اب اُس کی تولیت مجھے مرحمت ہوتی ہے آخرش اُس نے وہ تولیت
منظور نہ کی اور خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔

آپ کی مجلس میں طاعت الہی میں کوشش کا ذکر شروع ہوا۔ آپ نے
فرمایا کہ اول اول جب آدمی عبادت الہی میں مصروف ہوتا ہے تو وہ مصروفیت
اُس کو گراں گذرتی ہے۔ اور عبادت دشوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ سچائی
کے ساتھ فکر کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کو عبادت کی توفیق عطا کرتا ہے اور اُس پر
وہ کام آسان ہو جاتا ہے اور اس طرح ہر ایک کام کا یہی خاصہ ہے اول تو مشکل
معلوم ہوتا ہے اور جب دل میں استقلال پیدا کر کے اُس کام کو کرنے لگتا ہے تو وہ
کام آسان ہو جاتا ہے

ایک روز حضرت خواجہ نے مجھ کو دو رکعت نماز اشراق کے پڑھنے کا
حکم دیا مگر اس طرح سے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی خالدون تک
اور دوسری رکعت میں آمن الرسول آخر سورہ تک اور آیۃ اللہ نور السموات
والارض علیھم تک اُس کے بعد دو رکعت استفادہ کی بابت فرمایا۔ پہلی
رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ فلق۔ دوسری رکعت میں والناس۔ پھر دو رکعت
استخارہ کی فرمائیں اس طرح کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون۔
دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پھر ان دوگانوں کے بعد جو دعائیں
آئی ہیں وہ فرمائیں۔ اس کے بعد فرمایا دو رکعت اور بھی ہیں جو میں تم سے کہونگا۔ یہ
فرما کر آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ جس روز حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے
مجھے نماز اشراق کے لئے فرمایا اول یہی چھ رکعتیں فرمائیں اور فرمایا دو رکعتیں اور
ہیں وہ بھی تم سے بیان کی جاویں گی۔

پھر آپ کی مجلس میں مُردہ کا ذکر ہوا۔ ذکر شروع کر کے چالیس برس

تک نہیں سوئے۔ چالیس برس کے بعد ایک رات سو گئے تو آپ نے اللہ تعالے کو خواب میں دیکھا پھر اُس تاریخ سے جہاں آپ تشریف لیجاتے کپڑا بچھ کر سونے کا بندوبست فرماتے کہ میں جلد سو جاؤں اور اللہ تعالے کو خواب میں دیکھوں۔ ایک دن اُنہوں نے یہ آواز غیبی سنی کہ وہ خواب اور اُس کی دولت تو اُس بیداری کا ثمرہ تھا جو چالیس برس تک نہیں سویا تھا۔

آپ کی مجلس میں طاعت آلہی اور مشغولی حق کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر وجود دو عدموں کے درمیان میں ہے پس جو دو عدموں کے درمیان میں ہو اُس کو بھی عدم ہی خیال کرنا چاہئے پھر آپ نے فرمایا پس ایسی عمر کہ جس کا وجود ہی عدم کا حکم رکھتا ہے اُس پر کیا اعتبار اور کیا اعتماد کرنا چاہئے اور اُس کو کب غفلت اور بیکاری میں اپنی عمر گذارنی واجب ہے پھر آپ نے ایک حکایت ایک بزرگ کی فرمائی کہ جو ہمیشہ حق کے ساتھ مصروف رہتا اور خلق کے ساتھ تعلق نہ رکھتا ایک روز لوگوں نے اُن سے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے کہ تم کسی کے ساتھ تعلق ہی نہیں رکھتے اور لوگوں کی صحبت سے بھاگتے ہو۔ اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ میں اپنی زندگی سے پہلے عدم میں تھا اور بعد مرنے کے بھی عدم میں چلا جاؤنگا۔ پس اِس کے درمیان میں جو میری عمر ہے اُس کو لوگوں میں بیٹھ کر کیا ضائع کروں۔ مجھ کو چاہئے کہ اِس زندگی کو ایسے کاموں میں صرف کروں جس میں اللہ کی مرضی ہو۔

مولنا محمود اودھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے اُن سے دریافت کیا کہ کہاں رہا کرتے ہو اُنہوں نے جواب دیا مولنا برہان الدین غریب کے مکان پر رہتا ہوں تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔

مرد سرہ باش ہر کجا کہ خواہی باش

پھر آپ نے فرمایا کہ ایک قطعہ زمین کا دوسرے قطعہ زمین سے دریافت کرتا ہے کہ آج کوئی ذکر کرنے والا یا کوئی دردناک یا کوئی عالم غمناک تجھ پر سے گذرا ہے یا نہیں اگر کسی زمین پر سے کوئی بزرگ گذرتا ہے تو وہ فخر کرتی ہے۔

آپ کی مجلس میں شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز کا ذکر تھا کہ وہ روزہ افطار ایک قدح شربت سے کرتے تھے جس شربت میں مویز بھی ڈالا

جاتا تھا۔ اُس قدح میں سے بھی آدھا یا تہائی حاضرین کو تقسیم کیا جاتا تھا اور کچھ تھوڑا اُس میں سے ایک برتن میں رکھا جاتا تھا۔ تہائی کے قریب آپ نوش فرمایا کرتے تھے اور اُس میں سے بھی کبھی کبھی کسی کو عطا فرما دیتے تھے جس کی خوش قسمتی ہوتی تھی اور نماز سے پہلے آپ کے پاس دو پرٹھے آتے جو دونوں سیر سے کم ہوتے تھے اُن دو میں سے تو ایک کو ٹکڑا ٹکڑا کر کے حاضرین پر تقسیم فرما دیتے تھے اور دوسرا آپ تناول فرماتے اور اُس میں سے بھی جس کے نصیب ہوتا اُس کو بھی مل جاتا۔ اُس کے بعد آپ نماز پڑھتے۔ اور پھر اللہ کی یاد میں بہ نیت مشغول ہوتے۔ اور پھر دسترخوان بچھتا۔ طرح طرح کے کھانے اُس پر چنے جاتے اور کھلائے جاتے مگر آپ اُس میں سے نہ کھاتے۔ فقط افطار کے وقت ہی کھاتے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت کو نلہ کی بیماری ہوگئی اور اُسی بیماری میں آپ نے انتقال فرمایا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ایک رات میں آرام کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے دیکھا کہ جو کمبل دن کو آپ کے نیچے بچھتا تھا وہی رات کو چارپائی پر بچھا ہوا ہے چونکہ وہ کمبل چارپائی کے برابر نہ تھا اس لئے پائنتیاں خالی تھیں اُس پر ایک ٹکڑا ڈال دیتے یا اُس ٹکڑے کو اوڑھ لیتے۔ اور جب اوڑھ لیتے تو وہ جگہ خالی رہتی آپ کے پاس ایک عصا تھا جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے آپ کو ملا تھا اُس کو آپ اپنے سرہانے رکھ لیتے گویا تکیہ وہی تھا اور جب اس عصا کو آپ ہاتھ لگاتے تو اُسے چومتے۔

آپ نے ایک مجلس میں فرمایا ہے کہ قیامت کے روز معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ محشر کے میدان میں اس طرح تشریف لاویں گے جس طرح کہ مست آتے ہیں اُن کو دیکھ کر لوگ متحیر اور حیران ہونگے۔ اور دریافت کرینگے کہ یہ کون صاحب ہیں غیب سے آواز آئے گی کہ یہ مست ہماری محبت کا ہے اور اس کو معروف کرخی کہتے ہیں پھر حضرت ممدوح کو باری تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ بہشت میں آجاؤ حضرت ممدوح اُس وقت فرماویں گے میں نے تیری بندگی بہشت کے لالچ سے نہیں کی ہے جو میں اس میں داخل ہوں۔ اُس وقت خداوند کریم کا حکم ہوگا ملائک کو کہ اس کو نور کی زنجیروں میں باندھ کر کھینچتے ہوئے بہشت میں لے جاؤ۔ جب حضرت خواجہؒ یہ فرما چکے تو ایک صاحب نے

اُن سے کہا کہ اللہ کی ذات نہایت بزرگی اور عظمت کی ہے بھلا آدم خاکی کا کیا حوصلہ اور
کیا مجال کہ اُس کی جناب میں دم مارے اور چون و چرا کرے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ دوسرا
معاملہ ہے جو بحث و مباحثہ کا نہیں ہے۔ اُس وقت بندہ نے التماس کی کہ اُس کے متعلق
مجھ کو ایک بات یاد آئی اگر ارشاد ہو گزارش کروں پھر بندہ نے یہ مصرعہ پڑھا؎

عشق را ابوحنیفہ درس نگفت

اُسی وقت خواجہؒ صاحب نے اُس کا یہ دوسرا مصرعہ فرمایا؎

شافعی را درو روایت نیست

آپ کی مجلس میں ذکر ہونے لگا کہ وہ لوگ یہی ہیں اگر بیمار پڑتے ہیں لیکن ممکن نہیں
کہ طاعت چھوڑیں۔ آپ نے اُس موقع پر یہ حکایت بیان فرمائی ایک بزرگ پانی کے کنارے
رہا کرتے تھے اتفاق سے بیمار ہوئے پیٹ اسہال آنے لگے۔ جب آپ پاخانہ سے آتے
[illegible] بیٹھتے [illegible] کرتے اور پھر دوگانہ نماز کا پڑھتے بیماری نے طوالت
پکڑی [illegible] پانی میں جب [illegible] بدستور غسل کرتے اور دوگانہ نماز کا ادا
کرتے [illegible] ایک رات [illegible] پانی میں [illegible] بار بار غسل کیا اور پھر دوگانہ پڑھا۔
آخر ایک بار جب پاخانہ سے نکلے پانی میں غسل کرنے لگے۔ اور آخرکار پانی میں ہی آپ کی جان
نکل گئی۔ جب حضرت خواجہؒ یہاں تک فرما چکے تو آبدیدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ بندگی کے کام
سے اُن کا خیال مرتے دم تک نہ ہٹا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب کوئی بیمار ہو تو یہ سمجھے کہ
یہ بیماری ہمارے لئے خیر کی دلیل ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ ایک اعرابی رسولؐ
خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا۔ اور پھر چلا گیا۔ پھر چند دن کے بعد
آپ کے حضور میں آیا اور کہنے لگا کہ جب سے میں ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا ہوں تب
سے میں بیمار ہو گیا ہوں اور میرے مال کا بھی نقصان ہو گیا ہے۔ آپ نے اُس کی بات
سن کر یہ فرمایا کہ جب مسلمان کے مال میں نقصان آیا اور وہ علیل بھی ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیئے
کہ یہ دلیل اُس کے صحت ایمان کی ہے۔ پھر خواجہؒ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ فقرا
کو روز قیامت ایسے ایسے درجے ملیں گے کہ لوگ اُن کو دیکھ کر کہیں گے اگر ہم دنیا
میں فقیر ہی ہوتے تو بہتر ہوتا۔ اور جو لوگ دنیا میں علیل رہتے ہیں۔ اُن کو
بھی قیامت کے دن ایسے ایسے مراتب ملیں گے کہ لوگ دیکھ دیکھ کر کہیں گے

کہ کاش ہم بھی دنیا میں یہاں ہی رہتے تو بہتر بات ہوتی۔

ایک روز ذکر محمدؐ معشوق کا ہونے لگا آپ نے فرمایا کہ آپ چند کے جاڑے میں آدھی رات کے وقت اپنے مقام سے نکل کر بتے پانی کے اندر خوف والی جگہ میں آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے خداوندا میں یہاں سے نہ ہٹونگا جب تک کہ تو یہ نہ کہے کہ میں کون ہوں۔ غیب سے آواز آئی کہ تو وہ ہے کہ اس قدر آدمی تیری شفاعت کے سبب دوزخ سے خلاصی حاصل کریں گے۔ شیخ احمد صاحب نے فرمایا میں تو اس پر بس نہیں کرتا پھر غیب سے ندا آئی۔ درویش اور عارف تو ہمارے عاشق ہوتے ہیں ہم تیرے اب عاشق ہیں اور تو ہمارا معشوق ہے۔ خواجہ صاحب اُس جگہ سے ہٹ آئے اور شہر میں داخل ہوئے۔ جو شخص آپ کے سامنے آتا وہی کہتا السلام علیک یا شیخ احمد معشوق۔ جب خواجہ صاحب یہاں تک فرما چکے بہت روئے۔ حاضرین مجلس میں سے ایک نے بیان کیا۔ وہ نماز نہ پڑھتے تھے حضرت خواجہؒ نے فرمایا جب نماز کے لئے لوگ بہت مصر ہوئے تو کہنے لگے بہت اچھا میں نماز پڑھتا ہوں لیکن فاتحہ نہ پڑھونگا۔ لوگوں نے کہا جب فاتحہ نہ پڑھی تو نماز ہی کیا ہوئی۔ لوگ جب بہت سر ہوئے تو کہنے لگے الحمد پڑھوں گا۔ لیکن ایاک نعبد وایاک نستعین نہیں پڑھونگا۔ لوگوں نے کہا حضرت سب حمد پڑھنی پڑے گی۔ آخر کار سب لوگوں نے آپ کو نماز پر کھڑا کر دیا جب ایاک نعبد وایاک نستعین پر پہنچے تو آپ کے بدن کے ہر رونگٹے سے خون بہنے لگا۔ پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور لوگوں سے کہا کہ میں زن حائضہ ہوں مجھ کو جائز نہیں ہے نماز پڑھنی۔

فصل سوم

ذکر وفات حسرت آیات حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی

آپ کو آخر عمر میں اسہال کا مرض ہو گیا تھا اُسی مرض میں ایک دفعہ آپ

آٹھ روز بستر رہے۔ آٹھویں دن آپ نے اپنے خادم خواجہ اقبال فرخندہ فال کو طلب فرمایا۔ جب وہ حاضر خدمت فیضدرجت ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ جو کچھ نقد اور اسباب ہمارا مملوک ہے حاضر کرو تاکہ مستحقوں کو دیدیا جاوے اُس نے گذارش کی جو کچھ بطور نذر وغیرہ آتا ہے وہ دوسرے روز ختم ہوجاتا ہے کچھ باقی نہیں رہتا البتہ کئی ہزار من غلہ موجود ہے جو لنگر کے خرچ میں آتا ہے آپ نے اُن کو کہا کہ اُس غلہ کو باہر نکالو اور مستحقوں کو دیدو چنانچہ خواجہ اقبال نے غلہ نکلوایا اور غریبوں کو تقسیم کردیا جب غلہ کی تقسیم سے فراغت حاصل ہوئی بقچیاں اور گٹھڑیاں کپڑوں کی طلب فرمائیں اُس میں سے ایک دستار خاص اور پیراہن اور مصلا اور شال شاذت مولانا برہان الدین صاحب غریب کو عطا فرمائی۔ اور طرف دکن کے رخصت کیا اور ایک دستار اور پیراہن اپنا مولانا شمس الدین یحییٰ کو مرحمت فرمایا اور اس طرح بہت سے پارچے آپ نے اپنے خلیفوں کو مرحمت فرمائے۔ اور یہاں تک کہ کوئی کپڑا باقی نہیں رہا۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی بھی تشریف رکھتے تھے اُن کو کوئی پارچہ عطا نہیں فرمایا حاضرین مجلس متحیر اور حیران ہوگئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ شیخ نصیر الدین کس سبب سے محروم رہ گئے کچھ دیر کے بعد شیخ نصیر الدین روشن چراغ دہلی کو اپنے حضور میں آپ نے طلب فرمایا الغرض وہ بھی حاضر خدمت فیضدرجت ہوگئے آپ نے خرقہ اور مصلّے اور تسبیح اور کاسۂ چوبیں (جو حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو عطا ہوا تھا) تمام و کمال شیخ نصیر الدین کو مرحمت فرمایا اور یہ ارشاد زبان فیض ترجمان فرمایا۔ شما را در دہلی باید بود و جفائے مردم مے باید کشید۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے عصر کی نماز پڑھی اور ہنوز آفتاب غروب نہیں ہوا تھا کہ وہ آفتاب دین پردہ کل نفس ذائقۃ الموت میں چھپ گئے۔ یہ حادثہ عظیم بروز چہار شنبہ ہنگام بتر دہم ماہ ربیع الآخر ۷۲۵ھ ہجری میں واقع ہوا۔ چنانچہ اس سال تاریخ وفات میں سب مورخ متفق ہیں۔ لیکن آپ کی عمر میں البتہ اختلاف ہے۔ صاحب مخبر واصلین اور چشتیہ شجرہ سے ۹۴ سال ظاہر ہوتی ہے۔ اور تذکرۃ العاشقین اور سیر المصنفین میں آپ کی عمر ۹۱ سال لکھی ہے اور وفات حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور وفات سلطان غیاث الدین تغلق میں صرف ایک ماہ دس یوم کا ہے یعنے

سلطان غیاث الدین آپ کے انتقال سے یک ماہ ۱۸ روز پہلے انتقال کر گئے تھے۔
خلفائے حضرت خواجہ نظام الدین سلطان المشائخ اور مرید خارج از بیان ہیں کیونکہ اس
قدر ہیں گنتی میں کب آسکتے ہیں اس لئے اس موقع پر تحفتاً و تیمناً چند خلفائے کبار کی فہرست
ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

فہرست خلفائے سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

سر دفتر خلفائے یعنے سلطان المشائخ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی۔
سراج الدین عثمان و شیخ قطب الدین منور پسر شیخ برہان الدین و شیخ حسام الدین ملتانی
و مولانا جمال الدین نصرت خانی۔ و مولانا فخر الدین و مولانا بوبکر منڈی۔ مولانا فخر الدین
مروزی۔ مولانا علاء الدین نیلی۔ شیخ برہان الدین غریب۔ مولانا وجیہ الدین یوسف۔ مولانا
شہاب الدین امام۔ مولانا شیخ محمد قاضی محی الدین کاشانی۔ مولانا وجیہ الدین پائلی۔
مولانا فصیح الدین و مولانا شمس الدین یحییٰ۔ و خواجہ کریم الدین سمرقندی و شیخ جمال الدین
اودھی۔ مولانا جمال الدین و قاضی شرف الدین و مولانا کمال الدین یعقوب و مولانا
بہاء الدین و شیخ مبارک۔ و خواجہ اقبال الدین و خواجہ ضیاء الدین برنی۔ شیخ تاج الدین
داؤدی۔ مولانا موید الدین انصاری۔ خواجہ شمس الدین خواہر زادہ امیر خسرو۔
و نظام الدین شیرازی۔ خواجہ تبالا۔ شیخ فخر الدین میرٹھی۔ شیخ علاء الدین اندیتی۔
شیخ شہاب الدین کنتوری۔ مولانا صحۃ الدین ملتانی۔ شیخ بدر الدین نوارد۔ شیخ
رکن الدین خیبری۔ شیخ عبد الرحمن سارنگپوری۔ حاجی احمد بدایونی۔ شیخ لطیف الدین
شیخ لطیف الدین۔ شیخ نجم الدین محبوب۔ شیخ شمس الدین دہاری۔ خواجہ یوسف بدیونی
شیخ سراج الدین حافظ و قاضی شادی۔ مولانا قوام الدین یک دانہ۔ مولانا برہان الدین
ساوری۔ مولانا جمال الدین اودھی۔ شیخ نظام الدین مولی۔ قاضی عبد الکریم قندہاری
قاضی قوام الدین قدوری۔ مولانا علی شاہ جاندار۔ خواجہ تقی الدین خواہرزادہ سلطان
المشائخ۔ میر محمد کرمانی۔ سید یوسف حسنے حمید شاعر قلندر۔ امیر خسرو دہلوی۔
امیر حسن علائی سنجری۔ قاضی فخر الدین ابجلوری۔ یہ سب صاحب حضرت خواجہ نظام الدین
سلطان المشائخ کے خلفا میں سے ہیں۔

تمہاری بارگہ ہے بادشاہی نظام الدین محبوب آلہی

عبادت سے مجھے ہووے محبت ہمیشہ بندگی سے ہوئے راحت

نہ مال وزر کی دل میں ہووے وقعت تعشق سے کروں حق کی عبادت

پھرے افعالِ بد سے یہ طبیعت نہووے دل میں شیطاں کی شرارت

تمہاری بارگہ ہے بادشاہی نظام الدین محبوب آلہی

یگانوں سے مجھے بیگانہ کردیں خدا کی یاد میں دیوانہ کردیں

مئے الفت سے دل پیمانہ کردیں میرا یہ جھوپڑا شاہانہ کردیں

شرابِ عشق سے مستانہ کردیں عیاں وہ جلوۂ جانانہ کردیں

تمہاری بارگہ ہے بادشاہی نظام الدین محبوب آلہی

بس اب تو شوقِ محبوباں چھڑادو بس اب تو شوق گلہ دیاں چھڑادو

بس اب تو عشقِ مہرویاں چھڑادو بس اب تو حرص کا زنداں چھڑادو

زن وزر کے سبھی ارماں چھڑادو بُرے لوگوں سے میری جاں چھڑادو

تمہاری بارگہ ہے بادشاہی نظام الدین محبوب آلہی

بگاڑو اپنے کو یہ ہی بناؤں کسی کو بھی نہ حالِ دل سناؤں

خیالِ عیش وعشرت سب مٹاؤں غم ورنج والم ہر وقت کھاؤں

بشکلِ قیس میں سب کو بھلاؤں انا لیلےٰ کا ہر دم گیت گاؤں

تمہاری بارگہ ہے بادشاہی نظام الدین محبوب آلہی

ہے مجھ کو مال وزر ہر دم پیارا نہیں اِس حال میں رہنا گوارا

تعیش نے کرم سے مجھ کو مارا بہت ابلیس سے ہارا میں ہارا

مدد اب کیجئے میری خدارا سوائے آپ کے کب ہے سہارا

تمہاری بارگہ ہے بادشاہی

نظام الدین محبوب آلہی

تمام شد

اردو ترجمہ کتاب جواہر فریدی

یہ کتاب فارسی زبان میں جناب حضرت محمد علی اصغر ابن شیخ مودود ابن شیخ محمد قریشی چشتی
از اولاد حضرت بابا فریدالدین گنجشکر رح کی اعلیٰ تصنیفات سے ہے کئی بار فارسی میں
چھپ چکی ہے۔ چونکہ فارسی اور عربی سے مسلمانوں نے توجہ اٹھالی ہے اس لئے
بزرگان دین کے حالات سے بیخبری کے علاوہ فیوض و برکات روحانی سے بالکل
محروم ہو گئے اس لئے اس خاکسار نے اس کا اردو ترجمہ کرایا اور خدا کے فضل و
کرم سے اور ان پاک بزرگان دین کی روحانی استمداد سے سلسلہ تصوف اردو کی ایک سو
سے زیادہ کتابوں کا ترجمہ ہو کر چھپ گئی ہیں۔ اور کثیر التعداد زیر ترجمہ ہیں۔ چنانچہ
اسی سلسلہ تصوف میں سے ہم نے کتاب جواہر فریدی کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے
اور طبع شدہ فارسی نسخہ کے علاوہ قلمی نسخے مقابلہ کے لئے فراہم کئے۔ اور نہایت محنت
اور تجسس سے اس گوہر بے بہا کا ترجمہ چھپوایا۔ جن حضرات نے فارسی جواہر فریدی کا
مطالعہ کیا ہوگا۔ وہ اس میں بہت سے مضامین زیادہ پائینگے جو قلمی نسخوں سے لئے
گئے۔ اس میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مع جملہ اصحاب کبار کے حالات
زندگی اور کرامات عالیہ مع مفصل حالات و شجرہ پاک حضرت بابا فریدالدین گنجشکر
چشتی رحمۃ اللہ علیہ درج ہے۔ قیمت عہ

اللہ والے کی قومی دکان مالک چنن الدین خلف ملک فضل الدین ککے زئی مجددی نقشبندی

منزل نقشبندیہ کوچہ ککے زیاں بازار کشمیری۔ لاہور